

ردِ قادریانیت

رسائل

- خرست مولانا عبد الرحيم کوهہ ایڈیشن
- خرست مولانا سلطان محمود کاملی
- خرست مولانا سید محمد امین سکردوی
- خرست مولانا علی بیان محمد داد پیر فرمی
- خرست مولانا علیم حسین آرڈنری
- خرست مولانا علیم حسین جانی عظیم
- خرست مولانا محمد حسین سروردی

احسان پختا دیانت

جلد ۱۵

عَالَمِيِّ مَجْلِسِ تَحْفِظِ حَمْرَبَوْقَةٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام کتاب :	اصابہ قادریانیت جلد اکاؤن (۱۵)
مصنفین :	حضرت مولانا عبدالمحیی کوہاٹی
	حضرت مولانا سلطان محمود دہلوی
	حضرت مولانا سید محمد اولیس سکردو ڈھوئی
	حضرت مولانا عقیق الرحمن آروہی
	جناب صفوۃ الرحمن
	جناب عبدالرحیم قرقشی
	حضرت مولانا البیان محمد داود پېروی
	حضرت مولانا عفتی محبوب بھائی واعظ
	حضرت مولانا محمد حسین سرحدی
صفحات :	۵۲۸
قیمت :	۳۵۰ روپے
طبع :	ناصر زین پرس لالہور
طبع اول :	۱۴۰۳
ناشر :	علمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری با غر روزستان

Ph: 061-4783486

پیشوای اسلامیت ائمہ ایضاً!

فهرست رسائل مشمولہ..... احساب قادیانیت جلد ۵

.....☆	عرضِ رجب	۲	حضرت مولانا اللہ و سایا
۱.....	آئینہ مرزا، یا مرزا کی کوہائی	۷	حضرت مولانا عبدالحکیم کوہائی
۲.....	ضرورت رسالت (حصاؤل)	۲۵۱	حضرت مولانا سلطان محمود بلوی
۳.....	ضرورت رسالت (صدوم)	۲۹۵	" " "
۴.....	صدع النقاب عن جسامة اللنجاب حضرت مولانا سید محمد اولیں سکردو ڈھونی	۳۳۳	حضرت مولانا علی اللہ و سایا
۵.....	اسلام ہو مرزا کیت	۳۷۱	حضرت مولانا تحقیق الرحمن آروی
۶.....	فتوح قادریت	۳۹۱	چاحب صفوۃ الرحمن
۷.....	قادیانی مسلمان نہیں؟	۳۹۷	ہناب عبد الرحمن فرقہ
۸.....	آسمانِ کڑک	۴۲۵	حضرت مولانا ابوالبهیان محمد اکبر پیر ورنی
۹.....	کارزار قادریان	۵۳۵	حضرت مولانا تحقیقی محبوب بجانی واعظ
۱۰.....	کلچ	۵۵۹	حضرت مولانا محمد حسین سرحدی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ!

عرض مرتب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ، اما بعد!

محفل اللہ رب الحضرت کے فضل و کرم سے اقسام قادیانیت کی جلد اکاون (۱۵) پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں دس عدد کتابیں شامل اشاعت ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:
۱..... آئینہ مرزا یامرزائی ناول:

حضرت مولانا عبدالجعفی کوہاٹی اس کے مصنف ہیں۔ ناول کی طرز پر اس کتاب کو لکھا ہے۔ قادیانی فقہ سے تعلق جدید انداز تفہیم اپنایا گیا ہے۔ ابتداء میں یہ کتاب شیم پرلس راول پنڈی میں باہتمام مہہ کشن چند موہن پر مشرکے ہاں شائع ہوئی۔ پاکستان بننے سے بہت پہلے کی شائع شدہ ہے۔ کتاب خوب دلچسپ ہے۔ پہلے ایڈیشن کے ۲۲۰ صفات تھے۔ اب دوسرا ازیر نظر ایڈیشن جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے صفات ۲۲۲ ہیں۔ گویا طالبِ اعلیٰ ہو گیا۔ کم و بیش پونصہ ب بعد اس کتاب کی دوبارہ اشاعت، ہم اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

۲..... ضرورت رسالت (حصہ اول):

۳..... ضرورت رسالت (حصہ دوم):

ان کے مؤلف حضرت مولانا سلطان محمود صاحب ہیں جو مدرس عالیہ رفح پوری دہلی کے صدر مدرب ہے۔ بہت پہلے کی شائع شدہ ہے۔ اس کے پہلے ایڈیشن کے نائل پر یہ تعارف شائع کیا گیا تھا۔ ”اس رسالہ میں مسئلہ نبوت و رسالت کے تمام پہلو و لائل عقلیہ و نقلیہ سے واضح کئے گئے ہیں اور اس رسالہ کے دو حصے کر دیئے گئے ہیں۔ حصہ اول میں مطلق نبوت و رسالت کی تشریع کی گئی ہے جو مشترک ہے تمام انبیاء علیہم السلام میں، اور حصہ دوم میں خاص جناب رسول ﷺ کے افضل الرسل و خاتم الانبیاء ہونے کی تشریع ہے اور ان دونوں حصوں میں اصل مسئلہ کی تشریع کے علاوہ مخالفین اسلام کی ترویید بھی نہایت مدلل طریقہ سے کی گئی ہے۔ خصوصاً مرزا یامزوں اور یوسائیوں کی۔“

۴..... صبد ع النقاب عن جسمامة الفتجاب:

اس رسالہ کے مرتب حضرت مولانا سید محمد اورلس سکردو ڈھوی مدرس دارالعلوم دیوبند

ہیں۔ رسالہ کا نام اس خوبصورتی سے تجویز کیا کر کے کمال کر دی۔ ”صدع النقاب“ ابجد کے حساب سے ۱۳۲۳ھ بنتے ہیں۔ جو کتاب کی اشاعت کا سن بھری ہے اور ”حساسته الفنحاب“ سے ابجد کے حساب سے ۱۹۲۵ء بنتے ہیں۔ جو کتاب کی اشاعت کا سن عیسوی ہے۔ حضرت مولانا سید محمد اور شاہ کشمیری نے اپنی تالیف ”اکھار الملحدین فی شعبی من ضروریات الدین“ میں ایک قصیدہ بنان عربی قطعاً نجائز یہ تقم فرمایا تھا۔ حضرت مولانا سید محمد اور لیں سیکر و ڈھوی جو حضرت مولانا سید محمد اور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ آپ نے اس قصیدہ کو شائع ترجمہ و تشریح کے اس رسالہ میں شائع فرمایا۔ خوب علمی تحریر ہے۔ کاش ہمارے رفقاء اس عربی قصیدہ کو بیاد کریں۔

.....۵ اسلام اور مرزا نیت:

یہ مضمون حضرت مولانا قیق الرحمن آردوی کا مرتب کردہ ہے۔ جو دارالعلوم دیوبند کے مبلغ تھے۔ آپ کا یہ مضمون رسالہ ”قاسم العلوم“ دیوبند میں قسطوار اقتضوں میں شائع ہوا۔ جو بعد میں پچھلٹ کی کھل میں شائع کیا گیا۔ اس جلد میں پیش خدمت ہے۔

.....۶ فتنہ قادریانیت:

جناب صفوۃ الرحمن صابر حیدر آباد اٹیا آدم حرا پر دلش کے تھے۔ آپ نے یہ رسالہ ترتیب دیا۔ جو اس جلد میں پیش خدمت ہے۔

.....۷ قادریانی مسلمان نہیں؟:

اس کے مؤلف جناب محمد عبدالرحمٰم قریشی ہیں جو کل ہند محلہ تعمیرات کے سیکرٹری جزل اور آل اٹیا مسلم لامبودڑ کے سیکرٹری ہیں۔ آپ نے یہ رسالہ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ تخلیق اسلام سوسائٹی مدینہ مٹش حیدر آباد سے یہ شائع ہوا۔ قادریانیوں نے حیدر آباد اٹیا میں پرانا لے۔ مؤلف نے یہ رسالہ تالیف کر کے شائع کیا۔ قادریانیت بے پر دبال ہو گئی۔

.....۸ آسمانی کڑک:

اس کے مؤلف حضرت مولانا ابوالبیان محمد وادود پسروی ہیں۔ جو حضرت مولانا نوراحمد چوک فرید امرتر کے صاحبزادہ تھے۔ آپ نے مرزا قادریانی کی تردید میں یہ عمدہ کتاب تالیف کی جو ہر لحاظ سے قابل قدر ہے۔

.....۹ کارزار قادریان:

کیم راپر میں ۱۹۳۶ء میں یہ رسالہ اذلًا شائع ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محبوب سمجھانی واعظ

کامرتب کردہ ہے۔ مرزا قادریانی اور اس کا یار غارمولوی محمد علی لاہوری کے درمیان ۸۵ زبردست اصولی اختلافات اس میں تکمینہ کئے گئے۔ پڑھیں کہ خوب معرکتہ الاراء چیز ہے۔ ستر سال قبل شائع شدہ رسالہ کا اس جلد میں شائع ہونا ہم سکینوں پر فضل ایزدی ہے۔ فلحمدللہ!

..... ۱۰
کلمہ حق:

مولانا محمد حسین سرحدی فاضل دیوبندیا لکھنؤ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے قریب قریب میں یہ رسالہ ترتیب دیا۔ حضرت علامہ خالد محمود صاحب نے تقریباً لکھی۔ ہم اسے جلد میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس جلد میں ۹ حضرات کے دس رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ ترتیب پھرنازہ کریں:

- | | | | | |
|--------|-------|----|----|--|
| ۱..... | كتاب | ا | کی | حضرت مولانا عبدالحی کوہاٹی |
| ۲..... | رسائل | کے | ۱ | حضرت مولانا سلطان محمود دہلوی |
| ۳..... | رسالہ | کا | ۱ | حضرت مولانا سید محمد اولیس سکردوڈھوی |
| ۴..... | رسالہ | کا | ۱ | حضرت مولانا عتیق الرحمن آروی |
| ۵..... | رسالہ | کا | ۱ | جواب مفہوٰ الرحمن |
| ۶..... | رسالہ | کا | ۱ | جواب عبدالرحیم قریشی |
| ۷..... | كتاب | کی | ۱ | حضرت مولانا ابوالبیان محمد وادود پیر دری |
| ۸..... | رسالہ | کا | ۱ | حضرت مولانا مفتی محبوب سبحانی داعظ |
| ۹..... | رسالہ | کا | ۱ | حضرت مولانا محمد حسین سرحدی |

گویا ۹ حضرات کے
احساب قادریانی کی جلد (۱۵) میں شامل اشاعت ہیں۔ فلحمدللہ علی ذالک!

محتاج وعاء: فقیر اللہ وسایا!

۱۲ رب جادی الاول ۱۳۳۳ھ

بمطابق ۲۵ مارچ ۲۰۱۳ء



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آمَنَیْهٗ مَرزا مَرزاً نَوْلَ



حضرت مولانا عبدالمحیٰ کوہاٹی عَزَّوَجَلَّ

پیغمبر اللہ والائٹن الرحمۃ

التماس مصنف

میں مصنف اس کتاب کا حلقوایاں کرتا ہوں کہ یہ کتاب میں نے محض اسلام اور اہل اسلام کے درد سے لکھی ہے اور نہایت مگز و ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو پڑھتے ہوئے ذہن کو تھب سے پاک کر لیں۔ پھر اگر اس کو مگر ابھی سے بچانے والی اور راہ راست پر قائم رکھنے والی پائیں تو میرے حق میں عاقبت بخیر کی دعا کریں۔ مصنف!

دیباچہ

شہر لندن کے جنوب مشرق ٹو کیو دارالخلافہ جاپان کے غرب، وہیں کے شرقی منوارہ اور قریباً من المیا لکوٹ یعنی عین شہریا لکوٹ میں ایک بابو صاحب رہتے تھے۔ جو سراہل کی طرف سے بھی اچھے نسب سے تھے۔ دین سے بہت رفتہ رکھتے تھے۔ مگر وہی تعلیم سے بوجہ تعلیم یافتہ ہونے کے کوئے تھے۔ موٹی حمل دالے مگر مدارستے۔ بیوی ان کی ایک پرانے تعلیم یافتہ کی بیٹی اور اچھی لکھی پڑھی تھی۔ نام ان کے کچھ اور تھے۔ لیکن بیار سے ایک دوسرے کو گماں اور حصیل کہ کر پکارتے اور جواب دیجتے تھے۔ مکان رہائشی خاصاً سیئے تھا۔ برآمدہ کے شرقی کنارے پر ایک مختصر سا کرہ تھا۔ جس کا دروازہ برآمدہ میں تھا اور تینوں طرف شیشوں کی کھڑکیاں تھیں۔ جنوبی کھڑکی مکان کے حمل خانہ میں مکھی تھی۔ اس کرہ میں ایک مختصر میز ایک کری، ایک الماری کے سوا ایک شیش کا صندوق تھا۔ جس کو ایک بڑا وزنی قفل لگا رہتا تھا اور اس پر جلی حروف میں پرانے کاغذات لکھا ہوا تھا۔ بابو صاحب بھرپار کما مژہی میں ملازم تھے۔

ایک دن بیوی نے معلوم کیا کہ وہ اپنے ہاتھ کی انگوٹھی حمل خانہ میں بھول آئی ہیں۔ حمل خانہ میں جو گنگیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ بابو صاحب نے وہ صندوق کوولا۔ اس میں ایک پلندہ نوٹوں کا نکالا۔ اس میں سے چھڈوت نکال کر باقی اسی طرح صندوق میں مقفل کر کے میز پر آئی۔ نوٹوں کو ایک خط میں لپیٹ کر اور لفاظ میں ڈال کر اس پر مکتب الیہ کا پتہ لکھ رہے تھے کہ بیوی اور پا آگئیں اور بولیں کہ کیا آج کھانا جیسیں کھاؤ گے؟ بابو صاحب نے جب اس لفاظ کو پڑھ پڑھ دیا اور اس پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔ گویا پتہ کوٹھ کر رہے ہیں اور کہنے لگے چلو کھانا نکالو میں آیا۔ بیوی نے لفاظ پر موضع قادیاں دیکھ لیا تھا۔ کہنے لگیں بہت خوب۔ مگر کھانے سے پہلے میں

معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ خطام نے کس کو لکھا ہے اور کیا لکھا ہے۔ پابو صاحب نے بہت سے جیلے بھانے کئے اور عذرات پیش کئے مگر تریاہٹ کے سامنے کچھ بھی نہ گئی۔ بلکہ ان عذرات نے یہی کو اور برافروختہ کر دیا۔ آخر پابو صاحب نے خط کھولا اور یوں پڑھنا شروع کیا۔ بخفور جناب اہوں ارسال ہیں۔ اہوں اہوں وحاظ کے داسٹے پرائے کتب وہ روپے۔ پرائے چھاپ خانہ تین روپے۔ پرائے تو سیع مکان اہوں۔

یہوی میاں گماں آج تمہارے طلق میں نزلہ کا بہت زور ہے۔ پابو صاحب نہیں کھیتی ہی اہوں۔ اہوں روپیہ لکھر خانہ کے داسٹے پانچ روپے پرائے خط و کتابت متعلق مذہبی تحقیقات پتھر اخبارات ارسال ہو چکا ہے اور بہتی مقبرہ کا کاچنہ و انشاء اللہ! بہماہ آئندہ بیجا جاوے گا۔

یہوی بس پابو صاحب الہا بس۔

یہوی آپ نے یہ خط پڑھا تو کمی گرم موئی موئی رقبیں نزلہ کے نیچے دھا گئے۔ اچھا خیر۔ گر خط کی پشت پر تمہاری الگیوں کے نیچے جوتی کا کیا ذکر ہے۔

پابو صاحب درق الٹ کر اور کھیانے سے ہو کر۔ نہیں جوتی کا کچھ ذکر نہیں۔ یہ یعنی بھیت کی ایک بنیت آدمی کا نام ہے۔ جوتی پر شاد۔

یہوی اس خط میں ایک ہندو کا کیا ذکر آ گیا۔

پابو صاحب اس سے کچھ منکروایا تھا۔

یہوی کیا منکروایا تھا؟

پابو صاحب چاول۔

یہوی کس کے داسٹے اور کتنے؟

پابو صاحب جنجلہ کر، معلوم نہیں تم عمر توں کا خیر خدا نے کس چیز سے بنایا ہے۔ ہر ایک بات کو کھو دیتی ہو۔ خواہ تمہارا اس سے کچھ تعلق ہونے ہو۔ اگر تمہارا اس بات کے معلوم کے بغیر دم نکل جائے گا تو سن لوادر جو کرنا ہے کرو۔ حضرت صاحب کے داسٹے یہ چاول منکوائے جاتے تھے۔ کیونکہ وہ معمولی اس ملک کے چاول پسند نہیں فرماتے تھے۔ ان چاولوں کا ذریعہ سورپیہ بتایا میرے ذمہ چلا آ رہا تھا۔ میں نے اس خط میں لکھ دیا ہے کہ جوتی پر شاد کی رقم میں نے ادا کر دی ہے۔

یہوی تم تو کہا کرتے ہو کہ مرزا قادری اُنحضرت ہی تھے۔ کوئی اور نہ تھے۔ پھر جو کیوں نہیں کھاتے تھے؟

ہابو صاحب چلو چلو بکواس نہ کرو۔ کھانا نکالو۔ بیوی نے جس کے غصے کی انتہا باتی نہ رہی تھی۔ کانپتے کانپتے ہاتھوں سے کھانا نکالا اور ہابو صاحب کے آگے رکھ کر یوں گویا ہوئیں یہ میرے ہاتھ کا آج آخري کھانا کھاؤ۔ ہابو صاحب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور خاموشی سے کھانا زبرد کرتے رہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر کہنے لگے۔ یہ کیا معاملہ ہے کہ تم اس قدر برا فرد و ختہ ہو گئی ہو۔ اگر روپیہ قاضیاں بھیجنے پر تم ناراض ہو تو تمہیں خوب معلوم ہے کہ میں اپنی پوری تنخواہ اور سفر خرچ تمہارے حوالے کر دیتا ہوں اور کبھی نہیں پوچھتا کہ تم نے کیا خرچ کیا اور کہاں کیا اور جو کچھ میں قاضیاں بھیجا ہوں وہ اپنی بالائی آمدنی سے بھیجا ہوں۔ اس کی بابت تمہیں بھی نہیں پوچھنا چاہئے کہ کیا آمد نی ہوئی اور کہاں خرچ ہوئی۔

بیوی تمہارا یہ نوٹوں کا پلندہ اگر ہالائی یعنی ناجائز آمد نی کا ہے تو تاپاک شے ہے۔ خدا اس میں سے ایک پسند بھی میرے نعیب نہ کرے اور جدھر جانا چاہتا ہے جاوے۔ اس میں کیا تک ہے کہ تم مرزا قادریانی کو نبی مانتے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو۔ پس جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ تم مسلمان ہو۔ میرا تمہارا بیوی خداوند والا تعلق نہیں ہو سکتا اور نہ میں تمہارے گمراہ سکتی ہوں۔

ہابو صاحب اس میں کچھ تک نہیں اور میں آج تم سے صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ میں حضرت اقدس جناب مرزا قادریانی بمحض بوجب ان کے اپنے فرمان امام الزمان، محمد، سعی مسعود، مهدی محبود اور بمحض فرمان خداوندی نبی برحق مانتا ہوں۔ فرمان خداوندی سے میری مراد یہ ہے کہ مرزا قادریانی کے الہامات میں خدا نے ان کو نبی کہہ کر پہکارا ہے اور میرے تمہارے گزارہ کی اب صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس معاملہ پر بحث کی جاوے۔ بحث سے اگر حضرت اقدس توبہ معاذ اللہ، توبہ معاذ اللہ جھوٹی ٹھابت ہوں تو میں تمہارا مذہب اختیار کرلوں اور اگر خدا ان کی سچائی ٹھابت کرے جو ضرور پہکارے گا تو تم میرا مذہب اختیار کردو۔

بیوی بالکل تھیک۔ مجھے یہ بات بڑی خوشی سے منظور ہے۔ میں خدا سے اور کیا ماگتی تھی۔ مگر بحث ایک منصف کے سامنے ہوئی چاہئے اور وہ ایسا شخص ہو جس کو ہم دونوں میں سے کسی کے مذہب سے تعلق نہ ہو۔ دوسرے عالم ہوا در سوم میرا اس سے پر دہ نہ ہو۔

ہابو صاحب اچھا تو تم ہی بتاؤ ایسا شخص کون سا ہے؟

بیوی تھوڑی دیر ماتھے پر ہاتھ رکھ کر، قاضی احسان اللہ بنی اے مولوی فاضل، مذہب کے رو سے شید۔

بایو صاحب منظور ہے۔ لوگوں اُنہیں ابھی طلب کرتا ہوں۔ گاموں (نام ملازم) جا، جا کے قاضی احسان اللہ ہو راں لوں دوڑ کے بلا لے آؤ انہاں دی کوئی ڈھنی ہوئی اسے نا؟ گاموں جی آہ، ڈھنی ہوئی اے۔ آدھ گھنٹہ نہیں گزرا کہ قاضی صاحب ایک گول سیاہ ٹوپی پہنے ہوئے آپ پہنچے۔

قاضی صاحب سلام علیک کے بعد۔ حضرات خیر تو ہے۔ مجھ تاکارہ کی آج کیا ضرورت پڑ گئی؟

بایو صاحب آپ کو معلوم ہے یا نہیں کہ ہم دونوں کے نہیں خیالات میں مشرق اور مغرب کا بعد ہے۔ آج شمع سے انہوں نے فساد مچا کر کھا ہے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ اس معاملہ پر تجادلہ خیالات کر کے دونوں ایک مذہب پر ہو جاویں اور آپ کو اس وجہ سے تکلیف دی ہے کہ آپ طرفین کے دلائل سن کر فیصلہ دیں۔

قاضی صاحب خیر یہ کام تو ایسا نہیں جس میں مجھے کچھ وقت پیش آوے مگر مرزا قادریانی کی کتابوں کا ہونا ضروری ہے۔ بایو صاحب فتنہ میں جا کر الماری میں سے ایک بڑا ذخیرہ کرم خورده کتابوں کا ٹکال لائے اور بڑا افسوس ظاہر کیا کر ابھی میں نے ان کتابوں کو چھوٹا بھی نہیں اور یہ ضائع ہو گئیں۔

قاضی صاحب کتابوں کا ملاحظہ کر کے۔ واقعی سواہ دریثین اور کشتی نوح کے تمام کی تمام کتابیں کوئی ہیں۔ کسی نے ان کے درتے نہیں کاٹے۔

بیوی تو انہیں رہنے دیجیے۔ میں اپنی کتابیں لاتی ہوں۔ یہ کہہ کر بیوی صاحبہ اُنہیں اور گاموں کی مدد سے ایک کتابوں کا انبار اٹھالا کیں جن میں جگہ جگہ میں رکھی ہوئی تھیں۔

قاضی صاحب اچھا۔ مم اللہ کتبجھے اور سوال و جواب شروع کجھے۔

اصول بحث

بیوی قاضی صاحب اقبل اس کے کہ سوال و جواب شروع ہوں۔ بایو صاحب سے اقرار لے لیں۔ اول یہ کہ جو اصول مرزا قادریانی نے اختیار کیا ہو۔ ہمارا حق ہو گا کہ ہم بھی وہ اصول اختیار کریں۔

قاضی صاحب کیوں بایو صاحب منظور ہے؟

بایو صاحب اگر آپ کو منظور ہے تو مجھے بھی منظور ہے۔

قاضی صاحب بابو صاحب امیں تو ثالث ہوں۔ مجھے منکوری غیر منکوری سے کیا تعلق۔
ہاں اتنا کہے دیتا ہوں کہ بات محتول ہے۔

بابو صاحب اچھا چلو منکور ہے۔

بیوی دوم یہ کہ جس کتاب یا مصنف کے حوالہ سے مرزا قادیانی نے کوئی اپنے مطلب کی
بات ثابت کی ہوگی۔ ہماری حق ہو گا کہ اسی کتاب یا مصنف کو تم بھی اپنے ثبوت میں پوشیں کریں۔

قاضی صاحب کیوں بابو صاحب امنکور ہے؟

بابو صاحب یہ کچھ تبھی ہے باتیں ہیں۔ اچھا چلو چلو۔ اس وقت دیکھی جائے گی۔ کونا تم
دونوں مل کر مجھے پہنچی دلا دو گے۔

قاضی صاحب بابو صاحب یہ نہیں ہو سکتا کہ اس وقت دیکھی جائے گی۔ ہاں یادہ کرو۔

بابو صاحب اچھا ہاں سکی۔ بس؟

قاضی صاحب اچھا ہاں جو فریق سوال کرنا چاہئے وہ سوال کر سا اور بعد افریق جواب دے۔

بابو صاحب سوالات میں کروں گا۔ قاضی صاحب اور بیوی بے یک زبان۔ بہت خوب!

غیر احمد یوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُنہیں سوال سے زندہ آسان پر
پہنچے ہوئے ہیں۔ قیامت کے قریب آسان سے اتر کر جاں کو قتل کریں گے۔ پس سوال یہ ہے کہ

وہ زندہ آسان پر کیوں کر چڑھ گئے۔ کیونکہ نئے اور پرانے لفٹے کے مطابق کوئی شخص طبقہ زمرہ رہہ
سکتے ہیں کہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ دوم ایک انسان بغیر کھانے پینے کے اس قدر مت بک کس طرح

زندہ رہ سکتا ہے۔ پھر اس کے سونے کے لئے بستہ اور چار پانی کہاں سے آتی ہے؟

جواب۔ بیوی جناب قاضی صاحب! آپ کے بابو صاحب نے ایسا مسئلہ چھیڑا جس

سے میرے ان کے چھڑے کا کچھ تعلق نہیں۔ سرید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسان پر جانے

بلکہ دوبارہ آنے کے بھی قائل نہ تھے تو کیا ہم ان کو اسلام سے خارج کہتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ اس

ہارے میں خود مرزا قادیانی کا قول موجود ہے۔ یہ پڑھئے (ازال حصہ اول ص ۱۳۲، جزء اونچا ص ۱۷۱)

”جاننا چاہئے کہ نزول سُجّح کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیت کی کوئی جزو یا ہمارے

دین کے روکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔“ پس بابو صاحب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ نہ مانیں
تو زندہ نہیں۔ مجھے اس سے کچھ پر خاش نہیں۔ چھڑا تو مرزا قادیانی کے سُجّح اور نبی ہونے میں ہے۔

دوم ایسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کون کہتا ہے کہ وہ خود آسان پر چڑھ گئے؟

جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ صاف فرمایا ہے کہ اخالیا اس کو اللہ نے اپنی طرف۔ مرزا یوں کا اس

پر اعراض آیات "ان الله على كل شئٍ قدير" اور "اذ اراد شيئاً فـ كـون" سے مرتع اکار ہے۔ قاضی جی یہ پڑھئے۔ سرمد حشم آریہ کا (ص ۱۶۲، بخراں ج ۲) کیا اس کے تمام کام بالاتر از عقل نہیں ہیں؟ آگے یہاں سے پڑھئے "بخلافه خدا کیسا ہو جس کی ساری قدر توں پر ایک ذرا تخلق محيط ہو جاوے۔" آگے (ص ۷۷، بخراں ج ۲) پڑھئے "اور یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ کی وعی قدرت قائل تسلیم ہے۔ جو ہماری سمجھ میں آجائے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس کا نام جہالت رکھیں یا تقصیب یا دیوبندی۔" آگے پڑھئے (ص ۷۷، بخراں ج ۲۵) "مگر انعام کار (عقل کے بیرون) بہت خوار اور ذلیل ہو کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی بے انہما عجیب و غریب قدر توں کا احاطہ کرنا انسان کا کام نہیں۔" اور پڑھئے (بہ کاظم الدعا ص ۲۲۳، بخراں ج ۶ ص ۲۹) اور "یہ بات کہ گودہ قاور ہو گر کرنا نہیں چاہتا۔ یہ عجیب ہے یہودہ الزام ہے جبکہ اس کی صفات میں کل یوم ہوفی شان بھی داخل ہے اور ایسے تصرفات کہ پانی سے برودت دور کرے۔ یا آگ سے خاصیت احراق زائل کر دیوے۔ اس کی صفات کاملہ اور مواعید صادقة کے متعلق نہیں ہیں۔" فلسفہ کی نسبت مرزاق ادیانی کا فیصلہ (حقیقت الوجی ص ۷۷، بخراں ج ۲۲ ص ۱۲۱) پر پڑھئے "کوئی شخص فلسفیوں کی کشتی سمندر طوفان نیہات سے نجات نہیں پاسکتا بلکہ ضرور غرق ہو گا۔"

آسان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے اگر آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق اگر اللہ تعالیٰ عبادت میں مجھے کھانا کھلا دیتا ہے اور پانی پلا دیتا ہے۔ اس وجہ سے میں روزانہ روزہ رکھ سکتا ہوں۔ عبادت کی خواراں کافی نہیں تو معمولی خواراں بھی پہنچا دیتا بھی اس کی قدرت و طاقت سے باہر نہیں۔ انہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت قرآن میں ذکر ہے کہ اپنے خواریوں کی درخواست پر آپ نے خدا سے دعا مانگی کہ اے اللہ ہمارے اتنا ہم پر خوان بھرا ہوا آسان سے توجہاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اتنا روں گاہو خوان تم پر (پارہ ۷، رکوع ۵) سوا مجاہد اور حسن بھری کے سب سلف کا قول ہے کہ وہ خوان اتر۔ اس میں طرح طرح کے کھانے تھے۔ خوان بالفرض نہ بھی اتر اہو تو اس میں تو ایک ذرہ لٹک نہیں کہ خدا نے اس کے اتنا نے کا وعدہ فرمایا یہ تو نہیں فرمایا کہ آسان پر یہ چیزیں ہیں یعنی نہیں۔

شق اقر کے ثبوت میں مرزاق ادیانی نے یہ ولیل پیش کی ہے کہ چاند و سورج میں حیوانات کی آبادی ہے۔ میں اس سے ثابت ہے کہ آسان پر گوشت، بیزی، ظلہ اور پانی میسر آ سکتا ہے۔ بستر اور چار پائی کی بابت عرض ہے کہ اول تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں بھی ان

چیزوں کو ضروری نہیں سمجھا اور مرزا قادیانی نے اپنے لفظ پر قیاس کر کے ان کو ضروری سمجھا ہے۔ بست اور چار پائی اسی کارخانہ تیار میں ہو جاتے ہوں گے۔ جس کارخانہ میں مرزا قادیانی کے خیال میں گروناک صاحب کا چولہ (چوغہ) تیار ہوا تھا۔ قاضی تیجی! یہ پڑھئے اور (ست پنجم ص ۲۸، خزانہ حج ۱۰ ص ۱۹۲) ”درحقیقت وہی آسمانی چولہ قدرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا ازالی ہادی کے فضل سے ان کو طلاحتا۔“

میرے میاں نے اگرچہ اپنے سوال میں سنت اللہ کا ذکر نہیں کیا۔ مگر مرزا قادیانی نے جگہ جگہ اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ خدا کرتوس کچھ سکتا ہے۔ لیکن اپنی سنت یعنی دستور کے خلاف نہیں کرتا۔ کیونکہ قرآن میں آیا ہے کہ لَنْ تَجِد لِسْنَةَ اللَّهِ تَبَدِيلًا (تحویل کو لا دیں) (ج ۷ ص ۹۵) مرزا قادیانی کے اس قول کی تردید کی حاجت نہیں۔ کیونکہ یہ دیکھو (سرد جنم آریہ ص ۵ خزانہ حج ۲۳ ص ۹۸) پر وہ خود یعنی لکھتے ہیں کہ ”سُنَّتُ اللَّهِ يَمْسِحُ بِهِ شَيْءًا مِّنْ أَرْضِ الْعَوْنَى“ کے ساتھ نادر الواقع امر بھی ہوتے رہتے ہیں۔ ”مگر میں جتنا بینا چاہتی ہوں کہ مرزا قادیانی کو یا تو قرآن سے مس نہ تھا اور یہ الہام ان کا جھوٹا اور بناوٹی تھا کہ ”الرَّحْمَنُ عَلِمُ الْقُرْآنَ“ خدا نے مجھے قرآن سکھا دیا ہے یا مجھ بنتے کے لئے آیات کے فلسط متعنے کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے تھے اور جوبات اپنے فائدہ کی دیکھتے تھے اس کو بطور اصول پیش کرتے تھے۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک جہاں جہاں کہیں سنت اللہ کا ذکر ہے وہ مکرین وغیرہ کے عذاب کے متعلق ہے اور تبدیلیا کے معنے ہیں کہ کوئی دوسری ہستی اس کو بدلتی نہیں سکتی۔ یعنی خدا فرماتا ہے کہ میرے بیسمے ہوئے عذاب کو نہ کوئی بدل سکتا ہے، نہ نئال سکتا ہے اور ابھی میں نے مرزا قادیانی کا کلام (برکات الدعا ص ۲۲، خزانہ حج ۶ ص ۲۹) پر بتا دیا کہ وہ خدا کو ”کل یوم هو فی شان“ نامتے ہیں۔

علاوه بر یہی محبی الدین عربی جن کا کلام مرزا قادیانی اپنی اخراجی منوارے کے لئے جگہ جگہ ہمارے پیش کرتے ہیں مثلاً دیکھو (کتاب البریہ ص ۲، خزانہ حج ۱۳ ص ۲۲، ۲۲) وہ اپنی کتاب فصوص الحکم میں لکھتے ہیں کہ حضرت اور لیں علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا جہاں وہ قلب الافق اک یعنی قلب القیس میں رہتے ہیں اور بعد سہر بھلک کی طرف بیجا۔ ”پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا خلاف عادت خداوندی بھی نہ رہا۔ باب یا تو مرزا قادیانی محبی الدین این عربی کے کلام کے حوالہ سے بروزی بنتا چھوڑ دیں اور یا حضرت اور لیں علیہ السلام کا آسمان پر جانا وہاں زندہ رہنا، پھر زمین پر اترنا بھی حلیم کریں۔

مرزا قادیانی (تحویل کو لا دیں ۶، خزانہ حج ۷ ص ۹۵) پر لکھتے ہیں کہ ”حج کی بھی نشانی ہے

کہ اس کی کوئی نظر بھی ہوتی ہے۔“ اگرچہ یہ قول ان کا سراسر قفل ہے۔ کیونکہ کیا ہم خدا کو نہ مانیں، آسان کو نہ مانیں، زمین کو نہ مانیں، قرآن کو نہ مانیں۔ لیکن اب تو مرزا قادری کے ہی مانے ہوئے شخص کی کلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسان پر جانے کی نظر پیدا ہو گئی۔ باہو صاحب اگر آپ کی مرضی ہوتی میں مجی الدین ابن عربیؑ کے کلام کو جو بروز کے متعلق ہے۔ سچا مان لوں اور جو حضرت اور لیں علیہ السلام کے متعلق ہے جو ہوا۔ مگر باہو صاحب مانتے پر ہاتھ رکھ کر کسی خیال میں ایسے مستفرق ہوئے کہ انہوں نے نہ یہ آخری کلمہ سنانے اس کا کچھ جواب دیا۔

قاضی صاحب..... نہیں! یہوی تھی ایسا کب ہو سکتا ہے۔ یہ توبث کے مقرر کردہ اصول کے خلاف ہو گا۔ باہو صاحب کو یا تو دونوں باتیں پنجی ماننی پڑیں گی یا دونوں جھوٹی یعنی اگر مسئلہ بروز صحیح تو حضرت اور لیں علیہ السلام کا آسان پر جانا بھی صحیح اور اگر ان کا آسان پر جانا قفل تو مسئلہ بروز بھی قفل۔

یہوی..... باہو صاحب اس محالہ پر اگر آپ نے کچھ اور کہنا ہے تو کہنے درجہ دوسرا سوال پیش کیجئے۔

باہو صاحب..... ہاتھ مانتے پر پھیرتے ہوئے نہایت دستی آواز میں۔ نہیں! آج میں کوئی اور سوال پیش نہیں کروں گا۔

قاضی صاحب..... اچھا تاب میں جاسکتا ہوں؟
باہو صاحب..... اچھا اللہ حافظ!

قاضی صاحب..... کل میں اب بے آزادیں گا۔ السلام علیکم، و علیکم السلام۔
باہو صاحب (یہوی سے مقابلہ ہو کر) کتابوں کو کچھ ہو دے گا مous اندر رکھ دے گا۔ تم رات کے کھانے کی فکر کرو اور ایک دو چیزیں زیادہ پکالو۔ شاید میں کھانا باہر ملکوں ایں۔

یہوی..... مگر میں تم سے کیا کہہ سکیں؟
باہو صاحب..... تمہاری آج کی تقریب سے اتنا تو بھجو پکھل گیا کہ مرزا قادری کا نام بھبھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاصت تھا۔ گروناک صاحب کے واسطے سلاسلیا آسان سے چوفہ اترنا تو مانتے ہیں۔ بلکہ قدرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا بھی۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام چیزے اولو الحزم پھیر کے لئے دہاں بستر پیدا ہونا محالات سے بحثتے ہیں۔ تم شوق سے کھانا پکا دا اور دیکھو خدا کو کیا منظور ہے۔

یہوی (تلی پاکر) اچھا کیا کیا پکا دیں؟

ہابو صاحب (تھوڑی دیر موجہ کو مل دے کر) آلو گوشت کی دور کا بیان ہوں۔ مرغ پلاو۔ ایک پلیٹ حلے کی کچھ اچار چنی دو یا یہیں میں۔ دستر خوان دھلا ہوا نکال لیتا۔

دوسرے دن ہابو صاحب کھانا کھا کر ہاتھ دھور ہے تھے کہ دروازہ پر دستک پڑی۔

ہابو صاحب گاموں دیکھ کون ہے۔ قاضی صاحب ہوں تو ان کو اندر بلائے۔

قاضی صاحب السلام علیکم ہابو صاحب! علیکم السلام آئیے تشریف لائے۔

قاضی صاحب کھانے سے فارغ ہوئے؟

ہابو صاحب مجی ہاں! اور آپ نے کھانا کھایا ہے یا نہیں؟

قاضی صاحب مجی ہاں! میں بھی کھا آیا ہوں۔

ہابو صاحب کچھ تو کھائیے گا۔

قاضی صاحب بہت بہتر حکم کی تجھیں کئے دیتا ہوں۔

ہابو صاحب گاموں پا ہر کرسیاں بچھا اور گل والی تمام کتابیں مہر پر کھدے سا در حقیقت میرا۔

گاموں (کرسیاں بچھاتے ہوئے) بے بے مجی راتیں بے میں روٹی کھڑی ہی تے چارے دفع بڑی کھپ پی ہوئی سنی اک جاتا بڑی ہندوستانی مارے تے بھوں چوں کے آکھے میں تین سور و پیسیدتیاں بیٹھ سورو پیسیدتیاں۔

بھوی میاں وہ کون سے سیٹھ صاحب تھے؟

ہابو صاحب اجی وہی تھا دھلی والا۔ اس کی ایسی عقی باقیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک دفعہ ننسان بھی انھا چکا ہے گرا پنی عادت سے مجبور ہے۔

قاضی صاحب لجھے میں حصہ نبی پکا۔ اب اپنا دوسرا سوال یا اعتراض پیش کجئے۔

ہابو صاحب ہاں دوسرا سوال میرا یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ خدا میری امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسا شخص پیدا کرے گا جو ان کے دین کو تازہ کرتا رہے گا۔ میں بتایا جائے کہ اس صدی کا مجدد اگر مرزا قادیانی نہیں تو کون ہے؟

بھوی قاضی بھی میرے میاں اگر مرزا قادیانی کو نہی اور سچ نہ مانیں تو صرف مجدد مانیں تو میری ان سے جداگانی لازم نہیں آتی۔ وہ شوق سے جسے مجدد بھیں۔ مجدد مانیں گر من چاہتی ہوں کہ مرزا قادیانی کی مجددیت کی بھی قلتی کھول دوں۔ قاضی بھی کل جو میں نے دو اصول لکھوائے تھے۔ وہ آپ کے پاس ہیں۔

قاضی صاحب مجی ہاں یہ میرے پاس موجود ہیں۔

بیوی اچھا تو سنئے۔ امام بخاری اپنی صحیح کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں وہی حدیثیں درج کی ہیں۔ جن کی صحت ثابت ہو گئی اور بہت سی صحیح احادیث بھی طوالت کی وجہ سے درج نہیں کیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ضروری نہیں کہ جو حدیث صحیح بخاری میں نہ ہو وہ جھوٹی یا ضعیف ہی ہو۔ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متارہ مشق پر اتنے کی حدیث کو اس لئے ضعیف قرار دیتے ہیں کہ وہ صحیح مسلم میں تو ہے مگر بخاری میں نہیں۔

یہ دیکھئے (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۲۲۰، خراں ج ۲۰۹ ص ۲۰۹) ”یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے۔ جس کو ضعیف سمجھ کر رکیس الحمد شیخ امام محمد امبلیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔“ قاضی جی فرمائیے کہ ہم کس قدر ضعیف سمجھیں۔ اس بحدود اولی حدیث کو جو نہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں۔ بلکہ صحاح ستہ میں سے پانچ میں نہیں۔ ہمارے مطلب کی حدیث کو مرزا قادریانی اس وجہ سے قابل جنت نہیں سمجھتے کہ اس کو امام مسلم نے لیا۔ امام بخاری نے نہیں لیا اور اپنے مطلب کے واسطے اسی حدیث پیش کرتے ہیں۔ جس کا سمجھیں میں نہیں ہے اور صحاح ستہ میں سے پانچ نے اس کو نہیں لیا۔ یہ کیسی خود غرضی اور بے انصافی ہے۔ کیا ایسے شخص کو ہم بحمد و ہونے کا ترتیب دیں۔ پھر غصب یہ کہ اپنے مطلب کے واسطے اسی صحیح مسلم کی حدیثیں ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ دیکھو (زندل اسح ص ۳۲۸، خراں ج ۲۰۸ ص ۲۲۲) پر لکھتے ہیں ”مسلم کی ایک حدیث میں صاف لکھا ہے۔“ ہائے غصب پوچھنے والا کوئی نہیں۔ ابھی ہمارے واسطے صحیح مسلم ناقابل اعتبار ہی۔ ابھی ہمارے خلاف قابل اعتبار ہو گئی۔

اگر یہ کہا جائے کہ مرزا قادریانی کا بیہدہ حکم ہونے کے اختیار تھا کہ جس حدیث کو چاہیں خدا سے اطلاع پا کر صحیح قرار دیں اور جس کو چاہیں غلط قرار دیں تو ہمارا تجربہ اس کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ احادیث کا جو مطلب مرزا قادریانی ہمیں بتاتے رہے وہ غلط ثابت ہوتا رہا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

۱..... (ایام اصلح ص ۱۲۹، خراں ج ۲۰۷ ص ۳۷) پر مرزا قادریانی لکھتے ہیں ”صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے سعی مودود اور دجال کو آن واحد میں طواف کعبہ کرتے دیکھا۔ اس لئے میرے حج کا وقت وہ ہو گا۔ جب دجال یعنی پادری ایمان لا کر میرے ساتھ حج کرنے جائیں گے۔“ اور چونکہ نہ کوئی پادری ایمان لایا اور نہ مرزا قادریانی کے ساتھ حج کو گیا۔ تو صاف ثابت ہے کہ مرزا قادریانی حدیث کے معنے نہیں سمجھے۔ یادو سعی مودود نہ ہے۔ نہ پادری صاحبان دجال۔
۲..... (میر انعام ۲ قسم ص ۵۲، خراں ج ۱۰۷ ص ۳۲۷ حاشیہ) پر محمدی ہیکم آسامی

مکوح کی نسبت مرزا قادیانی لکھتے ہیں ”اس پیشین گوئی کی تقدیق کے لئے جاتب رسول ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشیگوئی فرمائی ہے کہ ”یتزوج ویولدہ“ لیکن چونکہ نہ مرزا قادیانی کا محمدی پیغم سے نکاح (زمی) ہوا۔ نہ اس کی اولاد ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی نے اس حدیث کو نہیں سمجھا اور اس کے غلط معنی کر کے غلط جگہ استعمال کیا اور حقیقت میں مرزا قادیانی آنے والا سچ نہ تھے۔

پھر دیکھئے (آنینہ کمالات ص ۳۵۸، بڑا انج ۵ ص ۳۵۸) پر مرزا قادیانی اس مشقی منارہ والی حدیث کے غلط ہونے کی وجہ میں لکھتے ہیں : ”ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت کے وقت میں مشق میں کوئی منارہ تھا۔“ اس سے پایا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اگر کوئی منارہ بناتو وہ سند نہیں ہے۔ بہت خوب امیں پوچھتی ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے وقت سنہ بھری نہ تھا۔ خلافت دوم میں بنا تو اس حدیث سے سنہ بھری کا سر مرزا جی کس طرح لے کر صدی کے سر پر تشریف لاتے ہیں۔ آنحضرت کے وقت میں علماء انھیں یعنی سنہ قبل مردوں تھا اور اس سنہ کا سنہ بھری سے ۵۲ سال کا فرق ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے سنہ قبل میں ۲۰ سال کی عمر میں نبوت ملی۔ اس سے بارہ، تیرہ سال بعد آپ نے نکسے مدینہ کو بھرت فرمائی۔ گویا ۵۲ قبل میں اور یہ سنہ بھری کا جب وہ حضرت عمرؓ کے وقت میں مقرر کیا گیا، پہلا سال قرار دیا گیا۔ اگر مشق کے منارہ والی حدیث اس وجہ سے غلط ہے کہ مرزا قادیانی نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا کہ آنحضرت کے وقت میں مشق میں کوئی منارہ بھی تھا تو آنحضرت کے وقت میں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنہ بھری نہ تھا۔ پھر مرزا قادیانی اس حدیث میں صدی سے سنہ بھری کی صدی کیوں نکل لیتے ہیں۔ قاضی صاحب اس حدیث میں ہے ”من یجد دلهادینها“ یعنی وہ مجددین کی تجدید کیا کریں گے۔ اگر بابو صاحب بیان کروں کہ مسلمانوں نے چودھویں صدی میں دین اسلام کا فلاں رکن بھلا دیا تھا اور مرزا قادیانی نے اس کو دوبارہ زندہ کر دیا تو میں کیا میری اولاد بھی مرزا قادیانی کو مجدد مان لے گی۔ ورنہ اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام قائل نہیں ہے قبلہ کی شیخ و شاپ کا۔

قاضی صاحب بابو صاحب! سوال نہایت معقول اور فیصلہ کن ہے۔ ہمت کیجئے درہ میدان ہاتھ سے جاتا ہے۔

بابو صاحب قاضی صاحب! میں نے آج تک کبھی اس بات پر غور نہیں کیا اور یہ سوال میرے لئے بالکل نیا ہے۔ اس لئے اس کے جواب کے لئے مهلت درکار ہے۔

قاضی صاحب کیوں یہوی صاحب! آپ کی کیارائے ہے؟

یہوی قاضی صاحب! آپ کو وہ عربی مقولہ یاد ہو گا کہ بھاگ جانا تھا میں داخل ہے۔ مجھے ان مرزا نبیوں کا حال خوب معلوم ہے۔ جب یہ حباب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو کبھی ہملا مانگتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ اس کا حباب الغفل دے گا۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ قاضیاں چلو اور راپاٹک رفع کرو۔ کوئی ان بھلے مانسوں سے یہ نہیں پوچھتا کہ تیرنہ کمان میاں کا ہے کے پھان؟ اگر تم نے مرزا قادریانی کو ہر پہلو سے پرکھ نہیں لیا تو چھین ان پر ایمان لے آنے کی کیا جلدی تھی؟ اچھا جواب کے لئے مہلت منظور یکیں میں ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتی ہوں کہ مرزا قادریانی نے شرک کی تعلیم دی کہ مجھے خدا نے ”کن فیکون“ کے اختیار دے دیے۔ توحید کی بخش کرنی کی۔ لکھتے ہیں ”آنحضرت اور خدا کو یا ایک ہو گئے اور مقام وحدت تام ہے۔“ (تفسیر مرام ص ۲۷، خزانہ حج ۳ ص ۶۲) ”وسرے نبیوں نے بھی آنحضرت کو خدا کہہ کر پکارا ہے۔“ (تفسیر مرام ص ۲۸، خزانہ حج ۳ ص ۶۵) ”خدا نے تمام لوگوں کو آپ کے بندے نہ کیا ہے۔“

قل یا عبادی یعنی کہہ کر اے میرے (آنحضرت کے) بندو (کتاب البریص، ۸۰، خزانہ حج ۱۳ ص ۱۰۵) حالانکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ صاف فرمادکا کہ کسی انسان کو تو یہ بات شایان ہے نہیں کہ خدا اس کو اپنی کتاب اور عقل سیم اور غیری عطااء فرمائے اور وہ لوگوں سے لگے کہنے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو۔ قاضی صاحب پارہ ۲۲ رکوع ۳ کے شروع میں یہ جو آہت ہے ”قل یعبادی الذین اسرفوا اللخ“ اس کی نسبت مرزا قادریانی کی یہ تعلیم کہ عبادی کی ”یہ“ آنحضرت کی طرف پھرتی ہے۔ کیسی مخالف ہے خدا کے اس صریح حکم کے، کہ کسی غیربرکا یہ کام نہیں کرو لوگوں کو کہہ کر تم میرے بندے ہو۔

قاضی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادریانی کی نظر اس آہت پر نہیں پڑی۔ اگر پڑی ہوتی تو ایسے صریح حکم کے خلاف ایسی تعلیم نہ دیتے۔

یہوی قاضی صاحب! مرزا قادریانی کو دوزخ کی طرف لے جانے والی تعلیموں میں نے ایک تعلیم سہو و خطا پر محول کر کے آپ معاف کریں تو کریں۔ مگر میں تو اس میں مرزا قادریانی کی بڑی بھاری چالا کی مرکوز پاتی ہوں۔

بابو صاحب وہ کیا؟

یہوی وہ یہ کہ جب ہم (تو به معاذ اللہ) آنحضرت کے بندے ہوئے اور مرزا قادریانی آنحضرت ہی ہیں (استغفار اللہ، استغفار اللہ) تو مرزا قادریانی کے ہم بندے ہوئے۔

تراءے کا ہکنے مادر نے زاد
اگر سے زاد کس بیٹت نمیداد

توہڑی دیر تک خاموشی طاری رہنے کے بعد یہوی پھر بولیں مرزا قادیانی نے مسیح
قائم کی۔ لکھتے ہیں ”بھی پاک مسیح ہے“ (تو پنج مرام ص ۲۲، خواص ج ۳ ص ۶۶) مرزا قادیانی نے
چیف کورٹ میں مقدمے ہارے جس سے ثابت ہے کہ وہ بیگانے مال پر دانت نیز کرتے تھے۔
مرزا قادیانی نے ایک فضول منازہ کی عمارت پر غریب مسلمانوں کا بیس، بھیں ہزار روپیہ لگا کر
فضول خرچی کا شوہد امت کے لئے قائم کر دیا اور آیات ”ان الله لا يحب المسرفين“ اور
”ان المبدرين كانوا أخوان الشيطين“ کے صریح خلاف کیا۔ یہوی کو محل رکھ کر خدا کے
حکم ”فتذر و ها کا المعله“ کا خلاف کیا اور اپنے قبیعین کے لئے یہویوں کے حق میں ایک
زہر بیان نہ قائم کر گئے۔ خدا کے صریح حکم کے خلاف کہ ”لاتسبوا الذين یدعون من دون
الله“ یعنی یہویوں اور ہندوؤں کے بزرگوں اور معبودوں کو گالیاں دے کر گندسا سے گندالر پر اسلام
اور بانی اسلام کی نسبت لکھوا گئے۔ خدا کے صریح فرمان کے خلاف کہ خدا بیٹا پکڑنے سے پاک
ہے۔ الہام اتنا کہ تو (مرزا قادیانی) میرے بیٹے کی جگہ ہے۔ خلاف شریعت تصاویر بیوانا، بچنا
اور عزت سے گھر میں رکھنا سکھلا گئے۔ قرآن کریم کی صریح اور صاف تعلیم کو توبہ معاذ اللہ پشت
پا کر مسلمانوں میں تفرقہ ڈال گئے۔ پہنچت لکھرام کے قتل کا ملزم بن کر آریوں کو مسلمانوں کا
ڈکن ہنا گئے۔ سرکار انگلشیہ کی توجہ اس طرف دلاتے رہے کہ مسلمان بغاوت کی کچھڑی پکاتے رہتے
ہیں اور خونی مہدی کے لختر ہیں اور سرکار سے خطاب ملنے کے لئے ایسے ختح لخت خنثڑ رہے کہ الہام
بھی اتر آیا کہ ”لک خطاب الحزت“ بابو صاحب! ان خلاف شریعت اعمال کے مقابلہ میں آپ
ان کا کوئی ایسا کام پتا دیں گے جس سے وہ اس صدی کے تمام دنیا کے مسلمانوں سے بہتر اور افضل
ثابت ہو کر اس صدی کے مہدومنان لئے جائیں؟

اچھا اس کام کے لئے آپ کو اور کل مرزا یہوں کو قیامت تک کی مہلت ہے۔ قاضی
صاحب میں اپنے میاں سے ایک سوال پوچھتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود بننے
کے مدغی ہوئے۔ مسیح موعود کا کام تھا کہ دجال کو قتل کرنا جو دعویٰ خدائی بھی کرے گا۔ دجال مرزا
قادیانی نے بتایا پا دریوں کے گروہ کو بلحاظ دھل اور کلیں ایجاد کرنے والوں کو بلحاظ دھوے خدائی
اور قتل کرنے سے مرادی دلالت سے ان کو ہرا نا۔ پاری آنکھ صاحب اور ان کے ہمراہی پادریاں
کے مقابلہ میں جو کچھ مرزا قادیانی کا حشر ہوا وہ کس کو معلوم نہیں۔ لیکن بغرض حال اگر ہم ایک منت

کے واسطے یہ حلیم کر لیں کہ مرزا قادیانی نے پادریوں کو دلائل سے لا جواب کرو یا اور ان کو مغلوب کر لیا۔ تب بھی یہ ثابت ہو گا کہ مرزا قادیانی نے نصف دجال قتل کر ڈالا۔ جو دجال کا مرتب تھا۔ لیکن باقی نصف دجال جو خدا کی کا دعویٰ کرنے والا تھا۔ وہ اسی طرح زندہ اور دن دن گئی رات چونگی ترقی کر رہا ہے۔

اور اگر ہم مرزا قادیانی کے اس فرمان کو بھی (ازالہ حصہ اول ص ۳۶، بخارائی ج ۳ ص ۲۷) پر درج ہے، حساب میں لیں اور وہ پر کہ ”ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد ہا اقبال قومی ہوں۔“ تو صرف تیرا حصہ دجال کا قتل ہوا ہے۔ پس جبکہ دجال کامل قتل نہیں ہوا تو مرزا قادیانی مسح موعود کیوں نہ کر۔ کیا دجال والی حدیث میں یہ بھی ہے کہ دجال کا نصف یا تیرا حصہ قتل کیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ کسی میری بہن کو پارش ہوتی دیکھ کر گلگلوں کا شوق پیدا ہوا تو کہنے لگی کہ گڑ ہوتا تو گلگلے پکاتی۔ آتا قرض لے آتی تک مگر افسوس کرتیں گھر میں نہیں۔ مرزا قادیانی کی خاطر اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ انہوں نے پادریوں کو قتل کر ڈالا۔ تو باقی دو قوموں کی نسبت کیا جواب ہے؟

قاضی صاحب پابو صاحب! آپ اس کا کچھ جواب دیں گے؟

پابو صاحب قاضی جی میں نے یہ مباحثہ حقینت حق کے خیال سے شروع کیا ہے اور اگر میں اپنے بھائیوں کی طرح انہا پ شب ہر ایک بات کا جواب دیتا جاؤں کہ مٹا آں پاشد کہ چب نہ شود تو میرا مطلب فوت ہو جائے گا۔ انہوں نے یہ سوال نہایت محظوظ کیا ہے اور کم سے کم میرے پاس اس کا جواب نہیں۔ یعنی دجال محمد ہوتیں گروہوں کا۔ ان میں سے ایک گروہ کے پیچے مرزا قادیانی تالیاں پھیٹ کر کہہ دیں کہ وہ ہار گئے۔ ہار گئے اور مان لیا جائے کہ دجال قتل ہو گیا۔

قاضی صاحب اچھا پھر کوئی اور سوال کرنا ہو تو سمجھئے۔

بھوی قاضی صاحب! اگر پادریوں کو لا جواب کرنے سے ہی مرزا قادیانی مسح موعود ہونے کا عمامہ سر پر لیتی ہیں تو ایسے توبت سے مسح اسلام میں وقایہ قلت پیدا ہوتے رہے۔ پھر مرزا قادیانی سے ہی اس نام کی خصوصیت کیا ہے؟ دیکھو (سرمه جشم آریہ ص ۳۶، بخارائی ج ۳ ص ۲۷) پر مرزا قادیانی کے اپنے ہاتھ کے ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں ”اور جس قدر ان پاوری صاحبان نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے اعتراضات کر کے اور بارہار ہو کر یہیں کھا کر اپنے خیالات میں لٹھے کھائے ہیں اور طرح طرح کی عدالتیں اٹھا کر پھر اپنے اقوال سے رجوع کیا ہے۔ یہ بات اس شخص کو بخوبی معلوم ہو گی کہ جو ان کے اور فضل اسلام کے ہا ہی مباحثات کی کتابوں پر ایک محيط نظر ڈالے۔“

پابو صاحب تیرا سوال میرا یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مہدی کے واسطے

رمضان کے مینے میں سورج گرہن اور چاند گرہن ہوگا اور مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میں صحیح موجود ہوں اور مهدی بھی ہوں۔ اس لئے میرے وقت میں رمضان شریف کے مینے میں سورج اور چاند گرہن ہونے سے ثابت ہے کہ میں مهدی ہوں تھے ہوں۔

بیوی قاضی صاحب! یہ روایت اس طرح پڑھے: ”عن عمرو بن شمر عن جابر عن محمد بن علی قال ان لمهدينا آيتين لم تكونا منذ خلق السموات والارض ينكسف القمر لاول ليلة من رمضان تنكسف الشمس في النصف منه ولم تكونا منذ خلق السموات والارض“ یعنی عمرو بن شمر جابر سے اور جابر محمد بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے مهدی کے لئے دونشان ہیں اور وہ ایسے ہیں جیسے زمین اور آسمان پیدا ہوئے ان کا ظہور نہیں ہوا۔ چاند گہن ہوگا۔ رمضان کی پہلی رات میں اور سورج گہن ہوگا رمضان کے نصف میں اور یہ گہن ایسے ہیں کہ جیسے زمین و آسمان پیدا ہوئے۔ کبھی نہیں ہوئے۔

اب میری عرض یہ ہے کہ یہ روایت صحیح بخاری میں تو کب صحابت میں سے کسی ایک میں بھی نہیں۔ یہ دیکھو (بیم الہدی ص ۲۷، ۲۸، تراجم ح ۱۳ ص ۷۶) پر مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں کہ ”یہ حدیث دارقطنی میں ہے۔“ پھر یہ ہمارے کیوں پیش کی جاتی ہے۔ دوم اس کے تین روایوں میں سے پہلا راوی عمر بن شریعت میں کے نزدیک بڑا جھوٹا ہے۔ چھوٹی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔ میزان الاعتدال میں اس کی نسبت لکھا ہے۔ لاشے۔ گراہ کرنے والا۔ جھوٹا۔ راضی۔ صحابہ کو گالیاں دینے والا۔ حدیثیں خود بنا کر نئے لوگوں کے نام سے بیان کرنے والا۔ مگر الحدیث متذوک الحدیث۔ سوم! الفاظ کے لحاظ سے یہ قول صریحاً باطل ہے۔ کیونکہ چاند گہن پہلی رات کو نہیں ہو سکتا اور مینے کا نصف کوئی دن نہیں۔ اگر مہینہ ۲۹ کا ہوتا تو ۱۵ تاریخ وسط ہوگی نہ کہ نصف اور اگر مہینہ ۳۰ دن کا ہوتا اس کے دوننصف ہوں گے۔ ایک یکم سے ۱۵ تک اور دوسرا، ۱۶ سے ۳۰ تک۔ اس حساب سے سورج گہن مہینہ کے کسی دن بھی ہو۔ اس کے ایک نصف میں ضرور ہوگا۔ لہیں یہ میشین گوئی کیا ہوئی۔ کسی بجنوں کی بڑھوئی۔

چہارم یہ حدیث صریح خلاف ہے آنحضرتؐ کی صحیحین والی حدیث کے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ ”کسوف و خسوف اس لئے نہیں ہوتے کہ کوئی بڑا غصہ مرگیا یا کوئی بڑا غصہ پیدا ہوا۔ ان کا ہوتا اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت کی ولیم ہے۔“ بختم مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ سورج گہن ۲۷، ۲۸، ۲۹ تاریخوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے نصف کے معنے ہیں۔ اٹھائیں سو میں سراسر غلط

اور باطل ہے۔ مرزا قادیانی کی ایسی ہی رکیک تاویلات اور سمجھاتائیوں نے ان کو لوگوں کی نظر و میں تحریر کر دیا ہے۔ ۲۸ تاریخ ۲۷، ۲۸، ۲۹ میں نصف نہیں بلکہ ان کی وسط ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں میں سے پنج کی نماز یعنی نماز عصر کی بابت فرمایا ہے ”حافظوا علی الصلوة والصلوة الوسطی“ صلوة نصف نہیں فرمایا۔

ششم جب مرزا قادیانی کو یوز آف دی گلوب کے حوالہ سے جواب دیا گیا کہ جیسے گہن آپ کے زمانے میں ہوئے۔ یہ ہمیشہ ہوتے چلے آئے اور اس روایت میں دو فحہ اول اور آخر میں مذکور ہے کہ ایسے گہن جیسے زمین و آسمان پیدا ہوئے نہیں ہوئے۔ تو مرزا قادیانی نے یہ بات ہنائی کہ میرے زمانے کے گہنوں میں یہ اعجاز ہے کہ میں مدی مہدویت موجود ہوں۔ اس کے جواب میں ان کی خدمت میں عرض ہوا کہ اول تو اس روایت میں سے ثابت نہیں کہ یہ اعجاز اس وجہ سے ہو گا کہ اس وقت مدی مہدویت موجود ہو گا۔ دوم ابھی ایک سال ہوا کہ یہی ماہ رمضان کے کسوف و خسوف امر یکہ میں ہوئے جہاں پادری ڈوئی مدی سیاحت اور بقول مرزا قادیانی کہ مہدوی اور سیح کوئی علیحدہ علیحدہ دوستیاں نہیں۔ مدی مہدویت موجود تھا۔ پھر ڈاکٹر مولوی عبدالحکیم خان نے اپنی کتاب الذکر الحکیم (کانا دجال) میں تیرہ سو سال ہجری کے ماہ رمضان کے چاند اور سورج گہنوں کی فہرست درج کروی۔ جو دعویوں پر ہے اور ان گہنوں کے وقت جو جو مدی مہدویت تھے۔ ان کے نام بحوالہ کتب تواریخ درج کر دیئے۔ حاصل کلام یہ کہ: اپنے الفاظ کے لحاظ سے یہ روایت بالکل لغوی ہے اور معنی کے لحاظ سے اب تک پوری نہیں ہوئی۔ ایسی تاویلات جاہلوں پر تو اپنا اثر کر جاتی ہیں لیکن آنکھوں والے ان کوتاولیں لکنہ کے کاذب ہونے کی دلیل بحثتے ہیں۔
..... ہمارتے جاہل ہوئے پر اتنا تے بیا مجھیہدا ہے۔ جے بے بے جی ہابو
ہوراں نوں لے دے گئے۔

بابو صاحب چپ رہ شیطان بے ہدایتا۔ جیسے کس نے منہ لگایا ہے اور جماں لے کر جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر خستی ہے

تاضی صاحب بابو صاحب آپ نے یہ کیا پڑھا؟ ذرا پھر پڑھئے گا۔

بابو صاحب اجی کچھ نہیں۔ یہ مرزا قادیانی کے والد مرحوم کے ایک شعر کا ایک مصروف ہے جو مجھے اس وقت یاد آگیا جب تدبیر کرتا ہوں تو پھر تقدیر خستی ہے۔

۱ میں اگرچہ جاہل ہوں۔ مگر اتنا تو سمجھ رہا ہوں کہ اماں جی نے ہابو جی کی ترکی تمام کروی۔

قاضی صاحب..... اس مصروفہ پر مجھے مرزا قادریانی کا ایک مصروفہ زلزلہ کے متعلق یاد آگیا۔ اک برہنہ سے نہ یہ ہو گا کہ تاباند ہے ازار۔ ”برہن احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۲۰، خزانہ نج ۲۱ ص ۱۵۱“ گرفتوں کہ اب نہ ان کی اولاد میں کوئی ایسا شاعر ہے۔ نہ صاحب میں۔

بابو صاحب..... حضرت یہ نہ فرمائی۔ گزشتہ دہبر میں جو میں قادریاں گیا اور حضرت یعقوب علی قادریانی سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے ایسے ایسے شعر سنائے کہ میں دنگ رہ گیا۔

قاضی صاحب..... ان میں سے کوئی یاد ہو تو مجھے بھی محفوظ رکھئے گا۔

بابو صاحب..... کیا مفہوم ہے۔ منے شعر

بکیر رم تعلق دلا زمر غالی بود در آب
چور خاست خلک پر برخاست

قاضی صاحب..... واه واه، واه واه! کمال ہے۔ فضب ہے۔ گریہ فرمائیے کہ ان کے اشعار کہیں سے مل بھی سکتے ہیں۔

بابو صاحب..... یہ کہنا تو مشکل ہے۔ گرشاید ڈاکٹر محمد اقبال صاحب یا نظام حیدر آباد سے مل جاویں۔ کیونکہ نظمیں وغیرہ کے واسطے ان کے اشعار کے مسودے ہی محفوظ رکھئے ہیں۔

قاضی صاحب..... مجھے اجازت دیجئے۔ میری طبیعت یک بیک بگزجنی ہے۔ شائد ق آؤے۔ السلام علیکم!

دوسرادن..... دروازہ پر دستک۔ بابو صاحب دروازہ پر جا کر۔ آئیے تشریف لائیے۔
علیکم السلام۔ فرمائیے! اب طبیعت کا کیا حال ہے؟

قاضی صاحب..... اللہ کا فضل ہے۔ بالکل خیریت ہے۔

بابو صاحب..... قے تو نہیں ہوئی تھی؟

قاضی صاحب..... نہ صاحب۔ میں نے جاتے ہی کچھ شعر استاد غالب کے کچھ خوبیجہ حالی صاحب کے پڑھ لئے اور طبیعت سنبھل گئی۔

بابو صاحب..... (قہقہہ لگا کر) تم مولوی فاضلوں کی بیماریاں عجیب اور علاج عجیب تر۔

قاضی صاحب..... (پان وغیرہ کھا کر) بابو صاحب جلدی سمجھئے اور کوئی سوال ہو تو پیش کیجئے۔

بابو صاحب..... چو قساوں میرا یہ ہے کہ رفعہ اللہ الیہ کے متنے آپ آسمان پر اٹھائے

جانے کے کیوں کرتے ہیں۔ عزت ویسے جانے کے کیوں نہیں کرتے؟

بھوی..... اگر آپ یا کوئی دوسرے قادریانی صاحب یہ ثابت کروں کہ تمام قرآن میں کسی ایک

جگہ بھی جہاں لفظ "رفع" عزت دینے کے واسطے خدا نے استعمال کیا ہے۔ تو اس کے ساتھ "الى" کا صلہ آیا ہے۔ تو میں مان لوں گی۔ ورنہ لغت کی کتابوں کو جو قرآن سے چار پانچ سو سال بعد نہیں۔ قرآن کے معنے حل کرنے کے لئے ماننے کو میں تیار نہیں۔ قرآن کا حل قرآن سے ہی ہونا چاہئے کہ یہ مسلمہ بہترین طریقہ ہے اور اس کام کے واسطے آپ کو ۶ ماہ کی مهلت۔

پانچواں سوال میرا یہ ہے کہ حضرت صیلی علیہ السلام والی حدیثوں میں نزول کے لفظ کے اوپر سے اتنے کے ہی معنی کیوں لئے جاتے ہیں۔ کیا قرآن شریف میں لو ہے کے واسطے یہ لفظ نہیں آیا؟ کیا مسافر کو نزیل نہیں کہتے؟

بیوی..... نزول سے ہم اس کے اصلی اور حقیقی معنی اس لئے لیتے ہیں کہ ان کے واسطے احادیث میں لفظ "ہبوط" بھی آیا ہے۔ حاکم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "لیہبطن عیسیٰ ابن مریم حکما و اماما مقسطاً" لو ہے کی بابت مرزا قادریانی کے مانے ہوئے حضرت ابن عباسؓ سے مردی ہے کہ تین چیزوں آسان سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اتریں۔ اہر، سمنی اور تصور اور یہ نہایت قرین قیاس ہے۔ علاوہ بریں فلسفہ جدید نے ثابت کیا ہے کہ لوہا نہایت باریک ذرات میں آسان سے اترتا ہے اور زمین کے سمات میں داخل ہو جاتا ہے۔ دیکھو شیعوں کے مجتہد مولوی عبدالعلی صاحب کی مواعظ حسنہ اور توڑک جہانگیری۔ میں مانتی ہوں کہ نزیل کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے واسطے آتا ہے۔ مگر کیا اس میں اوپر سے نیچے آئنے کا مفہوم نہیں ہے۔ مسافر جہاں کہیں شب باش ہونے کو اپنے گدھے، گھوڑے، خچر، اونٹ وغیرہ وغیرہ سے اتر از نزیل کہلایا۔ اسی لحاظ سے فارسی میں فروکش ہونا اور اردو میں اترنا کہتے ہیں۔

مرزا قادریانی نے جو (کتاب البریہ ص ۱۹۲، خواص ج ۱۳ ص ۲۲۵ حاشیہ) پر لکھا ہے کہ "ہمارے ملک کا بھی سبھی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی اور دشہر کو پوچھا کرتے ہیں۔ آپ کہاں اترے ہیں۔" یہ بالکل غلط ہے۔ اس سوال سے یہ غرض ہوتی ہے کہ آپ اپنی سواری سے کہاں اترے ہیں۔ کیونکہ مسافر اپنی سواری سے دیہی اترتا ہے جہاں اس نے ذیرہ کرنا ہوتا ہے اور مرزا قادریانی تو اس لفظ کے ایسے پہچے پڑے کہ اس کو بے معنی کر کے چھوڑا۔ چنانچہ (سرمه جشم آریہ ص ۱۲۲) پر فرماتے ہیں "جس کی آنکھوں پر نزول الماء اتر آیا ہو۔ ہمارا یہ مذہب نہیں کہ کوئی لفظ مجازی معنوں میں نہیں آتا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ کے حقیقی معنے مقدم ہیں۔ ہاں جہاں حقیقی معنے نہ بنتے ہوں وہاں جاذبی معنے لینے پڑیں گے۔ یہ اللہ خدا کا ہاتھ خدا کے چونکہ حقیقی معنے

بنئے ہیں۔ اس لئے خدا کے خدا کے ہی معنے لیں گے۔ لیکن چونکہ خدا کو ہم ہاتھ پاؤں والانہیں مانتے۔ اس لئے ہاتھ کے مجازی معنے طاقت لیں گے۔ مرزا قادیانی کی تعلیم کے مطابق اگر ہم یہ مان لیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہر جگہ لفظ نزول عزت کے لئے استعمال کیا تو ثابت ہو گا کہ آنے والا صحیح آنحضرت کا غلام (غلام احمد) نہیں ہے۔ بلکہ وہی صحیح ابن مریم ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے علیٰ بھائی اور یا یہ ماننا پڑے گا کہ آنحضرت نے ہر جگہ نزول کو مجازی معنے میں استعمال کر کے بڑا بھاری دھوکہ اپنی امت کو دیا۔ کفار عرب تو آنحضرت کو جہالت سے مجتوں کہا کرتے تھے۔ (محاذ اللہ) مگر جو صحیح احادیث کے مرزا قادیانی خود غرضی سے ہم سے منوانا چاہتے ہیں۔ ان سے شک باتی نہیں رہتا کہ کفار آنحضرت ﷺ کو مجتوں کہنے میں واقعی پچھے تھے۔ (مرزا قادیانی) مرزا قادیانی آنحضرت کی کلام میں یوں سمجھاتے ہیں:

صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد	غلام احمد قادیانی
روح اللہ سے مراد	غلام احمد قادیانی
نبی اللہ سے مراد	غلام احمد قادیانی
رجل فارس سے مراد	غلام احمد قادیانی
حارث حراث سے مراد	غلام احمد قادیانی
دشمن سے مراد	قادیانی
ید عالم سے مراد	قادیانی
بیت المقدس سے مراد	قادیانی
مسجد اقصیٰ سے مراد	قادیانی
کلدھ سے مراد	قادیانی
باب بد سے مراد	لہجیانہ اور لاث پادری بھی
ہبیط اور نزول کے معنے	پیدا ہوتا
زعفرانی دوچاروں سے مراد	ذیابیطس اور دوران سر
قتل خزری سے مراد	قتل لکھرام
دجال سے مراد	پادری کلیں ایجاد کرنے والے دولت مند اگریز
خردجال سے مراد	ریل
سر کے قطرات سے مراد	حقائق و دقائق اسلام

(۱) علمائے اسلام (۲) طاعون	دابت الارض سے مراد
علمائے اسلام	یہود سے مراد
دلائل و تجھ	رتع نفس سے مراد
دلائل سے مغلوب کرنا	قل دجال سے مراد
اگر بزر اور روس	یا جوج ماجوج سے مراد
جلد شہرت بانٹا	سیر و سیاحت سے مراد
حقائق - دقائق	دولت دینے سے مراد
مسیح موعود	مهدی سے مراد

اب اس میں کوئی کسر باقی رہ گئی کہ مرزا قادیانی نے آنحضرت کی کلام کے یہ معنے کر کے ثابت کر دیا کہ کفار عرب آنحضرت کو مجتوں کہنے میں بالکل حق پر تھے۔ (محاذاۃ اللہ)

ترا اے کاٹکے مارنے زاد

وگر میزاد کس شیرت نمیداد

مرزا قادیانی مسلمانوں کو کہتے تھے کہ میں آنحضرت کا جلال ظاہر کرنے آیا ہوں۔

قاضی صاحب! خداگتی کہنے کا ہمارے رسول مقبول خدا نخواستہ ایسے ہی مجتوں تھے کہ ہمیں ایسے دھوکوں میں ڈال گئے۔ کہ فرمائیں دشمن اور مراد اس سے لیں قاضیاں۔ ہائے خود غرضی تیرا بھلانہ

۶۰

مولوی محمد حسین صاحب بیالوی نے مرزا قادیانی کے ملی بھگت حکیم نور الدین دی گریث سے سوال کیا کہ ابن مریم کا لفظ قرآن اور آنحضرت کی کلام میں اور عام لوگوں کی کلام میں جب کبھی بولا جاتا تھا تو اس لفظ کے اصلی معنے کیا سمجھے جاتے تھے۔ آیا وہی حضرت مسیح ابن مریم اسرا گلی یا کوئی اور سمنی بھی کسی کے خیال میں آتے تھے۔ اس کے جواب میں دی گریث صاحب نے فرمایا کہ:

”قرآن مجید میں جہاں ابن مریم آیا ہے وہاں وہی عیسیٰ ابن مریم سمجھے جاتے ہیں۔ احادیث میں جو ابن مریم بولا گیا ہے اس کی تشریع صحابہ کرامؓ کی جانب سے میں نے نہیں دیکھی۔ یہ اس شخص کا جواب ہے جس کے کتب خانہ کی قیمت میں ہزار سے زیادہ ہیاں کی جاتی ہے۔ جب اتنے بڑے کتب خانے والے نے نہیں دیکھی تو کیا اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ تمی ہی نہیں اور ہوتی کس طرح کوئی اور سچے ابن مریم ہوتا تو ہوتی اور دیکھتے۔“ (اشیعہ السنہ نمبر ۵ جلد ۲ ص ۱۶۳)

پاپو صاحب چھٹا سوال میرا یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اگر کوئی نبی نہیں ہو گا تو حضرت عائشہؓ نے کیوں فرمایا کہ آنحضرتؐ کو خاتم النبیینؐ کہو گریہ نہ کو کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

بیوی اس کا مطلب تباہ کل صاف ہے۔ خاتم النبیینؐ کے معنے آخری نبی۔ تو مرزا قادیانی بھی مانتے ہیں۔ دیکھئے (ازالہ دوم ص ۵۲۲، خزانہ ج ۲۸، ص ۳۸۰) پر وہ لکھتے ہیں کہ: "سچ کیوں کر آتا۔ خاتم النبیینؐ کی دیواریں اسے آنے سے روکتی ہے۔" اس عمارت پر خوب غور کرو کر دیواریں سے سوا اس کے کچھ اور مراد ہو سکتی ہے کہ بعد آنحضرتؐ کے کوئی اور نبی نہیں۔ پس حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ آنحضرتؐ آخری نبی بھی ہیں اور ان کے بعد نبی بھی ہے۔ اسی حالت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد جو نبی آئے گا وہ آنحضرتؐ سے پہلے کانبی ہو گا۔ کیوں قاضی صاحب؟

قاضی صاحب تک نہیں کریے عقدہ تو اسی طرح حل ہو سکتا ہے۔

پاپو صاحب مرزا قادیانی بھی تو کسی نئے نبی کا آنا نہیں مانتے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ نبی ہوں۔ بروزی اور ظلی طور پر۔

بیوی میرے میاں آنحضرتؐ کے بعد جتنے جھوٹے نبی گزرے وہ آنحضرتؐ کو آخری نبی مانتے ہوئے کوئی نہ کوئی وجہ اپنی نبوت کی تراشیت رہے۔ چنانچہ ایک عورت نے نبوت کا دھومنی کر کے یہ وجہ بیان کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی (مرد) نہیں۔ یہ تو نہیں فرمایا کہ کوئی عورت بھی نبی نہ ہو گی۔

مرزا قادیانی چونکہ ایک اچھی سوجہ والے کنبے کے فرد تھے۔ انہیں یہ سمجھی کہ تو یہ کہہ دے کہ میں تو آنحضرتؐ نبی ہوں۔ کوئی اور نہیں۔ اس طرح لانبی بعدی اور خاتم النبیینؐ دھرے کے دھرے رہ گئے اور مرزا قادیانی نبی بن گئے۔ مشاہدہ کمرا ہے کہ دنیا میں ایسا کوئی جھوٹا، مکار، فربی، پیدا نہیں ہوا جس میں تو اس وعدے کیا ہوا اور ایک فریق نے اس کو مان نہ لیا ہو۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے ماں، بیہن، بیٹی سے جماعت جائز کر دیا۔ اس کے مانے والے بھی بہت پیدا ہو گئے۔ کسی نے پوچھا کہ تمہاری ماں کا تم سے کیا تعلق ہے۔ تو جواب دیا کہ جب میں اپنے باپ کی پشت میں تھا تو وہ میری بیوی تھی۔ جب میں اس کے رحم میں گیا تو اس کا جزو بدن ہو گیا اور پچھے مدت بعد اس سے علیحدہ ہو گیا۔ اب کیا تھا۔ ایک قسفیانہ تقریں کر جوں در جوں لوگ آ کر اس کے مذہب میں داخل ہو گئے۔ ایک دوسرے نے کہا سنلوگو! اگر تم بادشاہ کے پاس جاؤ اور بادشاہ تم کو کچھ دے تو تم کیا کرو گے؟ لے لو گے یا دامہں کرو گے؟ سب نے کہا ہم خوشی سے قبول کریں

گے۔ تو اس نے کہا بس! خدا ہمارا باوشاہ ہے۔ جو کچھ اس نے دنیا میں پیدا کیا ہے۔ ہمارے لئے پیدا کیا ہے اور یہ بڑی گستاخی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ فلاں چیز یا فلاں جانور ہم نہیں کھاتے وہ حرام ہے۔ ہر ایک چیز جو خدا نے ہمارے واسطے پیدا کی ہے، حلال ہے۔ کوئی چیز حرام نہیں۔ اس کے ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں مریض اور بیرون ہو گئے۔ چودھویں صدی میں سرزا قادیانی نے پنجابیوں کو لکھا را کہ اگر چہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس کوئی بھی مانتا ہوں۔ مگر میں تو بروزی طور پر آنحضرتؐ ہی ہوں۔ کوئی غیر نہیں۔ کسی نے نہ پوچھا کہ حضرت بروز کے کہتے ہیں؟ کس جانور کا نام ہے؟ آمنا و صدقۃ کے نفرے ہر گوشہ سے بلند ہو گئے اور سرزا قادیانی نبی بختنے لگ گئے۔ کسی نے تو بہشت کی سنجیاں اپنی امت کو دینا شروع کی تھیں۔ مگر سرزا قادیانی نے سوچا کہ بعض اوقات سنجی سے قفل نہیں بھی کھلا کرتا۔ سنجی کے قفل ہونے یا قفل میں زمک لگ جانے کی وجہ سے۔ میرے مریض چندہ دینے والے کھلے بندوں بہشت میں داخل ہو جاویں۔ ایک اور بہشتی مقبرہ مقرر کر کے اعلان کر دیا کہ جو بہشتی ہو گا اس میں محفون ہو گا۔ یا دوسرے الفاظ میں جو اس میں محفون ہو گا۔ وہ بہشتی ہو گا۔ میرے میاں مجھے بتا دیں کہ بروز سے وہ کیا سمجھے ہیں۔ شاید میں بھی اس مسئلہ بروز کو سمجھ کر ہدایت پاجاؤں۔

بابو صاحب..... تم اس بروز براز کے جھنڈے کو چھوڑو اپنا کام کئے جاؤ۔ قاضی صاحب آپ بھیت منصف انہیں منع کریں کہ اپنے جوابات میں مجھ سے سوالات کیوں کرتی جاتی ہیں۔ سوال کرنے تو میں نے شروع کئے ہیں۔ پھر مجھ سے ہر جواب میں سوالات کرنے کیا؟

قاضی صاحب..... بابو صاحب میں افسوس کرتا ہوں کہ میں آپ کے ارشاد کی تھیں نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں کوئی بات ان کو لکھی کرتے نہیں دیکھتا جو قاعدہ مناظرہ کے خلاف ہو۔ ہاں! آپ جو سرزا قادیانی کو بروزی طور پر آنحضرتؐ ہی مانتے ہیں۔ کیا ہماری سے تائیں گے کہ اس کے کیا معنے ہیں؟ کیا اہل ہندو کی طرح اوتاریا اواگون (تاخت) بے ادبی معاف۔ میں یہ بروز یا بروزی اس لئے آپ سے سمجھنا چاہتا ہوں کہ قرآن و احادیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ میرے لئے بھی یہ ایک تینی بات ہے۔

بابو صاحب..... یہ دونوں باتیں نہیں۔

بیوی..... اچھا تو مشاہدہ۔

بابو صاحب..... غالباً!

بیوی..... اچھا تو فرمائیے کہ سرزا قادیانی کس بات میں آنحضرتؐ سے مشابہ تھے؟ آیا صرف

اس بات میں کہ آنحضرت کی تعریف و توصیف میں جو جو آیات قرآن نازل ہوئیں۔ وہ سب کی سب مرزا قادریانی نے اپنے الہاموں کے ذریعے اپنے لئے دھرمیں یا کسی اور بات میں بھی۔ لو بس اسی پر فصلہ ہے۔ آپ مرزا قادریانی کی مشاہیتیں آنحضرت سے بیان فرمائے اور میں بڑے دوسرے سے ڈنکے کی چوتھی کہتی ہوں کہ آپ قیامت تک بھی کوئی مشاہدہ اس کملی پوش صائم الدہر سے بیان نہیں کر سکیں گے۔ تھوڑی درینہ ہمیت حیرت انگیز خاموشی طاری رہنے کے بعد:

قاضی صاحب..... کیوں بابو صاحب! کوئی مشاہدہ بیان فرمائیں گے؟
بابو صاحب..... قرباً ایک مندر کھلا کر۔ قاضی صاحب بدعتی سے کویا خوش قسمی کہو۔ میں نے اس فرقے میں داخل ہونے سے پہلے آنحضرت کی ایک سوائی عمری پڑھی تھی اور ایسے شوق اور وچھی سے پڑھی تھی کہاب تک مجھے یاد ہے۔ اس لئے میں مرزا قادریانی اور آنحضرت میں کوئی ایک مشاہدہ بھی بیان کرنے کے ناقابل ہوں۔

قاضی صاحب..... نہیں بابو صاحب! آپ جواب میں اتنی جلدی نہ کریں۔ خوب سوچ لیں۔ اتنے میں حقہ نبی لوں۔ گاموں جا حقہ بھر ل۔ حقہ پہنچنے کے بعد بابو صاحب! فرمائے کوئی مشاہدہ ذہن میں آتی؟

بابو صاحب..... قاضی صاحب مجھ سے جھوٹ نہ کھلوایے۔ میرے ذہن میں تو کوئی مشاہدہ نہیں آتی۔

بیوی..... قاضی صاحب! میں ان کے ساتھ ایک اور رعایت کرتی ہوں اور وہ یہ کہ دینی معاملہ میں نہ کہی۔ دینیادی معاملات میں ہی کوئی مشاہدہ بیان کریں؟

بابو صاحب..... اس طرف بھی میں تھمارے کہے بغیر نظر مار چکا ہوں۔ اگر کوئی ہوتی تو میں بیان کر دیتا۔ اتنے میں کسی نے دروازہ پر دستک دی۔

بابو صاحب..... گاموں دیکھ کون ہے؟ کوئی ایرا غیرا ہو تو ٹال دے۔ گاموں والیں آکر جی چشمی رسال ہے۔ کہہ دے اس پارسل دے پیسے دے دیجوتے اس تے دستخط کر دیو۔

قاضی صاحب..... یہ تو کوئی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ کھول لوں؟
بابو صاحب..... ہاں بڑی خوشی سے۔

قاضی صاحب (کتاب کھول کر) ادھر بچتے۔ یہ توحیات النبی آنگی۔ اسے پڑھئے۔
اس میں ضرور مرزا قادریانی کی آنحضرت سے مشاہیتیں بیان کی گئی ہوں گی۔

بابو صاحب..... مجھے خوب معلوم ہے کہ یعقوب علی تراب قادریانی کو بھی کوئی مشاہدہ نہیں

می۔ طبیعت کا زور تو اس نے ان کے بینے کو خوش کرنے کو بہت لگایا ہے اور بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں مگر مشاہدہ ایک بھی ایمان نہ کر سکا۔ یہ دیکھئے ۹۱ میں
قاضی صاحب قرباً پانچ منٹ اس پر نظر مار کر۔ لا حول ولا قوۃ۔ با بوساصحاب! آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے۔ اب تو جنک ہاتھی نہیں رہا کہ مرزا اُمی مشاہدہ بیان کرنے سے عاجز ہیں اور یہ ایک بہت بڑا پوائنٹ ہے۔ جو مرزا قادریانی کی بروزی نبوت کی تحقیقی کرتا ہے۔ اچھا با بوساصحاب اب کوئی اور سوال کیجئے۔

یہوی نہیں قاضی صاحب! ابھی میرا جواب ختم نہیں ہوا۔ مجھے ابھی یہ دکھلانا ہے کہ مرزا قادریانی کو آنحضرت سے تشریف دینا آنحضرت گی خوب۔ تو یہیں اور جنک کرنا ہے۔ دیکھئے (زندوں اسکے میں، خزانہ حج ۱۸۷۶ء) پر مرزا قادریانی دلبة الارض کے معنے طاعون کا کیڑا کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں یہ مرکب لفظ آیا ہے اس سے مراد کیڑا الیا گیا ہے۔ مثلاً یہ آیت ”فَلِمَا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ الْأَدَابَةُ الْأَرْضِ“ تاکل منستاتہ (سبادہ: ۱۴)“ اب

(۱) اب چونکہ قرآن شریف میں سوا اس آیت کے دلبة الارض کا لفظ نہیں آیا۔ اس لئے مرزا قادریانی ”جہاں کہیں“ اور ”مثلاً“ لکھنا جھوٹ ہے۔

(۲) چونکہ یہ جھوٹ قرآن شریف کے مطلب بیان کرنے میں بولا گیا ہے۔ اس لئے یہ ایک ناپاک جھوٹ ہے۔

(۳) چونکہ یہ جھوٹ ارادہ اپنی غرض یعنی سچ موعود بننے کے واسطے بولا گیا۔ اس لئے یہ ایک شرمناک جھوٹ ہے۔ کیونکہ اس سے لوگوں کا ایمان خراب کرنا مقصود ہے۔ قاضی صاحب! غصب خدا کا ہم پر بھلی کیوں نہیں گرتی اور آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا کہ ہم اس شخص کو رسول اللہ کا مظہر اتم مان رہے ہیں۔

با بوساصحاب چلو چلو اپنا جواب ختم کرو۔ بدزبان نہ بنو۔

قاضی صاحب با بوساصحاب یہ تو درست نہیں۔ یا تو آپ اس الزام کو مرزا قادریانی سے رفع کریں۔ یا مرزا قادریانی کو آنحضرت کا مظہر اتم ماننے سے ابھی توبہ کریں اور اگر دونوں باتیں نہ کریں تو ثابت ہو گا کہ آپ کو آنحضرت گی عزت کا احساس اور پاس نہیں۔ ایک شخص صریح جھوٹ اور دھوکہ دینے والا ثابت ہوتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس کو آنحضرت کا مظہر اتم مانتے ہیں۔ ان کو برانہ کہو۔ یہ عجب آنحضرت گی عزت کرنا ہے؟

پا بوصاحب قاضی صاحب! آپ تو اپنے منصب سے تجاوز کر کے مددی بن گئے۔
قاضی صاحب اول تو میں نے اپنے منصب سے بڑھ کر کوئی بات نہیں کی۔ دوسرا ہے آپ
مجھے منصف نہیں یا نہ مانیں مگر مجھ سے بے غیرت بننے کی موقع نہ رکھیں۔

یہوی قاضی صاحب! بس آپ خاموش ہو جائیں۔ میں اس سے بڑھ کر کچھ بیان کرتی
ہوں۔ مرزا قادریانی خدا کی قسم کھا کر جھوٹ بولا کرتے تھے۔ سننے! یہ کس کو معلوم نہیں کہ ڈاکٹر
عبدالحکیم خان بیش سال تک مرزا قادریانی کے مرید رہ کر تو پہ کار ہوئے اور مرزا قادریانی کے سخت
مخالفوں میں ہو گئے۔ انہوں نے مرزا قادریانی کو بذریعہ نور الدین دی گریث اطلاع دی کہ مجھے
الہام ہوا ہے کہ مرزا غلام احمد آج سے تین سالی کے اندر رفت ہو جائے گا۔ اس خبر کے یانے پر
مرزا قادریانی آگ بکولا ہو گئے اور ایک بڑی صہیم کتاب (حقیقت الوعی) لکھ ماری اور ڈاکٹر
صاحب کو بتایا کہ معمولی تحریڑ کلاس کے الہام تو ہر کسی کو ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک رنڈی کو
اپنے یار کی بغل میں ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ لاشے ہوتے ہیں۔ ان پر فخر نہیں کرنا چاہئے اور اعلیٰ
درجے کے اور پچ الہام ایسے درج کے لوگوں کو ہوتے ہیں جیسا کہ میں ہوں۔ پھر ڈاکٹر صاحب
کی عربی شعروں میں خبری۔ یہ اشعار (حقیقت الوعی ص ۲۵۰، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۳۶۲) پر درج ہیں اور
ان کا ترجمہ مرزا قادریانی کا اپنا کیا ہوا اس طرح ہے:

”اے عبدالحکیم تو نے ہمارے مقابل پر جو باتیں کی ہیں۔ تو ایک روڑہ کی طرح ہیں۔
جو چلایا جاتا ہے۔ مقابل اس تکوار کے جو کاتی ہے۔“

بخارا کے خدا تعالیٰ کا عزیز رسوئیں ہو گا اور بخدا کو تو غالب نہیں ہو گا اور رسوا کیا جائے گا
یہ خدا کی طرف سے خبر پختہ ہے۔ حکم ہے۔ بس سن رکھ اور اس کا قرار دادہ وقت آ رہا ہے۔ اور بخدا
ہر ایک سکر کا دھاگر توڑ دیا جائے گا۔ خواہ وہ نرم کرے اور خواہ وہ سخت کرے۔

اب یہ کوئی خلی راز نہیں کہ مرزا قادریانی اسی تین سال کی میعاد کے اندر ڈاکٹر صاحب کی
زندگی میں زیر میں ہو گئے اور خدا کی ان جھوٹی قسموں کا عذاب اپنی گروں پر لے گئے۔ کیا خدا کی
جھوٹی قسمیں کھانے والا شیخی بازا آنحضرت کا مظہر اتم ہے؟ پا بوصاحب، پا بوصاحب میری طرف
دیکھئے۔ یہی شخص آنحضرت کا مظہر اتم اور عکس ہے۔ ہاتھ لٹتے ہوئے۔ ہائے تم لوگوں کی غیرت
اور حیثیت کہاں گئی۔ کیا ہمارے حضرت ایسے ہی تھے؟ کیوں کو تھا راضی اس بات کو تعلیم کرتا ہے کہ
آنحضرت خدا کی جھوٹی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ یہ خدا کی طرف سے خبر پختہ ہے۔ حکم ہے
اور وہ خبر خود ساختہ ہوتی تھی؟

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارو
وائے گراز پن امرور یو دردائے
ہابو صاحب مرزا قادیانی اگر جھوٹ بولتے تھے یا خدا کی جھوٹی قسمیں کھاتے تھے تو اپنی
عاقبت خراب کرتے تھے۔ مگر ہمیں وہ یہ تو نہیں سکھاتے تھے کہ چوری کرو۔ یا زنا کرو۔ یا شراب
بیو۔ یا جواہ کھیلو۔ ہمیں تو وہ بیسی سکھاتے تھے کہ نماز پڑھو۔ روزے رکھو زکوٰۃ سے میری کتابیں
خریدو، یعنی زکوٰۃ دو۔ جھوٹ بولنا ایک قسم کا شرک ہے۔ جھوٹ بولنا گوہ کھانے کے برابر ہے۔
حرام کمال نکھاؤ۔ حج کرو۔

بیوی میاں رہنے بھی دو۔ یہ مرزا یہیں والے جھانسی کسی اور کو دو۔ کون سا مسلمان ہے جو یہ
نہیں جانتا کہ نماز پڑھنا اچھا کام ہے اور چوری کرنا نام موم فعل ہے۔ یہ باتیں تو کسی تعلیم کی هفتاخ
نہیں۔ خدا نے اچھے برے کاموں کی تیز انسان کے ضمیر میں رکھ دی ہے۔ ہاں ہم لوگ جو کسی
بزرگ کی محبت میں بیٹھتے ہیں یا اس سے بیعت کرتے ہیں تو اس غرض سے کہ اس کی کلام اور اس کی
محبت کے اثر سے برائیاں چھوٹ جائیں اور نیک کاموں کی طرف رفتہ پیدا ہو جس شخص کا فعل
اس کے قول کے مطابق نہ ہو۔ اس کی کلام میں کیا تاثیر ہو گی؟ اور جو شخص چھوٹ جھوٹ بولے۔ اس کی
محبت میں بیٹھ کر جھوٹ سے کیا فرث ہو گی؟ زبان سے وہ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ کہے کہ جھوٹ
بولنا گوہ کھانے کے برابر ہے۔ جو شخص خود حج نہ کرے۔ اس کا کیا منہ ہے کہ وہ سو دل کو حج کی
ترغیب دے۔ جو شخص خود مغلوب الغضب اور بدزبان ہو اس کی محبت میں کوئی اخلاق کہاں سے
سکھے گا اور میرے میاں آپ نے جو فرمایا کہ مرزا قادیانی نے ہمیں کوئی بری بات نہیں سکھائی۔ یہ
آپ کی احکام خداوندی سے ناداقیت کی دلیل ہے۔

تمام قرآن مجید اس حکم سے بھرا ہوا ہے کہ مسلمانو تم ایک ہو جاؤ۔ مسلمانو تم فرقہ بندی نہ
کرو درستہ تھاری ہو جاتی رہے گی۔ مسلمانو اگر تم میں سے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو اس میں صلح
کراؤ اور ہم پر خدا اپنا احسان جتنا ہے کہ تم دوزخ میں گرنے والے تھے۔ مگر ہم نے تمہیں بھائی
بھائی ہنا دیا۔ غرض ہمیں جگہ جگہ یہ حکم ہے کہ مسلمانو! تم فرقے چھوڑ کر ایک ہو جاؤ اور بھائی بھائی
بن جاؤ۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے دنیا میں اپنا نام قائم رکھنے کے لئے
اجکام خداوندی کے صریح خلاف اپنے نام کا ایک علیحدہ فرقہ جاری کر کے بیٹھ کوہاپ اور بھائی کو
بھائی سے جدا کر دیا اور یہ تفرقہ کفار میں نہیں۔ آنحضرت گی امت ہی میں ڈالا۔ یہ کتنا بڑا بھاری
شہوت اس بات کا ہے کہ مرزا قادیانی آنحضرت ہی تھے کچھ اور نہ تھے اور تیرہ سو سال کے بعد اپنی

امت میں تفرقہ ڈالنے آئے تھے۔ یہاں تک بیان کر کے یہوی صاحب اپنے جو شکنون کو ضبط نہ کر سکیں اور ووچے کا آنجل منہ میں رکھ کر پھوٹ کر روپڑیں اور اس گریہ میں یوں گویا ہوئیں قاضی صاحب امیں اور میری بہنیں جو مرزا نیوں کے عقد نکاح میں ہیں اور مرزا اُمّہب اختیار نہیں کرتیں۔ ان پر ایسے قلم کئے چار ہے ہیں۔ جو شریعت میں ”لا اکراه فی الدین“ کو تو چھوڑو زانیہ عورتوں کے داسٹے بھی روائیں۔

بابو صاحب..... مرزا قادیانی پر سراسریہ اتهام ہے کہ انہوں نے اپنے نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر کہہ کر اپنے سے علیحدہ کر دیا ہے۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ چونکہ مجھے مسلمان کافر کہتے ہیں۔ اس لئے وہ بہوجب اس حدیث کے کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی کافر کہے اور وہ مسلمان حقیقت میں کافرنہ ہو تو فتویٰ کافر کا کافر کہنے والے پر عائد ہوتا ہے۔ خود کافر ہو گئے۔ کیونکہ میں مسلمان ہوں۔

یہوی..... بے ادبی معاف! اس حدیث سے بھی مرزا قادیانی نے اپنے مریدوں کو فریب دیا ہے۔ حدیث کے یہ مختصر نہیں کہ اگر دینل شرعی سے علمائے دین کسی پر کفر کا فتویٰ لگادیں اور وہ شخص نے الحقيقة کافرنہ ہو تو علمائے دین بعد کل امت محمدیہ کافر ہو جائیں گے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرا مسلمان کو وعداوت اور دشمنی سے بلا جنت شرعی کافر کہے تو یہ لفظ کافر کا مکفیر کرنے والے کی طرف عود کرے گا۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے معتقدین کے اعتقاد کے بھروسہ پر اپنے جامہ سے نکل کر ڈینگیں مارنی شروع کیں کہ عیسیٰ کی بحاست تباہ نہ کر پاپہ نہیں (ازالہ اوبام ص ۱۵۸، خزانہ حجۃ مص ۱۸۰) اور جادہ شریعت سے باہر نکل گئے۔ علمائے دین امت محمدیہ کو کفر اور ضلالت سے بچانے کے لئے مجبور ہوئے کہ اس کی نسبت وہ فتوے دیں جس کا اس نے اپنے آپ کو ازدواج شریعت مستحق ثابت کیا۔ اگرچہ یہ شخص مجدد اور نبی بن کر لوگوں کو بیعت کے لئے نہ بلاتا۔ بلکہ کوئی مجدد و فقیر ہوتا تو اس فتوے کی بھی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن اسکی حالت میں جبکہ وہ کفر بکر رہا ہے اور مسلمانوں سے بیعت لے رہا ہے۔ علمائے دین کا فرض اتم تھا کہ وہ مسلمانوں کو آگاہ کر دیتے کہ یہ شخص مسلمان نہیں۔ اس شخص کی بیعت کر کے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن نہ بنا دا اور اگر ایسا نہ کرتے تو پھر وہ کس سررض کی دواتے؟

علمائے دین کو مرزا قادیانی سے کچھ وعداوت نہیں۔ کیونکہ اگر انہوں نے نکڑہ چھیننا تھا تو سجادہ نشینوں اور عبیدوں کا نہ کر علماء دین کا۔ بلکہ ان کفریات کے بکنے سے پہلے علماء دین ان کے شا

خوان تھے۔ دیکھو براہین احمدیہ کار بیوی جو مولوی محمد حسین ان کے مکفر نے لکھا۔ اس میں انہوں نے کس قدر مرزا قادریانی کی اس کتاب کی تعریف کی اور کس قدر بیویت ان کی نیک نیتی کا ہے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ شریعت خاہر ہے۔ باطن نہیں۔

چنانچہ مرزا قادریانی بھی یہ دیکھتے ہیں ”شریعت کی بنیاد خاہر ہر پر ہے۔“ علمائے اسلام نے جب خاہر حال مرزا قادریانی کا شریعت دیکھا تو کفر کا فتویٰ دینے کے لئے مجبور ہوئے اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ ہمیشہ سے ایسا ہوتا چلا آیا۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی نے اس حدیث کے حوالہ سے اپنے مکفر یعنی علماء کو کافر قرار دے دیا ہو۔ چنانچہ کل امت محمدیہ کو۔ اگر بادرد ہو تو ابھی ابھی کا تازہ معاملہ سرید مرحم کا تھا رے سامنے ہے۔ کیا سرید کی نظر سے یہ حدیث صحیح ہوئی تھی؟ ہرگز نہیں۔ مگر انہوں نے علماء دین کو خاہری حال پر کفر کا فتویٰ دینے میں حق بجانب سمجھا اور آنحضرتؐ کے جانشینوں اور ان کی بیماری امت کو کافر کہنے سے ان کی روح کا پنی۔ کیونکہ آنحضرتؐ سے ان کو محبت تھی اور باطن مسلمان تھا۔ ماسوا اس کے اس حدیث کا غذر پیش کرنا غضول ہے جبکہ مرزا قادریانی نے اپنے نہ مانے والے کو صاف الفاظ میں کافر کہ دیا۔ میرے بابو صاحب کو دیکھ مرزا نیجوں کی طرح مرزا قادریانی کے لٹڑ پچ پر عبور نہیں۔

بابو صاحب..... (شمندگی کے حصہ میں) اچھا دکھا۔ اس نے ایسا کہاں لکھا ہے؟

بیوی..... یہ پڑھتے (حقیقت الوجی ص ۹۷، خزانہ ائمہ ص ۲۲) ”کفر دو قسم پر ہے۔ اول ایک یہ کفر کر ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرتؐ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرا یہ کفر کر مثلاً وہ تصحیح موعود کرنے والیں مانتا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایکسا ہی قسم میں داخل ہیں۔“ اب بابو صاحب کو کاثر تو بدن میں خون نہیں۔

قاضی صاحب..... بابو صاحب آج کی بحث یہیں تک رہنے ویجھے۔ مجھے ایک کام بھی ہے۔ ایک دوست کو بات سے آرہا ہے۔ اسے لانے کے لئے ایشیں تک جاؤں گا۔ ہاں آج تک کی بحث پر اگر میرا فصلہ چاہتے ہو تو میں عرض کئے دیتا ہوں۔

بابو صاحب..... نہیں قاضی صاحب! آج کی ان کی تقریر نے تو خود ہی میری آنکھیں کھوں دیں۔ یہیں آنحضرتؐ کی امت کو اور اس کے بزرگان وین کو کافر کہنے میں اس حدیث کا بڑا

لے مرزا میا پر جب علمائے اسلام نے کفر کا فتویٰ دیا تو (ازالحدود م ۵۹، خزانہ ائمہ ص ۲۲) پر لکھا اور کیا خوب لکھا مسلماً نو! آؤ خدا سے شرماؤ اور یہ نمونہ اپنی مولویت اور تکفیر کا مست وکھاؤ۔ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں۔ تم ان تھوڑوں کو اور نہ لگھتا کر۔“

دھوکہ دیا گیا۔ میر امیر پہلے سے نہیں مانتا تھا کہ میں کسی ایسے شخص کو جو دل سے خدا کو مانتا ہواں کے رسول کو مانتا ہو۔ قرآن و حدیث کو مانتا ہو۔ صرف اس وجہ سے کافر جانوں کو وہ چڑھویں صدی کے مجدد ہونے کے مدھی کو نہیں مانتا۔ اس امت میں کتنے اولیاء، غوث، قطب ہوں گے۔ ان سب کو کافر کہہ دنا اپنا گھر دروزخ میں بہانا نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا آخری فیصلہ سنادوں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مولوی غلام نبی سے جو اتفاق گور جانوالہ سے آگئے ہیں۔ ان کے اعتراضات بھی سن لوں اور ان کے جوابات کا درzen کروں۔ کل انشاء اللہ میں ان کے اعتراضات پیش کروں گا۔ جو آج رات میں ان سے لکھ لاؤں گا۔

یہوی قاضی جی کوہاٹ سے آپ کے کون سے دوست آ رہے ہیں؟ کیا وہی تو نہیں "یکے از کوہاٹ"؟

قاضی صاحب جی ہیں تو وہی۔ مگر تم انہیں کیسے جانتی ہو؟

یہوی اسی میں تو ان کے ہاتھوں میں چھوٹی بڑی ہوئی ہوں۔ میں انہیں کس طرح نہ جانوں۔

قاضی صاحب تو کیا کل انہیں بھی ساتھ لیتا آؤں؟

یہوی ان سے اس مباحثہ کا ذکر کر دیجئے گا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ ایسا شخص ہے کہ آپ سے پہلے یہاں پہنچ گا اور آپ اور وہ دونوں کل صبح کا کھانا یعنی ماحضر یہیں تناول فرمائیے گا۔

قاضی صاحب بہت خوب! تو لیجئے اب میں مرخص ہوں۔ السلام علیکم و علیکم السلام۔ حوالہ اخدا دوسرے دن وردازے پر دستک ہوئی۔

بایو صاحب گاموں و کیمے کون ہے؟ قاضی صاحب ہوں تو بلا لے۔

گاموں (دوراڑہ کھول کر) آئیے

مولوی صاحب تسلی کدھر، نووارو۔ اہ ہو غلام! حمد تکڑا ہیں جوڑ ہیں راضی ہیں۔

گاموں تھاڑی ہمراہی ہے۔ چلو لکھ چلو بلا اندے جے۔

(قاضی صاحب اور نووارو اندرا خل ہو کر) السلام علیکم!

بایو صاحب (انی نشست سے اٹھ کر) علیکم السلام! اہ ہو بایو صاحب! آپ کس طرح سیالکوٹ آگئے؟

نووارو اسی کیا عرض کروں؟ قاضی صاحب کی کشش لے آئی اور آپ کا یہاں ہونا تو گویا

نعت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ میرا لخیال تھا کہ آپ میراں شاہ میں ہیں۔

بایو صاحب جی ہاں! میں تھا وہیں۔ مگر میں نے نعت کی خرابی کی وجہ سے اپنی تہذیب کرالی۔

نووارو..... مگر وہ بڑی آمدنی کی جگہ تھی۔

بابو صاحب جی ہاں! آمدنی تو ہاں بہت تھی۔ مگر جان کا دہاں ہر وقت خطرہ تھا۔ ہمارے حضرت صاحب ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ جان ہے تو جہاں ہے اور روپیہ تو ہزاروں لکھا یا اور اب اس کا پتہ بھی نہیں۔

نووارو..... بابو صاحب بے ادبی معاف! آپ دو محکموں میں بھرتی ہیں۔ ایک دینے والا ایک سکھنے والا۔ نتیجہ بھی ہونا تھا۔ مگر شکر ہے کہ آپ خیریت سے دہاں سے نکل آئے۔ کسی نے کہا کہ جان بچنی لاکھوں پائے۔

بیوی (اندر سے نکل کر) بابو تی السلام علیکم!

نووارو..... و علیکم السلام و رحمۃ اللہ ارضی تو ہو؟

بیوی جی ہاں خدا کا شکر ہے۔ زندہ ہوں اور مرگ کے دن پورے کر رہی ہوں۔ الحمد للہ علی کل حال۔

نووارو..... مگر تم تو پہچانی نہیں پر تسلی۔ وہ جسم تمہارا کہاں گیا؟ آنکھوں میں تمہارے گڑھے پر گئے۔ سر میں ایسی جلدی سفید آگئے۔ یہ کپٹیاں تمہاری کہ رہی ہیں۔

بیوی جی ہاں! مگر انسان بڑا بے شرم ہے۔ موت اپنے ہاتھ میں نہیں کہاں مرجاوے:

چار باید زیستن ناچار باید زیستن

بابو صاحب لوچھوڑوں باتوں کو اور کھانا نکالو۔ گاموں پانی لا اور ہاتھ دھلا۔

نووارو..... غلام احمد ادھر بابو صاحب کے ہاتھ دھلا۔ میرے ہاتھ تو دھلے ہوئے ہیں۔

بیوی (کھانا جمن کر) کیوں بابو تی آپ کیوں کھانا نہیں کھاتے؟ قاضی صاحب آپ نے انہیں اطلاع نہیں دی تھی؟

قاضی صاحب جی میں نے ان کو اطلاع تو دے دی تھی۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور کچھ کیک دیک جو ساتھ لائے تھے۔ وہی چائے کے ساتھ کھانے کی جگہ کھائے ہیں۔

بابو صاحب جی کیک سے کیا ہوتا ہے۔ آپ آگے بڑھیں اور کم از کم ہمارے شریک تو ہو جاؤ یں۔

بیوی بابو صاحب آپ اصرار نہ کریں۔ میں ان کی عادت سے واقف ہوں۔ ایک وفعہ جب یہاں پنا کھانا کھالیں تو پھر کوئی سونے کا نوالہ بھی دے تو نہیں کھایا کرتے۔ مگر یہ انہوں نے ٹلک کیا کہ جب ان کو ہماری طرف سے اطلاع ملنے پہنچی تھی تو پھر کھانا کھا کر کیوں آئے؟

نووارو..... اس کی وجہ یہ ہے کہ گوئیں زاہد اور متقی نہیں۔ سراسر گناہ گار ہوں اور بعض منوعات کو استعمال کر لیتا ہوں۔ مگر میر اخیمیر اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کھانا اسکی کاپکا ہوا کھاؤں جو حرام ہو یا حلال حرام کا مرکب ہو۔

بابو صاحب (نہایت غصہ میں) کیا ہمارا کھانا وہ کسی سے بھی زیادہ پلید ہے؟

نووارو..... تھی ہاں! ترسم کہ صرف نہ بروز باز خواست۔ نان حلال شیخ آب حرام ماوسکی بے چاری تو بعض حالتوں میں جائز بھی ہے۔ مگر بیگانہ مال کھانا کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔

بیوی بابو مجی! اگر آپ نے ہمارا کھانا بھض اسی خیال سے نہیں کھایا تو غلطی کی۔ میں آپ کو یقین ولاتی ہوں کہ گھر کا خرچ تنخواہ اور سفر خرچ سے چلتا ہے اور بالائی آمدنی کچھ تو چندوں میں چلی جاتی ہے اور کچھ بہتی مقبرہ میں بیٹھ خریدنے کے لئے بابو صاحب کے پاس موجود ہے۔

قاضی صاحب چندے کیسے؟

بیوی سہی قادیانی کا لنگر خانہ وغیرہ کے لئے۔

قاضی صاحب کیوں بابو صاحب! ایسا ہی روپیہ لنگر خانہ میں خرچ ہوتا ہے؟

بابو صاحب قاضی صاحب لنگر خانہ کے لئے کوئی خاص رقم کا روپیہ تو مقرر نہیں ہو سکتا۔ جیسا ہم نے بھیج دیا۔ اسی میں سے کم و بیش خرچ ہو گیا۔

قاضی صاحب تو کیا اسکی سی کمائی کھا کر مرزا قادیانی مسجّاب الدعوات ہونے کے مدی ہیں؟

بیوی قاضی صاحب میں آپ کا قطع کلام کرتی ہوں۔ آپ نے مرزا قادیانی کی دعا کوئی منظوری ہوئی و بھی سی بھی؟ بلکہ لدھیانہ کے مباحثہ میں جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا کہ میرے حق میں مرزا قادیانی کی دعا قبول ہو گئی تو مرزا ایسی دعا کے قبول نہ ہونے کے خلاف بہوت پیش کرتے رہے۔ جس پرسدار پھن سکھ ٹالٹ نے اپنے فیصلہ میں حیرت ظاہر کی۔ ہاں کوئی کام ہو جانا تھا تو کہہ دیتے تھے کہ یہ میری دعا سے ہوا۔ جیسے طاعون، زلزلے، شیخ مهر علی صاحب ریس ہو شیار نور کی چیف کورٹ سے بریت وغیرہ وغیرہ۔

بابو صاحب لنگر خانہ کے ہزار بار روپیہ کی امدود خرچ کے حساب نہ رکھنے کا الزام تو بے شک مرزا قادیانی پر عائد ہوا۔ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ میں کوئی بھی نہیں کہ حساب کتاب رکھوں۔ مگر یہ میں نے نہ کمکھانہ سنایا کہ انہوں نے لنگر خانہ کا کھانا کھایا ہو۔

بیوی بہت خوب آپ صاحبان کھانے سے فارغ ہو لیں۔ میں آپ کو بھی دکھلا دیتی ہوں۔

قاضی صاحب لے گا مولوں ہاتھ دھلا۔

بیوی (کھانے کے برتن دستر خوان سے اخھاتے ہوئے) لوگی میں ابھی پانچ منٹ میں حاضر ہوئی۔ کھانا کھانے اور طاز مسون کو دینے کے بعد بیوی۔ بھلامیاں اگر میں آپ کو دکھادوں کہ مرزا قادیانی لنگر خانہ سے کھانا کھایا کرتے تھے تو پھر؟

بابو صاحب تو پھر جو کہو۔

بیوی اچھا اتنا ان لوگے کہ رسال دار کا پانسورد پیسہ ہضم کر لینے کے بعد بھی اس کے ہاں بیٹا نہ ہو۔ محمدی بیکم کے داسٹے ایڑیاں رگڑنے اور رناک گھسانے کے بعد بھی اس کا اب تک مرزا سلطان احمد کے گھر بولدہ کرنا۔ مرزا قادیانی کے معاشر یزیر میں ہو جانے کے بعد مولوی شااء اللہ، ڈاکٹر عبدالحکیم، مولوی محمد حسین، مولوی ابراہیم اور مولوی عبد الحق صاحبان مرزا قادیانی کے اشد دشمنان کا گلی کو چوں میں پھرتے چلتے نظر آتا، اسی وجہ سے تھا۔

بابو صاحب اگر تم ثبوت دوگی تو میں مان لوں گا کہ مرزا قادیانی کبھی لنگر خانہ سے بھی کھانا کسی مہمان کی خاطر سے کھایتے ہوں گے۔ باقی جگہے فضول ہیں۔ قاضی صاحب غصب خدا کا ہم تو مرزا قادیانی کے پیلی بھیت والے چاولوں کے مل ادا کرتے کرتے تھک گئے اور یہ ہی راؤں الائپ رہی ہیں کہ مرزا قادیانی لنگر خانہ سے کھانا کھایا کرتے تھے۔

بیوی یہ دیکھئے (روئیداد مقدمات قادیانی پر بیان حکیم فور الدین وی گریٹ روہروتاج الدین صاحب تحصیل دار بمقام مخدوداری انکو تکمیل میں) مرزا قادیانی انکو لنگر خانہ سے کھانا کھایا کرتے ہیں۔ کیوں جی اب تو مان گئے؟ اور یہ بھی مانتے ہو کہ لنگر خانہ کے چندہ کاروپیہ ہمچنانہ آدمی کا ہتھ نہیں ہوتا۔ اس میں ہر طرح کاروپیہ شامل ہوتا ہے اور غالباً آپ نے پڑھایا کم از کم سنا ہو گا کہ حضرت ابو ہریرہ صدیقؓ نے ایک مرتبہ خخت پیاس کی حالت میں ایک حورت کی پیش کردہ دودھ کی لسی لی۔ پیسے کے بعد آپ کی دنیاافت پر کردہ حرام قابایا حلال، آپ کو معلوم ہوا کہ بکری ایسے درختوں، بیلوں کے پتے کھاتی تھی جن کے ماکس سے اجازات نہیں لی ہوئی تھی۔ تو آپ نے حلق میں انکلی مار کرتے کر دی۔ مرزا قادیانی کی اپنی خوبیاں تو یہ ہم یہوں سے شاپاش حاصل کرنے کے لئے اور وہ کی نسبت فرماتے ہیں:

حلت و حرمت کی کچھ پڑا نہیں ہاتھی رہی۔

ٹھوں کر مردار پیٹوں میں نہیں لیجھے ڈاکار

اب کون ہے جو مرزا قادیانی کو حلال خور نہ سمجھے؟

قاضی صاحب وقت جاتا ہے۔ اب سولالات شروع ہونے چاہئیں۔

نووارد..... بابو صاحب اگر اجازت ہو تو آپ کے آج کے سوالات کے جواب میں عرض کروں؟
بابو صاحب کیا معاائقہ ہے۔ بشرطیکہ آپ تہذیب سے باہر نہ جائیں۔

نووارد..... بھلا بابو صاحب اگر ایک معزز شخص کسی سے پوچھئے کہ آپ کی ماں حالت کیا ہے اور وہ شخص جواب میں کہے کہ جو شخص اپنی دختر کا نسبت ناطک کی سے کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس کی جانشاد اور ماں حشیثت کو دیکھا کرتا ہے۔ آپ فرمادیں کہ یہ جواب اس کا تہذیب کے اندر ہے یا اس سے باہر؟

بابو صاحب بالکل باہر اور کسی بازاری آدمی کا۔

نووارد..... بابو صاحب یہ آپ کے نبی کا کلام ہے۔ جس کو اس کے خدا نے الہام کیا تھا کہ ”اک علی خلق عظیم“، ”وغلق عظیم“ پر ہے۔ یہ دیکھئے (رویدہ امداد مات قادیانی حصہ ۵)
گاموں بے بے تی اہ تی تی کل قرآن وچ پئے پڑھ دے سو۔ (ماں تی یہ تو تم کل قرآن میں پڑھ دیتی تھیں)

بیوی مرزا قادیانی نے اپنے الہام قرآن سے ہی لئے ہیں تاکہ (۱) کوئی مسلمان دم نہ مار سکے۔ (۲) مرزا قادیانی آنحضرت سے کم نہ ہیں۔

بابو صاحب سنئے اب میرے سوالات سنئے۔ اول قرآن شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو فرمایا: ”یعیسیٰ انسی متوفیک و رافعک الٰی“ اس کے معنے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور عزت دینے والا ہوں۔ اس وجہ سے کہ ا..... قرآن شریف میں جس جگہ وفات کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جہاں خدا فاعل ہے اور ان ان مفعول اس جگہ اس کے معنے موت کے ہی ہیں۔

۲..... حضرت عبد اللہ بن عباس نے متوفیک کے معنے مجھ کے کئے ہیں۔

۳..... متوفیک اور رافعک کے وزمیان جو داؤ ہے۔ اس کو اگر ترتیب کے واسطے زندگی ماں جائے اور محض عطف کے واسطے مانا جاوے۔ تب بھی متوفیک کو کسی دوسرے فقرہ کے بعد رکھنے سے بات نہیں بنتی۔ اگر رفع کے بعد رکھو تو مانا پڑے گا کہ تطمہن نہیں ہوئی۔ حالانکہ ہو چکی۔ اگر مطہرک کے بعد رکھو تو مانا پڑے گا کہ غلبہ عین ابھی تک نہیں ہوا حالانکہ ہو چکا اور اگر سب سے اخیر یوم القیامت کے بعد رکھو تو مانا پڑے گا کہ قیامت تک حضرت عیسیٰ فوت نہیں ہوں گے۔

دوم دوسری آیت ”واذقال اللہ یعیسیٰ ابن مریم اُنَتْ قَلْتَ لِلنَّاسِ
الْغَ (السائدہ ۱۱۶)“ اس میں اس بات کا فصلہ کیا گیا ہے کہ آیا عیسائیوں کا تثیث کا لفظ عقیدہ

اور ان کا بگزنا حضرت مسیح کی تعلیم سے اور آپ کی زندگی میں ہوا ہے۔ یا آپ کی وفات کے بعد مسیح کے جواب دعویٰ سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیوں کا بگزنا بیچھے ہوا ہے اور حضرت مسیح کی وفات سہلے۔

سوم..... آنحضرت حدیث کوثر میں فرماتے ہیں کہ ”اقول کما قال عبد الصالح“ یعنی ”فَلَمَا تُوفِيَتْنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ (بخاری ج ۲ ص ۶۶۵)“ کون نہیں جانتا کہ آنحضرت فوت ہو کر زمین میں محفون ہیں؟

چہارم..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”وَمَا مَنَّا مُحَمَّدُ الْأَرْسُولُ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُولُ (آل عمران: ۱۴۴)“ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔ آپ سے پہلے بھی ایسے رسول ہو گزرے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت سے پہلے جس قدر رسول ہوئے۔ وہ گزر گئے یعنی مر گئے۔

پنجم..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”مَا الْمُسِيحُ ابْنُ مَرِيمٍ الْأَرْسُولُ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُولُ وَأَمَّهُ صَدِيقُهُ كَانَا يَاكْلَانَ الطَّعَامَ (المائدہ: ۷۵)“ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ جس سے امنی کا قریبہ صاف اس بات کا مظہر ہے کہ آپ فوت ہو گئے۔ اگر زندہ ہوتے تو فرمایا جاتا کہ وہ اب تک کھانا کھاتے ہیں۔

ششم..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وَاجْعَلْنَا بَشَرَنَا مِنْ قَبْلِ الْخَلْدِ (ابنیاء: ۳۴)“ اس سے بھی پایا جاتا ہے کہ حضرت میسیح علیہ السلام فوت ہو گئے۔ کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت سے پہلے کسی بشر کے لئے خلد نہیں بتایا گیا۔

ہفتم..... اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ ”فِيهَا تَحِيَّونَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تَخْرُجُونَ (اعراف: ۲۰)“ ہر زمین میں ہی زندگی بس رکرو گے اور اسی میں مر گے اور اسی میں سے قیامت کے دن وبارہ نکال کمرے کئے جاؤ گے۔ یہ آیت منانی ہے اس بات کی کوئی انسان آساناً پر زندگی بس رکر کرے۔

ہشتم..... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”وَمَنْ نَعَمَرَهُ نَنْكِسْهُ (یسین: ۶۸)“ جس کو ہم زیادہ عمر والا کرتے ہیں۔ اس کو اوندھا کر دیتے ہیں یہ اس سے پایا جاتا ہے کہ بہت بڑی عمر یا کر انسان کسی کام کا نہیں رہتا۔ یہ ہیں میرے آٹھو سوال۔ ان کے جواب دیئے جاویں۔

نودارو..... پاپو صاحب یہ سوالات کا کاغذ بھیج دے دیجئے اور جواب منتے جائے۔ اول..... توفی کے معنے ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا اور مجازی طور پر جہاں موت کے معنے لینے کے واسطے قریبہ موجود ہو۔ موت کے معنے بھی لئے جاتے ہیں۔ قرآن شریف میں بھی جہاں کہیں

اس لفظ سے موت کے معنے لئے گئے ہیں۔ وہاں قرینہ موجود ہے اور اگر توفیٰ کے معنے موت کے ہی ہوتے تو آپ لوگوں کو یا مرزہ قادری کو فاعل اور مفعول کی شرط ساتھ لگانہ نہ پڑتی۔ آیات ”ان من اهل الكتاب الالیؤمنن به قبل موتہ (نساء: ۱۵۹)“ اور ”وانه لعلم للساعة“ یعنی ایسا کوئی نہ ہوگا۔ اہل کتاب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آؤے اور تحقیق وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نٹانی ہیں قیامت کی۔ پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ حدیثیں کھوں کر بیان کر رہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ مثلاً ”ان عیسیٰ لم یفت وانه راجع اليکم قبل يوم القيمة (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۶)“ کہا آنحضرت نے یہودے کے تحقیق عیسیٰ نہیں مرے اور پیشک و درجوع کرنے والے ہیں تمہاری طرف ون قیامت سے پہلے۔ ولائل قویہ موجود ہیں۔ مثلاً بل کا لفظ چاہتا ہے کہ اس کے بعد جو بات ہو وہ مدد ہو، اس بات کی جو اس سے پہلے بیان ہوئی۔ مثلاً میں نے اسے بھوکا نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا یہ رفع کے معنی یہاں عزت کے اس اللام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا یہ رفع کے معنی یہاں عزت کے وجہ سے نہیں لے سکتے کہ اُول تو تمام قرآن شریف میں عزت کے واسطے رفع الیہ نہیں آیا۔ دوسرا بدل سے پہلے ہے قتل کا لفظ اور بدل کے بعد ہے رفع۔ اگر اس رفع کے معنے عزت کے لیں تو قتل اور عزت میں مدد نہیں بلکہ مدد اسلام میں خدا کی راہ میں قتل ہونے سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں اور اگر یہ کہا جادے کہ چونکہ بموجب حکم توریت یہود کا یہ خیال تھا کہ جو چنانی دیا جادے وہ لعنتی ہے۔ تو کیا یہود کی اس بات سے تسلی ہو سکتی ہے کہ تم نے تو اسے چنانی دے دی دیا۔ مگر ہم نے اس حکم کے خلاف جو ہم نے توریت میں دیا۔ اب سے اٹھی عزت دے دی۔ نہیں بلکہ یہود کی تردید اسی طرح پر ہو سکتی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ نے کی کہاے یہود تم نے تو کمر کیا اور اپنی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سوئی دے دیا۔ لیکن ہم کمر کرنے والوں کے استاد تھے۔ ہم نے تمہارا ہاتھ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پڑنے نہ دیا اور جسے تم نے چنانی دیا دادہ کوئی اور بھی تھا۔ جسے تم عیسیٰ سمجھ گئے۔

۱ ”ومکروا ومکر اللہ والله خير الماكرين (ب ۲۴ ع ۱۲)“

۲ ”واذكفت بنى اسرائيل عنك (ب ۷ ع ۵)“

۳ ”وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبهه لهم (ب ۶ ع ۲)“

قرآن شریف میں جو صحف اولیٰ کی باتیں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ یہاں کی ہیں۔ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ہا در نہیں کرتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔ لیکن اس کے برعکس یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ ان صحیفوں میں ہے۔ وہ سب درست ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا حضرتؐ توریتؐ میں بھی تو اچھی اچھی باتیں ہیں۔ کیا وہ نہ لکھی جاویں؟ تو آپؐ نے غصہ سے فرمایا کہ حضرت مولیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوئے تو ان کو بھی میری شریعت کی متابعت کرنا پڑتی اور صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ اہل کتاب کو نہ سچا کہونہ جھوٹا۔ بلکہ کہو کہ تم اللہ پر ایمان لائے اور ان باتوں پر جو قرآن میں آگئیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ توریت، زبور، انجیل کی جو باتیں دوبارہ قرآن میں آگئیں۔ وہ ہمارا ایمان ہے اور اور جو نہیں آئیں۔ انہیں نہ ہم سچی کہہ سکتے ہیں نہ جھوٹی۔

پس لازم آیا کہ قرآن کریم کی کسی آیت کے مطلب و معانی میں اگر کوئی تحریف کرے۔ تو ہم اسے صحف اولیٰ کی طرف لے جاویں اور ان سے پوچھیں کہ تم کیا کہتے ہو؟ اس معامل کی نسبت ایک انجیل کہتی ہے کہ جس کو چنانی دیا گیا۔ اس نے یہ کہتے ہوئے جان دی کہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں بھلا دیا اور ترک کر دیا۔ دوسری انجیل بر بیاس کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھ کو اس بات پر یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچ گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا۔ اس نے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور بے دفا کی صورت بدل دے گا۔ یہاں تک کہ اس کو ہر ایک سمجھی خیال کرے گا کہ میں ہوں۔ مگر جب مقدس محمد رسولؐ آئے گا۔ وہ اس بدنی کے دھمہ کو مجھ سے دور کرے گا (فصل ۱۱۲ آیات: ۱۶، ۱۵، ۱۴) اور یہ انجیل بر بیاس وہ انجیل ہے کہ عیسایے ہوں کے مقابلہ کے لئے مرزاقاً دیا تی اسی کو بغل میں لے کر میدان میں لکھ لے تھے۔ دیکھو صفات (ص ۷۰) چشمہ سمجھی حاشیہ، خزانہ حج ۲۰۰ ص ۲۳۳، کشف الخطاء ص ۲۶، خزانہ حج ۱۳۱ ص ۳۱۱، سر مردہ چشم آریہ ص ۲۳۹، خزانہ حج ۲۲ ص ۷۸، ۲۸۸ وغیرہ۔

قرآن شریف فرماتا ہے کہ ہم نے یہود پر اس وجہ سے بھی لخت بھی کہا نہیں نے کہا ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو جو رسول خدا ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ قتل کر دیا اور حقیقت حال یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سوی چڑھایا۔ واقعہ میں وہ کسی اور کو سوی دے رہے تھے۔ مگر ان کو ایسا ہی معلوم ہوا کہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کو سوی دے رہے ہیں اور جو اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سوی دی گئی تو اس معامل میں یہ لوگ ناقص کے نکل میں پڑے ہیں۔ ان کو اس کی واقعی خبر تو ہے نہیں۔ مگر صرف انکل کے

بچپے دوڑے جا رہے ہیں اور یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ ان کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے (ترجمہ: مولوی نذریاحمد صاحب)

مرزا قادیانی اپنے مریدوں کو یہ معاملہ یوں سمجھاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا۔ لیکن جب وہ سولی سے اتارے گئے تو ان میں جان ہاتھی اور وہ کشیر کی طرف بھاگ گئے اور ۸۶ سال تک وہاں زندہ رہ کرفت ہو گئے اور ان کی جگہ میں آ گیا۔ باپو صاحب اب آپ ہی خدا کو حاضر ناظر جان کر فیصلہ کریں کہ بوجب فرمان خداوندی کہ ”فَسْتُلُوا أَهْلَ الذِّكْرَ إِن كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (نحل: ۴۳)“ جب ہم نے اس مسئلہ کا حل اٹل الذکر سے چاہا تو انہوں نے قرآن کی ان آیات کے ان معنوں کی تائید کی جو ہم مانتے ہیں یا ان معنوں کی جو مرزا قادیانی ہمارے منہ میں دیتے اور دماغ میں تھوڑتے ہیں کہ ہم انہیں سُجَّاحَ ابن مريم مان لیں۔

..... اور یہ بات کہ حضرت ابن عباسؓ نے متوفیک کے معنی صحیح کے کئے ہیں کہ اول تو اس میں کچھ مشکل نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ جب یہودی مشورہ کرنے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی کہ اے عیسیٰ تیری موت تو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہود کے ہاتھ میں نہیں اور جو تجھ پر میں مہربانیاں کروں گا۔ وہ بھی سن لے۔ میں تجھے زندہ آسمان پر اٹھا لوں گا۔ کافروں کی گندی صحبت سے پاک کروں گا اور تمہارے ماننے والوں کو تمہارے نہ ماننے والوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

حضرت ابن عباسؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت قبل از زوال کے قائل نہیں ہیں۔ صحابہ میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کی زیادہ تر روایات حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں چنانچا کیک ان میں سے یہ ہے: ”لَمَّا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَرْفَعَ عِيسَىٰ إِلَى السَّمَاءِ خَرَجَ إِلَى اصْحَابِهِ وَفِي الْبَيْتِ اثْنَا عَشْرَ رِجْلًا لَّغَ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۹)“ جب ارادہ کیا اللہ نے تو یہ کہ اٹھاوے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف۔ لفظ حضرت عیسیٰ اپنے یاروں کی طرف اور گھر میں امر دتھے۔

..... اس سوال کی سب ناگزینی پہلے اور دوسرا سوالات کے جوابات میں ثوث چکیں۔ دو م اس سوال میں صرف لفظ تو فہمی کے معنے کا جھڑا ہے۔ ہم اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ خدا یا جب تک میں ان میں رہا۔ ان کے حالات سے واقف رہا۔ لیکن جب تو نے میرے دنیا میں رہنے کے دن پورے کر کے مجھے ان میں سے اٹھالیا تو پھر تو یہی ان کے

حال سے واقف رہا اور مرزا قادیانی اس کے یہ مختصر کرتے ہیں کہ جب تو نے مجھے مار دیا تو پھر مجھے خبر نہیں کہ انہوں نے کیا کیا۔ بہت خوب۔ اب سنئے اور کان وہ کر اور غور والنصاف سے سنئے۔ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے لیکن ”تیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھے کو اور میری والدہ کو بھی دو خدا مانو۔ عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے۔ مجھے سے یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ میں تیری شان میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تھا کو ضرور ہی معلوم ہوا ہوگا۔ کیونکہ تو تیرے دل تک کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا۔ غیب کی باتیں تو تو ہی خوب جانتا ہے۔ تو نے جو مجھ کو حکم دیا تھا۔ پس وہی میں نے ان لوگوں کو کہہ سنا یا تھا کہ اللہ جو میر اور تمہارا سب کا پروردگار ہے۔ اس کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا۔ میں ان کا نگران رہا۔

فَلَا تُفْسِدِيْ تَوْهِيْ اَنْ كَانَجِبَانَ تَحَا۔ (پ ۷۶ ترجمہ مولوی نذری احمد صاحب)

مرزا قادیانی (تحفہ گلزار و یہ ص ۱۷۱، خواص ج ۱۷، م ۳۱) پر لکھتے ہیں کہ ”حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسیٰ نے ۱۲۰ برس عمر پائی۔“ اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ واقعہ صلیب اس وقت ہوا تھا جب آپ کی عمر ۳۳ برس ۶ ماہ کی تھی اس سے پایا گیا کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۸۶ سال اور ۶ ماہ اور زندہ رہے۔ تو اونچ سے ثابت ہے کہ اس واقعہ صلیب سے ۱۸ سال بعد بوس یہودی نے یہ خرابیاں تبلیغ وغیرہ کیں۔ عیسائی مذہب میں ڈال دیں۔ ویکھو (حسن الفاسیر میں پ ۶۴ کو ع ۳۳ م ۱۳ سورہ النساء)۔

اور مرزا قادیانی بھی (ضییر انجام آخر م ۲۷، خواص ج ۱۷، م ۳۲) پر لکھتے ہیں: ”درحقیقت حواریوں کے زمانہ میں ہی عیسائی مذہب میں شرک کی جنم ریزی ہو گئی تھی۔ ایک شریروہودی پولوں نام جو یونانی زبان سے بھی کچھ حصہ رکھتا تھا۔ جس کا ذکر مشنوی روی میں بھی ہے۔ حواریوں میں آٹا اور ظاہر کیا کہ میں نے عالم کشف میں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ اس شخص نے عیسائی مذہب میں بہت فساڈ اٹا۔ ان بالوں سے ثابت ہوا کہ مذہب عیسیوی میں یہ خرابیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی پڑ گئی تھیں۔“ پھر مرزا قادیانی (ستارہ قمرہ م ۱۰، خواص ج ۱۵، م ۱۲۲) پر لکھتے ہیں: ”اور یہ امر ثبوت کو ہم کیا کر آپ یہودیوں کے ملک سے بھاگ کر نصیحت کے راہ سے افغانستان میں آئے اور ایک مدت تک کوہ نہمان میں رہے اور پھر شیر میں آئے اور ایک سو بیس برس کی عمر پا کر سری گھر میں آپ کا انتقال ہوا۔“

اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں رہنے کے دو زمانے مانتے ہیں۔ پہلا زمانہ تبلیغ کا دوسرا بعد نزول قتل و جمال اور قیام امن کا اور اللہ پاک کے اس سوال کو زمانہ تبلیغ کے متعلق مانتے ہیں اور مرزا قادری تو مانتے ہیں کیونکہ وہ ان کے دوسرے زمانہ کے قائل ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے:

اول..... جب تک میں ان میں رہا۔ ان کے حالات کا گمراں رہا۔ یعنی میرے زمانے میں وہ نہیں بگڑے۔

دوم..... فلماتوفیتنی تو میری گمراں فتح ہو گئی۔ پھر تو ہی انکا گمراں حال رہا۔

اب اگر توفیتنی کے معنی کئے جاویں کہ جب تو نے مجھے مار دیا تو پایا جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے مرنے تک کامل اور کشیر میں بیٹھے ہوئے اپنے حواریوں کے حالات کے گمراں رہے۔ کیونکہ گمراں کا خاتمہ موت نے کیا اور یہ حواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سراسر غلط ہوا گا۔ کیونکہ اس زمانہ میں کسی تاریخی یا ملی فون وغیرہ بلکہ ڈاک تک کا وجود کشیر و کامل اور ملک شام کے درمیان ثابت نہیں۔ جس کے ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کامل کشیر میں بیٹھے ہوئے ۸۶ سال چھ ماہ تک اپنے حواریوں کے حالات کی گمراںی کرتے رہے اور پھر جبکہ پلوس نے بیجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عمر ۱۲۰ سال ہونے کے حضرت کی زندگی میں ہی حواریوں میں شرک کی چمیریزی کروی۔ تو یہ حواب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قاطلط کہ میرے زمانے میں وہ نہیں بگڑے اور جب یہ مانا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشیر میں بیٹھے اپنے حواریوں کی گمراںی نہیں کر سکتے تھے اور گمراں فتح و فتحی سے ہوئی۔ تو تک شدہ کار توفیقی کے معنے کچھ بھی لو۔ یہ ضرور مانا پڑے گا کہ وہ فعل ایسے زمانے میں واقعہ ہوا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں میں موجود تھے اور وہ وقوف سوائے واقعہ صلیب کے کوئی دوسرا نہیں۔ پس فلماتوفیتنی کے معنی ہم تین سے زیادہ نہیں لے سکتے۔ (۱) جب تو نے مجھے کشیر کی طرف روادہ کرویا۔ (۲) جب تو نے مجھے مار دیا۔ (۳) جب تو نے میرے دنیا میں رہنے کے دن پورے کروئے۔ پہلے معنے کسی طرح بھی لفظ توفیقی سے نہیں لٹکتا۔ دوسرے معنوں کی قرآن بڑے زور سے تردید کرتا ہے کہ ”ماقتلوہ یقیناً“ اور مرزا قادری بھی نہیں مانتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پروفت ہوئے۔ پس تیرے معنے ہی صحیح ہیں اور ان کے بغیر چارہ نہیں۔

۱ مرزا قادری کے نہب کے مطابق گمراں فتح کی۔ کامل کشیر چلے جانے نے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ گمراں فتح کی میری موت نے یعنی ۸۶ سال بعد

سوم توفی کے معنے جب ہوئے دنیا میں رہنے کے دن پورے کر دینے کے تو آنحضرتؐ کے اس بیان پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ خاص کر جب کہ مخاطب دونوں پیغمبروں کا خوب جانتا تھا کہ اس کے دن میں نے کس طرح پورے کئے اور اس کے کس طرح پورے تو باقاعدہ تولیع اگر آنحضرتؐ نے وہی الفاظ استعمال کئے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے تو اس میں کیا حرج واقعہ ہوا۔ لیکن بالآخر صاحب آپؐ کے اس سوال سے ایک خرافی واقعہ ہوئی۔ جس کو آپؐ قیامت تک رفع نہیں کر سکیں گے۔ پوری حدیث کوڑا اس طرح ہے ہر روایت ہے اہن عجائبؐ سے کہا کہ خطبہ پڑھا رسول اللہؐ نے، پس فرمایا ان لوگو! پیشک تم جمع کے جاؤ گے۔ اللہ کی طرف نگے پاؤں، نگے بدن، بغیر خندہ کے یہ پھر پڑھی سیاً یعنی ”کما بداننا اول خلق نعیدہ وعدا علینا اانا کنا فاعلین (انبیاء: ۱۰۴)“ پھر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ سب خلق سے پہلے قیامت کے دن حضرت ابراہیمؐ کو کپڑے پہنانے جائیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ اور پیشک لائے جاویں گے چند مرد میری امت میں سے پھر لے جاویں گے ان کو بائیں طرف۔ پھر کہوں گا میں اے رب ایہ میرے چھوٹے اصحاب ہیں۔ پس کہا جائے کا پیشک تو نہیں جانتا ہے کہ کیا نئی چیزیں نکالیں انہوں نے بعد تیرے۔ پس کہوں گا میں مانند اس کی کہا بندہ صالح یعنی عیسیٰ نے ”وما كنت عليهم شهیداً مادمت فيهم فلماتوفيتنى كنت انت الرقيب عليهم (ماندہ: ۱۱۷)“ پس کہا جائے گا کہ پیشک یہ لوگ پھر کے اپنی ایڑیوں پر جیسے کہ چھوڑا تو نے ان کو۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو مرزا قادریانی بڑے جھوٹے اور مفتری تھے۔ کیونکہ اس حدیث سے پایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن آنحضرتؐ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے سامنے یہ بیان دیں گے کہ جب تک ہم ان میں رہے۔ اپنی امتوں کے حال سے باخبر رہے۔ لیکن اے اللہ! جب تو نے ان میں سے ہم کو اخالیا۔ پھر ہمیں خبر نہیں کہ انہوں نے کیا کیا اور مرزا قادریانی فرماتے ہیں: ”آنحضرتؐ کی نسبت لوگ آنحضرتؐ کی حدیثیں زید دعمر سے ڈھونڈتے ہیں اور میں بلا انتظار آپؐ کے مندر سے نٹا ہوں۔“

(واضح الوساوس ص ۲۵، خراکن ج ۵ ص ۲۵)

”میں نے کئی دفعہ آنحضرتؐ کو اسی بیداری میں دیکھا ہے۔ پاشیں کی ہیں۔ مسائل پوچھتے ہیں۔
(بجگ مقدس ص ۱۲۹، خراکن ج ۶ ص ۲۲۳)

یا رسول اللہؐ بروحت عهد دارم استوار
مشق توارم ازان روز یکہ بودم شیر خوار
پرورش دادی مرا خود پھوٹھلے درکنار
درود دعالم نسبتے دارم بتواز بس بزرگ

یاد کن ہم وقت دیگر کامی مشتاق دار
یاد کن آن لطف درجہا کے بامن داشتی
یاد کن وفیکہ جو بھوی ہے بیداری مرا
(آنینہ کمالات اسلام ص ۲۷، ۲۸، خزانہ انج ۵ ص ۱۶۱)

ترجمہ

شیر خواری کے زانہ سے میں تیرا مشق رکتا ہوں
تو نے خود مجھے پیچے کی طرح گد میں پلانہ
اور وہ وقت بھی جب تمہارا حق بن کر میرے پاس آیا
جس ان خلائق اور جمتوں کو یاد کرو تو میرے ساتھ کہنا تھا
”وقت یاد کر جب تو نے بیداری میں مجھے
”ایک دن میں رات کی نماز کے فرض اور ننسیں ادا کر چکا تھا۔ جاگ رہا تھا۔ نہ نیند میں
تھا۔ نہ غنوگی میں بیدار تھا۔ اس حالت پر میں نے دروازہ پرستک کی آواز سنی۔ جب میں نے
اس طرف نظر کی تو دیکھا کہ پرستک وینے والے جلدی جلدی میری طرف آرہے ہیں اور جب وہ
میرے قریب آگئے تو میں نے پچھاں لیا کہ پیغمبر نبی حضرت علیؑ بعد ونوں بیٹوں اور
بیوی کے اور رسول اللہ کے (معاذ اللہ لقل کفر فربا شد) تو میں نے نیند میں دیکھا کہ آنحضرت نے
آکر وہ کتاب مجھ سے لے لی اور ان مقامات پر انکی رکھ کر تسمی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے لئے
اور یہ میرے اصحاب کے واسطے۔“ (واضح الوساوس ص ۵۲۳، ۵۵، خزانہ انج ۵ ص ۵۶۳)

(واضح الوساوس ص ۵۵۰، خزانہ انج ۵ ص ۵۵۰) جب میں کتاب واضح الوساوس (دوسرہ نام
آنینہ کمالات) لکھ رہا تھا اور اس میں آنحضرت اور آپ کے اصحاب کی تعریف لکھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت

”میرے پرکھا خاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائیٰ قوم سے ویبا میں پھیل گئی۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر وی گئی۔ تب ان کی روح روحانی نزول کے لئے حرکت میں آئی
اور اس نے جوش میں آ کر اور اپنی امت کو ہلاکت کا مفسدہ پر واپس پا کر زمین پر اپنا قائم مقام اور
شہیہ چاہا جو اس ایسا ہم طبع ہو کہ گویا وہی ہو۔“ (واضح الوساوس ص ۲۵۲، خزانہ انج ۵ ص ۵۵۲)

ہمارے توجہ یہ مسلمانوں کے تغیر جن کو وہ دو جہاں کا باشوہ اور کل تغیر بروں کا سردار اور اپنا
شیع مانتے ہیں۔ (معاذ اللہ) خاکم بدہن کیسے تھے کہ ایک حق کش اور نماز روزہ کے غیر پابند غرض

کے بیٹے کو (حیات ابی ص ۲۰) گود میں پالتے ہیں۔ خدا سے بشارات لالا کر دیتے ہیں۔ بیداری میں حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ اپنی بیٹی، والادا اور نواسوں کو آپ کے سلام کے واسطے دائرہ دولت پر لاتے ہیں۔ دروازہ پر دستک (طلب اجازت) دے کر اندر واصل ہوتے ہیں۔ کتاب میں وہ آپ کی اور آپ کے اصحاب کی تعریف لکھتا ہے تو مطلع ہو کر خواب میں آ کر خوشنودی ظاہر کرتے ہیں۔ کونکہ اپنی تعریف سننے کا آپ کو بہت شوق تھا اور آج تک کسی نے کی نہ تھی۔ لیکن قیامت کے دن جب خدا فرمائے گا کہ میں آپ کے ان اصحابوں کو اس وجہ سے دوزخ میں ڈالتا ہوں کہ آپ کی وفات کے بعد انہوں نے نئی نئی باتیں دین میں نکالیں۔ تو آپ صاف فرمائیں گے کہ اپنی وفات کے بعد تو مجھے خبر ہی نہیں انہوں نے کیا کیا اور حضرت صیلی علیہ السلام والا جواب دیں گے کہ جب تک میں ان میں رہا۔ ان کے حالات سے باخبر رہا۔ لیکن جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو پھر مجھے خبر نہیں کہ انہوں نے کیا کیا اور پھر اس ایک سو یہ سال کے بوڑھے صیلی علیہ السلام کو دیکھو اس سفید رئی کے ساتھ اللہ میان کے سامنے کیسا جھوٹ بولتا ہے۔ (معاذ اللہ) یعنی خود ہی تو عیسائیوں کی کرتلوں سے جوش میں آ کر ان کی اصلاح کے لئے اور ان کے قتنہ کو فرو کرنے کے لئے اپنا فتحی حضرت مرزا قادیانی صیلی ذات شریف کو بھیجا ہے اور خدا کو کہتا ہے کہ جب میں کثیر چلا گیا تو مجھے خبر ہی نہیں کہ انہوں نے یعنی امت نے کیا کیا۔ بابوی کچھ سمجھے؟

بابوی..... جی ہاں سمجھ گیا۔

نووارو..... کیا سمجھے؟

باہب صاحب..... اتنا تو سمجھ گیا ہوں کہ مرزا قادیانی کی تحریر کے مطابق دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے۔ اس کا آخر حضرت گو علم ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ قادیان میں ایک کتاب اردو میں لکھی جاتی ہے تو آپ گو خبر ہو جاتی ہے کہ اس میں کیا لکھا جا رہا ہے اور اسی طرح پر حضرت صیلی علیہ السلام کو قیامت سے پہلے عیسائیوں کے حالات معلوم ہو چکے۔ لیکن قیامت کے دن یہ دونوں پیغمبر خدا کے سامنے ایسی واقفیتوں سے انکاری ہو جائیں گے۔ میں یا یہ حدیث غلط یا مرزا قادیانی ان کل بیانات میں سراہ جھوٹے۔

نووارو..... تمہارے بچے جیتے رہیں۔ انصاف کی بات کمی۔ اب فرمائیے کہ مرزا قادیانی کی ان خرافات کو ماننے والوں کا بھی منہ ہے کہ اس حدیث کوڑ کو کسی کے پیش کریں؟

قاضی صاحب..... آپ آہم میں جھکریں یا سر پھٹول کریں۔ مگر مرزا قادیانی کی تحریر سے میرا ایسا سوال مل ہو گیا جو آج تک نہیں ہوا تھا اور وہ یہ کہ پیشمن میں یہ بھگی طاقت ہے کہ وہ

زندہ انسان بن کر ہمیں آٹھیں۔ مگر مرزا قادری نے پنچتین پاک سے بڑی بے اختیاری کی کہ کچھ مدت انہیں اپنا مہمان رکھ کر اپنے مریدوں سے ان کی ملاقات نہ کروادی۔ ایسے مہماںوں کی مہمان داری میں کچھ خرچ بھی نہ ہوتا۔ ان شیریں (جو کی روٹی) اور کچھ بکھریں کافی تھیں۔ جیلی بھیت کے حوالہ اسی طرح محفوظ رہتے تھے۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ شیعہ لوگوں کو اگر مرزا قادری کے طفیل پنچتین پاک کی زیارت ہو جاتی تو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کے شیئے بے داموں مرزا قادری کے غلام بن جاتے۔

چارم خلت کے معنے ہیں گزر گئے۔ جیسے ”قد خلت سنت الاولین یا اذا خلو الى شيئا طينهم (حجر: ۱۳)“ وغیرہ وغیرہ۔ پس اس میں داخل ہیں کل نبی خواہ وہ اپنی موت مرے یا مغل کئے گئے۔ یا کسی اور طرح پر دنیا سے چلے گئے۔

پنجم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو خدا مانتے والوں کی تردید میں اللہ تعالیٰ شہادت پیش کرتا ہے کہ تم نے یعنی تمہارے باپ دادوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ پھر تم ان کو خدا کس طرح مانتے ہو۔ خدا تو کھانا نہیں کھاتا۔ اس کی ذات ان باتوں سے پاک ہے۔ اگر خدا یہ فرماتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانا کھاتے ہیں۔ جبکہ وہ آسمان پر ہیں تو یہ بذات خود ایک علیحدہ دعوے سے تھا جن شہادت ہو جاتا۔

ششم لغایت ہفتہم یہ تینوں سوالات یا اعتراضات عام و خاص کے ماتحت آتے ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاص طور پر ان میں ذکر نہیں اور قرآن شریف سے اگر ثابت ہو جائے کہ ہر عام کے لئے کوئی خاص اور ہر قاعدہ کے لئے کوئی استثناء ہوا کرتا ہے۔ تو یہ کل اعتراضات ایک کوڑی کے نہیں رہیں گے۔ اور اگر ایسا ثابت نہ ہو تو ہم جوئے اور مرزا قادری اور ان کے معتقدین پر۔ کیسے با بوساحب! آپ کو یہ فیصلہ منکور ہے یا نہیں؟

پابوساحب قرآن کریم سے جو بات بالبدایت ثابت ہو جاوے۔ وہ ہمارا ایمان ہے۔ اس سے کب انکار ہو سکتا ہے؟

نوازد شاہاں، شاہاں! جزاک اللہ! لبیجے! تواب سنئے! اور صرف مختصر طور پر، بہت مثالوں کی ضرورت نہیں۔ قرآن شریف میں ہے کہ اللہ ہر جیز پر قادر ہے۔ کیا آپ مانتے ہیں کہ خدا اپنے جیسا دوسرا خدا پیدا کر سکتا ہے؟ سورۃ القصص کے اخیر میں ہے: ”کل شٹی هالک الاوجہ“ اس کی ذات کے سواب جیز میں فنا ہونے والی ہیں۔ کیا آپ اس فنا سے عرش و کرسی اور پہشت و دوزخ کو متکل نہیں مانتے؟

پارہ اکر کوئے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "اذ امس الانسان ضردا عاذ الجنبه او قاعدا او قائمما" ۔ جب انسان کو کسی قسم کی تکلیف بخیج جاتی ہے تو پڑایا کھڑا یا بیٹھا ہم کو پکارے جاتا ہے ۔ ہابو صاحب آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں میرمن بچے کتنے ہیں؟ دیوانے کتنے ہیں؟ دحشی کتنے ہیں؟ خدا کو نہ مانتے والے دہرے وغیرہ کتنے ہیں؟ کیا یہ لاکھوں کروڑوں انسان اس حکم سے باہر نہیں رہ جاتے؟ اگر خدا نے باوا آدم کو کہدیا کہ بہشت سے اتر جاؤ تم زمین میں بی رہو گے۔ زمین میں ہی مرد گے۔ تو یہ ایسا کلیہ قائدہ بن گیا کہ پدمہ انسانوں میں سے ایک بھی عارضی طور پر آسان پر نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ وہ زمین میں رہا ہے۔ زمین میں رہے گا۔ زمین میں ہی فوت ہو گا اور قیامت کے دن زمین سے ہی اٹھے گا۔

ہم آپ یا درکھیں کہل کر معنی اکثر کے ہوا کرتے ہیں۔ نہ کہل سے کوئی فرد خارج ہی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ پ ۲۷۴ میں فرماتا ہے "ام للانسان ماتعنى" ۔ کہیں انسان کو من مانی مراد بھی ملی ہے؟ یعنی نہیں ملی اور مرزا قادیانی (ضرورۃ الاماں ص ۱۳، خزانۃ الحکم ص ۳۳۳) پر لکھتے ہیں "کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ خدا تیری ساری مرادیں مجھے دے گا"۔ دیکھو مرزا قادیانی کے واسطے خدا نے اپنا قاعدہ ساری مرادیں پوری نہ کرنے کا توڑ دیا۔ پ ۲۵۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی آدمی کی تاب نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دو بد و ہو کر کلام کرے، مگر الہام کے ذریعے یا پردوے کے مجھے سے یا کسی فرشتے کو اس کے پاس بیچج دیتا ہے اور وہ خدا کے حکم سے جو اس کو محفوظ ہوتا ہے۔ پیغام خدا پہنچا دیتا ہے۔ یہ اور مرزا قادیانی (ضرورۃ الاماں ص ۱۳، خزانۃ الحکم ص ۳۳۳) پر لکھتے ہیں: "خدا ان سے کسی قدر پر وہ اپنے چہرے سے اٹھا کر کلام کرتا ہے۔" یہاں خدا نے مرزا قادیانی کی خاطر پردوے کے مجھے سے کلام کرنے کا قاعدہ توڑ دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے بھی اگر خدا نے اپنے قاعدے میں ذرہ سی ترمیم کر دی تو اس سے مرزا قادیانی کیوں سخچا ہوتے ہیں؟

ہابو صاحب آپ نے مرزا قادیانی پر یہ کیا سبے جا حملہ کیا ہے کہ ان کا باپ حقہ بہت پیتا تھا اور تمہار روزے کا پابند نہ تھا۔

نووارد حضرت میں نے کوئی اتهام نہیں لگایا۔ یعقوب علی تراب نے جو مرزا قادیانی کی حیات انہی لکھی ہے۔ اس کا ص ۹۰ کھول کر دیکھ لیں۔

گاموں یعقوب علی بھی محدود بہکے واڑی کھون والا ہے۔

۱۔ گود میں بیٹھ کر واڑی کی توپتے والا۔

بابو صاحب گاموں نوچپ، بابو صاحب میں یہ نہیں کہتا کہ آپ نے جھوٹ بولا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ کسی کو یہ طعنہ دینا کہ تو ایک ایسے شخص کا بیٹا ہے۔ یہ بالکل درست نہیں۔ کیونکہ اس کی زادبینیاء علیہم السلام تک پہنچتی ہے۔ کیا حضرت ابراہیم قتل اللہ بت پرست کے بیٹے نہ تھے؟ نووارو بابو صاحب! میں اس قتل کو آپ سے بھی زیادہ برا سمجھتا ہوں۔ مگر میں نے مرزا قادیانی پر یہ حملہ دیدہ و دانتہ آپ سے یہ کلمات کھلوانے کے لئے کیا۔ کیونکہ مرزا قادیانی اس برے قتل کے مرتكب ہوئے ہیں۔

بابو صاحب (نہایت غصہ سے) یہ مرزا قادیانی پر تیرا دروسرا اتهام ہے۔ نووارو بابو صاحب! خفانہ ہو جائیں۔ میں اتهام لگانے والا شخص نہیں۔ فرمائیں تو میں ابھی ان کی کتابوں میں دکھار دیتا ہوں۔

بابو صاحب اچھا و کھا ورنہ میں تجوہ سے کلام کرنا روانہ رکھوں گا۔
نووارو قاضی صاحب یہ کتاب انجام آئھم مجھے دیجئے۔ بابو صاحب اس کی ابتداء میں یہ ہے اشتہار مبلغہ اس کا صفحہ ۵۹، خزانہ جا اس ۵۹ دیکھئے۔ اس کا حاشیہ فتنی سعد اللہ صاحب نو مسلم کی نسبت لکھتے ہیں: ”اس ہندو زادہ کی خباثت فطرتی اس لئے سب سے بڑھ کر ہے۔“ کہ بابو صاحب کتاب زمین پر پڑھ کر، اس شخص کے مغلوب الغضب ہونے نے ہمیں ہر جگہ شر مایا۔ کہیں عبدالحکیم خان کے الہام کے جواب میں غصہ میں آ کر بے شمار الہام قرآنی آیات میں اتار دیئے۔ کہیں مولوی شاہ اللہ کی موت کے واسطے دست بدعا ہو گیا۔ کہیں آئھم کی موت کی پیشینگوئی کروی۔ اچھا ب مباحثہ ختم۔ آج رات میں یہ جواہات مولوی صاحب کو سناؤں گا۔ دیکھوں وہ حضرت کیا کہتے ہیں۔ کسی ہندو کو جو خدا سے بُدایت پا کر کلمہ رسول اللہ پڑھ لے۔ ہندو زادہ ہونے کا طعنہ دینا اور اس کو بدفطرت کہنا۔ یہ کہاں کی نبوت ہے۔ اگر تمہارا نہ ابھی خیالات و اعتقادات میں کچھ اختلاف ہے۔ تو اس کو فرق اور نزدی سے طے کرو۔ نہ کہ گالیاں دو اور وہ بھی اسکی کہ انہیاء تک پہنچیں۔

یہوی مگر یہ مولوی صاحب آپ کے تو ہی ہیں کہ ہمیشہ مولوی شاہ اللہ صاحب وغیرہ سے مباحثوں میں لا جواب ہوتے ہیں۔ لیکن کبھی قائل نہیں ہوتے۔ بلکہ اپنی فتح کا ذلتا بجا یا کرتے ہیں۔ ان سے آپ کو کلمہ حق کہنے کی کیا توقع ہے؟ آپ اپنے غیر سے کام لیں یا حساب قرار داد فیصلہ قاضی صاحب سے لیں۔

۱۔ مولوی ظہیر الدین صاحب مرزا قادیانی کوئی شریعت والا رسول ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے الہاموں میں لفظ رفق آیا ہے۔ جو آنحضرت کے واسطے قرآن میں نہیں آیا۔

بابو صاحب مگر قاضی جی تو نہایت تحریر اور متکل نظر آ رہے ہیں۔ خدا خیر کرے قاضی صاحب! بابو صاحب آپ کا قیافہ پالکل درست ہے۔ میرا خیال تواریخ کی کتابوں کی طرف چلا گیا تھا اور میں اس بات سے حرمت میں تھا کہ آنحضرتؐ کے بعد جو جھوٹے نبی بنتے رہے۔ انہوں نے کس قدر دماغ سوزی کی اور کیسے کیسے سکروں اور فربیوں سے جھلانی کوئیں اونچے اونچے پڑے لکھوں کو اپنا معتقد بنا لیا۔ یہ لوگ اصل میں خدا اور رسول کے مکر ہوتے ہیں۔ لیکن ایک قوم کے لیڈر بننے اور عیش و عشرت سے زندگی بر کرنے کے لئے اسلام کی آڑ لے لیتے ہیں۔ کیونکہ آنکھوں کے اندر ہے اور نہضتؐ کے پورے انہیں اسی مذہب میں نظر آتے ہیں۔ مگر میں ان مسلمانوں کی حالت پر آنسو بھاتا ہوں جو نہجہب اسلام کے شوق میں ان لوگوں کے پیچے لگ کر سرمنڈوا لیتے ہیں اور اسی قدر نہیں۔ بلکہ بقول منفیہ کل عالم دے بینے بھکی جان و مال سے اس بات کے کوشش ہو جاتے ہیں کہ اور لوگ بھی ہمارے ہم خیال ہو کر ہمارے مذہب کے دائرہ میں آ جاویں۔ خواہ وہ اسلام کو دو کوڑی کا فائدہ نہ پہنچادیں اور ہزاروں روپیں اور ڈنر کی صورت میں اجازاً دیں۔

بیوی مجھے بابو صاحب! اب آپ نے قاضی صاحب کا فیصلہ سن لیا۔ اب آپ حسب قرارداد اپنے اس عقیدہ سے رجوع کریں اور میرے ہم خیال ہو جائیں۔ قاریانی چندوں سے نجات پائیں۔ بلکہ آئندہ یہاں پاک روپیہ جا آپ لکھر خانہ اور بہشتی مقبرہ کے لئے لیتے ہیں۔ لیماں ہی بند کرویں۔

کیں رہ کہ تو میرودی ہر کتابت

غریب مزدوروں کا پیٹ کاٹ کر ٹھیکہ داروں سے آنکھیں پیچی کر کے سر کاری عمارت کی تعمیر میں بے ایمانی کرنے کی ٹھیکہ داروں کو اجازت دے کر جو روپیہ آپ نے کیا اس سے اگر آپ بہشتی مقبرہ غریب ناچاہیں تو:

ایں خیال است و محال است وجنون

نو دارو بیوی جی! ابھی ان سے توبہ نہ کراؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خام مسلمان رہ کر لاہوری پارٹی میں مل جائیں۔ کل کادن اور صبر کریں۔ کل میں ان کی مدد ویت پر روشنی ڈالوں گا۔

گاموں بے بے جی! لاہوری اس کل توں ڈر دے، ہن جے توبہ کیتی تے مر جائی اخبار اس چھاپ دین گے جے فلا نا مرد ہو گیا۔

۱۔ اماں جی! بابو صاحب اس بات سے ڈر رہے ہیں کہ اگر قوبہ کی تو مرزاں ای خباروں میں چھاپ دیں گے کہ فلا نا مرد ہو گیا۔

ہابوچی تو اپنی باتوں سے باز نہ آیا۔

ہبھی ہابو صاحب لاک کے نے تو چک کہا۔ یہ انہوں نے بڑی دھمکی رکھی ہوئی ہے۔ مگر اس دھمکی میں کون آتے ہیں؟ صرف کمزور ایمان والے۔ غلام احمد جا جا کر حقہ بھرا اور پاندانا مجھے دے میں پان بنادوں۔ قاضی صاحب اور نوار وار دپان کھا کر اور حقہ نی کر لجھے اب اجازت دیجئے۔ رات خیریت سے گزرے تو انشاء اللہ کل حاضر ہوں گے۔ السلام علیکم و علیکم السلام!

دوسرے دن دروازے پر دستک

ہبھی گاموں دیکھا ج میچ ہی صح کون آن پکا؟

گاموں (دروازے کھولتے ہی) آئے آئے، آؤ لگھ آؤ۔ قاضی صاحب اور نوار دھکن میں داخل ہو کر "السلام علیکم!"

ہبھی علیکم السلام و رحمۃ اللہ رحمۃ الکمال الدار مرحمہ۔

قاضی صاحب کیا ہابو صاحب! بھی بیدار نہیں ہوئے؟

ہبھی رات باہر سے بہت ناوقت آ کرسوئے۔ ابھی بیدار ہوئے ہیں۔ غسل خانہ میں ہیں۔

ہابو صاحب (تلیہ گروپ پر نلتے ہوئے باہر آ کر) امی آج ایسے سویرے ہابو صاحب کو شاید اپنی کامیابی کی خوشی میں رات نینڈتھیں آئی۔ مگر قاضی صاحب آپ کو خلاف معمول اس قدر سویرے سامنہ پڑا۔

نووارد ہابو صاحب! اوقتی آپ کا خیال بالکل درست ہے۔ کچھ تو کامیابی کی خوشی اور کچھ میں اس لگر میں رہا کہ آج کی تقریر کو کس طرح ایسا منصر کروں کہ ایک دن میں تمام ہو جائے۔

ہابو صاحب رات تو مولوی صاحب نے مجھے بڑی طاقت کی کہ تو نے قاویان سے اجازت لئے بغیر یہ بحث کیوں شروع کی۔ میں نے کہا کہ حضرت آپ کو کیا خبر کہ میری زندگی کیسی تفعیل گز رہی ہے؟ مرنے کے بعد بھی مقبرہ تو خدا جانے نصیب ہو یا نہ ہو۔ میں طالزم آدمی خدا جانے دم کس ملک اور کس شہر میں نکل جائے اور پھر خدا جانے کوئی احمدی ڈاکٹر وہاں ہو یا نہ ہو کر تقدیق کر دے کہ یہ کسی متعددی مرض سے نہیں مرا کہ میرا جتازہ قادیان ملکی سکے۔ مگر گمراہ قادیانی کی مہربانی سے دوزخی مقبرہ بنا ہوا ہے۔ میں احمدی اور میری یہوی محمدی ہر وقت تنازعہ، ہر وقت جھکڑا۔ جب زندگی نہماں تھیں ہو گئی تو ناچار یہ فیصلہ کیا کہ اس روز روز کی حقیقی کا خاتمه کروں اور یہوی سے چاولہ خیالات کر کے جو حق ثابت ہو، اس پر دونوں قائم ہو جائیں۔ اس پر مولوی صاحب فرمانے لگے کہ چاولہ خیالات یہوی سے تو کرتے۔ مگر اس لیکے از کوہاٹ کو کیوں اجازت

دی کہ زہریلہ مادہ تمہارے کانوں میں ڈالے۔ میں نے کہا کہ میں ایسے ہج خیالات کا آدمی نہیں کہ قرآن و حدیث اور معقول بات کو کافر نہ دوں۔ اگر یہ مذہب ایسا ہے کہ قرآن و حدیث سے اسے خیس لگتی ہے۔ تو اس آئٹے کے چہاغ کی ہم کہاں تک حناعت کریں گے کہ باہر رکھو تو کوئے کھائیں اور اندر رکھو تو چوہ ہے۔

مولوی صاحب فرمائے گئے کہ یہ فتنے فاد تو گمردی میں آنحضرتؐ کی وجہ سے بھی پڑے ہوں گے۔ میں نے کہا کہ حضرت بداؤفوس ہے کہ آپ نے لکھے پڑھے ہو کر بلکہ مولوی کہلو اکر جاہلوں کی سی بات کی۔ کہاں آنحضرتؐ گمازنہ کہ چاروں طرف کفار ہی کفار اور کہاں یہ زمانہ جہاں دیکھو دینے دار مسلمانوں کے گمراہ میں یہ فساد ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس عیحدہ فرقہ بننے سے سوا اس کے کہ مرزا قاویانی کا نام دنیا میں قائم رہے۔ اسلام کو کیا فائدہ پہنچا؟ اچھا قاضی صاحب اپنے دوست کی تقریر پر شروع کرائیں۔

نووارد..... پابو صاحب آج کی میری تقریر اس بات پر ہو گی کہ بالفرض حال اگر ہم ایک منش کے واسطے تسلیم کر لیں کہ حضرتؐ مسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے اور آنے والا سعیؐ آنحضرتؐ کی امت میں سے ہو گا۔ نہ کہ ان کی اپنی امت میں سے تو بھی ہمیں اس عیسیٰ ابن مریم کی ٹلاش قاویان سے دور فاصلہ پر کرنی ہو گی۔ یہ قاویان ہرگز ہرگز اس لائق نہیں کہ اس کو مہدی، نبیؐ سعیؐ اور مجدد تو کیا مسلمان بھی مانا جاوے۔ کیونکہ ہمارے رسول مقبولؐ مکمل فداہ ابی وادی ہادی برحق نے اپنی امت کو جھوٹے نبیوں کے چکموں سے چجانے کے لئے صاف فرمادیا کہ خبردار ہو جاؤ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور آنے والے سعیؐ کا پورے طور تعین کر دیا کہ روح اللہ نبی اللہ۔ ابن مریم۔ پھر ان کا حلیہ بیان کیا۔ ان کا لباس ان کی جائے نزول اور زان کے کام بیان کر کے ان کے وقت میں دنیا کا جو رنگ ہو گا۔ وہ بھی بیان فرمادیا کہ لا ائمہ اور جنگلوں کا خاتمه ہو جائے گا۔ دولت اس قدر ہو گی کہ کوئی زکوڑ لینے والا نہ ملے گا۔ آپس میں عداوتوں جاتی رہیں گی۔ حسد جاتا رہے گا۔ زہریلے جانوروں کا زہر جاتا رہے گا۔ زمین صلح سے بھر جائے گی۔ وودھ میں برکت ہو گی وغیرہ وغیرہ۔ ان احادیث کو مرزا قاویانی نے بھی سمجھ مانا ہے۔ چنانچہ انہی نثاروں کے ساتھ اپنا آنا ظاہر کرنے کے لئے فرماتے ہیں:

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبیؐ کی حدیث کو

جو چھوڑتا ہے چھوڑو تم اس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم یضع المرب کی خبر

کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ
 میںی مسح جگنوں کا کر دے گا اتو
 جب آجائے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
 جگنوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
 بیویں کے ایک گھاٹ پر شیر اور گو پنڈ
 کھیلیں گے پیچے سانپوں سے بے خوف و بے گزند
 یعنی وہ وقت ان کا ہو گا نہ جنگ کا
 بھولیں گے لوگ مشغله تیر و تفنگ کا

(ضمیر تحویل گولو یہ میں ۲۷، خزانہ حج ۱۷۸۳ء)

ان اشعار کے ماتحت مرزا قادیانی کے مسح ہونے نہ ہونے کے امتحان کے لئے اول
 اس بات کو دیکھنا ہے کہ مرزا قادیانی کا زمانہ کب سے شروع ہوا اور کب ختم ہوا۔ ابتداء اس کی اگر
 مرزا قادیانی کی پیدائش سے لیں تو جگ ذیل ان کے زمانہ میں داخل ہیں۔

غدر دہلی و میرٹھ ۱۸۵۷ء

جنگ سرکاری ہیر (سرحد) ۱۸۶۳ء

جنگ جو اکی ۱۷۷۶ء

جنگ کامل ۱۷۸۰ء

جنگ سوڈان ۱۸۹۰، ۸۱

اگر ابتداء اس وقت سے لیں جب وہ بقول خود معمouth ہوئے تو جنگ ذیل ان کی
 مہدویت اور سیاحت میں ہوئی۔

جنگ برہما ۱۸۷۷، ۸۵

جنگ کالاڑھا کر (سرحد) ۱۸۹۰، ۸۸

جنگ بروڈی (سرحد) ۱۸۹۰

جنگ سانہ (سرحد) ۱۸۹۱

جنگ طاکنڈ (سرحد) ۱۸۹۵ء

جنگ تیراہ ۱۹۸۰، ۹۷

جنگ وزیرستان ۱۸۹۹ء

۱۹۰۱ء
۱۹۰۱ء

جنگ میمن و جنگ ٹنسوال
جنگ ہمند (سرحد)

اب رہا زمانہ تک کا کہان کا زمانہ کب تک تھا یا ہے۔

مرزا نیوں سے جب ہم پوچھتے ہیں کہ تھا رے مرزا قادیانی نے (چشمہ معرفت ص ۸۲) خواہیں ج ۲۲ ص ۹۰ پر لکھا ہے: ”میرے زمانہ میں تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں گی اور ایک ہی نزد ہب اسلام ہو جائے گا۔“ لیکن ایسا تو نہ ہوا تو وہ ہمیں جواب دیتے ہیں کہ جو زمانہ گزر رہا ہے۔ یہ بھی انہی کا زمانہ ہے اور یورپ اور امریکہ میں اب لوگ اسلام قبول کرنے لگ گئے ہیں۔ ہم اگر مرزا قادیانی کا زمانہ ان کی زندگی تک ہی مانا جائے تو یہ دعویٰ ان کا یا پیشین کوئی ان کی سراسر جوئی ثابت ہوتی ہے اور اگر ان کی وفات کے بعد کا زمانہ بھی انہی کا زمانہ سمجھا جائے تو جنگ ذیل بھی انہی کے زمانے میں ہوئے۔

جنگ جرمن جس کی نظر دریا میں نہیں پائی جاتی

۱۹۱۸ء، ۱۹۱۹ء

جنگ افغان لیجن افغان وار

۱۹۱۹ء

جنگ محمود وزیر

۱۹۲۲ء

ان جنگوں میں سے جنگ یورپ یا دوسرے الفاظ میں جنگ جرمن وہ جنگ ہے کہ جب سے خدا نے زمین اور آسمان پیدا کئے۔ انہی جنگ دیکھنے سننے میں نہیں آئی بلکہ خر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ تھا کہ میں تمام دنیا کی طرف بیجا گیا ہوں۔ ہم اگر ان کے آنے سے جنگوں کا خاتمہ ہونا تھا تو تمام دنیا کے جنگوں کا خاتمہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن میں نے مرزا قادیانی کی رعایت کر کے تمام دنیا کی جنگوں کو نہیں لیا۔ صرف انہی جنگوں کو لیا ہے جن میں وہ بادشاہ ایک فریق تھا۔ جس کی سعی صاحب اور مهدی صاحب رعایت میں تھے اور ان کل جنگوں میں سواتھیں جنگوں کے فریق دوم مسلمان اور آنحضرتؐ کی امت اور اگر مرزا قادیانی آنحضرتؐ ہی تھے۔ تو مرزا قادیانی کی ہی امت۔ ہم مرزا قادیانی اگر سمجھتے۔ (خاک بدھن) تو انہوں نے کس کو جنگ سے روکا اور کون سی جنگیں پنڈ کرائیں۔ عیسائیوں کی جنگ مسلمانوں سے یا عیسائیوں کی جنگ عیسائیوں یا عیسائیوں کی جنگ بدھ مت والوں سے؟ اگر کہا جائے ہندوؤں کی مسلمانوں سے یا ہندوؤں کی ہندوؤں سے تو وہ کب تھیں؟

مرزا قادیانی کے زمانہ میں دنیا میں سانپوں کے کائٹے سے بچوں کا نہ مرنا اور شیروں کا بھیڑوں کو چھوڑ کر چاکریا گھاس کھا کر گزارہ کرنا۔ اموات پیدا اُش اور علیٰ حیوانات در عدوہ کے

نقشہ جات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ روپیہ کی افراط حکم اکم لیکس کے قائم ہونے سے معلوم ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ اس مدھی سیحت اور مهدویت نے خدا پر اکم لیکس کی عذرداری کی کہ میں اکم لیکس ادا نہیں کر سکتا اور وہ منظور بھی ہو گئی۔ زکوٰۃ کے لئے سعیح صاحب نے مسلمانوں کے آگے خود ہاتھ دراز کیا کہ زکوٰۃ سے میری کتابیں خریدو۔ ووہ میں اتنی برکت ہوئی کہ گھنی طبیبوں کے شخوں میں لکھے جانے کے لائق ہو گیا۔ زمین صلح سے بھرجائے گی کے معنی زمین فتوہ و فساد سے بھرجائے گی۔ حد و بغض اور توکیہ سے رفع نہیں ہوا۔ شاید مرزا قادریانی کی امت کی جو تین چار پارٹیاں ہیں۔ ان سے رفع ہو گیا ہو۔

گاموں (چائے میز پر رکھتے ہوئے) بادشاہ ہو جد توڑی ہتھ دلچسپی کوارنہ ہو وے،
قلم ہال وی کدے جنگ بند ہوئے ہیں؟

نووارد نہیں گاموں تو یہ کیا کہتا ہے۔ میں نے سنائے کہ یورپ والوں نے یورپ کا فساد رفع کرنے کے لئے مرزا قادریانی کی کتابیں طلب کی ہیں اور وائراء نے ایک ہائی ان کے اشتہاروں اور کتابوں کا لاڈر بذریعہ تاریخ اسلام پر بھیجا ہے۔ تقدیمہ

بیوی قاضی صاحب آج آپ چائے کیوں نہیں پیتے؟

قاضی صاحب چائے کی پیالی اٹھا کر اور منہ کے قریب لا کر، بیوی جی! اس مباحثے نے تو مجھے پاگل کر دیا۔ ایک شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنے نبی ہونے کے ثبوت میں کہتا ہے کہ اے لوگو! میرے زمانہ میں کل مذاہب پاٹلہ اسلام میں جذب ہو کر اسلام ہی اسلام رہ جائے گا۔ جنگ ایسے بند ہوں گے کہ تیر و تفنگ چلانا ہی لوگ چھوڑ دیں گے۔ زمین صلح سے بھرجائے گی۔ شیر اور گوفند ایک گھاٹ سے پانی نہیں گے۔ پنج سانپوں سے کھلیں گے وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں مسلمانوں کو فرماتا ہے کہ میر ا رسول جو تمہیں دے وہ لے لواور جس چیز سے تمہیں منع کرے باز رہو۔ رسول مقبول ہاواز بلند فرماتا ہے ہیں کہ اے مسلمانو! میری امت میں ۳۲ جھوٹے رسول پیدا ہوں گے۔ ان سے چھتا۔ توریت کہہ رہی ہے کہ جس نبی کی ایک ٹیشیں کوئی بھی جھوٹی لکھے اسے قتل کرو۔ اب میں اپنی آنکھوں و یکھ رہا ہوں کہ اس نبی کی تمام ٹیشیں کوئیاں جھوٹی ہی نہیں ثابت ہوئیں بلکہ قدرت ان سب کا ضد عمل میں لاتی ہے۔ لیکن قرآن مجید اور حدیث اور حکم توریت کے خلاف بھی لوگ ہیں کہ اس کو نبی مان رہے ہیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ جان مار رہے ہیں کہ اور لوگ بھی اسے نبی بنائیں۔

باوصاحب مگر جنگوں سے تو مرزا قادریانی کی مراد جہاد ہیں۔

لووارو..... اجی لاحول ولا قوت۔ یہ تو گورنمنٹ کے خوش کرنے کے لئے بات بنائی گئی۔ اصل حدیث کو لو جس کا اس نظم میں حوالہ دیا گیا ہے اور جہاد کو مرزا قادریانی نے خود فرمائی جگہ مانا ہے۔ علاوہ بریں ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے کہ زمین صلح سے بھر گئی یا بد اخلاقی سے اور وین کی لڑائیاں مرزا قادریانی نے کب اور کہاں بند کرو دیں؟

قاضی صاحب..... (چائے کی بیانی میز پر رکھ کر) بابو صاحب!

حیف ہاشد چو مرغے داسیر تھے

آپ جیسے فضل کا اس دام میں اسیر ہونا نہایت شرمناک ہے۔

بابو صاحب..... جواب کو ایک بناوٹی ڈکار میں ٹال کر گاموں ابرتن اٹھا۔ اچھا بابو کچھ اور.....

لووارو..... بابو صاحب! مرزا قادریانی آنجمانی اپنی کتاب (ضرورۃ الامام ص ۲۳، بجز ائم ج ۱۳ ص ۳۹۵) پر بڑے جملی حروف میں لکھتے ہیں: ”نام ازلیان میں ہوں۔“ اور اسی رسالہ کے (ص ۱۱، بجز ائم ج ۱۳ ص ۳۸۲، ۳۸۱) پر امام ازلیان کی تعریف یوں کرتے ہیں: ”مصیتیوں اور اہلاؤں کے وقت اور نیز اس وقت جب سخت و شن سے مقابلہ آپ پرے اور کسی نشان کا مطالبہ ہوا اور یا کسی فتح کی ضرورت ہو اور یا کسی کی ہمدردی و اجرات سے ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف جمکتے ہیں کہ ان کے صدق اور اخلاص اور محبت و دقا اور عزم لاپیٹک سے بھری ہوئی وعاءوں سے طاء اعلیٰ میں ایک شور پر جاتا ہے اور ان کی محبویت کی تقریعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلطہ پیدا ہو کر ملائکہ میں اخطراب ڈالتا ہے..... ان کے اقبال علی اللہ کی حرارت یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سخت توجہ کی گرجی آسمان پر کم ہونا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں۔ اخ

میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی اسکی بدعا بھی ہو گی جو اپنے منہ امام ازلیان نے مولوی محمد حسین صاحب بیالوی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پیالوی کی نسبت جنمیوں نے آپ کی زندگی تفتح کر کے ناک میں دم کر کھاتھا، کی نہ ہو اور مرزا سلطان احمد غاصب آسمانی مکوحہ کی نسبت رات کو چار پائی پر کردش لیتے ہوئے جس قدر گرم بدعا میں بے اختیار مرزا قادریانی کے جسم و دول سے نکلی ہوں گے۔ وہ تو حسب محاورہ اگر یہی بیان کرنے کی نسبت قیاس میں اچھی آسکتی ہیں۔ مگر کیا ہوانہ طاء اعلیٰ میں شور پڑا۔ نہ آسمان پر کوئی دردناک غلطہ پیدا ہوا۔ نہ کوئی تقدیر بدلتی۔ اب اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت اس بات کا ہو سکتا ہے کہ مرزا قادریانی امام ازلیان ہونے کے دوے میں بھی جبوٹے تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ مرزا قادیانی کو الہام ہوا تھا کہ میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا۔ سو ائے ان کے جو تیرے شرکوں کی نسبت ہوں۔ سو اول تو پیشہ کوں پر جھوٹے دعوے کر کے مقدمات ہارنے کے اختال کے لئے پیش بندی تھی۔ دوسرا مرتضیٰ سلطان احمد سے تو شرکت پیدا ہو گئی تھی۔ مگر دیگر صاحبان سے بقول مرزا قادیانی مجھ کو سمجھنیں آتی کہ کیا شرکت تھی اور یہ الہام بھی بالکل خلاف قیاس ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ الہام کرتا کہ سب سے زیادہ برے تم رے اپنے رشتہ دار ہیں۔ کوئی چڑھوں کا نہیں بنتا ہے۔ کوئی تھجھوں کا سردار بنتا ہے۔ کوئی عیسائی ہو جاتا ہے۔ کوئی سماج میں داخل ہو جاتا ہے۔ کوئی تجھے ٹھنگ اور دکاندار اسکے کرایہ دہڑکی تجھے نہیں دیتا۔ جس کا ہم نے تم رے ساتھ لکھ کر دیا ہے۔ ان کی نسبت تو جو دعا یعنی خواہش کرے گا۔ میں اسے بقول کرلوں گا۔ لیکن علمائے دین کی نسبت بقول نہ کروں گا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ پہاندی شریعت کر رہے ہیں۔ تو ایسا الہام ماننے کے لائق ہوتا۔

پابو صاحب مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ میری دو قرآن کی طرح خطاء پاک ہے۔

(اقل کفر کفر بناشد) شعر

آنچہ من بشوم زوجی خدا
بخدا پاک داش رخطا
پھو قرآن منزہ اش دام
از خطاء ہائمن است ایمان

(در اثنین فارسی ص ۹۹، اہنزوں اسحص ص ۹۹، خزانہ حج ۱۸۷۷)

اور اپنی پیشین گوئیوں کی نسبت فرماتے تھے۔ ہمارے صدق یا کذب جانپنے کے لئے ہماری پیشین گوئی سے بڑھ کر کوئی حکم امتحان نہیں ہو سکتا۔ (تینہ کمالات ص ۲۸۸، خزانہ حج ۵۵۔ ص ۲۸۸، اربعین نمبر ۲ ص ۲۱، خزانہ حج ۷۴ اس ۳۶۸) پر مرزا قادیانی اپنا ایک الہام درج کرتے ہیں: ”خلدی تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ تم رے لئے میں نے دن اور رات پیدا کیا۔ اب بخششیت آنحضرت کے ہر روز ہونے کے مرزا قادیانی کی آرزدی ہوئی چاہئے تھی کہ اے اللہ تجھے فریب رکھ، فرب سارا در غرب یوں میں افہانی یہ کہاں میرا اگر ناپاک دولت سے بھروے۔ ان کی مراد یہ ہوئی چاہئے تھی کہ خدا اکل دنیا پر رحم کر کے عیسائیوں، یہودیوں، بدھوں، وہریوں کو آنحضرت کا ملک پر چھوادے۔ نہ کہ پانچ لاکھ کم چالیس کروڑ مسلمان کافر ہو جائیں اور دنیا قبطوں، جگنوں اور بیماریوں سے بناہ ہو جائے۔

ان کی مراد یہ ہوئی چاہئے تھی کہ نہ بہ دجال پر زوال آتے۔ نہ یہ کہ ہزار ہا مسلمان بزرگ شیریں سائی ہنائے جائیں یا مل کئے جائیں یا زندہ جلا دیئے جائیں۔ بلکہ فقادیے جائیں۔ مرزا قادیانی کی مراد یہ ہوئی چاہئے تھی کہ میں حج کروں اور جس کا برداشت ہوں اس کے روضہ مبارک کی زیارت سے اپنی آنکھیں سرور کروں۔ نہ یہ کہ ان باتوں سے محروم رہ کر بغیر ادائے فریضہ حج اس جہاں سے چل دوں اور کوئی وصیت بھی نہ کر سکوں۔ تجھے ۸۰ سال زندہ رہیں گے یا اس کے قریب یا اس سے بھی چند سال زیادہ (اربعین نمبر ۲۳، خزانہ حج ۷۷ ص ۲۸۰) نعمت اللہ ولی کی پیشیں گوئی میں ہے کہ وہ مبuous ہونے کے وقت سے چالیس برس تک عمر بادے گا۔

(ثان آسانی ص ۲۲، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۶۲)

مرزا قادیانی ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے۔ اس حساب سے ۲۸ سال زندہ رہے۔ پس اربعین والا الہام بھی جھوٹا اور نعمت اللہ ولی کی پیشیں گوئی کو اپنے پر چھپاں کرنا بھی جھوٹے نبی ہونے کی دلیل۔ کیونکہ ۲۸ سال کی عمر میں آپ بقول خود مبuous ہوئے اور اس کے بعد ۳۰ سال نہیں صرف ۲۸ سال زندہ رہے۔

”تَرْدَ الِّيْكَ اَنْوَارَ الشَّبَابِ“ یعنی جوانی کے نور تیری طرف گوو
کریں گے۔ (حقیقت الحقیقی ص ۳۰۶، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۱۹) جس کے ایک سال بعد آپ اس جہاں سے روپکر ہو گئے۔ ہر ایک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا۔ (ظہیر تحدہ گلزاری ص ۲۰، خزانہ حج ۷۷ ص ۲۷) اب مرزا قادیانی کی بیماریاں ان لو۔

..... ”یہ ہاجز ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں جلا ہے۔“

(برکات الدعا ص ۲۳، خزانہ حج ۶۶ ص ۲)

..... ۲ ”ایک دفعہ نصف حصہ اسفل بدن کا میرا بے حس ہو گیا۔“

(حقیقت الحقیقی ص ۲۳۳، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۵۵)

..... ۳ ”ایک دفعہ تو لنج زیری سے خت بیار ہوا۔“ (حقیقت الحقیقی ص ۲۳۲، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۳۶)

..... ۴ ”ایک دفعہ بیاعث مرض ذیا بیطس جو قریباً میں سال سے بھی دامن گیر ہے۔“

(حقیقت الحقیقی ص ۳۰۶، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۱۹)

..... ۵ ”لیکن اتفاقاً تابعی دردگردہ شروع ہو گیا..... اس سے پہلے تجھے ایک دفعہ دن برابر دردگردہ رہی تھی اور میں اس سے قریب موت ہو گیا تھا۔“

(حقیقت الحقیقی ص ۲۳۵، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۵۸)

۶..... ”مجھے دو بیماریاں مدت سے تھیں۔ ایک شدید درد سر جس سے میں نہایت بے تاب ہو جاتا تھا۔ یہ مرض تقریباً چھپیں برس تک دامن گیر رہی اور اس کے ساتھ دران سر بھی لاحق ہو گیا۔ دوسری مرض ذیا بیطس جو قریباً ۲۰ برس سے ہے اور اب تک ۲۰ دفعہ کے قریب ہر روز پیشاب آتا ہے۔“ (حقیقت الوقی عص ۳۶۲، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۳۷۷)

۷..... ”اور علاوہ ذیا بیطس اور دران سر اور تن قلب کے دل کی بیماری کا اثر بھی بکھی رفع نہیں ہوا تھا۔“ (نزول الحج ص ۴۰۹، خزانہ حج ۱۸۸ ص ۵۸۷)

۸..... ”ایک دفعہ مجھے مرض ذیا بیطس کے سبب بہت تکلیف تھی۔ کمی دفعہ ۱۰۰، امریبہ ون میں پیشاب آتا تھا۔“ (نزول الحج ص ۴۳۵، خزانہ حج ۱۸۸ ص ۵۹۳)

۹..... بیان صاحب سول سر جین گوردا سپور مندرج صفحہ ۵۸ مرزا قادریانی پر مقدمہ کتاب روئیداد مقدمات قادریانی۔ دوسری دفعہ میں نے مرزا قادریانی کو ۱۹۰۳ء میں دیکھا۔ اس کو اس وقت پرانی کھانی کی تیزی کا دورہ تھا۔

پاہو صاحب ایمانا کہنے کی ہستال میں آپ نے اپنی عمر میں کوئی ایسا بیار دیکھا جس کی محنتی پر اتنی بیماریاں درج ہوں؟ قہقہہ

اب اس الہام کے جھوٹے ہونے میں تو کچھ لٹک باقی نہیں رہا کہ ذیا بیطس جیسا غبیث مرض ہو۔ بیس سال سے ہو۔ دن میں سو سو دفعہ پیشاب آؤے اور الہام یہ ہو کہ ہر ایک غبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھے گا۔ لیکن خرابی ایک اور پیدا ہو گئی۔ یعنی مرزا قادریانی نے لکھا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو دوز عفرانی چادروں میں ملبوس ہوں گے۔ ان دو چادروں سے مراد میری دو بیماریاں ہیں اور اب جبکہ دو بیماریوں کا تھیں نہ رہا تو وہ ہنادٹی تغییرہ بھی کافر ہو گئی۔ اب یا تو حدیث میں دو چادروں کی جگہ دس چادریں پڑھو یا مرزا قادریانی کو چادروں سے بیماریاں مراد لینے میں مکار بکھو۔ عجب تماشہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بیان میں آنحضرت اتنے کا طریق بیان فرمائے ہیں۔ اتنے کی جگہ بیان فرمائے ہیں اور بجائے ان کے لباس بیان فرمائیں کہ آپ کس لباس میں ہوں گے۔ بیماریاں بیان کرتے ہیں۔ بھلا یہ بیماریاں بیان کرنے کا کیا موقع تھا؟ ہمے خود فرضی تیر استیا نا اس واقعہ سے بہت پہلے میرے پر خدا نے ظاہر کیا کہ نشی اللہ بخش ان خیالات فاسدہ پر قائم نہیں رہے گا اور آخراں خیالات سے رجوع کرے گا۔“

(تعریف حقیقت الوقی عص ۱۰۳، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۵۳۹)

”انی سا خبرہ فی الآخرۃ وقت انک لست علی الحق“ میں مولوی محمد حسین بیالوی کو آخر وقت میں خردے دوں گا کہ حق پر نہیں ہے۔

(حقیقت الوجی ص ۱۰۲، اخراج ان ج ۲۲ ص ۱۰۶)

بایو صاحب فرمائیے! کس کے سامنے فتنی الہی بخش مرحوم نے رجوع کیا اور کس دن مولوی محمد حسین مرزا قادریانی پر ایمان لائے؟ ان کا جائزہ بھی مولوی شاہ اللہ صاحب نے امر تر سے جا کر پڑھا۔ اب اس میں کچھ تکمیل باقی ہے کہ یہ الہام جھوٹ تھے۔

بایو صاحب کوئی ایسا الہام مرزا قادریانی کا بیان کیجئے جس کا جھوٹا ہونا دو اور دو چار کی طرح صاف ہو؟

نووارو بہت بہتر! کڈا کٹر عبد الحکیم خان۔

بایو صاحب اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی نسبت میں خود تعلیم کر چکا ہوں کہ غصہ کی حالت میں اتنا گیا۔

قاضی صاحب نہیں بایو صاحب! اسے بھی بیان کرنے دیجئے۔ آپ کو تو معلوم ہو گا۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا الہام تھا اور اس کا کیا انجام ہوا؟ یہوی جی نے جو قصہ کڈا کٹر صاحب کا بیان کیا وہ تو مرزا قادریانی کا خدا کی جھوٹی قسمیں کھانا خاہر کرتا تھا۔ ہاں مولوی صاحب فرمائے۔

نووارو قاضی صاحب میں کیا عرض کروں؟ مرزا قادریانی کا یہ اشتہار پڑھ لیجئے۔ جو حقیقت الوجی (اشتہار خدا پر کامی ص اخراج ان ج ۲۲ ص ۲۰۹) میں درج ہے۔

قاضی صاحب (حقیقت الوجی ہاتھ میں لے کر) ”بسم الله الرحمن الرحيم نحمدہ و نصلی علی رسوله الکریم“ اس امر سے اکثر لوگ واقف ہوں گے کہ کڈا کٹر عبد الحکیم خان صاحب جو تجیناً ۲۰ برس تک میرے مزیدوں میں داخل رہے۔ چند دنوں سے مجھ سے بر گشٹ ہو کر سخت خالف ہو گئے ہیں اور اپنے رسالہ اسح الدجال میں میرا نام کذاب، مکار، شیطان، دجال، شریر، حرام خور کہا ہے اور مجھے خائن اور حکم پرست اور نفس پرست اور مفسد اور مفتری اور خدا پر افتکاء کرنے والا قرار دیا ہے اور کوئی ایسا عیب نہیں ہے جو میرے ذمہ نہیں لگایا۔ گویا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ ان تمام بدیوں کا مجموعہ میرے سوا کوئی نہیں گزرا اور پھر اسی پر کفایت نہیں کی۔ بلکہ بخوبی کے پڑے شہروں کا دورہ کر کے میری حبیب شماری کے بارہ میں پھر دیئے اور لا ہور اور امر تر اور پیالہ اور دسرے مقامات میں انواع و اقسام کی بدیاں عام جلوسوں

میں میرے ذمہ لگائیں اور میرے وجود کو دنیا کے لئے ایک خطرناک اور شیطان سے بدتر ظاہر کر کے ہر ایک پیغمبر میں مجھ پر بُلی اور تمثیلاً اڑایا۔ فرض ہم نے اس کے ہاتھ سے وہ دکھا لھایا۔ جس کے بیان کی حاجت نہیں۔“

تو وارو..... پاپو صاحب خیال رکھئے گا امام الزمان صاحب کی حالت زار کا، اور پھر میاں عبدالحکیم صاحب نے اسی پر بُس نہیں کی بلکہ ہر ایک پیغمبر کے ساتھ یہ پیشین گوئی بھی صدھا آدمیوں میں شائع کی کہ مجھے خدا نے الہام کیا ہے کہ یہ شخص تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائے گا اور اس کی زندگی کا خاتمه ہو جائے گا۔ کیونکہ کذاب اور مفتری ہے۔ میں نے اس کی ان پیشین گوئیوں پر صبر کیا۔ مگر آج ۱۳ اگست ۱۹۰۶ء ہے۔ پھر اس کا ایک خط ہمارے دوست فاضل جلیل مولوی نور الدین صاحب کے ہاتم آیا۔ اس میں بھی میری نسبت کی قسم کے عیب شماری اور گالیوں کے بعد لکھا ہے کہ ۱۲ از جولائی ۱۹۰۶ء کو خدا تعالیٰ نے اس شخص کے ہلاک ہونے کی خبر مجھے دی ہے کہ اس تاریخ سے تین برس تک ہلاک ہو جائے گا۔ جب اس حد تک نوبت ہنگی تو اب میں بھی اس بات میں کچھ مضاائقہ نہیں دیکھتا کہ جو کچھ خدا نے اس کی نسبت میرے پر ظاہر فرمایا ہے۔ میں بھی شائع کروں اور درحقیقت اس میں قوم کی بھلائی ہے کیونکہ اگر میں درحقیقت خدا تعالیٰ کے نزدیک کذاب ہوں اور کچھ سال سے دن رات خدا پر افتراء کر رہا ہوں اور اس کی عظمت و جلال سے بے خوف ہو کر اس پر جھوٹ پا دعتا ہوں اور اس کی تلوق کے ساتھ بھی میرا یہ محاطہ ہے کہ میں لوگوں کا مال بد دیانتی اور حرام خوری کے طریقہ سے کھاتا ہوں اور خدا کی تلوق کو اپنی بد کرداری اور فس پرستی کے جوش سے دکھو دیتا ہوں تو اس صورت میں تمام بد کرواروں سے بڑھ کر سزا کے لائق ہوں ہا کل لوگ

۱۔ آپ کے ان اشعار کی یہاں قلمی کھل گئی کہ:

آنچھے من بشنوم زوجی خدا..... بخدا پاک دائمش رخطا
پیغمبر قرآن منزہ اش دائم از خطاها ہمین است ایمانم
(دریشن میں ۲۷۱، فارسی)

محل مشہور ہے آپ نے ڈیپوں باہمنا جگان بھی نالے، خود تو مرزا قادریانی علیہ ماعلیہ جھوٹے تھے۔ مگر قرآن کو بھی ساتھ لے ڈوبے اپنے منہ میاں مشو بنتے تھے۔ جھوٹی قسمیں کھا کر بندے خدا کے تیرے سے گئے۔

میرے فتنے سے نجات پائیں اور اگر میں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ میاں عبدالحکیم خان نے سمجھا ہے تو
میں امید رکھتا ہوں کہ خدا مجھ کو اسکی ذلت کی موت نہیں دے گا کہ میرے ۲ آگے بھی لعنت ہو اور
(حقیقت الودی اشتہار خدا چچے کا حادی ص ۱، جز اول، ج ۲۲، ۳۰۹، ۳۰۰)

بیچھے بھی۔“

کاموں اچھا بابو بھی مر جا انہاں تناں سالاں وچ موسیا کہ بھوں۔

نووارو (ایک بڑا قبیلہ لگا کر) کاموں! میں ڈرتا ہوں کہ ہاں صاحب اس سوال کے جواب
میں ناراض ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس میں ایک بڑا اخت کلمہ گے بیچھے لعنت لے کر منے کا ہے۔
ہاں صاحب مگر اس نسبت تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ سب کچھ مرزا قادریانی نے
غصہ کی حالت میں کہا۔

نووارو کاموں مرزا قادریانی اسی تین سال کی میعاد میں ہی فوت ہوئے، ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء کو۔
کاموں اتے ایڈا کٹر کدوں ہویا؟

نووارو کیم جولاں ۱۹۰۸ء کو یعنی مرزا قادریانی سے ۱۲ بر س بعد۔

قاضی صاحب کاموں خاموش۔ میں خدا کی آنکھ سے تھنی نہیں۔ مجھے کون جانتا ہے۔ مگر
وہی اس لئے میں اس وقت دو پیشین گوئیاں یعنی میاں عبدالحکیم خان کی میر نسبت پیشین کوئی اور
اس کے مقابل پر جو خدا نے میرے پر ظاہر کیا ذمیل میں لکھتا ہوں اور اس کا انصاف خدا نے
 قادر پر چھوڑتا ہوں اور وہ یہ ہیں: میاں عبدالحکیم خان صاحب استثنی سرجن پیالہ کی میری
نسبت پیشین کوئی جواہری مولوی قورالدین صاحب کی طرف اپنے خط میں لکھتے ہیں۔ مرزا
 قادریانی کے خلاف ۱۲ بر جولاں ۱۹۰۶ء کو یہ الہامات ہوئے ہیں۔ مرزا صرف، کذاب اور عیار ہے۔
صادق کے سامنے شریف فا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال تھائی گئی ہے۔ اس کے مقابل پر وہ
پیشین کوئی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میاں عبدالحکیم خان صاحب استثنی سرجن پیالہ کی

۱۔ تو ایسا ہے کیسے نہیں ذرا صبر تو کراہی تیری نبوت اور مسیحت اور الہاموں کی قلیٰ کھلتی ہے۔

۲۔ ذرا صبر کر لی کی ہی موت سے تو میریوں کی آمنا وحدت اپنے جام سے ہاہر کل گیا ہے

اور اپنے آپ کو کچھ بھی خطا نہیں۔

۳۔ مرزا قادریانی مع الخیر خود ہی خدا تھے۔ جو کچھ کہنا چاہئے تھے کہہ دیتے تھے۔ مجھے یہ الہام
ہوا کہ مجھ پر خدا نے یہ ظاہر کیا ہے آمنا وحدت اور الوحدات سے وہ سلوک کرے جس کے قم مستوجب ہو۔
۴۔ بھلے مالیں سارا جھڑا تو یہ ہے کہ خدا کو ہی نہیں مانتا تھا۔ خدا اور رسول پر تیرا ایمان
وکھادیے کے لئے تھا۔ غریب مسلمانوں سے چندہ لے کر عیش و محنت کے لئے۔

نسبت مجھے معلوم ہوئی جس کے الفاظ یہ ہیں: ”خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ان پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ فرشتوں کی کمی ہوئی تواریخ پر آگے ہے۔ مگر تو نے وقت کونہ پھیلانہ دیکھا نہ جانا۔“ رب فرق میں صادق و کاذب انت تری کل مصلح و صادق۔“ (حقیقت الہی اشتہار خدا چ کا حامی م ۲، بخراں ج ۲۲ ص ۳۰، ۳۱)

اشتہار تو ختم ہو گیا اس کے نیچے کچھ نوث ہیں۔ کیا وہ بھی پڑھوں؟

نووارو..... ضرور۔

قاضی صاحب..... ”خداۓ تعالیٰ کا یہ فقرہ کہ وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ یہ خداۓ تعالیٰ کی طرف سے عبدالحکیم خان کے اس فقرہ کا رد ہے کہ جو مجھے کاذب اور شریر قرار دے کر کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریفنا ہو جائے گا۔ گویا میں کاذب ہوں اور وہ صادق اور وہ مرد صالح ہے اور میں شریر اور خداۓ تعالیٰ اس کے رو میں فرماتا ہے کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ ذلت کی موت، ذلت کا عذاب ان کو تصیب نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ ہو جائے اور صادق اور کاذب میں کوئی امر فارق نہ رہے۔“

☆..... ”اس فقرہ میں عبدالحکیم مخاطب ہے اور فرشتوں کی کمی ہوئی تواریخ سے آسمانی عذاب مراد ہے کہ جو بغیر ذریعہ انسانی ہاتھوں کے ظاہر ہو گا۔“

☆..... ”یعنی تو نے یہ غور نہ کی کہ اس زمانہ میں اور اس نازک وقت میں امت محمدیہ کے لئے کسی دجال کی ضرورت ہے یا کسی مصلح اور مجدد کی۔“

☆..... ”یعنی اے میرے خدا صادق اور کاذب میں فرق دکھلا۔ تو جانتا ہے کہ صادق اور مصلح کون ہے؟ اس فقرہ الہامیہ میں عبدالحکیم خان کے اس قول کا رد ہے۔ جو وہ کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریفنا ہو جائے گا۔ پس چونکہ وہ اپنے تین صادق شہزادے ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ تو صادق نہیں ہے۔ میں صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلاوں گا۔“ (الشہر بر زاغلام احمد سعیج موجود قادیانی ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۳ھ جادوی الثانی، حقیقت الہی اشتہار خدا چ کا حامی م ۲، بخراں ج ۲۲ ص ۳۱)

قاضی صاحب..... ہا یو صاحب مرزا کے چے اور جوٹے ہونے کا جب بوجب ان کے الہام کے خدا نے ہی فیصلہ کر دیا تو نبود بالله خدا کے فیصلہ کے سامنے میر افیصلہ کیا واقعۃ رکھے گا۔ خدا نے فیصلہ کر دیا کہ مرزا جھوٹا تھا اور جو کچھ وہ کہتا تھا سب جھوٹ تھا۔ برخلاف اس کے ڈاکٹر عبدالحکیم خان سچا تھا اور جو کچھ اس نے کہا سب سچ تھا۔ مگر مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کے اس فقرہ کا مطلب نہیں سمجھا کہ ”خدا مجھ کو اسکی ذلت کی موت نہیں دے گا کہ میرے آگے بھی لمحت ہوا دریچے بھی۔“

لووارد..... قاضی صاحب ڈاکٹر صاحب نے حکیم نور الدین کے ذریعہ مرزا قادریانی کو اطلاع دی کہ ۱۲ ارجولائی ۱۹۰۶ء کو خدا نے مجھے بذریعہ الہام اطلاع دی ہے کہ مرزا قادریانی آج سے تین سال کے اندر ہلاک ہو جائیں گے۔ امام الزمان کو مدد اس کے الہام کنندہ کے یہ لفظ الہام نہایت سخت اور ناقابل برداشت معلوم ہوا۔

اس نے مرزا قادریانی نے اس اشتہار میں لکھا کہ اگر میں ڈاکٹر صاحب کے الہام کے مطابق مردوں تو وہ موت میرے لئے الی ہو گی کویا میں آگے بھی لعنت اور یچھے بھی لعنت لے کر مرا اور الہام کنندہ نے فوراً سے پہلے الہام اتا رہا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم جھوٹا ہے اور تو صادق ہے۔ کاذب صادق کی زندگی میں مرے گا درجنہ دنیا کے کل کار و بار خراب ہو جائیں گے۔

بالیو صاحب قاضی صاحب اول تو میں اس الہام کی بابت خود تسلیم کرتا ہوں کہ یہ مرزا قادریانی نے غصہ میں اتا رہا۔ دوسرے یہ کہ مرزا قادریانی نے بیان کر دیا تھا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ میری موت قریب ہے۔ اس کی خبر ڈاکٹر عبدالحکیم نے پا کر شائع کر دیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ مرزا قادریانی ۱۲ ارجولائی ۱۹۰۶ء سے تین سال کے اندر رفت ہو جائیں گے۔ یعنی آپ کا وصال ہو جائے گا۔

قاضی صاحب آپ نے یہ کیا فرمایا؟ قرآن شریف میں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ”وَمِنْ أَظْلَمُ مَنْ يَعْنِي إِفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَّقَالَ أَوْحَى إِلَى وَلِمْ يَوْمَ الْحِسْبَارِ شَيْئًا (پ ۱۷۷)“ یعنی اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ جو خدا پر افتراء کرے یا کہے کہ مجھے وحی ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کی طرف وحی نہ ہوتی ہو۔ تو ہاں خدا نے کسی غصیل کو معافی بھی دی ہے؟ مفتری علی اللہ کو تو خدا سب سے بڑا ظالم قرار دیتا ہے اور عام ظالم پر اللہ یعنی بھیجا ہے۔ تو مفتری علی اللہ کتنی لعنتوں کا مستحق ہونا چاہئے؟ اور دوسرا اعلار آپ کا بھی فضول ہے کہ مرزا قادریانی کے موت کے الہام کی خبر پا کر ڈاکٹر صاحب نے کہہ دیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ مرزا قادریانی تین سال کے اندر رفت ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس اشتہار میں مرزا قادریانی نے اس اپنے الہام کا ذکر نہیں کیا اور اس میں کچھ ٹک ہے کہ مرزا قادریانی کو موت کا الہام پہلے ہوا اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی الہامی میعاد کے اندر نہ مرنے کا بعد میں اور جائے تجب ہے کہ مرزا قادریانی کو جو موت کا الہام ہوا اس میں کوئی دن یا مہینہ یا سن یا میعاد نہ ہو، بالکل بے معنے ہو اور ایک غیر شخص کو مرزا قادریانی کی

لے یہاں مرزا قادریانی امام الزمان کو پہنادہ قول بالکل بھول گیا کہ ایک متین عالم کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ الہام اور کشف کا نام من کر چک ہو جائے اور لمبی چون وچ اسے باز آ جائے۔
(از الـ اول م ۱۳۸، بـ خـ اـ نـ جـ ۳۲۵)

موت کا الہام ہو تو اس میں موت کی میعاد تقریر ہو اور پھر وہ میعاد اُسکی صحیح ثابت ہو کہ مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں جتنی الہامی پیشین گوئیاں کی کی موت کی کی ہوں۔ اُسی صحت کے ساتھ پوری شہوئی ہوں۔ مثال کے طور پر دیکھنے پڑت لکھرام کے آسمانی عذاب کی میعاد چرسال قتل کیا گیا۔ ۲۲ سال میں مرزا احمد بیک کی موت کا الہام تین سال کے اندر رفت ہو گیا ۲۰ ماہ میں اور ڈاکٹر صاحب کی پیشین گوئی میں پہلے یہ قا کر ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء سے تین سال کے اندر اور پھر حدت بعد ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کو پھر لکھا کر چونکہ آپ نے آج تک توبہ نہیں کی الہذا خدا نے آپ کی عمر اور گھنٹا دی اور آپ ۲۳ راگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جائیں گے۔ جس کا جواب مرزا قادیانی نے (چشمہ صرفت ص ۳۲۱، خزان ح ۳۲۳ ص ۳۲۶) پر یوں دیا: "ایسا ہی کافی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام و نشان نہ رہا۔ ہاں آخری دشمن اب ایک اور بیدا ہوا ہے۔ جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور پیالہ کار بنے والا ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۲۳ راگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا اور یہ اس کی صحائی کے لئے ایک نشان ہو گا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے..... بگر خدا نے اس کی پیشین گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں جلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔" مثل مشہور ہے کہ "سودن چور کا در ایک دن شاہہ کا" مرزا قادیانی جیسا خراشت ہر روز تونق پر سے نہیں پکڑا جاسکتا تھا۔ لیکن اب جو خدا نے اسے پکڑا وادیا تو سخت بے حیائی ہے کہ تھسب اور ضد سے آپ کچھ نوش نہ لیں اور یہ کہہ کر معاف کر دیں کہ اس سے فصلہ میں ایسا ہوا۔

نووارو..... ہامی صاحب اس قصہ کو چھوڑ دیجئے۔ آپ اپنا قیمتی دماغ ایسے لوگوں پر کیوں ضائع کرتے ہیں؟ یہ تو بھی کہا کرتے ہیں اور ان کا اصول بھی ہے کہ چونکہ ہم نے مرزا قادیانی کو مان لیا ہے۔ اس واسطے وہ بچے ہیں۔ میں نے ایک مرزا کی سے پوچھا کہ کیا تم اس بات کو باور کرتے ہو کہ مرزا قادیانی اللہ میاں کے پاس میلیں و تحظی کرنے لے گئے اور اللہ میاں نے قلم پر زیادہ روشنائی لگ جانے کی وجہ سے جو قلم کو جهاڑا تو وہ سرخ روشنائی مرزا قادیانی کے کرتے پر پڑ گئی اور خدا کی بے قیمتی کا دہ نشان مرزا قادیانی سے ایک مرید نے تم کا لے لیا۔ (معاذ اللہ) تو اس نے جواب میں کہا کہ جب میں مرزا قادیانی کو چاہتا ہوں تو اس کی ہر ایک بات کچھی مانتا ہوں۔ اس کے بعد پھر میں نے اس سے کبھی کلام نہ کی۔

۱۔ مرزا قادیانی فوت ہوئے ۲۶ مریٹ ۱۹۰۸ء کو۔

بابو صاحب مرزا قاویانی مغل تھے۔ اس نے ان میں خصہ زیادہ تھا۔ اس کی کچھ تواریخات ہوئی چاہئے۔

نووارو..... یہ بھی غلط۔ یہ دیکھئے (حقیقت الوقیع میں ۷۷، خراشیج ۲۲ ص ۸۱) کے حاشیہ پر وہ لکھتے ہیں: ”آن تمام کلمات الہیہ سے ثابت ہے کہ اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے۔ نہ مظیہ نہ معلوم کس غلطی سے مظیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہو گیا۔“

بیوی امیارِ جل فارس بننے کے لئے کارروائی کی گئی ہے۔

بابو صاحب پابو صاحب آپ میری طرف اتی بدگمانی نہ کریں۔ میں حق بات سے انکار کرنے والا نہیں اور میں اس بات کو بھی نہیں مانتا کہ خداوند کریم و محتاط کرتا ہے اور قلم دوات کا تھانج ہے۔

نووارو..... پابو صاحب آپ کیا حق پسند کریں گے اور کیا تو پر کریں گے۔ میں تو مان گیا کہ انھوں کے آگے کے رونا اپنی آنکھیں ضائع کرنا ہے۔ اچھا میں آپ کی حق پسندی دیکھتا ہوں۔ یہ فرمائیے کہ اگر میں مرزا قاویانی کے ایسے الہاموں کی اور مثالیں بیان کروں۔ جو بالکل خنثی طبیعت میں اتارے گئے اور سراسر جھوٹے لکھے۔ تب تو آپ اس چور کو پولیس کے پروردگاریں کے۔

بابو صاحب بہت نہیں۔ اگر ایک بھی بیان کروں گے تو میں تو بہ کار ہو جاؤں گا۔

نووارو..... بہت خوب الجھے سنئے اور غور سے سنئے (گاموں خدا آگے کرنے کے بہانے سے اور نزدیک آیا اور بیوی صاحبہ بھی نزدیک ترا آپیشیں۔ دونوں کی آنکھوں میں خوشی کے مارے پانی آگیا تھا اور پابو صاحب سخت تحریر تھے کہ نووارو کیا معاملہ پیش کرے گا اور قاضی صاحب فیصل دینے کا وقت قریب سمجھ کر دل میں اسے گھر رہے تھے) ہاں پابو صاحب سنئے۔ مرزا قادیانی اپنا رسالہ (اویسیت میں، خراشیج ۲۰ ص ۲۰۱) اس طرح شروع کرتے ہیں:

”اما بعد چونکہ خدائے عز و جل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارہ میں اس کی وحی اس قدر رتواتر سے ہوئی کہ میری هستی کو بُغیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور ان تمام لوگوں کے لئے جو میری کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں۔ سو پہلے میں اس مقدس وحی سے اطلاع دیتا ہوں۔ جس نے مجھے میری موت کی خبر دے کر میرے لئے یہ تحریر یک بیدا کی اور وہ یہ ہے جو عربی زبان میں ہوئی اور بعد میں اردو کی وحی بھی لکھی جائے گی“ قرب اجلک المقدرو

لَا نبْقَى لَكَ مِنَ الْمَخْزِيَّاتِ ذَكْرًا قَلِيلٌ مِّنْ رَبِّكَ وَلَا نبْقَى لَكَ مِنَ الْمَخْزِيَّاتِ
شِئْتَا وَامْأَنْرِينَكَ بعْضَ الَّذِي نَعْدُهُمْ أُونَتُو فِينَكَ تَمُوتُ وَانْتَرَاضُ مِنْكَ جَاهَ
وَقْتُكَ وَنَبْقَى لَكَ الْآيَاتِ بَاهِراتٍ جَاهَ وَقْتُكَ وَنَبْقَى لَكَ الْآيَاتِ بَيْنَاتٍ قَرْبَ
مَاتُو عَدُوَنَ وَاما بَنْعَةَ رَبِّكَ فَحَدَثَ أَنَّهُ مِنْ يَتِيقَ اللَّهُ وَيَصِيرُ فَانَ اللَّهُ لَا يُضِيعُ
أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ” (ترجمہ) تیری اجل قریب آگئی ہے اور ہم تیرے متعلق اسکی باطل کاتام
و نشان نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری رسولی کا موجب ہو۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ
توہوڑی رہے گئی ہے اور ہم ایسے تمام اعتراض دور اور دفع کروں گے اور کچھ بھی ان میں سے باقی
نہیں رکھیں گے۔ جن کے بیان سے تیری رسولی مطلوب ہو اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ
مالفوں کی نسبت ہماری پیشین گوئیاں ہیں۔ ان میں سے تجھے کچھ دکھاویں۔ یا تجھے دفات دے
اویں۔ تو اس حالت میں فوت ہو گا۔ جو میں تجھے سے راضی ہوں گی اور ہم کھلے کھلنے نشان تیری
تصدیق کے لئے ہمیشہ موجود رکھیں گے۔ جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے۔ اپنے رب کی نعمت کا جو
تیرے پر ہوئی۔ لوگوں کے پاس بیان کر۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو خدا ایسے نیکو
کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔“

پھر لکھتے ہیں: ”اس جگہ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی
نہیں چھوڑیں گے۔ جو تیری رسولی اور چک عزت کے موجب ہوں۔ اس فقرہ کے دو معنے ہیں۔
(۱) اذل یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسول کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں۔ ہم دور
کروں گے اور ان اعتراضات کاتام و نشان نہ رہے گا۔ (۲) دوسرا یہ کہ ایسے شکایت کرنے
والوں کو جو اپنی شرارت کو نہیں چھوڑتے اور بدؤذ کر سے باز نہیں آتے۔ دنیا سے اخالیں گے اور صفحہ
ہستی سے محدود کروں گے۔ تب ان کے نابود ہونے کی وجہ سے ان کے یہودہ اعتراض بھی نا ہو
ہو جائیں گے۔ پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ نے میری دفات کی نسبت اردو زبان میں مندرجہ ذیل
کلام کے ساتھ مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ”بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ اس دن سب پر ادا یہ چھا
جائے گی۔ یہ ہو گا۔ یہ ہو گا۔ بعد اس کے تھا راد اتفہ ہو گا۔ تمام حادث اور عجائب قدرت و خلائے
کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔“

- ۱ آنحضرت کی دھی یعنی قرآن کی نقلیں لگا رہا ہے۔ ہائے توبہ ہائے توبہ
- ۲ واقعی جو شخص اس نبی پر ایمان نہ لائے۔ اس کی نجات غیر ممکن ہے۔

ایک جملہ متعرضہ

ہر ایک سمجھدار انسان جب کسی سے کلام کرتا ہے تو مخاطب کی مادری زبان میں کرتا ہے تاکہ اس پر اس کا سمجھنا آسان ہو۔ اگر متكلم مخاطب کی مادری زبان نہ بول سکتا ہو تو وہ اپنی مادری زبان میں کلام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر مخاطب متكلم کی مادری زبان نہ سمجھتا ہو تو پھر وہ کوئی زبان اختیار کرتا ہے۔ جس کو دونوں بول اور سمجھ سکتے ہوں۔ مگر مرزا قادریانی کے ساتھ ان کے خدا کا کلام کرنے کا طریقہ جہان سے زلا ہے۔ ابھی عربی میں کلام کر رہا ہے اور وہ بھی قرآن سے مدد لے کر۔ ابھی بلا وجہ اردو میں شروع ہو گیا اور طرفہ یہ کہ بھی دجال کی زبان میں حالانکہ یہ تینوں زبانیں مرزا قادریانی کی مادری نہیں۔ اگر وہ چینی کے تھے۔ تو ان کی زبان چینی تھی۔ اگر فارس کے تو فارسی اور اگر دمشق کے شرقی مبارہ یعنی اسلام پور (قادریان کا اصلی اور پورا نام) قاضی ماجمی کے تو بنجابی مگر بہت اکھڑ۔ جملہ متعرضہ ختم۔

اچھا بابو صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ اس وحی مقدس کے زوال کے وقت سال ۱۹۰۵ء مرزا قادریانی پر ہٹک آمیز اعتراض کرنے والے کون کون تھے؟
بابو صاحب..... مجھے پوری طرح معلوم نہیں۔
نووارو..... مجھ سے نہیں!

۱..... یہی ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب جو بوجب مرزا قادریانی کے اشتہار ”خدا پچ کا حامی ہو۔“ (تحقیق اللوی، بخارائج ۲۲ ج ۳۱۳ ص ۹) کے مرزا قادریانی کو کذاب، مکار، شیطان، دجال، شری، حرام خور، خائن، ملکم پرست، نفس پرست، مفسد اور مفتری کہتے تھے اور ان کے خلاف پیغمبر دیتے اور ہٹک آمیز تصانیف شائع کرتے تھے۔ جن میں مرزا قادریانی کو کا نادجال کے نام سے تعبیر کرتے تھے۔

۲..... مولوی محمد حسین پٹالوی جن کی نسبت مرزا قادریانی فرماتے ہیں: ”تو پی کمشن نے اپنے چھٹہ انگریزی میں لکھ دیا کہ محمد حسین مرزا کا سخت و شکن ہے۔“ (البریس ۷، بخارائج ۳۶ ص ۳۶) ”مولوی محمد حسین پٹالوی نے جب جرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے پر فتویٰ کفر لکھوا کر صد ہاؤ بخاپ ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوں میں اور مجھے بیہود اور نصاریٰ سے بدتر قرار دیا اور میرا نام کذاب مفسد، دجال، مفتری، مکار، ملک، فاسق، فاجر، خائن رکھا۔“ (تحقیق اللوی ص ۲۱ بخارائج ۲۲ ص ۳۵۲)

”جس قدراں شخص نے مجھے گندی گالیاں دیں اور محمد بخش جعفر زمی سے دلائیں اور

طرح طرح کے افشاء سے میری ذلت کی۔ اس میں میری فریاد جتاب الہی میں ہے۔“

(کشف الخالص، بخارائی ح ۲۲ ص ۳۵۲)

”میاں صاحب کے ناق کے قلعوں، جوانہوں نے اس عاجز کی نسبت روا رکھے۔

ایک یہ بھی ہے کہ شالوی کو انہوں نے بلکل کھلا چھوڑ دیا اور اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ ہر ایک طرح کی گالیوں اور لعن طعن سے اس عاجز کی آبرو پر دانت تیز کرے۔ سودہ میاں صاحب کا شاء پاکر حد سے گزر گیا اور آیت کریمہ ”لَا يَحِبُ اللَّهُ الْجَهْرُ بِالسُّوءِ“ کی پرواہ نہ کر کے اسکی گندی گالیوں پر آگیا کہ چڑھے چماروں کے بھی کان کاٹئے۔“ (۶۱ فیصلہ، بخارائی ح ۳۸ ص ۳۷۸)

”اس شخص کا بعض میری نسبت انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ اس شخص سے خدا کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ ورنہ یہ شخص میری جان اور آسموں کا خخت دشمن ہے۔“ (کتاب البریمی ص ۱۲، بخارائی ح ۳۳ ص ۳۵)

..... مولوی شاء اللہ صاحب امرتسری جو مرزا قادیانی کی چیزیں گوئیوں جھوٹی کرنے کو کہ مولوی شاء اللہ کبھی قادیان نہیں آئے گا۔ شیر کی طرح قادیان جا پہنچ اور مرزا قادیانی کو لکھا رک آمباھر کے لئے میدان میں آ۔ مگر مرزا قادیانی گھر سے باہر نہ لٹکے۔ دیکھو صفحات (۱۲۳) (الفاسد ۱۲۳)،

الہامات مرزا (ا) ان کی نسبت مرزا قادیانی (تحریحقیقت الہی ص ۳، بخارائی ح ۲۲ ص ۳۶۲) پر لکھتے ہیں: ”مولوی شاء اللہ صاحب جو کہ آج کل شخصی اور ثقہی اور توہین میں دوسرا علامہ سے بڑھے ہوئے ہیں“ اور جن سے بھل آ کر آخرا لامر آپ نے اپنے خدا سے فریاد کی اور اس سے فیصلہ چاہا۔ جو

حسب ذیل ہے۔

مولوی شاء اللہ صاحب کے ساتھ آخی فیصلہ

خدمت مولوی شاء اللہ صاحب السلام علی من اتیع الہدی۔ مدت سے آپ کے پوچھے میں میری تکذیب و تمسیح کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پوچھے میں مردود، کذاب، دجال، ہفسد کے نام سے مفسوب کرتے ہیں اور وہیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس کا دوسرے سچ مسعود ہونے کا سراسر افشاء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا ہا۔ مگر چونکہ میں (یقیناً) ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے ماموروں اور آپ بہت سے افشاء میرے پر کرکے وہیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور تھوٹوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی سخت لفظ نہیں ہو سکتا۔ اگر میں اسی اسی کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پوچھے میں مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو میں آپ کی زندگی میں ہی بلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ

میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخروہ ذلت اور حضرت کے ساتھ اپنے اشدوشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔

اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تجاه نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور سچ موعود ہوں۔ تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ کذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں۔ بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ مجھے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک پیاریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں یہ کسی الہام یادی کی بنا پر بیشین گوئی نہیں۔ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو عظیم و خبیر ہے۔ جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ سچ موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراہ ہے اور میں تیری نظر میں مفسد و کذاب ہوں اور دن رات افتراہ کرنا میرا کام ہے۔ تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جتاب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی شاہ اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین! اگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی شاہ اللہ ان ہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے۔ حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جتاب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نا بود کر گرنہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بچوں اس صورت کے کوہ کھلے طور پر میرے رو پر وادر میری جماعت کے سامنے تمام گالیوں اور بذریعوں سے توبہ کرے۔ جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہیشہ مجھ کو دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین! میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بذریعی حد سے گزر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور رذاؤ کوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رسال ہوتا ہے اور انہوں نے ان ہمتوں اور بذریعوں میں آیت "لاتقف مالیس لک بہ علم" پر عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلایا دیا کہ یہ محض درحقیقت مفسد اور هلک، دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجلہ کہبہ آدی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان ہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی شاہ اللہ انہی ہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نا بود کرنا چاہتا ہے اور اس امارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے آنے میرے آقا اور میرے سمجھنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیری ہی نقدس و رحمت کا دامن پکڑ

کرتی ری جناب میں بحقیقی ہوں کہ مجھے میں اور شام اللہ میں سچا فیصلہ فرم اور جو وہ تیری لگاہ میں حقیقت میں مشد اور کذب ہے۔ اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھائے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جسموت کے برادر ہو، جلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر آئیں مم آئین اربناخ پیندازین قومتا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آئین! ہلاا خرمولوی صاحب سے التاس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے پیغام لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الرقم

عبداللہ الصدر مرزا غلام احمد حسک موحد عقاہ اللہ داید
مرقوم تاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۰۸ء کیم رجیع الاقل ۱۳۲۵ھ۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸، ۵۷۹)

۳..... مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی جو مرزا قادریانی کا اس قدر ناک میں دم کر رہے تھے کہ مرزا قادریانی کی دارالامان قادریان سے بغرض تبدیل آپ وہا پا پیخت دجال یعنی لاہور کی طرف تشریف لے جانے کی خبر پا کر عزرائل علیہ السلام سے بھی ایک دن پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال ٹھیش کیا کہ آپ تو فرماتے ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر بڑی بے عزتی کر کے سوی پرچہ حادیا۔ تو قرآن تشریف کی اس آیت کے کیا معنی ہیں؟ کہ: ”و اذا كففت بمن اسراتيل عنك“ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! ہم نے تم پر اور تھہاری والدہ پر جو احسان کئے۔ ان کو یاد کرو۔ ایک یہ احسان دوسرا یہ احسان اور ساتواں یہ احسان کہ ہم نے تین اسرائیل کا ہاتھ تم پر پڑنے نہ دیا۔ اگر یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر اور ان کی ممکن سے ممکن بے عزتی کر کے سوی پرچہ حایا اور ان کے ہاتھوں اور ہندوؤں میں سینہن شہوکی گئیں۔ تو خدا کا یہ احسان کیا معنی رکھتا ہے۔ مرزا قادریانی نے بہت غور اور خوبصورت کے بعد فرمایا کہ اس کا جواب کل دیا جائے گا۔ لیکن افسوس کہ دوسرے دن آپ را ہی ملک عدم ہو گئے۔ یہ کون سی تاریخ تھی ۱۹۰۸ء رسمی

ہاں صاحب..... اب مرزا قادریانی پر اعتراض کرنے والوں اور ان کی چک کرنے والوں کا حشر بھی سن لیں۔

اول ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کیم جلالی ۱۹۲۰ء کو فوت ہوئے۔ مرزا قادریانی سے ۱۲ سال بعد اور ان سے زیادہ عمر پا کر۔

دوم مولوی محمد حسین صاحب ۲۹ ربیوری ۱۹۲۰ء کو نبوت ہوئے۔ مرزا قادیانی سے ۱۲ سال بعد اور ان سے ۱۶ سال زیادہ عمر پا کر یعنی ۸۵ سال کی عمر میں۔

سوم مولوی شاہ اللہ صاحب بفضل خدا زندہ سلامت اور رہاشش بٹاش ہیں اور مرزا کے الہام کو کہ انسی مہین من ارادا هانتک (حقیقت الحقیقی ۲۷، خزانہ ۲۲ ص ۷۰) ہمروں کے نیچے چل رہے ہیں۔ یعنی دن دن گئی اور رات چو گئی عزت پار ہے ہیں۔ اللہم زد فزد!

چہارم مولوی ابراہیم صاحب شہزادی پایہ تخت ہند میں بر اجان رہے ہیں اور وہی بہترین کام یعنی تعلیم حدیث انجام دے رہے ہیں۔ اللدان کی عمر میں برکت کرے۔

گاموں بے بے جی۔ نزرا تکبیر! سب نے بیک زبان ہو کر اللہ اکبر اس کے بعد یہوی صاحبہ کو سب نے مبارک ہاؤ دی۔

یہوی لا اٹھواب اندر چل کے کچھ ناشستہ کرلو۔ کھانے میں ابھی بہت دیر ہے۔
نووارو یہوی جی اک دو منٹ مجھے ایک لفیقہ سایاد آ گیا ہے۔

یہوی دو منٹ ہیں۔ آپ کے لفیقے کے داسٹے چار منٹ بلکہ پانچ منٹ۔

نووارو ہابو صاحب مرزا قادیانی کی اس پالتو اور مقدس وحی کے بعد ان کے دواشد و شمنوں اور چک کرنے والوں کا آج تک زندہ رہنا تو بڑی بات ہے ہیں مگر باقی دو کام مرزا قادیانی سے بارہ پارہ سال بعد نبوت ہونا بھی کچھ تھوڑی بات نہیں۔ اگر مرزا قادیانی کو صحیح بنخے کے لئے بارہ سال سے ایک لمبا زمانہ لیئے کی ضرورت پڑتی۔ تو آپ دیکھتے کہ وہ اس کو کتنا لمبا زمانہ قرار دیتے۔ کہیں کہتے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے فلاں کتاب میں لکھا ہے کہ بارہ برس وطنی میں رہے۔ بھاڑ جھوٹکتے رہے۔ اس سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ برس ایک طویل زمانہ ہے۔ کبھی کہتے کہ کل صوفیاء نے اس پر مہر لگا دی ہے کہ بارہ برس جدد خدار و رژی کی بھی ملتا ہے۔ اس لئے یہ زمانہ لمبا زمانہ خیال کیا گیا۔ کہیں کہتے کہ سکھوں کا اس پر اجماع ہے کہ ایک لمبا زمانہ ہے۔ کیونکہ وہ اپنی بولیوں کا ابتداء اس سے کرتے ہیں کہ بارہ برس میں سنگھ کھٹ کے آیا کھٹ کے لیا یا فلاں چیز یعنی بارہ برس کے بعد تو سنگھ پر دلیں میں کما کے آیا اور کما کے پیدا یا۔

یہوی (منہ پر کپڑا رکھ کر اور ہنسی کو روک کے) لا اٹھواب چلو۔ کمرہ میں داخل ہو کر۔

نووارو یہوی جی یہ کیا حساب کتاب ہے؟

یہوی ہابو صاحب آپ مہربانی کریں اور منظور کریں۔ یہ غریب گاموں نے اس خوشی میں آپ صاحبان کے لئے اپنا نقصان کیا ہے۔

قاضی صاحب..... یہوی جی گاموں نمک حلال نو کر ہے۔ آپ دونوں صاحبان کا فساد رفع ہونے سے جس قدر میں اس کو خوش پاتا ہوں۔ اگر اس سے ہو سکتا تو اس سے بڑھ کر گزرتا۔

باہو صاحب..... قاضی صاحب میں اتنی مدت کوہاٹ میں رہا۔ میں نے تو یہی دیکھا کہ آپ کے دوست کو سب وہاں باہو صاحب کہتے تھے۔ آپ ان کو مولوی صاحب کہتے ہیں

قاضی صاحب..... جی ہاں! جو لوگ ان سے ملازمت کی حالت میں واقف ہوئے۔ وہ تو ان کو باہو صاحب ہی کہتے ہیں اور جو لوگ ان کے والد مرحوم کو جانتے ہیں۔ وہ انہیں مولوی کا بینا ہونے کی وجہ سے مولوی صاحب کہتے ہیں۔

باہو صاحب..... کیا آپ نے ان کے والد مرحوم کو دیکھا ہے؟

قاضی صاحب..... جی نہیں! میں نے انہیں دیکھا تو نہیں لیکن سید محمود علی شاہ صاحب تحصیل دار سے جوان کے شاگرد ہیں اور آج کل پنچ سو لے کر ٹھنڈے برج میں رہتے ہیں۔ میں نے ان کے حالات نے ہیں۔ آپ بڑے جید عالم اور الحدیث تھے۔ تمام عمر اشاعت و تحریک میں گزاری۔ لالج آپ کے خیال میں بھی نہیں گزرا تھا۔ بلکہ پیر کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ کوئی اپنی خوشی سے کچھ درستایا پیش کرتا تھا تو لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ حکام ان کی اور مولویوں کے مقابلہ میں جوزیا وہ عزت کرتے تھے۔ اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ آپ بالکل بے طبع تھے۔ آپ کا نام نامی ہادی بختیار تاریخی تھا۔ محمود علی شاہ صاحب سے جو میں نے بعض اشعار ان کے قلماند کے سنے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری میں بھی کمال رکھتے تھے۔

یہوی..... قاضی صاحب کوئی شر ان کا؟

قاضی صاحب..... ان کے ایک قصیدہ کے ابتدائی دو شعر تو مجھے یاد ہیں جو یہ ہیں:

پسیدہ دم چوگزارم قدم بردن زمرا..... ہجوم غصہ گلو منہماں روم بھجا کہ اے اسیر منہ پابروں زینت حزن..... ورآورون سرانگہ ہائے غم بیسرا یہوی..... قاضی جی واقعی یہاں اشعار وادوینے کے قاتل ہیں۔ آپ نے بھی تجوہ جہاں کے چیدہ چیدہ اشعار یاد کر رکھے ہیں۔

باہو صاحب..... مولوی صاحب آپ کے والد رہنے والے کہاں کے تھے؟ نووارو..... ولی کے اور امام صہبائی کے شاگرد تھے۔ بلکہ امام صہبائی ہائی کہلاتے تھے۔ شادی آپ نے کنج پور مطلع کرنا میں کی تھی۔ میرے نانا کنج پور کے قاضی تھے اور ایک بزرگ خاندان سے تھے۔ غدر میں والد مرحوم ولی چھوڑ کر بخار کی طرف چلے آئے۔ کچھ مدت پہمان کوٹ اور

کا گزہ رہ کر سکونت ہشیار پور میں اختیار کی۔ ایک مدت وہاں رہ کر ۲۰ ستمبر ۱۸۸۷ء آپ نے انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہیں۔

اس فرقے کے رکاشوق آپ کو کیوں گھر پیدا ہوا۔

بایو صاحب ہم تین بھائی ہیں۔ مجھ سے چھوٹا احسان الحق اباالہ چھاؤنی میں۔ جہاں تک مجھے معلوم نہوارد اس کو چند اس مذہب کا خیال نہیں۔ میرے بڑے بھائی احمد حسین شہزادہ میں پولیس سے پُشنا پاتے ہیں۔ انہوں نے اپنا چال چلن بہت اچھا کہا۔ یہاں تک کہ تمام عمر حقہ بھی نہیں پیا۔ لیکن مرزا قادیانی کے بڑے شاہ خوان اور الحنفی بیٹھا ان کا اور مسل ملاپ مرزا نیوں سے آخر بات کی تائیں ملکر بھی تو کسی بیٹے میں ہونی چاہئے تھی۔ میں نے اپنی عمر مرزا قادیانی اور ان کے مخالفین کی کتابیں پڑھنے میں صرف کر دی۔ دماغ صرف کر دیا۔ آنکھیں صرف کر دیں۔ روپیہ اتنا صرف کیا کہ جس قیمت پر کوئی کتاب ملی۔ میں نے خریدی۔ چنانچہ انجام آخر قسم ڈیڑھ روپے قیمت کی کتاب میں نے ابھیں احمدیہ مردان سے ۲۰ روپیہ میں خریدی اور آخر میں اس نسبت پر پہنچا کہ مرزا قادیانی مذاہب پاٹلہ کی کتابیں پڑھ کر دہریہ ہو گئے تھے اور ان کو یقین ہو گیا تھا کہ مذہب پنجابری الہام اور ویسے سب ڈھکو سلطے ہیں۔ روپے کی ان کوخت ضرورت تھی۔ اس لئے انہوں نے جھوٹی بوت کا پیشہ اختیار کیا۔ مگر اسلام کی آڑ میں پیشین گوئیوں کو اپنا معيار بنایا۔ پیشین گوئیاں موت کی شروع کیں۔ اس میں دو قائدے تھے۔ ایک تو یہ کہ موت ہی ایک ایسی بات ہے کہ ضرور واقع ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ وحید کی پیشین گوئی صدقہ خیرات اور ذر جانے سے ٹل جاتی ہے۔ اس کام کے واسطے علمی معلومات کے علاوہ جھوٹ بولنے اور حیا ترک کرنے کی بھی ضرورت انہوں نے محسوس کی اور اس لئے آپ نے سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا کہ جھوٹ بولنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ جھوٹ بولنا ایک قسم کا شرک ہے۔ جھوٹ بولنا کوہ کھانے کے بر امیر ہے۔ یہ اس بات کی تاکہ بندی کر خواہ کتنا بھی میں جھوٹ بولوں۔ میری طرف سے جھوٹ بولنے کا کسی کو گمان ہی نہ ہو اور حیا کا برقد بالکل منہ سے اتار پھینکا۔ چنانچہ ایک شخص کی نسبت آپ لکھتے ہیں کہ اگر چہ وہ میعاد میں نہیں مردا۔ مگر مرتو گیا۔

۱۔ (مراہین احمدیہ ۱۸۹۵ء خرائیج ۱۸۸۵ء) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: نعم!

بہر مذہبے غور کرم بے شنیدم بدل جلت ہر کے
خو اندرم زہر ملتے دفترے بدیم زہر قوم دانشورے
ہم از کوکی سوئے ایں ثابت دریں شغل خودر ابیندا ختم
جوانی ہمس اندریں باخت دل از غیر ایں کار پرد ختم

خیال سمجھنے کے کس قدر بے حیائی کا کلمہ ہے۔ اگر موت کی پیشین گوئی اپنی میعاد میں پوری نہیں ہوتی تو وہ کیا پیشین گوئی ہے؟ کون سازی روح ہے جس نے مرنا نہیں اور اس کے ثبوت میں آپ مثال کیسی بے حیائی سے دیتے ہیں۔ کہتے میعاد کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ نفس واقعہ کو دیکھنا چاہئے۔ اگر کسی شخص کی نسبت کہا جائے کہ وہ پدرہ ماہ تک کوڑھی ہو جائے گا۔ پس اگر بجائے پدرہ کے پیشوں میں مدد و مدد ہو جائے اور اس کے عضاء گرجائیں تو کیا یہ کہا جائے گا کہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوتی۔ باجوہ صاحب دیکھئے یہ صحیح مدد و صاحب کا کیسا بے حیائی کا کلمہ ہے۔ کہاں موت کی پیشین گوئی اور کہاں کوڑھی ہو جانے کی۔ جب میں مرزا قادریانی کی تکوتفیق گیا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ مرزا قادریانی کے مرید اپنی جماعت کو پڑھانے کے لئے جان مار رہے ہیں اور رات دن سادہ لوح مسلمان ان کی کنڈی میں پھنسنے جا رہے ہیں۔ تو میرے دل میں اخوت اسلامی نے جوش مارا اور میں نے مسلمانوں کو اس گزھے میں گرنے سے بچانے کے لئے اور جو گرچکے۔ ان کو ہاہر نکالنے کے لئے اخبار الحدیث میں مضمون دینے شروع کئے۔

چوئے بینی کہ ناپتا وچاہ است اگر خاموش پیشی گناہ است
باجوہ صاحب گاموں لے۔ اب اپنا خوان فتح زیادہ کر اور جانلو کو کھدو دے کہ یہ صاحب بھی کھانا پینیں کھائیں گے۔ اس کے بعد سب نے ہاتھ اٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا اور گاموں کے قن میں دعاۓ خیر کی گئی۔

باجوہ صاحب قاضی صاحب میرے خیال میں اب باہر جانے کی کچھ ضرورت نہیں۔
بہتر ہے کہ یہ سلسلہ گفتگو پینیں جاری رہے۔ کیوں مولوی صاحب؟
نووارو جیسا نشانہ عالیٰ مجھے تو اندر اور ہاہر یکساں ہیں۔

باجوہ صاحب میں مرزا قادریانی کے اس الہام کو کہ تیری موت قریب ہے۔ سمجھو گیا کہ سرا سر جھوٹا تھا۔ لیکن آپ اس پر کچھ مزید روشنی ڈالیں۔ آج ہمارے پاس وقت کافی ہے۔
نووارو باجوہ صاحب! چونکہ یہ مرزا قادریانی کی سفید رسمی کے زمانہ کا الہام مرزاً نہ ہب کی بخ کرنی کرنے والا ثابت ہوا ہے۔ اس لئے آپ کہیں نہ کہیں میں اس پر بہت کچھ کہوں گا اور اس کا سرا سر جھوٹا اور من گھرست ہونا دار دوچار کی طرح ثابت کروں گا۔ یہ الہام جھوٹا تھا۔ اس وجہ سے کہ:

۱۔ ہم لوگ کیسے بدقسمت ہیں کہ اسی شخص کے مریدوں کو جب کہتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی پیشین گوئی مرزا قادریانی کی موت کی نسبت پوری ہو گئی۔ تو کہتے ہیں نہیں ہوئی۔
اللہ اللہ کیا تقوی ہے۔ کیا دینا ہے۔ کیا انصاف ہے۔

- اول یہ الہام کسی پورا ہوئی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں
 ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑیں گے۔ جن کا ذکر تیری رسائی کا
 موجب ہو۔ اس وعدہ کو مرزا قادیانی کا الہام کتنہ اسی حالت میں پورا کر سکتا تھا کہ:
 الف مرزا قادیانی کی تمام تصنیفات کو جہاں سے گم کر دیتا۔
 ب مرزا قادیانی کے مخالفوں کے اشتہاروں، رسالوں، کتابوں اور اخباروں کو دنیا سے اٹھا
 دیتا۔
 ج جو کچھ وعدے مرزا قادیانی سے کر چکا تھا کہ تیری زندگی میں ہم ایسا کر دیں گے ان
 سب کو پورا کر دیتا۔
 د موجودہ انسانوں کے دماغ سے اعتراضات بھلا دیتا۔
 آئندہ انسانوں کی پیدائش بند کر دیتا۔
- ۲ تو اس حالت میں فوت ہو گا کہ میں تجھ سے راضی ہوں گا۔ با بوصاحب اگر ہم مرزا
 قادیانی اور مرزا نجم کی خاطر اپنے رسول مقبول گی اس حدیث سے آنکھیں بند کر لیں کہ نبی اسی
 جگہ فوت ہوتا ہے۔ جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے۔ تو بھی جہاں جانتا ہے کہ پر دلیں کی اور
 غربت کی موت بہت بڑی ہوتی ہے۔ ہر کس دن اسکی ایسی موت سے ناراض ہے اور خدا سے دعا
 مانگتا ہے کہ خدا اپنے دلیں کی موت نہ دیکھو۔ مرزا قادیانی سے ان کے خدا نے اچھی رضامندی ظاہر
 کی کہ آرام سے گمراہی میٹھے ہوئے کو لا ہو رلے جا کر اور زبان بند کر کے مارا اور شہر کے لڑکوں سے
 ان کے جہازہ کی بے حرمتی کرائی۔ اگر کوئی مرزا نبی اُکڑہ وہاں موجود نہ ہوتا تو بہشتی مقبرہ سے بھی
 محروم رہتے۔ جیسے آنحضرتؐ کی بغل میں مدفون ہونے سے محروم رہے۔
- ۳ تمام حادث اور عجائب قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادث آئے گا۔
 کوئی مرا جیتا مرزا نبی ہے۔ جو ہمیں بتا دے کہ ۲۰ نومبر ۱۹۰۵ء تاریخ تحریر رسالہ
 الوصیت اور ۲۶ نومبر ۱۹۰۸ء تاریخ وفات مرزا قادیانی کے درمیان کیا کیا عجائب قدرت خدا نے
 دکھلانے؟

دوسری وجہ اس الہام کے جھوٹے ہونے کی بیان کرنے سے پہلے میں آپ سے مرزا
 قادیانی کے اشتہار تبرہ کی بابت کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۴ء (مجموعہ
 اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۵، ۵۹۲) یعنی مرزا قادیانی کی موت سے ۲ ماہ اور ۲۲ یوم پہلے کا ہے۔ اس کی
 لمبائی ایک فٹ ۵ اینچ اور چوڑائی ایک فٹ ۵ یارڈ ۶ اینچ ہے اور اس کی ۳۲ سطریں ایسی سمجھانی لگتی ہوئی

ہیں۔ گویا ایک رسالہ کو اشتہار کی شکل میں چھاپا ہے۔ اس کے عنوان پر قوس کی صورت میں بڑے جملی خط میں لکھا ہوا ہے: ”ہماری جماعت کو لازم ہے کہ اس پیشین گوئی کو خوب شائع کریں اور اپنی طرف سے چھاپ کر مشتہر کریں اور یادداشت کے لئے اشتہار کے طور پر اپنے گمراہ میں چھپاں کریں۔“ باہو صاحب اگر اس اشتہار کو بہ تمام و کمال اگر آپ پڑھنا چاہیں تو فرمت کے وقت پڑھیں۔ میں اس کے صرف چند اقتباسات ہیان کرنا چاہتا ہوں۔ شروع یوں ہوتا ہے:

”مجھے اس تحریر کے لئے اس بات نے مجدور کیا ہے کہ میں مامور ہوں کہ امر معروف اور نہیں ممکن کروں اور سننے والوں کو ان امور پر قائم کروں جن سے ان کا ایمان قوی اور معرفت زیادہ ہو اور صراط مستقیم پر قائم ہو جاؤ۔ واضح ہو کر میں نے اس بفتہ کے اخبار عام میں اس کے پہلے کالم میں تجھی پڑھا ہے کہ بعض کوتہ انڈیش لوگوں نے میرے فرزند مبارک احمد کی وفات پر بڑی خوشی ظاہر کی ہے۔ بلکہ دوسرے بعض اخباروں میں بھی بڑے زور سے اس واقعہ کو ظاہر کر کے یہ رنگ اس پر چڑھایا ہے کہ گویا ان میں سے کسی کامبلہ میں فتح یا ب ہونا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم اس جگہ زیادہ لکھنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ جھوٹ کی سزا دینے کے لئے خدا تعالیٰ کافی ہے۔ واضح ہو کر میں نے کسی سے ایسا مبلہ میں نہیں کیا۔ جس سے کسی دوسرے فریق کی اولاد کو اس طرح پر معیار صدق و کذب بنایا جائے کہ اگر اس فریق کا لاکارا مرگیا تو وہ جھوٹا شہر ہے گا۔ بلکہ میں ہمیشہ ہمی چاہتا ہوں کہ وہی شخص نایود ہو جس کا گناہ ہے۔ جس نے خدا پر افتراء کیا ہے یا صادق کو کاذب شہر ہاتا ہے۔“ اور باہو صاحب اب تو یہ مذر بھی مرزا قادری کا باقی نہ رہا۔ کیونکہ اس تحریر کے بعد خود مولوی عبدالحق صاحب کی زندگی میں جن سے ان نے مبلہ کیا تھا، فوت ہو گیا۔ آگے لکھتا ہے کہ ”لڑ کے کی موت کی خبر دو، فوج مجھے خدا نے وی تھی اور یہ الہام ہوا تھا کہ ”انما ایرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اهل البیت ویظھرکم تطھیرا“ یعنی اے الہ بیت اخدا جہیں ایک امتحان کے ذریعہ سے پاک کرنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ قتن پاک کرنے کا۔

اس بارے میں ان دونوں میں کچھ خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے وہ پیشین گوئیاں لکھتا ہوں۔ چاہئے کہ میری جماعت یا درکے اور اس کو اپنے گروں کے نقارہ گاہ جگہوں پر چھپاں کریں اور اپنی عورتوں اور لاکوں کو اس سے اطلاع دیں اور جہاں تک ممکن ہو زندی اور آہستگی سے اپنے واقف کاروں کو اس امر پر مطلع کریں۔ کیونکہ یہ دن آنے والے ہیں اور خدا نے سب کو دیکھا ہے اور اب وہ ہم میں اور ہمارے ان فالغوں میں جو حکیفہ اور مگالیوں سے ہاڑنیں آتے، فیصلہ کرے گا۔ وہ طیم ہے۔ گراں کا غضب سب سے بڑھ کر ہے اور وہ سزا دینے میں وصیا ہے۔ مگر

اس کا قہر بھی ایسا ہے کہ فرشتے بھی اس سے کاپنے ہیں اور اس پیشیں کوئی میں ہمارے مخاطب صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے حد سے زیادہ مجھے ستایا اور گالی دینے اور بدزبانی میں حد سے زیادہ بڑھ گئے۔

بلکہ بعض نے ان میں سے میرے قتل کے فتوے دیئے کہ وہ سب لوگ چاہتے ہیں کہ میں قتل کیا جاؤں اور زمین سے نابود کیا جاؤں اور میرا تمام سلسلہ پر اگندہ اور نابود ہو جائے۔ مگر خدا جو میرے دل کی حالت کو جانتا ہے۔ وہ وہی فیصلہ کرے گا۔ جو اس کے حکم کے موافق ہو۔ اس نے مجھے اپنے فیصلے سے خردی ہے اور وہ یہ ہے ”الم ترکیف فعل ربك باصحاب الفیل الم يجعل کیدهم فی تضليل انك بمنزلة رحی اللہ علی الاصلام اثر تک واختارتک“ (ترجمہ) تو نے دیکھ لیا یعنی تو ضرر دیکھے کہ اصحاب الفیل یعنی وہ جو بڑے حملہ والے تھے اور جو آئے دن تیرے پر حملہ کرتے ہیں اور جیسا کہ اصحاب الفیل نے خانہ کعبہ کو نابود کرنا چاہا تھا.....

پھر فرمایا ”وَيَنْصُرُكُ رِجَالٌ نُوحِيُ إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فُجْعٍ عَمِيقٍ“ یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم الہام کریں گے۔ وہ دو دراز جگہوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ اس جگہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ نے مجھے بیت اللہ سے مشاہدہ دی۔ کیونکہ آہت ”يَأْتُونَ مِنْ كُلِّ فُجْعٍ عَمِيقٍ“ خانہ کعبہ کے حق میں ہے اور پھر فرمایا کہ تو مجھ سے بمنزلہ اسلام کی بھی کے ہے اور اس بھی میں جو پڑے گا وہ آخر کو پہنچا جائے گا۔ یعنی مجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے اور پھر فرمایا کہ تیرے غالفوں کا اخزاء اور افقاء تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا۔ یعنی جو لوگ مجھے رسول اور ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ وہ آپ ہی رسول اور ہلاک ہوں گے اور پھر فرمایا ”أَنِّي أَنْذَرْكُ الرَّحْمَنَ ذُو الْعَزَّةِ وَالْسُّلْطَانَ مِنْ عَادَ وَلِيَالِي فَكَانُوا خَرْمَنَ السَّمَاءِ أَنِّي مُوْجُودٌ فَإِنْ تَظَرَّرْ سِينَا لَهُمْ غَضَبٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا كَانُ مَعْذِلَيْنَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا قَدْ أَفْلَحَ مِنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مِنْ دَسْهَا قَلْ أَنِّي أَمْرَتُ لَكُمْ فَافْعُلُوا مَا تَؤْمِنُونَ، الْيَوْمَ يُوْمُ الْبَرَكَاتِ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَنِّي مَعَكُ وَالْخَصِيْ وَاللَّلِيْلِ اذَا سَجَيْ مَا وَدَعَكُ رَبُّكُ وَمَا قَلَىٰ“ یعنی میں رحمٰن ہوں صاحب عزت اور سلطنت جو شخص میرے دلی سے وشنی کرے۔ گویا وہ آسمان پر سے گر گیا۔ میں موجود ہوں۔ میں میرے فیصلے کا ملتخر رہ جو لوگ عدالت سے باز نہیں آتے۔ عقریب ان پر غصب الٰہی ناصل ہو گا۔ ہم عذاب ناصل نہیں کیا کرتے۔ مگر اس حالت میں

کہ جب پہلے رسول آجائے یعنی دنیا پر عذاب شدید نازل ہونا اس بات پر ولات کرتا ہے کہ رسول آگیا ہے اور پھر فرمایا کہ عذاب سے وہ لوگ نجات پائیں گے جنہوں نے دلوں کو پاک کیا اور وہ لوگ سزا پائیں گے جنہوں نے اپنے فحوں کو گندہ کیا اور پھر فرمایا کہ میں تیری نسل کو جسے محدود نہیں کروں گا۔ بلکہ جو کچھ کھو گیا۔ وہ تجھے خداوند کریم والیں تو ہے گا۔ ان کو کہہ دے کہ میں تمہارے لئے مامور ہو کر آیا ہوں۔

پس وہی کرو جو میں حکم کرتا ہوں۔ یہ برکت کے دن ہیں۔ ان قادر کردار کے خدا کے بندے میں تیرے ساتھ ہوں۔ مجھے روز روشن کی قسم ہے اور اس رات کی جوتا ریک ہو۔ جو تیرے رب نے تجھے دشمن نہیں پکڑا اور پھر اردو میں فرمایا کہ ہر ایک حال میں تمہارے ساتھ موافق ہوں اور تیرے مٹاوا کے مطابق اور پھر فرمایا: "لَكُمُ الْبَشَرِيَّةُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَيْرٌ وَفَتْحٌ وَنَصْرٌ إِنَّهُمْ أَنْتُمُ الْأَوَّلُونَ وَلَقَعْنَا عَنْكُمْ وَزْرُكُ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكُ وَرَفِعْنَاكُ ذَكْرَكُ أَنِّي مَعَكُ فَلَا تَذَكَّرْ تَذَكَّرْ كُنْكَرِنِي وَسَعْيُ مَكَانِكُ حَانَ أَنْ تَعْنَى وَتَرْفَعَ بَيْنَ النَّاسِ أَنِّي مَعَكُ يَا إِبْرَاهِيمَ أَنِّي مَعَكُ وَمَعَ أَهْلِكُ أَنِّكُ وَأَهْلِكُ أَنِّي أَنَا الرَّحْمَنُ فَانْتَظِرْ قُلْ يَا خَذْكُ اللَّهُ" یعنی تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں بشارت ہے۔ تیرا الجام نیک ہے۔ خیر ہے اور صرفت اور فتح انشاء اللہ تعالیٰ! کہ ہم تیرا ابو جہاد اتا رویں گے جس نے تیری کرتوڑ دی اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیں گے۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ میں نے تجھے یاد کیا ہے۔ سو تو مجھے بھی یاد کرو اور اپنے مکان کو سچی کرو۔ وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جائے گا اور لوگوں میں تیرا نامِ عزت اور بلندی سے لیا جائے گا۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اے ابراہیم اور ایسا ہی تیری الٰل کے ساتھ اور تو میرے ساتھ ہے اور ایسا ہی تیرے الٰل۔ میں رحمٰن ہوں۔ میری مدد کا منتظر رہ اور اپنے دشمن کو کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواجهہ لے گا اور پھر آخر میں اردو میں فرمایا میں تیری عمر کو بڑھا دوں گا۔

۱۔ یہ الہام قاتل توجہ مولوی محمد علی صاحب امیر لاہوری پارٹی ہے۔ مگر مجھے ذر ہے کہ وہ یہ کہہ دیں گے کہ مرزا قادیانی کے چالین پر کب غصب نازل ہوا تھا یا عذاب آیا کہ ہم انہیں رسول ہانیں۔

۲۔ مرزا سید! اس الہام سے تو یے ماہ بعد مرزا قادیانی فوت ہو گئے۔ کوئی قسم البدل مبارک احمد کا بعد وفات مرزا قادیانی پیدا ہوا؟

یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ میینے تک تیری عمر کے ون رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن چیشن گوئیاں کرتے ہیں۔ ان سب کو میں جھوٹا کروں گا اور تیری عمر کو بڑھا دوں گا۔ تا کہ معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔ یہ عقیم الشان چیشن گوئی ہے جس میں میری دفعہ اور دشمن کی لکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے اور دشمن پر غصب و عقوبت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر میری نسبت لکھوا ہے کہ دنیا میں تیرانام بلند کیا جائے اور نصرت دفعہ تیرے ساتھ شامل حال ہو گی اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے۔ وہ خود میری آنکھوں کے روپ و اصحاب قتل کی طرح نایو اور رجا ہ جو جائے گا۔ خدا ایک قبری جلی کرے گا اور وہ جو جھوٹ اور شوخی سے باز نہیں آتے۔ ان کی ذلت اور رجبا ہی ظاہر کرے گا۔ مگر میری طرف ایک دنیا کو جھکا دے گا اور میرا نام عزت کے ساتھ دنیا کے ہر ایک کنارہ میں پھیلا دیگا۔ سو چاہئے کہ میری جماعت کے لوگ اس چیشن گوئی کے مظہر ہیں اور تقوے اور طہارت سے پاک نمونہ کھادیں۔“

خاکسار مرزا غلام احمد ۵ نومبر ۱۹۰۷ء (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۵-۵۹۲)

صاحبان میری اس سے بحث نہیں کہ اس اشتہار کے چھاپ خانہ کے حروف کو جلو ہے یا سکے کے بننے ہوئے ہوتے ہیں، وزن کیا جائے۔ تو پانچ سیر پختہ جھوٹ اور افتراء علی اللہ ثابت ہو گا۔ یا اگر مولوی محمد علی صاحب لاہور میں اس کا امتحان کیا جائی کروں تو ایک رائی کے دانے کے برابر پنج اس سے برآمدہ ہو گا۔ مگر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اشتہار خدا پچ کا حامی ہو۔ مورخہ ۷ اگست ۱۹۰۶ء پڑھ کر اور مولوی شاہ اللہ صاحب کے ساتھ آخوندی فیصلہ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء۔

اور یہ اشتہار تبرہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء پڑھ کر انسان کے ذہن میں آسکتا ہے کہ ان اشتہارات دینے والے کو دسمبر ۱۹۰۵ء میں موت نہایت قریب ہونے کے پرے درپے الہام ہوئے تھے۔ جنہوں نے اس کی ہستی کی بنیاد کو ہلا دیا تھا اور الوصیت بھی لکھ کر کا تھا۔ لیکن وصیت کر کا تھا۔ اب اس میں کچھ تک باقی نہیں رہا کہ مرزا قاویانی کو الہام موت ہوا ہی نہ تھا۔ اگر ہوتا تو اشتہار خدا پچ کا حامی ہو، میں ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کو بجاۓ اس کے پرے لکھتے کہ میں ایسی موت نہیں مر دوں گا کہ میرے آگے بھی لخت ہو اور پیچھے بھی۔ یہ دیکھتے کہ بھائی صاحب آپ تو یہ لکھتے ہیں کہ میں آج سے تین سال بعد فوت ہو جاؤں گا۔ لیکن مجھے تو تین روز زندہ رہنے کی بھی امید نہیں۔

۱۔ مرزا قاویانی الہام گھر تے گھر تے چوک گئے۔ شاید کسی کتاب سے کچھ نقل کر رہے تھے۔

آنحضرت نے (جنکا میں بروز ہوں) ایک روز اپنے صحابہ سے پوچھا کہ تم زندگی کی کتنی امید رکھتے ہو۔ ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں صح کی نماز پڑھ لیتا ہوں تو یہ یقین نہیں ہوتا کہ ظہر تک زندہ رہوں گا اور ظہر کی نماز نصیب ہو گی یا نہیں۔ دوسرے نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ظہر کی نماز پڑھ لیتا ہوں تو مجھے یہ یقین نہیں ہوتا کہ عصر کی نماز نصیب ہو جائے گی۔ اسی طرح جب سب بیان کر چکے تو آخر میں آپ نے فرمایا ”میں داہی طرف سلام پھیرتا ہوں۔ تو مجھے یقین نہیں ہوتا کہ با میں طرف بھی پھیر سکوں گا“ اور علاوہ اس کے بروز ہونے کے مقدس وحی نے ۱۹۰۵ء میں مجھے پے درپے ایسے قاتر کے ساتھ میری موت قریب ہونے کی اطلاع دی کہ جس نے میری زندگی کی بنیاد ہلاوی ہے اور میں وحیت بھی کرچکا کہ موت و حیات خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جس دن آپ کے دنیا میں رہنے کے دن پورے ہو گئے۔ آپ مر جائیں گے۔ جس دن میرے پورے ہوئے میں مر جاؤں گا اور الہام پر تو میرا ایمان ہے۔ میں یوم بیٹت سے بھی تلقین کرتے کرتے تھک گیا کہ الہام کا نام من کر چون وجہ انہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ سر تسلیم خمر دینا چاہئے۔

بدگمانی شقی لوگوں کا شدید ہے۔ میں آپ کے الہام سے کس طرح انکار کروں۔ خاص کر جب آپ کا الہام میرے الہام سے صاف اور زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ آپ کے الہام میں میری موت کی میعاد مقرر کردی گئی ہے اور میرا الہام گول مول ہے۔ شاید فریضہ حق ادا کرنے کے لئے یہ اشارہ ہوا ہے۔ خدا نے ایسا کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا کہ جو پہلے مرے وہ جھوٹا اور جو پہچھے مرے وہ سچا۔ جس کی حقیقتی عمر بروز اذل سے خدا نے مقرر کرو۔ اتنی بحکمت کراس نے دنیا سے جل دینا ہے۔ نہ یہ کہ مرزا قادریانی الہام کا نام من کر نخل در آتش ہو کر اس الہام کی تردید میں ایک غصہ فضول کتاب (حقیقت الوج) لکھ کر اور پانچ روپے اس کی قیمت وصول کر کے لوگوں کا پیسہ، وقت اور ایمان ضائع کرتے۔

پاہو صاحب ڈاکٹر صاحب کے الہام کی نسبت قادریانی سے مالا نہ جلوسوں میں ہمیں یہ تعلیم ملتی رہی کہ مرزا قادریانی نے چونکہ مشہر کر دیا تھا کہ مجھے موت قریب ہونے کا الہام ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے خبر پا کر ایک تک لکھا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ مرزا قادریانی فلاں تاریخ سے تین سال کے اندر ہلاک ہو جائیں گے۔ مگر یہ الہامی تحریرات ان کی شہر بھر بھی ظاہر نہیں کرتیں کہ درحقیقت انہیں اپنی موت قریب ہونے کا کوئی الہام ہوا تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے آج یہ معلوم ہوا کہ مرزا قادریانی کو لگا تاریخی اور اردو میں یہ الہام ہوئے کہ تم تیری عمر بڑھادیں گے اور تیرے دشمنوں اور

تیری موت چاہئے والوں کو تیری زندگی میں فنا کر دیں گے۔ گویا موت کا الہام اگر مرزا قادیانی کو ہوا بھی تھا تو وہ منسون خ اور کالعدم ہو گیا۔

نووارو..... اچھا بابو صاحب مولوی شاء اللہ کے ساتھ آخري فیصلہ کی نسبت آپ کو قادیان سے کیا تعلیم ملی؟

مولوی شاء اللہ صاحب کی نسبت بدعا کی بابت ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ بابو صاحب مولوی شاء اللہ صاحب نے اسے منکور نہیں کیا تھا۔

نووارو..... بابو صاحب مرزا قادیانی نے جو (ضرورت الامام ص ۱۱، خزانہ حج ۱۳۸۲ھ ص ۳۸۲) پر امام الزمان کی دعاؤں کی نسبت لکھا ہے کہ ”آسمان میں غلظۃ الوال دیتی ہیں۔“ وغیرہ وغیرہ! وہاں کیا یہ بھی لکھا ہے کہ بشرطیکہ فرقہ خالف ان کی توجیہ اور تذلیل کرنے والا ان کو دکھوئینے والا۔ ان کے فرض منصبی میں روڑے الکانے والا منکور بھی کر لے۔ دو تم مولوی صاحب کی منکوری یا منکوری کی گنجائش ہی مرزا قادیانی نے کہاں چھوڑی؟ انہوں نے تو اپنی دعا ختم کر کے صاف لکھ دیا کہ مولوی صاحب جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی فیصلہ انسانی ہاتھوں سے نکل کر خدا کے ہاتھ میں چلا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کی تردید میں مرزا قادیانی نے سیروں سیاہی خرج کر دی کہ سنت اللہ نہیں بدلتی اور اس دعائیں یہ بھی تھا کہ اور اگر میں مفتری اور کذاب نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مقاطبہ سے مشرف ہوں اور تجھ موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچپیں گے۔ کیا اس سنت اللہ کے اجراء کے لئے بھی مولوی صاحب کی منکوری ہا منکوری کی ضرورت تھی؟ کیا مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کی مکذبیت سے توبہ کر لی تھی کہ اس سنت اللہ کا مولوی صاحب پر اجراء نہ ہوا۔

قرآن مجید تو فرماتا ہے: ”فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین (پ ۴، ع ۵)،“ یعنی مکذبین کو اسی جہان میں مزادی گئی۔ اگر مرزا قادیانی سچے مامور تھے اور مولوی صاحب خدا کے سچے مامور کو جھوٹا کہنے والے تھے تو یہ کیا ہو گیا کہ مامور کو مار دیا اور مکذب کی عزت میں دن گئی رات چوگنی ترقی۔ بابو صاحب قادیانی کی جن تاویلات سے مرزا نجیب کی تسلی ہو جاتی ہے۔ صاحب نظر کی نظرتوں سے وہی تاویلات اس مذہب کو گردیتی ہیں۔ آپ خدا گلتی کہیں کہ اس دعا کے بعد خدا خواست مولوی شاء اللہ صاحب ہیضہ سے بھی نہیں کسی معمولی بیماری سے مرزا قادیانی کی زندگی میں فوت ہو جاتے تو کیا مرزا ای زمین آسمان سر پر نہ اٹھائیتے؟ اور اگر

ہم یہی عذر پیش کرتے کہ مولوی صاحب نے اس کو قول نہیں کیا تھا۔ تو وہ یہ نہ کہتے کہ مرزا قادیانی چونکہ علم غیب کے گھوڑے پر سوار تھے۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ مولوی صاحب جو چاہیں اس کے لیے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایسے نامعقول عذرات کی پہلے سے ناکہ بندی کر دی جی۔ مرزا قادیانی کا انہا اسی قسم کا فیصلہ موجود ہے۔ پنڈت لکھرام کی نسبت کسی نے مرزا قادیانی سے کہہ دیا کہ اس کا قتل کیا جانا ایک اتفاقی امر تھا۔ اس پر مرزا قادیانی (استحکام ص ۱۰، خزانہ حج ۱۸۲۳ ص ۱۱۸) پر لکھتے ہیں:

”ایسا عظیم الشان مقدمہ جس کے نتیجہ کی دو بڑی بھاری قومیں بختِ تھیں وہ خدا کے علم اور ارادہ کے بغیر یونہی اتفاقی طور پر ظہور میں آ گیا۔ گویا جو مقدمہ خدا کو سونپا گیا تھا۔ وہ بغیر اس کے جواں کے فیصلہ کرنے والے فرمان سے مزین ہو یونہی اس کی لا علی میں داخل دفتر ہو گیا۔ اگر ایسے خیالات بھروسہ کرنے کے لائق ہیں۔ تو پھر تمام نبیوں کا سلسلہ اور شریعتوں کا تمام نظام یک دفعہ درہم برہم ہو جائے گا۔“ اور (حقیقت الوجی ص ۳۳۰، خزانہ حج ۱۸۲۲ ص ۳۳۳ حاشیہ) پر لکھتے ہیں: ”مولوی اسماعیل نے اپنے رسالہ میں میری موت کے لئے بدعکی تھی۔ پھر بعد اس دعا کے جلد مر گیا اور اس کی بدعکی پر پڑ گئی۔“

مرزا قادیانی اسی مولوی شان اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ میں دعویدار ہیں کہ میں خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں۔ لہس ان کا یہ دعویٰ اگر سچا تھا تو ان کو چاہئے تھا کہ اپنے خدا سے خبر پا کر دینا کو اطلاع دے دیتے کہ چونکہ مولوی صاحب نے منظوری نہیں دی۔ اس لئے یہ ساری انشاء پر داڑی کا الحدم۔ لیکن خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے قبل ہر روز مشرف ہونے والے نے جبکہ ایسے اہم معاملہ کے فیصلہ۔ فیصلہ کی قبل از وقت خبر نہیں دی۔ تو خدا کے ساتھ مکالمہ کا دعویٰ سراسر جھوٹ اور بھاری طرف سے وہی الفاظ جو مرزا قادیانی نے (استحکام ص ۱۰، خزانہ حج ۱۸۲۳ ص ۱۱۸) پر لکھے: ”ہمیں انکی عبارت آرائی کرنا کہاں آتی تھی۔ مگر خدا نے ہمیں میں بھائی عبارت دے دی۔“ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ“

ہاں اس میں صرف اس قدر ترمیم کر کے کہ جو کی جگہ کہ پابو صاحب اس خدا کے ساتھ ا قریباً ہر روز مکالمہ کرنے والے اور تمام تمام دن اور تمام درات سوال وجواب کرنے والے کا حال یہ ہے کہ ہمیشیں گوئیاں کر دیں اور جب دیکھنا کہ اس کی میعاد گز رگنی اور پوری نہیں ہوئی تو کہہ دینا کہ یہ دل میں ڈر گیا تھا۔ اس کی تائی ڈر گئی تھی۔ یہ ہوا تھا۔ وہ ہوا تھا۔ پوچھنے والا کوئی نہیں کہ حضرت سلامت آپ تمام تمام احادیث اور تمام تمام دن حفظ کر اتر کر تھے ہیں۔ وہ اگر آپ کے

مشن اور آپ کی بیشین گوئیوں کے متعلق جن کو آپ نے اپنے صدق و کذب کا معیار تھہرایا ہے، نہیں ہوتی تو کس کے متعلق ہوتی ہیں؟ آیا امتحان عماری میں پاس کرادینے کے متعلق۔ محمدی بیکم کو بیوہ کر کے آخر آپ کی طرف دامس کرنے کے متعلق ”بکرو شیب“ یعنی یا تو کنواری مل جائے گی اور نہ بعد از الہ بکارت اے مرزاے کے خدا مرزاے کی جگہ کو دیکھی اور جنحہ پر بھی اپنی وعدہ خلافی کی بدعا دت کو دیکھ۔ رشتہ داروں سے مقدمات جنتے کے متعلق۔ آپ کی بیٹی وقت نماز کے بعد مرض طاعون کے دفعہ ہونے کے لئے آپ کی دعاؤں کے متعلق۔ حجہ نہ کرنے کے متعلق۔ زکوٰۃ مانگنے کے متعلق۔ خدا سے باتیں کر کے آپ نے مسئلہ کون سا حل کر دیا۔

قاضی صاحب مولوی صاحب میں اچھی طرح نہیں سمجھا کہ یہ کیفیت الحدود والہامات کس کس کی نسبت ہیں اور مرزا قادیانی کا روئے بخوبی کس کس کی بیڑی میں بیٹھے ڈال رہے ہیں۔

گاموں جی آپنی وحی! قیقهہ

نووارو مرزاے کے بیٹے کے مرجانے کو اپنے مبلہ کا اثر بیان کرنے کا اشارہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کی طرف ہے۔ گالیاں دینے والا اور چودہ ماہ کی میحاو کے اندر مارنے والا اُنکر عبد الحکیم خان صاحب۔ مکفیر کرنے والا مولوی محمد حسین صاحب مٹالوی۔ حد سے زیادہ ستانے والا مولوی شاء اللہ صاحب و مولوی ابراہیم صاحب۔

قاضی صاحب مولوی صاحب ان علماء دین میں سے کوئی مرزاے کی زندگی میں مرا۔

نووارو ایک بھی نہیں قاضی صاحب ان میں سے کسی پر کوئی آفت آئی۔

نووارو بالکل نہیں! اللہ کا فضل رہا اور ہے۔

قاضی صاحب جب یہ مرزا قادیانی کے پانچ سیر پختہ الہام قرآن کی آیات کی نقل اسی تبریزی طرح پر جھوٹ ثابت ہوئے تو یہ تو وہ اور وہ چار کی طرح ثابت ہو گیا کہ وہ خداۓ پاک کی طرف سے نہ تھے۔ لیکن سوال یہ باقی رہا کہ وہ کس کی طرف سے تھے۔ ان کے گھر نے اور بنا نے والا کون تھا؟ اور اس کی ووہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا وہ ساویں شیطانی یا اپنی مشین؟

بابو صاحب میرا خیال ہے کہ شیطان کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مرزا قادیانی خود گھڑتا تھا۔ کیونکہ ان میں بڑی بڑی حکمتیں ہوتی تھیں اور جنگلی چوہے کے مل کی طرح لکل بھاگنے کے لئے ایک سے زیادہ سوراخ ہوتے تھے۔ سوائے محدودے چند کے جو خود کہہ رہے ہیں کہ ہم نصہ کی حالت میں گھرے گئے۔

بیوی میرا خیال ہے کہ یہ الہامات شیطانی تھے۔ کیونکہ جن جن میشین گوئیوں کو مرزا نے غصیم الشان قرار دیا۔ انہی میں اس نے بخدا کیجا۔

قاضی صاحب اگر یہ الہام شیطانی تھے۔ تو شیطانی تھے ہی اور اگر مرزا قادری خود گھر کر ان کو خدا کی طرف منسوب کرتا تھا۔ جب بھی ایک طرح کے شیطانی ہی تھے۔ کیوں مولوی صاحب؟ نوادرد قاضی صاحب حق فرماتے ہیں۔ مگر ان میں فرق کچھ نہ کچھ ضرور ہے اور میرا پختہ یقین ہے کہ مرزا قادری اپنے الہام خود گھرنا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ شیطان کا تو یہ کام ہے کہ انسان کو محابت سے روکے اور برے کاموں کی طرف ترغیب دے۔ اس کا یہ کام نہیں کہ کسی کے دل میں ایسے دھوے ڈالے جن سے اس کا گھر دولت سے بھر جادے۔ مرزا قادری کے جتنے الہام تھے۔ ذاتی فائدے کے تھے۔ نہیں مانتے تو ان کے الہام ایک ایک کر کے میرے پیش کرتے جائیے اور مجھ سے ان کے فوائد نہستے جائیے۔

گاموں مرجبے نے تھے شیطان دی بادشاہی کھوئی سی۔ پھر اس نے مرجبے نوں کی کھٹانا ہی۔

قاضی صاحب اب اس قصہ کو تمام کیجئے۔ مولوی صاحب یہ تو آپ نے ثابت کر دیا کہ مرزا قادری کا موت کا الہام ۱۹۰۵ء کا موت کا الہام بالکل جھوٹا اور خود ساختہ تھا۔ کیونکہ اس کے بعد اشتہار خدا پی کا حامی ہو۔ موری ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء میں اور اشتہار مولوی شاہ اللہ صاحب کے ساتھ آخڑی فیصلہ موری ۱۵ اگست ۱۹۰۷ء میں اور اشتہار بصرہ موری ۱۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں جن میں مرزا قادری نے اپنے دشمن علماء دین سے سرکی بازی لگائی ہے۔ کہیں اشارہ بھی اس بات کا نہیں کہ ان کو موت کا الہام ہو چکا ہے۔ بلکہ اپنے دشمنوں کی زندگی میں نہ مر بنے پر ایسے اکثر ہے ہیں کہ کوئی مسلمان بغیر ایسی موت کے الہام ہونے کے بھی نہ اکرتا۔ تواب سوال یہ ہے کہ یہ جھوٹا الہام موت کے قریب ہونے کا مرزا قادری نے کیوں گھر۔ اس سے ان کو کیا فائدہ ہے بخدا۔ نوادرد قاضی صاحب آپ نے سوال نہایت محتقول کیا اور اس کا جواب دینا میرا فرض ہے۔ کیونکہ میں دعویٰ کر چکا ہوں کہ کوئی الہام مرزا قادری کا میرے سامنے لا کوئی مرنزا کا ذاتی فائدہ اس سے ثابت کروں گا۔

۱۔ مرزے نے تو شیطان کی بادشاہی چھین لی تھی۔ پھر شیطان نے مرزے کو کیا فائدہ

پہنچانا تھا۔

اول..... وجہ تو آپ وہ سمجھ لیں جو اسی رسالہ الوصیت میں مرزا قادیانی نے ظاہر کر دی ہے۔ یعنی بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھ کر اس میں مدفن ہونے کے خواہش مندوں سے لکھ دھول کرنے۔ چنانچہ اپنے دیگر الہامات بیان کرتے کرتے (ص ۱۵، انعام ج ۲۰، ص ۳۲۶) پر تبلیغ کر پھر لکھتے ہیں: ”اور فرمایا کہ تمام حادث اور جائبات قدرت دھلانے کے بعد تمہارا حادث آئے گا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضرور ہے کہ میری وفات سے پہلے دنیا پر کچھ حادث پڑیں اور کچھ جائبات قدرت ظاہر ہوں..... پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دھلانی گئی۔ کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی۔ اس کی تمام مشی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دھلانی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں..... اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا: ”انزل فيها كل رحمت“ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتنا ری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔ اس لئے خدا نے میرا دل اپنی دھی ختنی سے اس طرف بال کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور راست بازی کامل کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ سودہ تین شرطیں ہیں..... (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفن ہونا چاہتا ہے۔ وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان معارف کے لئے چندہ داخل کرے..... (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفن ہو گا۔ جو یہ دعیت کرے۔ جو اس کی موت کے بعد دو اس حصہ اس کے تمام تر کا حسب ہدایت اس سلسلہ کی اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام میں خرچ ہو گا اور ہر ایک صادق کامل الائیمان کو اختیار ہو گا کہ اپنی دعیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔

قاضی صاحب..... مگر یہ تو مرزا قادیانی نے اسلام میں ایک بالکل نئی بات نکالی۔

نوارو..... اس اعتراض کا جواب مرزا قادیانی نے (الوصیت ص ۱۹، انعام ج ۲۰، ص ۳۲۷) پر بطور حاشیہ دے دیا ہے۔ لکھتے ہیں: ”کوئی نادان اس قبرستان اور اس انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے۔ کیونکہ یہ انتظام حسب دھی الہی ہے۔ انسان کا اس میں دخل نہیں۔“ سن لیا؟

۱۔ جھوٹے نبیوں والی چالا کیاں۔ کیا وہاں میں کوئی ایسا بھی وقت گزرتا ہے کہ اس میں کوئی حادث واقع ہوتا ہو۔

۲۔ ہندوستانی ایسی اروپیوں نے والوں کو بخوبی ڈھکے کہا کرتے ہیں۔

دوسرافا نکدہ.....

قاضی صاحب آپ نے کبھی اندر سجا کا تماشہ دیکھا ہے؟

قاضی صاحب..... مگی ہاں ادیکھا ہے اور متواتر کئی رات دیکھا ہے۔

نوارو..... آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ تماشے کے اخیر ایک ایکٹر پروہ اٹھا کر حاضرین و ناظرین کو کیا کہا کرتا ہے۔

قاضی صاحب..... (ایک قہچہ لگا کر) میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ یعنی جس طرح وہ ایکٹر ہر روز کل آخری تماشہ ہو گا۔ کہا کرتا ہے تاکہ جو لوگ ستی کر رہے ہیں۔ وہ آخری تماشہ سن کر تماشہ دیکھنے چلے آؤں۔ اسی طرح بیعت کرنے میں ستی کرنے والوں کو یہ الہام قادیانی کی طرف سے دوڑاوے گا۔

نوارو..... جزاک اللہ!

قاضی صاحب..... پابو صاحب انہی الہاموں کی زنجیروں میں جکڑے جا کر آپ نے اپنی عمر دولت اور ایمان جیسی چیز بر با و کردی۔

پابو صاحب..... (ایک بڑی آہ بھر کر اور سر پر ہاتھ مار کر) قاضی صاحب میں آپ سے کیا عرض کروں۔ انسان کا شیطان انسان ہوتا ہے۔ مجھے ایک دوست نے جو چھا مرا زائی تھا۔ جبور کیا کہ میں اخبارِ حکم کا خریدار ہوں۔ اس میں مرزا قادیانی کی تعریفیں پڑھ پڑھ کر میں اس نہب کی طرف راغب ہو گیا اور اس کے سر پر لیے فقروں میں آگیا۔

قاضی صاحب..... مگر آپ اتنی مدت کو ہاث میں رہے۔ کبھی مولوی صاحب سے آپ نے تبادلہ خیالات نہ کیا؟

پابو صاحب..... اجی ان کو دیکھ کر تو میں اخبار بھی بند کر کے چھپا دیا کرتا تھا کہ کہیں اس کی وجہ سے مرزا کا ذکر نہ شروع کر دیں۔ کیونکہ ہماری پارٹی کی طرف سے مجھے ہدایت تھی کہ عام طور پر ہر کسی سے اور خاص طور پر ان سے نہ ہیں گنتگونہ کروں۔

بیوی..... کھانا تیار ہے۔ پہلے اس سے نٹ لو۔ یہ ارمان تو تمام عمر کیا کرو گے۔

پابو صاحب..... گاموں پانی لے آہاتھو حلات۔

نوارو..... (کھانے پر بیٹھ کر) بیوی جی آپ نے غصب کیا۔ اس قدر کھانا پکواڑا لالا۔ یہ کون کھائے گا؟

پابو صاحب..... حق تو یہ ہے کہ آپ کے لاٹن کھانا تو ہم سے پکھی نہیں سکا۔ کوہاٹ کی پارٹی نے آپ کا نام شیطان رکھا ہوا تھا۔ مگر آپ تو گمراہوں کے لئے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوئے

ہیں میں اور میری بیوی جب تک زندہ رہیں گے۔ آپ کا یہ احسان فراموش نہیں کر سکیں گے اور قاضی صاحب نے جو اپنا فتحی وقت ہمیں دیا اور تکلیف برداشت کی۔ اس کا شکر یہ بھی پورا پورا ادا کرنا محال ہے۔

قاضی صاحب اجی میری تکلیف کا تو آپ نام نہ لیں۔ میں تو یہاں ایسا آرام پاتا رہا کہ مجھے انہاً کمر بھی بھول گیا اور اس مباحثہ کے نتیجے سے مجھے اسکی خوشی ہوئی ہے جس کافر کر میں نہیں کر سکتا۔ بغیر کسی اصولی فرق کے جو مرزا نے مسلمانوں میں یہ فتنہ کھڑا کر دیا۔ یہ کہاں کی محدودیت اور میسیحیت، محدودیت اور نبوت تھی۔ بھائی کا بھائی سے فساد ہے۔ باپ بیٹے میں نزاع، خاؤند اور بیوی کی زندگی تھی۔ مسجد بنانے پر کوشش ہے۔ نماز پر جھگڑا ہے۔ جنازہ پر فساد ہے۔ مردے دن کرنے پر لٹھے چلتے ہیں۔ فتح نکاح کے مقدمات عدالتوں میں جاری ہے ہیں۔ اسلام کمزور ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا پیسہ برداود ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں؟ محض اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں ساڑھے ۸۶ سال کی عمار میں چھپے رہ کر گناہ کی حالت میں فوت ہو گئے۔ کیونکہ کشمیر میں کسی عیسائی کا نام و نشان تک نہیں تو مرزا قادریانی کو سچ کیوں نہیں مان لیا جاتا؟ اور مرزا قادریانی کو الہام ہوا ہے کہ وہ کسی ہیں؟

قاضی صاحب پابو صاحب کھانے پر مرزا نے کے الہاموں کا نام نہ لجھتے۔ ورنہ کھانا مجھ سے رہ جائے گا۔

قاضی صاحب پابو صاحب غصب خدا کا مسلیمه اور پا اوری ڈوٹی اور مرزا قادریانی کے توجہ سالوں میں ہزاروں نہیں لاکھوں معتقد ہو جائیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے تفہیر پر ساڑھے ۸۶ سالی میں ایک تفہیں بھی ایمان نہ لائے اور مرزا قادریانی کی طرح کل کشمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجرمات کو قابل نفرت کہجے:

تر اے کاھکے مادر نمیاد
و گریز او کس شیرت نمیداد

میرے خیال میں جو شخص انسانوں میں فساد ڈالے۔ وہ اگر آسان پراڑ کر بھی دکھاوے تب بھی وہ جھوٹا ہے۔ چہ جائے کہ مسلمانوں کا سر آپس میں لگرانے والے کو ہم سچا مان لیں۔ میں اگرچہ شیعہ ہوں۔ گراۓ شیعوں کو بہت برا بھتنا ہوں جو ایسا کلمہ منہ سے نکالے جس سے ہم میں اور اہل سنت والجماعت میں ناراضی پیدا ہو۔

نووارد قاضی صاحب بخدا آپ نے جو کچھ فرمایا بالکل بمحافرہ ماما۔ ”ندش گفتی و در

سفتی افک اللہ نکو گفتی ”اب کھانے سے فارغ ہو کر انہا فیصلہ نہ دیجئے۔

قاضی صاحب گاموں پانی دے۔ پانی نبی کر اور ایک اچھی مضبوط ڈکار لے کر باہو صاحب میر افیصلہ تیار موجود ہے اور میں خوش ہوں کہ مجھے خود بنا انہیں پڑا، بنا بنا یا مل گیا۔ میرے ایک دوست صاحب اسپکٹر جزل بھادر پولیس کے دفتر میں ہیں۔ وہ فرمایا کرتے ہیں کہ دہریے خدا کو تو انہیں مانتے۔ مگر اخلاق کے سخت پابند ہوتے ہیں۔ مرزا قادریانی دہریہ ہو کر اخلاق کا پابند نہیں۔ اسی نتیجہ پر میں پہنچا ہوں اور یہی میر افیصلہ ہے۔

باہو صاحب گذگذ۔ آپ نے تو دریا کوزہ میں بھر دیا۔ گاموں بس تالیاں بجانا چھوڑ کھانا زیادہ کر۔

گاموں (کھانا دسترخوان سے اٹھاتے ہوئے) وہ اونے مر جیا چنگا توں مہدی تے سعی بن کے آیوں۔ (وہ رے سرزے تو چھائی اور مہدی بن کر آیا) نووارو کیوں غلام محمد مرزا قادریانی نے کیا کیا؟

گاموں بھی مر جا مہدی اسی تے کے یہودی نوں رسول اللہ کلمہ پڑھوادنا۔ سعی سی تے دو چار ہزار پاؤ ریاں، عیسائیاں نوں شرک تے قبہ کر اندما۔ ہدوں پیغمبری تے لکھ دلکھت پرستاں نوں خدا اگے جھکا دندما۔ اہ کا بہہ پیغمبری جے اپنی چاپی کروڑ امت نوں کافر کر گیا۔

نووارو میاں غلام محمد تم نے بالکل سمجھی اور ایمان کی بات کہی۔ مولوی محمد حسین مرحوم مغفور نے جب مرزا قادریانی پر کفر کا فتویٰ لگایا تو مرزا قادریانی نے بھی انہیں سمجھ کہا تھا: ”گرفتی عکفیر قوم خود چ کارے کر دہ۔ روا اگر مردی جھو دے را بآسلام اندر آز“ (درشیں فارسی ص ۹۱)

لیکن اگر تو نے ایک مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگایا تو کیا تیر مارا۔ اگر مرد ہے تو جا کسی یہودی کو مسلمان کر کے دکھا۔

گاموں قربان جائیے مر جو دے جے اس سارے یہودی مسلمان ہنادتے اتے اک مسلمان نوں سمجھی کافر ناں آ کھیا۔

۱۔ ابی مرزا قادریانی مہدی تھے تو کسی یہودی کو رسول اللہ کلمہ پڑھاتے سعی تھے۔ تو دو چار ہزار پاریوں اور عیسائیوں کو شرک سے قبہ کرتے اگر پیغمبر صاحب ہی تھے تو لا کھو لا کھب پر سوں کو خدا کے آگے جھکاتے۔ یہ کا ہے کا پیغمبر صاحب بنتا ہے کہ اپنی ہی امت کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر کر دیا۔

۲۔ صدقے ہوں مرزا قادریانی کے کہ انہوں نے کل یہودی مسلمان کر دیئے اور کسی ایک مسلمان کو سمجھی کافر نہ کھا۔

نووارو..... گاموں خدا نے تو مرزا قادیانی کو (چشم بدور) کن فیکون کے اختیار بھی دے دیے تھے۔ مگر ضرورت زمانہ کی وجہ سے ان کی توجہ کلہارو پیچہ حاصل کرنے کی طرف ہی رہی اور موت نے انہیں اتنی فرصت نہ دی کہ غیر نہ اہب والوں کو مسلمان بنانے کی طرف راغب ہوتے۔ مسلمانوں میں سے انہوں نے اپنے ہم خیال اپنی طرف کھینچ لئے اور باقی ماندوں کو کافر کہا دیا۔

گاموں ہی سنیا ہے جے محمدی بیکم نوں خدا نے آخواں پر دتا ہے (اجی سنائے کہ

محمدی بیکم کو خدا نے آخواں لڑکا دیا ہے)

نووارو..... یہ قوف یہاں کسی کے آخویں، ساتویں لڑکے کا کیا ذکر؟

گاموں (سر کھجلا تے ہوئے) ہی ایویں منہ چوں نکل گیا۔

نووارو..... غلام محمد میں تیر امطلب سمجھ گیا۔ تیر امطلب یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو خدا نے کن فیکون کے اختیار دے دیے تھے۔ تو کیا وجہ ہے کہ مرزا قادیانی کی آسمانی مکوکھ کو جس کی نسبت خدا نے قرآنی آیت میں مرزا قادیانی کو الہام کیا کہ ”اذا زد بحکما“ (انجام آتم مص ۲۰، خزانہ ج ۱۱ ص ۶۰) مرزا سلطان احمدان کی آنکھوں کے سامنے با جوں گا جوں کے ساتھ آش بازی چلا کر ڈولی میں ڈال کر لے گیا اور مرزا قادیانی کن فیکون کے اختیارات والے کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ اتنی غیرت بھی نہ کی کہ ایک مٹھی بھر کنکران پر چلا دیتے کہ ساری برات ہلاک ہو جاتی۔ بلکہ یہ بھی ثابت نہیں کہ مرزا قادیانی نے سر را کھڑے ہو کر دو چار گالیاں ہی ان کو دی ہوں۔ مطلب تمہارا یہ ہے کہ مرزا قادیانی اگر اس الہام میں سچے تو بے غیرت اور اگر غیرت والے تو الہام میں جبوٹے۔

کیوں گاموں تیر ایکی مطلب ہے یا کچھ اور؟

ہی ایکی۔

نووارو..... گاموں سن میں اس الہام کا راز تجھے بتائے دیتا ہوں۔ میں بڑے دو ہے سے کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کے لثر پچ کو جس غور و خوض سے میں نے پڑھا ہے۔ کم کسی نے پڑھا ہو گا اور ان کے لثر پچ کو پڑھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کی سب سے زیادہ کوشش وصولی دولت کے بعد یقینی کہ فضیلت اور بڑائی کی کوئی ایسی بات نہ ہو۔ جو دنیا میں کسی پیر فقیر قطب ولی نبی رسول حتیٰ کہ آنحضرت سے وہ منسوب ہوتی ہو اور میں اس کو اپنے لئے بیان نہ کر جاؤں۔ انہوں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت آپ جو خدا کو تقدیر مطلق مانتے ہیں۔ آپ کے خدامیں یہ بھی طاقت ہے کہ اپنے اختیارات کن فیکون کسی کو بخش و دے (ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا) تو انہوں نے کہا کہ ہاں! خدا اس پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ مرزا قادیانی نے

جو یہ پڑھا۔ تو ان کے کان کھڑے ہو گئے کہ اہ ہو یہ بڑائی تو مجھ سے رہ جاتی ہے۔ سیویاں بنانے کی طرح الہام بنانے کی شیشیں گھر میں موجود تھیں۔ فوراً قرآنی الفاظ میں الہام اتر آیا کہ یہ تیرا حکم ہے۔ جب تو کہے گا۔ ہو جاؤں ہو جائے گا۔ ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ، هُنَّدُو مُجْزِيُّوں کی عدالتوں میں سالہا سال کچھ پھرتے ہیں اور ڈاکٹری شٹوپکیت بھیجتے ہیں کہ مجھے پرانی کھاتی کا دورہ ہے۔ اگر میں قادریاں سے ذرا بھی باہر نکلا تو مر جاؤں گا۔ مجھے حاضری عدالت سے معاف رکھا جائے اور اختیارات کن فیکون۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب آپ نے جو فرمایا ہے کہ روپیہ کانے سے دو مم درجہ مرزا قادریاں کا یہ شوق تھا کہ بڑائی اور فضیلت کی ایسی کوئی بات نہ ہو جس کو میں اپنی طرف منسوب نہ کر لوں۔ اس دعوے پر آپ کوئی دلیل دے سکتے ہیں؟

نووارو..... ایک یا ایک ہزار؟

قاضی صاحب..... نہ ایک نہ ایک ہزار۔ چند گمراہی کی۔

نووارو..... اچھا، لبھجے۔ سنئے!

۱..... ”وَهُوَ خَرَاكُنْ جُو ہزاروں سال سے محفوظ تھے۔ اب میں دیتا ہوں اگر کوئی طے امیدوار۔“ (درشیں ص ۱۳۹، خزانہ ج ۲۲ ص ۱۷۲) آنحضرتؐ تک پر حملہ یوجہ ہزاروں۔

۲..... ”میرا نام اذل المؤمنین رکھا اور مجھے سندھر کی طرح حقائق اور معارف سے بھر دیا۔“ (ضرورۃ الامام ص ۲۷، خزانہ ج ۱۳ ص ۵۰۲) گویا مرزا قادریاں سے پہلے کے مسلمان مومن نہ تھے۔

۳..... ”قرآن کریم خدا کی کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔“ (ص ۷۴، نیام اصلح، خزانہ ج ۱۳ ص ۳۰۸) یہ دعویٰ رسول اللہؐ نے بھی نہیں کیا۔ بلکہ بر عکس حکم دیا کہ آیات حدیث سے خلط ملط نہ ہو جائیں۔

۴..... ”میں روح القدس سے بولتا ہوں۔“ (کشف الخطاء ص ۲۱، خزانہ ج ۱۲ ص ۲۰۲)

۵..... ”اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لمحہ بلا فصل ہم کے تمام قوی میں کام کرتی ہے۔“ (واضح الہادی ص ۹۲، خزانہ ج ۵ ص ۹۲)

۶..... ”میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاوں کی تائیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔“ (برکات الدعا ص ۸، خزانہ ج ۲۶ ص ۱۱)

۷..... ”بعض وقت ملائکہ کو دیکھتا ہوں۔“ (برکات الدعا ص ۲۱، خزانہ ج ۲۶ ص ۲۶)

۸..... ”اگر یہ عاجز اس عمل کو کروہ اور کامل نظرت نہ سمجھتا تو ان انجوہ نمائیوں میں حضرت مسیح

ابن مریم سے کہا گیا تھا۔“ (ازالہ مس ۳۱۰ حصہ اول، بخراں ج ۳ ص ۲۵۸)

یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان مESSAGES کی نسبت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائے اور کس کا کلام ہے اسی شخص کا جواب پنے آپ کو جہلاء کی نظر میں مسلمان اور قرآن پر ایمان رکھنے والا ثابت کرنے کے لئے کہہ چکا کہ:

MSGS انبیاء سبقین
آنچہ در قرآن بیان بالیقین
برہمه از جان و دل ایمان ناست
هر که انکارے کند از اشقياست

(درشن فارسی ص ۱۱۳)

قاضی صاحب..... مولوی صاحب بے ادبی معاف۔ ذرا غثیر ہے گا۔ بابو صاحب آپ نے مرزا کے ایمان معلوم کر لیا؟
بابو صاحب..... جی ہاں! معلوم کر لیا۔ وہ مکروہ اور قابل نفرت بھی ہے اور ان پر مرزا قادریانی کا جان و دل سے ایمان بھی ہے۔

قاضی صاحب..... بابو صاحب میر افیصل حجج لکھا یا غلط کروہ دہری یہ تھا؟
نووارو..... بابو صاحب مرزا نے اپنے اسی ایمان کا ذکر ان شعروں میں بھی کیا ہے کہ:

آنچہ من بشnom زوجی خدا
 بخدا یاک دائم زخطا
 ہچو قرآن منزہ اش دائم
 از خطاباً ہمیں است ایمانم

(نزوں الحجج ص ۹۹، بخراں ج ۱۸ ص ۷۷)

اور آپ کی الوصیت کی وجی مقدس کی تلقی بعد میں تین اشتہاروں نے کسی کھول دی۔

قاضی صاحب..... اچھا مولوی صاحب! مرزا قادریانی کی جھوٹی لعن ترانیاں شروع رہیں۔

نووارو..... (۹) ”بارہا عالم بیداری میں مقدس لوگ نظر آتے ہیں۔“

(ازالہ حصہ دهم ص ۲۷۲، بخراں ج ۳ ص ۲۵۳)

۱۰..... ”جو کچھ اس عاجز کو روایاء صاحب اور مکافہ اور استحباب دعا اور الہامات صحیحہ صادقة سے حصہ و افرنجیوں کے قریب قریب دیا گیا ہے۔ وہ رسول کو تمام حال کے مسلمانوں میں سے ہرگز

نہیں دیا گیا۔”

(ازالہ حسدوم مص ۲۰۷، خزانہ ج ۳۱۸)

۱۱..... ”آنحضرت کے لئے صرف چاند کو خسوف ہوا (شیخ القمر) میرے لئے چاند اور سورج دونوں۔“

(قصیدہ امیانہ مص ۱۷، خزانہ ج ۱۹)

۱۲..... ”میرے وقت کی فتح آنحضرت کے وقت کی فتح سے عظیم اور اکبر اور اظہر ہے۔“

(خطبہ الہامیہ مص ۱۹۳، خزانہ ج ۱۹۶)

۱۳..... ”اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور اسے تمام انسانوں اور جتوں کا سردار اور حاکم بنایا۔ پھر ان کو شیطان نے بھکایا اور جنت سے نکلا اور حضرت آدم کی حکومت شیطان کوٹی اور اس بڑائی میں آدم کو ذلت اور رسوائی ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجع موعود کو پیدا کیا تاکہ آخری زمانہ میں شیطان کو ہزیریت دے۔ یہ وعدہ خداوندی قرآن میں لکھا ہوا ہے۔“

(خطبہ الہامیہ کا حاشیہ در حاشیہ مص ۱۹۶، خزانہ ج ۳۱۲) قاضی صاحب کیا سمجھے؟

قاضی صاحب..... میں ہاں سمجھ گیا کہ (۱) آنحضرت کی فتوحات مرزا قادریانی کی فتوحات سے کچھ لگانہیں کھاتیں۔ (۲) آنحضرت کے اور دیگر ایک لاکھ چوٹیں ہزار غیربروں کے زمانہ میں جن والیں پر شیطان حکمرانی کرتا رہا اور مرزا قادریانی نے قادریان میں جنم لے کر شیطان کی بادشاہی چھین لی۔

نووارو..... قاضی صاحب اس بیچ میں کچھ جھوٹ تو نہیں؟

قاضی صاحب..... نہ نہ ہاں کلکل نہیں۔ یہ مرزا قادریانی جیسے آدمی کا ہی کام تھا۔ شیطان پر سبقت لے جانا۔ قہقهہ۔

گاموں..... شیطان غریب نوں اتنے جھوٹ بنانے کتھے آندے سن۔ جے مر جے دے سامنے کھلو ندا۔ (شیطان غریب کو اتنے جھوٹ بنانے کہاں آتے تھے؟ کہ مرزا قادریانی کے مقابلہ میں قائم رہتا؟)

.....۱۳

کربلا ایت میر ہر آنمن
صد حسین ست در گریانم

(نزوں ایسج مص ۹۹، خزانہ ج ۱۸۷)

مرزا قادریانی سو حسین جیب میں ڈالے پھرتے ہیں۔

۱۵ ”اب سوچنے کے لائق ہے کہ امام حسین گوئیرے سے کیا نسبت ہے۔“

(زندہ اسح مص ۳۸، خزانہ ج ۱۸ ص ۳۲۷)

..... ۱۶

زندہ شدھر نبی ہامن

ہر رسے نہان بہ چیرا تم

(زندہ اسح مص ۱۰۰، خزانہ ج ۱۸ ص ۳۲۸)

..... ۱۷

آنچہ دادست ہر نبی راجام

داد آن جام را مرابتام

(زندہ اسح مص ۹۹، خزانہ ج ۱۸ ص ۳۲۷)

فردا فرو جو کل نبیوں کو دیا گیا وہ سب کچھ مجھے اکیلے کو دیا گیا۔

۱۸ ”خدا نے اس امت میں سے سچ موعود بیجا جو پہلے تج سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔“ (واضح البلاء مص ۱۲، خزانہ ج ۱۸ ص ۳۲۲)

۱۹ ”ذیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس سچ سے بڑھ کر ہے اور اسے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تھا رامنگی ہے۔ کیونکہ میں سچ تج کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔“ (واضح البلاء مص ۱۲، خزانہ ج ۱۸ ص ۳۲۲)

قاضی صاحب مولوی صاحب بس سمجھئے۔ اس مضمون کو اس سے زیادہ سننے کی مجھ میں طاقت نہیں رہی۔

نووارو قاضی صاحب میں خود ان کلمات کو بادلنا خواستہ بیان کر رہا ہوں۔ صرف ایک اور ایک بات اور سن سمجھئے۔ پھر اس الف لیلہ کو میں ختم کروں گا۔

قاضی صاحب اچھا۔

نووارو پڑھت لکھرام اپنی کتاب نئی خط احمد یہ کے ص ۳۵۰ پر لکھتے ہیں۔ مرزا قادیانی ایک معزز سید صاحب کو اپنے ایک خط میں (جو اصل ہمارے پاس موجود ہے) ذیل کے فقرات لکھتے ہیں: ”مجھ کو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں حضرت علیہ السلام سے مشاہدہ وی ہے اور علی سے کچھ کم میرے پر فضل نہیں کیا۔ بلکہ جیسا اس نے علی پر فضل کیا ایسا ہی اور اس کے پر انہر مجھ پر کیا۔ اگر علی زندہ ہوتا تو وہ میری بہت تظمیم کرتا۔ سوالازم ہے کہ جو اس کی کچھ اولاد ہے۔ وہ کبھی

میری تفہیم کرے۔ علی ہوش فوجت جناب رسول اللہؐ سے جو حاصل ہے۔ وہ چھوڑ کر سب کمالات کو ظلی طور پر اللہ جل شانہ نے مجھ کو عطا کیا اور مجھ کو بارہ بذریعہ الہام فرمادیا ہے کہ ہر شخص سید ہو یا کوئی اور ہو۔ جو تیری اطاعت اور فرمانبرداری غلائی کی طرح کرے گا۔ اسی پر میرافضل ہو گا ورنہ درحالات انحراف و حد سید ہوتا کسی کام نہیں آئے گا۔

غرض آپ کے لئے سید ہونے کی بھی نشانی ہے کہ میرے فرمانبردار خادموں میں داخل ہو جائیے۔ ایسا ہی اللہ نے الہام سے مجھے مطلع کیا ہے۔ سو خدا کرے کہ آپ میں سچے سادات کی بھی نشانی پائی جائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ صد ہا سید نیک جنت میری کنش برداری پر فخر کرتے ہیں اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ سو خدا کرے کہ آپ میں بھی یہ بھی نشانی سید ہونے کی پیدا ہو جائے۔ مورخہ ۱۸۸۶ء راقم غلام احمد۔ غلائی میں ہی اولاد سے بڑھ گئے۔ شاباش غلام ہوں تو ایسے ہوں۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب آپ نے یہ میش سنی ہے کہ منہ لگائی ڈومنی گائے آل پہاں۔ اس مرزے کو جو چند جو شیئے مسلمانوں نے پادریوں اور ان کے عیسیٰ مسیح کو گالیاں دیتے پا کر مجدد وقت مان لیا۔ پھر کیا تھا۔ اپنے آپ سے باہر ہو گئے۔

نووارد..... قاضی صاحب۔ میری ابتداء سے بھی رائے ہے کہ اس کو اس کے مان لینے والوں نے بگاڑا۔ وہ ایسے اندھا و حند اس کی باتوں میں آمنا و صدقنا کہتے گئے۔ گویا آنحضرت کا یہ فرمان کہ میری امت میں جھوٹے نبی پیدا ہوا کریں گے۔ ان سے بچتا۔ انہوں نے بھی سنائی تھا۔ یہ لوگ اگر مٹی کا حقہ دلی دردازہ سے خریدتے ہیں۔ تو دس دفعہ ٹھوک بجا کر دیکھتے ہیں مگر دین جیسے معاملے میں پیسے پیسے دے کر پیٹھ لگوایتے ہیں۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب افسوس! کہ مرزے کی یہ تحریرات مرزے کی زندگی میں میری نظر سے نہ گزریں درنہ آپ دیکھتے۔
نووارد..... قاضی صاحب کیا دیکھتے۔

قاضی صاحب..... آپ یہ دیکھتے کہ یا تو میں آج آپ لوگوں میں نہ ہوتا۔ یا مرزے کی موت قریب ہونے کا مقدس اور متواتر الہام ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک پڑا سڑا نہ کرتا اور آج آپ اس الہام کو اس کری پر بیٹھ کر جھوٹا ثابت نہ کرتے۔ مجھے علماء دین پر افسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اس پر کفر کا فتویٰ لگانے میں اتنی دیر کیوں لگائی۔

نووارد..... قاضی صاحب! یہاں آپ زبردستی کرتے ہیں۔ جس شخص نے اپنا ظاہر مسلمانوں کا

سارکھا ہوا ہو۔ اس کو بغیر جنت شرعی کے کافر کہہ دینا بڑی بھاری ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے۔ کیونکہ شریعت ظاہر ہے باطن نہیں اور قاضی صاحب اس میں بھک نہیں کہ مرزا قادریانی نے جو کھا ہے کہ دیکھا آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔ نیز یہ کہ علی کو شرف صحبت رسول اللہ سے جو حاصل ہے۔ وہ چھوڑ کر سب کمالات ظلی طور پر اللہ جل شانہ نے مجھ کو عطا کئے۔ اس سے آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ مرزا جھوٹ کہنے والا آدمی نہ تھا۔ حق کا پتلا تھا اور جیسا اس کو الہام دوئی کے ذریعہ معلوم ہوتا تھا۔ راست راست بے کم و کاست کہہ دینا تھا۔ خواہ کسی کو بھلا معلوم ہو یا برا۔ اس کی خادوت کا حال تو آپ نے سینکڑوں کتابوں میں پڑھا ہو گا۔ ایک بیوی کو باغ کا باغ ہی بخش دیا۔ باقی رہی شجاعت۔ اس کا حال بھی سن لیں۔ نبی کی حیثیت سے آپ ایک مدت تک اپنے الہامات شائع کرتے رہے۔ لیکن جب مولوی محمد حسین صاحب مرحوم نے آپ کو عدالت کی طرف کھینچا کہ یہ شخص لوگوں کی موت کے الہام بیان کر کے ان کے دلوں کو مشوش کرتا ہے اور محض یہ نے آنکھ دکھائی۔ تو آپ نے یہ اقرار نامہ لکھ دیا:

..... میں اسی پیشین گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا۔ جس کے یہ سخن ہوں کہ ایسے معنے خیال کئے جائیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچنے کی یادہ مور و عتاب الہمی ہو گا۔

..... ۲ میں خدا کے پاس اسی اپیل (فرماود و خواست) کرنے سے بھی اعتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی وہ مسلمان ہو یا ہندو وغیرہ) ذلت کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کوہہ مور و عتاب الہمی ہے، یہ ظاہر کرے کہذہ بھی مباحثہ میں کون چاہا اور کون جھوٹا ہے۔

..... ۳ میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے محظیب رہوں گا۔ جس کا یہ نشاء ہو یا جو ایسا مقام رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا۔ یا مور و عتاب الہمی ہو گا۔

..... ۴ میں اس امر سے باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا چیر و کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشام آمیز فقرہ یا دل آزار لفڑا استعمال کروں یا کوئی اسکی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست یا چیر و کی نسبت کوئی لفڑ میں وجال، کافر، کاذب نہیں لکھوں گا۔ میں ان کی پرائیوریت زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کروں گا۔ جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلنا احتمال ہو۔

۵..... میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا جیر و کواس امر کے مقابلہ کے لئے بلا ذکر کردہ خدا کے پاس مبلغہ کی درخواست کریں تاکہ دن خاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا جیر و کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیشیں گوئی کرنے کے لئے بلا ذکر گا۔

۶..... جہاں تک میرے احاطہ قدرت میں ہے۔ تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے، تغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی پر عمل کریں۔ جس طریق پر کار بند ہونے کا میں نے وفعہ ۲۱، ۵، ۳، ۲، ۱ میں اقرار کیا ہے۔ قاضی صاحب فرمائیے مرزا قادیانی کا یہ فرمانہ کہ حضرت امام حسینؑ سے بڑھ کر ہوں اور ظلی طور پر حضرت علیؑ کے کل مکالات رکھتا ہوں۔ کچھ جھوٹ ہے۔ گاموں جی حاکم کچھ ناکھا بجے اک دب ہو رچاڑہ تے مرجے ہو راں کی توبہ کڈہ دیں کی۔ (ابی صاحب مجسٹریٹ نے کچھ نہ کیا اگر ذرا سادا ذا اور ذا الٰۃ تو مرزا قادیانی الہاموں سے قطعی توبہ گار ہو جاتے۔)

نووارو گاموں تو غلط کہتا ہے۔ مرزا قادیانی نے (ازالہ حصہ اول ص ۱۵) پر فرمایا ہے: ”غیر اللہ کا خوف شرک میں داخل ہے۔“ پھر خدا خواستہ شرک تھے کہ اپنے فرض نبوت ادا کرنے میں کسی سے ڈرتے۔ باپو صاحب ظہر کا وقت ہو گیا۔ چلے کر نماز پڑھ آئیں۔

بیوی کیا مرزا قادیانی کے دعویں کا سلسلہ آج ختم کر چکے۔
نووارو بیوی جی قاضی صاحب ان کے زیادہ دعوے سننا پسند نہیں کرتے۔ مگر ایک آپ کی خاطر اور سنائے دیتا ہوں۔ مرزا قادیانی (آئینہ مکالات ص ۳۲۸، خزانہ حج ص ۵۵) پر لکھتے ہیں: ”مجھے قطعی طور پر بشارت دی گئی ہے کہ میں مخالف پر غالب آؤں گا۔ کیا اس میں کچھ جھوٹ ہے؟

قاضی صاحب بس مولوی صاحب بس! مجھے خوف ہے۔ گاموں پہنچتے پاگل نہ ہو جائے۔ اس کے بعد باپو صاحب اور نوارو مسجد کی طرف روشن ہو گئے۔ مسجد میں داخل ہو کر
باپو صاحب (بیوٹ کے تھے کھولتے ہوئے) الحمد للہ۔ آج الحارہ سال بعد اس مسجد کا منہ دیکھا۔ عمر پالا خانوں میں لکریں مارتے گزر گئی۔ نماز کے بعد جو باپو صاحب اور نوارو مگر کی طرف روشن ہوئے تو جو مسلمان باپو صاحب کا واقف تھا ہے۔ مبارکہ کیا دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوا کہ اوہر تو باپو صاحب اور نوارو نماز کے لئے لکھے۔ اور گاموں نے باپو صاحب کی مرزا ایت سے توبہ کی خبر بکلی کی طرح شہر میں پھر اودی۔ والہ مکان بکھر کر۔

نووارو..... یہوی صاحب لو۔ اب اپنے میاں تمہیں مبارک ہوں۔ خدا نے اپنا بڑا فضل کیا کہ ان کو ہدایت سخنی۔ اللہ اس پر استقامت بخشے اور ان کے گزشتہ گناہوں سے درگزر کرے۔

یہوی..... (چشم پر آب ہو کر) مولوی صاحب خدا کے اس فضل و کرم کا شکریہ تو میں کیا ادا کر سکوں گی۔ آپ کی اس ہمدردی اور محنت کا شکریہ بھی میں ادا نہیں کر سکتی۔ میری طرف سے یہ ناجیز چیز (لئگی دکاہ) منکور فرمادیں۔

نووارو..... یہوی صاحب یوں تو مجھے آپ سے کوئی شے لے لینے میں کوئی عذر نہیں۔ آپ کو خوب معلوم ہے۔ ہمارے آپ کے تعلقات کیسے رہے ہیں؟ مگر اس کام کے عوض میں جو میری تمام بد کروار یوں کے مقابلہ میں ایک بھی یہ کام ہے۔ جس پر میں نے خداوند کریم سے اپنے گناہوں کی بخشش کی امید رکھی ہوئی ہے۔ کوئی معاوضہ لیما نہیں چاہتا اور نہ کبھی لوں گا معاف فرمادیں اور برانہ جانیں۔ ہاں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کام میں اور بھی ہمت دے اور اپنے رسول مقبول (فداء ابی دای) کے طفیل سے میرے ناپاک گناہوں سے درگزر کرے۔

یہوی..... اجی یہ دعا تو جب تک ہم جیتے رہیں گے۔ ہمارے لوں سے نکتی رہے گی۔
نووارو..... بس بھی میرے لئے کافی ہے۔ ہاں بابو صاحب! آپ کی خدمت میں مجھے کچھ عرض کرتا ہے۔ قاضی صاحب بھی سن رہے ہیں اور وہ یہ کہ آپ کے مرزا یت سے تو بے گار ہونے کی خبر تو آندھی کی طرح شہر میں پھیل گئی ہے۔ اس سے مرزا یوں پر کچھ نیک اثر تو ہونے سے رہا۔ وہ جان مار دیں گے کہ آپ ان کے ہاتھ آئیں۔ تو پھر آپ کو اپنا سامنا لیں۔ میں تو یہاں ہوں گا نہیں اور نہ دہ مجھ سے کلام کرنا دار کھٹے ہیں۔ پس اس بات کی کیا گارثی ہے کہ آپ پھر ان کے بہکانے میں نہیں آئیں گے؟

بابو صاحب..... مولوی صاحب! میں آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں کہ میں صرف اخبار الحکم میں مرزا قادیانی کی تعریفیں پڑھ پڑھ کر اس فرقہ کی طرف مائل ہو گیا تھا اور حقیقت حال سے بالکل بے خبر ہا اور رکھا گیا۔ اب مجھے مرزا قادیانی کی اپنی کتابوں اور اشتہاروں سے ثابت ہو گیا کہ مرزا کے کا یہ دعویٰ کہ مجھے الہام ہوتا ہے۔ بالکل جھوٹا تھا اور جب یہ ثابت ہو چکا۔ تو اب کوئی دعویٰ بھی اس کا سچا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ جو کچھ بنا اسی طرح بنا کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے اور جب میرا دل مان چکا اور گواہی دے چکا کہ وہ ہم ہونے کے دعوے میں مرا سر جھوٹا تھا۔ تو اب یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مفتری علی اللہ کو اس سے بعد میں مسلمان بھی مالوں۔ غصب خدا کا ۱۹۰۵ء میں کہتا ہے کہ وحی مقدس اور متواتر نے کہ میری موت قریب ہے۔ میری ہستی کی بنیاد ہلا دی اور

۱۹۰۶ء میں اپنے مخالفوں کے بعد تک زندہ رہنے کو اپنی صداقت کا نشان تمارہا ہے اور قرآنی آیات والفاظ میں الہامات اتنا راتا کر کر ان کو ذرا اور دھکا رہا ہے کہ تمہارا اخزا اور ادا فنا میرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا۔ مجھے خداخانہ کعبہ کہتا ہے اور تم کو اصحابِ قتل بجان اللہ اصحابِ قتل تو زندہ مجھ سلامت اور ہشاش بیٹاش اور خانہ کعبہ صاحب زیر زمین اور طرف یہ کہ کسی الہام میں موت کے الہام کا کچھ ذکر نہ مرزا قادری کی طرف سے اس کی طرف کچھ اشارہ۔

اب کون سا حق ہے کہ ان یادوں کے ہوتے ہوئے یہ سمجھے گا کہ مرزا قادری کو ۱۹۰۵ء میں ایک وفعہ بھی موت کا الہام ہوا تھا اور جب یہ الہام موت کا جھوٹا ثابت ہوا تو رسالہ الوصیت کے جتنے الہام ہیں۔ سب جھوٹے اور بھتی مقبرہ بنانے اور اس کے واسطے چندہ لینے کے لئے ثابت ہوئے۔ کیونکہ معمولی قبرستان میں مfon ہونا آپ کی شایان شان نہ تھا۔ جب تک کہ مرید چندہ کر کے اس میں کنوں کھدو دا کر ہاغ نہ بنوادیں اور جب رسالہ الوصیت کے تمام الہامات جھوٹے تو مرزا کے کل الہام جھوٹے۔ ہم میرا قاضی صاحب کے فیصلے سے یعنی اتفاق ہے کہ مرزادہ ہر یہ تھا اور اس نے اس مسلمانی جامد میں مسلمانوں کو لوٹا۔ خود عیش سے زندگی بسر کر گیا اور اولاد کے واسطے کل ہند سے قادریان روپیہ اور نقد و جنس آنے کے لئے پختہ سڑک بن گیا۔ ہزاروں روپیہ ہم سے کھینچا گیا اور کھینچا جا رہا ہے۔ جو پوچھو کر یہ روپیہ کدھر جاتا ہے۔ تو جواب ملتا ہے کہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام ہو رہی ہے۔ ہم نے آج تک کسی امریکہ یا یورپ کے نو مسلم کو نہ دیکھا کہ اسلامی معاملہ میں اس کے کان پر جوں تک چلی ہو۔ ہمارے روپیے کے لئے اور کھانے کھائے اور کھلانے جاتے ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ذہل مل یقین لوگوں کی تلاش میں پھرتے ہیں کہ ہماری تعداد بڑھ جائے تو ہم بھی کسی قطار میں آجائیں اور ہمارے پیچے قوف بھائی سمجھتے ہیں کہ وہ خدمت اسلام کر رہے ہیں۔ حقیقت میں وہ اسلام کے وہنوں کی تعداد بڑھا رہے ہیں۔ مولوی صاحب میں آپ سے کیا عرض کروں اگر میں ان لوگوں سے سرنہ منڈدا بیشنا تو آج میں اپنے دونوں لڑکوں کو تعلیم کے لئے دلائیت بیچ سکتا تھا۔

مولوی صاحب میرے خیال میں آپ ان تبلیغ کنندوں سے لاکھ درجہ بہتر ہیں کہ اپنے وست و بازو کی کمائی حق حلال کی کھا کر اس کام میں اپنا پیسہ اپنی طاقت، اپنی صحت اپنی بیانی، اپنا دماغ خرچ کر رہے ہیں اور کسی مسلمان کی جیب کو خربخک نہیں

قاضی صاحب..... بابو صاحب! واقعی آپ درست فرمائے ہیں۔ میں نے بھی اس معاملہ پر بہت غور فکر کیا اور میں دیکھتا ہوں کہ مولوی شاہ اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ میں تو مرزا

قادیانی صاف لکھتے ہیں کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر ہمیشیں گوئی نہیں پس اسی مقدس اور متواتر وحی کے نازل ہو جانے کے بعد جس کے سچے اور حقیقی ہونے نے مرزا قادیانی کی ہستی کی بنیاد کو ہلا دیا ہوا اور مرزا قادیانی نے اپنی چاندی کی قبر بھی اپنی آنکھوں دیکھ لی ہو۔ مرزا قادیانی کا مولوی صاحب سے بلا الہام وحی اسکی ٹکر لگانا صاف کہہ رہا ہے کہ مرزا قادیانی کی موت کی وحی نہیں ہوئی تھی۔ اگر ہوتی تو ایسے فیصلے کے لئے مولوی صاحب کے اصرار کرنے پر بھی مرزا قادیانی انہیں یہ جواب دیتا کہ ہاں آپ کو معلوم ہو گیا کہ مجھے موت قریب ہونے کا الہام متواتر ہو چکا ہے۔ اس وجہ سے آپ مجھے یہ فیصلہ چاہتے ہیں۔ میں بعد اس الہام کے ایسا فیصلہ آپ کے ساتھ ہرگز نہیں کر سکتا۔ کیا ایک ایسے شخص کا جس کو بعفی وغیرہ دیکھ کر حکیم حاذق نے کہہ دیا ہو کہ تو عنقریب مرنے والا ہے۔ کسی ہٹے کٹے تدرست و جوان آدمی سے اس قسم کی شرط لگانا اس کی حادثت میں داخل نہ ہو گا اور اگر وہ ایسا کرے تو اس کی دوستی صورتیں ہیں یا تو اکثر نے اسے ایسا کہا ہی نہیں اور اگر کہا ہے تو وہ اس ڈاکٹر کو ڈاکٹر نہیں سمجھتا۔

بیوی..... مولوی صاحب مجھے اپنے میاں کی بات پر اعتبار ہے اور میں یقین نہیں کرتی کہ مرزا یہوں کا کوئی جادو منڑان پڑا ہے۔ مگر پھر بھی میں نہایت ملکور ہوں گی کہ اگر آپ چند روز اور یہاں قیام فرمائے مرزا قادیانی کے کنبہ سے ان کو واقف کرویں۔ میں دیکھتی ہوں کہ اس کام کے واسطے آپ سادوسرا کوئی ہمارے مہر یا نوں میں نہیں اور آج ابھی وقت بہت ہے۔ چلتے چلتے ان کے کالوں میں کچھ ڈالتے جائیے۔

نووارو..... بہت بہتر جتاب اس کام کے لئے میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ سننے جو کام مرزا نے کیا۔ وہ کسی سید ہے سادھے آدمی کے کرنے کا نہ تھا۔ اس کے لئے ایک خارق عادت دماغ بکار تھا۔ دیکھئے کہ وہ اپنی بزرگی اور بڑائی کیوں کمر مسلمانوں کے ذہن نشین کرتا ہے کہ ظاہر اسلام کی عظمت ہیان کر رہا ہے اور باطن اپنی بڑی جمارا ہے:

..... ”ہم حضرت عیسیٰ کی اس زندگی کی خصوصیت کو ہرگز نہیں مانتے۔ ہمارے نبی اس سے زیادہ حیات، اقویٰ اور اعلیٰ رکھتے ہیں اور کسی نبی کی اسی اعلیٰ درجہ کی حیات نہیں ہے جیسے آنحضرت گی۔ چنانچہ میں نے کمی وفعہ آنحضرت گو اس بیداری میں دیکھا ہے۔ باقیں کی ہیں۔ مسائل پوچھتے ہیں۔“ (جنگ مقدسہ ۱۲۹، جزء اول ج ۶۲ ص ۲۲۲)

۲..... ”عیسائیوں کے خلاف خدا نے مسلمانوں کو یہ مجزہ دیا کہ اپنے اس بنہ کو اپنے الہام و کلام اور اپنی برکات خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علم سے بہرہ کامل بخش کر

مخالفین کے مقابل پر بیجا اور بہت سے آسمانی تھائے اور علوی عجائب اور روحانی معارف اور
دقائق ساتھ دیئے۔” (چشتہ سمجھی ص ۱۸، خزانہ حج ۲۰۰۳ ص ۶)

۳..... ”ایک عظیم الشان مجھہ آنحضرتؐ کا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی وحی متقطع ہو گئی اور مجذرات
نابود ہو گئے۔ ان کی امت خالی اور جی وست ہے۔ صرف قصے ان لوگوں کے ہاتھ میں رہ گئے۔ مگر
آنحضرتؐ کی وحی متقطع نہیں ہوئی اور نہ مجذرات متقطع ہوئے۔ بلکہ بذریعہ کاملین امت جو شرف
اتباع سے مشرف ہیں۔ ظہور میں آتے ہیں۔ اسی وجہ سے مذہب اسلام ایک زندہ مذہب
ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی اس شہادت کے پیش کرنے کے لئے یہ بندہ حضرت عزت
 موجود ہے۔ اب تک میرے ہاتھ پر ہزار نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک مکالمہ سے
قرباً ہر روز میں مشرف ہوتا ہوں۔“ (چشتہ سمجھی ص ۱۸، خزانہ حج ۲۰۰۳ ص ۲۵)

۴..... ”بھی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے خدائے پاک
کے پیغمبر اور قطبی مکالمہ سے مشرف ہوں اور قرباً ہر روز مشرف ہوتا ہوں۔“

(چشتہ سمجھی ص ۲۳، خزانہ حج ۲۰۰۳ ص ۳۵۲)

۵..... ”مگر میں حق حق کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص صیلی علیہ السلام سے
بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے۔“ (چشتہ سمجھی ص ۱۶، خزانہ حج ۲۰۰۳ ص ۳۵۲)

۶..... ”اسلام میں خود خدا تعالیٰ ہر ایک زمانہ میں اپنے انا المو جود کی آواز سے اپنی حقیقت کا پڑھ
دیتا ہے۔ جیسا کہ اس زمانہ میں بھی وہ مجھ پر ظاہر ہوا۔“ (چشتہ سمجھی ص ۲۵، خزانہ حج ۲۰۰۳ ص ۳۵۵)

۷..... ”یہ لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں۔ ہمارے سید و مولیٰ کی ہٹک کرتے ہیں۔ جب کہتے
ہیں کہ اس امت میں صیلی بن مریم کا مثل کوئی نہیں آ سکتا۔۔۔۔۔ اس اعتقاد سے دو گناہ کے مرکب
ہوتے ہیں۔ اُول یہ کہ ان کو یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے کہ صیلی علیہ السلام تیس برس تک مولیٰ علیہ السلام
کی شریعت کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا۔ اس کے مقابل پر اگر کوئی شخص
بجاے ۳۰ سال کے پچھاں سال بھی آنحضرتؐ کی پیروی کرے تو بھی وہ مرتبہ نہیں پاسکتا۔“

(ماشیہ چشتہ سمجھی ص ۷۷، خزانہ حج ۲۰۰۳ ص ۳۸۲، ۳۸۱)

۸..... ”اور پھر دوسرا طرف آنحضرتؐ کے ابدی فیض سے ایسا اپنے تسلی محروم جانتے ہیں
کہ گویا آنحضرتؐ گوڑ بال اللہ زندہ چراغ نہیں ہیں۔ بلکہ مردہ چراغ ہیں۔“

(چشتہ سمجھی ص ۷۳، خزانہ حج ۲۰۰۳ ص ۳۸۸)

۹..... ”گزشتہ نبیوں میں عورتوں کو بھی الہام ہوا۔ جیسا کہ مولیٰ علیہ السلام کی ماں اور مریم

کو گرتم مرد ہو کر ان مورتوں کے برابر بھی نہیں۔ بلکہ اے نادانو اور آنکھوں کے انہوں! ہمارے نبی اور ہمارے سید و مولیٰ (اس پر ہزار سلام) اپنے افادہ کی رو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ آپ کے سایہ میں پروش پانا ایک ادنیٰ انسان کو سچ بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ اس نے اس عاجز کو بنایا۔” (چشمِ سی ۵، ج ۲۰۷، ص ۳۸۹)

۹ ”میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریمؐ سے کچی محبت رکھنا اور کچی تابع داری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بناد جانا ہے اور اس کا اہل انسان پر علوم غیریہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی نہ ہب دالا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔“ (حضرت انجام آقہم ص ۲۱، ج ۲۰۷، ص ۳۳۵) با یو صاحب ”العظمة لله“ مطلب یہ کہ آخرت اس جسم مریٰ کے ساتھ بازاروں میں پھرتے رہتے ہیں۔ مگر اس کا ثبوت اپنے مکرین کو نہیں۔ اپنے آپ کو ہی دیتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادریانی تو غیر نہیں وہی ہیں۔ مرزا قادریانی کو صاحب وحی و مجرمات ماننے سے آخرت ایک بڑے مجرمہ دالے ثابت ہوں گے۔ مرزا قادریانی کو صاحب نشانات ماننے سے اسلام ایک زندہ نہ ہب ثابت ہو گا۔ مرزا قادریانی کو توبہ معاذ اللہ نقل کفر کرنے پا شد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فوقيت دینے سے آخرت کی عظمت ثابت ہو گی۔ مرزا قادریانی سے خدا ہر روز باعثیں کر کے اپنی، ہستی کا ثبوت دے رہا ہے۔ وہ کہیں دو اکھیں۔ خدا کی ہستی کے مکر تو دہریے اور ثبوت دیا جا رہا ہے قاتل کو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی کی ہجر وی سے نبی بن گئے۔ لا حول ولا قوّة لودارو..... با یو صاحب خیال فرمائیے۔ یہ قول مرزا کا کیا صریح خلاف ہے۔ آیت ”انی عبد اللہ اتنی الكتاب وجعلنى نبیا (پ ۱۶ ج ۰)“ یعنی خداوند کریمؐ تو قرآن میں فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی کہا کہ میں ناجائز اولاد نہیں۔ بلکہ نبی اور صاحب کتاب ہوں اور مرزا قادریانی فرماتے ہیں کہ عیسیٰ شریعت موسوی کی ہجر وی کرنے سے مقرب ہنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت موسوی علیہ السلام کی والدہ سے ہم اچھے ہیں۔ کیونکہ وہ مورثی حصیں اور ہم مرد ہیں۔ مرزا قادریانی کو علم ماننے سے (مگر ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مشی المیں بخش کو نہیں) اسلام کی اعلیٰ درجہ کی صداقت ثابت ہو گی۔ پس اے مسلمانو! اسلامی فیرت دکھاؤ اور جلد مرزا قادریانی کو صاحب مکالمہ پا خدا۔ صاحب وحی۔ صاحب کرامات۔ صاحب مجرمات و نشانات اور عالم الغیب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل مان لو۔ ورنہ خدا کی ہستی کا کوئی قاتل ہو گا۔ نہ اسلام کی شوکت نہ بانی اسلام کی کچھ عظمت باقی رہے گی۔

نووارد..... بیوی جی خدا کا فضل و کرم دیکھنے کے اس قلیل عرصہ میں ہی تھارے میاں کے خیالات کیسے صحیح ہو گئے اور وہ کیسے مرزا قادریانی کی تھے کو پہنچ لگ گئے۔

بیوی میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ آپ وقت کو نیمت جانیں۔

نووارد..... بیوی صاحبہ یہاں ایک مثال مرزا قادریانی کے قریباً ہر روزہ مکالہ و مخاطبہ کی بیان کرنی لطف سے خالی نہ ہوگی۔

آسمانی نکاح کے ایک عربی الہام کا ترجمہ

”اور تمہے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات حق ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ حق ہے اور تم اس بات کو موقع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیراعقد نکاح پاندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا اور شان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کوئی فریب یا پاکا جادو ہے۔“ (آسمانی فیصلہ ص ۲۰، خزانہ حج ۲۵۰)

بایو صاحب یہ الہام یا خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ قرآنی آیات کا مجموعہ ہے اور اس کے سات فقرے ہیں۔ فرمائیے کہ اس عالم الغیب کی طرف سے جس کو اول سے آخر تک کا تمام حال روشن ہے۔ یا غوغمیش جھونٹے ہی کی گھر نہ ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کے باور کر لینے کے لئے قرآنی آیات کو جمع کر دیا ہے۔ دیکھنے یہ شخص قرآنی آیات سے کام لے رہا ہے اور جب اس نکاح کے انتظار انتظار میں طاقت رحمولیت جاتی رہی اور عمر ۷۶ برس کو پہنچا اور آپ کے دل نے گواہ دی کہ اب تو اگر محمدی یہیں بیوہ بھی ہو جاوے تو اس سے نکاح بولہوی سے زیادہ ثابت نہ ہو گا۔ تو (حقیقت الہی کے تحریک ص ۲۲، خزانہ حج ۲۵۰) پر آپ نے کھیانے ہو کر عذر لگانا بدتر از گناہ یوں کیا۔ لکھتے ہیں: ”کیا آپ کو جنمیں کہ ”یا محوالہ مایشاہ ویثبت“ نکاح آسمان پر پڑھا گیا یا عرش پر گمراخودہ سب کارروائی شرعاً تھی۔ بایو صاحب اس عذر کے لغوار بیوہو ہونے میں کلام نہیں کیونکہ

..... آپ ہی ایمان سے کہہ دیں اس الہام کے سات فقروں میں کوئی ایسا فقرہ بھی ہے۔ جس سے نکاح کا شرطیہ ہوتا پایا جائے؟

۲..... اس الہام کا ایک ایک فقرہ پکار لیا کر کر نہیں کہہ دیا کہ نکاح قطبی اور بلا شرط ہے۔

۳..... یہ آیت پ ۱۲۴ کی جو مرزا قادریانی نے بیان کی ہے۔ اس کاشان نزول یہ ہے کہ اس سے پہلے کی آیت سن کر کفار (قریش) نے آپس میں چرچا کیا کہ محمدؐ ہر وقت عذاب الہی سے جوڑ راتے تھے۔ اب معلوم ہو گیا کہ ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے اور یہ بھی چرچا کرتے تھے کہ محمدؐ

اپنی طرف سے ایک بات کہہ دیتے ہیں۔ مگر جب تجھی چاہتا ہے تو اس کی جگہ دوسری بات کہہ دیتے ہیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اناری اور قریش کو حکما کیا کہ اگرچہ اللہ کی بارگاہ میں ہر کام کا وقت ہے۔ مگر جس نے وہ وقت بخوبی ایا ہے۔ وہی اس وقت کے بدلتے اور وقت سے پہلے تم کو ہلاک کر دینے پر قادر ہے۔ اس آیت کو اس نکاح سے جو محمدی نیکم کے لئے موجب برکات ہونا تھا۔ کچھ بھی تعلق نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ مرزا قاویانی سے پختہ وعدہ فرمائچا تھا اور علاوہ اس کے تمام قرآن ایسکی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ جناب مرزا قاویانی کے ہی الفاظ وعدہ خداوندی کے نسبت سن لیں۔

الف ”چونکہ مجھے خدا تعالیٰ کے وعدوں پر دلوقت تھا۔“ (استکاء م ۲۳، غزائن ح ۱۲ ص ۱۱۱)

ب ”وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا۔“ (الویسیت م ۱۶، غزائن ح ۲۰ ص ۳۰۶)

ج ”جبس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور۔۔۔ میں نہیں وہ بات خدائی کی تو ہے۔“ (دراثین م ۱۲)

د ”پھر اڑل جاتے ہیں۔ دریا خشک ہو سکتے ہیں۔ موسم بدل جاتے ہیں۔ مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا۔ جب تک پورا نہ ہو لے۔“ (تم تحقیقت الوجی م ۱۳۳، غزائن ح ۲۲ ص ۵۸۱)

ہ ”خدا اگرچہ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ لیکن وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔“

(ازالہ حسد و م ۹۳۲، غزائن ح ۳۲ ص ۲۲۲ حاشیہ در حاشیہ)

و ”ایک بینا نہیں اگر ہزار بیٹی بھی صلیب پر کھینچ جاویں تب بھی وعدہ میں مختلف نہیں ہو سکتا۔“

دہائی ہے خدا کی اگر یہ الہام بھی سچا ہے۔ تو خدا یا ہمیں اس جھوٹی دنیا سے اخراج کے دشمنوں نے اسلام و بانی اسلام کو خاکم بدہن جھوٹا ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر ان کو ناکامی نصیب ہوئی۔ اس شخص نے آنحضرت کا غسل اور بروز بن کر اور آیات قرآن میں جھوٹے الہام گھڑ کر اسلام و بانی اسلام کو ایسا جھوٹا ثابت کرایا کہ اگر ہمارے علمائے دین اس کو کافر قرار دے کر اسلام سے خارج نہ کر دیتے تو آج ہمیں کسی کو منہ و کھانے کی جگہ نہ رہتی۔

قاضی صاحب مگر یہ عجیب تماشہ ہے کہ اوہر تو مرزا قاویانی فرماتے ہیں کہ میں نہیں وہ بات خدائی کی تو ہے۔ یعنی خدا ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ جس بات کو وہ کہے کہ یہ میں ضرور کرتا ہوں اور ادھر فرماتے ہیں کہ یہ میں کو منہ و کھانے کی جگہ نہ رہتی۔

نووارو قاضی صاحب اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ خدا نے یہ آیت اس غرض سے اناری ہے کہ

جسے میں چاہوں منسوخ کر دوں۔ جسے چاہوں قائم رکھوں۔ تب بھی یہ فرمان خدائی احکام کی نسبت ہو گا نہ کہ خدا کے وعدوں کے متعلق۔ اپنے احکام کو خدا نے پاک کیا ایک دنیاوی بادشاہ بھی منسوخ کر سکتا ہے۔ مگر اپنے وعدوں کو منسوخ کرنا اور اس پر قائم نہ رہنا ایک جگہ تین کام نہیں چہ جائیکہ اللہ پاک جسے زور آور حاکم کا۔ کیونکہ وعدہ خلافی کمزوری اور بے چارگی کی نشانی ہے اور قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ مثلاً ”فَلَا تَحْسِبِنَّ اللَّهَ مُخْلِفًا وَعْدَهُ رَسُولُهُ“ ہے اے تیغبرایسا خیال نہ کرنا کہ خدا جو ان پر تیغبروں سے وعدہ کر چکا ہے، اس کے خلاف کرے گا ہے۔

”اَنَّ اللَّهَ لَا يَخْلُفُ الْمِيعَادَ لَا يَخْلُفُ اللَّهُ وَعْدُهُ وَلَكُنَّ اكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ ہے یہیک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اللہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ہے۔

مرزا قادیانی کے نکاح کی بشارت کوئی حکم شرعی نہ تھا کہ اللہ نے منسوخ کر دیا۔ بلکہ وہ ایک وعدہ تھا کہ ”انما زوجنكها“ ہم نے اس کا تیرے ساتھ نکاح کر دیا۔ یہ آیت بھی قرآن سے چہ اُنی ہوئی ہے۔ قرآن کی عظمت و صداقت ثابت کرنے کو یاقافتین سے اس پر تھیسے کرانے کو۔ باقی رہا قاضی صاحب آپ کا یہ اعتراض کہ مرزا قادیانی نے ایک جگہ یہ کہا اور ایک جگہ یہ کہا۔ یہ آپ کی مرزا قادیانی کی کلام سے ناقصیت پر دلالت کرتا ہے۔ مرزا قادیانی کے لڑپچر پر جن کو عبور ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی جس بات سے اپنا مطلب لکھا پاتے تھے۔ اسی کو بطور قاعدہ کلیفہ فرمادیا کرتے تھے۔ باور نہ ہوتا ہے۔

..... ”اگر یہ کہا جائے کہ کیوں بطور مجھرہ جائز نہیں کہ حضرت سعیج اذن اور ارادہ الہی سے حقیقت میں پرندے ہنالیتے ہوں اور وہ پرندے ان کی انجازی پھونک سے پرواز کر جاتے ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اذن اور ارادہ سے کسی شخص کی موت و حیات اور ضرر اور نفع کا مالک نہیں ہوتا۔ نبی لوگ دعا اور تضرع سے مجوزہ مانگتے ہیں۔ مجھرہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ مجید ہلانے کی قدرت ہوتی ہے۔“ (ازالائق میں ۲۱۳ بخراں ج ۳ ص ۲۶۰)

برخلاف اس کے دوسرا جگہ لکھتے ہیں: ”آنحضرت نے جگ بدمر میں ایک سگریز دوں کی مٹھی کفار پر چلا کی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلا کی۔

گمراں مٹھی نے خدائی طاقت دکھائی اور ایسا ہی دوسرا مجھرہ آنحضرت کا جوش ققرر ہے۔ اسی الہی طاقت کے ظہور سے آیا تھا۔ کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی۔ کیونکہ وہ صرف انکی کے اشارہ سے

جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی۔ وقوع میں آگیا تھا اور اس قسم کے اور بھی بہت سے مجرمات ہیں۔“ (آنینکہ کالات ص ۲۵، خداوند ج ۵ ص ۶۵)

قاضی صاحب..... لاحول ولا قوۃ۔ لاحول ولا قوۃ۔ استغفر اللہ۔

بیوی..... لوچاہ پیو۔ لاحول پیجھے پڑھنا۔

کاموں..... (چاء پیالیوں میں ڈالتے ہوئے) مولوی جی مر جے نے جے اس محمدی بیگم والے الہام و حج رب دی قسم کھادی ہے۔ اس دا کفارہ مر جے دتا ہوئی یا مر جے دے خدا؟ (مولوی صاحب مرزا نے جو اس محمدی بیگم والے الہام میں خدا کی جبوٹی قسم کھائی ہے۔ اس کا کفارہ مرزا نے دیا ہو گایا اس کے خدا نے؟)

نووارو..... مرزا قادیانی کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کی کمال بیروی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اور خدا کے مقرب ہو گئے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کا ایک الہام یہ بھی ہے کہ ”میں عرش پر تیری حمد کر رہا ہوں۔“ (ذکرہ ص ۷۲) ایسے نیک اور مقبول بندوں کے ذریعہ قادیانی اسلام میں خدا اپنی ہستی کا شہوت دیتا ہے۔ میرے خیال میں اس قسم سے مرزا قادیانی کے خدا کی غرض و فتناء صرف یہ تھی کہ اپنی ہستی کا شہوت دے کہ میں ہوں اور وہ غرض پوری ہو گئی۔

پابو صاحب..... (چاء کی پیالی منہ سے ہٹا کر) مولوی صاحب مجھے تو ایسا یقین آگیا جیسا میں اپنے چہار اور اس کے رسول پر رکھتا ہوں کہ مرزا ہم ہونے کے دوسرے میں سراسر جھوٹا تھا۔ الہام خود گھر لیتا تھا اور اکثر قرآنی آیات میں تاکہ کوئی مسلمان اس میں شک نہ کرے اور سبھی وجہ تھی کہ وہ جھوٹ بولنے کو اس قدر مبالغہ سے بڑا سخت گناہ بیان کرتا رہا اور مسلمانوں کو تعلیم دیتا رہا کہ الہام کا نام سن کر سر تسلیم خرم کر دیتا جائیجئے اور وہ ظنی بڑا سخت گناہ ہے۔ اس کے سوا اس نے اور ہمیں کیا بتایا۔

قاضی صاحب..... بیوی جی میں تمہیں اس بات پر ہزار ہزار مبارک پا دیتا ہوں کہ خدا نے عز و جل نے پابو صاحب پر اپنا اتنا بڑا افضل و کرم کیا کہ اخخارہ سال بعد ان کی ظاہری نہیں ہاطن کی آنکھیں کھول دیں۔

نووارو..... مجھے چاہ تو پی لی گئی۔ اب دعا کیجئے۔ اس پر سب نے ہاتھ اٹھائے اور نووارو نے دعا کرنی شروع کی۔

”اللہ! تیرا ہزار ہزار ہزار ہزار مکروہ احسان کر تو نے ہمیں مسلمان بنایا۔ اے اللہ! تیرا ہزار ہزار ہزار مکروہ احسان کر تو نے اپنے بیارے نبی کی بیاری امت کے ایک فردا کو اس نوبہ ایت بخشی۔ اے اللہ!

توضیح دکریم ہے۔ ہمارے دوسرے بیارے اور سادہ لوح بھائیوں کو بھی اسی طرح ہدایت بخش۔ پھر سب نے کہا، آمن! اور جائے کے برتن اٹھائے گئے۔

قاضی صاحب..... (ایک ڈکار لے کر) مولوی صاحب آپ کی آج کی تقریر سے تو بخدا لطف آگیا۔ کوئی اور مثال بھی مرزا قادیانی کی متفاہد باقویں کی یاد ہوتی نہیں۔
نووارو..... قاضی صاحب ایک یا ایک ہزار۔

قاضی صاحب..... نہیں مولوی صاحب ہزار نہیں صرف چند ایک گمراہ یاد۔
نووارو..... اچھا لیجئے! میں بیان کر چکا ہوں کہ مرزا قادیانی نے (آنے کمالات میں ۲۵، خزانہ ۲۵ میں ۲۵) پر لکھا ہے کہ: ”اور ایسا ہی وسرا مجھہ اخحضرت کا جو شن القمر ہے۔ اسی الٰی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔ کوئی دعا اس کے شامل نہ تھی۔ کیونکہ صرف انگلی کے اشارے سے جو الٰی طاقت سے بھری ہوئی تھی، وقوع میں آ گیا تھا۔“

۲..... اب دیکھئے! اب اس شن القمر کی بابت (نزوں اسح میں ۱۲۸، ۱۲۹، خزانہ ۱۸ میں ۵۰۶، ۵۰۷) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”اس وقت کافروں نے شن القمر کے شان کو ملاحظہ کر کے جو ایک قسم کا خسوف تھا۔ سبھی کہا تھا کہ اس میں کیا انوکھی بات ہے۔ قدم میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ کوئی خارق عادت امر نہیں۔“

۳..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چڑیوں کی بابت (دلف الوساوس میں ۲۸، خزانہ ۵ میں ۶۸) پر لکھتا ہے: ”اور حضرت مسیح کی چڑیاں باوجود یہہ مجھہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے۔ مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھیں۔“

اور (ازالہ حصہ اول میں ۳۰۹، ۳۰۸، ۳۰۷، خزانہ ۳ میں ۲۵۷، ۲۵۸) پر بیوں در افغان ہے: ”اب یہ بات قطعی اور حقیقی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس عمل الترب میں کمال رکھتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس امر کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان انجوبہ نمایوں میں حضرت عیسیٰ سے کم نہ رہتا۔“

ویکھئے ایک جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چڑیوں کا اڑنا قرآن شریف کی رو سے مجھہ بیان کرتا ہے اور دوسری جگہ اس خدا کے فرمائے ہوئے مجھے کو ایسا مکروہ اور قابل نفرت بیان کرتا ہے کہ اس کا دکھانا اپنی شایان شان نہیں سمجھتا۔

ستر بی بی از بے چادری است
بی بی صاحبہ اس لئے ستر میں بیٹھی ہیں کہ چادر نہیں رکھتیں کہ اوڑھ کر باہر نکلیں۔ اگر مرزا

قادیانی ایسی باتیں کر دکھانے کی طاقت رکھتے تھے۔ تو کم از کم ایک دفعہ تو کر دکھاتے اور پھر کہتے کہ میں اس کو قاتل نفرت سمجھتا ہوں۔ میری شان اس سے بالاتر ہے کہ میں ہمیشہ ایسے کر دہ کام کر دوں۔ کیونکہ جو قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام چیزے الہام عقیب سے خدا نے کرایا اور اس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسان رکھا۔ وہ ایسا بدنیں ہو سکتا تھا کہ مرزا قادیانی اس کے ایک دفعہ مرتعکب ہونے سے کلکنی یا قطعی جہنمی ہو جاتے۔ بلکہ اس سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ آج ہم مرزا قادیانی کو جھوٹے نبیوں میں شمارہ کر سکتے اور ایک عالم ان کے مثل سچ اور بہتر از سچ ہونے کا قاتل ہو جاتا۔ مرزا قادیانی کی اس کلام سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی سسریزم جانتے تو تھے۔ یعنی یہ علم انہوں نے سیکھا ہوا تو تھا۔ مگر سو اپنے بتایا استاد کے سامنے کرنے کے غیر اور ناخشم کے سامنے کرنے کو تکرہہ سمجھتے تھے اور ان نے ان کے تمام مجرودیں اور نشانوں کی قلعی کھول دی۔ لیس ہو چکی نماز مصلی اخھائیے۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب آپ اپنے فیصلہ پر کرنظر ڈالیں۔ کیا آپ مرزا قادیانی سے بے انصافی نہیں کر رہے؟

نو دارو..... نہیں ہرگز نہیں۔ آپ مجھے ہلا دیں کہ آپ مرزا قادیانی کو بخششیت تعلیم اور خاندان اعلیٰ طبقہ کے انسانوں میں شمار کرتے ہیں۔ درمیانی طبقہ کے یادوں طبقہ کے۔

قاضی صاحب..... اس میں شک نہیں کہ تعلیم و خاندان کے لحاظ سے میں مرزا قادیانی کو اعلیٰ طبقہ کے انسانوں میں شمار کرتا ہوں۔

نو دارو..... آپ کے پنجے جیتے رہیں۔ اب آپ اپنی بی اے اور مولوی فاضلیع کی قسم کھا کر فرمائیں کہ اذل طبقہ کے انسانوں میں کوئی ایسا انسان آپ نے دیکھایا تھا کہ اس کسی فن یا ہنر کی بابت بغیر اس میں کمال رکھنے کے لیکن ڈیکٹ جاری ہو۔ یعنی بغیر جانے اس فن کے۔ قاضی صاحب! لیس مولوی صاحب لیس میں اپنا اعتراض واپس لیتا ہوں اور ساتھ ہی آپ کے دماغ کی داد دینتا ہوں میں مان گیا کہ اس طبقہ کا انسان جب تک کسی فن یا ہنر میں مہارت کامل نہیں رکھتا۔ وہ کبھی اپنی زبان سے یہ نہیں نکالتا کہ اگر فلانی بات مانع نہ ہوتی تو میں اس فن میں یہ کچھ کر دکھاتا۔ کیونکہ ہر ایک دماغ ہر فن کے لئے موزوں نہیں ہوتا۔ مثال کے لئے دورہ جائیے۔ مرزا قادیانی ہی کو مجھے کہ باوجود یہکہ الہام اتنا رہنے میں دماغ ان کا کسی اور جھوٹے نبی سے دو مدرجہ نہیں رہا۔ پھر بھی یہدرستی میں نہیں وکالت میں نہیں۔ مقترکاری کے امتحان میں فلیں ہو گئے۔ پس جب تک وہ قانون میں اعلیٰ ورجه کی مہارت حاصل نہ کر لیتے تو وہ کبھی نہ کہکتے کہ اگر میں خدا سے نہ

ڈرتا۔ تو انہیں وکیل سے جھوٹے مقدمے بھی جیت لیتا۔ آپ کا خیال بالکل درست ہے کہ اہل طبقہ کے انسان میں جب تک کسی فن کی قابلیت نہ ہو۔ وہ اس فن کے ماہرین کے مقابلہ کی ڈیگر ٹھیکنیں مار سکتا۔ ہاں ادنیٰ وجہ کے طبقہ کے لوگ ٹھیکنی میں آ کر سب کچھ کہہ گزرتے ہیں اور ان پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

میں مرزا قادریانی بغیر جانے مسریزم کے یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ اگر میں اس فن کو سکروہ اور قاتل نفرت نہ سمجھتا تو میں علم مسریزم سیکھ کر ایسی ایجوبہ نمائیوں میں این مریم سے کم نہ رہتا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ اس فن میں ایسا کمال حاصل کر سکتیں گے؟ یہ کوئی الہام یا مکالہ و خاطر بہ باخدا کا معاملہ نہ تھا کہ لوگوں کے حواس خمس سے چھپا رہتا۔ ان کو تو میدان میں آ کر دکھانا پڑتا اور ہمیں اس کی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ مرزا قادریانی نے لوگوں کے خلط مسلط پیسے کو تو شیر مادر سمجھا اور اس علم میں کیا قباحت دیکھی کہ اس کو سکروہ اور قاتل نفرت قرار دیا۔

نووارد..... اس کی وجہات میں عرض کروں۔ ایک طرف تو وہی جھوٹ کوشک اور گوہ کھانے کے بد اہم قرار دیتے کی کہ مرزا قادریانی کی طرف کوئی مسریزم جانے کا گمان نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ جب مرزا قادریانی کوئی بننے کا شوق ہوا تو اس کے لئے دو باتوں کی خود رت انہیں نظر آئی۔ ایک الہام و وحی۔ دوسری مجرمات دخوارق مادت۔ پہلے کام میں تو انہوں نے چھٹ پٹھ مہارت حاصل کر لی۔ لیکن دوسرے کام میں عاجز رو گئے۔ اس کے لئے انہوں نے یہ تجویز سوچی کہ ان کا کھنڈن ٹھیک کر دو۔

چنانچہ آخرت کے معراج کو آپ نے کشف قرار دیا۔ حق القمر کو ایک حتم کا چادر گردہ، ان اور باقی مجرمات انہیاں کی نسبت یوں فرمایا اور ان کی یوں تحقیر کی:

..... ”چچے نی کی شناخت کے لئے قرآن اور توریت نے کرتب مقرر نہیں کئے۔ بلکہ مشین گوئیاں مقرر کی ہیں۔“ (شان آسمانی ص ۳۷، خزانہ تاج ۲۹۲) گویا آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام و دیگرانہ یاد و غیرہ کو باز گیر فرماء ہے ہیں۔

۲..... ”اگر حضرت مسیح سے درحقیقت مجرمات ظہور میں آتے تو ان کے حوار یوں کا ایسا بہ انجام ہرگز نہ ہوتا۔“ (آنینکملات ص ۲۰۲، خزانہ تاج ۵۶)

۳..... ”اگر واقعی طور پر حضرت مسیح نے کوئی مجرمه دکھایا ہے۔ یا اگر کوئی اعجازی صفت حضرت موصوف کے کسی قول یا اصل یاد یا ایجاد تھیں پائی جاتی ہے۔ تو بلاشبہ صفت کروڑا اور انسانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔“ (خند گلاؤ یہ میں میں، خزانہ تاج ص ۲۰۷)

- ۳ ”کسی نبی کا کوئی مجرہ یا اور کوئی خوارق عادت امرا یا نہیں ہے۔ جس میں ہزار ہا اور لوگ شریک نہ ہوں۔“ (تحویل گولڈ میں ۲۹، خزانہ حج ۷۶ ص ۲۰۲)
- ۴ ”ایسے نشانات دکھلانے کا دم مارنا بھی میرے نزدیک کفر ہے۔“ (بچ تقدیں میں ۲۸، خزانہ حج ۷۶ ص ۱۵۷)
- ۵ ”بہر حال یہ مجرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا۔“ (ازالہ حسد و کرم میں ۳۲۲، خزانہ حج ۷۳ ص ۲۶۳)
- ۶ ”راست ہا زندگی دنیا میں اس لئے نہیں آتے کہ لوگوں کو تاشہ و کھائیں۔“ (ازالہ حسد و کرم میں ۳۲۳، خزانہ حج ۷۳ ص ۲۶۴)
- ۷ ”سورۃ بقرۃ میں گائے کا قصہ، مسکریزم کا ایک شبہ تھا۔“ (ازالہ حسد و کرم میں ۵۵، خزانہ حج ۷۳ ص ۵۰۲)
- ۸ ”قرآن شریف میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہے۔ یہ بھی عمل التراب کی طرف اشارہ ہے۔“ (ازالہ حسد و کرم میں ۵۳، خزانہ حج ۷۳ ص ۵۰۶)
- ۹ ”قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبرا انبار۔“ (نزوں ایسح میں ۸۲، خزانہ حج ۷۳ ص ۳۶۲)
- ۱۰ ”قاضی صاحب مرزا قادریانی مجرمات کو جادو کہنا چاہتا تھا۔ لیکن ایسا سخت لفظ کہنے سے اسے خوف ہوا کہ کہیں جال کی چیزیں بھی نہ اڑ جائیں۔ اس لئے اس نے انبیاء کے مجرمات کو مسکریزم سے تعبیر کیا۔ مگر نہ مرزا قادریانی کو معلوم تھا۔ نہ ان کے کسی حواری کو کہ میسر صاحب موجہ اس علم کا توہر مسی ۳۲۷ اکو پیدا ہوا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس علم کے موجد کی پیدائش سے ۷۰۰ اسال پہلے ہی کیونکہ مہارت پیدا کر لی؟“
- قاضی صاحب یہ قصہ تو بخوبی طے ہو گیا اور مرزا قادریانی کی نبوت کا ہمیں حال معلوم ہو گیا۔ اب مرزا قادریانی کی وہی معتقدات اتنی سنائیے کہ لطف دیتی ہیں۔
تو وارو..... لججھے سنئے!
- گوردنہ اک صاحب کے چولہ (چوغ) کی نسبت مرزا قادریانی کے یہ اشارہ ہیں:
- یہ ناک کو خلعت ملا سرفراز
خدا سے جو تھا درد کا چارہ ساز

ہوا غیب سے ایک چولہ عیاں
خدا کا کلام اس پر تھا بیگماں

(دراثتین ص ۲۶، ۲۷)

(ست پنچ میں ۲۸، خزانہ حج ۱۰ میں ۱۹۲) پر لکھتا ہے ”ہم با واصاحب کی کرامت کو اس جگہ
مانند ہیں اور قول کرتے ہیں کہ وہ چولہ انہیں غیب سے ملا اور قدرت کے ہاتھ نے اس پر قرآن
شریف لکھ دیا۔“

(نزوں الحج ص ۵۸۲، خزانہ حج ۱۸ میں ۲۰۵) پر لکھتا ہے ”کہ اسلام میں چولے رکھنا اس
زمانہ میں فقیروں کی ایک رسم تھی۔ چلی یہ بات بہت سی ہے کہ با واصاحب کے مرشد نے جو
مسلمان تھا۔ یہ چولہ ان کو دیا تھا۔“ اور اسی کتاب کے (ص ۵۸۲، خزانہ حج ۱۸ میں ۲۰۶) پر لکھتا
ہے ”با واصاحب کا یہ لکھنا اپنے چولہ پر کہ اسلام کے بغیر کسی جگہ نجات نہیں۔ اگر کوئی لوگ اس پر
وجہ کرتے تو۔“ تقهہ

۵ اسی چولہ کی نسبت (ست پنچ میں ۲۷، خزانہ حج ۱۰ میں ۱۵۱) پر لکھتا ہے ”بعض لوگ انگد
کی جنم ساکھی کے اس بیان میں تجуб کریں گے کہ یہ چولہ آسمان سے نازل ہوا ہے اور خدا نے اس
کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ مگر خدا کی بے انتہا قدر توں پر نظر کر کے کچھ تجub کی بات نہیں۔ کیونکہ
اس کی قدروں کی کسی نے حد بست نہیں کی۔“ اور حضرت عیسیٰ کی دو زعفرانی چادروں کا ذکر جو
آنحضرت نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نازل ہوں گے تو دو زعفرانی
چادروں میں لپٹنے ہوئے ہوں گے۔ ان کی نسبت حاشیہ (تضمیح رام میں ۵، خزانہ حج ۳ میں ۵۲) پر لکھتا
ہے ”یہ پارچات از قلم پشمیدہ یار شم ہوں گے جیسے چوڑیاں گلبدن، اطلس، کنواب، زرفہت زری،
لائی یا معمولی کپڑے جیسے نین سکھ، خنزیر، پکن، گلشن، ململ، جالی، خاصہ، ڈریہ، چارخانہ اور کس
نے آسمان پر بنے اور کس نے سینے ہوں گے؟“ شرم شرم کے نفرے۔

۶ ”شیخ سرہندی میں سے بزرگ نے لکھا کہ یہ ضروری ہے کہ تھوڑا موعود اور علماء وقت میں
زاں پر جائے گی۔“ (ایام الحصل ص ۸۵، خزانہ حج ۱۳ میں ۲۷)

”تمام مستند علمائے اسلام یہ رے ساتھ ہیں اور وہ کے قریب ہیں اور فریق فانی کے
ساتھ اکٹھا ہیں۔ جو صرف نام کے مولوی۔“ (چنانی کا اعتماد ص ۱، خزانہ حج ۲۷ میں ۲۷)
..... ”اول تو یہ جانتا چاہئے کہ کچھ کے نزوں کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری
ایمانیت کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔“ (از الہ حصہ اول ص ۱۳، خزانہ

- ج ۲۳ ص ۱۷۱) اور (حاشیہ ص ۲۷ البریہ، خزانہ حج ۱۳ ص ۲۰۶) پر لکھتا ہے: ”علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص اس پیشین گوئی کا انکار کرے۔ اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔“
- ۸ ”میرے نہ ماننے والا دیساہی کافر ہے جیسے اسلام اور آنحضرت کا مسکر۔“ (حقیقت الحق ص ۹۷، خزانہ حج ۲۲ ص ۱۸۵)
- ۹ ”الدجال بجز سعی وجال کے اور کسی کو نہیں کہا جاتا۔“ (از الله حسد و میں ص ۱۹۹، خزانہ حج ۳۳ ص ۳۵۶)
- ”الدجال میں وحدت شخصیہ نہیں وحدت نوعیہ ہے۔ بعضی اتحاد لا را۔“ (آنینہ کمالات اسلام ص ۵۵، خزانہ حج ۵۵ ص ۵۵۲)
- ۱۰ ”زید کوئی گناہ کرے اور بکر کو سولی پر کھینچا جائے یہ عدل ہے یا رحم۔“ (لور الفرقان ص ۲۰، خزانہ حج ۹۹ ص ۳۶۸ حاشیہ)
- ”اگر مرزا الحمدیک محمدی نیکم کا غیر کے ساتھ لکاح کرنے سے ہازند آئے۔ تو پھر اسی روز سے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔“ (لکاح مرزا ص ۲۱، بکر فضل الرحمن ص ۱۲۷)
- ۱۱ ”بدگانی سخت ممنوعات شرعیہ سے ہے۔“ (فتح الاسلام ص ۳۲، خزانہ حج ۳۳ ص ۱۹ حاشیہ)
- ”مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت بھی کرتا ہوں۔ مساجد کا حال نہایت ابتر ہے۔ ان کے اماموں کے پیچھے نماز ہونے میں مجھے شہر ہے۔ انہوں نے امامت کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ ایک دکان ہے۔۔۔ حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے۔“ (فتح الاسلام ص ۳۲، خزانہ حج ۳۳ ص ۲۵)
- ”اے لوگو! صوفیوں کی مجلس سے پرہیز کرو۔ جو کہتے ہیں کہ ہم چشتی ہیں اور قادری ہیں۔ ظاہری صورت میں بھیڑوں کی طرح مسکتین نظر آتے ہیں اور میرت اور سریت میں گرگ درندہ ہیں۔“ (آنینہ کمالات ص ۳۵، ۳۶، ۳۷، خزانہ حج ۵ ص ۳۶، ۳۷)
- ”علماء اپنے علم کی شخی اور تکبر میں گرفتار ہیں۔ فقراء کو دیکھو تو ان کی حالت اور ہی تم کی ہو رہی ہے۔ ان کو اصلاح نفس سے کوئی بھی غرض نہیں۔“ (تقریب ص ۲۷)
- باب صاحب دیکھا تمام جہاں سے بدگانی کرنا۔ لیکن مرزا قادیانی اگر کہیں کر مجھے الہام ہوا ہے کہ میں مریم بھی ہوں اور انہیں مریم بھی تو فوراً مان لینا اور ہرگز ہرگز بدگانی نہ کرنا۔ کیونکہ بدگانی سخت ممنوعات شرعیہ سے ہے اور قرآن کریم میں بھی اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ: ”ان جہا کم فاسق بنباء فتبینوا“ یعنی اگر کوئی فاسق تھا رے پاس کوئی خبر لائے تو اس پر غور کر لیا کرو۔

۱۲..... ”وابتہ الارض کے معنے تب میرے دل میں ڈالا گیا کہ بھی وہ طاعون ہے اور یہی وہ وابتہ الارض ہے۔ جس کی نسبت قرآن میں وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں ہم اس کو نکال لیں گے اور وہ لوگوں کو اس لئے کام کروہ ہمارے ننانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرُجْنَاكُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تَكَلَّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِإِيمَانٍ لَا يُوقِنُونَ“ (نزول الحج ص ۳۸، خزانہ حج ۱۸ ص ۳۶)

”وابتہ الارض سے مراد کوئی لا بھل جانور نہیں۔ بلکہ بقول حضرت علی آدمی کا نام ہی وابتہ الارض ہے اور اس جگہ وابتہ الارض سے ایک ایسا طائفہ انسانوں کا مراد ہے۔ جو انسانی روح اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اس لئے چہرہ ان کا تو انسانوں کا ہے۔ مگر بعض اعتماء ان کے بعض و مگر حیوانات سے مشابہ ہیں۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ اشارہ فرماتا ہے: ”وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرُجْنَاكُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تَكَلَّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِإِيمَانٍ لَا يُوقِنُونَ“ یعنی وہ علماء ظاہر ہوں گے۔ جن کو علم کلام اور فلسفہ میں یہ طویلی ہو گا۔“ (ازالہ حسدوم ص ۵۰۳، خزانہ حج ۳۰ ص ۳۷)

بابو صاحب آپ نے بڑی غلطی کی کہ قرآن شریف کے معنے اور مطالب مرزا سے

نہ بھیج لیئے۔

بابو صاحب جی ہاں واقعی میں نے بڑی غلطی کی کہ ان سے صحیح کے وقت وابتہ الارض کے معنے طاعون کا کیا اور شام کو علماء اسلام نہ پڑھ لئے۔

قاضی صاحب مگر میں حیران ہوں کہ مرزا سے کی ان باتوں کو دماغ کی تزیی پر محول کروں یاد مانع کی کمزوری پر۔

نووارد ان سب باتوں میں اگر ہمارے بھلے کی کوئی بات ہے تو ممکن ہے ضعف دماغ کی وجہ ہو اور اس کو یاد نہ رکھا کیا کہہ چکا ہوں۔ لیکن اگر یہ سب کچھ مثیل صحیح اور صحیح مسعود بن شے کے لئے ہے۔ تو ضعف ایمان اور تزیی دماغ نہیں تو اور کیا ہے؟

۱۳..... ”میں نے خط لکھے کہ پرانا شہمت توڑو۔ خدا سے ڈرو۔“

(مرزا قادری کا خط ص ۳۶، اکل فضل رحمانی)

”ورنہ مجھے خدا کی تم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ رشتہ ناطق توڑے گا۔“ ایضاً ۱۴..... ”ایک گروہ مسلمانوں کا ایسا فلسفہ ضالہ کا مقلد ہو گیا کہ وہ ہر ایک امر کا عقل سے ہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔“ (ازالہ حسدوم ص ۲۵۲، خزانہ حج ۳۳ ص ۳۵)

”نیا اور پرانا فلسفہ اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان کرہ زمہر یتک بھی ہٹھی سکے۔“

(ازالہ الداہم ص ۲۷، خزانہ انج ۳۶ ص ۳۲)

قاضی صاحب..... مولوی صاحب! اس مضمون کو چھوڑ دیے۔ اب مرزا قادیانی کی کوئی اور خوبی بیان کیجئے۔

لووارد..... قاضی صاحب اگر آپ کو اس بات کو مان لینے میں کچھ ٹک رہا ہو کہ مرزا قادیانی کا سارا کارخانہ جھوٹ پر قائم تھا تو میں مرزا قادیانی کے کوئی صرٹ اور صاف جھوٹ بھی بیان کر دوں؟

قاضی صاحب..... ٹک تو کس کا فرکور ہا ہے۔ مگر یہ بیان بھی لطف سے خالی نہ ہو گا۔

لووارد..... اچھا تو بہت بڑی خوبی مرزا قادیانی کی یہ تھی کہ وہ جھوٹ سے بہت کام نکالتے تھے۔

ئے

مولوی عبدالحق صاحب غزنوی سے آپ نے مبلہ کیا اور جب مولوی صاحب موصوف کا بال بھی بیکار ہوا اور آپ کا ایک فرزند لہنڈ فوت ہو گیا۔ تو آپ نے (ضییر انجام آنکھ مص ۲۰، ۲۱، ۲۲ خزانہ انج ۱۸ ص ۳۰۵، ۳۰۶) پر لکھا کہ ”وہ مبلہ میری درخواست سے نہیں تھا اور نہ ہی میں نے بعد مبلہ کبھی اس بات کی طرف کم توجہ کی اور نہ میں نے اپنے ول کے جوش کو اس طرف توجہ دیا۔“ حالانکہ (مص ۱۹۴ نزول الحج خزانہ انج ۱۸ ص ۲۷) پر لکھا ہے:

”صدھا مختلف مولویوں کو مبلہ کے لئے بلا یا گیا تھا۔ جن میں سے عبدالحق غزنوی میدان میں لکھا۔ باپو صاحب دیکھئے! اس کلام میں کتنے جھوٹ ہیں۔

..... جب مبلہ کر لیا تو پھر ایس چھ میتی دار دکبیں نے اس کو بلا یا نہیں تھا۔

۲..... جب مبلہ کر لیا اور طرفین سے جھوٹ کے داسٹے خدا کی درگاہ میں بد دعا کیں ہو گئیں۔ تو پھر یہ کیا عذر ہے کہ مبلہ کے بعد اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ کیا مبلہ میں بعد کی توجہ کو بھی خلل ہے؟

۳..... خود ہی مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ جن مولویوں کو ہم نے مبلہ کے لئے بلا یا تھا۔ ان میں سے صرف مولوی عبدالحق ہی میدان میں آگئے اور پھر کہتے ہیں کہ میں نے ان کو بلا یا ہی نہیں تھا۔

۴..... بخراں کے پادری جب اپنے بال پچے لے کر آنحضرت کے ساتھ مبلہ کے لئے اس میدان میں نہ آئے۔ چہاں رسول اللہ اپنے بال پھوٹ کو ساتھ لے کر کمزے تھے۔ تو آنحضرت نے حتم کھا کر یہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ مبلہ کرنے تو ضرور آسمان سے آگ برستی اور یہ لوگ وہیں

جگل میں جل کر بسم ہو جاتے۔ قاضی صاحب ہم اس شخص کو آنحضرتؐ کا بروز اور آنحضرتؐ کی مانیں۔ جو یہ عذر تراش رہا ہے کہ مبلہ کے بعد میں نے اس طرف توجہ نہیں کی تھی۔ دل کے جوش کو ادھر متوجہ نہیں کیا تھا۔ میں نے اس کو بلا یا نہیں تھا۔ حالانکہ مولوی غلام و مکیر صاحب کی موت کو اپنی کرامت کا نشان اور مبلہ کا اثر ظاہر کرتے ہوئے (حقیقت الوجی ص ۲۳۷، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۲۵۹) پر لکھتا ہے: ”مہر مولوی غلام و مکیر قصوری وہ بزرگ تھے۔ جنہوں نے میرے کفر کے لئے کہ مظہر سے میرے کفر کے فتوے مکوائے تھے۔ وہ بھی اپنے یکطرنہ مبلہ کے بعد انتقال کر گئے۔“ گویا جو کوئی مرزا قادریانی کی زندگی میں مر جائے۔ اس کی بدو عطا بھی یکطرنہ مبلہ اور جودو طرف مبلہ کر کے بھی نہ مرے۔ تو وہ مبلہ ہی نہیں۔ مرزا قادریانی نے اسے بلا یا ہی نہیں تھا۔ مرزا قادریانی نے مبلہ کے بعد توجہ نہیں کی تھی۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب معلوم ہوا کہ نبی بنخ کے لئے علاوہ جھوٹ کے بے حیائی بھی لوازمات میں سے ہے۔

نووارو..... اس میں بھک ہی کیا ہے۔ لیجئے! اس کے علاوہ مرزا قادریانی کی بے حیائی کی اور مثالیں سن لیں:

..... ڈپٹی آئکم صاحب والے صریح و صاف معاملہ میں جس کی نسبت ہنگامہ ہندوستان کے کل نماہب والوں نے بیک زیاب کہہ دیا کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی تکلی۔ مرزا قادریانی حیاء کی آنکھوں پر پیٹی پادرہ کر اس کی نسبت کیا کہتے ہیں:

الف..... ”مجملہ اللہ تعالیٰ کے عظیم الشان ننانوں کے آئکم والا نشان ہے۔“

(نزوں الحج ص ۱۲۳، خزانہ حج ۱۸۸ ص ۵۳)

ب..... ”اے کمکوں کر دیکھو کہ آئکم والی پیشین گوئی اپنی تمام چکوں کے ساتھ پوری ہو گئی۔“

(ضمیر انجام آئکم ص ۲۱، خزانہ حج ۱۸۵ ص ۳۰۵)

ج..... ”تیسوں نشان آئکم کی نسبت ہے۔ جو بہت صفائی سے پورا ہوا۔“

(حقیقت الوجی ص ۲۱۲، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۲۲۱)

۱۔ یہ بھی مرزا قادریانی کا جھوٹ۔ مولوی شاء اللہ صاحب نے سالہا سال سے اشتہار دے رکھا ہے اور ہمیشہ اس کی طرف مرزا نیوں کی توجہ دلاتے رہتے ہیں کہ میں پانچ صدر و پیانعام اس مرزا کی کوڑوں گا۔ جو ثابت کردے کہ مولوی غلام و مکیر مرحم نے اپنی کتاب میں یہ لکھا تھا کہ جو جھوٹا ہو گا۔ وہ پہلے مرے گا۔

و..... ”بعض نادان کہتے ہیں کہ آخر اپنی میعاد میں نہیں حرکت کیں وہ جانتے ہیں کہ مر تو گیا۔“

(تعریف حقیقت الحقیقی میں جلدی صفحہ ۲۲، جلدی صفحہ ۵۵۳)

و..... ”اور اس بات کو کسی نے نہ سوچا کہ پیشین گوئی کا اصل مدعای توبہ تھا کہ کاذب صادق کی زندگی میں مرے گا۔“ (زندگی صفحہ ۱۶۹، جلدی صفحہ ۵۳۷)

قاضی صاحب مولوی صاحب یہ تو بالکل فضول اور لغو کلمات ہیں۔
نووارو ہاں قاضی صاحب برخلاف کلام بزرگان دین اسلام مرزا قادری کی کلام میں نعمیات بھی بہت ہوتے تھے۔ منے:

۱..... ”مشن کے لفظ سے مشن ہی مراد رکنا دعوے بے ولی اور التزام بالزم یلزم ہے۔“ (ازالہ حصالہ صفحہ ۱۱، جلدی صفحہ ۳۳)

۲..... ”ہماری جماعت میں سے بعض لوگوں کا طاعون سے فوت ہونا بھی ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کے بعض صحابہ لڑائیوں میں شہید ہوئے تھے۔“ (تعریف حقیقت الحقیقی میں جلدی صفحہ ۲۲، جلدی صفحہ ۱۳۳، جلدی صفحہ ۵۶۸) حالانکہ (تقریبی میں ۳۶) پر لکھتا ہے کہ ”جو لوگ خدا کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چلیں گے۔ وہی محفوظ رہیں گے۔ خدا کا وعدہ ایسے ہی لوگوں کی حفاظت کا ہے۔ جو کچی تبدیلی اپنے اندر کرتے ہیں۔“ پھر (حقیقت الحقیقی میں جلدی صفحہ ۲۲۲، جلدی صفحہ ۲۲۵) پر لکھتا ہے: ”حملۃ البشری میں میں نے یہ لکھا تھا کہ میں نے طاعون پھیلنے کے لئے دعا کی ہے۔ اور یہ شراری کا ہے:

شکر للہ میری بھی آہیں نہیں خالی گنگیں
کچھ بیش طاعون کی صورت کچھ زلازل کے بخار

(دریں میں ۸۸)

اب مرزا کا یہ مذکورہ بالا کلام نحو ہے کہ او ہر تو کہتا ہے کہ میں نے گویا حضرت نوح علیہ السلام کی طرح اپنے پر ایمان نہ لانے والوں کے لئے بدعا کی اور جب اعتراض ہوا کہ پھر تجھ پر ایمان لائے ہوئے کیوں طاعون سے ہلاک ہوئے تو کیا بیہودہ اس سخا ملہ کو آنحضرت کے اصحاب کے دینی لڑائیوں میں شہید ہونے سے مشاہدہ دیتا ہے۔

۳..... ”اگر یہ عاجز تجھ ہونے کے دعوے میں غلطی پر ہے تو مجھ آپ لوگ کچھ کریں کہ مجھ موجود جو آپ کے خیال میں ہے۔ انہی دلوں میں آسمان سے اتر آوے۔“

(ازالہ حصالہ صفحہ ۱۵۲، جلدی صفحہ ۳۳)

ہمارا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام

قیامت کی نشانی ہیں۔ یعنی ان کا نزول ثابت کرے گا کہ قیامت آئی۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ جب قیامت قریب ہوگی۔ تو حضرت صلی علیہ السلام کا نزول ہو گا اور مرزا قادریانی فرماتے ہیں کہ حق تو میں آگیا۔ اگر مجھے نہیں مانتے تو اس شخص کو آسمان میں اتار لو جس کی نسبت تمہارا عقیدہ ہے کہ خدا اس کو قیامت کے قریب اتارے گا۔ قاضی صاحب اس سے بڑھ ہر زہ سرائی کیا ہو سکتی ہے؟ کیا مرزا قادریانی یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت قائم کر دینا ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم حضرت صلی علیہ السلام کو آسمان سے اتار لیں۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب اس کو منظر کریں۔

نووارد..... نہیں قاضی صاحب! آپ سینہ پر پھر رسمیں اور شیل کیونکہ یہ میرے بیانات باپو صاحب پر مرزا قادریانی کی اصلاحیت روشن کرنے کے لئے ہیں۔ آپ کو اگر قہ آئے تو باہر جا کر آئیں۔ ورنہ طبیعت بحال کرنے کے لئے الائچی موجود، پان موجود۔
قاضی صاحب..... اچھا یہوی صاحب! اگر مولوی صاحب اس مضمون کو فتح نہیں کرتے تو مجھے ایک الائچی والا پان بنادیں اور تھوڑا سا تسبیکوںی اس میں ڈال دیں۔

نووارد..... (۲) ”اگر اس میں میں جھوٹا لکھوں تو جو مرزا آپ تجویز کریں خواہ سزاۓ موت ہی کیوں نہ ہو مجھے منظور ہے۔“ (بجک مقدس میں ۱۸، خزانہ حج ۲۷ ص ۱۵۷) مرزا قادریانی گوامتحان عمار کاری میں فیل ہی ہو چکے تھے۔ اتنا تو جانتے ہوں گے کہ کسی شخص کی موت پر راضی ہو جانے پر بھی اگر یہی قانون کے مطابق کوئی اس کو ہلاک نہیں کر سکتا۔ پھر اگر یہ کلام اشد درجہ کا لغو نہیں تو اور کیا ہے؟ ہاں سکھوں کے زمانہ کی سزا کہ یا پائچ سیر پیاز کھایا و ممن یو جھسر پر رکھ کر تمام دن کھڑا رہ۔ یا پائچ سو درے (سزادینے بکے لئے لیک چڑی کی چیز) اگر یہی عملداری میں بھی اگر کوئی منظور کرے تو سرکار اس میں دست اندمازی نہیں کرتی۔

قاضی صاحب اب تو آپ نے پان کھالیا اور طبیعت بہتر ہو گئی۔ ایمان سے فرمائیے کہ اگر ہرا قادریانی سچا ہوتا تو کیا ہمیشہں کوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اسکی سزا اپنے لئے تجویز کرتا؟ جس کو کوئی معزز شریف آدمی عملداری پر سرکار میں گل میں نہ لاسکتا اور حاکم کے لوٹے ایک فرضی سچ موعود ہنا کہ اس پر اپنے دل کے حوصلے نہ لتے۔

..... ”چچے سچ اور مہدی کا نہ آسمان پر کچھ پڑھتا ہے نہ میں پر۔ ہزار جتن کروڑ دو ہوپیں کم شدہ جواب نہیں دیتے کہ مددہ ہیں یا مردہ اور کہ ہر ہیں اور کہاں ہیں؟“
(نزول الحج ص ۳۲، خزانہ حج ۱۸ ص ۳۲)

گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایان قریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

(درشیں ص ۸۷)

..... کیا اس میں کچھ جھوٹ ہے کہ جوابن مریم کی خاصیتیں رکھتا ہے۔ وہ ابن مریم ہی ہے۔ قاضی صاحب اگر مرزاقا دیانی بغیر باپ کے پیدا ہوتے،

گھوارہ میں باتیں کرتے
غربت اور مسکینی میں عمر بزر کرتے
عمر بھر کوئی عمارت نہ بناتے
شادیاں نہیں شادی کرتے
دیہہ بدیہہ پیدل بھر کے تبلیغ توحید کرتے
جگل میں پتے وغیرہ کھا کر گزارہ کرتے

لباس کمل یا ٹاٹ کا پہنتے۔ جو تیوں کی جگہ درختوں کی چھال ہیروں سے لپیٹتے۔
سر میں نہ تل ڈالتے نہ نکھا کرتے۔ تو مسلمان خود بخود کہہ اٹھتے کہ یہ شخص سچ ہاں ہے۔ لیکن مرزاقا دیانی تو کہتے ہیں: ”حضرت علیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے منسوب یوسف نجار کے ساتھ گھر سے باہر چکر لایا کرتی تھیں۔“ (ایام الصلح ص ۲۶۰، بخارائن ح ۳۰۰ ص ۳۰۰ حاشیہ)
”یوسف کی ایک بیوی موجود تھی اور شریعت موسوی میں ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی جائز نہ تھی۔ لیکن قوم کے بزرگ مجبور ہوئے کہ عین محل میں بعد ازاں مل مرحیم کا نکاح یوسف سے کرا دیں اور بعد نکاح کے جتنی اولاد مرحیم کی یوسف سے ہوئی۔ وہ حضرت علیٰ علیہ السلام کے سچے بھن بھائی تھے۔“ (خلاصہ مضمون ص ۱۹، اکشی لوح بخارائن ح ۱۹، ۱۸ ص ۱۹)

دوسرانام اس کتاب کا تقویۃ الایمان مطلب یہ کہ حضرت علیٰ حرایت تھے اور والدہ ان کی زادی تھیں اہل باقی کل اولاد حضرت مرحیم کی بھی ناجائز نکاح کی اولاد تھی۔ لیکن حرایت تھی۔ (معاذ اللہ) کیا مرزاقا دیانی اس سچ کے مقابل تھے؟

اس وقت کا نظارہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اول تو سب توبہ توبہ پکارا تھے۔ پھر جو جس کے منہ میں آیا اس نے صرف نہ کیا۔ با بوساحب جو تھوڑی بدت پہلے نو اروے سے تہذیب میں رہنے پر مصروف تھے۔ گاؤں سے درجہ دوم پر تھے اور مرزے نے یہ آڑ لے کر کہ انہوں نے غدر کرایا جتنی

گالیاں علائے اسلام کو دے کر دل خوش کیا تھا۔ وہ قاضی صاحب کی حیرت ہوازی کی عذر عن شیر نہ تھیں اور اس وقت محفل ایسی بیہرہ ہو گئی کہ نوار و اور قاضی صاحب بلا انتظار منکوری اجازت انھوں کر چل دیئے۔ دوسرے دن وزرازہ پرستک۔

گاموں آؤ جی لفکھ آؤ۔ بابو جی مسٹی نماز پر مصون گئے ہوئے ہیں۔ بنے آجائیدے
جے۔

نووار و اور قاضی صاحب اندر واٹل ہو کر السلام علیکم!

بیوی علیکم السلام و رحمۃ اللہ! چلنے اندر تشریف لے چلے۔ وہ بھی مجھ سے آپ صاحبان کا انتظام کرتے کرتے ابھی آدھ گھنٹہ ہوا نماز کے داسٹے گئے ہیں۔

بابو صاحب (گھر میں وارد ہو کر) گاموں جاد کیکے کیا معاملہ ہے؟ آج وہ کیوں نہیں آئے؟

بیوی (نووار دے) لووہ آگئے اور ہمہ وازنڈا تھی وہ آئے بیٹھئے ہیں۔

بابو صاحب (اندر واٹل ہو کر) السلام علیکم!

نووار و قاضی صاحب علیکم السلام!

بابو صاحب (کپڑے اتارتے ہوئے) کیوں تی آج خیر تو ہے؟

نووارو قاضی صاحب قیلوں کے عادی ہیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ ظہر کی نماز کے بعد حاضر ہوا کریں گے۔ ظہر سے عصر یا مغرب تک آج کل کافی وقت ہوتا ہے۔

بابو صاحب مولوی صاحب جس قدر زیادہ وقت آپ بھجتے دیں۔ وہ آپ کی مہربانی میں واٹل ہو گا۔ آپ نے تو میری عاقبت سنوار دی۔

بیوی مولوی صاحب امیں ان کو مرزاںی مذہب میں دیکھ کر سوچتی تھی کہ خدا یا کیا تو نے چاند کو گرہن لگادیا۔

نووارو بیوی جی! امیرے حصہ کی بھی کچھ حد نہیں رہتی جب میں دیکھتا ہوں کہ اس فرقہ میں ایسے ایسے نیک اور زاہد اور عابد شامل ہیں کہ ان کے مقابلہ میں مرزاںے کا ہناوٹی اور دھکلائے کا اتنا قاء کچھ نہیں اور اس وقت میں خدا کی قدرت پر حیران ہوتا ہوں کہ جو شخص دل سے مسلمان اور خدا اور رسول کا سچا عاشق وہ اس دھریئے اور ہناوٹی مسلمان کی کش برداری پر فخر کرے۔

بابو صاحب مولوی صاحب چلنے کل کا انپا مضمون ختم کیجئے۔

نووارو ہاں! بابو صاحب کل کامیرا مضمون یہ تھا کہ مرزاںے نے کہا ہے کہ کیا اس میں کچھ جھوٹ

ہے؟ کہ جوابن مریم کی خاصیتیں رکھتا ہے۔ وہ ابن مریم ہی ہے۔ ہماری کتابوں سے جوابن مریم کی خاصیتیں ثابت ہیں۔ وہ میں نے کل بیان کرویں۔ اب میں ابن مریم کی وہ خاصیتیں بیان کرتا ہوں جو مرزا نے بیان کیں۔ ایک تو میں کل بیان کرچکا کہ تو بے نعوذ باللہ عقل کفر کرنے باشد۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حرامی تھے اور والدہ ان کی زادی اور بہن بھائی ناجائز کارح کی اولاد۔

۲ ”خت کلامی کی وجہ سے منہ پر طماچے کھائے۔“ (ازالہ اول ص ۱۶، خزانہ انج ۳۳ ص ۱۱)

۳ ”عمل اترب (سریریم) میں کمال رکھتے تھے۔“

(ازالہ اول ص ۳۰۹، خزانہ انج ۳۳ ص ۲۵۷)

۴ ”سچ کا یہ کہنا ہے کہ میں نیک نہیں ہوں۔“ (ازالہ اول ص ۵، خزانہ انج ۳۳ ص ۱۰۸)

۵ ”ایلی ایلی کہتے جان دی۔ بعد حضرت اس عالم کو چھوڑا۔“ (تذکرہ ص ۹۶ طبع سوم)

۶ ”ذلت کے ساتھ پکڑا گیا۔ سولی پر کھینچا گیا۔ ناکامی اور نامرادی سے ماریں کھانا کھاتا مر گیا۔ حالات میں ہو کر..... چھوڑی ہاتھ میں۔ زنجیر پاؤں میں۔ چند سپاہیوں کی حرست میں چالان ہو کر چھڑ کیاں کھاتا ہوا گھلیل کی طرف روانہ ہوا۔“ (ست بیجن ص ۱۲۰، خزانہ انج ۱۰ ص ۲۸۲ فص)

۷ ”اور اس سے عجیب تر یہ کہ کفارہ یوسع کی نانیوں دادیوں کو بھی بدکاری سے نہ پھاسکا۔ حالانکہ ان کی بدکاریوں سے یوسع کے گوہ فطرت پر واغ لگتا تھا اور یہ دادیاں نانیاں صرف ایک دو نہیں۔ بلکہ تین ہیں۔ چنانچہ یوسع کی ایک بزرگ نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی یعنی راحاب کبی یعنی ستر جمی تھی۔“ دیکھو (یوسع ۱، ۲) اور دوسری نانی جو ایک طور سے دادی بھی تھی۔ اس کا نام شر ہے۔ یہ خانگی بدکار عورتوں کی طرح حرام کار تھی۔ دیکھو پیدائش (۲۰، ۲۱، ۲۸) ایک نانی یوسع کی جو ایک رشتہ سے دادی بھی تھی۔ بنت سچ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ وہی پاک دامن تھی۔ جس نے داد کے ساتھ زنا کیا تھا۔ دیکھو (سوئل ۱۱، ۲۰)

”دیکھو وہ کیسے شیطان کے بچپے بچپے چلا گیا۔ حالانکہ اس کو مناسب نہ تھا۔ بھی حرکت تھی جس کی وجہ سے ایسا نادم ہوا کہ جب ایک فحصل نے نیک کہا تو اس نے روکا کہ مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟“

۱۔ ناہے مثل سچ صاحب بھی لا ہو رجایا کرتے تھے تو وہاں گارڈ اور پولیس ہمراہ رہتی تھی۔

۲۔ بھلے ماں ریش سفید ہو گئی۔ قابلِ مفعول کی شاخت نہ آئی۔ مورت قابل ہوا کرتی ہے یا مفعول؟ کیا یہ کوئی قادری اصطلاح ہے؟

باقہ صاحب میں کچھ بیہاں جملہ مختصر صد کے طور پر اور بھی بیان کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ دروغگوار احافظہ بنا شد کے کیا معنی ہیں؟ مرزا کی تقریریں کے میں اکولا حظہ سمجھتے۔ اس معاملہ کو کس طرح بیان کرتا ہے: ”بھی امر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کو کہا گیا کہ اے نیک استاد تو چونکہ ان کو علم تھا کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی کو نیک نہ کرے۔ وہ نیک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فوراً انکا اکار کیا اور اسے کہہ دیا کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں نیک کو اپنی طرف منسوب کرتا ہوں۔ حقیقی نیک تو خداۓ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہ جب چاہے۔ اپنے فضل سے عطا کرے۔ جب چاہے شامت اعمال کے سب سلب کرے۔ حالانکہ حضرت سعیج نے بہت ہی لطیف بات کہی تھی جوان گیا علیہم السلام کی فطرت کا خاصہ ہے۔

..... ”مرگی کے جلا اکتوبر شاٹین کو اسی طرح دیکھا کرتے ہیں۔ یسوع دراصل مرگی کی بیماری میں جلا تھا اور اسی وجہ سے اسکی خواہیں ^۱ دیکھا کرتا تھا۔“ (ست پنجم ص ۱۵، خزانہ حج ۹۰ ص ۲۹۲)

..... ”ایسے عامل ہمیشہ شراب اور پلید چیزیں استعمال کرتے رہتے ہیں اول درجہ کے شرابی اور کھاکیوں ہوتے ہیں۔“ (ست پنجم ص ۱۷، خزانہ حج ۹۰ ص ۲۹۵)

..... ”بات یہ ہے کہ کبوتر کا رنگ سفید ہوتا ہے اور بلغم کا رنگ بھی سفید ہوتا ہے۔ سودہ بلغم کبوتر کی ٹھکل پر نظر آ جائی۔“

باقہ صاحب میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نقشہ جو مسلمانوں نے کھینچا ہوا ہے۔ وہ بھی بیان کر دیا۔ جو مرزا قادریانی نے کھینچا ہے وہ بھی بیان کر دیا۔ اب کسی مرزا کی سے پوچھیں کہ مرزا قادریانی کون سے سعیج سے مشابہت رکھتے تھے اور کس کس بات میں۔ کیونکہ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ میں اور سعیج ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ ہاں اس بات کا خیال رہے کہ تقویت الایمان میں آپ حضرت سعیج کو حرامی ثابت کر چکے ہیں اور ست پنجم میں ان کی نائیں، داویوں کی بد کاریوں کی وجہ سے ان کے گوہ فطرت پر داغ لگاچکے ہیں۔

باقہ صاحب اس سوال کا نصف جواب تو میں آپ کو دے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ٹھکلی قسم کے سعیج سے قیامت تک بھی کوئی مشابہت مرزا کے کی ثابت نہیں ہو سکے گی۔ باقی نصف کا جواب مرزا نیوں کے ذمہ ہے۔

۱۔ مرزا قادریانی آپ اردو کی مٹی کیوں پلید کر رہے ہیں۔ آخر اس بے چاری کا کچھ قصور؟

۲۔ مرزا قادریانی بے ادبی معاف آپ اردو دیکھ رہے ہیں یا بخوبی۔ اگر اردو نہیں جانتے تو اپنی قادیانی میں کیوں نہیں لکھتے؟

.....۱۸ ”آگ آگ کو مددم کر دیتی ہے۔“

(قادیانی کے آریا اور ہم ص ۲۷، خزانہ انسان ج ۲۰ ص ۳۳۸)

۱۹ ”یاد رکھنا چاہئے کہ اس درجہ کا انسان فقط اس انسان کی طرح ہے کہ جو ایک اندر ہیری رات میں دور سے ایک آگ کا دھواں دیکھتا ہے۔“ (حقیقت الحق ص ۱۰، خزانہ انسان ج ۲۲ ص ۱۲)

قاضی صاحب مرزا قادیانی اپنی کلام کو مبالغہ سے بھی لنگر کر دیتے تھے۔ اس کلام میں دور سے دھواں دیکھتا ہے۔ کہنا کافی تھا۔ لیکن انہوں نے اندر ہیری رات کے حق ساتھ لگا کر کلام کو بے معنی کر دیا۔

نووارو قاضی صاحب یہاں تو اپنے اشد و شدمن ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی نسبت مرزا قادیانی فرمائے ہیں کہ اس کے الہام اور خواب ایسے ہیں اور ضد اور عداوت میں تو انسان کو بے فک سارا ہی زور لگا دینا چاہئے۔ لیکن مرزا قادیانی معمولی پاتوں میں بھی مبالغہ کرتا بہت پسند کرتے تھے۔ مثلاً ”مرہم صیلی کا قربیا طب کی ہزار کتاب میں ذکر ہے۔“ (ایام انصاص ص ۲۴، خزانہ انسان ج ۲۲ ص ۱۲)

﴿میں وہ ہوں جس کی بعض پیشیں گوئیوں اور مجرمات کے کروڑ ہا انسان گواہ ہیں۔“

(زندگانی اصح ص ۸۲، خزانہ انسان ج ۱۸ ص ۳۶)

”میں حق حق کہتا ہوں میری جماعت کی ایسی ترقی ہوئی جیسے ایک قطرہ سے دریا بن جاتا ہے۔“ (قادیانی کے آریا اور ہم ص ۱۲، خزانہ انسان ج ۲۰ ص ۳۲۶)

”اس غم سے میں محسوں نہیں کر سکتا تھا کہ میں زندہ ہوں یا مرن گیا۔“

(قادیانی کے آریا اور ہم ص ۲۸، خزانہ انسان ج ۲۰ ص ۳۳۶)

”بلکہ حق تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے۔ جن کو الہام ہوتا ہو گا۔“ (ضرورۃ الامم ص ۲۳، خزانہ انسان ج ۱۳ ص ۲۲۲)

”دیکھو زمین پر ہر روز خدا کے حکم سے ایک ساعت میں کروڑ ہا انسان مر جاتے ہیں۔“

(تقویت الایمان ص ۲۷، خزانہ انسان ج ۱۹ ص ۲۹)

قریان جائیے اس مدد کے اور اس کی تقویت الایمان کے۔ ساری دنیا کی آبادی ڈیڑھارب ہے۔ یعنی ۱۵۰ اکر روڑ۔ دن رات کے گھنے ۲۳۔ کروڑ ہائے معنی اگر صرف دو کروڑ لیں۔ تو ایک دن اور رات میں ۲۸ کروڑ انسان مر کر چار دن میں حضرت انسان کا صفائیا سطح زمین سے ہو گیا۔ اور جوان چار دنوں میں بچے زندہ اور پورے ۱۹ ماہ کے ہو کر پیدا ہوئے۔ وہ بھی بلا حفاظت اور بلا خود اک رہ جانے کی وجہ سے چوتھے دن کی شام تک بھوک سے ہلاک ہو گئے۔ یا درند،

جانوروں کے پیٹ میں چلے گئے۔ قاضی صاحب دیکھنے مرزا قادریانی کمرے خامے لال بھکو ہیں یا نہیں۔ جن کو آپ کی زبان میں کا کا گئی کہتے ہیں کہ ساری مخلوق خدا کی چاردن میں مار دی۔ مگر امام الزہان صاحب کی بلا جانے کہ تمام دنیا کی آہادی ہے کتنی؟ آیا یہ درست نہیں کہ ”قریبادس کروڑ کتابیں روسلام میں تالیف ہوئیں۔“ (ایام الحصلہ ص ۹۱، ۹۰، خواص ج ۱۲ ص ۳۲۵)

”جس کو تم ایک سینڈ میں ہزار ہزار بحدے کر رہے ہو۔“

(خواص ص ۷۷، خواص ج ۳۳ ص ۳۲)

قاضی صاحب..... مولوی صاحب بس کجھے۔ بس کجھے اکھیں یہ عادت ہم میں نہ سراہت کر جائے۔

نووارو..... اچھا اس مضمون کو جانے دستجھے اور سنئے۔ مرزا قادریانی آیات کے معنے اپنے مطلب کے نکال لیا کرتے تھے۔ مثلاً

(ایام الحصلہ ص ۱۶۸، خواص ج ۱۲ ص ۳۵) پر مرزا قادریانی نے اس اعتراض کے جواب میں کہ ہاوجو واستطاعت کے حج کیوں نہیں کرتے۔ لکھتے ہیں: ”کہ چونکہ مسلمان اہل ککہ سے میری نسبت کفر کا فتویٰ لکھالائے ہیں۔ اس لئے بوجب آہت: ”ولا تلقوا باید یکم الی التهلكة“ یعنی وانتہ اپنے تینی ہلاکت میں شذاؤلو۔ میں حج کو نہیں جاسکتا۔“ اب میری عرض سینیں:

اول تو مرزا قادریانی (کشف الغطا ص ۱۷، خواص ج ۱۲ ص ۲۹) پر لکھتے ہیں: ”ملک عرب میں بھی میری جماعت کے لوگ موجود ہیں۔“ اور (ص ۷۷) کا انعام، خواص ج ۲۰ ص ۲۵ پر لکھتے ہیں کہ: ”عرب کے متبرک مقامات مکہ اور مدینہ کے جگر گوشہ اور فاضل منتدی اس عاجز کے ساتھ شامل ہوتے جاتے ہیں۔“

(تخت گلہڑی ص ۱۳۰، خواص ج ۷۷ ص ۱۵۲) پر لکھتے ہیں: ”عرب خوشی سے اچھنے لگے کہاب مہدی پیدا ہو گیا۔“ اور (قادیانی کے آریہ اور ہم ص ۷۷) کا شاہنشاہ، خواص ج ۲۰ ص ۲۲۲ پر لکھتے ہیں: ”اس رسالہ کے لکھنے کے وقت ملک مصر سے یعنی مقام اسکندریہ سے کل ۲۲ رجبوری ۱۹۰ء کو ایک خط بذریعہ ڈاک بھجو ملا۔ لکھنے والا ایک معزز بزرگ اس شہر کا ہے۔ یعنی اسکندریہ کا جن کا نام احمد زہیری بدر الدین“ خط محفوظ ہے۔ جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ میں آپ کو یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ اس ملک میں آپ کے تابع اور آپ کی یادوی کرنے والے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ جیسے بیباں کی رہت اور لکھیاں اور لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں کوئی ایسا باتی نہیں، جو

آپ کا ہیر و نہیں ہو گیا۔“

(حقیقت الحق ص ۵، ۲۷، خواہن ج ۲۲ ص ۲۷) پر لکھتے ہیں: ”نبی بہادر ہوتے ہیں۔“

”اشجع الناس“ اور ”الله یعصمه من الناس“ کے الہام والے کو وہاں کچھ خطرہ نہ تھا۔ لیکن میرا مطلب یہ سب کچھ عرض کرنے کا یہ ہے کہ مرزا نے اس آیت سے لوگوں کو دھوکہ دیا اور مجھے اس بات کی مرزا نے سخت ٹکاہت ہے کہ آیات قرآن سے وہ ہمیشہ لوگوں کو فریب و چتارہا اور ان کا ناجائز استعمال کرتا رہا۔ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ہر گز قرآنی آیات میں جھوٹے الہام نہ گھڑتا اور نہ آیات کی تحریف کرتا۔

یہ آیت پارہ ۲۰ کو ع ۸ میں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو جو جہاد کے لئے گھر سے ہاہر جانے سے می چراحتے تھے۔ تہذید کرتا ہے کہ جہاد سے ہاڑہ کر اپنے تین ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یعنی اگر تم جہاد کے لئے نہ لکھو گے تو سمجھو کہ تم نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور مرزا قادریانی بجائے اس آیت سے شرمنے کے اس کوچ کے واسطے ہاہر لٹکنے کے مذر میں پیش کر رہے ہیں۔

ہابو صاحب..... قاضی صاحب خدا تعالیٰ نے اپنی ٹھوک کو مختلف حرم کے دماغ دے دیئے۔ اگر ایک کو جھوٹے نبی بننے کے لئے دیا تو ایک کو اس کو پڑنے کے لئے دیا۔ مگر خندہ کر کے۔ میرا آپ کا ان دونوں کاموں کے لئے نہیں۔

نووارد..... ہابو صاحب سننے امرزا قادریانی بزرگوں کی ہیچ میں بڑے بے باک تھے۔ مثلاً

”تمام مردے خدامیرے ہبروں کے نیچے ہیں۔ یعنی قبروں میں۔“

(اشتہار بعد فضیلہ انعام آق حرم، خواہن ج ۱۱ ص ۳۳۶)

کو یا کل اہل قوراء پ کے پاؤں کے نیچے ہیں۔

”ایک شریہ مکار نے جس میں سراسر یوسع کی رو رخ تھی۔“

(فضیلہ انعام آق حرم، خواہن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

قاضی صاحب آپ شاید نہ جانتے ہوں کہ یوسع کون تھا؟ اس نے امرزا قادریانی کے ہی الفاظ میں آپ کو سنا تا ہوں۔ (اعلان اخیر تحریح حقیقت الحق ص ۸، خواہن ج ۲۲ ص ۲۲) پر امرزا قادریانی لکھتے ہیں: ”اے پادری صاحبان..... اس محبت کو یا ودلاتا ہوں اور حرم دیتا ہوں جو آپ اپنے زعم میں حضرت یوسع سعیج ابن مریم سے رکھتے ہیں۔“ ہابو صاحب یہ الفاظ شریہ و مکار حضرت صیلی علیہ السلام کی شان میں سن لیں اور پھر اس کے ساتھ دعویٰ اسلام کا بھی ہے۔

”حضرت عیسیٰ کو کی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔“

(ضیام انجام آئتم م ۵، خزانہ حج ۱۹۸۹ ص ۲۸۹)

اس سے پایا گیا کہ یا تو اسلام کا اتنا بڑا غیر شرک ہے گناہ کا عادی تھا اور یا جھوٹ بولنا گناہ ہی نہیں۔

بابو صاحب..... مولوی صاحب ہم بھی کیسے بے فیرت ہیں کہ اس شخص کو مرزا صاحب کہتے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام چیزیں غیر کوثری، مکار اور جھوٹا کہتا ہے اور اپنے سے پہلے مدفونوں کو اپنے پاؤں کے نیچے میان کرتا ہے۔

نووارو..... بابو صاحب آج کے بعد ان شاء اللہ آپ میرے منہ سے یہ لفظ اس شخص کے واسطے بھی نہیں نہیں گے۔ ایک مثال اور لججھے۔ ”پس ہم ایسے ناپاک خیال اور سکر اور راست ہازوں کے دشمن کو یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک بھلامائس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیداد اس کو نہیں تراویں۔“ (ضیام انجام آئتم م ۹، خزانہ حج ۲۹۳ ص ۲۹۲)

قاضی صاحب..... بڑے جوش و خروش میں لججھے۔ بابو صاحب اس شخص کے واسطے خدا نے غیر سے ایک اور بنا بنا یا فیصلہ دے دیا۔ سبی ہم سب کافی سلسلہ ہے اس شخص کے حق میں سب طرف سے پیشک پیشک کی آواز۔

قاضی صاحب..... گاموں بس تالیاں بجانا چھوڑ اور مولوی صاحب کے واسطے ایک چلم بھر لا۔ حق تھا گی تھندرا کرلا۔

نووارو..... قاضی صاحب خدا بڑا بے نیاز ہے۔ بھیشا آپ کو بننے بنائے فیصلہ دے دیتا ہے۔ مگر مجھے اسی حرم کی بزرگوں کی توہین کی ایک اور مثال یاد آگئی۔ قاضی صاحب اسے ضرور سننے گا۔

(نزوں اسح ص ۲۵، خزانہ حج ۱۸ ص ۲۲۲، ۲۲۳) پر لکھتا ہے: ”امام حسینؑ سے توزیہ ہی اچھا رہا۔ جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔“

قاضی صاحب..... قبوری دیر ہوتوں میں کچھ کہہ کر۔ میں حیران ہوں کہ یہ شخص اپنی بڑائی تو کرتا تھا۔ مگر ہمارے بزرگوں کی تحریر کیوں کرتا تھا؟

نووارو..... قاضی صاحب اس کی وجہ آپ نہیں سمجھے۔

قاضی صاحب..... یہ کارروائی میری سمجھ میں تو نہیں آئی۔

نووارو..... تو میں آپ کو بتاؤں، سنئے! ایک شخص نے یہ دیکھ کر کہ ایک زمیندار اپنے کمیت میں سے بڑی محنت سے گھاس جن کرن کر کاٹا رہا ہے۔ اس سے دریافت کیا کہ اس فعل عبث پر کیوں

اتنی محنت کر رہا ہے۔ زمیندار نے جواب دیا کہ یہ گھاس اس زمین کا حقیقی بیٹا اور جو کچھ میں نے اس میں بیجا ہے۔ وہ سوچتا۔ پس جب تک اس کا حقیقی بیٹا قائم ہے۔ سوتیلے بیٹے کی پروپرٹی طور عمال۔ مرزا کو بھی یہی خیال تھا کہ جب تک ان لوگوں کے دلوں میں اپنے بزرگوں کی عزت و عظمت قائم ہے۔ میری عزت جیسی کہ میں چاہتا ہوں۔ ہرگز ہرگز جاگزیں نہیں ہو سکتی۔ اگر ان کی عزت ان کے دلوں میں پدستور قائم رہی۔ تو بہت کریں گے تو مجھے دیا اور ان کے برادر سمجھیں گے۔ بڑھ کر ہرگز نہ سمجھیں گے۔ اس لئے اس نے آنحضرتؐ کے صحابہ کا پایا اپنے صحابہ کے برادر قرار دیا۔ ”حضرت علیؑ کے بارے میں کہا کہ اگر علیؑ میرے زمانہ میں ہوتا تو میری بڑی عزت کرتا۔“

سادا نت کو کہا کہ وہ میری کفش پر واری پر فخر کرتے ہیں۔ سارے غنیمہ دوں کا مجموعہ بنا۔

آنچہ داد است ہر نبی رام

داداں جام را مراثیتم

(نہول الحج ص ۹۶، نہراں ج ۱۸ ص ۳۷۷)

اور (نہول الحج ص ۹۷) حاشیہ، نہراں ج ۱۸ ص ۳۷۸ پر لکھتا ہے: ”پس اس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گز شہنشہ نبی سے مجھے اس نے تشویہ دی کہ وہی میرا نام رکھ دیا۔ چنانچہ آدم، ابراہیم، نوح، ہوسی، داؤد، سلیمان، یوسف، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ یہ تمام نام برائیں احمدیہ میں میرے رکھے گئے۔“ سب بیباہیں کی رلیش سے بازی کرنے کے بعد آپ کی توجہ آنحضرتؐ کی طرف منتظر ہوئی۔ مگر یہاں صاف صاف اپنی فضیلت آپ پر بیان کرنی آپ کو خطرناک معلوم ہوئی اور اس لئے اس کام کے واسطے اچھی بچ کئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تو صاف صاف نہ کہا کہ عیسیٰ کیا است نہ عبد پا بکرم سا بن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے۔ مگر اس طرح کہ:

”ونیا میں کئی تخت اترے پر تیرتحت سب سے اوپر بچایا گیا۔ (حقیقت الودی ص ۸۹، نہراں ج ۹۲ ص ۹۲) پا رہ ۵ ارکو ۴۵ میں اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کو فرماتا ہے: ”عسَنِي أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا“، یعنی تجب نہیں کہ تہجد کی برکت سے تمہارا پروردگار قیامت کے دن تم کو مقام محدود میں پہنچائے۔“ مرزا قادری اپنے الہام (حقیقت الودی ص ۱۰۲، نہراں ج ۱۰۵ ص ۲۲) پر یوں لکھتے ہیں: ”أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَكَ مَقَامًا مَحْمُودًا“ خدا نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجوہ کو مقام محدود پر پہنچا دے۔“

ان دونوں کلاموں میں فرق ملاحظہ ہو۔ وہاں تہجد کی شرط یہاں بلا شرط۔ وہاں صرف

امکان، یہاں وعدہ دہاں قیامت کے دن، یہاں نقد۔ ”میراپاؤں دہاں ہے جہاں کل بلندیاں ختم ہوتی ہیں۔“

”اس کی ایسی مثال ہے کہ مٹلا کوئی شری رانفس ان تین ہزار مجرمات کا بھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی سے ظہور میں آئے۔“ (تخدیگواریہ مص ۲۹، خزانہ الحجہ ص ۱۵۳)

”اگر خداۓ تعالیٰ کے ننانوں کو جو میری تائید میں ظہور میں آچکے ہیں۔ آج کے دن تک شارکیا جائے تو وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہوں گے۔“ (حقیقت الوقیہ ص ۲۶، خزانہ الحجہ ص ۲۲)

اس کی مثالیں میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آنحضرتؐ کے واسطے صرف چاند کو گرہن لگا۔ میرے واسطے چاند اور سورج دونوں کو وغیرہ وغیرہ۔

قاضی صاحب مولوی صاحب آپ کے خیال میں مرزا قرآن کا مطلب اور مضمون سمجھتا تھا یا نہیں؟

نووارو ایسا ہی سمجھتا تھا۔ جیسا کہ میں یا آپ ترجیح اور تفسیریں دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اور یہ دعویٰ اس کا بالکل غلط تھا کہ میں قرآن کے حقائق و دوائل بیان کرنے کا مجرہ دیا گیا ہوں۔ یا الرحمن علیہ القرآن خداۓ الرحمن نے مجھے قرآن سخا دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجرمات کی تردید آپ اپنا فرض اول میں سمجھتے تھے۔ ان میں آپ تمام عمر بھنڈل بھوسے کھاتے رہے اور ان کی حقیقت نہ بیان کر سکے۔ چیزوں کی نسبت کبھی کہا کہ تالاب کی مٹی کی تائید ہو گی۔ کبھی کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف نجار کے ساتھ مدت تک کام کرتا رہا۔ ممکن ہے کسی کل کے دبانتے سے وہ اڑتی یوں اور (حقیقت الوقیہ ص ۲۹، خزانہ الحجہ ص ۲۲، ۲۰۵ حاشیہ پڑھوں لکھا):

”یہ داقہ جو قرآن شریف میں نہ کوہے۔ اپنے ظاہری معنوں پر محول نہیں۔ بلکہ اس سے کوئی خفیف امر مراد ہے۔ جو بہت وقت اپنے اندر نہیں رکھتا۔“ اور (ازالہ حصہ اول ص ۳۰۲ حاشیہ، خزانہ الحجہ ص ۲۵۵) پر لکھا: ”مٹی کی چیزوں سے مرادہ ای اور نادان لوگ ہیں۔ جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا رشتہ بنایا۔ قرآن شریف میں جو سات زمینیں پیدا کئے جانے کا ذکر ہے۔ اس پر اسلام کے مقابلہ بیشتر سے حلہ کرتے آئے ہیں۔“

مرزا نے (اجام آتمم ص ۲۶۳، خزانہ الحجہ ص ۲۶۳) پر جواب دیا ہے وہ یہ ہے۔ شاید لظفیت زمین سے اشارہ ہفت اقیم کی طرف ہو۔ قاضی صاحب کیا خداۓ تعالیٰ بھی علم جغرافیہ سے اسی قدر دا قف تھا۔ جس قدر کہ یہ دنیا کو ہفت اقیم میں محدود کرنے والے کردنوں کی

رائے نے اتفاق کر لیا۔ قاضی صاحب اگر ایک ترازو لے کر اس کے ایک پلے میں مرزا کے دعووں کوڈال کر دوسراے پلے میں ان کے ثبوت ڈال کر وزن کیا جائے۔ تو دعووں کا پلہ تحت المروی تک پہنچ گا اور ان کے ثبوت کا ثریا تک جہاں سے آپ این فارس بن کر علم اتنا لانے کے مدعی ہیں۔ تدقیق۔ قاضی صاحب میں آپ کو سناؤں کہ مرزا اپنی کتاب براہین کی نسبت ہمارے کیا ذہن نقش کرتا ہے۔

۱..... ”خداۓ عز و جل براہین احمدیہ میں فرماتا ہے۔“

(تقریبۃ الرؤیاں ص ۸۲، خزانہ حج ۲۲۲ ص ۵۱۹)

۲..... ”کیونکہ براہین احمدیہ میں خداۓ تعالیٰ فرماتا ہے۔“

(دافتہ ایام ص ۹، خزانہ حج ۲۲۹ ص ۵۱۸)

۳..... ”یہی جواب خداۓ تعالیٰ نے میری نسبت براہین احمدیہ میں، ہمالوں کو دیا۔“

(تقویت الایمان ص ۳۹، خزانہ حج ۱۹ ص ۵۲)

۴..... ”کتاب براہین احمدیہ جس کو خداۓ تعالیٰ کی طرف سے مولف نے ٹھہم اور مامور ہر کر تالیف کیا ہے۔“ (سرمه جنم آریم ص ۲۰۲، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۷۹)

۵..... ”میں بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑے شدود سے براہین میں سچ مسح موعود فرا دیا۔“ (اعجاز احمدی ص ۱۱۳، خزانہ حج ۱۹ ص ۱۱۲)

۶..... ”دیکھو (براہین احمدیہ ص ۳۸۸) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کہہ کر پکارا گیا (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱۳، خزانہ حج ۱۹ ص ۱۱۸) ہے۔“

لیکن جب آپ پر اعتراض ہوا کہ براہین میں تو خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے۔ تو (ازالہ ادہام ص ۱۹، خزانہ حج ۲۳ ص ۱۹۶) پر یوں گویا ہوتے: ”میں نے براہین احمدیہ میں جو کچھ سچ اہن مریم کے دوبارہ آنے کی بابت لکھا وہ صرف مشہور عقیدہ کے لحاظ سے۔“

بابو صاحب..... مولوی صاحب یہ قصہ تو مرزا کی بے حیائیوں کی مد کے نیچے بہت لطف دیتا۔ خیال کیجئے کہ فضولیات تو سب الہاہی اور جو اصل بات وہ مرزا کا رکی عقیدہ۔

نووارو..... بابو صاحب آپ نے راست تو فرمایا مگر اس شخص کے دامغ کو دیکھنے۔ بھول چوک کا کیا مذہب ہتا یا۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب میں آپ کی بات نہیں سمجھا۔

نوازد..... قاضی صاحب کو بہت میں ایک شہزادہ سرسلطان جان کے سی ایس آئی تھے۔ جو شاعر تھے۔ خوش نویں تھے اور مصور بھی تھے۔ ایک دن ذکر کرنے لگے کہ میر امصوری کا استاد ایک انگریز تھا۔ وہ قلم روشنائی میں ڈبو کر سفید کاغذ پر چڑک دیتا تھا اور مجھ سے کہتا تھا کہ ان مختلف اشکال کے چھیننوں سے جو جو شکلیں بن سکتی ہیں۔ بناڑا لو۔ مرزا نے بھی اسی طرح پہلے برائین احمدیہ وغیرہ میں مختلف مضامین کی آیات قرآنی چھپ کر دیں۔ بعد اس کے جہاں کوئی معاملہ کسی آیت کے مضامون سے متعاجلاً واقع نظر آیا۔ فوراً جلا اٹھا کر وہ دیکھوخدانے میں برس پہلے ہی برائین احمدیہ میں فرمایا تھا کہ ایسا ہو گا۔ کیونکہ ان الہامی آیات میں فلاں لفظ سے یہ مراد تھی اور قلانے لفظ سے یہ مراد تھی۔ مثلاً اس آیت میں جہنم سے مراد طاغون تھا اور اس آیت میں فتنہ سے مراد پادری آئتم کا معاملہ تھا۔

(انجام آئتم ص ۱) ”کیا انسان کی طاقت ہے؟ کہ قبل از وقت پیشین کوئی کر دے۔“ برائین احمدیہ لکھنے کے وقت غالباً مرزا کا خیال ایسے عروج پر نہ تھا کہ سچ موجود بنے۔ اس لئے ہم اور مامور صاحب نے الہامی کتاب میں لکھا ہوا لکھا کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور جب سچ بننے کا خیال پیدا ہوا تو اس الہامی کتاب کے سہ کاغذ را اور اس سے بہتر اور بدتر کیا ہو سکتا تھا کہ اس کو اپنی لکھی ہوئی کتاب مان کر اس اہم معاملہ کو کسی عقیدہ بیان کرے۔

غصب خدا کا رسول اللہ آپ کو شیر خواری کی حالت میں گودی میں پالتے ہیں۔ خدا سے بشارتیں لا لاؤ کر دیتے ہیں۔ خدا خود آپ سے تمام تمام دن اور تمام تمام رات باتیں کرتا ہے۔ ہم و مامور کر کے آپ سے کتاب لکھواتا ہے۔ پھر نہ آنحضرت آپ کو یہ بشارت دیتے ہیں کہ سچ ناصری فوت ہو چکا ہے اور آنے والے سچ چشم بدور آپ ہیں نہ خدا ہی مطلب کی بات آپ سے کرتا ہے اور فضول با توں میں آپ کا اور اپنا وقت شائع کرتا ہے کہ تجھے میں نے اپنے لئے ہم لیا۔ تجھے پیدا نہ کرتا تو زمین و آسمان پیدا نہ کرتا۔ تجھے میں نے کن قیکوں کے اختیارات دے دیے۔ تیرا محیی یہ گم سے نکاح میں نے پڑھ دیا۔ ان فضول با توں سے مرزا نے کو کیا فا کہہ پہنچا؟

یہ تو وہی مثل ہوئی کہ گھر بار تیرا محیی چولھے کو ہاتھ نہ لگائی۔ امطلب کی چیز محیی یہ گم تو لے جائے مرزا سلطان احمد اور مرزا قادریانی کن قیکوں کے اختیارات پڑے چاٹیں۔ بلند آواز سے تقبہ۔ ایسے جھوٹے اور گنگال خدا سے جو کہے کہ زمین و آسمان میں نے تیرے لئے پیدا کیا اور محیی یہ گم مرزا کی چاہتا۔ جس کے لئے سجدہ کرتے کرتے مرزا نے کی تاک آدمی رہ جائے۔ حالہ کر دے مرزا سلطان احمد کے۔ مولوی محمد حسین صاحب کا ذپی کمشز بہت اچھا کہ وعدے کچھ

بھی نہ کرے اور دے دیو مر جئے۔

”میں نے کشف میں دیکھا کہ میں نے ایک تینی زمین و نیا آسان پیدا کیا۔“ حضرت من یہ سات آسان اور شاید وقت اکٹیم کیا آپ کے واسطے کافی نہ تھے؟ کہ آپ نے ایسے کھنقوں کی تکلیف اٹھائی۔ ایک بروزی محمدی تیکم کیوں پیدا نہ کر لی کہ اس پر رحمت اور برکت کے دروازے کھل جاتے اور اس سے اولاد آپ کی وارث ہوتی۔ زمین آسان اور مصانع کی نسبت ایک نو دس سال کی بھروسہ تیکم پیدا کر لئی آپ کے لئے کچھ مشکل نہ تھی۔

یہوی قاضی صاحب اگر آپ برا نہ مانیں اور اجازت دیں تو مولوی صاحب سے ورخواست کروں کہ مرزا کے کچھ مفہاد کلمات اور بھی بیان کر دیں۔

قاضی صاحب اگر آپ کو ان کے سنتے کا شوق ہے تو مفہاد کہ کیا ہے؟ میں نے تو مولوی صاحب کو اس وجہ سے روک دیا تھا کہ ان کی کافی تعداد بیان ہو چکی تھی۔

بابو صاحب قاضی صاحب میرا بھی ان سے اتفاق ہے۔

نووارد اچھا یہوی جی ایسی مثالیں کتنی ایک ناؤں؟ پہلے تو مفہاد کی بابت مرزا کے اپنے ریمارکس سن لیں:

..... ”جو پر لے درجے کا جامیں ہو۔ جو اپنے بیانوں میں متناقض بیانوں کو جمع کرے اور اس پ्रاطلاع نہ رکھے۔“ (ست پہن ص ۲۹۰، خزانہ، ج ۱۰، ص ۱۳۷)

..... ۲ ”ظاہر ہے کہ کسی چیار (ہندی لفظ) اور تکلیند اور صاف دل انسانوں کی کلام میں ہرگز متناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل، بھون اور ایسا ماتفاق۔ اخ!“ (ست پہن ص ۳۰۰، خزانہ، ج ۱۰، ص ۱۳۸)

لیجھے یہوی صاحب مرزا کی متناقض کلمات کا پورا پورا الطف آپ کو اب آئے گا۔ سنتے: ”تبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ بسا اوقات ایک اونٹی مہماں کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کی وجہ سے ایک چیز کا نام دوسرا چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں۔“

”جس کو یہ خبر نہیں کہ مشہد اور مشہد پر میں مشاہد تامہ ضروری ہے۔“

(ست پہن ص ب، خزانہ، ج ۱۰، ص ۲۰۲)

..... ۳ ”عیسیٰ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔“

(ضیغم انعام آحمد ص ۵، خزانہ، ج ۱۰، ص ۲۸۹)

”اب ظاہر ہے کہ سچ جو نبی تھا۔ اس کا قول جھوٹا نہیں ہو سکتا۔“

(کتاب البریص ۱۶، بخراں ح ۱۳ ص ۵۵)

۳..... ”چاند کو دلکش کر دیا۔“ (سرمه جشم آریم ۲، بخراں ح ۲۲ ص ۶۳)

”شقاق را یک قسم کا خوف تھا۔“ (نزوں اسح ص ۱۲۸، بخراں ح ۱۸ ص ۵۰۶)

۴..... ”کسی نبی کا کوئی مجزہ یا اور کوئی خارق عادت امر ایسا نہیں ہے۔ جس میں ہزارہا اور لوگ شریک نہ ہوں۔“ (تحفہ گلزوہی ص ۷۰، بخراں ح ۷۷ ص ۲۰۲)

”اور ظاہر ہے کہ جس امر کی کوئی نظر نہ پائی جائے۔ اسی کو دوسرا لفظوں میں خارق عادت کہتے ہیں۔“ (سرمه جشم آریم ۱۹، بخراں ح ۲۲ ص ۶۷)

۵..... ”اس خدا نے ہی خبر دی کہ جس نے ہمارے نبی کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا۔“ (تحقیقت الوجی ص ۳۳، بخراں ح ۲۲ ص ۷۷)

”پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔“

(تحقیقت الوجی ص ۳۹۱، بخراں ح ۲۲ ص ۶۰)

۶..... ”میں نبی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان۔“ (اربعین نمبر ص ۲، بخراں ح ۷۷ ص ۳۳۳)

ہٹر لالہ میری بھی آپس نہیں خال گئیں
پکوئیں طاعون کی صورت پھر لازل کے بخار

(درثین ص ۸۸)

۷..... ”دورا زادب بات ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ کوئی ذہرناک اور وبا کی مادہ سچ کے منہ سے نکل کر کمزور کافروں کو مارے گا۔“ (ازالہ اذل ص ۳۶۹، بخراں ح ۳ ص ۲۸۹ حاشیہ)

”لیکن امر وہ بھی سچ موعود کی محیط ہمت سے در نہیں ہے۔ اس لئے اس سچ کا کافر کش دم ضرور امر ہے تک بھی پہنچے گا۔“ (داغ البلاء ص ۱۸، بخراں ح ۱۸ ص ۲۳۸)

۸..... ”دمشق کے لفظ سے دمشق ہی مراد رکھنا دعوے بے دلیل اور اتزام مالا ملزم ہے۔“ (ازالہ حصہ اذل ص ۱۱، بخراں ح ۳ ص ۱۳۳)

”سودیکو! حضرت مولیٰ کیسی صاف شہادت دے گئے کہ وہ آن قاب صداقت جو فاران کے پہاڑ سے ظہور پذیر ہو گا۔ اس کی شعایمیں سب سے زیادہ تیز ہیں لور وہی توریت ہم کو بتاتی ہے کہ فاران مکہ معظومہ کا پہاڑ ہے۔“ (سرمه جشم آریم ۲۳۳ حاشیہ، بخراں ح ۲۲ ص ۲۸۱)

باب صاحب کیا سمجھے؟

باب صاحب جی ہاں! حضرت موسیٰ علیہ السلام تو صاف صاف فرمائے اور یہ بھی بتائے کہ فاران مکہ کا پہاڑ ہے۔ لیکن ہمارے حضرت محمدؐ تعالیٰ تمیز نہ ہوئی کہ فرمادیتے کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ جو آج سے اتنی صد یوں کے بعد پابراہاد شاہ کے عهد میں ملکِ بخوبی میں آباد ہو جائے گا۔

..... ۹ (دالخ البلاء م ۲۰، خزانہ ج ۱۸۰ ص ۲۲۰) پر ایک عربی الہام کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: ”کہ تمیرا اور یہودا اور نصاریٰ کا کبھی مصالحتیں ہو گا۔“

(ص اسٹارہ قیصری، خزانہ ج ۱۵۵ ص ۱۷۳) پر لکھتا ہے: ”خدائے تعالیٰ نے آسمان سے یہ اسیاب پیدا کر دیے ہیں کہ دونوں قوموں عیسائیوں اور مسلمانوں میں وہ اتحاد پیدا ہو جائے کہ پھر ان کو دو قوم نہ کہا جائے۔“

..... ۱۰ ”یہ تو حق ہے کہ مجھ اپنے دلن گلیل میں جا کر رفت ہو گیا۔“ (از الہ اوہام حصہ دوم ص ۲۷۲، خزانہ ج ۳۴۳ ص ۲۵۲) سبحان اللہ! کیا الہام ہے۔ اس نے سارے ہی ول کے دہم دور کر دیے۔ یہ تو ہم نے ماانا کہ یہ نام مرزا قادیانی نے بیکانی کتاب کا چھ لایا تھیا۔ مگر کتاب اس نام کے لاائق تو لکھتے۔

”جو شخص کشمیر، سری گلرخانہ خان یار میں مدفون ہے۔ اس کو ناحت آسمان پر بٹھایا گیا۔“
(دالخ البلاء م ۱۵، خزانہ ج ۱۸۵ ص ۲۲۵)

..... ۱۱ ”قرآن کریم آنحضرت ﷺ کی ول کی صفائی کی وجہ سے فتح اور بیرون ہے۔“

(ضرورۃ الامام م ۲۹، خزانہ ج ۱۳ ص ۵۰۰)

”یہ بات تو ہم دوبارہ یاد دلاتے ہیں کہ گوکشی قسم کا القابو۔ الفاظ ہمیشہ ساتھ ہوں گے۔“
(برکات الدعا م ۱۶، خزانہ ج ۶۱ ص ۲۱)

..... ۱۲ ”قرآن شریف فصاحت و بلاغت کی وجہ سے معجزہ ہے۔“
(بجک مقدس م ۱۸۸، خزانہ ج ۶۲ ص ۲۹۱ فصل)

”اگر بعض پر بلاغت فقر نے اور مثالیں جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ شعراءِ جالمیت کے قصائد دیکھئے جائیں۔ تو ایک لبی فہرست تیار ہو گی۔“
(زندول الحج ص ۵۶، خزانہ ج ۱۸۸ ص ۲۳۳)

..... ۱۳ ”میں سلطانِ روم کو امام نہیں مانتا۔ کیونکہ بموجب حدیث الاعمۃ من القریش کے وہ

قریش سے ہوتا چاہئے۔“

(کشف الخطاء میں، خزانہ ج ۳ ص ۲۹۹)

”اور اپنی نسبت کہتا ہے: ”مگر کہہ کوئی یہ منصب تھا شایان قریش، وہ خدا سے پوچھ لے میر انہیں یہ کاروبار۔“
(درشین میں ۸۷)

۱۳ ”اس وقت جو ظہور مسح موعود کا وقت ہے۔ کسی نے بھروسہ اس عاجز کے دعویٰ انہیں کیا کر میں سمجھ موعود ہوں۔“
(ازالہ حسدوم میں ۲۸۳، خزانہ ج ۲۸۹)

”کچھ تھوڑا اعرضہ ہوا ہے کہ ایک عیسائی نے امریکہ میں بھی سمجھ این مریم ہونے کا دم مارا تھا۔“
(ازالہ حسدوم میں ۲۸۳، خزانہ ج ۳ ص ۲۹۹)

بابو صاحب اذل تو اس کلام سے پایا جاتا ہے۔ یعنی مفہوم اس کلام کا یہ ہے کہ جیسے ایک عیسائی نے قادیان میں سمجھ این مریم ہونے کا دم مارا ہے۔ تھوڑا اعرضہ ہوا۔ اسی طرح ایک عیسائی نے امریکہ میں بھی سمجھ این مریم ہونے کا دم مارا تھا۔ لیکن اسے چھوڑو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر بذاتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ تشریف لا کر اپنی قوم کی ملامت کر کے اور اپنا پیغمبر اور صرف پیغمبر ہونا ان پر ظاہر کر کے ان کو راہ راست پر نہیں لانا اور آنے والا ایک اور شخص ہے۔ جو اس کام کے واسطے چودھویں صدی ہجری میں پیدا ہوگا۔ تو ایسے شخص کا عیسائیوں میں پیدا ہونا زیادہ مغید ہو گا۔ یا عیسائیوں کے فالِ مذهب میں۔

بابو صاحب و جناب قاضی صاحب ایمان سے کہئے گا۔ مشاہدہ اور تجربہ پکار پکار کر کہ رہا ہے کہ قوم کس کی بات مانتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر کسی مدھی نبوت پر کون لوگ ایمان لایا کرتے ہیں۔ اس کی اپنی قوم کے یا غیر قوم کے۔ پاوری ڈوئی نے اگر امریکہ میں سمجھ این مریم ہونے کا دعویٰ کیا۔ تو اس پر کون ایمان لائے۔ سب یہک زبان عیسائی؟

مرزا قادیانی نے جو سچ این مریم اور مجددی ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان پر کون لوگ ایمان لائے؟ سب نے یہکو بان مسلمان! خداوند کریم جو جگہ جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ہم نے فلاںی قوم میں ان کے بھائی فلاںے کو پیغمبر ہا کر بھیجا۔ فلاںی قوم میں ان کے بھائی فلاںے کو پیغمبر ہا کر بھیجا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم نے ہر ایک قوم کے لئے ایسا پیغمبر بھیجا جو ان کی زبان بولتا تھا۔ پارہ ۱۱ع نے میں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! لوگوں سے کہو کہ اس سے پہلے میں متلوں تم میں رہا ہوں۔ میں نے کبھی وہی کا نام بھی نہیں لیا۔ گویا تم میرے سے خوب واقف ہو کہ میں سچ بولنے والا ہوں یا جھوٹ بولنے والا۔ اس کے کیا معنی؟

قاضی صاحب اس کلام خداوندی سے توثیق ہے کہ خدا تعالیٰ کو جس قوم کی اصلاح

منکور ہوتی ہے۔ اسی قوم کے ایک فرد کو پیغمبر ہنا کر ان کی ہدایت پر مأمور کرتا ہے۔ جوان کی زبان بولتا ہے اور جس کی عمر ان میں گزری ہوتی ہے۔

نووارو..... اچھا قاضی صاحب! اس میں تو کچھ کلام نہیں کہ مرزے کامشن یہ تھا کہ کسر صلیب پر کرنادیکسر الصلیب۔

پس اگر اس کام کے واسطے۔ یعنی عیسائیوں کی اصلاح کے واسطے کیا خدا کو ایسا شخص بھیجا چاہئے تھا جونہ عیسائیوں کی قوم کا ہونے ان کی زبان سے مطلق واقف ہو۔ نہ ان میں چھوٹا بڑا ہوا ہو اور اگر مرزا قادریانی کی خاطر ہم یہ مان لیں کہ خدا نے اپنی عادت اور طریق کا خلاف کیا تو نتیجہ کہہ رہا ہے کہ یا تو خدا نے غلطی کی یا مرزا قادریانی اپنے دعوے میسیحیت میں جھوٹا تھا۔ کیونکہ کسی عیسائی نے اس کے ہاتھ پر شرک اور صلیب پرستی سے تو نہیں کی۔ مرزے کے دعوے صرف مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے تھے اور بُس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ قاضی صاحب (ضرورۃ الامام ص ۲۲، خزانہ ائمہ ج ۱۳ ص ۴۹۵) پر مرزا اعلیٰ حروف میں لکھتا ہے: ”امام الزمان میں ہوں۔“ اور اسی کتاب کے (ص ۶، خزانہ ائمہ ج ۱۳ ص ۴۷۲) پر لکھا ہے: ”اب ایک ضروری سوال یہ ہے کہ امام الزمان کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامات کیا ہیں اور اس کو دوسرے ملہمیوں اور خواب بینوں اور الال کشف پر ترجیح کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام الزمان اس شخص کا نام ہے کہ جس شخص کی روحانی تربیت کا خدا نے تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہاں کے محققیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رجسٹر میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر دیتا ہے۔ وہ ہر ایک قسم کے وقیق درود قیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی فلاح کا پورا سامان لے کر اس فرخانہ میں آئی ہے۔“ وغیرہ وغیرہ۔

اب مرزا قادریانی کے دلائل سنئے، آریوں کے مقابلہ میں شق القرکا ثبوت (سرمه جشم آریہ ص ۸۷، خزانہ ائمہ ج ۱۳۵ ص ۲۲) پر لکھتا ہے: ”چونکہ اس زمانہ کی فلاسفی اپنی سلطنت رائے خاہر کرتی ہے کہ شق و قرق میں ایسی عیا آبادی حیوانات و بیات و غیرہ ہے۔ جیسے زمین پر ہے اور یہاں انشقاق و اتصال قری ٹھابت کرنے والا ہے۔“ لیکن (انجام آن قسم ص ۱۱، خزانہ ائمہ ج ۱۳ ص ۱۱) پر تاخّج کے رو میں لکھتا ہے: ”آفتاب و ماہتاب میں انسان آباد ہوتے تو ضرور تھا کہ میں بہت سے دوسرے جانور اور کثیرے بھی ہوتے۔ جن میں انسانوں کی رو میں تاخّج کے طور پر داخل ہوئیں۔“

۱۔ ”میں صلیب کے توڑے اور خزیر کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔“

(معاشرہ احمدیہ، خزانہ ائمہ ج ۲ ص ۱۱)

قاضی صاحب اس امام الزمان کے دلائل سمجھے؟

قاضی صاحب..... مولوی صاحب ایک بات سوچی ہے۔ آئیے کہ مرزا کی ان دلائل پر اس شیطان گاموں کے دماغ کا امتحان کریں۔ کہ یہ کیا سمجھا۔

نووارد..... بات تو محقق ہے۔ مگر اس کو آپ سادہ پنجابی زبان میں سمجھاویں اور پھر مطلب دریافت کریں۔ قاضی صاحب! ملیں پنجابی میں مرزے کے دونوں قولوں کو بیان کروئیں کے بعد اچھا گاموں اب تو کچھ سمجھا۔ پابو صاحب سے بیان کروئے۔ گاموں نے جو کچھ سمجھا تھا۔ پابو صاحب سے اپنی زبان میں خندان خندان بیان کرویا۔

قاضی صاحب..... اچھا بابو صاحب فرمائیے۔ گاموں مرزے کے ان دونوں کا آپ سے کیا مطلب بیان کیا۔

بابو صاحب..... ہاتھ پر ہاتھ مار کے اور قیقدہ لگا کر۔ ابی آپ اس کے دماغ کا کیا امتحان کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں سمجھتا ہے۔ بچپن میں پڑھتا بھی رہا ہے۔ تیری جماعت تک اس کی تعلیم ہے۔

قاضی صاحب..... اچھا اس نے کیا بیان کیا۔

بابو صاحب..... کہا ہے کہ مرزے کا دین واہیان کچھ نہ تھا۔ ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ چاند اور سورج میں حیوانات آباد ہیں اور دوسری جگہ کہتا ہے کہ چاند و سورج میں اگر انسان ہوتے تو مسئلہ اور گون تب کچھ ہوتا کہ ان میں حیوانات بھی ہوتے یعنی چونکہ چاند و سورج میں حیوالوں آبادی نہیں۔ اس لئے اوگون کا مسئلہ باطل ہے۔ ہر طرف سے نفرہ۔ گاموں شباباں، شباباں، زندہ باد!

نووارو..... بابو صاحب مرزے نے ایک جگہ لکھا ہے کہا "اسلام کے بڑے بڑے فاضل جو قربیا چالیس کے ہیں۔ وہ میرے ساتھ ہیں اور فریق خالف کے ساتھ صرف نام کے مولوی ہیں۔" آج ہم اگر اسی خیالی ترازو کے ایک پلے میں اس تیری جماعت تک پڑھے ہوئے گاموں کو بھائیں اور دوسرے پلے میں ان چالیس علماء و فضلاء کو بھائیں جو مرزے کے معتقد ہو کر اس کے ساتھ تھے۔ تو غریب گاموں کا پلے تو زمین سے پتھر ہے گا اور ان علماء کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی کسی اونچے آسان پر جانے کا فخر حاصل ہو جائے گا۔ ہاں ایک بات ہے کہ چونکہ وہاں ان کی جماعت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس لئے سکمبوں کی طرح ان کے جلد فوت ہو جانے کا احتمال ضرور ہے۔ خدا غریق رحمت کرے۔ آہ امرزا قادریانی کیا حق فرمائے۔

صف دُشُن کو کیا ہم نے بھجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

(درشیں ۲)

گاموں مولوی جی تساں اہ کی آ کھیا؟
نووارو گاموں میں نے اس کی بخشش کے لئے اس وجہ سے دعا مانگی کہ وہ اس شعر کے خلاف
ایک بات سچی بھی کہہ گیا۔
گاموں (تحیر ہو کر) جی اوہ کہڑی؟

نووارو یہ کہ اب ایسے کذابوں یعنی پادریوں سے زبانی مباحثات سے کیوں کفر فیصلہ ہو۔ ہم
بھوئے کو دنداں ٹکن جواب سے ملزم تو کر سکتے ہیں۔ مگر اس کامنہ کیوں کفر بند کریں۔ اس کی پلید
زبان پر کوئی تسلی چھ حاصلیں۔ اس کے گالیاں دینے والے منہ پر کون ساقفل لگائیں۔ (اجماع آخر
ص ۲۸، خواہنچ اص ۳۸) دیکھو گاموں وہ بہتی یہاں کیا تھج کہہ گیا کہ دجال دلائل سے قتل نہیں ہو
سکتا۔ اس کا ایمان لانا تو کیا اس کامنہ بھی بند نہیں کیا جاسکتا۔ گالیاں دیتا ہے۔“

قاضی صاحب مولوی صاحب کیا امام الزمان صاحب کو جن کی روحاںی تربیت کا خدائے
تعالیٰ متولی تھا۔ گالیاں دینی نہیں آتی تھیں؟

نووارو قاضی صاحب آپ نے ان کے دلائک ونج کامنونہ تو دیکھی ہی لیا اور جب ان سے کچھ
شدیدا۔ جیسا کہ دنیا کی پیدائش سے آج تک دلائک و مباحث کا بھی کچھ نتیجہ نہیں لکلا۔ تو مرتضیٰ قادریانی
نے مریدوں کی بیض دیکھ کر اپنے خالفوں پر گالیوں سے غلبہ پانے کی کوشش کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ آریوں اور عیسائیوں نے جوبات نہ کہنے کی تھی۔ وہ بھی آنحضرت کی نسبت کمی اور امہات
المؤمنین اور نسخہ خط احمدیہ جیسی کتابیں اسلام اور بانی اسلام کی توہین میں لکھی گئیں۔ ہاں! ان
گالیوں سے ذاتی فائدہ ان کو یہ پہنچا کہ جو شیلے اور سادہ لوح مسلمان ان پر لٹو ہو گئے اور ان کے
اشارة پر جستیں خالی کرنے لگے گے۔

قاضی صاحب (ص ۲۵) حاشیہ کلمہ فضل رحمانی پر لکھا ہے کہ مرتضیے کا باب کشیر جا کر پانچ
روپیہ ماہوار پر طازم ہوا اور مرتضیے کا بیٹا یہاں ہوا تو پونے دوسرو پیہہ روز ڈاکٹر کی فیس مقصر ہوئی۔
دیکھو اخبار الحدیث۔ یہ روپیہ اگر بیوت کی کمائی نہیں، تو کہاں سے آیا؟ قاضی صاحب اس میں
کچھ مشکل نہیں کہ یہ اشعار مرتضیٰ قادریانی کے ہی ہیں:

بدر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بذریان ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء وہی ہے
اور گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

(قادیانی کے آریا اور ہم ص ۶۱، خزانہ حج ۳۵۸)

اور یہ بھی ان ہی کا فرمودہ ہے کہ ”اخلاقی معلم کا فرض ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ
دھائے۔“ (چشتیکی ص ۱۱، خزانہ حج ص ۳۳۶) مگر اس میں تک نہیں کہ امام الزمان کو روحانی متولی
نے گالیوں سے بہرہ کامل بخشنا تھا اور اس فن پر اس قدر حادی تھے کہ بعض اوقات کہے ہوئے الفاظ
کا سکر اکسر شان سمجھتے تھے۔

مولوی صاحب گاموں مرزے کی گالیاں سننے کا مشائق نظر آتا ہے۔
نووارو..... ہا یو صاحب نماز پڑھ لیں پھر بعد اس کے زبان گندی ہو تو خیر ہے۔ نماز کے بعد۔
گاموں سن اور غور سے سن کیونکہ یہ آنحضرتؐ کے بروز کے کلمات ہیں۔ جوانہوں نے کمال
اطاعت اور پروردی رسول اللہ میں استعمال کئے ہیں۔ زیر الہام ”انک علی خلق عظیم، و ما
ینطق عن الهوى ان هوا لا وحى يوحى“ (تذکرہ ص ۲۷۸، بیٹی سوم)

۱ ”اس قدر جھوٹ کی نجاست کھائی کر کوئی نجاست خور جانور اس کا مقابلہ نہیں کر سکے
گا۔“ (زندوی اصح ص ۸، خزانہ حج ۳۸۶)

۲ ”حق اور جمال اور کمینہ طبع۔ کتوں کی طرح مرتے ہیں۔ بد بخت شریروں اور
جموٹے۔ دروغ گوئی کی لعنت سے فیض جاتا۔ ایسے گندے اور ناپاک اخبار ایڈیٹر جو جنمیں انجیلاں
ہیں۔“ (زندوی اصح ص ۱۲، ۱۵، خزانہ حج ۳۹۰، ۳۹۲)

۳ ”بڑے بڑے خبیث اور شریروں ناپاک طبع اور کذاب اور مفتری رہتے ہیں۔ اگر شرم
رکھتے ہوں تو اس شرمندگی سے جیتے ہی مر جائیں۔ اس درجہ کی بے حیائی ہے۔ ان لعنتوں کو کیوں
آپ لوگوں نے ہضم کیا۔ یہ صرف گوہ کھاتا ہے۔ اے جمال میرے حیاء۔“

(زندوی اصح ص ۶۲، خزانہ حج ۳۹۸، ۴۰۰، ۴۰۲، ۴۰۴)

۴ ”اس سے زیادہ کوئی دلیوانہ اور پاگل نہیں ہوتا۔ وہ لعنتی کیڑا ہے نہ آدمی۔ اس قسم خبیث
طبع۔ ایسے شخص اندھے ہیں۔“ (زندوی اصح ص ۶۲، خزانہ حج ۳۹۸)

- ۵ ”یہ قبے ایمانی کا طریقہ ہے۔ ایسا نام راد بنا یا۔ محمد حسن مردہ بخت۔“
 (نژول الحج ص ۲۸، ۶۹، ۷۰، خزانہ حج ۱۸۷ مص ۳۳۷)
- ۶ ایک مردے کا مضمون چورا کر کفن دوزوں کی طرح۔ نہ صرف چور بلکہ کذاب بھی
 ہے۔ اس نے جھوٹ کی نجاست کھا کر وہی نجاست ہی صاحب کے منہ پر رکھ دی۔ اس کے مردار کو
 چورا کر گیرمہر علی شاہ نے اپنی کتاب میں کھایا۔“ (نژول الحج ص ۷۰، ۷۱، خزانہ حج ۱۸۷ مص ۳۳۹، ۳۴۰)
- ۷ ”اس سوال کے جواب میں گدھے کی طرح کچھ میں پھنس جاتے ہیں۔“
 (ایام الحج ص ۱۳۵)
- ۸ ”ملاؤگ خبیث طینت خزیر مرشد۔ مگر ھوڑے سے کھیوں کی طینت والے مردار
 خور۔“
- ۹ ”وہ مولوی بھی دجالیت کے درخت کی شاخیں ہیں۔“
 (شہادۃ الہبیین مص ۸، خزانہ حج ۳۳۹ مص ۳۶۹)
- ۱۰ ”بد مرشد مولویوں کے حکم اور قتوے نے۔“
 (ازالہ حسدوم ص ۵۹۳، خزانہ حج ۳۳ مص ۳۲۱)
- ۱۱ ”ان کے الہامات شیطانی ہیں اور خرب شیطان، ہیشہ مغلوب ہے۔“
 (ازالہ حسدوم ص ۶۳۱، خزانہ حج ۳۳ مص ۳۲۰)
- ۱۲ ”شم طادشمن اسلام اس کروک نہیں سکتے۔ اگر انپی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے۔
 تو ہلاک کر دیجے جائیں گے۔“ (ازالہ حسدوم ص ۶۴۹، خزانہ حج ۳۳۷ مص ۳۶۷)
- ۱۳ ”ان مولویوں نے چوروں اور قرواقوں اور حرامیوں کی طرح۔“
 (ازالہ حسدوم ص ۶۲۳، خزانہ حج ۳۳ مص ۳۹۰)
- ۱۴ ”جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے۔“ (ازالہ حسدائل ص ۳۳، خزانہ حج ۳۳ مص ۱۵۷)
- ۱۵ ”دیانتند کے خرافات۔“ (ست پنجم ص ۲، خزانہ حج ۳۰ مص ۱۱۵)
- ۱۶ ”گروہ انک صاحب نہگ والوں کو سخت بے حیا اور دیوبٹ اور ناپاک سمجھتے تھے۔ اکثر
 نالائق پنڈت ان کے دشمن ہو گئے تھے۔“ (ست پنجم ص ۲، خزانہ حج ۳۰ مص ۱۱۶)

۱۔ رجل فارس کی مراد کفن کشوں سے ہے۔ کوئی صاحب غلطی نہ کہیں۔
 ۲۔ ”اور ہم ایسے الفاظ کو صراحتاً کیا کہ ایسا اختیار کرنا بخشنده عظیم سمجھتے ہیں اور مردکب ایسے
 امر کو پر لے درجہ شریان نفس خیال کرتے ہیں۔“ (براہین احمدیہ ص ۸۳)

- ۱۷..... ”یہ نالائق ہندووی شخص ہے۔“ (ست پنچ میں ۶، خزانہ ج ۰، ص ۱۸۸)
- ۱۸..... ”وہ دیانند کی طرح چہالت اور بجل کی تاریکی میں جتناہ تھے۔“ (ست پنچ میں ۷، خزانہ ج ۰، ص ۱۹۰)
- ۱۹..... ”اس حق شناس اور ظالم پنڈت نے۔“ (ست پنچ میں ۸، خزانہ ج ۰، ص ۱۹۲)
- ۲۰..... ”اور اپنے خبث مادہ کی وجہ سے۔“ (ست پنچ میں ۹، خزانہ ج ۰، ص ۱۹۳)
- ۲۱..... ”وہ ناچیز برہموں اور کم ظرف پنڈتوں کی طرح۔“ (ست پنچ میں ۱۰، خزانہ ج ۰، ص ۱۹۵)
- ۲۲..... ”اس نااہل پنڈت کا ارادہ یہ ہے۔“ (ست پنچ میں ۱۱، خزانہ ج ۰، ص ۱۹۷)
- ۲۳..... ”اے نالائق آریو! کیوں اس قدر بادا صاحب کی بے ادبی کر رہے ہو؟“ (ست پنچ میں ۱۲، خزانہ ج ۰، ص ۱۹۹)
- ۲۴..... ”ایسا خیال کرنا نہ صرف حماقت بلکہ پر لے درجہ کی خباثت بھی ہے۔“ (ست پنچ میں ۱۳، خزانہ ج ۰، ص ۲۰۱)
- ۲۵..... ”اب سوچتا چاہئے کہ کیسی بذاتی اور بدمعاشی اور بے ایمانی ہے۔“ (حقیقت الوجی میں ۲۱۲، خزانہ ج ۲۲، ص ۲۲۲)
- ۲۶..... ”عماد الدین مرتد نصرانی نے کس قدر گوہ کھائے اور کتنی نجاست لٹکی۔“ (ایام الحصحح میں ۹۲، خزانہ ج ۲۲، ص ۲۲۸)
- ۲۷..... ”اس کی اسکی مثال ہے۔ جیسے کوئی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر اور بالغ ہو کر پھر یہ چاہے کہ ماں کے پیٹ میں واپس ہو جائے۔“ (چشتہ سیگی میں ۹، خزانہ ج ۲۰، ص ۲۳۳)
- ۲۸..... ””مجھن ادا بشاندہ لاف گزار ہے۔“ (اعتلیٰ بیچ آسمانی فیصلہ میں ۲، خزانہ ج ۲۳، ص ۲۵۰)
- ۲۹..... ”جموٹوں اور بے ایمانوں اور بخیلوں اور حصبوں کی گروں کا ہار کر رکھا ہے۔“ (سرمذہ جنم آریہ میں ۱۹۰)
- ۳۰..... ”ان بے غیرتوں اور ویقوں کو۔“ (سرمذہ جنم آریہ میں ۱۹۹، خزانہ ج ۲۲، ص ۳۷۶)
- ۳۱..... ”اور بعض مولوی دنیا کے کتنے ان کی ہاں کے ساتھ ہاں ملانے لگے۔“ (استثناء میں ۲۰، خزانہ ج ۱۲، ص ۱۷۸)
- ۳۲..... ”کبھی سرقہ کا الزام دینا کبھی صرفی خوبی غلطی کا یہ صرف گوہ کھانا ہے، اے جمال، بے حیا۔“ (نزول الحصحح میں ۲۲، خزانہ ج ۱۸، ص ۳۳۱)
- ۳۳..... ”کشف الحقائق بھی..... میں اسی پرانی عادت جھوٹ کی نجاست خوری کی وجہ

- سے۔” (انجام آنکھ مص ۲، خزانہ حج ام ۲)
- ۳۲..... ”اس عیسائی قوم میں سخت بذات اور شریر پیدا ہوتے ہیں..... ایسی بذاتی سے بھرے ہوئے جھوٹ بولتے ہیں۔“ (انجام آنکھ مص ۹، خزانہ حج ام ۹)
- ۳۳..... ”یہ لوگ جو پادریا نہ شرب رکھتے ہیں۔ اکثر وہ جھوٹ کے پلے اور نجاست خوری کے کیڑے ہیں۔“ (انجام آنکھ مص ۷، خزانہ حج ام ۷)
- ۳۴..... ”ان کی فطرت میں کس قدر قابل شرم جب تک بھرا ہوا ہے۔“ (انجام آنکھ مص ۱۸، خزانہ حج ام ۱۸)
- ۳۵..... ”اے بذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپا دے گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیا نہ خصلت چھوڑ دے گے؟ اے ظالم مولویوں! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا۔ وہی عوام کا لاغر ہام کو بھی پالایا۔“ (انجام آنکھ مص ۲۱، خزانہ حج ام ۲۱)
- ۳۶..... ”یہ نیک آدمیوں کا کام ہے۔ یاد معاشوں کا۔“ (انجام آنکھ مص ۲۳، خزانہ حج ام ۲۳)
- ۳۷..... ”اگر بذاتی اور بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے؟“ (انجام آنکھ مص ۳۲، خزانہ حج ام ۳۲)
- ۳۸..... ”یہ کتوں کا طریق ہے نہ انسانوں کا۔“ (انجام آنکھ مص ۳۳، خزانہ حج ام ۳۳)
- ۳۹..... ”اس نالائق نذرِ حسین اور اس کے ناسعادت مند شاگردِ حسین۔“ (اشتہارِ مبلہ انعام آنکھ مص ۳۵، خزانہ حج ام ۳۵)
- ۴۰..... ”اس ہندو زادہ نے وہ الفاظ استعمال کئے تھے۔“ (مبلہ مس ۵۸، خزانہ حج ام ۵۸)
- ۴۱..... ”اس ہندو زادہ کی خباثت فطرتی۔“ (اشتہارِ مبلہ مس ۵۹، خزانہ حج ام ۵۹)
- ۴۲..... ”اور ہر ایک کے نے اگر چہ وہ سخت بوڑھا کیوں نہ تھا۔ این جانب پر عووکر نا یعنی بھوکنا شروع کیا۔“ (دھوت قوم مص ۱۵) (انجام آنکھ) خزانہ حج ام ۷
- ۴۳..... ”گدھ کی طرح اپنی جگ سے آدا بندر کرتے ہیں۔“ (انجام آنکھ مص ۲۳۵، خزانہ حج ام ۲۳۵)

لے کیوں سچ صاحبِ دجال کو دلائل اور سچ سے قتل کرنے کی بجائے آپ کا لیوں پر کیسے اتر آئے۔ سچ کے منہ سے زہر میا مادہ لکھتا تو دو رازِ ادب تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مثل سچ کے منہ سے سخت بدبو وار اور متفغم مادہ نکل رہا ہے اور ہمیں مارے بدبو کے اپنی ناک پکڑنی پڑ گئی ہے۔

لکھنڈ جانتے ہیں کہ گالیاں دینا کمزوری کی نشانی ہے۔

- ۳۶ ”ومن اور لکھاں دورو رساندہ و رغبہ آ دروم و الفاظ دل آ زار گفتہم تاباشد کہ اوہ رائے جنگ من برخیزد۔“ (انجام آ گفتہم ص ۲۳۵، خزانہ انسانیت ج ۱۱ ص ۲۳۵)
- ۳۷ ”اور ہم اس رسالہ کو خبیث لوگوں کے زیادہ ذکر سے ناپاک نہیں کریں گے۔“ (انجام آ گفتہم ص ۲۴۵، خزانہ انسانیت ج ۱۱ ص ۲۵۲)
- ۳۸ ”چند کینے بد محاش جمع ہو گئے۔“ (انجام آ گفتہم ص ۲۷۲، خزانہ انسانیت ج ۱۱ ص ۲۷۲)
- ۳۹ ”سو اگر اس ہنوز اداہ بد فطرت کی نسبت ایسا وقوع میں نہ آیا اور وہ نامرا در اور ذمیل اور رسوانہ مراث تو سمجھو کہ یہ الہام خدا کی طرف سے نہیں۔“ (انجام آ گفتہم ص ۵۹، خزانہ انسانیت ج ۱۱ ص ۵۹)
- ۴۰ ”اوہ لیئوں میں سے میں ایک بد کار مرد کو دیکھتا ہوں کہ شیطان ملعون اور شفیعوں کے نطفہ سے ہے۔“ (انجام آ گفتہم ص ۲۸۱، خزانہ انسانیت ج ۱۱ ص ۲۸۱)
- ۴۱ ”و ما بر ایشان درشتی کہ کرو یہم حضن برائے آ گما نیدن کر دیم و اعمال نزو خداۓ تعالیٰ وابستہ پہ فیعتہ استند۔“ (انجام آ گفتہم ص ۲۸۲، خزانہ انسانیت ج ۱۱ ص ۲۸۲)
- ۴۲ ”اوران کے نہایت پلیدا اور بذات لوگوں نے گالیاں نکالیں۔“ (فیصلہ انجام آ گفتہم ص ۲۳، خزانہ انسانیت ج ۱۱ ص ۲۳)
- ۴۳ ”چنانچہ پلیدوں مولوی۔“ (فیصلہ انجام آ گفتہم ص ۲۴، خزانہ انسانیت ج ۱۱ ص ۲۴)
- ۴۴ ”مگر شاید بعض بذات مولوی منہ سے اقرار نہ کریں۔“ (فیصلہ انجام آ گفتہم ص ۲۶، اینڈیا ص ۲۶)
- ۴۵ ”یہ مردہ پرست لوگ کیسے جمال اور خبیث طینت ہیں۔“ (فیصلہ انجام آ گفتہم ص ۲۷، اینڈیا ص ۲۷)
- ۴۶ ”ان بد بخت مولویوں نے علم پڑھا۔ مگر عقل اب تک نہیں آئی۔“ (فیصلہ انجام آ گفتہم ص ۲۸، اینڈیا ص ۲۸)
- ۴۷ ”فقیری اور مولویت کے شتر مرغ۔“ (فیصلہ انجام آ گفتہم ص ۲۹، اینڈیا ص ۲۹)
- ۴۸ ”حکم یادہ گواڑڑاڑ خاہیں۔“ (فیصلہ انجام آ گفتہم ص ۳۰، خزانہ انسانیت ج ۱۱ ص ۳۰)
- ۴۹ ”بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خیر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اے مردار خور مولویوں اور گندی روحو..... اے اندر میرے کے کیڑوں..... سوتھ جھوٹ مت بولو اور وہ نجاست نہ کھاؤ جو عیسائیوں نے کھائی۔“ (فیصلہ انجام آ گفتہم ص ۳۱، اینڈیا ص ۳۱)

- ۶۰ ”یہ مولوی اس بیوقوف انہی کی مشاہد رکھتے ہیں۔“
 (ضیاس نجام آتمم ۲۲، خزانہ ح ۱۱ ص ۳۰۶)
- ۶۱ ”مگر اب تک بعض بے ایمان اور انہی مولوی اور خبیث طبع عیسائی۔“
 (ایضاً ص ۲۲، اینماص ۳۰۶)
- ۶۲ ”ایک پلیدز ریت شیطان فتح مسجد نام متعین فتح کر دے۔“
 (ایضاً ص ۲۲، اینماص ۳۰۸)
- ۶۳ ”یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح مردار کھار ہے ہیں۔“ (ایضاً ص ۲۵، اینماص ۳۰۹)
- ۶۴ ”تمام خالفوں کا منہ کالا ہوا..... اور خالفوں اور مکنڈیوں پر وہ لعنت پڑی جواب دنم نہیں مار سکتے۔“ (ضیاس نجام آتمم ۲۵، خزانہ ح ۱۱ ص ۳۰۹)
- ۶۵ ”اب پھر اسی بحث کو جھیڑنا یا فصلہ شدہ ہاتوں سے الکار کرنا بعض شرارت اور بے ایمان ہے۔“ (ضیاس نجام آتمم ۳۵، اینماص ۳۱۹)
- ۶۶ ”مگر تم نے حق کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ کا گوہ کھایا..... ہیں اے بد ذات خبیث،
 ہگر تیرا جھوٹ اے تاکار پکڑا گیا۔ وہ بد ذات خود جھوٹا اور بے ایمان ہے۔“
 (ایضاً ص ۵، اینماص ۳۲۲)
- ۶۷ ”سو چاہئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف..... پہلے سے ہی اپنی بد گوہری ظاہر نہ کرتے۔ کیا اس دن یہ احق مخالف جیتے ہی رہیں گے۔ کیا اس دن..... سچائی کی تکوار سے لکھ لئے ہکھنے نہیں ہو جائیں گے۔ نہایت مخالفی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منہوں چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کروں گے۔“ (نجام آتمم ۵۲، خزانہ ح ۱۱ ص ۳۲۷)
- قاضی صاحب..... مولوی صاحب شہر جائیے۔ مرزا قادیانی کے ”انک علی خلق عظیم“ کی مثالیں تو آپ نے کافی زیادہ بیان کر دیں۔ مگر یہ سمجھا دیجئے کہ یہ بندروں اور سوروں کا کیا ذکر ہے۔
 لووارد..... قاضی صاحب یہ ایک لمبا قصہ ہے۔ جو بہت وقت مانگتا ہے اور اب شام ہونے کو آئی۔ مفتریہ کہ مرزا کہر رہا ہے کہ جس دن مرزا سلطان محمد یہیک شوہر محمدی یتکم فوت ہو جائے گا اور محمدی یتکم میرے گمرا جائے گی۔ اس دن ان لوگوں کے چہرے جو میری اس نکاح کی پیشیں گوئی کو جھوٹی پا در کر کے مرا جاڑا رہے ہیں۔ بندروں اور سوروں کے سے ہو جائیں گے اور ان کی نہایت مخالفی سے ناک کٹ جائے گی۔

قاضی صاحب..... جس شخص سے خدا تمام تمام دن یا رات سوال و جواب کرتا رہے اور تقریباً ہر روز خدا کے مکالہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوتا ہو اور الہامات اس پر بارش کی طرح برستے ہوں۔ اس کے لئے ایسی پیشین گوئی کردنی ایک ادنیٰ سی بات ہے۔ گاموں تو خواہ خواہ بنس کر اپنے پھیٹ کی شامت لارہا ہے۔ تو مجھ سے شرط باندھ جس لڑکی سے تو کہے میں بغیر الہام اتنا نے کے اس سے شادی کر کے دکھادیتا ہوں۔

گاموں..... جی الہام بغیر تے شادی اونچی نہیں۔ سارا جہاں پیا کروا ہے۔ میں بھی اک کڑی جنگل خیل چوں کیتی ہوئی ہے۔

قاضی صاحب..... گاموں تیرے جیسا احتمل تو میں نے دنیا بھر میں نہیں دیکھا۔ جس نکاح کی بابت خدا کہے کہ میں نے پڑھ دیا اور قلائی کی میں نے تجھ سے شادی کر دی۔ وہ نکاح بھی کبھی رک سکتا ہے۔

گاموں..... قاضی جی میں تے بیوقوف ہاں۔ پُرسی تے سیانے ہو۔ اتنا تے قیاس کرو۔ جیسے مرجے نوں ایہ الہام خدا نے کیجا ہنداتے مر جا کڑی دے پیدوی اتنے اس دی چیزیں نوں عاجزی دیاں اتے ڈمکی دیاں چھمیاں کیوں پاندا۔ تے جب جھوٹے نیاں دے سارے نک پورے ہو جان تے ساری خلقت نہ گراہ ہو جاوے۔

بابو صاحب..... گاموں آفرین، آفرین! لے بس اب خاموش ہو جا۔ مولوی صاحب ہمیں مرزے کی ان بذری باندوں کی نسبت یہ تعلیم طی کیتی کہ اس نے گالیوں کے جواب میں گالیاں دی ہیں۔ اگرچہ یہ بات بھی بزرگوں اور نیک بندوں کی شان سے بہت بعید ہے۔ مگر آج معلوم ہوا کہ مرزے کا خود اقبال ہے کہ میں نے فلاں کو دل آزار کلمات اس لئے کہے ہیں کہ وہ میرے ساتھ جنگ کرے۔

نووارد..... اس میں کیا فائدہ ہے؟ پنڈت پادری اور مولوی تو مرزے سے پہلے بھی بہت گزرے۔ مگر یہ طریقہ لوگوں کو اپنے دین کی طرف لانے کا مرزے کا ہمی ایجاد کر دہ ہے۔ کیونکہ وہ طبیب اور طبیب کا پیٹا بھی تھا۔ یہ پڑھئے
(ازال جصادل م ۲۹، خزان ح ۳۲ ص ۷۷)

بابو صاحب..... لا یئے میں پڑھتا ہوں: ”اور سخت الفاظ کے استعمال کرنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ ختموں اس سے بیدار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے جو ماہنہ کو پسند کرتے ہیں۔ ایک تحریک ہو جاتی ہے۔ ٹھلا ہندوؤں کی قوم ایک ایسی قوم ہے کہ اکثر ان میں سے اسی مادت رکھتے ہیں کہ اگر ان کو اپنی طرف سے چھیڑانے جائے تو وہ ماہنہ کے طور پر تمام ہمدرد و سوت بن

کر دینی امور میں ہاں سے ہاں طلتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو ہمارے نبی گئی توصیف اور اس دین کے اولیاء کی مدح و شاد کرنے لگتے ہیں۔ لیکن دلیں ان کے نہایت سیاہ اور چوپائی سے دور ہوتے ہیں۔ ان کے روپ و چوپائی کو اس کی پوری مرارت اور نجی کے ساتھ ظاہر کرنا اس نتیجہ خیز کامی ہوتا ہے کہ اسی وقت ان کا معاہدہ دور ہو جاتا ہے اور بالآخر یعنی واٹھاف اور علائیہ اپنے کفر اور کینہ کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ گویا ان کی دق کی پیاری محقرہ کی طرف انتقال کر جاتی ہے۔ سو یہ تحریک جو طبیعتوں میں سخت جوش پیدا کر دیتی ہے۔ اگرچہ ایک نادان کی نظر میں سخت اعتراض کے لائق ہے۔ مگر ایک فہیم آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہی تحریک رو بحق کرنے کے لئے پہلا زینہ ہے۔ جب تک ایک مرض کے مواد مخفی ہیں۔ تب تک اس مرض کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا۔

قاضی صاحب..... اب تو تک باقی نہ رہا کہ جتنی گالیاں پڑتوں یا پادریوں نے ہمارے بزرگوں کو دی ہیں۔ یا ہتنا گندال ترجیح بانی اسلام یا آپ کی ازواج مطہرات کی نسبت لکھا گیا اس کے ذمہ دار خیر سے آپ ہی ہیں۔

نووارو..... قاضی صاحب ان گالیوں کا حال بھی اسی شخص کی زبانی سن لیجئے۔ یہ دیکھئے (انجام آن قسم ص ۲۸، خزانہ ائمہ ج ۱۱ ص ۳۸)

”ان ظالم پادریوں نے لاکھوں گالیاں ہماری نبی کریمؐ کو دے کر ہمارے دلوں کو زخمی کر دیا۔“ اور دیکھئے (ص ۱۶۸ البریہ، خزانہ ائمہ ج ۱۳ ص ۲۰) ”مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کی سوانح میں ان کی نظر نہیں ملتی۔“

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ہمارے علماء کرام نے جو خلق نبی کے پابند تھے۔ کیونکہ وہ ہربات میں ہیروی رسول اللہ پہنچا فرض سمجھتے تھے۔ گالیوں کا جواب بھی گالیوں میں نہ دیا۔ اسی وجہ سے مرزا کو نظر نہیں ملتی۔ آنحضرتؐ کی نسبت جو اللہ فرماتا ہے کہ یہیک تھارے اخلاق پڑے بلند درجہ کے ہیں۔ اس کا تاویٰ ثبوت یہ ہے کہ ہر ایک کافر آ کر بجائے السلام علیکم کے کہتا ہے کہ السلام علیک یعنی تجوہ پر ہلاکت ہے۔ تو آپ اس کو اس کے جواب میں علیک السلام بھی نہیں کہتے۔ صرف اتنا فرماتے ہیں علیک۔ یعنی تجوہ پر بھی اور اس شخص کو دیکھئے کہ میں آنحضرتؐ میں نہ ہو کر آنحضرتؐ میں ہو گیا اور مجھے خدا نے فرمایا ہے کہ: ”انك لعلى خلق عظيم“ خلاف خلق رسول اللہ اور خلاف حکم خدا کہ ”ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم (پ ۱۹۷ ج ۱)“ اور مسلمانو! یہ مشرک خدا کے سوا جن معبدوں کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کو برانہ کہو کہ یہ لوگ بھی برآنا وانی ناقن خدا کو برآ کہہ بیٹھیں گے۔

دیگر خداہب کے بزرگوں کو گالیاں دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ ان لوگوں نے لاکھوں گالیاں دیں ہمارے نبی کو اور مجھے تو اتنی دلیں کہ اب تک مجھے کسی درسرے کی سوانح میں نظری نہیں طی ہائے! شیخ سعدی صاحب کیافرمائے: خلاف عیغیر کے رہ گزید
قاضی صاحب..... اب اٹھئے کہ چلیں۔ باقی انشاء اللہ کل۔ کثرے ہو کر۔ اب تخفیف تصدیع ہے۔ میاں یہودی بیک زبان! اچھا اللہ حافظ۔ مگر کل ظہر کی نماز پڑھتے ہی تشریف لے آئیں۔ ظہر کے بعد انتظار نہ کرائیں۔ علیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

دوسرادن دروازہ پر دستک۔ بابو صاحب قاضی صاحب معلوم ہوتے ہیں۔ دروازہ پر پہنچ کر اور کواڑ کھول کر۔ آئیے تشریف لائیے۔ قاضی صاحب اور نواردار داخل ہو کر السلام علیکم، علیکم السلام کے بعد کرہ میں بیٹھ کر۔ بابو صاحب فرمائیے رات خیریت سے گزری؟
بابو صاحب..... تھی ہاں! خیریت سے الحمد للہ! مگر مولوی صاحب رات چار پائی پر لیٹ کر میں دیر تک نہ سویا۔ دو تین خیالات ایسے دل پر طاری ہوئے کہ انہوں نے میری نیند اچاٹ کر دی۔

نووارو..... بابو صاحب خیر ہو وہ کیا خیالات تھے؟
بابو صاحب..... ہاں خیریت تھی۔ یہ صرف مرزاںی غہب کی نسبت خیال تھے۔ یعنی دوسے۔
نووارو..... بابو صاحب کوئی دوسرا بھی باقی ہے تو اسے جلد بیان کیجئے۔ میں صرف اسی غرض سے یہاں مقیم ہوں۔

بابو صاحب..... دوسے یہ تھے۔ اقل آیا مرزا کی تحریات سے پہلے بھی کسی ہندو دیوبیانی نے ہمارے عیغیر کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے یا نہیں؟
دوم..... مرزا نے یہ معاملہ ہار بار پیش کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مسیح ہوئے تو یہودیوں نے ان کو اس وجہ سے نہ مانا کر تھے سے پہلے حضرت الیاس علیہ السلام آسمان سے اتر کر آئیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ الیاس علیہ السلام یوچتا آچکا۔ اسی طرح پر جو تم لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں آنے کے منتظر ہو۔ غلطی پر ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ اگلی خوب پر میں آئیں گے۔

سوم..... یہ کہ ایک حدیث سے پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۲۰ سال کی عمر پا کرفت ہو گئے۔

نودارو..... میں بدواخوش ہوں کہ آپ نے اپنے دوسرا شیطانی مجھ سے بہان کر دیئے۔ اب ان کے جواب سن لیجئے اور دوں میں فیصلہ کر لئے۔

اول..... ایسا تو شاید کوئی زمانہ نہ گزرا ہو گا جس میں نہ ہی جھڑے نہ ہوئے ہوں۔ ہمارے اس ملک میں بھی یہ جھڑے ہوتے آئے اور اسلام اور بانی اسلام پر حملے ہوتے آئے۔ مگر ہمارے علماء اسلام ان اعتراضوں کے تحقیقی جواب بڑی مدت سے دیتے رہے کہ آنحضرت نے اس طرح اپنی تمام زندگی اس دنیا میں بسر کی۔ اس پر غور کر کے ہمیں بتایا جائے کہ انہوں نے فرمایا کہ کس غرض سے کیا۔ فاتحہ پر فاقہ برداشت کر کے روزہ پر روزہ رکھ کے۔ ثاث کے مترپرسو کے۔ لڑائیوں میں رُغم پر رُغم کھا کے۔ سالہا سال کے جنگوں کا خاتمہ کر دیا۔ بت پرستی اور شرک کی جگہ خدائے واحد کی پرتشیش سکھائی۔

شراب، تمار بازی، زنا، سرتے اور ڈکتیوں کی ذبح کنی نکال دی۔ دفتر کشی بند کر دی۔ بیویوں کے حقوق قائم کئے۔ بروہ فروٹی، ناروا قرار دی۔ ڈکتیوں پر رحم کرنا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا سکھایا۔ صد بیوں کے دشمنوں میں اخوت اور ایثار کی الیک روح پھوکی کی ایک مسلمان ایک بُری ذبح کرتا ہے تو اس کا سرہمائے کو بھیجا ہے۔ وہ ہمسایہ اس کو خود کھانے کی بجائے یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ہمسایہ کھائے اور وہ اس کو اپنے ہمائے کے گھر بیٹھ جو دیتا ہے۔ وہ ہمسایہ بھی اسی طرح کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سرای ہفص کے گمراہی جاتا ہے۔ جس نے بُری ذبح کی تھی۔ عین جوانی میں کفار کے آپ ﷺ کو کہتے رہے کہ ہمارے ہتوں کا خلاف چھوڑ دیجئے۔ جس قدر مال و دولت و زکار ہو ہم دیتے ہیں۔ اچھی سے اچھی خوبصورت لڑکی جو آپ کو پسند ہو۔ اس سے آپ مکی شادی کراؤتے ہیں۔ مگر آپ ﷺ نے اس کو قبول نہ کیا اور طرح طرح کی تکالیف کفار کے ہاتھوں برداشت کرتے ہوئے جوانی ایک من سورت کے ساتھ گزارو۔ ہاتھی جن ہور توں کو آپ نے اپنے نکاح میں لیا۔ ان کی وجود ہاتھ خالعتاً تبلیغ دینا ہمیں نہ علماء کرام نے اخراجی جواب کی صورت میں ان ہندوؤں کے رہنماؤں پر ایمنت پھیلی۔ نہ ان پر کسی نے پتھر پھینکے۔ معاملہ وہاں کا وہیں رک گیا۔

۱۔ اگر مرزا قادریانی آنحضرت میں فنا ہو جانے کی وجہ سے آپ کا بروز تھے اور جنگوں کا خاتمہ کرنے آئے تھے۔ تو ان کے لئے بھی یہی راہ تھی۔ نہ کہ کتابیں اور اشتہار جن کو کسی نے دو کوڑی پر نہ خریدا اور کیوں کھری دیتا۔ ایک بُنیا کھڑا ہو کر کہہ کر چھے ہے یا جو کیسیں یا مکمل مارنے اچھے نہیں یا سانپ کا مارنا بڑا اپاپ ہے تو اس کی کون نے گا؟

برخلاف اس کے مرزے نے الٹا جواب کی صورت میں جو کمزوری کی نشانی ہے، مخالفین پر اپنیشیں بھیجتیں۔ جس کے جواب میں مخالفین نے ایسے پھر بر سائے کہ بحدار مسلمانوں نے مرزے کی اس حرکت کو بڑی نفرت سے دیکھا۔ اس بات کی تقدیمیت کے لئے طاحظہ ہو (کتاب البریہ ص ۱۳۲، خزانہ ح ۱۳۲۷ء) پر بیان ہنری ہارٹن کلارک:

”مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار چھاپا (حرف D) جس میں انہوں نے لکھا کہ مرزے نے آریہ وغیرہ سے بزرگوں کو گالیاں دلوائی ہیں۔ پھر قرآن کا اردو ترجمہ پادری عما والدین صاحب سے کروایا۔ جس سے مولویوں نے مرزا قاویانی کو کہا کہ کیوں مولوی عما والدین کو ابھارا کہ اس نے ترجمہ کیا ہے۔“

دوم..... آپ کے دوسرے دوسرے کا جواب یہ ہے کہ اس معاملہ کا نہ تو قرآن میں ذکر ہے نہ احادیث میں اور جن کتابوں سے مرزے نے یہ معاملہ ہمارے پیش کیا ہے۔ ان کتابوں پر خود مرزا کو جس قدر اقبال ہے۔ اسی کی زبانی سن لیں: ”اور ہر ایک شخص جانتا ہے کہ قرآن شریف نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ توریت اور انجلی سے صلح کرے گا۔ بلکہ ان کتابوں کو حرف مبدل اور ناقص اور ناتمام قرار دیا اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب کتابیں..... ناقص و حرف مبدل ہیں۔“

(داغی ابلاء ص ۱۹، خزانہ ح ۱۸۹ ص ۲۳۹)

بابو صاحب جو شخص یہ کہے کہ میرا ایمان ہے کہ فلاںی کتاب حرف اور مبدل ہے۔ اس کا بھی منہ ہے کہ اپنی کسی غرض کے واسطے اس کتاب کو بطور شہادت پیش کرے۔ اگرچہ بوجب فرمان نبوی میرا ایمان ہے کہ صحف اولیٰ کی جو پاٹیں کر ر قرآن میں آ گئیں۔ وہ برقی ہیں۔ باقی پاٹوں کو نہ ہم کچی کہیں گے نہ جھوٹی۔ مگر آدمرزے کی خاطر اس ایلیاوا لے معاملہ کو اہم ایک منت کے لئے سچا ہمان لیتے ہیں۔

بابو صاحب اور انجلی سے مرزا کا زمانہ قریب تھا یا آنحضرت کا؟

بابو صاحب..... ظاہر ہے کہ مرزا آنحضرت سے تیرہ سو سال بعد گزر رہا۔

نووارد..... بابو صاحب ای ہبودیوں اور عیسائیوں سے میل طاپ اور ان کے حالات معلوم کرنے کا موقع آنحضرت گو زیادہ تھا یا مرزے کو؟

بابو صاحب..... آنحضرت صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، کیونکہ یہودی اور عیسائی عرب میں بکثرت آباد تھے۔ نووارد..... اچھا تو یہ یہود و نصاریٰ کا سب سے بڑا اختلافی مسئلہ مرزے کی نسبت آنحضرت گو بہتر معلوم ہو گا۔

بابو صاحب پیشک!

نوارو تو گویا آنحضرت کو بخوبی معلوم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ایک محمد وار چیشین گوئی نے تمام نبی اسرائیل کو فراور خلافت میں غرق کر دیا۔

بابو صاحب اس میں کیا ایک ہاتھ رہا؟

نوارو اچھا تو مرزا ہم سے یہ منوا اپا چاہتا ہے اور اس کے مرید مان گئے ہیں کہ آنحضرت پاوجواد اس علم کے ای ٹیغیر کی دوبارہ آمد کی چیشین گوئی اس طرح کرتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مشق کے مشرقی منارہ پر اترے گا اور اس وقت وز عقرافی چادروں میں لپٹا ہو گا اور اس سے مطلب آنحضرت گا اپنی امت کو اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ غلام احمد ولد غلام مرتضی قادریان میں پیدا ہو گا۔ تو ذیابیطس اور دوران سرکی اسے پیاری ہو گی۔ بابو صاحب آنحضرت گا آنے والے تجھ کا نام بیان کرنا۔ ولدیت بیان کرنا، جائے نزول بیان کرنا، ان کا لباس بیان کرنا اس غرض سے تھا کہ میری امت غلطی نہ کھائے۔ یادوں میں ان ہاتوں سے کچھ اور سرا درکھ کر اپنی امت کو اور اپنی امت کو جسے آپ نے اتنے مصائب برداشت کر کے اور کسی کسی قسمی چیزیں جانیں اس کے داسٹے دے کر بنا یا ہو، دھوکہ دینا۔ بابو صاحب اگر ہم مرزے کی اس بات کو مان لیں۔ تو کیا ہم نے آنحضرت گو خاکم بدہن ایک ناکام نہیں مانا؟

سوم اب رہی یہ بات کہ کسی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۲۰ سال کے ہو کر فوت ہوئے۔ پہلے تو یہ بات سن لیں کہ مرزا قادریانی کون سی حدیث مانتا تھا اور کون سی نہیں مانتا تھا؟

۱ ”یہ بھی یاد رہے کہ تمام ذخیرہ رطب دیا بس کا صحیح میں نہیں ہے۔“

(از الہائل م ۳۲، خزانہ ح ۳۳ ص ۱۳۳)

۲ ”امام ابو حنیفہ نے بہت سی حدیثوں کو روای کی طرح سمجھ کر جھوڑ دیا۔“

(از الہائل م ۵۳، خزانہ ح ۳۲ ص ۲۸۵)

۳ ”اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید نہیں ہیں۔ وان گلن لا بخنی من الحق هنها۔“

(از السعد م ۲۵۳، خزانہ ح ۳۳ ص ۳۵۲)

اور اگر یہ قاعدہ مقرر کیا جائے کہ جو حدیث ہم پیش کریں وہ جھوٹی اور جو مرزا پیش کرے وہ بھی۔ تب بھی یہ حدیث مرزے کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی۔ مرزا مانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب میں جو فلساتوفیتی ہے۔ اس کے معنی موت کے ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ

السلام عرض کریں گے کہ خداوند جب تک میں ان میں رہا۔ ان کے حال کا گران رہا اور جب تو نے مجھے مار دیا۔ تو پھر ان کے حال سے تو ہی واقف تھا۔ اس سے پایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خواہ کسی عمر میں مرے۔ لیکن مرے نہیں ہیں۔ جن کے حالات کی گرانی کرنا بیان کرتے ہیں۔ یہی قصہ کامل اور کشیدہ کایروں کی گھر نت ٹابت ہوا:

صیحت میں پڑا ہے سینے والا جیب دامان کا

جو یہ نائک تو وہ اوہڑا جودہ نائک تو یہ اوہڑا

مولوی صاحب آپ کا یہ تیرا جواب ختم ہوا یا نہیں؟

بابو صاحب پا بوسا بح جواب تو ختم ہو گیا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے اسے سنائیں۔

بیوی (نوارو کے کان میں) جانے دیں۔ خاموش ہی رہیں۔ اس وقت وہ سخت غصہ کی حالت میں ہیں۔ تھوڑی دیر خاموشی طاری رہنے کے بعد بابو صاحب انھ کر دفتر کے کمرہ میں چلے گئے اور سرزے کی تمام کتابیں الماری سے لکال کر باہر پھینک دیں اور گاموں کو بلا کر کہا کہ گھن میں ان کا ذہیر لگادے اور خود واپس آ کر۔

بابو صاحب قاضی صاحب آپ کی جیب میں ماچس قبی۔ ذرا ویجھتے گا۔ دیا مسلمانی کی

ڈبی لے کر۔ آئیے آپ بھی تشریف لائیے۔ یہ مولوی صاحب آپ بھی آئیے۔

بیوی (اپنی جگہ سے انھ کر) ذرا نہ پھریے۔ میں تسل کی بوتل بھی لے آؤں۔

گاموں جی اہ تحقیقت الوجہ بھی سائزی ہے؟

نوارو کیوں گاموں تو نے یہ کیا سوال کیا؟

گاموں جی مر جا مر گیا تے ڈاکدر صاحب جیوندا رہیا تے ایہ تال آپے سڑھی۔

(جی مرزا نوت ہو گیا اور ڈاکدر عبدالحکیم خان زندہ رہا تو یہ تو خود ہی جل گئی۔)

قاضی صاحب گاموں دیکھنا سب سے پہلے دریشیں کو آگ لگانا۔ یہریں میں مسافروں کو فریب دینے کے لئے جیسی جمال گوشہ ہے۔ کتابیں جلا کرو اسیں اپنی جگہ بیٹھ کر۔

بابو صاحب غصب خدا کا۔ مولوی صاحب میں آپ سے کیا کہوں۔ رات تمام رات

اسی خیال میں میری آنکھ نہیں گئی کہ جب ہمارے پاس ایسا کی نظیر موجود ہے۔ تو ہم سرزے کو اس

کا فائدہ کیوں نہ اٹھانے دیں؟ اور میں اب سمجھا کہ جو لوگ سرزے کی اس کلام پر یقین رکھتے ہیں

کہ آنحضرت ﷺ کی سر اور صلی اللہ علیہ السلام سے غلام احمد اور مریم سے غلام مرتفعی تھی۔ ان کی نظر میں

آنحضرت ﷺ کی وقت ایک سے (تو بے نفع بالذہب) زیادہ نہ ہو سکتی۔

نوارو..... (بایو صاحب کا غصہ فروکرنے کے خیال سے) بایو صاحب مرزا نے مریم اور ابن مریم بنے میں جو قلم کا زور دکھایا ہے۔ وہ انسان کے پیٹ میں گد گدی بھی پیدا کرتا ہے اور قابلِ دادگی ہے۔ قاضی صاحب ہاں ہاں! بایو صاحب کو یہ سنائیے۔

نوارو..... بایو صاحب بنئے! (حقیقت الحقیقی ص ۳۳۶، خواص ج ۲۲ ص ۲۵۰) "جب میں نے کتاب برائیں احمدیہ تصنیف کی۔ تو اس کی چمپائی کے لئے میرے پاس روپیہ نہ تھا۔ میں نے خدا سے دعا کی تو الہام ہوا: "هزی الیک بجذع النخلة تساقط عليك رطباً جنتاً" یہ حضرت مریم کو قرآن شریف میں خطاب ہے۔ جب لڑکا پیدا ہونے سے وہ بہت کمزور ہو گئی تھیں اور خدا کے لئے خدا تعالیٰ کی مدد کی تھیں۔ اسی طرح برائیں احمدیہ میرے لئے بطور بچہ کے تھی۔ جو پیدا ہوا۔ یہ بات ہر ایک جانتا ہے کہ تالیفات کی نسبت یہ عام محاورہ ہے کہ ان کو ننانج طبع کرتے ہیں۔ یعنی طبعزاد بچے اور جنگبر برائیں احمدیہ میرا بچہ شہر اجو پیدا ہوا تو اس کے پیدا ہونے کے وقت میں بھی مالی طور پر کمزور تھا۔ جیسا کہ مریم کمزور تھی اور اپنے طور پر اس بچہ کی پرورش کے لئے یعنی اس کی طبع کے لئے غذا حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ تو مجھے بھی مریم کی طرح یہی حکم ہوا کہ "ہز الیک بجذع النخلة"، پس اس پیشین گوئی کے مطابق سرمایہ کتاب اکٹھا ہو گیا اور پیشین گوئی پوری ہو گئی اور اس روپیہ کا آنا بالکل غیر متوقع تھا۔ کیونکہ میں گناہم تھا اور یہ میری ہبھی تصنیف تھی اور یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ نے برائیں احمدیہ میں مجھے عینکا کے نام سے موسم کرنے سے پہلے میرا نام مریم رکھا اور ایک مدت تک میرا نام خدا کے نزدیک سمجھی رہا۔

نوارو..... بایو صاحب! میں اس فرقہ کے افراد سے ہمیشہ یہی درخواست کرتا رہا کہ خدا کے واسطے تصوری دیر کے لئے اس شخص کو ٹھنگ تصور کر کے پھر اس کا کلام پڑھو اور پھر وہ یہ کہ تھا رہا باطن کھل جاتا ہے یا نہیں۔ بایو صاحب! بعض اوقات انسان کو گھر میں نسک یا مارچ کی ضرورت تو اس کے بازار سے آنے میں دیر لگ جاتی ہے۔ مگر مرزا کو اگر الہام کی ضرورت پڑے تو فوراً سے پہلے موجود ہے۔

۱۔ اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں ہے جس کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس عاجز کو برائیں میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔ (ازالہ حصہ اقل ص ۳۸، خواص ج ص ۳۸) برائیں (پانچویں آسمانی کتاب) کی رو سے آپ مریم بھی بن چکے۔ ابن مریم بھی بن چکے۔ ابھی ابن مریم کا انتقال بھی ہے۔ دہائی ہے خدا کی اس چھپے ہوئے دہریہ نے اسلام پر کیسی ریش خندکی ہے۔

باہو صاحب مولوی صاحب چھوڑ یئے اس تھے کو۔
 باہو صاحب میں تو ایک جاہل آدی تھا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ جو لوگ عالم فاضل ہونے
 کے مدغی ہیں۔ ان کی تمام باتیں مان رہے ہیں۔

نووارو باہو صاحب عیسائی اور اہل ہنود اسلام پر ہمیشہ یہ حملہ کرتے رہتے ہیں کہ یہ عیاشی کا
 نہ بہ ہے۔ اس نے چار عورتیں ایک وقت میں جائز کر دیں۔ بزرگان دین اس کا یہ جواب دیتے
 رہے کہ اسلام یہ حکم نہیں دیتا کہ تم ضرور چار عورتیں کرو۔ ہاں اگر ضرورت پڑے۔ مثلاً ہمیں یہوی
 دامّ المرض ہو۔ کوڑھی ہو جائے۔ یا نجھٹا بات ہو تو تم دوسرا اور تیسرا اور چوتھی بھی کر سکتے ہو۔
 مگر اس شرط پر کہ تم سب سے یکساں سلوک کرو۔ یہ شرط اسکی کڑی ہے کہ ایک سے زیادہ جو رو
 کرنے کو قرباً قریباً ناممکن کر دیتی ہے۔ مگر اس شخص نے بلا ضرورت ایک سے زیادہ شادیاں کر کے
 اور ایک یہوی کو مطلق رکھ کر عملًا ثابت کر دھایا کہ اسلام:

زن نوکن اے دوست ہر نوبھار
 کہ تقویم پارینہ نایہ بکار

کی تعلیم دیتا ہے اور قرآن مجع کے وقت مل مل کے پڑھ لینے کے واسطے ہنا ہے۔ نہ کہ
 اس پر عمل کرنے کے لئے۔ باہو صاحب، قاضی صاحب کاریمارک آپ نے درشن کی نسبت نہ۔
 میں بھی اس کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کتاب کو مرزاں جیب میں رکھتے ہیں اور جہاں
 انہیں کوئی سادہ لوح مسلمان نظر آیا یا اسے جیب سے کھال کے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور لوگ
 اس کے اشعار سن کر لٹکو جاتے ہیں اور یہ نہ سمجھ کر کہ یہ صرف ہاتھی کے دانت ہیں اور محض لوگوں کو اپنا
 گردیدہ کر لینے کے لئے گھرے گئے ہیں۔ مزدے کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے:

یا نی اللہ فدائے برس موئے قام
 وقف راه تو کنم گرجان دہندم صد ہزار

(درشن فارسی ص ۹۰)

یعنی اے اللہ کے نبی میں تیرے ایک ایک ہاں کے صدقے، اگر مجھے خدا لا کہ جائیں
 بھی دے تو میں تیرے راستے میں قربان کروں۔

دل اگر خوں نیست از بہت چھیڑا است آں وے
 درثار تو گر دوجاں کجا آمد بکار

(درشن فارسی ص ۹۰)

لیعنی جو دل تیری محبت میں پھیل کر خون نہ ہو جائے وہ کیا دل ہے، جو جان صحیح پر قربان

نہ ہو وہ کیا جان ہے؟

در راه مشقِ محمد ایں سردِ جامِ رو
ایں تمنا ایں دعا ایں دردِ لم عزمِ حکم

(درثین فارسی ص ۷۷)

میری آرزو میری دعا اور میرا پختہ ارادہ یہ ہے کہ آنحضرت کے مشق میں میرا یہ سرچالا
جائے اور میری یہ جان چلی جائے۔

خلق از برائے شوکت دنیا چھاکند
وردا کہ مهر کعبہ چومہرتاں نماند

(درثین فارسی ص ۹۰)

لیعنی دیکھو لوگو خلقت دنیاوی جاہ و جلال کے داسٹے کیا کچھ کر رہی ہے، ہائے کعبہ کی
محبت بتوں کی ہی بھی ان کے دلوں میں نہیں رہی۔

آن منم کا نذربرہ آں سردوئے
در میان خاک و خون نینی سرے

(درثین فارسی ص ۱۱۶)

لیعنی مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں۔ میں دہ ہوں کہ آنحضرت کے رستے میں اگر کوئی
سرکشنا ہو اور خاک و خون میں آلووہ دیکھو تو سمجھو وہ میرا سر ہے۔

تنق اگر پارو بکوئے آں نگار
آں منم کاول کندجاں راندار

(درثین فارسی ص ۱۱۶)

لیعنی اگر حضرت کے کوچہ میں تکوار برے تو جانتے ہو، سب سے اول اپنی جان کو کون
قربان کرے گا؟ یہ بندہ

صدق درزاں را ہمیں باشد نشاں
کز پئے جاناں بکف دارند جاں

(درثین فارسی ص ۱۱۹)

یعنی صادقوں کا سبھی نشان تو ہوتا ہے کہ جس کے وہ عاشق ہوتے ہیں۔ اس کے لئے سر
ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں۔

براه یار عزیز از بلانہ پر تیزد
اگرچہ درہ آں یار اودھا پاشد
سچا عاشق بلا سے نہیں ڈرتا۔ خواہ اس کے معموق کے رستے میں اڑ دھانی کیوں نہ بیٹھا ہو؟
یا نی اللہ ثار روئے محبوب قوام
وقف راہت کر دہ ام ایں سر کہ بد دوش است بار

(درشین فارسی ص ۹۰)

یعنی اے اللہ کے نبی میں تمیرے پیارے منہ کے قربان جاؤں۔ میں نے اپنا سر جس کا
بوجہ معلوم ہو رہا ہے۔ تمیرے رستے پر قربان کر دیا ہے۔

میخیں عشم بروئے مصطفیٰ
دل پر چوں مرغ سوئے مصطفیٰ

(درشین فارسی ص ۹۵)

یعنی میں آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک کا ایسا عاشق ہوں کہ آپ کی طرف میرا دل مرغ
کی طرح اڑا جاتا ہے۔

ے پیدم سوئے کوئے اوہام
من اگرمیدا شتم بال دپرے

(درشین فارسی ص ۹۵)

آہ اگر خدا میرے بازوؤں میں پر پیدا کر دیتا تو خلق ت دیکھی کہ میں ہمیشہ اڑ کر رسول
اللہ کے کوچہ میں جاتا۔

مولوی محمد علی صاحب امیر لاہوری پارٹی سے ورخواست ہے کہ برہاں مہر بانی ان اشعار کو
معتمن کیمیا کے دفتر میں لے جا کر ان کا امتحان کراہیں اور ہمیں تائیں کہ محمد صاحب کے ان
اعشار میں جھوٹ کامن ہے یا صداقت کی رلتی؟

دولت سے محمد صاحب کا گمراہا ہوا۔ محنت کا یہ حال کہ اولاد کے الہام ہو رہے ہیں۔
ریل و روازہ پر ہے۔ رسول اللہ کے کوچہ میں جانے کے مشق سے سینہ پر سر کٹانے کا بہوت سر
پر سوار۔ بہادری کا یہ حال کہ اڑو ہے سبھی نہیں ڈرتے۔ موت قریب ہونے کی وحی مقدس نازل

ہو گی۔ خدا کی طرف سے اٹھنے والے کا خطاب ملا ہوا ہے۔ ”وَاللَّهِ يَعُصِمُ مِنَ النَّاسِ“ (تذکرہ ص ۲۸۰، طبع سوم) کا وصہ۔ فرشے جلوہ میں۔ عرب بے چارے خوشی سے اچھل اچھل کر تھک گئے کہ مہدی پیدا ہو گئے۔ لیکن مجدد صاحب اور نبی صاحب زیارت روضہ رسول اللہ تو کیا فریضہ حج بھی ادا نہیں کرتے۔

پس معلوم ہو گیا کہ آپ کو خدا اور رسول سے کس قدر تعلق تھا؟ اور یہ اشعار غریب مسلمانوں کی جیتنیں خالی کرنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ یا کوئی صداقت کی رفتی بھی ان میں تھی۔ شیخ مظفر الدین خان مرحوم دمغور مجھے بھی بھی درشیں کے اشعار پڑھ کر ملامت کرتے تھے کہ دیکھو ایسے شخص کو جھوٹا اور فرمی کہتا ہے جو رسول اللہ کا ایسا عاشق زار ہے۔

بایو صاحب اس سلسلہ میں مرزا قادریانی کے چند وہ بھی سن لیجئے۔

”میرے پر ایک رات کوئی کم گز رفتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔“ (فہرست تحریر کولڈ ولی مس ۸، خزانہ نج ۳۹ ص ۳۹) ”ہر ایک بدکاری اور بے ایمانی کی جگہ بزرگی اور نامرادی ہے۔“ (اشتہار انعام آخر مس ۵۶، خزانہ نج ۱۱ ص ۵۶) ”خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور حملہ کرنے والوں پر حملہ کرے گا۔“ (حقیقت الواقع مس ۱۰۳، خزانہ نج ۲۲ ص ۱۰۶)

حاضرین میرا لحاظ نہ کرنا۔ خدا لگتی کہتا۔ یہ الہام خدا کی طرف سے تھے۔ یا مرزا قادریانی کی اپنی گھر نت؟ سب نے کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ“ پڑھ کر بیک زبان مرزا کی اپنی گھر نت۔ اگر واقعی الہام ہوتے تو مرزا کو ان پر اعتبار ہوتا۔

قاضی صاحب..... آنحضرت جب بھرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ تورات کے وقت آپ کے صحابہ آپ کی حفاظت کے واسطے آپ کا پھرہ دیتے تھے۔ لیکن جس وقت آیت ”وَاللَّهِ يَعُصِمُ مِنَ النَّاسِ“ تازل ہوئی۔ تو آپ نے کھڑکی میں سے سر ہا ہر نکال کر پھرہ والوں کو فرمادیا کہ اپنے گھر چلے جاؤ۔ پھرہ موقف! کیونکہ خدا نے میری حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ دیکھئے الہام پر کس قدر لیقین ہے کہ اس کے بھروسے پر جان کی حفاظت بند کر دی۔ اگر مرزا کے الہامات اپنے گھرے ہوئے نہ ہوتے۔ حقیقت میں خدا کی طرف سے ہوتے تو جشنی دریں میں انہوں نے حقیقت الواقع لکھی تھی۔ فریضہ حج ادا کرتے۔ مگر انہیں تو یہ بات کھا گئی کہ ہیں میرے مقابلہ پر کھڑا ہو کر کوئی اور بھی الہام کا دعویٰ کرے۔

نووارو..... بایو صاحب انوار سکیلی کا ایک قصہ ہے کہ جنگل کے جانور جمع ہو کر شیر کے پاس گئے کہ

بادشاہ سلامت آپ جو ہر روز ٹکار کرتے ہیں۔ اس میں آپ کو بھی دوڑ دھوپ کی تکلیف ہوتی ہے اور ہم بھی اطمینان سے چل پھر نہیں سکتے۔ آپ ہم سے اپنے کھانے کے لئے ایک جانور ہر روز لے لیا کریں اور ٹکارنا کیا کریں۔ شیر نے یہ بات منظور کر لی۔ ایک دن جب خرگوش کی نوبت آئی۔ تو وہ شیر کے پاس بہت دیر لگا کر گیا۔ جب شیر کے پاس پہنچا تو شیر اس پر بہت ناراض ہوا کہ اتنی دیر لگا کر کیوں آیا؟ اس نے کہا بادشاہ سلامت! اس جنگل میں ایک اور شیر آگیا ہے۔ آپ کے واسطے جو راش بھیجا گیا تھا۔ وہ اس نے کھالیا۔ اب میں دوسرا جانور آپ کے لئے لا یا ہوں۔ شیر یہ سن کر طیش میں آ گیا۔ کہ کیا بکتا ہے۔ اس جنگل میں میرے سوا کوئی اور بھی پیدا ہوا گیا۔ چلتا کھاں ہے؟ وہ اسے ایک کنویں پر لے گیا اور کہا کہ اس میں رہتا ہے۔ شیر نے جماں کر دیکھا تو اتنی کھل نظر آئی۔ غیر ایسا تو کنویں والا بھی غرایا۔ مطلب یہ کہ شیر طیش میں آ کر کنویں میں کو دپڑا اور جنگلی جانور اس کی دستبرد سے چھوٹ ہو گئے۔

مرزا چونکہ دہریہ تھا۔ وہ الہام کا قاتل ہی نہ تھا۔ اس لئے ڈاکٹر عبدالحکیم کے الہامات کو بھی اس نے اپنے الہاموں کی طرح جھوٹے اور بنادی سمجھا اور حقیقت الوجی لکھ ماری کر تھرڈ کلاس کا ملہم ہو کر مجھ فسٹ کلاس ملہم کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس فضول کام کی جگہ اگر مرزا حج کرتا۔ تو بہت اچھا تھا۔ خداوندہ کرچکا تھا کہ میں تیری ساری مرادوں پوری کروں گا۔ مرزا کا حج کے لئے تھوڑا سا خواہش کرنا بھی کافی ہو جاتا۔ با بو صاحب آج میں آپ کو وہ ذریعے سناتا ہوں۔ جن سے مرزا اپنی معلومات اخذ کرتا تھا۔

۱..... ”خدا تعالیٰ کے پاس مکالہ سے قریباً ہر روز میں مشرف ہوتا ہوں۔“

(چشمہ سمجھی ص ۱۸، خزانہ حج ص ۲۵۰)

۲..... ”میں نے کئی دفعہ آنحضرت گوای بیداری میں دیکھا ہے۔ باقی میں کی ہیں۔ مسائل پوچھتے ہیں۔“

(بُلْكَ مقدس ص ۱۲۹، خزانہ حج ص ۲۲۳)

۳..... ”اس پارہ میں خود یہ عاجز صاحب تجربہ ہے کہ بارہا عالم بیداری میں بعض مقدس لوگ نظر آئے ہیں۔“

(از الہ حصہ دوم ص ۲۷۲، خزانہ حج ص ۳۵۲)

۴..... ”مجھے تم ہے اس ذات کی کہ بارہا عالم کشف میں میں نے طاںکہ کو دیکھا ہے۔ ان سے بعض علم اخذ کئے ہیں اور ان سے گزشتہ یا آئنے والی خبریں معلوم کی ہیں۔ جو مطابق واقعہ تھیں۔“ (آنینہ کمالات ص ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، خزانہ حج ۵ ص ۱۸۲، ۱۸۳)

(خدا کی تھم کا بھی خیال رہے۔

۵..... ”مکافات میں بعض گزشتہ نبیوں سے ملاقا تھیں ہوئیں اور جو عالی طبقہ کے اولیاء اس

امت میں گزرچے ہیں۔ ان سے طاقت ہوئی۔” (کتاب البریم ۱۶۵، خزانہ ج ۱۳ ص ۱۹۸)

۶..... ”ایک دن میں رات کے وقت فرض اور سنتیں ادا کر چکا تھا۔ نہ سویا ہوا تھا اور نہ غنو دی میں تھا۔ اسی حالت میں میں نے دروازہ پر دستک کی آوازنی۔ جب میں نے اس طرف نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دستک دینے والے سرعت کے ساتھ میری طرف چلے آ رہے ہیں اور جب میرے قریب آ گئے تو میں نے پہچان لیا۔ کہ بُقْتَن پاک ہیں۔ یعنی علیٰ بعد اپنے دونوں بیٹوں اور بیوی کے اور آنحضرت ﷺ۔” (آنینہ کمالات ص ۵۴۹، ۵۵۰، خزانہ ج ۵ ص ۱۱۱)

۷..... ”ایک دفعوی کے ذریعے خدا نے مجھے آزادی۔ میں فوراً بیک کہہ کر انھوں کھڑا ہوا اور مجھے گزشتہ اور آئندہ زمانے کے حالات سے مطلع کر دیا۔“

(آنینہ کمالات ص ۲۸۶، خزانہ ج ۵ ص ۲۸۶)

بابو صاحب آڈ کاب ہم مرزا کی معلومات کا امتحان لیں کر آیا یہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ حق کہہ رہا ہے یا اسلام پر بُقْتَنی اڑا رہا ہے اور مسلمانوں کو احمق بنا رہا ہے کہ تمہارے ایسے اعتمادات ہیں۔ وہ ہریکی کی شکل میں نہیں مسلمان بنن کر اس شخص کا بیان ہے کہ میرا من ہے کہ میں لوگوں پر ثابت کر دوں کہ جس شخص کو تم زندہ آسمان پر مانتے ہو۔ وہ فوت ہو چکا اور آنے والا سچ میں آ گیا۔ کسی شخص کو فوت شدہ یا قتل شدہ ماننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی نعش برآمد ہو یا اس کی قبر کا پتہ ٹلے۔ یا کسی نے اس کو پانی میں ڈوتا یا آگ میں جلا دیکھا ہو۔

علاوه مذکورہ ذریعہ معلومات اس شخص کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ ”میرے پاکانے پر خدا تعالیٰ جواب دیتا ہے۔ نہ ایک دفعہ نہ دو۔ میں میں دفعہ یا تیس تیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قرباً تمام رات یا قرباً تمام دن۔“ (نزوں اسح ص ۹۲، خزانہ ج ۵ ص ۲۳۲)

اور اس مکالہ کی پابند (آنینہ کمالات ص ۲۳۲، خزانہ ج ۵ ص ۲۳۲) پر یہ شخص لکھتا ہے کہ ”مکالہ با خدا سے فرض یہ ہوتی ہے کہ دعا کے قبول ہونے سے اطلاع دی جائے۔ کوئی نئی اور مختلف بات بتائی جائے۔ یا آئندہ کی خبروں پر آگاہی دی جائے۔ اپنی الہامی کتاب برائیں میں اس نے تسلیم کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں اور دوبارہ آئیں گے۔ مگر (ایام الحصل ص ۳۲، خزانہ ج ۱۳ ص ۲۷۰) پر لکھا کر ”برائیں میں میں نے جو توفی کے معنے استھناداون کے کئے تھے۔ وہ بھی میری غلطی تھی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا عقیدہ جو میں نے ظاہر کیا تھا۔ وہ بھی الہام کی غلطی نہ تھی۔ میرے اجتہاد کی غلطی تھی۔“ خیر!

اب ہم اس شخص سے پوچھتے ہیں کہ ہمیں اپنے مشن کے متعلق اتنی توسلی کراؤ کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوئے۔ تو ان کی قبر کہاں ہے۔ تو ہمیں ایک مدت تک جواب دتا ہے کہ ”یہ تو سچ ہے کہ مجھ اپنے ملنگلیں میں جا کر فوت ہو گیا۔“ (ازالہ حسدوم ص ۲۷، خزانہ ج ۳ ص ۲۵۲) لیکن جب حکیم نور دین نے جو اس نبوت اور مجددیت میں آپ کے شریک تھے۔ آپ کو بتایا کہ سری گھر ملک نشیر کے محلہ خان یار میں ایک بڑی مزیدار قبر موجود ہے۔ جو یہ ز آسف کی قبر کہلاتی ہے۔ اگر اس قبر پر ایک اپنا ملازم مرد یا کوئی بڑھایا گھورت بخادی جائے کہ وہ زائرین اور سیاحوں کو بتاتی رہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ تو (تاریخ تیرہ میان ہنگامہ خزانہ ج ۵ ص ۱۲۳) پر آپ نے لکھ دیا کہ دلائل قاطع سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری گھر میں موجود ہے اور پھر جیسا کہ نقل مشہور ہے کہ شیخ سعدی نے کہا کہ نامت چسٹی گفت حاجی گفت حاجی تجھیں خلی، چاچی کمان رائیگو یہد، کما نگمان تجھیں خلی، گمان نیک رائیگو یہد رنگ و سگ تجھیں خلی، پس تو سگ ہتی۔ آپ نے یہ ز آسف سے عیسیٰ علیہ السلام بتانے میں قلم کا برازو در دکھایا ہے۔

دوسرے سوال آپ کی ذات خاص کے متعلق۔ کیا محمدی نبیم سے آپ کا زمین پر نکاح قطعی اور یقینی ہے؟ جواب ہاں! ”اس پیشین گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ نے پہلے سے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ ”یتزوّج ویوولد له“ یعنی وہ سچ مسحود یوی کرے گا اور نیزدہ صاحب اولاد ہو گا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود ہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ عورتوں سے مراد وہ خاص تزوج ہے۔ جو بطور ننان ہو گا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے۔ جس کی نسبت اس عاجز کی پیشین گوئی موجود ہے۔ کویا اس جگہ رسول اللہ ان سیاہ دل مکروہ کو ان کے شہجات کا جواب دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ باقی ضرور پوری ہوں گی۔“

(ضیغم انجام آتم ص ۵۲ معاشرہ خزانہ ج ۱۱ ص ۳۳۷ حاشیہ)

ہابو صاحب! کیا اب بھی آپ بیک کریں گے کہ اس شخص کے دعوے کے میں آنحضرت کی احادیث بلا انتقال ان کے منہ سے نہ تھوڑی۔ میں نے کمی مرتبہ آنحضرت گویداری میں دیکھا ہے۔ ہاتھیں کی ہیں۔ مسائل پوچھتے ہیں۔ حلاظ اور جھوٹے تھے۔

۱۔ پھر بھی مکالہ اور مخاطبہ کے ذریعہ نہیں بلکہ دلائل سے۔

۲۔ مزدیسیوں ایمان سے کہنا سیاہ دل کون ثابت ہوا؟

بابو صاحب میں یہ حدیث نہیں سمجھا۔

نووارو..... بابو صاحب یہ حدیث مکملہ شریف کی اس طرح پر ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم زمین کی طرف اتریں گے۔ پھر شادی کریں گے اور ان کے اولاد ہوں گی۔ ۲۵ سال دنیا میں رہیں گے۔ پھر فوت ہو کر میری قبر میں میرے پاس دفن ہوں گے۔ پھر میں اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے۔ ہم دونوں ابو بکر اور عمرؓ کے درمیان ہوں گے۔

بابو صاحب ایک قبر میں سے کیا مراد ہے؟

نووارو..... اس حدیث میں اب کوئی جرح ہونہیں نہیں۔ کیونکہ مرزا نے اس کو آنحضرتؐ کے منہ سے سن کے صحیح مان لیا ہے۔ مرزا بھی (نژول الحج ص ۷۷، خواجہ احمد رضا ۱۸۴۵) پر لکھتا ہے ”مگر ابو بکرؓ اور عمرؓ جن کو حضرات شیعہ کافر کہتے ہیں۔ بلکہ تمام کافروں سے بدتر بکھت ہیں۔ ان کو یہ مرتبہ طلاق آنحضرتؐ سے ایسے ملتی ہو کر دفن کئے گئے کہ گویا ایک ہی قبر ہے“ اور (وضع المرام ص ۱۲، خواجہ احمد رضا ۱۸۴۵) پر لکھتا ہے : ”بلاغت کا تمام مدار استغارات الطیفہ پر ہوتا ہے۔“

بابو صاحب اس حدیث میں شادی اور اولاد کا کیوں ذکر ہے؟

نووارو..... صحیح اور صحیک معنی کی حدیث کے توبہ ہی معلوم ہوتے ہیں کہ جب سوال کی نوعیت معلوم ہو کہ صحابہ نے دریافت کیا کیا تھا؟ لیکن اگر اس کے ساتھ سوال کوئی نہ تھا۔ تو ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ اپنی امت کو آنے والے صحیح کی علامات بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتا رہے ہیں کہ اس صحیح نے سابقہ زندگی میں تو شادی نہ کی تھی۔ لیکن آئندہ زندگی میں شادی بھی کریں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی۔

تیسرا سوال آپ کی اولاد کے متعلق۔ مرزا قادریانی وہ تین کو چار کرنے والا لڑکا آپ کا کیسا ہو گا؟

(ترجمہ الہام عربی مدرجہ آئینہ کالا اس ص ۷۷، خواجہ احمد رضا ۱۸۴۵) : ”اللہ نے مجھے بشارت دی اور فرمایا کہ میں نے تیری تضرعات اور وعاءوں کو سنا۔ حقیقت میں تجھے عطاء کروں گا۔ جو کچھ تو نے مجھ سے ماٹا گا ہے اور تو نعمت دیے گیوں میں سے ہے۔ تو نے نہیں سمجھا میں نے تجھے کیا کیا دیا ہے۔ رحمت اور فضل اور قربت اور تھیج اور ظفر ہیں سلامتی ہو تھی پر تو ظفر یا بول میں سے ہے۔ میں تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہوں۔ اس کا نام عمرو اتنل اور بشیر ہے۔ خوبصورت، عقل مند اور میرے مقربوں میں سے۔ آسمان سے آئے گا اور اس کے نازل ہونے سے خدا کا فضل نازل ہو گا۔ وہ نور ہے اور طیب ہے اور پاکوں میں سے ہے۔ اس سے برکتیں ظاہر ہوں گی۔ خلقت کو

طیب چیزیں کھلائے گا اور وہیں کی اصرت کرے گا۔ ترقی کرے گا اور بلند ہو گا اور عروج پائے گا اور او نچا ہو گا اور ہر ایک بیمار اور مریض کا علاج کرے گا۔ اس کے انفاس سے شفا ہو گی اور وہ میری نشانیوں میں سے ایک نئی ہو گا اور میری تائید کا ایک نیٹ ہو گا تا کہ تیری تکنیک بکرنے والے جان لیں کر میں فضل بین کے ساتھ تیرے ساتھ ہوں۔ اس کے آئے سے حق آجائے گا اور اس کے ظہور سے باطل جاتا رہے گا۔ میری قدرت کی جگلی کرے گا۔ میری عظمت کو ظاہر کرے گا۔ وہیں کو بلند کرے گا۔ بر ایہن کوشش کرے گا۔ قبر والوں کو قبر سے نکال کھڑا کرے گا تا کہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب سے انکار کیا۔ وہ جان جاویں کو وہ غلطی پرستھے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے گی۔ تجھے ایک ذہین لڑکا تیری اپنی پشت اور اولاد اور نسل سے دیا جائے گا اور وہ ہمارے معز زندگی میں سے ہو گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ ہر ایک قسم کی میل کھیل اور عیب سے پاک اور طیب اور کلمۃ اللہ، بزرگ کلمات سے پیدا ہوا ہوا۔ فہیم ذہن اور حسین۔ دل اس کا علم سے بھرا ہوا اور حلم والا ہو گا۔ اس کو نفس سیکی دیا جائے گا اور روح الامیں سے برکت دیا جائے گا۔ دو شنبہ ہے مبارک ہو یوم دشنبہ تھجھ میں ارواح آؤں گی۔ بیٹا صاحبِ کریم کی مبارک مظہر اول و آخر۔ مظہر الحنفی والعلاء گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔

اس کے ظہور سے رب العالمین کا جلال ظاہر ہو گا۔ تیرے پاس نور آتا ہے۔ جو عطر حُسن سے مسح ہے۔ اللہ منان کے سایہ کے نیچے کھڑا ہے۔ قید یوں کی گردیں چھوڑائے گا اور ان کو خلاصی دے گا۔ خدا کی شان کو عظمت دے گا۔ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ امام، ہمام، تو میں اس سے برکت پائیں گی۔ اس کے ساتھ شفاء آئے گی اور بیماریاں باقی نہ رہیں گی۔ خلقت اس سے فائدہ اٹھائے گی اور ایسا جلد جلد بڑھے گا۔ گویا ده ستون ہے۔ تب اپنے نفسی نظر آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ ”وَكَانَ امْرًا مَقْصِيًّا قَدْرَهُ قَادِرٌ عَلَمٌ فَتَبَارَكَ اللَّهُ خَيْرُ الْمَقْدِرِينَ“ پابوساچب آپ کو معلوم ہے کہ یہ لڑکا خدا کے پیدا کردہ زمین و آسمان میں ہے؟ یا مرزا کے اپنے پیدا کردہ زمین و آسمان میں؟
بابوساچب جی مجھے معلوم ہے کہ وہ ایک سال چار ماہ کا ہو کرنفسی نقطہ قادیاں میں مدفن ہے۔ اسی پر تو کسی دل جلنے کہا تھا:

۱۔ اس کلمہ کے کہنے کی ضرورت کیا تھی؟ ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ یہ صفات سو اخذ دیا پر میشر کے ادھار کے اور کسی میں ہو نہیں سکتیں۔

بُشِّر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا، تمیر اعزاز اور اکرام

گاموں ایہو جسے چھوڑ رچد نے نہیں نظر کھا جاندی ہے۔

تو وارو ہاں اپنے باوشاہ کے متعلق اس کی معلومات بہت سمجھ تابت ہوئیں۔ کیونکہ اس نے فرشتوں سے دریافت کر کے (ازالہ حصہ دوم ص ۵۰۸، خزانج ۳۲۳ ص ۳۲۳) پر لکھ دیا تھا کہ ”یا جو حج اور ماجون انگریز اور روس ہیں۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کو فتح کر کے آپس میں لڑپڑیں گے۔“ یہوی جی کیا اب بھی تم حلیم نہ کرو گی کہ یہ الہام شیطانی نہ تھے۔ خود ساختہ ہوا کرتے تھے۔ اگر نہیں حلیم کرتیں تو اس قسم کے شیطانی الہام کی کوئی نظری پیش کرو۔

قاضی صاحب میں ہرگز ہرگز باورنہیں کرتا کہ شیطان اسکی عبارت ہنانے پر قادر ہو سکے اور اسی شخص کے بیان کے مطابق شیطانی دسویں ایک ڈھیلے کی طرح ہوتا ہے۔ جس کو وہ پھینک کر چلا جاتا ہے۔ پس اس طرح پر اتنی لمبی عبارت یاد کیوں نکر رہے سکتی ہے؟

یہوی قاضی صاحب یاد رہنے کی بات تو آپ رہنے دیں۔ یہ کون کہتا ہے کہ شیطان نے بھی الفاظ القاء کئے تھے۔ اسی الہام کو جو مرزا نے اشتہار کے طور پر دہرا�ا ہے۔ جس کو پنڈت لکھرم نے مکندیب (براہین احمدیہ ج دوم ص ۲۹۳) پر درج کیا ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے تاریخ مرزا کے ص ۱۰ اس میں ہوشیار پور اور لدھیانہ کے سفر کے مبارک ہونے کا ذکر درج ہے۔ لیکن اصل الہام میں جو (آنینہ کمالات م ۷۷۵، خزانج ۵ میں اینا) پر درج ہے۔ ”سفر کے مبارک ہونے کا ذکر نہیں۔“

قاضی صاحب مجھے دینا یہ آئینہ کمالات مرزا اور یغم کرتے ہوئے با یو صاحب اس الہام میں تو واقعی مرزا نے کمال کر دکھایا۔ آپ لوگ ایسے الہام پسند کرتے ہیں جو پورے ہو جائیں اور مجھے وہ پسند آتے ہیں جن کی بندش اچھی ہو۔ ایک ایک بات کو تین تین چار چار یوں ایوں میں بیان کیا جائے اور کتاب کھول کر ”وہنا نی ربی و قال انامہلکو بعلہا کما اهلکنا اباها“ (آنینہ کمالات اسلام م ۶۷۵، خزانج ۵ میں اینا)

یہوی آپ کون سا صفحہ پڑھنے لگ گئے ۲۹ یا ۷۷ یا ۷۸؟

قاضی صاحب ہاتھ اٹھا کر ٹھہر و مرزا کا ایک مزیدار الہام مل گیا۔

گاموں قاضی تھی اہ مینوں سنانا۔

قاضی صاحب اچھا میں اردو میں اس کا مطلب سناتا ہوں۔ خدا نے فرمایا میں محمدی یغم کے خاوند کو اسی طرح بلاک کر دوں گا۔ جیسا کہ میں نے اس کے پاپ کو بلاک کیا اور محمدی یغم کو تیری

طرف لوٹا لوں گا۔ یہ بات تیری رب کی طرف سے ہے۔ پس ٹھک کرنے والوں میں سے مت ہوا اور ہم اس کو صرف تھوڑی سی دھیل دیں گے۔ ان سے کہہ دے کہ وقت مقررہ کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی کرتا ہوں۔ اتنا کہہ کر کتاب بند کر کے واپس دے دی اور باپو صاحب سے یوں کویا ہوئے۔ یہ محمدی نیکم کے خادم کی ہوت کا الہام اگر خدا نخواستہ چاہی بھی ثابت ہو جاتا۔ تب بھی میں اس کی تعریف نہ کرتا۔ کیونکہ اس کی بندش اور الفاظ امراضے کے اپنے نہیں قرآنی الفاظ ہیں۔

باپو صاحب..... قاضی صاحب اس بحث کو جانے ویجتے۔ یہ فرقہ ائمۃ جس بات پر اڑ جائے اس سے باذ نہیں آیا کرتا۔ راج ہٹ بالک ہٹ تریا ہٹ مشہور ہٹ ہے۔

قاضی صاحب..... نہ صاحب میں آپ سے اتفاق نہیں کرتا۔ یہ جو کچھ کہہ رہی ہیں۔ اس کا ثبوت دے رہی ہیں۔ مگر مولانا آپ کیوں لئکے کا گز کھائے بیٹھے ہیں۔

نووارد..... بھی مجھ سے پوچھتے ہو تو میں تو قسم کا کر بھی یہ بات کہنے کو تیار ہوں کہ یہ الہام فرمائشی ہے۔ کسی خاص موقع پر والدہ بشیر نے کہا ہو گا کہ آپ قسم کچھ بن چکے۔ میرے پیٹ سے بھی تو کسی کو کچھ بناو۔ اس پر آپ قلم دوات کا غذ لے کر بینے گئے اور یہوی کو خوش کرنے کے لئے ایک طومار باندھ دیا۔

گاموں..... ہمی مولوی ہو راں ہج آ کھیا۔ اہ گل میرے ول نوں لگی اے۔

باپو صاحب..... بڑے زور سے خندہ کر کے مولوی صاحب مرزا کی تہہ کو بہت لوگ پہنچ ہوں گے۔ مگر جیسا کہ آپ نے اسے پہچانا ہے۔ کم کسی نے پہچانا ہو گا۔

نووارد..... حضرت میرا یہ دعویٰ تو نہیں مگر اگر آپ کا خیال صحیح ہے تو اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مگر علامے وین کو جنہوں نے مرزا کے لئے پھر کو پڑھا اور مرزا کے خلاف قلم اٹھایا۔ وینی و دندھی اور مشاغل بہت تھے اور بندہ کا صرف ایک ہی تحفہ رہا اور دوسرا بات ہے کہ ٹھک کوجیا ٹھک پہچانے گا۔ نیک آدمی نہیں پہچان سکتا۔ میں نہایت درود نہ اور افسوس سے دیکھتا ہوں کہ مرزا کی باتوں میں زیادہ تر وہی لوگ آئے جو نہایت نیک اور سیدھے تھے۔ میری عمر مرزا نہیں میں گزر گئی۔ ان کی طرف سے نیز میرے اپنے بڑے بھائی کی طرف سے یہ کوشش رہی کہ میں کم از کم اس کو ایک اچھا آدمی مانوں۔ مگر چونکہ میں بھجھ کا تھا کہ وہ ایک ٹھگ ہے۔ اسلامی لباس میں اس نے ٹھگی کا کارخانہ کھولا ہوا ہے۔ میرے اس یقین کو کوئی حمزہ ل نہ کر سکا۔ باپو صاحب مجھے اپنے درویشوں اور گدی نشینوں کی سا وگی اور حد سے متجاوز حسن نام پر رونا آتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ فرقہ نشوونما پا گیا۔ یعنی جب کسی مرد مسلمان نے ان سے پوچھا کہ حضرت آپ کیا فرماتے ہیں؟

مرزے قادریانی کے حق میں؟ تو وہ بڑی دلداری سے پوچھتے تھے۔

۱..... وہ خدا کو مانتا ہے؟ جواب میں ہاں مانتا ہے۔

۲..... رسول گو مانتا ہے؟ جواب میں ہاں مانتا ہے۔

۳..... قرآن اور قبلہ کو مانتا ہے؟ جواب میں ہاں مانتا ہے۔

فیصلہ: تو اس کو براند کہو۔ یہ فیصلہ ان کا بعینہ ایسا ہوتا ہے جیسے کسی سادھو فقیر کو دیکھ کر کسی کے دل میں شک گز رے کہ یہ کوئی ٹھگ بناؤں سادھو بننا ہوا ہے۔ یہ کسی عورت یا کسی عورت کا زیور لے اڑے گا اور وہ کسی پڑت سے پوچھنے کہ پڑت ہی آپ فلانے سادھو کی نسبت کیا فرماتے ہیں؟ تو وہ پوچھنے کیا اس نے نہیں چھوڑی ہوئی ہیں؟ کیا اس کا لباس بھگوان ہے؟ کیا اس نے بذن پر بھجوت ملی ہوئی ہے اور جب اس کو تینوں سوالوں کا جواب اثبات میں ملے کہ ہاں ایسا ہے۔ تو پڑت فیصلہ دے دے کہ وہ سادھو ہے اور سادہ لوح گدی نہیں تو تم پر افسوس کر جس فیصلہ کے تم اہل نہ ہتے۔ تم نے کیوں دیا اور امت رسول گو کیوں گمراہی میں پڑنے دیا؟

بابو صاحب مولوی صاحب ٹھگ کی کیا شاخت ہے؟

نووارد بابو صاحب ٹھگوں کی صرف ایک ہی قسم نہیں کہ ان کی شاخت عرض کر دی جائے۔ ٹھگ علّف اور ان کی شاخت کے آثار مختلف۔

بابو صاحب مرزا قادریانی کو آپ نے کن وجوہات کی بنا پر ٹھگ سمجھا؟

نووارد ہاں یوں سوال کیجئے۔ اب بیان کرنا میرا کام لیکن سمجھنا آپ کا کام۔

بابو صاحب میں کسی اور مسلمان کی نسبت نہیں۔ اپنی نسبت سے عرض کرتا ہوں کہ جب کبھی میرے دل میں کوئی یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ خبر خدا فرمی تھے۔ جوئے تھے۔ قرآن کی آیات خود گھر تے تھے۔ تو میری تسلی اسی اور صرف اسی بات سے ہوتی ہے کہ وہ ایسے بالکل نہ ہتے؟ اگر وہ فقیری سے امیر ہو جاتے۔ جھونپڑیوں سے مغل ہتا لیتے۔ پلاو قورمے اڑاتے۔ پیوں یوں کوزیوں رات سے لاد ذیتے۔ گھر دولت سے بھر لیتے۔ داماڈ کو جہیز سے نہال کر دیتے۔ تو میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میں قرآن کو خود بنایا ہوا ماننے کو تیار ہو جاتا۔ مجھے جس بات نے آج تک دائرہ اسلام میں رکھا ہوا ہے۔ وہ آنحضرت گاچال چلن ہے کہ معاشر و تکالیف ہر طرح کی خود اٹھائیں اور فائدہ ہر قسم کا تخلوق خدا کو پہنچایا۔ روزہ پر روزہ رکھ کر پیٹ پر پھر باندھ کر ناث پر سوکر۔ جو کے ان چھنے آئے کی روٹی کھا کر عمر گزاری۔ مرے تو گھر میں کفن ندارد۔ ایسا شخص ٹھگ نہیں ہو سکتا۔ ٹھگ کی تعریف یہ ہے کہ فریب سے لوگوں سے پیسہ حاصل کر کے مرے اڑائے۔ کیوں بابو صاحب؟

بابو صاحب بالکل ٹھیک! اگر آپ خود نقصان اٹھا کر مجھے فائدہ پہنچا دیں تو آپ ٹھک نہیں۔ ٹھک آپ اسی وقت ہیں جب مجھے نقصان دے کر آپ اپنا فائدہ حاصل کریں۔ نو دارو اب مرزے قادیانی کو لجھتے۔ جو کہتا ہے مجھے نبی مانو۔ اس لئے کہ میں عین آنحضرت ہوں۔ مجھے سچ مانو اس لئے کہ میں اس کی خصلتوں پر آیا۔ میرے مانے بغیر نجات نہیں۔ میں آخری نور ہوں۔ جو مجھے نہ مانے وہ کافر۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے۔ جو تم مہینہ تک چندہ نہ دے، وہ جماعت سے خارج۔ بابو صاحب اس خیال میں میں منفرد نہیں۔ سارا ملک ہند میرے ہم خیال ہے۔ گروناں ک صاحب کے پیروں تو صرف سکھ ہیں۔ مگر ملک ہند کی جتنی قومیں ہیں۔ ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ کوہاٹ کی چھاؤنی میں ایک مسلمان ہے۔ جواہرے مرغیاں بیچتا ہے اور نام اس کا ناک ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا گروناں ک نے چندے کر کے سائٹھ ستر ہزار اشتہار ملک میں تقسیم کئے کہ آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے؟ کیا گروناں ک صاحب نے ستر اسی کتابیں لکھ دیں کہ میرے سے خدا تمام تمام دن تمام تمام رات باقیں کرتا ہے۔ کیا انہوں نے یہ دعویٰ کیا؟ کہ میری دعا میں قبول ہوتی ہیں؟

نہیں ہرگز نہیں۔ انہوں نے فقیری میں توحید کی تبلیغ کر کے مشرکوں کو موحد ہتایا اور کسی فرد بشر کی جیب کو خیر بھی نہیں ہوئی۔ پس جب صدق و کذب کا معیار میرے یا تمام ملک ہند کے خیال کے مطابق یہ ٹھہر ا تو اب ایسے شخص کے خلاف جس نے غربت میں عمر بر کر کے خلق خدا کو ہدایت کی ہو۔ اگر کوئی ہزار عیب بھی بیان کرے۔ تو ہم ان کو پس پشت ڈال دیں گے اور ایسے شخص کے خلاف جو پیشہ نبوت سے مالا مال ہو گیا ہو۔ اگر کوئی ایک عیب بھی بیان کرے تو ہم اس کو بہرہ جسم قبول کریں گے اور آدمی راستہ تک اس کے استقبال کے لئے جائیں گے۔

اس شخص نے جو جھوٹ بولنے کو شرک اور گوہ کھانے کے برابر کہایہ کیوں؟

میری طرف کوئی جھوٹ بولنے کا گمان نہ کرے۔ کیونکہ آپ کے کارخانہ کی بنیاد ہی جھوٹ پر رکھی گئی تھی کہ مجھے الہام ہوتا ہے۔ پھر آپ نے مس ریزم کو کردا ہ اور قابل نفرت کیوں کہا؟ میری طرف کوئی مس ریزم کا گمان نہ کرے۔

(فتح اسلام ص ۲، خواہن ج ۳ ص ۲) پر لکھا: "اس زمانے میں دنیا کمانے کے لئے سکر و فریب حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔" یعنی میری طرف کوئی ایسا گمان نہ کرے۔ اسلام کی تحریف کے پیارے میں جو کچھ ہے اپنی تحریفات کر گیا۔ وہ میں پڑی جمانے کی مدد کے نیچے بیان کر چکا۔ پھر اس شخص نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ اس بات پر بڑا نہ ور دیا کہ برا اپن احمدیہ میں

میں نے اپنا الہام یا تمدن من کل مجھے عینیت اتنے سال پہلے اور ایسے زمانے میں درج کیا ہے جب کوئی مجھے جانتا بھی نہ تھا۔ کیا انسان کی طاقت ہے کہ اسی پیشین گوئی کر سکے۔ بالب صاحب دیکھئے یقہرہ کہ انسان کی طاقت ہے کہ اسی پیشین گوئی کر سکے۔ کیا انکر و فریب اور جھوٹ سے بھرا ہوا ہے۔ جس شخص کا یہ ارادہ ہو کہ سانحہ ستر اسی نوے ہزار اشتہار چھپوا کر چار دنگ عالم میں مشتہر کرے کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ میری دعا قبول ہوتی ہے۔ میں آنے والا شیع ہوں۔ مسلمانوآؤ کہ یہاں نور خدا بر س رہا ہے۔ اس کے لئے اس قسم کی پیشین گوئی کسی کتاب میں لکھ رکھنی کہ لوگ دور دور سے تیری طرف آئیں گے۔ کچھ مشکل تھی؟

کیا ایسے اشتہار دیکھ کر مسلمانوں کو بغیر قادریاں آئے صبر آتا؟ کسی بندہ خدا نے اپنے گھوڑے کا سر پچھاڑی کی طرف اور پسخاتاں کی طرف کر کے باندھ دیا تو خلقت اس کے دیکھنے کے لئے بھی جمع ہو گئی تھی اور یہاں تو خدا کے نور بر سے اور استحباب دعا کے اشتہار تھے۔ جس نے ہندوستان ہنگاب میں گھر گھر مسلمانوں کی گردن میں کسی نہ کسی ہجر کی ری ڈال رکھی ہے۔ ان کو اگر سارے ہیروں سے زیادہ خدا کا مقرب اور مستحب الدعوات کہیں سنائی دے۔ تو کیا وہ اتنا بھی نہیں کریں گے کہ ایک وفعا سے دیکھ تو لیں کہ چاہے یا جھوٹا۔

کیا زمانہ پاکار کرنیں کہہ رہا کہ تجارت کا گرا اشتہار ہیں؟ پھر جس کے اشتہار سب سے زیادہ اس کی تجارت سب سے زیادہ۔ بالب صاحب کہتے ہیں ایک بادشاہ پر غیم نے چڑھائی کی۔ اس نے اپنے جوٹی کو بلاؤ کر کہا کہ بتاؤ جوڑی فتح ہو گی یا بھکست؟ جواب تحریر دا اور اگر وہ خلط ثابت ہوا تو تمہاری گردن اڑا دی جائے گی۔ جوٹی جواب کے لئے مہلت مانگ کر گھر آیا اور بڑے گلر میں چار پائی پر لیٹ گیا۔ بیٹی نے باپ کو متذکر پا کر سبب پوچھا تو اس نے معاملہ سنادیا۔ بیٹی نے کہا پاپا یہ تو کچھ بات ہی نہیں۔ تم ایک ذرہ نکرمت کرو۔ بادشاہ سلامت کو لکھ دو کہ تیری فتح ہو گی۔ اگر فتح بادشاہ کی ہو گئی۔ تو تمہارا اعزاز بڑھ جائے گی اور اس کی بھکست ہو گئی تو کون ہو گا جو تمہاری گردن اڑائے گا؟

بالب صاحب کیا مرزا بھی بھی چال نہیں چلا؟ اور اگر مرزا قادریاں اس پیشین گوئی کو اس لئے انسان کی طاقت سے باہر سمجھتا ہے کہ اگر یہ صرف دو پہلوں کھنے والی جھیشن گوئی پوری نہ ہوتی۔ تو کوئی مرزے کو پکڑ کر چھانی دے دیتا۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ بعضیہ اسی قسم کی دوسری پیشین گوئی پوری نہ ہونے پر مرزے کو کس نے چھانی دے دیا؟

قاضی صاحب وہ کون ہی؟

نوارو..... مرزا (حقیقت الہی ص ۱۲۹، نزائن ج ۲۲ ص ۱۰۹) پر لکھتا ہے: ”اب یقیناً سمجھو کر آریہ سا جوں کا خاتمہ ہے اور جیسا کہ خدا نے وعدہ کیا تھا۔ وہ پورا ہوا۔ کیا انسان کی طاقت ہے کہ قل از وقت اسی پیشین گوئیاں کر سکے۔“

کیوں بابو صاحب! اب تو مرزا کا یہ قول مردود ہو گیا نہ کہ اسی پیشین گوئیاں کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ مگر میں یہ پوچھتا ہوں کہ سینکڑوں جھوٹی پیشین گوئیوں میں سے اک خاص اسی پیشین گوئی یا تین من کل فوج عمیق کے لئے کوئی مرزا کے کوچانی دینے لگتا تو کیا مرزا کے کاتاویلات کا تمیلہ ختم ہو گیا تھا؟ وہ ایک اشتہار اس مضمون کا نہ نکال لیتا کہ یہ میری اجتہاد کی غلطی تھی۔ آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ کہ تمکو کے قتل کے مقدمہ میں پولیس کے سپاہی دو رور سے تیر سے مکان کی حلاشی لینے آئیں گے اور یہ عظیم الشان پیشین گوئی بڑے چکار کے ساتھ پوری ہوئی۔ ”فالحمد لله على ذلك ونحمده ونصلى على رسوله الكريم والعاقبة للمتقين“ الرام عبد اللہ الاصداق الحمد لله مرزا غلام رفیعی۔

بیوی (ہاتھ ملتے ہوئے) ہائے تو باغلام احمد سے احمد بن گیا۔

نوارو..... بیوی جی اول تو غلامی ہے ہی بہت برقی چیزوں خواہ کسی کی بھی ہو۔ دوسرے اپنے یا بیگانے نام کو گھٹا کر لینے میں کسر نفسی بھی پائی جاتی ہے۔ قہقہہ

بیوی گمرازے نے ۱۳۰۰ کا عدد تو غلام احمد قادری سے نکالا تھا۔

نوارو..... جی ہاں قاضیانی کی جگہ قادریانی نگاہ کر۔ مگر وہ وقت گزر گیا۔ مرید مان چکے۔ اب ان اعداد جمل کی ضرورت نہیں رہی۔

بیوی لواب انھو۔ چائے پی لوادر چائے پر بیٹھ کے۔

قاضی صاحب بابو صاحب آپ نے مرزا کے اس قول کی طرف توجہ کی؟ کہ کیا یہ انسان کا کام ہے کہ قل از وقت اسی پیشین گوئیاں کرے۔ یعنی آپ خلقت کو جتا اور بتارہ ہے ہیں کہ یہ اسکی غصب کی پیشین گوئی ہے کہ سوام فرشتہ کے انسان کرہی نہیں سکتا۔

بابو صاحب جی ہاں مرزا قادریانی ایسے ہی کام کیا کرتا تھا۔ جو انسان کیا مرزا سلطان احمد جی سے انسان کی طاقت سے باہر ہوتے تھے۔ قہقہہ۔ قاضی صاحب کو چائے میں اچھوآ گیا۔

نوارو..... قاضی صاحب حضت کی طرف دیکھئے۔

۱ آریاں باغ کے ختوں کی بھی تعداد بڑھا رہے ہیں۔ جس سے وہ اپنے پورے لیتے ہیں۔

۲ پنڈت لکھرمدیم کمبوئر حقیقت الہی ص ۱۲۹، نزائن ج ۲۲ ص ۱۰۹۔

قاضی صاحب مولوی صاحب مجھے ذرا اپنارو مال دیجئے۔
 بابو صاحب دوسری وفعہ پیالیوں میں چاء ڈالتے ہوئے۔ اچھا مولوی صاحب!
 مرزے کی چالاکیوں کی کوئی اور مثال ہو؟
 نووارد اچھا میں آپ کے اور قاضی صاحب کے دماغ کا امتحان کرتا ہوں۔ سنئے امرزا
 قادریانی کے الہاموں میں جوان کے خدا نے ان کو کئے، یہ دو الہام بھی ہیں۔ آپ ان کی غرض مجھے
 بتاؤں۔

۱ ”أَنَا النَّذِلَةُ قَرِيبًا مِنَ الْقَادِيَانِ“ (ازالہ اوہام ص ۵، بخزانہ حج ۳۹ ص ۳) (۱۳۹)
 ۲ ”أَنِي مَتَوفِيكَ وَرَافِعُكَ إِلَى“ (تذکرہ ص ۹۶ طبع سوم)
 قاضی صاحب کو دوبارہ اچھو ہوتے ہوئے رہ گیا۔ مگر پیالی چاء کی پرچ میں رکھ کر فٹی
 سے لوٹ پڑت ہو رہے ہیں اور بات منہ سے نہیں لٹکتی۔
 بابو صاحب مولوی صاحب آپ نے یہ کیا ٹھوکو فہ چھوڑ دیا۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں
 آیا۔

نووارد قاضی صاحب ٹھی کرو کئے اور بابو صاحب کو ان الہامات کا مطلب سمجھائیے۔
 قاضی صاحب (ٹھی کو روک کر) توبہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بابو صاحب آپ ان
 الہاموں کا مطلب نہیں سمجھتے کہ کس غرض کے لئے اتارے گئے؟
 بابو صاحب نہ صاحب۔

قاضی صاحب اچھا تو سنئے! ہم مسلمان مرزے کی تکنیک و تردید میں آنحضرتؐ کی
 احادیث پیش کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جہاں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا
 ذکر کیا ہے۔ وہاں لفظ نزول استعمال کیا ہے۔ اس لئے آنے والائک آسمان سے اترے گا۔ کیونکہ
 نزول کے معنے اور سے نیچے اترنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے ثبوت میں یہ
 آیت پیش کرتے ہیں کہ خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ زمین پر رہنے کے دن پورے
 کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا۔

مرزے نے یہ دونوں الہام اپنے لئے اتار کر اپنے معتقدین پر ظاہر کیا کہ اگر نزول کے
 معنی اور سے نیچے اترنے کے ہوتے۔ تو خدا مجھے کیوں فرماتا کہ میں نے تجھے قادریان کے قریب
 نازل کیا اور چونکہ قادریاں میں پیدا ہوا ہوں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ جیسے اس الہام میں نزول کے
 معنے پیدا ہونے کے ہیں۔ اسی طرح احادیث میں بھی نزول سے مراد واقعی اور سے نیچے اتنا

نہیں، بلکہ صرف بیدا ہونا ہے اور آیت میں ”رافعک الی“ یعنی اپنی طرف اٹھانے والا، سے واقعی اگر یہ مراد ہوتی کہ تجھ کو جسم سیست اپنی طرف اٹھانے ہوں۔ تو میرے لئے وہی الفاظ کیوں استعمال ہوتے۔ کیونکہ میں تو آسان کی طرف اٹھا نہیں گیا۔ پس رافع الی کے معنے بھی ہیں کہ میں تجھے عزت دوں گا۔

نووارو..... قاضی صاحب شاباش! جزاک اللہ آج میں آپ کے دماغ کا قاتل ہو گیا۔
قاضی صاحب..... اور میں مرزے کے دماغ کا۔

بابو صاحب..... اور میں مولوی صاحب کے دماغ کا۔

نووارو..... بابو صاحب! میرے دماغ کی تعریف نہ کیجئے۔ میرے خیال میں مرزے نے خود بیان کرو یا ہے کہ رفع الیہ کے معنے اگر جسم سیست آسان کی طرف اٹھانے جانے کے ہوتے تو میرے لئے یہ آیت نہ اترتی۔ ہاں میں نے دوسرا الہام سے ایک نتیجہ نکالا ہے اور وہ یہ کہ خدا غمگی ہے۔ ”ض“ کی جگہ ”ڈ“ بولتا ہے۔ کیونکہ جو لوگ قاضیاں نہیں کہہ سکتے وہ قادریاں لے کر کہتے ہیں اور اس لئے یہ خدا قرآن اتنا نے والا خدا نہیں اور مرزا مجدد نہیں۔ کیونکہ مرزا زمانہ سے جو خرابی اس کے گاؤں کے نام میں پڑ گئی تھی۔ اس کی اس نے تجدید و اصلاح نہ کی۔ بلکہ اس غلطی سے فائدہ اٹھا کر ۱۳۰۰ء نکلا۔ یعنی قاویاں سے بجائے قاضیاں کے۔

۱۔ مرزا (ستارہ قیصرہ ص ۶، خزانہ حج ۱۵۱۸، ۱۱۹) پر ملکہ مظہرہ و کنور یہ کہتا ہے۔ ”سو یہ سچ مومود جو دنیا میں آیا ہے۔ تیرے سی و جو دیک بر کرت اور دلی یہیں بینی اور پنجی ہادر دی کا نتیجہ ہے۔ خدا نے تیرے ہد سلطنت میں دنیا کے دروغندوں کو کیا اور آسان سے اپنے سچ کو بیجا اور وہ تیرے سی ملک میں اور تیری ہتھی دھو دیں پیدا ہوا تاکہ دنیا کے لئے یہ ایک گواہی ہو کہ تیری زمین کے سلسلہ عدل نے آسان سے سلسلہ عدل کو اپنی طرف سکھیا اور تیرے رحم کے سلسلہ نے آسان پر ایک رحم کا سلسلہ پا کیا اور چونکہ اس سچ کا پیدا ہوا حق اور باطل کی تفریق کے لئے دنیا پر ایک آخری حکم ہے۔ جس کی رو سے سچ کو مومود حکم کھلاتا ہے۔ اس لئے ناصرہ کی طرح جس میں تازگی اور سربراہی کے زمانہ کی طرف اشارہ تھا۔ اس سچ کے گاؤں کا نام اسلام پور قاضی ما جبی رکھا گیا۔ قاضی کے لفظ سے خدا کے اس آخری حکم کی طرف اشارہ ہو جس سے برگزیدوں کو دوائی فصل کی بشارت ملتی رہے اور تاریخ مومود کا نام جو حکم ہے۔ اس کی طرف بھی ایک طیف ایما ہوا اور اسلام پور قاضی ما جبی اس وقت اس گاؤں کا نام رکھا گیا تھا۔ جبکہ ہابر ہادشاہ کے ہدف میں اس ملک ماتھے کا ایک بڑا علاقہ حکومت کے طور پر میرے بزرگوں کو ملا تھا اور پھر رفتہ رفتہ خود مختاری استین گئی اور پھر کثرت استعمال سے قاضی کا لفظ قادی سے بدلتا گیا اور پھر اور بھی تغیر پا کر قادریاں ہو گیا۔ غرض ناصرہ اور اسلام پور قاضی ما جبی اس وقت اس گاؤں کا نام رکھا گیا۔ سربراہی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا وحشی فصل پر جو سچ مومود کا کام ہے۔“

قاضی صاحب جس طرح اس نے جھوٹ اور سکریزم کو برا کہا ہے۔ افترا علی اللہ کو بھی بڑے سخت الفاظ میں برا کہا ہے۔ چنانچہ (نیشن آسٹنی ص ۲، خزانہ حج ۳۶۲ ص ۳۶۲) میں اس نے لکھا: ”اگر ہم پیباک اور کذاب ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کے سامنے افتراوں سے نذریں تو ہزارہا درجے ہم سے کتے اور سوراچھے ہیں۔“ بابو صاحب خدا لگتی کہنا کہ خدا کی نسبت یہ کہنا کہ اس نے قاضیاں کا لفظ قادیاں کیا۔ یہ افترا ہے یا نہیں؟

بابو صاحب مرزا کہتا ہے کہ مجھے خدا نے الہام کیا کہ ”میں تیری ساری آرزوئیں پوری کروں۔“ اور (آنینہ کمالات ۲، ص ۳۳۱، خزانہ حج ۵ ص ۳۳۱) میں اس نے مشائخ اور صلحاء عرب کی طرف لکھا ہے: ”من آرزو دارم کہ بلا دشما و باکات آرام حاشہ کنم و خاکپائے حضرت سید عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم را سرمد دیدہ خوسازم..... و از خدا منخوا ہم کہ او از حضن کرم این تمنائے مرا کہ بجهت زیارت خلطہ لشین شہادارم برارو۔

بابو صاحب جن لوگوں کو خدا نے کبھی بھی ایسا الہام نہیں کیا۔ وہ اپنی عمر میں کئی کئی دفعہ جا کر زیارت روضہ رسول اللہ کر آتے ہیں اور اس شخص کو الہام کر کے خدا نے اس کی یہ عظیم الشان دلی آرزو پوری نہ ہونے دی۔ پس اگر زیارت روضہ رسول اللہ مرزا کی آرزو نہ تھی۔ تو مشائخ عرب کی طرف یہ تحریر جھوٹ اور اگر یہ تحریر بھی تو مرزا کا الہام افترا۔

بابو صاحب کیوں قاضی صاحب! بس۔

قاضی صاحب جی اب بھی بس نہ ہو؟

بابو صاحب لے گاموں اب برتن اٹھا۔

گاموں (تولیہ جس سے وہ کھیاں اڑا رہا تھا، شانہ پرڈاں کر برتن جمع کرتے ہوئے) مرجے نوں تے اج مولیٰ ہوراں ڈاہڈا کندھی ورچ پھسایا۔ ہن کوئی مر جائی آؤتے کذھ۔

نووارو..... قاضی صاحب! آپ نے دیکھ لیا۔ دنیا پیٹ کے واسطے کیا کیا کرتی ہے؟
قاضی صاحب توبہ توبہ جن کاموں کے واسطے ایسے سخت لفظ استعمال کرتے وہی کام کرنے تو توبہ لا حول ولا قوۃ۔

نووارو..... صرف اس واسطے کے طرف کوئی ان کاموں کا گمان نہ کرے۔ مگر مرزا کے کاموں کی میں آپ کو آسانی ترکیب بتاؤں۔ جس کام کو یہ بہت ہی برا قرار دے اور اس کے برے ہونے پر بڑا ذرود ہے، تو کچھ لوک یہ کام اس نے ضرور کرتا ہے۔ یا کیا ہے یا کر رہا ہے۔

بایو صاحب اب آئیے اور اپنا مضمون شروع کیجئے۔

نوازد..... بابو صاحب مضمون تو یہ بھی دیکھی ہے گرخیر۔ ہاں شہر ہے۔ میں نماز کے ووجہ سے دے لوں۔ (نماز سے قارئ ہو کر) بابو صاحب! آپ مرزاے کی تمام کتابیں اول سے آخر تک پڑھ لجھتے۔ آپ کہیں نہ دیکھیں گے کہ آخر خضرت کا کہیں نام آیا ہوا دراس کے واسطے مرزاے نے صرف صلم پر اکتفا کیا ہو۔ بلکہ ہر جگہ پورا تکمیل ہے پاویں گے۔ لیکن دوسرے پیغمبروں کے واسطے مرزاے نے بعض اوقات اتنی پرواد بھی نہیں کی کہ علیہ السلام کا نشان "بھی ان کے نام پر لکھے۔ مثلاً دیکھو صفحات (تختہ گلزار یہ میں، ۵۶۰۲۶، ۵۶۱۲۷، ۵۶۲۲۰، خزانہ حج ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۹۱، ۱۹۲) لوث (دوم حاشیہ میں) اے حقیقت الوجی، خزانہ حج ۲۲۲ (ص ۷۶)

ان کی عزت کے واسطے نہ حضرت کا لفظ ہے نہ جمع کا صیغہ ہے۔ نہ ہے۔ ان کے واسطے بالکل انگریزی فیشن اڑا ہے۔ مثلاً ابراہیم کی طرح، نہ حضرت نہ خلیل اللہ نہ اس کی کیا وجہ؟ صرف یہ وجہ کہ آپ نے نہ کسی پیغمبر کو پیغمبر مانا نہ ان کی عزت آپ کے دل میں تھی اور ادھر گلوں کا مدار آنحضرتؐ کی عزت اور عشق جتنا پر تھا۔ اس لئے دھکلاؤے کے واسطے کا پی نولیں کو کیسی سخت تاکید و تہییہ کی گئی ہو؟ مگر ہمت مانتے کیا کے دادا کے ساتھ بھی دینا اسلوب کا جاتا۔

قاضی صاحب اسلام میں کیسے کیسے بزرگ گز رکھے۔ مگر آپ نے کبھی سنایا دیکھا کہ انہوں نے اپنی سچائی یا تعریف کے سٹیلکیٹ لوگوں سے حاصل کر کے اپنی تصنیفات کے ساتھ شامل کئے ہوں۔

قاضی صاحب لا حول ولا قوّة کیا وہ لوگ کس فروش دکاندار۔

نودارو..... جو شخص مسیح اور مهدی ہونے کا دعویٰ کرے اور اپنی کتابوں میں ایسے سرشقیث لگائے۔
آپ اسے کیا کہیں گے؟

قاضی صاحب کتب فروش و کاندار۔

نووارو..... ہمارے ہیرد کی کم کوئی ایسی کتاب آپ دیکھیں گے جس میں ایسی سندات درج نہ ہوں اور یہ سندات اپنے منہ سے کہہ رہی ہیں کہ ہم حاصل کر دہ ہیں۔ چودھویں صدی کا تصحیح جس نے پڑھی ہواں کو معلوم ہو گا کہ مرزا نے کس قدر زور لگایا کہ شیخ مہر علی صاحب مرحوم و مغفور اس کو سرٹیفیکیٹ دیں کہ چیف کورٹ سے میری بہت مرزا نے کی دعا سے ہوئی۔ مگر انہوں نے خلاف را قسم بات کی۔

تصدیق کر کے خلقت کو حکم دینا پسند نہ کیا (اللہ ان کو غریب رحمت کرے اور اس کو اجر

عظیم عطا فرمائے، آئین) کسی کتاب میں حکیم نور الدین کا خط درج کیا ہے کہ اگر آپ حکم دیں تو
برائین کا تمام چندہ ادا کروہ میں اپنی گرد سے لوگوں کو داپس کر دوں۔ اس سے حکیم نور الدین کا عقائد
غایہ کیا ہے۔ کہیں کسی عرب کا خط درج کیا ہے کہ آپ کے شرودی جیسے شعر آج تک میرے دیکھنے
میں نہیں آئے ہیں۔ ان کو حفظ کروں گا۔ کسی کتاب میں روزِ محض کے کسی بیرون کا خط درج ہے جو آپ
کی صبح سرائی اور تعریف سے ملتو ہے۔ کسی کتاب میں عبدالکریم سیالکوٹی کا خط کسی مجہول دوست
کے نام درج ہے کہ آؤ کنور خدا یعنی پاؤ گے اور یہ وہی عبدالکریم ہے کہ جب مرزا کو الہام ہوا
”انہ اوی القریۃ“ (حقیقت الوقی ص ۲۲۲، خراش ج ۲۲ ص ۲۲۳) میں تیرے گاؤں کو طاعون سے
بچاؤں گا۔ تو اس نے زمین آسان سر پر اٹھا لیا۔ اس کی تحریر کے اقتباسات مولوی شاہ اللہ صاحب
نے الہامات مرزا کے (ص ۱۱۹، ۱۲۰) پر درج کئے ہیں، جو اس طرح پڑھیں:

”انہ اوی القریۃ“ کا مفہوم صاف لفظوں میں تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اور اس
کے غیر میں امتیاز ہو۔..... حضرت سعیج موعود نے اپنی راستی اور شفاقت کبریٰ کا یہ ثبوت پیش کیا ہے
کہ قادیاں کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس
جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہر یہ طبع کفار مشرک اور طبع دین حق سے بُحی کرنے والے ہیں۔
خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاقت میں لے لیا ہے۔

حضرت مددوح نے لکھا ہے اور بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں ایک بھی راست باز ہو
گا۔ اس جگہ کو خدا تعالیٰ اس غصب سے بچائے گا۔..... تم لوگ بھی مل کر ایسی پیشیں گوئی کرو۔ جس
سے قادیاں کے بغیر کا دھوئی باطل ہو جائے اور اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا یہ کہ لاہور اور امرتسر
طاعون کے حملہ سے محفوظ رہیں۔ یا یہ کہ قادیاں طاعون میں بچتا ہو جائے۔

خدا نے اس اکیلے صادق کے طفیل قادیاں کو جس میں اقسام اقسام کے لوگ تھے۔ اپنی
خاص خفاقت میں لے لیا۔“

قاضی صاحب مگر میں نے تو سنایا ہے کہ یہ عبدالکریم جس کے پیچے مرزا نماز پڑھا
کرتا تھا۔ طاعون سے ہی قادیاں میں فوت ہوا۔

۱۔ جو اکثر دہر یہ طبع ہیں۔ قابل غور ہے۔

۲۔ یہ بُحی پلا خراباً کل معمول ہابت ہوئی۔

۳۔ جیسے کوہاٹ جس میں یہ عاج ۳۱ سال سے ہے۔

نوارو..... جی باں! یہ دیکھو (ص ۲۹ الذکر الحکیم) پڑا کثیر عبدالحکیم خان صاحب مرحوم اور مشفور لکھے ہیں: ”مگر خاص ان کے گھر میں بھی عبدالحکیم سیالکوٹی اور پیراں وہ مرزا کا خاص طالزم طالعون سے فوت ہوئے۔“ قاضی صاحب قاضیانی سچ موجود جواں حدیث پر اعتراض کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو حضرت مہدی علیہ السلام کے پیچے نماز پڑھیں گے۔ دیکھو (ازال حصہ اول ص ۳۴، خداونج ۲۲ ص ۱۲۲) اپنے اسی مہدی کے پیچے نماز پڑھ رہا ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب اور نوارا جاگت حاصل کر کے سلام علیک کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ دوسرے دن دروازہ پر دستک۔ گاموں دروازہ پر چکنی کر، آدمی اسم اللہ تھا تو۔ اندر واصل ہو کر سلام علیک و علیکم السلام کے بعد۔

نوارو..... فرمائیے بابو صاحب، رات کیسے گزری؟

بابو صاحب..... مولوی صاحب! کچھ نہ پوچھئے۔ کل شام جب آپ صاحبان تشریف لے گئے۔ تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ بہت دن ہوئے۔ میں گھر سے باہر نہیں لکلا۔ ذرا باہر کا چکر لگا آؤں۔ چنانچہ حسل کر کے اور کپڑے بدلت کر باہر لکل گیا۔ ریل کے اشین کے قریب پہنچا۔ تو پرانے یاریں گئے۔ سلام علیک و علیکم السلام کے بعد انہوں نے ہمیں گھنگھو شروع کر دی کہ ہم نے سن لیا ہے کہ اس کوہاںی مردوں طبعوں کے بہکانے سے آپ دین حق سے مرتد ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں واقعی میں ایک ایسے کتاب فروش کو جو ہندوؤں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے علماء کو تجاست خور جا لور، خبیث، شری، لعنی، خزیر سرشت، بد سرشت، چور، قزاق، ہرای، ظالم ولد اڑتا اور ان کی والدہ صدیقہ کو زانی کہتا ہوئے مجدد، مہدی، سچ دنی مان سکتا ہوں، نہ مسلمان۔

وہ بڑے چے اور کہنے لگے کہ اس بات کا ثبوت ہمیں دے کہ حضرت اقدس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حرامی کہا ہے۔ میں نے ان سے کہا بہت بہتر کل شام کو اسی وقت یہ ثبوت آپ مجھ سے لیں۔ ہم آپ آج مہر مانی فرمائی قبل اس کے کہ اپنا مضمون شروع کریں۔ مجھے میرے دو گے کا ثبوت بھی پہنچاویں کر میں ان سے شرمندہ نہ ہوں۔

نوارو..... یہ مرزا کی کتاب ایام اسی ہے۔ اس میں وہ افغانوں کوئی اسرائیل ٹاہت کرنے کی وجہات دیتا ہوا (ص ۲۶، خداونج ۲۲ ص ۳۰۰) پر لکھتا ہے کہ ”پانچویں وجہ یہ ہے کہ افغانوں اور یہودیوں کے رسوم و عادات آپس میں ملتے ہیں۔ مثلاً افغان یہودیوں کی طرح نسبت اور نکاح میں فرق نہیں کرتے۔ لڑکیوں کو اپنے منسوبوں کے ساتھ ملاقات اور اختلاط کرنے میں مضاائقہ نہیں ہوتا۔ مثلاً مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ اختلاط کرنا اور اس کے ساتھ گھر سے

بابر جکر لگانا۔ اس رسم کی بڑی سچی شہادت ہے اور بعضے پہاڑی خواتین کے قبیلوں میں لاکیوں کا اپنے منسوب لاکیوں کے ساتھ اس قدر اختلاط پایا جاتا ہے کہ نصف سے زیادہ لاکیاں نکاح سے پہلے ہی حاملہ ہو جاتی ہیں۔ ”بابو صاحب اس مضمون کو خوب ذہن نشین کر لیجئے۔ اب میں مرزا کی کتاب تقویۃ الایمان سے کچھ پڑھ کر سنتا ہوں۔ (ص ۱۶، خزانہ حج ۱۹۱۹ ص ۷۱) مریدوں کو تعلیم و تلقین کے سلسلے میں:

”اور ہمارے رسول ﷺ نے صرف گواہی دی کہ میں نے مردہ روحوں میں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ بلکہ خود مرکریہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس سے پہلے کوئی زندہ نہیں رہا۔ پس ہمارے مقابل جیسا کہ قرآن کو چھوڑتے ہیں۔ ویسا ہی سنت کو بھی چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ مردناہارے نبی کی سنت ہے۔ اگر عیسیٰ زندہ تھا۔ تو مرنے میں ہمارے رسول کی بے عزتی تھی۔ سوتونہ الاستفت ہو۔ نہ الہ قرآن جب تک عیسیٰ کی موت کے قائل نہ ہو اور میں حضرت عیسیٰ کی شان کا مکر نہیں۔ گوخدانے مجھے خبر دی ہے کہ سُبحِ محمدی سُبحِ موسوی سے افضل ہے۔ لیکن تاہم میں سُبحِ ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں روحانیت کے رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں۔ جیسا کہ سُبحِ ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم سُبحِ موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں سُبحِ موعود ہوں۔ سو میں اس کی عزت کرتا ہوں۔ جس کا ہم نام ہوں اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں سُبحِ ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ سُبحِ تو سُبح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ پانچوں ایک عیا ماں کے بیٹے ہیں۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت سُبح کی دونوں حقیقی ہمیشہوں کو بھی مقدس سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتوں کے پیٹ سے ہیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مت تک اپنے تینیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت میں حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناقص توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بغاید الی گئی۔ یعنی با وجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آئے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں۔ جو خوش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قبل رحم تھے۔ نہ قابل اعتراض۔ ان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا دلوں کو دیکھتا ہے اور اس کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہ کرفض تبلیغ سے سبکدوں ہوتا ہوں کہ گناہ ایک نہ ہر ہے۔ اس کو مت کھاؤ۔“

باب صاحب مرزے کی اس ساری بکواس کا کیا مفہوم یہیں کہ:

۱..... مریم اپنے منسوب یوسف نجار کے ساتھ قبیل از لکاح اختلاط کرتی تھی اور اس کے ساتھ گھر سے باہر چکر لگایا کرتی تھی اور قوم افغان میں ایسے اختلاطوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر لڑکیاں قبیل از لکاح حاملہ پائی گئیں۔

۲..... یہود یوس میں بوجب شریعت موسوی کے ایک بیوی کی موجودگی میں دسری بیوی جائز نہ تھی۔ اس نے بھی جائز نہ ہوئی۔

۳..... مریم بتوں کا یہ نہایت نکاح یوسف سے باز رہنے پر بزرگان قوم اس نے مجبور ہوئے اور مریم اس نکاح پر اس نے راضی ہو گئی کہ وہ حاملہ پائی گئی۔ حاملہ کس سے ہوئی یوسف سے۔ کیونکہ یوسف کے حتم سے اور مریم کے طن سے جو دلوڑ کیاں پیدا ہوئیں وہ حضرت عیسیٰ کی حقیقی بہنیں تھیں۔ حقیقی بہن بھائی انہیں کو کہتے ہیں جو ایک باپ کے نطفہ سے اور ایک ماں کے پیٹ سے ہوں۔ اگر ماں ایک ہوا در باب مختلف ہوں تو ان کو اخیانی کہتے ہیں اور گر باب ایک ہوا در ماں میں جدا جدا ہوں تو ان کو علاقتی کہتے ہیں۔

اب اس مکار کا گرد رکھئے کہلانے کی عزت کرتا ہوں۔ میں ذمکے کی عزت کرتا ہوں کہ ہیرائے میں کیا کہہ گیا کہ تو بے نعوذ باللہ مریم زانیہ تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ولدِ اڑنا۔ اسی غرض سے اس نے (تند کلادیں ۱۹، خزانہ حج ۷، ۱۹۷۴ء) پر آئت ”والتی احصنت فوجها“ کے معنی یوں کئے ہیں کہ ”مریم نے جب اپنے انداہ نہایت کو ناحرم سے محفوظ رکھا۔“

باب صاحب یہ اگر یوں کی ہی بادشاہی ہے۔ جس نے مذہبی امور میں لوگوں کو اس قدر آزادی دے رکھی ہے۔ اگر اسلامی بادشاہی ہوتی تو خدا جانے اس کو کیسے کیسے عذابوں سے مارتے؟

قاضی صاحب جہاں قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ یہود کی نسبت فرماتا ہے کہ: ”وقولهم علی مریم بہتاناعظیماً“ اور ہم نے یہود یوس پر اس وجہ سے بھی لحت پہنچی کہ انہوں نے مریم پر بہتان لگایا یعنی زانیہ کہا۔ وہاں یہ بھی دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ مریم صدیقہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو گھر بیان کرتا ہے؟

پارہ ۳۲ کو ع ۱۳ ترجمہ: ”اور جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اے مریم صرف خدا کے حکم سے ایک لڑکا تمہارے طلن سے ہو گا سو خدا تم کو اپنے (اس) حکم کی خوشخبری دیتا ہے (اور) اس کا نام ہو گا عیسیٰ مسیح ابن مریم دنیا اور آخرت (دونوں) میں رو دار اور (خدا کے) مقرب بندوں

میں سے (ایک مقرب بندہ) اور جو لوگوں میں اور بڑی عمر کا ہو کر لوگوں کے ساتھ (یکساں) کلام کرے گا اور (اللہ کے) نیک بندوں میں سے ایک وہ بھی ہو گا۔ وہ کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار! میرے ہاں کیسے لا کا ہو سکتا ہے حالانکہ مجھ کو کسی مرد نے چھوا سکت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کذا لک" اسی طرح جو اللہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کام کا کرنا شکران لیتا ہے۔ تو بس اسے فرمادیتا ہے کہ ہوا درود ہو جاتا ہے۔"

پارہ ۱۶۴ عہ ترجمہ: "اے قیخبر قرآن میں مریم کا نزد کو ربھی لوگوں سے بیان کرو کہ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب رخ ایک جگہ جا بیٹھیں اور لوگوں کی طرف سے پرده کر لیا تو ہم نے اپنی روح (یعنی جبرائیل) کو ان کی طرف بیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی ٹھیک بن کر ان کے رو بردا آکھڑے ہوئے۔ وہ (ان کو دیکھ کر) لگیں کہنے کا اگر تم پر ہیزگار ہو تو میں تم کو خدا کا واسطہ دیتی ہوں (کہ میرے سامنے سے ہٹ جاؤ) (جبرائیل بولے) کہ میں تو بس تمہارے پروردگار کا بیمجھا ہوا (فرشتہ) ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تم کو ایک پاک طینت لڑکا دوں۔ وہ بولیں میرے ہاں کیسے لڑکا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ (ذوق کا حکم کے طور پر) مجھ کو کسی مرد نے چھووا اور نہ کسی میں بدکار رہی۔

"قال کذا لک" جبرائیل نے کہا جیسا میں کہتا ہوں ایسا ہی ہو گا۔ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمہارے ہاں بے یاب کے لڑکا پیدا کرنا ہم پر آسان ہے اور (اس کے پیدا کرنے سے) غرض یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہم اس کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دیں۔

باب صاحب..... آپ نے سن لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو بذریعہ اپنے محبوب فداہ ابی و ابی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے الواعزم قیخبر اور رسول کی پیدائش کا معاملہ کس طرح بیان فرماتا ہے۔ اب اس لفظ "کذا لک" کا بھی حال سن لیں۔ جوان کی نسبت خدا نے بذریعہ اپنے فرشتے کے فرمایا یعنی ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ مرزا یہوں نے اس کو بے وقت کرنے کی کوشش کی ہے۔

قرآن شریف میں یہ لفظ ایسے موقعوں پر مرتضیٰ جگسا یا ہے۔ ایک جگہ پارہ ۲۶ کے رکوع ۱۹ میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دی اور ان کی بیوی نے یہ سن کر انہا منہ پیشنا شروع کا کاروں تو میں بڑھیا۔ دوسرے بانجھ تو فرشتوں نے کہا "کذا لک" اور ایک جگہ "کذا لک" (پارہ ۲۰۰ عہ ۲۷) میں جہاں خداوند کریم نے حضرت زکریا کی دعا قبول کر کے فرمایا کہ ہم کو ایک لڑکے کی خوبخبری دیتے ہیں جس کا نام ہو گا جیسی اور اس سے پہلے ہم نے کوئی آدمی اس نام کا پیدا نہیں کیا۔ زکریا علیہ السلام نے تھا ضاۓ بشریت عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ اور حال یہ ہے کہ میری بیوی تو بانچھ ہے اور میں بڑھا پے کی حد غایت کو

بکھر گیا ہوں تو خدا نے فرمایا ”کذالک“ اور وہ جگہ جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ بی بی مریم کے لڑکا پیدا ہونے کے معاملہ میں۔ پس خدا کا یادا کی طرف سے فرشتوں کا کذالک کہنا ظاہر کر رہا ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جس بات کو تم انہوں نی سمجھتے ہو۔ وہ خدا کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں اور اس کے لئے انہوں نہیں اور بی بی مریم کے معاملہ میں چونکہ وہ خاوند نہیں رکھتی تھیں۔ یہ الفاظ زائد کئے کہ خدا جس کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو فرماتا ہے ہو جاؤ اور وہ ہو جاتا ہے۔

نووارد کا یہ بیان کرنا تھا کہ بابو صاحب نے اپنی پکڑی اتار کر نووارو کے قدموں پر رکھ دی اور عرض کی کہ خدا کے داسٹے اس معاملہ کو بھی حل کر دیں جو (تقویۃ الامان ص ۱۵، خزانہ ح ۱۹ ص ۷۱) میں مرزا قادیانی لکھتا ہے: ”کہ آنحضرت نے شب مراج میں حضرت صیلی کو مردوں کی ارواح میں دیکھا تھا۔“

نووارد..... بابو صاحب میں آپ سے مرزے کی کون کون سی بات کی تردید بیان کروں گا۔ میں کوہاٹ میں اور آپ سیالکوٹ میں۔ میری مختصر عرض اس بارہ میں سن لیں کہ مرزے کا جو کوئی قول بھی کوئی پیش کرے اس کو گوزشتہ سے زیادہ وقت نہ دیں۔ سنئے! اس مراج کی بابت اس شخص کے کیا کیا خلاف بیان ہیں۔ یہاں تو اس نے مراج کو قول کیا۔ اب دوسرے واقعہ پر کیا کہتا ہے؟
”مراج کی حدیثوں میں ختم تعارض واقعہ ہے۔“

(از الہ حصہ دوم ص ۹۳۲، خزانہ ح ۳۲)

”مراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور اس حتم کے ہنفیوں میں مولف خود صاحب تحریر ہے۔“ (از الہ اول ص ۲۸، خزانہ ح ۳۳)

اب کشف کی تعریف سنئے! ”کشف میں روحانی امور طرح طرح کے اجام میں انی آنکھوں سے دھکائی دیتے ہیں۔ ان روحوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ جو اس عالم سے گزر جگی ہیں۔ اپنے اصلی جسم میں اسی دنیا کے کپڑوں میں سے ایک پوشاش کہنے ہوئے نظر آتے ہیں۔“ (آنینکہ کمالات ص ۱۳۹، خزانہ ح ۵ ص ۱۳۹) بابو صاحب آپ کو خدا کی حتم ہے حق کہتے گا۔ اب زندہ اور مروہ کی کوئی شاخات کشف میں باقی رہی؟

بابو صاحب..... مولوی صاحب تک نہیں کہ آپ نے دو اور دو چار کی طرح ثابت کر دیا کہ مرزے نے حضرت عیلیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے کرتے صاف کہہ دیا کہ وہ حرامی تھے۔ پس مرزا قادیانی قرآن کا مکفر اور کافر ثابت ہوا۔ میں آج یہ دونوں کتابیں لے کر ان کے پاس جاؤں گا۔ وہ کیسیں وہ کیا کہتے ہیں؟

تو وارو..... اجی اس خیال خام کوول سے نکلتے۔ وہ ہرگز آپ کی بات نہیں سنیں گے اور اگر آپ نے زبردستی ان کے کافلوں میں ڈال دی تو کہنیں گے ہوا کیا۔ ہوا کیا۔ یہ بات حقیقتی ہے۔ اس کا جواب ہم سے ملتے ہو۔ ہم ابھی ایک کارڈ قادیاں لکھ دیتے ہیں اور جھکی بجا کر کہنیں گے کہ اتنی دیر میں "الفضل" میں اس کا جواب نکل آئے گا اور آپ کو اپنا سامنہ لے کر داہش آنا پڑے گا۔

قاضی صاحب..... یہ تو میرے خیال میں ڈوب کرنے کی بات ہے کہ جب میں سنی مذہب چھوڑ کر شیعہ ہو گیا اور مجھ سے کوئی اس مذہب کی خوبی پوچھے یا اس پر اعتراض کر کے جواب مانگے۔ تو میں اس کو یہ جواب دوں کہ اس کا جواب فلسفی اخبار یا رسالہ میں نکل آئے گا۔ مولوی صاحب میری عقل حیران ہے کہ اگر یہ اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتے تو اس مذہب کو کیوں اختیار کرتے ہیں؟

تو وارو..... قاضی صاحب اس کا جواب آپ بابو صاحب سے طلب کریں۔ وہ مجھ سے بہتر بیان کر سکیں گے۔

بابو صاحب..... سمجھاتے ہوئے۔ مرزاں ہو جانے کے اسباب بہت سے ہیں۔ مرزاں اخباروں کا پڑھنا اور اپنے مذہب سے تاواقفیت جو میرے مرزاں ہونے کا سبب بنے۔ بعض مفت کی روٹیاں کھانے کے لئے مرزاں بن گئے ہیں۔ بعض سرکاری ملازمت میں ترجیح پانے کے خیال سے۔ بعض درشین کے اشعار سن کر کہ مرزا کیسا عاشق رسول اللہ ہے کہ آپ کے کوچہ میں سر کٹوانے پر ایسا اڑا ہوا ہے کہ کسی کے رو کے نہیں رکتا۔ بعض جو شیلے مرزاے کے منہ سے پادریوں کو گالیاں سن کر۔ بعض شادیوں کے جڑکی وجہ سے۔ بعض طاہون کا خوف دلانے کی وجہ سے۔ بعض اندر حادہ نہ صیکم نور دین کے مرزاں ہو جانے کی وجہ سے۔ بعض مرزاے کے مسجاں الدعوات ہونے کے اشتہاروں کی وجہ سے۔ لیکن سب سے زیادہ میرے خیال میں وہ لوگ اس طرف آئے جنہوں نے اپنے مذہب سے لا علی کی حالت میں قادیانی اخبار پڑھے۔ یا جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسان پر موجود ہونا ناممکن نظر آیا اور خدا کو انہوں نے قادر مطلق صرف زبان سے مانا۔

تو وارو..... بابو صاحب میری عقل حیران ہے کہ سب سے ہماریک اور عقل میں نہ آنے والا مسئلہ تو خدا کا نیت سے ہست کرنے پر قادر ہونے کا ہے۔ جس کو کروڑوں انسان نہ مان کر مادہ کو بھی ازیٰ قرار دیتے ہیں۔ اس کو مرزاے نے ایسا مانا ہے کہ اس کا ایک بھوٹا اور بحمد انسونہ بھی اپنے کرتے پر قائم کر کے دکھلایا ہے۔ اس مسئلہ کے بعد خدا کا اپنے آپ کو کسی انسان پر ظاہر کرنے کا مسئلہ ہے اور دنیا کے لوگوں کا ہزاروں مختلف اور متفاہ خیال کے مذہبوں میں ہونا۔ بلکہ لامذہ

ہونا اس کی تصدیق کرتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا کہ:

حُمودِی کے بھڑے ترے چھنے سے پڑے

تو اگر پردهِ الحادے تو تو ہی تو ہو جائے

اس کو بھی یہ فحص منواتا ہے اور کہتا ہے خدا کی کلام سے قریباً ہر روز میں شرف ہوتا ہوں۔

بعض اوقات تمام تمام دن یا تمام تمام رات خدا مجھ سے با تمن کرتا ہے۔ بھی اپنے روشن چہرے سے کسی قدر پر دہاءِ الحادہ کر مجھ سے با تمن کرتا ہے۔ حضرت صیلی کی دو چاروں کی بابت تو فحص ہی اڑا کر کہتا ہے کہ کسی مسلمان یا میسائی نے ہمیں پٹنے نہیں دیا کہ یہ چادریں رسمی ہوں گی یا سوتی۔ مگر خود اس نے بھی ہمیں پٹنے نہیں دیا کہ خدا کے چہرے پر جو پرده پڑا رہتا ہے۔ وہ نات کا ہے یا پٹاٹی کا۔ لیکن جو بات کہ مرزا کے ذہن اور عقل میں نہیں آتی۔ وہ خدا کا ایک کلمۃ اللہ کا آسمان پر اخدا لیتا ہے اور بس۔ بھی ان کے لئے چار پائی اور بستر نہ ہونے کا غم اسے کھاتا ہے۔ بھی ان کے بالوں اور ناخنوں کے بیچہ جانے کا رنج اسے ٹھھال کئے دیتا ہے۔ بھی باور پی خانہ اور پانچاند آسمان پر نہ ہونے کا رنج اسے ہلاک کئے دیتا ہے۔ بھی زمین کی حرکت سے زمین کے لوگوں کو ہر وقت گرتے پڑتے دیکھ کر آسمان کی گردش سے ان کا نیچے اور پہنچ جانے کا خیال اسے پٹنے نہیں دیتا۔ بھی حضرت صیلی علیہ السلام کے آسمان پر ہونے سے آنحضرت کی ہجک کا دروازہ کی روح کو گھٹانا تا ہے۔

یہ خیال نہیں کرتا کہ گول چیزوں کا اوپ اور نیچے کیا۔ کیا کل آپ امریکہ کے وحشیوں کے بیروں کے نیچے نہیں گزرے اور مرزا قادریانی پادری ڈوئی کے بیروں کے نیچے زندگی نہیں بر کرتا رہا۔ یہ خدا نے کتاب پر اغضب کیا کہ اولیاء اور اقطاب و ابدال امریکہ کے وحشیوں کے بیروں کے نیچے پیدا کئے۔ زندہ رکھے اور مرنے کے بعد مفون ہونے دیئے۔ کیا امریکہ والوں کا آسمان ہمارے بیروں کے نیچے نہیں اور کیا ہمارا آسمان امریکہ والوں کے بیروں کے نیچے نہیں؟

بایو صاحب قرآن حضرت صیلی علیہ السلام کا آسمان پر اخدا یا جانا بیان کرتا ہے اور مرزا آیت ”رفع اللہ الیه“ کے معنے کرتا ہے کہ خدا نے اس کو عزت دے دی۔ ہمیں بتایا جائے کہ ان کی عزت کے نقطے کا کون سا خانہ خالی تھا جو پر کر دیا گیا؟ کون سی عزت ان کو پہلے حاصل نہ تھی جو دی گئی۔ کیا نبوتِ جیسیں کر۔ رُخی بیروں سے شام سے کشمیر تک کا سفر کرانا اور ۸۲۸ سال گم ناہی اور جلاوطنی میں گزار کر کسی پوز آسف کی قبر میں محفون کرانا ان کی عزت بڑھا گیا اور اس میں چار چاند لگا دیا۔ انہی سو سال کے بعد حکیم نور وین نے قبر کا پتہ لگایا۔ تب بھی کسی میسائی نے اس پر ایک صلیب نصب نہی۔ نہ آنحضرت کی حدیث کے مطابق کسی میسائی نے اس کو سجدہ گاہ بنایا۔

قاضی صاحب بات کہیں کی کہیں پہنچ گئی اور آپ اصل مضمون سے بہت دور چلے گئے۔
ذکر تو مرزے کے فریبیوں کا تھا۔

نووارو قاضی صاحب میں اس کے فریب کہاں تک بیان کروں۔ اس کے توہاں بال میں فریب
تھا۔ محالی پکڑنے کے لئے کندھی پر جو خون یا گوشت یا آٹا یا سچھا الگایا جاتا ہے۔ اس کو آپ کو معلوم
ہے کہ انگریزی میں بیٹھ کہتے ہیں۔ مرزے نے جن لوگوں کو بیٹھ سے اپنی کندھی میں پھنسایا وہ یہ
تھی کہ ”میرے وقت میں تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں گی اور ایک ہی نجہب اسلام ہو
جائے گا۔“ (چشمہ معرفت ص ۸۳، نزد ان ح ۶۲۳ م ۹۰) مسلمانوں نے اسی خوشی میں آ کر آپ کی طرف
دوڑنا اور آپ سے سرمنڈا انشروع کر دیا۔ آپ ان کی دولت سے اپنا گھر بھر کر اور خوبیں دعشرت
کر کے ان جہاں سے چل دیئے۔ آپ کی بلا سے ہندو اور عیسائی مسلمان ہو جائیں۔ یا مسلمان
ہندو اور عیسائی بن جائیں۔ قاضی صاحب آپ نے مداری کا تماشہ تو بہت وفادودی کھا ہو گا۔

قاضی صاحب مجی ہاں بہت وفادودی۔

نووارو بھی اس کی چالاکیوں پر آپ نے غور کیا؟

قاضی صاحب کیا تو ہے۔ مگر میں بھی ان کی تہہ کنیں پہنچا۔

نووارو اچھا تو مجھ سے سنئے! اور مقابلہ کیجئے۔ جب وہ کسی چورستے یا میدان میں اپنا تماشہ
کر کے لوگوں سے کچھ وصول کرنا چاہتا ہے۔ تو پہلے ڈگڈی بجاتا ہے۔ یعنی ”آؤ لوگوں میں تو رخدا
پاؤ گے۔“ کے اشتہار تقسیم کرتا ہے۔ جب لوگ آنے لگ جاتے ہیں۔ تو ان کو تماشے کے شروع
کرنے تک خوش رکھنے کے لئے بھی بجانی شروع کر دیتا ہے ”میں آنحضرت کا بول پالا کرنے اور
اسلام کی شوکت ظاہر کرنے آیا ہوں۔“ پھر ایک کپڑے کا بت ساینا ہوا تھیے میں سے نکال کر
میدان میں پھینک دیتا ہے اور اس سے غرض اس کی یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی اور کرتب میراپسند نہ
آئے تو تماشائی چلے نہ جائیں۔ بلکہ اس انتظار میں کھڑے رہیں کہ ویکھیں اس گذارے سے یہ
کیا ہاتا ہے؟ اس سے جو کچھ بھی اس نے بھیا وہ واقعی قابل تعریف کرتب ہو گا۔ ”وہ گذائیں تھا کہ
میرے زمانہ میں کل مسلمان ہو جائیں گے۔“ اور جس طرح مداری صاحب چند معمولی کرتب دکھا
کر پہیے طلب کر کے اس گذارے کو اسی طرح واپس تھیلے میں ڈال کر چل دیتے ہیں۔ اسی طرح
مرزا قادیانی بھی اپنے مریدوں کو کل دنیا کے لوگوں کو مسلمان ہوتے دیکھنے کے انتظار میں چھوڑ کر
اس جہاں سے تشریف لے گئے۔ اب کر لوان کا جو کرنا ہے۔ کیا کر سکتے ہو؟ بڑے بڑے بینک بیٹھے
گئے اور ان کے دیوار لئے کل گئے۔ مگر مرزا قادیانی کے بینک کو روز افراد تنقی ہے۔

قاضی صاحب قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے بعض اوقات کسی کے تذکرہ میں جو کچھ اس نے بیان کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح بیان کر دیتا ہے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بیان کرتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پیانہ بنیامن کی بوری میں رکھوادیا۔ پھر ان کے ایماء سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ قافلے والوں تھی چور ہو۔ انہوں نے دریافت کیا کیا گم ہو گیا؟ تو اس کے جواب میں اس نے کہا کہ شاہی پیانہ بنیامن ملتا۔

اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قصہ میں ہے کہ ان لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ ہمارے بتوں کو کس نے توڑا؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بڑے بت نے چھوٹے بتوں کو توڑا۔ لیکن مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں جب جھوٹی لکھیں۔ تو آپ نے (پارہ ۲۳۷ کوں ۹۶) میں جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا لوگ ارادہ کرنے لگے تو ایک مرد مومن نے جو اپنے ایمان کو غلی رکھ کر ہوئے تھا۔ کہا کہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کا عذاب خود اخھائے گا اور اگر صحیح ہے تو جن جن عذابوں کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی تو تم پر ضرور آنا زل ہوگا، کے حوالے سے مسلمانوں سے یوں فرمائاشروع کیا۔ ”چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ”ان یک صادقاً“ (تہجیۃ الحقیقۃ میں ۱۵۶، خزانہ حج ص ۲۲۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”وان یک کاذباً“ (تہجیۃ الحقیقۃ میں ۱۱۳، خزانہ حج ص ۲۲۲) جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپ فرماتا ہے: ”وان یک کاذباً“ (تہجیۃ الحقیقۃ میں ۱۱۳، خزانہ حج ص ۲۲۲)

اب دیکھو خدا تعالیٰ نے بعض کا لفظ اس مجھے استعمال کیا ہے کہ (تہجیۃ الحقیقۃ میں ۱۱۳، خزانہ حج ص ۲۲۲ میں ۵۶۷) پس نص قرآنی سے ثابت ہے کہ عذاب کی پیشین گوئی کا پورا ہونا ضروری نہیں۔ (س ۱۳۱ تہجیۃ الحقیقۃ میں ۱۱۳، خزانہ حج ص ۲۲۲ میں ۵۶۸) قاضی عیینی یہ سنتی بری خود غرضی ہے کہ ایک اہمی کے قول کو خدا کا قول کہا جاتا ہے۔ وہ غریب اس سے بڑھ کر کیا کہہ سکتا تھا؟

غلى ایمان لائے ہوئے بھی شاید اس کو جسم جمع آنہ دون ہوئے ہوں گے۔ وہ نہ چیزبر
تمانہ ٹھیک تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی جان بچانے کے لئے جو کچھ اس نے اپنی عقل و سمجھ کے موافق کہا وہ اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا۔ خدا نے نہ اس کے لفظ لفظ کی تقدیق کی نہ تکذیب۔ اگر مرزا عیوب لکھتا کہ قرآن میں آیا ہے تو بھی دھوکے کی حد تک تھا۔ مگر اس کا یہ کہنا کہ ”جیسا کہ اللہ تعالیٰ آپ فرماتا ہے، دھوکے سے کچھ بڑھ کر ہے۔“

۱۔ آپ ۱۳۴ میں ہے کہ ذوالقرنین نے سورج کو کالے کچڑ کے کندہ میں ڈوبتے دیکھا

قاضی صاحب مرزا کہتا ہے کہ میں اس وجہ سے بھی صحیح مسوود ہوں کہ میرا حلیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتا ہیں۔ یعنی رنگ گندی اور بال بے ہیں۔ قاضی میں آپ تو علاقہ خلک میں پھر آئے ہیں۔ پھر اگر ڈپنی کشز صاحب کو بہاٹ۔ خان صاحب خلک کو لکھے کہ آپ کے علاقہ میں ایک گندی رنگ، بے بالوں والا آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ کا ہے۔ اس کو ہمارے پاس بھیج دو۔ تو چیز تھا خان صاحب کو لکھنے پر صحیح مسوود بھیجنے پر ہیں گے؟ مجھیں تمیں ہزار یا کم و بیش۔

قاضی صاحب نہیں آپ غلط کہتے ہیں۔ میری موجودگی میں ایک ایسا حکم آیا تھا۔ تو خان صاحب نے اس پر لکھ دیا تھا کہ میرے علاقہ میں اس حلیہ کا کوئی شخص نہیں۔ تحقیقات و دریافت خفیہ و علامیہ سے پایا گیا کہ ملک ہنگاب میں ایک شخص اس حلیہ کا ضرور ہے۔
نووارو گاموں بس بس۔

بیوی گاموں انہوں جا کے چاہ لے آ۔ قاضی صاحب نے کتاب ضرورة الامام اٹھا کر اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔

قاضی صاحب مولوی صاحب یہ ہے مولوی عبدالکریم صاحب کا خط ایک دوست کے نام۔
نووارو جی ہاں بھی ہے۔ (ص ۵۰۲، ہجرت انج ۱۲ ص ۵۰۲)

قاضی صاحب اجی لا حول ولا قوۃ اس خط کے آتم کو مرزا نے مولوی لکھا ہے۔ لعظمت اللہ۔ اس کی تو کوئی سطر قسطی سے خالی نہیں۔

بیوی قاضی صاحب اسے چھوڑ دیئے اب چاہ پیجئے۔ گاموں جانو کو کہہ کچھ تھوڑا سا مرتبہ نکال دے۔

بابو صاحب (چاہ بیالیوں میں ڈالتے ہوئے) کیوں قاضی صاحب مولوی عبدالکریم کا خط آپ کو پسند نہ آیا؟

قاضی صاحب اجی لا حول ولا قوۃ نا کرتے تھے کہ فلانے نے اسکی عبارت کبھی کہ موتی پر دیئے۔ مگر اغلاط پر وکی ہوئی آج ہی دیکھیں۔

نووارو قاضی صاحب یہ کی اغلاط دیکھ کر ہی گھبرا گئے۔

قاضی صاحب کیا عبر کی عبارت میں بھی اسی قسم کے موتی پر دئے ہوئے تھے؟
نووارو اس میں شک ہی کیا ہے؟

بابو صاحب مولوی صاحب یہ آپ تصب سے کھد رہے ہیں۔ مرزا کی علمی لیاقت کے سب قائل ہیں۔

نودارو..... بابو صاحب بے ادبی معاف! آپ جیسے مل کے ایک اشیش ماہر صاحب جو مرزا تی
تھے۔ درشین میں دس شرائط بیعت پڑھ رہے ہے تھے تو انہوں نے میں نوع کوئی نوح پڑھا۔ ایک اور
صاحب نے جو ایک باتری میں ہیئت کارک تھے اور ہیں۔ مجھے ایک خط لکھا اس میں یہ شعر لکھا:
خشش اول چوں نہد معمار کج..... اخی ایسے مریدوں کے لئے تو مرزا واقعی علامہ وہ رہتا۔
قاضی صاحب..... بابو صاحب یہ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے مولوی صاحب کوئی
دھوے بے دلیل نہیں کیا کرتے۔

بابو صاحب..... قاضی صاحب اگر آپ سا عالم فاضل یہ دھوے کرے تو لوگ مان لیں۔
لیکن ہمارے مولوی صاحب تو نام کے مولوی ہیں۔ ہمیشہ وقت اگر یہ زی میں کفر کی کرتے رہے۔
قاضی صاحب..... ہاں! اگر ایسے شخص کا مرزا کی تحریرات میں غلطیاں پکڑنا مرزا کے
لئے زیادہ ہی خفت کا باعث ہو گا۔

بابو صاحب..... کیوں مولوی صاحب، اس اور قاضی صاحب آپ بھی بس۔ اچھا گاموں
الٹھا۔ چاء کے برتن الجھائے جانے کے بعد۔

بابو صاحب..... اچھا مولوی صاحب اب ہمارا انتظار رفع کرائیں۔
نودارو..... بابو صاحب مرزا کا اردو نہ جانا کچھ جرم تو نہیں۔ لیکن چونکہ اس میں بھی اس کا ایک
جمبوٹ ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے میں اس میں اردو کی اغلاط بیان کرتا ہوں۔

اس شخص نے (نوجوان ایج ۵۶، خرائیں ج ۱۸ ص ۳۲۲) پر لکھا: ”کیونکہ جب میں عربی
میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں۔ تو میں محسوں کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا
ہے۔“ اور اندر سے تعلیم دینے والے کی پایہت (ص ۹۳، یہ میں کمالات، خرائیں ج ۵ ص ۹۳) پر لکھتا ہے:
”اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربے سے معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر لمحہ
بلافضل ملہم کے تمام قوی میں کام کرتی ہے۔“ اب مرزا کے روح القدس کی اردو سن لیں۔

سب سے اول یہ کہ مرزا نے ہمیشہ کہ بیانی کی جگہ ”جو“ جو اردو میں حرف صدھے ہے۔
استعمال اغلاط کیا ہے۔ ”مشلاً یہ عقیدہ رکھتے جو خدا تعالیٰ کو جز نیات کا علم نہیں۔“ (چشمہ سمجھی ص ۲۸،
خرائیں ج ۲۰ ص ۲۲) اس غلطی سے اس کی تمام کتابیں بھری پڑی ہیں۔

دوسری عام غلطی اس کی یہ ہے کہ ”تا کہ“ کی جگہ ”کرتا“ یا صرف ”تا“ دیکھو:
(مریم ختم آریہ ص ۱۷۲، خرائیں ج ۲۲ ص ۲۲، آسمانی فصل ص ۱۷، خرائیں ج ۲۳ ص ۳۲۲)
دیگر اغلاط کے کچھ مونے سنئے:

- ۱..... اپنی قوم کے لئے وہیں غاریں کھودا رہے ہیں۔ ” (نشان آسمانی ص ۵، خزانہ حج ۲۰۲۶) غارچاہئے۔
- ۲..... ”گیارہ کی جگہ گیاراں۔“
- (نشان آسمانی ص ۲، خزانہ حج ۳۲۲، تقریب حقيقة الوعی ص ۱۵، خزانہ حج ۲۲ ص ۵۸۹)
- ۳..... ”بھیڑ کی جگہ بھیڑ۔“ (آئینہ کالات ص ۳۲، طبع ماہ فروری ۱۸۹۳ء)
- ۴..... ”ایسا غبار کی جگہ ایسی غبار۔“ (حقيقة الوعی ص ۷۲، خزانہ حج ۲۲ ص ۵۰)
- ۵..... ”ایسے خواب کی جگہ ایسی خوابیں۔“ (حقيقة الوعی ص ۷۲، خزانہ حج ۲۲ ص ۵۰)
- ۶..... ”پارہ کی جگہ پاراں۔“ (ست پہن ص ۵۶، الف، ۱۶۶، خزانہ حج ۱۹۰ ص ۱۷۷، ۲۹۰)
- ۷..... ”متلاشی بجائے تلاش کندہ۔“ (سرمجم آریہ ص ۲۰، خزانہ حج ۲۲ ص ۲۸۹)
- ۸..... ”ید طویلی بجائے ید طولی۔“ (نشان آسمانی ص ۳۲، خزانہ حج ۳۲ ص ۳۰۸)
- ۹..... ”اول الدن بجائے اول القدر کے۔“ (درشیں اول ص ۳۶) الدن دردی آ دردی۔
- ۱۰..... ”شیشہ کی جگہ آئینہ۔“ (سرمجم آریہ ص ۱۵، خزانہ حج ۳۲ ص ۱۹۹)
- ۱۱..... تصور کو آئینہ میں رکھنے سے۔
- (کشتی دوح ص ۲۲، خزانہ حج ۱۹۰ ص ۲۲)
- ۱۲..... ”نہ کرو کی جگہ مت کرو۔“
- تمہیں چاہئے کہ ”اس دنیا کے فلسفیوں کی پیردی مت کرو۔“
- ”معج کی مشین گوئیوں کا سب سے عجیب تر حال یہ ہے۔“
- (ازالہ حصاد ۲۹۰، خزانہ حج ۳۲ ص ۲۷۲)
- ۱۳..... ترقیات کر سکیں۔ (ازالہ حصاد اول ص ۷۲، خزانہ حج ۳۲ ص ۱۶۷) ترقی چاہئے۔
- ۱۴..... اپنے اندر کٹھلو لو۔ قاویانی اردو (ازالہ حصاد اول ص ۲، خزانہ حج ۳۲ ص ۱۰۵)
- ۱۵..... ”جمیوت بولنا اور گوہ کھانا ایک برادر ہے۔“ (حقيقة الوعی ص ۲۰۶، خزانہ حج ۲۲ ص ۲۵)
- ایک بخوبی ہے۔
- ۱۶..... ”گائیاں بجائے گائیں۔“
- (ازالہ اول ص ۲۱، حاشیہ، خزانہ حج ۳۲ ص ۱۳۲، تقریب حقيقة الوعی ص ۳۰۹، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۲۲)
- آنحضرت ﷺ نے گائیاں ذنک ہوتی دیکھیں۔
- ۱۷..... ”جور ہم حضرت میں کے لئے بنا کی گئی تھی۔“ بنا یا گیا تھا چاہئے۔
- ۱۸..... ”آپ دعا کرو۔“ (حقيقة الوعی ص ۲۳۹، خزانہ حج ۲۲ ص ۲۵) آپ دعا کریں چاہئے۔

- ۱۹ ” درودگردہ شروع ہو گئی ہے۔“ (حقیقت الٰٰی ص ۳۷۵، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۵۸) درود کی جگہ
جیڑا چاہئے۔ درود ہو گیا ہے چاہئے۔
- ۲۰ ”ابھی ان کی انتظار ہے۔“ (حقیقت الٰٰی ص ۳۶۲، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۷۸) ان کا
انتظار چاہئے۔
- ۲۱ ”لکھنے سے مجبور ہو گیا ہوں۔“ (حقیقت الٰٰی ص ۳۸۶، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۰۰) لکھنے سے
مذدور ہو گیا ہوں چاہئے یا لکھنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔
- ۲۲ عیسائی لوگ (حاشیہ ص ۳۹۰، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۰۵) لوگ نہیں چاہئے۔
- ۲۳ ”لکھنے کا پہاڑ۔“ (حقیقت الٰٰی ص ۳۹۰، حاشیہ، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۰۵) رائی کا پہاڑ چاہئے۔
یا کٹھ دا پہاڑ۔
- ۲۴ ”ان کے مقابل پر۔“ (تمہری حقیقت الٰٰی ص ۱۵، خزانہ حج ۲۲ ص ۲۸۵) مقابل کے بعد پر
نہیں آتا۔ مقابلہ کے بعد آتا ہے۔
- ۲۵ ”جیسے کسی دریا کا پل ٹوٹ کر اردوگرد کی بستیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔“
(تمہری حقیقت الٰٰی ص ۱۳۹، خزانہ حج ۲۲ ص ۱۷۷، آسامی فصل ص ۱۶، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۲۶)
- ۲۶ ”کیا اس پر مشکل تھا کہ اس نکاح کو بھی منسوخ یا کسی اور وقت پر ٹال دے۔“ (تمہری
حقیقت الٰٰی ص ۱۳۳، خزانہ حج ۲۲ ص ۱۷۵) منسوخ کے بعد کر دے، چاہئے۔
- ۲۷ ”کیا انسان کی طاقت ہے کہ قبل از وقت اسکی پیشین گویاں کر سکے۔“ (تمہری حقیقت
الٰٰی ص ۱۶۹، خزانہ حج ۲۲ ص ۶۰۹) پیشین گوئی کے واسطے قبل از وقت لاماروح القدس کے سو معمولی
آدمی کا کام نہیں۔
- ۲۸ ”یا حدیثوں میں بعض انسانی الفاظ مل گئے ہوں۔“ (کشی وح ص ۶۹، خزانہ حج ۱۹
ص ۲۵) کیا حدیثیں انسانی الفاظ نہیں؟
- ۲۹ ”اور جیتنی طور پر دیکھ رہا ہے کہ اس فلان بن میں ایک ہزار خونخوار شیر ہیں۔“ (کشی وح
ص ۲۲، خزانہ حج ۱۹ ص ۶۷) قاضی صاحب قبلہ کیا اس عبارت میں بھی موتیوں کی جگہ اغلاظ نہیں پرتوئی لیکن
اول فلان کے واسطے اس اسم اشارہ تعین کر دینے والا۔ پھر ایک بن میں ایک ہزار شیر اور پھر شیر بھی کیسے
سممی وال چپاتی کھانے والے نہیں خون کھانے والے تو قرباً یہ شیروں سے خدا ہناہ میں رکھے۔
قاضی صاحب ماتھے پر ہاتھ رکھ کر۔ مولوی صاحب آپ لگے رہئے۔ لف آج ہی آیا
ہے اور میری حرمت کا کچھ ٹھکانہ نہیں رہا۔ روح القدس اور یہ کلام!

۳۰ ”زرہ سوچ کھوی کیا چیز ہے۔ یہ مردے تن کا توزیز ہے۔“ (ست پنچ ص ۲۷، خزانہ ج ۱۰ ص ۱۶۱) اکفای کیے از میوب کافی۔ غیاث اللغات۔

۳۱ ”کہوں سب تیرا دل نگ ہے۔“ (ست پنچ ص ۲۲، خزانہ ج ۱۰ ص ۱۶۲) کہوجھ کا صیغہ ہے۔ اس کے واسطے تیر انہیں آ سکتا۔ تمہارا چاہئے۔ دھوپوں کی زبان۔

۳۲ کہ غیروں کے خوفوں سے دل چور تھا۔ (ست پنچ ص ۲۳، خزانہ ج ۱۰ ص ۱۶۳) قاضی صاحب آپ بھی ان خوفوں سے کوئی لکھاتے ہیں یا نہیں؟

۳۳ یعنی اک نے چولہہ بنایا شعار (ست پنچ ص ۲۶، خزانہ ج ۱۰ ص ۱۶۶) چولہہ تارہوتا ہے نہ کہ شعار۔

۳۴ ”خداء تجھے کیوں نہیں ہے خطر۔“ (ست پنچ ص ۲۶، خزانہ ج ۱۰ ص ۱۷۰) خطر چوروں سے ہوتا ہے یا درندہ گزند چانوروں سے ہوتا ہے۔ خدا سے خطر نہیں ہوتا۔ خوف ہوتا ہے۔

۳۵ ”میں نے اس ثبوت میں بہت غور کی۔“ (ست پنچ ص ۲۵، خزانہ ج ۱۰ ص ۱۸۱) غور کیا چاہئے۔

۳۶ ”مگر ہم اگر چہ دونوں آنکھیں بھی بند کر لیں۔“ (ست پنچ ص ۱۵۸، خزانہ ج ۱۰ ص ۱۸۲) اگر چاہئے یا کوچاہئے۔ اگر چہ بالکل غلط ہے۔

۳۷ ”اپنے خونوں کو بہادیا۔“ (فتح الاسلام ص ۲۷، خزانہ ج ۲۲) اپنے خون بہادیے چاہئے۔

۳۸ ”بہتوں کو جو اس کے نیک بندے ہیں۔“ (ست پنچ ص ۱۳۵، خزانہ ج ۱۰ ص ۲۵۹) بہت لوگوں کو جو نیک ہیں چاہئے۔

باب صاحب مولوی صاحب جہاں مرزے نے عیسائی لوگ کہا۔ تو دہاں لوگ کہنا غلط قرار دیا اور یہاں جو اس نے بہتوں کو کہا تو آپ نے کہا کہ بہت لوگ کہنا چاہئے۔ آپ اس کی ہر طرح غلطی پکڑتے ہیں۔

قاضی صاحب باب صاحب مولوی صاحب راتی پر ہیں۔ اس کی وجہ آپ مجھ سے منئے۔ گائے، بیتل، گدھے، گھوڑے نہیں ہوتے اور بہتوں کے لئے ضروری ہے کہ بیان کیا جائے کہ بہت کون؟ اگر آپ کہیں کہ بہتوں نے تکلیف اٹھائی تو سننے والے کو پوری طرح سمجھنہیں آؤے گا کہ کس نے اور کلام ایسا ہونا چاہئے کہ سننے والا اس سے پورے طور پر صحیح ہو۔

۳۹ ”ظاہر ہے کہ اگر بادا صاحب کی عادت نماز پڑھنا نہ ہوتا۔“ (ست پنچ ص ۱۳۸، خزانہ ج ۱۰ ص ۲۶۳) نہ ہوتی چاہئے۔ عادت موٹھ ہے۔

- ۳۰ ”چنانچہ پانچ انگل کا نشان اب تک موجود ہے۔“ (ست پن مص ۱۳۹، خزان ج ۱۰ ص ۲۶۲) پانچ انگلیوں کا چاہئے۔ انگل کا لفظ بیان کے معنے دھاتا ہے۔
- ۳۱ ”مگر ہمیں سمجھنیں آتا۔“ (ست پن مص ۱۴۲، خزان ج ۱۰ ص ۲۶۶) ہماری سمجھ میں نہیں آتا چاہئے۔
- ۳۲ ”یہ بات بھی مجھے بیان کرنا ضروری ہے۔“ کہ (ست پن مص ۱۵۰، خزان ج ۱۰ ص ۲۶۳) بیان کرنی ضروری ہے چاہئے۔
- ۳۳ ”اور پھر تبت کا بھی سیر کیا۔“ (ست پن مص ۱۵، خزان ج ۱۰ ص ۲۰۵) تبت کی بھی سیر کی چاہئے۔
- ۳۴ ”سودہ بلغم کو توڑ کی شکل پر نظر آگئی۔“ (ست پن مص ۱۷، خزان ج ۱۰ ص ۲۹۵) نظر آگئی چاہئے۔
- ۳۵ ”آنحضرت کو مسراج کی رات میں کسی نے نہ چھٹا دیکھا نہ اترتا۔“ (اربعین نمبر ۲۲ ص ۲۲) حاشیہ، خزان ج ۱۷ مص ۲۷۰ نہ چھٹے دیکھا نہ اترتے چاہئے۔
- ۳۶ ”مگر میں اُس بہتان کے سخن سے خاموش رہا۔“ (کشف الخطاہ مص ۲۶، خزان ج ۱۰ ص ۲۰۲) قاضی صاحب وادا وادا اس میں تو روح القدس صاحب نے کمال ہی کر دکھایا۔
نووارو مگر قاضی صاحب میں اس کو غلطیوں کا غیر نہیں دینا۔ کیونکہ اس میں ہاتھ دلانے کی جگہ نہیں۔
- ۳۷ ”آپ کے مذہب کا عدل تو مجھے سمجھنیں آتا۔“ (جگ مقدس مص ۲۰، خزان ج ۱۲ ص ۱۳۷) میری سمجھ میں نہیں آتا چاہئے۔
- ۳۸ ”ہمارے مہربانی۔“ (جگ مقدس مص ۲۶، خزان ج ۲۶ ص ۱۱۱) براہ مہربانی چاہئے۔
- ۳۹ ”تجالیل عارفان۔“ (جگ مقدس مص ۱۵۲، خزان ج ۲۶ ص ۲۵) عارفانہ نہیں چاہئے۔ تجالیل کے ہی حقی ہیں۔ جان بوجھ کر جمال بننا۔

۱ (ابنام آنجم مص ۲۲۵، خزان ج ۱۱ ص ۲۲۵) پر یہ فحص لکھتا ہے: ”مراد ربیان شیریں تراز آب شیریں کر دوچنانکہ از هادیان مهدیان صاحب همچنان مرا فصح المتكلمين کرد“

- ۵۰ ”اس آہت کے یہ مبنے تھے۔ جن کو الٹا کر کے۔“ (چشمِ سمجھی ص ۲۷، خواں ج ۲۰ مص ۳۸۸) الٹ کرنا چاہئے۔
- ۵۱ ”اپنے امروں کا نہایت عی بر انبوشہ دکھایا۔“ (آسمانی فیصلہ ص ۲، خواں ج ۲۳ مص ۳۲) یہ سرے سے اردو بھی نہیں۔
- ۵۲ ”کچھ بھی التفات نہ کی۔“ (آسمانی فیصلہ ص ۲، خواں ج ۲۳ مص ۳۲) التفات نہ کیا جائے۔
- ۵۳ ”ایک ذرا تقویٰ ہوتی۔“ (آسمانی فیصلہ ص ۲، خواں ج ۲۳ مص ۳۲) تقویٰ ہوتا چاہئے۔
- ۵۴ ”اور دونوں کتاب کا موازنہ ہو کر۔“ (لور القرآن ص ۲، خواں ج ۹۹ مص ۳۲۳) کتابوں کا چاہئے۔
- ۵۵ ”ایک خود ترتیج کی طرح۔“ (سرمه جشم آریہ ص ۱۹، خواں ج ۲۲ مص ۲۷) ترتیب چاہئے۔
- ۵۶ ”مشلاً نباتات میں سے آک کے درخت کو دیکھو کیسا تباخ اور زہرناک ہوتی ہے۔“ (سرمه جشم آریہ ص ۵۵، خواں ج ۲۲ مص ۹۸) اس میں تو اردو کے سر پر مرزے نے لٹھا رہا۔
- ۵۷ ”اس کے بعد تین معتر اور لفڑ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا۔“ (سرمه جشم آریہ ص ۱۵، خواں ج ۹۹ مص ۹۹) آدمیوں نے چاہئے۔
- ۵۸ ”میرے خیال میں فلاسفوں سے بڑھ کر اور کسی قوم کی دلی حالت خراب ہو گی۔“ (سرمه جشم آریہ ص ۲۲، خواں ج ۲۲ مص ۱۰۲) اس طرح چاہئے میرے خیال میں کسی قوم کی دلی حالت فلاسفوں سے بڑھ کر خراب نہ ہو گی۔
- ۵۹ ”پھر روح کسی نہ کسی دن مکتی پا کر ختم ہو جائیں گے۔“ (سرمه جشم آریہ ص ۱۷، خواں ج ۲۲ مص ۱۱۹) روح واحد مونث کو مرزے نے جنم نہ کر کا صیغہ سمجھا ہے۔
- ۶۰ ”اس کے امروں میں عی سے کچھ تغیر پیدا ہو کر۔“ (سرمه جشم آریہ ص ۲۷، خواں ج ۲۳ مص ۱۳۵) بجان اللہ و محمد ولد عیانہ دا بے نی میں بولا کرتے تھے۔
- ۶۱ ”تو یہ سارا رسالہ ایک بڑی کتاب ہو جائے گی۔“ (سرمه جشم آریہ ص ۱۳۶، خواں ج ۲۲ مص ۱۸۲) ہو جائے گا چاہئے۔

۱۔ (نزوں کی ص ۲۲، خواں ج ۲۲ مص ۲۲) پر یہ شخص لکھتا ہے: ”میں خدا کی روح سے بولتا ہوں اور ص ۲۷ ادعاۃ اسلام پر لکھتا ہے کہ بدآنید کہ فضل خدا ام من است و روح خدا در من بخفاہ مکنند، خدا و من اکیا مجھ بھی تو اس شان کا بندہ دنیا میں پیدا کر سکے گا؟ کیسے خوش قسمت تھے وہ لوگ جو اس کی محبت میں رہے۔

- ۶۲ ”اور کوئی اس کی بہیاں اور چڑے کے فرش رہتا ہے۔“ (سرمه جم آری مص ۱۳۷، خزانہ ج ۲۲ ص ۱۸۸) بڑیوں چاہئے۔
- ۶۳ ”اور کوئی گائے کے بچوں پر جواہر کردن رات ان کی جان کو مارتا ہے۔“ (سرمه جم ص ۱۰۹، خزانہ ج ۲۲ ص ۲۰۷) کوئیوں چاہئے۔
- ۶۴ ”جو ذات کل نیخوں کا مبدأ ہونا چاہئے۔“ ہونی چاہئے چاہئے۔ ذات ہوتھے۔
- ۶۵ ”اوٹ تو لگا گیا باقی دم رہ گئی۔“ (ص ۱۵۸، خزانہ ج ۲۲ ص ۲۰۷) چھانے کے واسطے اوٹ اوٹ اور چھر آتا ہے اور نکلنے کے واسطے ہاتھی اور دم۔
- ۶۶ ”جا گو جا گو آر یونیندہ کرو بیار۔“ (ص ۱۹۳، خزانہ ج ۲۲ ص ۳۱) یار دوئیں۔ یانید کو چاہئے۔ یا بیمار کی جگہ بیماری۔
- ۶۷ ”سب پر ہیزیں توڑ دھاتے ہے۔“ (سرمه جم ص ۱۹۹، خزانہ ج ۲۲ ص ۳۶۲) پر ہیز چاہئے۔
- ۶۸ ”اور بتیری مسمیتوں کے سچ میں آ کر۔“ (پیغام ص ۱۹، خزانہ ج ۲۲ ص ۳۳۳) سچ کے ساتھ بختیر اور درمیان بھی ہوتا تلطیف دو بالا ہو جاتا۔
- ۶۹ ”بادا صاحب کا دجود ہندوؤں کے لئے ایک رحمت تھی۔“ (پیغام ص ۱۲، خزانہ ج ۲۲ ص ۳۳۶) تھا چاہئے۔ وجود مذکور ہے۔
- ۷۰ ”ایک ایسی زہر ہے۔“ (پیغام ص ۲۲، خزانہ ج ۲۲ ص ۳۵۲) ایسا زہر چاہئے۔
- ۷۱ ”آپ کی زبان بد زبانی سے رکنی نہیں۔“ (استکاہ ص ۸، خزانہ ج ۱۲ ص ۱۱۶) آپ بد زبانی سے رکنی نہیں یا آپ کی زبان بد کالائی سے رکنی نہیں چاہئے۔ یا صحیح الحکمت میں چاہئے۔
- ۷۲ ”اس پر بھی ہماری طرف سے بڑی توقف ہوئی۔“ (استکاہ ص ۹، خزانہ ج ۱۲ ص ۱۱۸) توقف ہونا چاہئے۔
- ۷۳ ”اس میں تک نہیں کہ یہ زمانہ جو جوانی کا زمانہ ہے۔ ایک ایسا کار آمد زمانہ ہے۔“ (ص ۷۴ تقریریں) فصاحت بلا غلت کا خاتمہ۔
- ۷۴ ”اکنہ لوگ بظاہر تحقیقی اور زاہد ہوتے ہیں۔ لیکن جب تک خدا کا فضل درج بھی شامل حال نہ ہو۔ تب تک وہ زہادس کے کام نہیں آ سکتا۔“ (ص ۷۴ تقریریں) ان کے چاہئے۔
- ۷۵ ”پھر توات دن اس کی عیب چیزیں میں گزرتی ہے۔“ (ص ۷۴ تقریریں) عیب جوئی اور گزند چیزیں تو نہیں آئیں۔ عیب چیزیں بھی نہیں ساختا۔
- ۷۶ ”راتوں کو اور دنوں کو خوب سوچ کر دیکھو۔“ (ص ۷۴ تقریریں) مطلب آپ کا یہ ہے

- کہ رات کے وقت اور دن کے وقت سوچ کر دیکھو اور آپ کہہ رہے ہیں کہ رات اور دن میں غور کر کے دیکھو کہ یہ خدا نے کیا بنا دیئے۔ ایک کام کا جگ کے واسطے اور ایک آرام کے واسطے۔
- ۷۷ "اس لئے میں تم سب کو گواہ کرتا ہوں کہ اگر۔" (ص ۳۶۹ تقریب) گواہ کرتا ہوں چاہئے۔
- ۷۸ "یہ حقیر کی باتیں جوان کے ہونٹوں پر چڑھ رہی ہیں۔" (نزول الحج ص ۱۸، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۸۰) زبان پر چڑھ رہی ہیں چاہئے۔
- ۷۹ "اس کی اخبار بند کر دی جائے۔" (نزول الحج ص ۱۸، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۹۰) اس کا اخبار بند کر دیا جائے چاہئے۔
- ۸۰ "طاہونیں بھی دو قسم کی ہوتی ہیں۔" (نزول الحج ص ۵، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۹۲) طاہون بھی دو قسم کا ہوتا ہے چاہئے۔
- ۸۱ "ورنہ قادریاں سب سے پہلے فا کرنے کے لائق تھی۔" (نزول الحج ص ۷، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۹۵) قاضی جی یا اگر کوہاٹ سے بیعت کر لئی تو طاہون سے نفع جاتی۔
- ۸۲ "کیونکہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے۔ وہ انہیں کا ہے۔" (نزول الحج ص ۲۲، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۰) انہی کا چاہئے۔
- ۸۳ "اے نادانوں۔" (نزول الحج ص ۳۳، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۰) نادانو چاہئے۔
- ۸۴ "اپنے ہونٹوں سے اسلام کی شہادت دیں گے۔" (نزول الحج ص ۷، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۷) اپنی زبان سے چاہئے۔
- ۸۵ "جو ٹھیک ٹھیک بسیاری عیال کا ترجمہ ہے۔" (نزول الحج ص ۷، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۳۵) کثرت عیال کا چاہئے۔
- ۸۶ "علی اور دینی کتابیں جو ہزار ہامعارف اور حلقائی پر مندرج ہوتی ہیں۔" (نزول الحج ص ۶، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۳۷) کاتب کی غلطی سے مشتمل ہونا چاہئے نہ مندرج۔
- ۸۷ "اور لوہڑی کی طرح۔" (نزول الحج ص ۶، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۳) کاتب کی غلطی ہے۔ لوہڑی ہونا چاہئے۔
- ۸۸ "اس کی طرف ایسا سمجھنا گیا کہ کچھ انکل نہیں آتی کہ مجھے کیا ہو گیا۔" (نزول الحج ص ۸، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۶۳) قاضی صاحب پیونسلی اردو ہے۔ غالباً کاتب کی غلطی۔
- ۸۹ "دیقین اپنے نوروں کے سمت آتا ہے۔" (نزول الحج ص ۹۲، خزانہ حج ۱۸ مص ۳۷۲) یہاں بھی تالاق کا تاب نے سمت کے پہلے کپے لکھ دیا۔

۹۰ ”دورے کے استعمال سے یک دفعہ بال گر جاتے ہیں۔“ (نزوں اسح ص ۹۳، خزانہ ج ۱۸۲) ہائے رے کا جب تجھے کہاں تک کوں۔ یک دم کو یک دفعہ لکھ گیا۔ تجھے کم بخت اتنا بھی معلوم نہیں کہ نورا بیس و فتحہ لکاڈ تو بیس و فتحہ علی بال گر جاویں کے۔

۹۱ ”کاش میں کسی دف کے ساتھ اس کی منادی کروں۔“ (نزوں اسح ص ۹۶، خزانہ ج ۱۸۲) کا تب کم بخت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کاش ماخی پر آتا ہے۔ مثلاً کاش! میں ایسا کرتا۔

۹۲ ”مرزا اپنی ایک عربی کی تقریر کی تعریف میں (نزوں اسح ص ۲۱۰، خزانہ ج ۱۸۲) پر لکھتا ہے کہ ”میں ہرگز یقین نہیں مانتا کہ کوئی فتح اور الٰل علم اور ادیب عربی بھی زبانی طور پر ایسی تقریر کھڑا ہو کر کر سکے۔ یہ تقریر وہ ہے جس کے اس وقت قریباً ڈبھہ سو آدمی گواہ ہوں گے۔“ معلوم ہوتا ہے یہ کا تب پنڈت لکھرام کے قائل کی طرح کسی دشمن کا یقین کروہ تھا کہ ادھر تو مرزا قادریانی بڑے سرے میں آ کر اپنی تقریر کی فصاحت و بلاحافت کی تعریف کر رہا ہے اور ادھر اس نے ان چند سطور کے نقل کرنے میں ہی اتنی غلطیاں کر ماریں کہ ادول یقین نہیں کرتا کو یقین نہیں مانتا نقل کر گیا۔ عرب کو عربی لکھ گیا۔ زبانی کو زبانی طور پر نقل کر گیا۔ یہ تقریر ہے کوآ کے پیچھے کر کے یہ تقریر وہ ہے لکھ گیا۔ ڈبھہ کو بخت نے ڈبھہ لکھ مارا۔ اب پڑھنے والے تو یہی کہیں گے کہ جیسے اردو کی تین سطروں میں پانچ غلطیاں ہیں۔ اسی طرح خدا غوستہ اس عربی تقریر میں بھی ہوں گی۔ قاضی صاحب کیا کہوں۔ میری زبان زیب نہیں دیتی کہیے کہوں کہ مولوی شاہ اللہ صاحب نے الہامات مرزا میں اور مہر علی شاہ صاحب نے سیف چشتیائی میں جو مرزا قادریانی کی عربی وانی کی قلعی کھوئی ہے۔ وہ آج اس کا تب کی مہربانی سے بالکل راست ثابت ہوئی۔

۹۳ ”بلکہ بندگان خود را برائے ہمیشہ در جہنم انداخت۔“ (دھوت قوم ص ۱۲۱، خزانہ ج ۱۱۱) دیکھو برائے دوام کی چگیرائے ہمیشہ کا کیسا مکروہ اور بے محابرہ لفظ نقل کر گیا۔

۹۴ ”جو پیچھے سے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا۔“ (کتاب البریہ ص ۱۳۲، خزانہ ج ۱۲۲) جو بعد میں چاہئے۔ قاضیاں بے چاری کے واسطے پیچھے سے کا لفظ مکروہ ہے۔

۹۵ ”یہودیوں کے سامنے جانا مصلحت نہ تھی۔“ (کتاب البریہ ص ۲۳۹، خزانہ ج ۱۳۳ ص ۲۷۲) مصلحت نہ تھا چاہئے۔ جانا مکر ہے۔

۹۶ ”یسوع کو جسم کے سیت۔“ (کتاب البریہ ص ۲۳۹، خزانہ ج ۱۳۳ ص ۲۷۲) جسم سیت چاہئے۔ جسم کے سیت اردو نہیں۔

۹۷ ”اور فقرہ سجد دلہا جو حدیث میں موجود ہے۔ یہ صاف بتا رہا ہے کہ ہر ایک صدی پر

ایسا مجدد آئے گا۔ جو مفاسد موجودہ کی تجدید کرے گا۔” (کتاب البریص ۲۲۳، خزانہ حج ۱۳۰۳ ص ۲۰۳)

قاضی مجتبی اللہ کی قسم اس فقرے سے یہ مراد ہے کہ جو شریعت کے احکام مسلمانوں نے بھلا دیئے ہوں گے۔ ان کو از سرف ناقم کرے گا۔ یا یہ کہ جو فساد کی باقی میں اس وقت موجود ہوں گی۔ ان کو تازہ کرے گا۔

قاضی صاحب مرزا جبھوت بولنے والا شخص نہ تھا۔ وہ اسی واسطے آیا تھا کہ اسلام میں فساد کو تازہ کرے سو کر گیا۔ تھہہ۔

۹۸..... ”غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہر دل عزیز تھے۔“ (کتاب البریص ۱۳۶، خزانہ حج ۱۳۰۴ ص ۱۷۷) اس موقع پر ہر دل غلط ہے۔ صرف عزیز تھے چاہئے۔

۹۹..... ”اور میری قلم لکھنے سے رکی رہی۔“ (فتح اسلام میں احادیث، خزانہ حج ۱۳۲ ص ۱۱) میر اقلم رکا رہا چاہئے۔

۱۰۰..... چونکہ یہ شخص عبد القادر بے علم ہے۔ اس لئے اس نے میرے شعروں کے لکھنے میں بھی غلطی کی ہے۔ یہ مصروف جس پر نشان لگایا ہوا ہے۔ جو میرے شعر کا مصروف ہے۔ اس میں بھی اس نے غلطی کی ہے۔ کیونکہ وہ لکھتا ہے: ”داخل جنت ہوا ہے محترم۔“ حالانکہ یہ مصروف اس طرح پر ہے۔ داخل جنت ہوا وہ محترم۔ (تحریقۃ الوقیعہ ص ۳۹ حاشیہ، خزانہ حج ۱۳۲ ص ۲۲)

قاضی صاحب! اگر عبد القادر غریب صرف اس وجہ سے بے علم کار دیا گیا کہ اس نے داخل جنت ہوا وہ محترم کی جگہ داخل جنت ہوا ہے محترم، لکھ دیا۔ تو کس قدر جاہل اور بے علم وہ شخص ہے۔ جو استاد غالب کے اس لاکھ روپے کے شعر کی کہ حضرت ناصح گر آؤں دیہ وہ دل فرش راہ، کوئی مجھ کو تو سمجھائے کہ سمجھاویں گے کیا۔ (ضرورۃ الاماں ص ۳۲، خزانہ حج ۱۳۰۳ ص ۵۰۱) پر یوں مٹی پلید کرتا ہے کہ حضرت ناصح گر آؤں دیہ وہ دل فرش راہ، پر کوئی مجھ کو تو سمجھائے کہ سمجھاویں گے کیا۔

قاضی صاحب! شاعری کا وحومی اور علم و فضل کی یہن ترانیاں کہ علم و فضل و کرامت کے سمن زرسدا اور استاد غالب جیسے مشہور شاعر کی ایسی مشہور غزل کے ایسے مشہور شعر کی یہ مٹی پلید کہ ایک ایسا بحمد الغظی مجھ کو تو اس میں ٹھوک کر اس کو بے معنی اور وکوڑی کا کر دیا۔ بابو صاحب میں نے مرزا کی اردو میں غلطیاں کرنے کا نمبر سو سیک پہنچا دیا ہے۔ میرے خیال میں اس کو اور اس کے روح القدس کو زبان اردو سے بے بہرہ سمجھنے کے لئے یہ کافی ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ مرزا کے علم و فضل کی نسبت حمزہ نہیں ہوا تو کل کچھ اور بھی عرض کر سکوں گا۔

اس اشعار یوں ہے۔ ابن مریم مرگیا حق کی قسم، داخل جنت ہوا وہ محترم۔ (درشیں ص ۱۶)

ہاں اگر میں نے ان اغلاط کے پکڑنے میں تھب سے کام لیا ہو۔ یعنی خواہ مخواہ زبردستی ان کے صحیح الفاظ کو غلط قرار دیا ہو تو قاضی صاحب بیٹھے ہیں۔ وہ فیصلہ دیں۔
بابو صاحب..... میں ایسا اجھل بھی نہیں ہوں کہ جو غلطیاں آپ نے پکڑی ہیں۔ ان کو نہ سمجھ گیا ہوں۔ بلکہ میں تو اس خیال میں ہوں کہ اگر آپ سے زیادہ لیاقت کا آدمی اس کی غلطیوں کو حلش کرے گا۔ تو وہ کس قدر پاوے گا؟ ہمائے بھلاہو ان لوگوں کا جو تمیں یہ سبق دیتے رہے کہ مرزا علم فضل میں اپنے زمانہ میں اپنا ہاتھی نہیں رکھتا۔

نووارو..... قاضی صاحب اب مرزا قادریانی کی یعنی ابن فارس کی ایک مثال خواجه حافظ جیسے مشور شاعر کے شعر کے نقل کرنے کی بھی دیکھئے۔ خواجه صاحب کے اس شعر کو کہ:

فیض روح القدس اربا زند فرمایہ
دیگران ہم بکھد آنچہ سیجا سیکرد
مرزا (مس ۱۲۰ بین نمبر ۲، جوان ۷، م ۲۵۹) پر یوں نقل کرتا ہے:

فیض روح القدس اربا زند فرمایہ
ہم آں کارکند آنچہ سیجا سیکرد

قاضی صاحب دھائی ہے خدائی جو شخص استاد غالب جیسے مشہور شاعر کے اردو شعر کے نقل کرنے میں ایں قوش غلطی کرے اور خواجه حافظ جیسے شاعر کے شعر کے نقل کرنے میں اسکی فاش غلطی کرے۔ وہ راست بازار نیکو کارا دی ہے کہ اس کے شعر کے نقل کرنے میں اگر کسی نے وہ کی جگہ ہے لکھ دیا اور اس سے مطلب شعر میں کچھ بھی فرق نہیں آیا تو اتنی بات پر اس کو بے علم قرار دے دے۔
بابو صاحب..... قاضی صاحب مجھے ایک بڑا حصہ اپنی عمر اور کمائی کا اس شخص کی نذر کر دینے سے اس قدر پیشی ای حاصل ہوئی ہے۔ جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اے کاش! میں اپنے دین کی کتابیں پڑھتا۔ اس جھوٹے نبی کی تحریریوں کو پڑھتا اور بظறت عمق پڑھتا۔ اس فرقہ میں داخل ہونے سے پہلے علائے دین سے مشورہ کرتا۔

نووارو..... بابو صاحب اس لا حاصل پیشی ای کو جانے دیں اور غنیمت سمجھیں کہ خدا نے زندگی میں آپ کو ہدایت دے دی۔ مثل مشہور ہے کہ دن کا بھولا اگر رات کو گھر آ جاوے تو بھولا نہیں کہلاتا اور روپیہ کا بھی افسوس نہ کریں۔ یہ گندہ روپیہ تھا۔ بابو صاحب مجھے لا ہو را مرتر کے بعض مسلمانوں کا یہ تجربہ ہے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو قادریانی نہ ہب سے تو کچھ تعلق نہیں۔ انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں۔ اس پر میں نے مرزا نے برخلاف جو کچھ کہنا شروع کیا تو میں نے ان کے چہروں کو

دیکھا کر ایسے ہیں جیسے نقش بر دیوار اس پر میں نے پوچھا کہ حضرت آپ تو فرماتے تھے کہ مجھے ان سے کچھ تعلق نہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے میری اس قدر دروسی پر کوئی کلمہ آفرین یا انفرین کا نہ کہا تو انہوں نے کہا کہ ہم مرزا کو نہ جھوٹا کہتے ہیں نہ سچا اور اس کے برخلاف کچھ سننا نہیں چاہتے اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ بخایوں پر اس جھوٹے نبی نے اپنا اس قدر جادو ڈالا ہے کہ اول تو ایک یا دوسری پارٹی کی کھل میں اس کے کلمہ گو ہو گئے ہیں۔

اور جو باتی ہیں۔ وہ بھی اس کو برائیں سمجھتے اور اپنی اولاد کو ان کے سکولوں میں دھڑادھڑ سمجھ رہے ہیں۔ خاص اس بات سے کہ اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ یہی پنجاب کے مسلمان تھے۔ جنہوں نے کچھ مدت پہلے ان کی تعداد میں اضافہ کیا۔ یہی پنجاب کے مسلمان ہیں۔ جو آریوں اور یہساںیوں کی تعداد بڑھا رہے ہیں اور یہی وہ پنجاب کے مسلمان ہیں جو آج اس فرقہ میں داخل ہو کر اسلام کو ضعف پہنچا رہے ہیں اور اسلام میں پورا پورا فساد اور تفرقہ ڈال دینے کے لئے ترازوں کے ہلکے پلے کو وزن دے رہے ہیں۔

قاضی صاحب مولوی صاحب مرزا کی اردو کا اور اس کے اندر سے بولنے والے کا تو ہمیں حال معلوم ہو گیا۔ اب اس کی فارسی کا بھی کچھ حال بیان کریں۔ کیونکہ وہ تو اس کی مادری زبان تھی۔

نودارو قاضی صاحب جیسا دیکھا سالا ویسی سالے کی بہن جیسی مرزا کی اردو ویسی ہی مرزا کی فارسی۔

قاضی صاحب اچھا مولوی صاحب کوئی فارسی کی مثال بھی ہے۔

نودارو سرکھجاتے ہوئے۔ فارسی کی مثالیں بھی بہت بکار ہیں یا کوئی ایک آدھ۔

قاضی صاحب نہیں بہت بکار نہیں۔ ایک آدھ ہی ہو گرفصاف اور فیصلہ کرن ہو۔

نودارو اچھا میں آپ کو اس کی الہامی کتاب کا ایک شعر سناتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کا مطلب آپ کو بیان کرنا ہو گا۔

قاضی صاحب مولوی صاحب میں یہ وعدہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں لفظی اہکال ہو۔

نودارو آپ لفظی اہکال سے نہ رہیں۔ اس کا لفظی ترجمہ کر دینا میر سذھے۔

قاضی صاحب بہت خوب! تو فرمائیے اور جلد فرمائیے کہ شعر کا نام من کر طبیعت بے قرار ہو رہی ہے۔

نوارو..... اچھا لجھئے سنئے اور غور سے سنئے۔ یہ مرزا کی الہائی کتاب براہین احمدیہ کا ایک شعر ہے جو درمیں ص ۵۹ پر درج ہے۔ یعنی منتخب شعروں میں سے ہے:

یقح محبوبے نمائندہ ہپھو یار ولبرم
مہر دماہ را نیست قدرے درویار ولبرم

دوسرے صدر عد اگرچہ دزن سے گرا ہوا ہے۔ لیکن ماہ کوئہ لکھنے سے درست ہو جائے گا۔ مگر آپ سے درخواست پہلے صدر عد کا مطلب بیان کرنے کی ہے اور لفظی ترجمہ اس کا یہ ہے کہ کوئی محبوب مشا بہت نہیں رکھتا جیسا میرا یار ولبرم مشا بہت رکھتا ہے۔ آپ تو دیوان غالب اور اس کی شرح ہمیشہ لے بیٹھا کرتے ہیں۔ اس صدر عد کے معنے بتا دیں تو ہم جانیں۔

قاضی صاحب..... کیا مرزا قاؤینی کے ایسے اوق اشعار کی کوئی شرح نہیں چھپی؟
نوارو..... ابھی شرح درج کو رہنے دیں۔ آپ اپنا دماغ لڑاؤں تھوڑی ویر بعد وجد و حالت والوں کی طرح شانوں کو داہنے سے بائیں اور با میں سے داہنے ہلا کر۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب مرزا کے مطلب معلوم ہو گیا۔ اس صدر عد سے اس نے یہ بیان کرنا چاہا ہے۔ بلکہ بخیال خود بیان کیا ہے کہ یقح محبوب بیار ولبرم نمائندہ یعنی کوئی محبوب میرے یار ولبرم سے مشا بہت نہیں رکھتا۔ ہائے افسوس! صد افسوس! اس غریب کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ مشا بہت رکھنے کے معنے میں جب مائدن استعمال ہوتا ہے تو اس کے بعد آتی ہے۔ نہ ہپھو۔ مولوی صاحب اس صدر عد کی صحت کر کے درمیں کے لئے ایک پرچھ صحیح قاضیان سمجھ دیجئے۔

نوارو..... لمحے قاضی صاحب شعر کی صحت ہو گئی۔ یقح محبوبے نبی نمائندہ یار ولبرم مہر و مرد رائیست رونق درد یار ولبرم۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب آپ نے تو کمال کیا کہ ایک تھوڑی ہی تبدیلی سے نہ صرف شعر کو صحیح کر دیا۔ بلکہ اس کا پایہ بڑا دیا۔ قدرے کی یہ کیسی بھوٹی معلوم ہوتی تھی اور شاعر کی کمزوری اور بے نبی پر دلالت کر رہی تھی۔ اس کی جگہ رونق کا لفظ لا کر آپ نے شعر میں رونق پیدا کر دی۔ واقعی کمال کیا۔ کمال کیا اور آج مجھ پر ثابت ہو گیا کہ آپ مرزا کے ساتھ آپ نے غالب آنے کے لئے ہر طرح پر پورے ہیں۔ افسوس اس لیاقت کے ساتھ آپ نے کلکر کی میں عمر صرف کر دی۔

نوارو..... قاضی صاحب! آپ نے خواہ نواہ میری گذی چڑھانی شروع کر دی۔ میں جو کچھ ہوں اور جس لیاقت کا آؤں ہوں۔ میں خود یہ اچھا سمجھتا ہوں اور خدا کا اور ازاں بعد اپنے حکام کا لاکھ لاکھ شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ سفید پوشی میں میری عمر اچھی عزت و آبرو سے گزر گئی۔ باقی رہا دینا

کمانا سو میں آپ کی اور صد ہامانالوں کو دیکھ کر بڑے بھروسے سے یہ بات عرض کر سکتا ہوں کہ دولت راست بازوں کی طرح خواہ وہ کتنے ہی لکھے پڑھے کیوں نہ ہوں۔ رخ کم کرتی ہے۔ آپ نے اور آپ جیسے صد ہاماروں نے فضیلت کی ذگیریاں حاصل کر کے کیا لکمایا۔ مرزا کی طرف دیکھنے کے ایک امتحان بھی اس سے پاس نہ ہو سکا۔ لیکن اس نے بعلم و فضل و کرامت کے بمانزدگی وف بجا کر اور اپنے ٹھہم اور مستجاب الدعوات ہونے کے اشتہار چاروں گل عالم میں پھیلا کر اور دو اخبارات چاری کر کے جو طرح طرح پر مرزا کے تحریفات میں رطب اللسان رہیں۔ لاکھوں روپیے کیا لیا۔ اگر سو میں سے پچانوے نے اس کو مفتری ہانا تو پانچ نے اس کو صادق مان کر تسلیم کر لیا کہ بے شک تو سچا مجدد، سچا مہدی، سچا نبی اور سچا نبی ہے اور تیرے مانے بغیر بجات نہیں۔

مفتی محمد صادق ایڈیٹر اخبار بدر کا خط جو سندا مرزا نے (حقیقت الوجی ص ۲۵، ۲۷، ۲۸) پرقل کیا ہے وہ شروع یوں ہوتا ہے:

”حضرت اقدس مرشدنا و مہدیہنا سعیج موعود و مہدی معہود والصلوٰۃ والسلام علیکم درحمۃ اللہ و برکاتہ“ اور ختم ہوتا ہے ”حضور کی جو یوں کاغلام، محمد صادق۔ یہوی..... توبہ توبہ تو نہ عذاب اللہ نہ عذاب اللہ۔ اس سمجحت کو اتنا بھی خیال نہ آیا کہ میرے نام کے ساتھ یہ کس کا نام لگا ہوا ہے۔ العظمت للہ“

بابو صاحب..... (ماتھے پر ہاتھ مار کر) انہی اجرتی خوشاب یوں نے تو مجھے جاہ و برہا دکرویا۔ اگر یہ بیوی میری بھی میرے ساتھ گراہ ہو جاتی تو ہم دونوں ہی ڈوب گئے تھے۔

نووارد..... قاضی صاحب ان اجرتی شاخوں کا ذکر کچھ مختصر سا ذکر عبد الحکیم خان صاحب مرحوم و مخور نے اپنی کتاب الذکر الحکیم کے ص ۹ پر اس طرح کیا ہے:

مرزا کی مجلسوں میں ذکر خدا اور اصلاح نقوں کی بجائے مخلکوشاعروں کے قصائد مرزا کی حمد میں پڑھے جاتے ہیں۔ جس میں مرزا کو مظہر نور کریا۔ سب ادیاء سے افضل۔ بعض انبیاء سے بڑھ کر کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ یا رسول اللہ کے نام سے پکارا جاتا اور جھوٹ بکواس بارا جاتا ہے کہ تو نے صلیب کو توڑ دیا۔ شرک و کفر کو مٹا دیا۔ آریاؤں، نجیب یوں اور دہر یوں کے ناک میں دم کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ خود کمی مشاہدہ خدا ہوتا ہے۔ کبھی بخزلہ اولاد خدا تو حید خدا۔ کبھی کہتا ہے: ”کل لک ولا مرک“ (تذکرہ ص ۴۰۶، طبع سوم) ”سرک سری“ (تذکرہ ص ۹۳، طبع سوم) ”ظہور ک ظہوری“ (تذکرہ ص ۴۰۷، طبع سوم) بہشت دوزخ کا مالک و مقابر۔ مظہر خدا نہ دوچار۔ لا کھیساںی

مسلمان ہوئے۔ نہ مسلمانوں کا عیسائی بننا بند ہوا۔ نہ ہندوستان سے بہت پرستی اور قبر پرستی صاف ہوئی اور بلکہ خود قبر پرستی اور منارہ پرستی کی بنیاد وہ اولی۔ نہ آریاؤں کی ترقی کم ہوئی۔ نہ مسلمانوں کے اندر ورنی فسادات کم ہوئے۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب مرزا کی عربی کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔

نووارو..... قاضی صاحب بچپن میں گوئیں نے عربی مقامات حریری تک پڑھی تھی۔ مگر مرزا ولت نہ رہنے کی وجہ سے بالکل لیا ماندیا ہو گئی۔ اس لئے میری اپنی رائے مرزا کی عربی کی نسبت بالکل کچھ وقت نہیں رکھ سکتی۔ ہاں امیں نے یہ دیکھا ہے کہ علمائے اسلام نے اس کی عربی میں اتنی غلطیاں پکڑیں کہ یہ حقیقی اٹھا۔ مولوی محمد حسن صاحب فیضی مرحوم جو عربی کا لمحہ کا پروفیسر تھا۔ اس کے ساتھ جو مرزا نے چھیٹر چھاڑ شروع کی۔ تو وہ ایک ۲۳ اشعار کا بے نقطہ قصیدہ لکھ کر مرزا کی تلاش میں نکلا اور اسی شہر سیالکوٹ کی مسجد حکیم حسام الدین میں مرزا کے پیش کر کے درخواست کی کہ اس کو پڑھ کر حاضرین کو اس کا مطلب سمجھائیے۔

مرزا ویری تک اس کو دیکھتا ہا اور جب کچھ سمجھنہ آیا تو اس کو اپنے ایک فاضل حواری کے حوالے کیا۔ اس نے بعد ملاحظہ مولوی صاحب مرحوم سے درخواست کی کہ آپ اس کا ترجیح کر دیں۔ اس کا ہم کتو پڑھنیں ملتا۔ اس پر مولوی صاحب نے قصیدہ واہیں لے لیا اور پھر یہ کل حال بمعہ قصیدہ کے مولوی صاحب مرحوم مغفور نے اخباروں میں چھپوا دیا۔ یہوی جی مجھے یہ دینا کتاب روئیہ اور مقدمات قادریانی۔ یہ دیکھئے اس کے حصہ "مرزا قادریانی پر مقدمہ" کے صفحات ۸، ۱۱۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب اب اجازت لیجئے کر جیں۔

نووارو..... قاضی صاحب تھیریے! آج بابو صاحب ان مرزا یوں میں جانے والے ہیں۔ انہیں تھوڑی سی تعلیم دے لوں۔ بابو صاحب کیا اس طرف آج تشریف لے جانے کا آپ کا پختہ ارادہ ہے؟

بابو صاحب..... می انشاء اللہ۔

نووارو..... اچھا بدباتیں ہیں۔ ایک یہ کہ میں پیشین گوئی کئے دیتا ہوں کہ انہوں نے نہ خود ان مواقعات کو پڑھنا ہے نہ آپ سے سننا ہے۔ ہاں جھگڑا آپ سے خوب کریں گے۔ ایک کچھ کہہ گا دوسرا کچھ کہہ گا۔ پس آپ بھی اگر پیشین گوئی کر سکیں کہ وہ آپ سے کیا پوچھیں گے۔ تو اس کے جواب کے لئے آپ تیار ہو کر جائیں۔

بابو صاحب..... یہ تو میں کیا عرض کروں؟ کہ مجھ سے وہ کس بات پر بحث کریں گے۔ مگر ان کے سکتا ہوں کہ چھوٹے ہی وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ابن مریم مریم گیا حق کی قسم۔

نوارد..... بابو صاحب آپ غور فرمادیں اگر کوئی شخص ہم سے کہے کہ تمہارا کان کتا لے گیا۔ تو ہم اپنے کان کو دیکھیں گے یا کتنے کے پیچے دوڑ پڑیں گے؟ ایک شخص ہمیں کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ۱۸۰۰ اسال ہو گئے فوت ہو چکے اور آنے والا عیسیٰ میں ہوں۔ جو اس کی خوبی پر آ گیا۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ۱۸۰۰ اسال کے قصہ کو لے بنیشیں۔ ہم کیوں نہ اس سے کہیں کہ بتا تجھ میں کون سی عیسیٰ کی خوبی ہے کہ جھکڑا فوراً ختم ہو جاوے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی خوبی وہ اپنے میں بتائے تو ہم اس کو دونوں آنکھوں پر قبول کر لیں اور اگر نہ بتائے تو ہم اسے کہیں کہ ہلکم کرتے جھوٹا ہے۔ معاملہ و منش میں طے ہو گیا اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ بالغرو مسلمانوں کے عیسیٰ علیہ السلام والی باتیں اپنے میں ثابت کر کے دکھاوے۔

نہیں، عیسائیوں کے عیسیٰ علیہ السلام میں جو باتیں اس نے ثابت کی ہیں۔ انہی کا ثبوت اپنے میں دیوے۔ تب بھی ہم اسے عیسیٰ مان لیں گے۔ تو ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کی خوبی اپنے میں دکھاوے اور اگر عیسائیوں کے صحیح کی خوبی رکھنے کامدی ہے تو عیسائیوں کی طرف جاوے۔ ہم سے اس کا کچھ سرد کار نہیں۔

بابو صاحب میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھ لجھتے ہا کہ مسئلہ حیات و ممات سچ میں ہم کمزور ہیں اور مرزا اُن غالب۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ہیوقوف ہیں کہ یہ مسئلہ ہم سے چھیڑتے ہیں کیونکہ اس بحث میں اپنے دعوے کی جو وہ دلیل دیتے ہیں۔ وہی اس دعوے کا قلع قمع کروتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کرتی ہے۔ میں اس کو پہلے بھی مکر لی عبارت میں بیان کر چکا ہوں۔ شاید آپ نہ سمجھے ہوں۔ اب مختصر آپ کو سمجھا تا ہوں۔ غور سے سنئے! اور عمر بھر یاد رکھئے۔

نوارو کا کہنا تھا کہ حاضرین سب کے سب ہمہ تن گوش ہو کر نوارو کے بالکل قریب آ بیٹھے اور قاضی صاحب کو بھی رخصت ہونے کے لئے اجازت طلب کرنا بھول گیا۔

نوارو..... بابو صاحب مرزا کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ صلیب سے اتارے گئے۔ تن دن قبر میں مدفون رہے۔ پھر قبر سے نکالے گئے اور حواریوں سے اپنے صلیبی زخمات کا علاج کر کر کامل کے رستہ کشمیر پڑھے گئے اور ۲۰ اسال کی عمر پا کر یعنی ساڑھے ۸۶ سال بعد کشمیر میں فوت ہو گئے۔

اور اس دعوے کی دلیل یہ کہ قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ان عیسائیوں کو کہا تھا کہ خدا کے سوا میری اور میری والدہ کی بھی پرستش

کرو۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب میں عرض کریں گے کہ خداوند! اگر میں یہ بات کہتا تو تجھے معلوم ہوتا۔ میں جب تک ان میں رہا۔ ان کے حال کا گران رہا۔ پھر جب تو نے مجھے موت دے دی تو تو یعنی ان کا گران حال تھا۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جواب کے اگر یہ معنے نہیں تو اور کیا ہیں؟ کہ جب تک میں ان میں زندہ رہا۔ ان کے حالات کو دیکھا رہا۔ لیکن جب میری زندگی کا خاتمہ ہو گیا تو پھر مجھے خبر نہیں کہ انہوں نے کیا کیا۔

اس جواب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شمیر جانے کا قصہ تو چاروں خانے چت ہو گیا۔ کیونکہ شمیر جا کر نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان میں رہتے تھے اور نہ دہاں بیٹھ کر شام کے لوگوں کے حالات دیکھتے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت فوت ہوئے۔ جب وہ شام کے لوگوں میں تھے اور ان کے حالات دیکھ رہے تھے۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سولی سے زندہ اترنا غلط ثابت ہوا۔ پس ان کی اپنی ہی دلیل نے ان کے دعوے کو بیان دیا۔ ہاں ثابت ہوا تو کیا ہوا کفارہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر مر کر اپنی امت کو بخشوائے گئے۔ باقی رہ گئے، ہم اور ہمارا ساتھی ہمارا قرآن کروہ ”وما قاتلوه وما صلبوه“ خدا ہمیں اس پر قائم رکھے اور اس پر مدد لے۔

اس پر سب نے آئین تو کی۔ لیکن خوشی کے مارے حاضرین کا یہاں حال تھا وہ ہیان سے باہر۔ قاضی صاحب نے اس ۶۲۶۰ سال کے نوادر و بوڑھے کا منہ اس شوق سے چو ما کہ اس کا بیان کرنا مشکل ہے اور اس کو اخا کر گھن میں اس طرح پھرے کہ گویا لگر گئے کی بوئے نے پیشہ لگادی۔

با یو صاحب مہربانی کریں۔ میرے پاس بیٹھ کر تیر کریا پانی مجھے لکھوادیں۔
نوادر و بہت بہتر لکھتے۔

مرزا کا دعویٰ

حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے۔ ابن مریم مرگیا حق کی قسم۔

سوال کس طرح فوت ہوئے؟

جواب اس طرح کہ حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے کپڑ کر سولی پر کھینچ دیا۔ سولی سے اتارے گئے۔ تو جان باقی تھی۔ تین دن قبر میں رہے۔ پھر مغلی طور پر حواریوں سے صلیبی زخوں پر رہم لگاؤ کر شمیر بھاگ گئے۔ دہاں رہ کر ۸۷۶ سال کے بعد فوت ہو گئے۔

سوال..... اس دعوے کی دلیل؟

جواب..... اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ:

”قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے سوال کرے گا کہ کیا آپ نے ان لوگوں (عیسائیوں) کو کہا تھا کہ خدا کے سماں میری اور میری والدہ کی پرستش کرو؟ تو حضرت عیسیٰ عرض کریں گے کہ خداوند! اگر میں نے کہا ہوتا تو مجھے خوب معلوم ہوتا۔ میں جب تک ان میں رہا۔ ان کے حال کا گران رہا۔ لیکن جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا (اسلامی معنی) دنیا سے اٹھالیا (مرزاںی معنی) موت دے دی تو پھر تو ہی ان کا گران حال تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کا یہ حصہ کہ جب تو نے مجھے موت دے دی تو پھر تو ہی ان کا گران حال رہا۔ صاف کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی موت تک ان میں اور ان کے گران حال تھے۔ اس بیان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے حواریوں سے ۸۶ سال غائب رہ کر شمیر میں فوت ہونے کے قصہ کو بالکل فلسطین ثابت کر دیا اور جب واقعہ صلیب کے بعد آپ کا شمیر جانے کا قصہ یاروں کی گھڑت ثابت ہوا تو آپ کی موت لا محالہ صلیب پر ہی واقعہ ہوئی۔ کیونکہ اور کسی جگہ آپ کا آباد ہتنا اور مرتباً ثابت نہیں اور موت صلیب پر واقع ہونے سے کفارہ ثابت ہوا۔ یا یہود کا یہ قول کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا۔ چونکہ یہ دونوں باتیں جو ثابت ہوئیں، خلاف ہیں قرآن کریم کے۔ لہذا ثابت ہوا کہ توفیقی سے موت کے معنے لینے والا قرآن کریم کا مکار اور خود غرض جھوٹا ہے۔

لیجئے! بابو صاحب، تم رخصت ہیں۔ آپ جانیں اور آپ کے مرزاںی۔ یہ کہہ کر نوادرد اور قاضی صاحب سلام علیک و علیکم السلام کہتے ہوئے رخصت ہوئے۔

دوسرادن دروازہ پر دیکھ۔

گاموں آئیے آئیے آؤ لکھ آؤ۔ جی آیاں نوں۔

نوادرد گاموں بابو صاحب نے چاء پیا؟
 گاموں نہیں جی ابجے تے جانو نے گائیں بھی نہیں چوئی۔ نوادرد اور قاضی صاحب اندر داخل ہو کر سلام علیک و علیکم السلام کے بعد۔ آج ہمارا بہت سوریے تکلیف دینا معاف رکھئے گا۔

۱۔ ”لاتر روازہ وزراخز“ (پ ۸۷) میں اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھا پنے اور پہنسیں لے گا۔

بابو صاحب بہت سویرے؟ ہمارے ایمیٹ کے مطابق تو آپ صاحبان دیرے سے تشریف لائے ہیں۔ یہ کہہ رہی تھیں کہ آج مولوی صاحب کو نیند نہیں پڑنی۔

نووارو بارکماشی والوں کے ایمیٹ تو روپیہ کا سوار روپیہ ہوتے ہیں۔ لیکن ہم اس سے سویرے کیا آتے کہ چاء بھی نی کرنیں آتے۔

بابو صاحب (سُکرتاتے ہوئے) گاموں چاء کا جلد بندوبست کر۔

نووارو (چاء پر بیٹھ کر) اچھا بابو صاحب فرمائیے۔ ان اعترضوں کا آپ کو کیا جواب ملا؟

بابو صاحب خاک! کل میں ابھی جانے کے لئے تیاری ہی کر رہا تھا کہ مولوی صاحب خود ہی تشریف لے آئے۔ پہلے تو وہ اس شیطان نے ان کے ساتھ تخریکیا کہ آنحضرت ﷺ کی سنت تھی مرنا اور مرزا قادیانی کی سنت تھی۔ اپنے نام سے لفظ غلام ہٹا دینا۔ آپ نے دونوں میں سے ایک سنت بھی ادا نہیں کی۔

نووارو خوب خوب! مگر گاموں تجھے کس طرح معلوم تھا کہ ان کے نام میں غلام آتا ہے؟

بابو صاحب ان کے دروازے پر دستک دینے پر جو یہ باہر لٹلا۔ تو انہوں نے اسے انہا نام بتایا تھا کہ کہہ دے کہ فلا نا آیا ہے۔

نووارو خوب خوب! اچھا پھر اس غریب کو کچھ جواب ملا؟

بابو صاحب نہیں کچھ نہیں۔ مجھے کہنے لگے کہ آپ نے اپنے توکر بڑے گستاخ کر کر ہیں۔ میں نے اس کی طرف سے مخدرات چاہی اور معاملہ رفع و فتح ہو گیا۔ جواب کی نوبت نہ پہنچی۔

قاضی صاحب پیالی چائے کی ہٹا کر اس شیطان نے سوال ہی اپیا کیا۔ اگر وہ اپنی لا جوابی کو غصہ میں نشانہ لے تو کیا کرتے؟

بابو صاحب پھر میں نے حضرت علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق دونوں مقام نکال کر پیش کئے تو ان کو بار بار پڑھا۔ پھر ان کو بند کر کے مطبعے دیکھتے رہے کہ کن کن مطبوعوں میں چیزیں اور کس کس ستد میں۔ پھر بہت دیر خاموش رہنے کے بعد فرمانے لگے کہ میں اپنی کتاب میں بھی دیکھ لوں۔ اگر ان میں بھی اسی طرح ہے تو یہ حضور علیہ السلام کی ایک غلطی ہے۔ مولوی صاحب کچھ نہ پوچھتے کہ ان کی ان حرکات و کلمات سے میں ایسا ان سے مایوس ہوا کہ پھر میں نے وہ حیات و ممات والا پر چہ بدل نخواستہ ان کے پیش کیا۔ اس پر چہ کے پڑھنے میں تو ایسے مستفرق ہوئے کہ میں دیکھتا تھا کہ بھی ان کی بھوئیں ماتھے پر چلی جاتی تھیں بھی آنکھوں پر آنہبھتی تھیں۔ کبھی دارجی میں خلاں تھا۔ تو کبھی موجودوں کی شامت تھی۔

اس طرح پر بہت سا وقت گزار کر جوانہیں خیال آیا کہ میں جواب کے لئے منتظر بیٹھا ہوں تو ایک بڑی لاپرواہی سے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس بیان میں خدا نے اختصار سے کام لیا ہے۔ کوئی بات بیچ میں سے چھوڑ دی گئی ہے۔ مگر یہ کہتے ہیں ہی انھوں نے ہو گئے اور فرمائے گئے کہ اس کا جواب آپ کو کل بیچ جائے گا۔ میں نے کہا بہت بہتر مگر کس وقت؟ فرمائے گئے کہ مجھے مشاغل بہت ہیں۔ فرصت بہت کم ملتی ہے۔ جس وقت مجھے تھوڑی سی فرصت ملی۔ اس کا جواب آپ کی جیب میں ہوا گا۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔

نووارو..... بابو صاحب آپ نے غصب کیا۔ جس وقت انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ اختصار کے لئے کوئی بات بیچ میں سے بیان کرنے سے چھوڑ دی گئی ہے۔ آپ کہتے کہ آپ کے ساتھ رعایت ہے کہ جو عبارت بھی آپ اس میں چھوڑ دی ہوئی خیال فرمائیں۔ اسے شامل کر کے جواب دیں۔
بابو صاحب مولوی صاحب آپ بھی ظلم کرتے ہیں۔ میں اس طرح کہتا تو خدا جانے وہ کیا عبارت اس کے ساتھ شامل کر دیتے۔

نووارو..... نہیں بابو صاحب آپ نے غور نہیں کیا۔ جب بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ خداوند میری گرانی اس قوم کی میری موت سے تیری طرف منتقل ہو گئی۔ پھر وہ کون ہی عبارت ہے کہ آگے یا یچھے یا بیچ میں لگائی جا کر انہیں فائدہ دے گی۔ یہی بات حق جوانہیں وہ کلمہ کہتے ہی فوراً سوچ گئی اور وہ اس خوف سے انھوں نے کہا کہ روانہ ہو گئے کہ ایسا شہ ہو یہ پوچھیں کہ وہ کون ہی بات ہے۔ کیونکہ اگر کوئی فی الحقیقت اسکی بات ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس بیان کی تردید کرتی ہے کہ میری اپنی قوم کی گرانی کو میری موت نے تیری طرف منتقل کر دیا تو خداوند کریم نے اس بات کے ذکر کو چھوڑ دینے میں اختصار نہیں کیا۔ بلکہ بد دیانتی کی۔ (سجادۃ اللہ) کیونکہ اختصار میں صرف فالتو اور غیر متعلق با تم چھوڑ دی جاتی ہیں۔ نہیں ہو سکتا کہ ”لاتقربوا الصلوة“ وانتم سکارے“ کا اختصار ”لاتقربوا الصلوة“ کیا جائے۔

قاضی صاحب بابو صاحب آپ اور ہم بڑی غلطی کریں گے۔ اگر ان مولوی صاحب کی طرف سے اس اعتراض کے جواب کے منتظر ہیں گے۔

بیوی قاضی صاحب نہ ہمیں کسی سے بحث کی خواہیں ہے نہ ہمار جیت کی۔ میری خواہش تھی تو یہ کہ آپ کے بابو صاحب اپنے اسلام پر ایسے پختہ ہو جائیں کہ پھر کسی کے بہکانے میں نہ آ جاویں اور زیادہ خوف مجھے انہی مولوی صاحب کا تھا۔ جنہوں نے اپنا تکمیل کلام یہی بنا رکھا ہے کہ ابن مریم مرگ یا حق کی قسم۔ اللہ کا لا کھلا کھکر ہے کہ اب وہ ان کو منزد کھانے کے لائق نہیں رہے۔

قاضی صاحب..... یہوی جی آپ کے اس مولوی صاحب کے تجھیے کلام بیان کرنے سے مجھے پھر خیال آیا کہ جب مرزا حافظ صاحب اور استاد غالب جیسے چٹی کے شاعروں کے اشعار کے نقل کرنے میں غلطی کرتا ہے تو وہ کون سے شاعروں کی قطار میں تھا کہ اس کے صحت سے گرے ہوئے وزن سے گرے ہوئے اور اسلام کے خلاف اشعار کو غریب عبد القادر حنفی طور پر یاد نہ کر لینے سے بے علم قرار دیا گیا۔

نووارو..... قاضی صاحب آپ نے اتفاقاً کوئی ایک شعر مرزا کا تاج کی غلطی سے غلط پالیا۔ تو آپ نے اس کو شاعروں سے خارج کر دیا۔ مگر اس کے بڑے بڑے زور کے آپ اشعار میں تو حیران رہ جائیں گے۔

قاضی صاحب..... مثلاً

نووارو..... مثلاً ہر برگ صحیفہ ہدایت، ہر جو ہر عرض شیعہ برادر۔ (دوشین فارسی ص ۷۰)

قاضی صاحب..... (تمی کے مارے لوٹ پوٹ ہو کر) مولوی صاحب آپ نے مجھے بڑا دھوکہ دیا اور ثابت ہوا کہ؟ آپ بھوٹھ میں یہ طوలے رکھتے ہیں۔ میں سمجھا تھا کہ آپ واقعی کوئی بڑے پائے کاشمیر بیان کریں گے۔ مگر اس شعر نے تو مجھے حق ایقین کی طرح ثابت کر دیا کہ وہ تیسرے درجہ کے شاعروں میں بھی شمار کرنے کے لائق نہیں۔ غصب خدا کا عرض بفتحین کو عرض باللّٰہ بالدرح۔ یہوی جی تمہاری کتابیں کہاں رکھی ہیں؟

یہوی..... گاموں انہیں میری کتابوں کی الماری دکھاوے۔ قاضی صاحب اندر سے ایک دو کتابیں نکال لائے اور یوں پڑھنے لگے:

نہرا الفصاحت ص ۱۹ او مگر واجب است کہ لفظ تحرک اُھین را بجائے ساکن اُھین، نیاز
رند و بھجن پا لعکس ما نہ، عدن کر بسکون دل است۔ بحقی بہشت بودو عدن بافتح دال نام جزیرہ ایست
از دریائے عمان، پس عدن اوقل را بجائے عدن دوم ذکر جاید کر دو دو مرام را بجائے اول جاید آور و۔
غیاث اللغات عرض بالفتح ظاہر کردن چیزے را بر کے وہنائی و متاع و محنت خانہ و
بحقی طامست و دیو اگی و تحسین چیزے کے تمام تحریر دیگر باشد مش رنگ بر جامد و حروف بر کاغذ پس
چاہم و کاغذ جو ہر بیا شد، چاکر بذات خود قائم است ورنگ و حروف عرض چاکر کہ قیام آں بوسیلہ جاس
و کاغذا است۔

بالوصاحب..... قاضی جی یہ علمی باتیں چھوڑیں۔ مولوی صاحب کوئی تزیدی ارضمون شروع کریں اور آپ صاحبان کھانا بینک کھائیں گے؟

نووارو..... ہابو صاحب شاید بھی کوئی مرزاںی آپ سے یہ کہے کہ مرزے کے سے اعلیٰ خاندان کا آدمی نبوت کا جو بنا دعویٰ کس طرح کر سکتا تھا۔ تو میں آج اس کے خاندان سے بکھلی آپ کو انڑو ڈیوس کر ادوس۔ ”مرزا امام دین ہماری برادری کا آریہ سماج میں داخل ہو گیا ہے۔“

(سر جنم آریہ ص ۱۹۰، خرائیں ج ۲۲۸)

”میرے ہنروئی کا خالہ زاد بھائی عیسائی ہو گیا۔“

(کتاب البریہ ص ۱۳۳، خرائیں ج ۱۷۳ ص ۱۷۳)

”یہ فریق خالف جن میں سے مرزا احمد بیک بھی تھا۔ اس عاجز کے قریب رشتہ دارگر دین کے سخت خلاف تھے اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہ رسول اللہ ﷺ کو علاویہ گالیاں دیتا تھا اور اپنا نام ہب دہری پر رکھتا تھا اور یہ سب مجھ کو مکار خیال کرتے تھے اور نشان مانگتے تھے اور صوم و صلوٰۃ اور عقائد اسلام پر مٹھما کیا کرتے تھے۔“ (اینہ کمالات ص ۳۲۴، خرائیں ج ۵ ص ۳۲۴) اور مرزا قاضیانی پرمقدمہ کے ص ۲ پر یہ ربائی اس خاندان کا حال بیان کر رہی ہے کہ ان کو لیڈر بننے کا کس قدر شوق تھا۔

یک قاطع نسل دیک سیحائے زمان
یک مہتر لال بیکیان دوزان
اقد چونگزربنا دیانت گاہے
اين خان تمام آتاب است بدان

ہابو صاحب عیسائی اور آریہ وغیرہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرت (توبہ نعوذ بالله) آیات خود گھر لیتے تھے اور ان کا بذریعہ فرشتہ اپنے رہنا زل ہونا یا ان کرتے تھے اور جاہل عرب ان کے کہے کو سچا مان لیتے تھے۔ ان اعتراضوں کو کوئی صحیح سمجھتا تھا کوئی غلط۔ مگر غلط ماننے والوں کو مرزے نے عملہ کر کے دکھایا کہ تم توجہات کے زمانہ کی اس بات کو نہیں مانتے۔ میں اس تعلیم کے زمانہ میں بھی تمہیں وہی کچھ کر کے دکھا دیتا ہوں۔ میں قربان جاؤں ان علمائے دین کے جنہوں نے صاف صاف اس کو منفرتی اور جو بنا نبی ہونے کا نتوی دے کر عالم پر روشن کر دیا کہ مسلمان پر اور جھوٹے نبی میں تیز کر لینے کی قابلیت بھی رکھتے ہیں۔

۱۔ خدا کا گھر ہے کہ اس کو آپ جیسی کارروائی نہ سوچی اور اس نے تلقوں کو مسلمان بن کر گراہن دیکیا۔ وہ آپ سے پہلے بخواجائے گا۔ اگر آپ جیسے بخسے گئے۔

بایو صاحب اس نے نبی بننے کے لئے کیا کیا چالا کیاں کیں۔ ہمارے صدق و کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشین گوئیاں معیار ہیں۔ مجزات یعنی کرتب نہیں۔ جانتا تھا کہ پیشین گوئیاں انسان عقل سے کر سکتا ہے۔ لیکن جب آپ کے عقلی ذکر کو سلے غلط ثابت ہونے لگے تو یہ عذر رات تراشے:

..... ”پیشین گوئیوں پر استغارات کا رنگ غالب ہوتا ہے۔“

(زوال الحج ص ۳۰، خزانہ ح ۱۸ ص ۳۱۸)

..... ۲ ”اجتہادی غلطیاں انبیاء سے بھی ہو جاتی ہیں۔“ (ازالہ ص ۲۹، خزانہ ح ۳۲ ص ۳۲۲)

..... ۳ ”یہ کہنا کہ پچھے نبیوں اور محدثوں کی تمام پیشین گوئیاں عوام کی نظر میں صفائی کے ساتھ پوری ہوتی ہیں، بالکل جھوٹ ہے۔“ (کتاب البریص ص ۲۲، خزانہ ح ۱۳ ص ۳۷)

..... ۴ ”پیشین گوئیوں کے اوقات معینہ قطعی الدلالت نہیں ہوتے۔ با اوقات ان میں ایسے استغارات بھی ہوتے ہیں کہ دن بیان کئے جاتے ہیں اور ان سے برس مراد لئے جاتے ہیں۔“ (ازالہ ص ۵۲۵، خزانہ ح ۳۲ ص ۳۰۵)

..... ۵ ”وعید کی پیشین گوئیوں کا پورا ہونا بوجب تصویں قرآنیہ و حدیثیہ کے ضروری نہیں۔“

(حقیقت الحق ص ۳۸۹، خزانہ ح ۲۲ ص ۳۰۳)

..... ۶ ”بھی خدا و عده کر کے پورا نہیں بھی کرتا۔“

(حقیقت الحق ص ۳۷۷، خزانہ ح ۲۲ ص ۳۸۲)

بایو صاحب اب بھی اور جھوٹی پیشین گوئیوں میں کوئی تمیز باقی رہ گئی؟ قہقهہ

بایو صاحب یہ مرتا (آئینہ کمالات ص ۳۹۲، خزانہ ح ۵ ص ۳۹۳) پر اپنے نشان لکھتا ہے کہ ”میری سچائی کی صداقتوں میں سے ہے کہ خدا جل شانہ میری دعا میں قبول کرتا ہے۔ میرے قولوں فلکوں میں برکت دیتا ہے۔ میرے دوستوں کا دوست ہے اور دشمنوں کا دشمن اور لوگوں کی چپی ہوئی باتوں کی مجھے خبر دیتا ہے۔“ اب اس کی دعاوں کا حال ہن لجھے۔

سال ۱۸۹۸ء میں جس کو آج ۲۲ سال ہو گئے۔ (ایام الحج ص ۱۰، خزانہ ح ۱۲ ص ۳۳۹)

پر اس نے لکھا کہ: ”میں ہمیشہ پانچوں وقت کی نماز میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس بلا یعنی طاعون کو لوگوں کے سر سے نال دے۔“ یہ کتاب اگست ۱۸۹۸ء سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے۔ مرتا کی تاریخ دفاتر ۲۶، ۱۹۰۸ء ہے۔ اس حساب سے کیا اگست ۱۸۹۸ء سے سے ۲۵، ۱۹۰۸ء تک مرتا نے معمولی طور پر نہیں۔ نمازوں میں ۷۹۲۰ استہ ہزار نوسویں دفعہ دعا کی اور نتیجہ

علوم۔ ہیں مرزے کے مس塘اب الدعوات ہونے کو نہ مانتا گناہ عظیم ہے۔ کیونکہ یہ اس کا نشان (مجھرہ) تھا۔

بابو صاحب آپ شاید یہ بھیں کہ مرزے نے طاعون کے زخم دفع ہونے کے لئے دعا تو پیش کی۔ مگر خدا نے مرزے کو کچھ جواب تو نہیں دیا تھا۔ اب میں ایک ایسا قصہ سناتا ہوں کہ چودھویں صدی کا سچ آدھا یا پوتا حصہ دجال سے عہدہ برآ ہو کر اپنے خدا کے پاس فریادی گیا اور اس نے تسلی دی کہ میں اس کو آج سے پندرہ ماہ کے اندر ماروں گا۔ بشرطیکہ وہ عینی کو خدا کہنے یا اس کا بیٹا کہنے سے توبہ نہ کرے۔ بابو صاحب ہمارے مرزے کا دعویٰ تھا کہ میں سچ اور مہدی ہوں اور دجال کے قتل کے لئے آیا ہوں۔ دجال پادری ہیں اور کلیس ایجاد کرنے والے اور متول عیسائی اور قتل سے مراد ہے والاک سے مغلوب کرنا۔ پادری آقتم صاحب کے ساتھ مباحثہ میں ہمارے سچ موعود کو گویا دجال کے پوتا حصہ سے مقابلہ کا اتفاق ہوا۔ پندرہ روز تک یہ مباحثہ جاری رہا۔ جب پوتا حصہ دجال نے بھی آپ سے ہمارہ مانی تو آپ یوں گویا ہوئے:

”آن رات جو مجھ پر کھلا دیے ہے کہ جب میں نے بہت تفریع اور ابہتاں سے جتاب الہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کرو اور ہم عاجز بندے ہیں۔ تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمراً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچ خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہی دونوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہادیہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچ خدا کو مانتا ہے۔ اس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی۔ بعض انہی سو جا کئے کئے جائیں گے اور بعض لفڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننگیں گے۔

(پیشین گوئی یعنی جواب خداوندی ثُمَّ اسی طرح پر جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے سو ”الحمد لله والمنت“ کہ اگر یہ پیشین گوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظہور نہ فرماتی تو ہمارے یہ پندرہ دن ضائع گئے تھے۔ انسان ظالم کی عادت ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتا اور باوجود سننے کے نہیں سنتا اور باوجود سمجھنے کے نہیں سمجھتا اور جرأت کرتا اور سو شوغی کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا ہے لیکن اب میں جانتا ہوں کہ فیصلہ کا وقت آگیا۔ میں حیران تھا کہ اس بحث

میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بخشش تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کر اس شان کے لئے تھا۔

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین کوئی جموٹی نکلی۔ یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بساۓ موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے کوڈ دلیل کیا جائے۔ روایہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے۔ چھائی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کما کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ ضرور کرے گا۔ زمین و آسمان ٹل جائیں مگر اس کی باتیں نہ کیں گی۔

با یو صاحب و قاضی صاحب ہمارا مرزا ہمیں کہہ چکا کہ نص آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ مواعید کی پیشین گوئیاں ٹل جاتی ہیں۔ کبھی خدا وعدہ کر کے پورا نہیں بھی کرتا۔ پھر کیا سبب ہے کہ یہاں ان قادوں کو توڑ کر اس وعید کی پیشین گوئی کی نسبت خدا کی قسم کما کر کہہ رہا ہے کہ یہ ضرور پوری ہوں گی اور اس بات پر اس قدر زور دے رہا ہے کہ زمین آسمان ٹل جائیں گے۔ مگر خدا کافر مانانے میں گا اور یہ بھی کہہ رہا ہے کہ اگر یہ (وعید کی) پیشین گوئی پوری نہ ہو تو مجھے چھائی دے دو اور یہ کرو اور وہ کرو۔ اپنے عی اصول کے خلاف یہ تحدی کیوں؟ اس وقت نہ نصوص قرآن و حدیث مرزے کے ذہن میں ہیں۔ نہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ۔ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام والے مردموں کا بیان۔ شیخ عبدالقار جیلانی صاحب کا قول کہ (استقر اللہ) کبھی خدا وعدہ کر کے پورا نہیں بھی کرتا۔

بپوی..... بوڑھے دو ائم المرض آئتم کے دل میں خوف ڈال کر اس کو پندرہ ماہ میں مار دینے کے لئے۔

نووارو..... آگے فرماتے ہیں: ”اب میں ڈپی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ شان پورا ہو گیا۔ تو کیا یہ سب آپ کی نشاء کے موافق کامل پیشین کوئی اور خدا کی پیشین گوئی شہری گی یا نہیں؟ اور رسول ﷺ کے پچھے نبی ہونے کے بارہ میں جن کو اندر وہ بائیکل میں وجال کے لفظ سے آپ ہمدرد کرتے ہیں۔ محکم دلیل ہو جائے گی یا نہیں ہو جائے گی۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھ سکتا ہوں کہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ عی فیصلہ کر دیا ہے۔ اب ناقص نبی کی جگہ نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سوی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لمبیوں سے زیادہ مجھے لفڑی قرار دو۔“

(بیک مقدس س ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۴۱۰، ۳۴۱۱، ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴، ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۳۴۱۷، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۳۴۲۳، ۳۴۲۴، ۳۴۲۵، ۳۴۲۶، ۳۴۲۷، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۳۴۲۱۰، ۳۴۲۱۱، ۳۴۲۱۲، ۳۴۲۱۳، ۳۴۲۱۴، ۳۴۲۱۵، ۳۴۲۱۶، ۳۴۲۱۷، ۳۴۲۱۸، ۳۴۲۱۹، ۳۴۲۲۰، ۳۴۲۲۱، ۳۴۲۲۲، ۳۴۲۲۳، ۳۴۲۲۴، ۳۴۲۲۵، ۳۴۲۲۶، ۳۴۲۲۷، ۳۴۲۲۸، ۳۴۲۲۹، ۳۴۲۳۰، ۳۴۲۳۱، ۳۴۲۳۲، ۳۴۲۳۳، ۳۴۲۳۴، ۳۴۲۳۵، ۳۴۲۳۶، ۳۴۲۳۷، ۳۴۲۳۸، ۳۴۲۳۹، ۳۴۲۳۱۰، ۳۴۲۳۱۱، ۳۴۲۳۱۲، ۳۴۲۳۱۳، ۳۴۲۳۱۴، ۳۴۲۳۱۵، ۳۴۲۳۱۶، ۳۴۲۳۱۷، ۳۴۲۳۱۸، ۳۴۲۳۱۹، ۳۴۲۳۲۰، ۳۴۲۳۲۱، ۳۴۲۳۲۲، ۳۴۲۳۲۳، ۳۴۲۳۲۴، ۳۴۲۳۲۵، ۳۴۲۳۲۶، ۳۴۲۳۲۷، ۳۴۲۳۲۸، ۳۴۲۳۲۹، ۳۴۲۳۳۰، ۳۴۲۳۳۱، ۳۴۲۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳، ۳۴۲۳۳۴، ۳۴۲۳۳۵، ۳۴۲۳۳۶، ۳۴۲۳۳۷، ۳۴۲۳۳۸، ۳۴۲۳۳۹، ۳۴۲۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴۲۳۳۳۱۱، ۳۴۲۳۳۳۱۲، ۳۴۲۳۳۳۱۳، ۳۴۲۳۳۳۱۴، ۳۴۲۳۳۳۱۵، ۳۴۲۳۳۳۱۶، ۳۴۲۳۳۳۱۷، ۳۴۲۳۳۳۱۸، ۳۴۲۳۳۳۱۹، ۳۴۲۳۳۳۲۰، ۳۴۲۳۳۳۲۱، ۳۴۲۳۳۳۲۲، ۳۴۲۳۳۳۲۳، ۳۴۲۳۳۳۲۴، ۳۴۲۳۳۳۲۵، ۳۴۲۳۳۳۲۶، ۳۴۲۳۳۳۲۷، ۳۴۲۳۳۳۲۸، ۳۴۲۳۳۳۲۹، ۳۴۲۳۳۳۳۰، ۳۴۲۳۳۳۳۱، ۳۴۲۳۳۳۳۲، ۳۴۲۳۳۳۳۳، ۳۴۲۳۳۳۳۴، ۳۴۲۳۳۳۳۵، ۳۴۲۳۳۳۳۶، ۳۴۲۳۳۳۳۷، ۳۴۲۳۳۳۳۸، ۳۴۲۳۳۳۳۹، ۳۴۲۳۳۳۱۰، ۳۴

بھوی..... و یکھنے میری بات کی تصدیق۔ اتنا زور اسی لئے دیا گیا کہ اس بات کا یقین ہو جائے گا۔ تو گویا وہ شرک سے یعنی سچ خدا کو چھوڑ کر عاجز انسان کو خدا بنا نے سے توبہ کرے گا اور یا موت کے یقین سے پندرہ ماہ کے لئے عرصہ میں ہلاک ہو جائے گا۔

قاضی صاحب..... کیا پاوری عبداللہ آنحضرت ہمیشہ بیار رہتا تھا اور بوزھا تھا؟

نووارو..... تھی ہاں! ایسا کہ ان مباحثے کے دنوں میں بھی وہ کئی روز بیمار رہا اور عمر اس کی اس وقت ۲۰،۲۱ سال کے درمیان تھی۔

قاضی صاحب..... اچھا مولوی صاحب پھر کیا ہوا؟

نووارو..... قاضی صاحب پھر یہ ہوا کہ پادری آنحضرت صاحب نے مرزے کے اس الہام کو بالکل جھوٹا اور خود گھٹرا ہوا سمجھا ہاں اس بات کی کہ مرزا ان کو کسی مرید کے ذریعہ اپنا الہام سچا ثابت کرنے کے لئے مروانہ دے۔ انہوں نے یہ احتیاط کی کہ مرزے اور مرزا یعنوں سے غائب اور دور فاصلوں پر رہے اور لقل مکانی کرتے رہے اور مخلوق خدا نے اس الہام کے نتیجہ کا بڑے شوق سے انتظار شروع کیا اور جب ۵ ربیعہ ۱۸۹۳ء کی شام کو یہ میعاد پندرہ ماہ خدا نے تختہ خوبی ختم کر دی تو اگلے دن پادری عبداللہ آنحضرت دجال کی ذلت اور مرزا قادری اسی صحیح موعود کی عزت حسب پیشین گوئی ان کے خدا کے اس طرح ہوئی کہ اس دن یعنی یعنوں نے پادری آنحضرت کے گلے میں پھولوں کے ہارڈال کر ہاتھی پرسوار کر کے ان کا جلوس نکالا اور کل ہندوستان کے یعنی یعنوں نے مرزے کا ایک بروز بنا کر اس کا منہ کالا کر کے اور اس کے گلے میں رسی ڈال کر اسے ریچھ کی طرخ نچایا اور اس کے ساتھ کچھ شعر بھی پڑھئے گئے۔ دیکھو (ص ۲۸، ۳۰، الہامات مرزا) ان میں سے چند بطور نمونہ یہ ہیں:

ارے سن او، رسول قادریانی

لھین و بے حیا شیطان ٹانی

نچاوے ریچھ کو جیسے قلندر

یہ کہہ کہہ کر تیری مر جائے ٹانی

نچاویں تھو کو بھی اک ناق ایا

سکی ہے اب معمم دل میں ٹھانی

ہاں صاحب..... مولوی صاحب یہ پادری آنحضرت صاحب کب فوت ہوئے؟

نووارو..... ۲۷ ربیعہ ۱۸۹۶ء مقام فیروز پور مرزا قادریانی کی عمر میں۔

نووارو..... ہاں صاحب اب آپ نے مرزے کی قول شدہ دعا کا حال دیکھ لیا اور دعا بھی عیسیٰ اور

دجال کے درمیان جنگ میں گраб سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا اگر اپنے اس قول میں جھوٹا نہیں تھا کہ قتل دجال سے مراد تکوار یا نیزہ سے قتل کرنا نہیں بلکہ اس سے مراد ہے دلائل و نجی سے اس پر غالب آتا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آریاؤں سے گرفتاری۔ تو اپنے خدا کے پاس پہنچا اور پہنچت لمحراں کے قتل کا پروانہ لکھوا دیا اور پادریوں (بقول خود دجال) سے مباحثہ ہوا۔ تو اپنے خدا کے پاس فریادی بھاگا گیا اور دجال کے قتل (موت قبل ازابل) کا حکم حاصل کر لایا۔

لطیفہ..... کہتے ہیں کہ کسی شخص کے گھر میں ایک چور داخل ہوا۔ اس باب چوری کر کے اپنے کمل میں باندھ رہا تھا کہ مالک مکان بیدار ہو گیا۔ چور یہ دیکھ کر بھاگ پڑا۔ مالک مکان نے اس کا چیخا کیا۔ اب آگے آگے چور اور چیچے پیچے پیچے مالک مکان۔ کہ کہتا جاتا ہے کہ لوگوں دوڑ و پکڑ چور چور ہے۔ چور غصہ میں آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ او بے شرم! چار روپے کا مکمل میراث تیرے گھرہ گیا۔ ابھی چور میں ہوں؟ غصب خدا کا مرزا قادیانی عیسائیوں سے بحث کرتے ہیں تو ان کے قتل کا حکم حاصل کرتے ہیں۔ آریے سے گرفتار ہیں۔ تو اس کے قتل کا پروانہ لاتے ہیں۔ علماء اسلام سے بھل آتے ہیں تو ان کی موت اور ذلت کے الہام و حمایہ اور اسے اتراتے ہیں۔ کوئی انہیں دختر نہیں دینتا تو اس کی اولاد کی موت کے الہام اترتے آتے ہیں۔ طاغون کے قتل عام کو اپنی دعاؤں کا اثر ہتاتے ہیں۔ شکر اللہ میری بھی آپس نہیں خالی گئیں۔ پکھوں میں طاغون کی صورت پکھے زلازل کے بخار اور سرکار کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمان مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ ایک خونی مہدی کے منتظر ہیں۔ بابو صاحب کوئی مہدی بلا تمیز ہندو، مسلمان، بلا تمیز نیک و بد گورت و مرد، بلا تمیز بوزہ حا جوان اتنے خون کرے گا جتنے اس مرزے نے خدا سے طاغون اور زلزلے مانگ کر کرادیے۔
قاضی صاحب کسی شاعر نے کہا ہے:

ہول میں حرف درد جس پہلو سے اللود رہے

اس مرزے کو بھی جس پہلو سے اللوجھوں ہی جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ بابو صاحب آپ کے مکان کی چھت نئی ہے یا پرانی؟

بابو صاحب..... نہ کسی اگنی چھت ہے تو مغرب طگران آسمان چھاڑنے والے جھوٹوں کی کھاں ثابت لائے گی۔

نو دارو..... بابو صاحب مرزے کے دلی والے خرنے اس کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے۔ اگرچہ اس کا ایک ایک شعر قصہ طلب ہے۔ گھرنا ہم لطف سے خالی نہ ہو گا۔

قاضی صاحب..... بابو صاحب قصیدہ مغرب و مسادیں۔ خاص کر گھر کے مجیدی کا۔

نوارد..... اچھائے!

آؤ لوگو ہم پر ہے فضل خدا
ہم تمہیں دیں فیقی تم دو گے بھیک
گر بجا خدمت ہماری لاد گے
تم پر رحمت ان پر ہو گی حق کی مار
اس کے دل میں باخصوص اخلاص ہے
شر اس کو جان لو یا ہے یزید
ہائے دنیا میں پڑا کیا غصب
تاکہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش
گوٹے صدقہ کہ مل جاوے زکوٰۃ
رثیبوں کا مال یا بھائشوں کا ہو
حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
ان کے حال و قال بے تاثیر ہیں
یہ بھی لوگوں نے کیا ہے روزگار
خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
اس طرح کا پڑ گیا یار و غصب
جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
سارے بدختوں کا وہ سردار ہے
دوسرے بدنام اپنے کو کیا
کچھ گھٹا اس کا نہ ہرگز اتنا
بو مسلم آج احمد بن گنے
ہر طرف ڈالے انہوں نے جاں ہیں
سارے عالم میں وہ گویا ایک ہیں
مال پر لوگوں کے دھماں تنز ہیں
ہیں بھی تدبیر ہر دم سوچتے

ہے کہیں نوش بزرگی کا لگا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک
مال دولت اور بیٹھے پاؤ گے
تم پھلو پھلو گے دشمن ہوں گے خار
مال جو دے وہ مرید خاص ہے
جو نہ دے کچھ مال وہ کیما مرید
ہے مریدی داسٹے پیسوں کے اب
ہر گھری ہے مال داروں کی ٹلاش
قرض سے ایک دفعہ ہو جاوے نجات
ہو تیسوں یعنی کایا راغدوں کا ہو
کچھ نہیں تقییش سے ان کو غرض
آج کل مکاریے ہیں ہیں
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار
بیٹھی قیمت گر لیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب
قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے
بدگانی کا اسے آزار ہے
ایک تو پلے سے اس نے زردیا
کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا
بدمعاش اب نیک از حد بن گئے
عیلی دوران بنے دجال ہیں
ظاہری افعال ان کے نیک ہیں
عالم و صوفی ہیں اور شب خیز ہیں
ہر طرح سے مال ہیں وہ نوچے

کچھ نیا اب شعبدہ دکھلائیے
میدہ زر کی وہ دے دے ان کو قاش
ان کے دل کو اس نے پہنچایا سرور
جو شقی دے ان کو وہ ہے مقنی
کر کے تعریفیں اڑالیتے ہیں مول
اس قدر ہے ان کے دل میں حرص و آز
دین داری کی نہیں ہے کوئی بات
دولت دنیا ہے کھانے کے لئے
ہنسنے رہتے ہیں کبھی روتے نہیں
اپنی چالاکی پر اتراتے ہیں وہ
اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب آہت قرآن ہیں گویا ان کے خواب
قاضی صاحب یہ لظم مسدس حالی کی طرح تمام صحیح قصوں اور روایتوں سے پر ہے اور
جب تک وہ قصے معلوم نہ ہوں اس کا پورا اللف نہیں آ سکتا۔ الذکر الحکیم کے ص ۷۷ پر داکٹر صاحب
نے کچھ تھوڑی سے با توں پر روشنی ڈالی ہے۔

قاضی صاحب مولوی صاحب یہ لوگر کے بھیدی نے لکھا ڈھادی۔ آپ نے جو جو
اعتراض مرزے پر کئے ہیں۔ اس لظم نے ان کی تصدیق کر دی۔ یہ لظم میں مقبول کو حفظ کراؤں گا۔
بابو صاحب مولوی صاحب کیا پادری آنکھم والا قصہ آپ خشم کر بیشے؟
نووارو بابو صاحب اس پر میں کچھ اور بھی بیان کرتا ہوں۔ گمراہ سے بتنا بھی چھانو گے
کر کلاہے۔ سننے! مرزے کے دعوے یہ تھے:

۱..... حضرت عیلیٰ علیہ السلام کے زندہ آسان پر اٹھائے جانے کا عقیدہ غلط ہے۔ لیکن
۲..... عیلیٰ کے آنے کا قصہ ایسا صحیح ہے کہ اس کا نہ ماننا انسان کو فرنگ پہنچا دیتا ہے۔ لیکن
حضرت عیلیٰ علیہ السلام خود نہیں آئیں گے۔ ان کی خوبی پر کوئی آئے گا۔

۳..... وہ آنے والا سچ نہیں آگیا۔ جو مجھے نہ مانے وہ کافر ہے۔

احادیث میں جو آیا ہے کہ حضرت عیلیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آ کر دجال کو قتل کریں

گے۔ سو

- ۳ ”دجال سے مراد پادریوں کا گروہ۔“ (ازالہ ادھام ص ۳۹۶، خزانہ حج ص ۳۹۶) لیں
ایجاد کرنے والی قوم اور متوال اشخاص ہیں۔
- ۴ قتل سے مراد دلائل و بحث سے ان کی صفت کو پامال کرنا ہے اور ان کو ساکت کرنا ہے۔
- ۵ میں الہام خداوندی سے مشرف ہوں۔
- ۶ میں الہام خداوندی سے مشرف ہوتا ہوں۔“
- ۷ ”میں قریباً ہر روز خدا کے مکالمہ اور مقابله سے مشرف ہوتا ہوں۔“
(چشمہ سبکی ص ۱۹، خزانہ حج ص ۲۰)
- ۸ ”میں اپنے الہامات اور وحی کو بخدا قرآن کی طرح خطاط سے پاک سمجھتا ہوں۔“
(حقیقت الوحی ص ۲۱، خزانہ حج ص ۲۲)
- ۹ ”میرے صدق و کذب کا معیار میری پیشین گوئیاں ہیں۔“
(آنینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸، خزانہ حج ص ۵) ایضاً

جو الہام سے کی جاتی ہیں۔

- ۱۰ ”میں اس معنے سے نبی ہوں کہ غیب کی خبر پا کر اس سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہوں۔“
(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، خزانہ حج ص ۱۸)
- اب ہم مرزا کے پچھے یا جھوٹے ہونے کا امتحان کرتے ہیں اور جنگ نظری سے نہیں
بلکہ ہر ہی کشاورہ دلی سے۔ وہ اس طرح کہ ان گیارہ باتوں میں سے آخری نوباتیں یا ان میں سے
کوئی ایک پچھی ثابت ہو گئی تو ہم مرزا کی پہلی دو باتیں بھی پچھی مان لیں گے اور اگر وہ نوکی نوجھوٹی
ہیں تو اس کی پہلی دو باتوں کو صحیح مانتا لعنتی بنتا ہے۔

پادری آقہم کے ساتھ مرزا کا یہ مباحثہ بقول اس کے مسح و دجال کی جنگ تھی اور یہ
کیسا جنگ تھا۔ اس سچ کا جس کا انتظار چودہ سو سال سے کرتے کرتے مسلمانوں کی آنکھیں
پتھرا گئی تھیں اور عرب تک کے مسلمان خوشی سے اچھنے لگے تھے کہ مہدی پیدا ہو گیا۔ یہ کس کی جنگ
تھی۔ جس کو خدا نے اپنا منہ بولا یہا بنا�ا۔ یہ کس کی جنگ تھی۔ یہ کس کی جنگ تھی اس اپنے خلیفہ کا
جس کو خدا نے ایک دن بلا کر جہاں کے تمام اگلے پچھلے حالات سے مطلع کر دیا تھی۔ یہ کس کے
ساتھ جنگ تھا۔ دجال کے ساتھ؟

دجال کس کو کہتے ہیں؟ یہ لوگ جو پادریاں نہ مشرب رکھتے ہیں۔ اکثر وہ جھوٹ کے
پتے اور نجاست خوری کے کیڑے ہیں۔ ”انجام آقہم ص ۷، خزانہ حج ص ۱۷، ۱۸“ ان کا خدا کون
ہے؟ ایک کمزور انسان اس جنگ کا نام کیا ہے؟ جنگ مقدس۔ اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوتا تھا؟

کسر صلیب جس کے واسطے خدا نے اپنے منہ بولے بیٹھے کو بھیجا تھا اور جو اس کا مشن تھا۔ اس کے خدا نے اسے کیا بتایا تھا؟ جب یہ اپنے خدا کے فریادی گیا تو اس نے اس کے آنسو بیوں پوچھے کہ جاؤ۔ اگر دجال خدا کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کو خدا بنا نے سے توبہ نہ کرے گا۔ تو ہم ان ہزاروں میں سے ایک کو پندرہ ماہ تک کوئی داؤ لکا کر مار دیں گے۔ سر دست ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کی عمر کئی سال باقی ہیں۔ اچھا اگر وہ پندرہ ماہ میں مر جاتا تو کیا ہوتا؟

مرزا کا خبر دینے والا خدا اور عالم الغیب ثابت ہوتا۔ مسلمانوں میں فرقہ ناجیہ کا پڑھ چل جاتا اور خدا کا منہ بولا بیٹھا بننے والے کی بے عزتی نہ ہوگی۔ دیکھو یہ خدا کا منہ بولا بیٹھا (استخاء ص ۱۹، خزانہ حج ۱۲۷ ص ۱۲۷) پر لکھتا ہے: ”چنانچہ سب سے پہلے امر تر میں انہوں نے محض سفلہ پن کی راہ میں خلاف واقعہ شور چھایا۔ مگر کوچھ میں آقتم کو ساتھ لے کر وہ زبان و رازیاں کیں کہ جیسے اگر یزدی عملداری اس ملک میں آئی ہے۔ اس کی نظیر کسی وقت میں پائی نہیں جاتی اور صرف اسی پر اکتفا نہیں تھی۔ بلکہ پشاور سے لے کر سبھی، ملکت، الہ آباد وغیرہ میں۔“ اخ?

بابو صاحب (بھی روک کر) ابھی کہہ رہا ہے کہ مرزا نے جو لکھا ہے کہ میں حیران تھا کہ اس مباحثہ میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ تو یہ حیرت مرزا کی ۶۰ تقریباً کو رفع ہو گئی ہو گئی؟
نووارد اچھا بابو صاحب اب جبکہ اس سچ کو اپنے ہی قرار دادہ و جمال کے مقابلہ میں اسکی ذلت نصیب ہوئی کہ عمل داری سر کاری میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ تو فرمائیے کہ اس کی گیارہ بھیلی یا بھیلی تو پاؤں میں سے کون سی سمجھ ٹابت ہوئی۔
بابو صاحب ایک بھی نہیں۔

نووارد غریب مسلمانوں نے اس پہلوان کو دودھ اور ملائیاں کھلا کھلا کر پالا اور پہلے ہی اکھاڑہ میں چاروں شانے چت کر گیا۔ اگرچہ کمر کی مٹی پوچھ کر اس نے اپنے ساتھیوں کی آنکھوں میں ڈال دی کہ میری پیٹھیں گلی مگر غیر جانبدار ہزارہا اس کشتوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ کس طرح مانتے؟
قاضی صاحب یہ کس طرح؟

نووارد ابھی چندروں تک تو شرمندگی اور رنج کے مارے گھر سے باہر نکلا۔ آخر کلام تو اس کی یہ تاویلات سوچ کر نکلا۔ یعنی بھی کہا کہ آقتم نے میں مباحثہ میں قرباً ستر آدمیوں کے سامنے اپنا کان پکڑ کر زبان باہر نکال دی تھی کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو اپنی کتاب میں دجال بھیں لکھا۔ بھی اس کی توبہ تھی۔ اس پر خدا نے اسے مہلت دے دی۔ قاضی صاحب بیحاد پندرہ ماہ گزر جانے کے بعد اپس کہنا کیا نام مقبول عذر ہے اور ایما نداری سے کس قدر درور؟

اول تو الہام میں آنحضرت ﷺ کا سچوڑ کری نہیں۔ دوم اگر بات یہی تھی تو جب اس نے توبہ کی تھی تو اسی وقت بھری محل میں کمرے ہو کر پکار کر کہہ دیا تھا کہ لوگوں پر اوری صاحب نے تو بکری ہے۔ اب پندرہ ماہ میں اس کی موت کے انحضرت نہ رہتا یا پندرہ ماہ کے اندر اندر اپنے خدا سے جو قریبیاً ہر روز آپ سے ہاتھ کرتا تھا۔ پوچھ لیا تھا کہ اس نے تو توبہ کر لی ہے۔ اب اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ جو حکم وہ دینا تھا چھاپ کر مشتبہ کر دیتے۔ یہ کیا کارروائی کہ پندرہ ماہ تک تو اکثرے رہے اور اپنے دوستوں کے منع کرنے سے بھی منع نہ ہوئے۔ نہ ان کے سمجھائے سے سمجھے اور یہی کہتے رہے کہ وہ ضرور مرے گا اور جب پندرہ ماہ گزر گئے تو اب لوگوں کو بتانے لگے کہ اس نے توبہ کر لی تھی۔ پوچھ لیا تھا۔ وہ کر لیا تھا۔

بھی کہا کہ پادری آنحضرت ول میں ڈر گیا تھا۔ اس لئے خدا نے اس کو مہلت دے دی۔ اس کا جواب اگرچہ پادری صاحبان بہت عمدہ طور پر مرزا کے کو دے چکے اور مولوی شااللہ صاحب نے اپنے رسالہ الہامات مرزا میں اس مضمون میں جان ڈال دی ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ پادری آنحضرت کس سے ڈر گئے؟ اگر خدا سے ڈرتے تو مرزا کے ہاتھ پر آ کر بیعت کرتے نہ کہ مرزا سے امام الزمان سے کوئوں بھاگتے۔ اگر موت سے ڈرتے تو مرزا سے کا الہام سچا ہو جاتا اور ۶۳ سال کا بڑا ہمیشہ پیار رہنے والا اس فلم سے پندرہ ماہ میں ضرور بہاک ہو جاتا۔

اگر یہ کہا جاوے کہ پادری صاحب موت سے ڈر گیا تھا۔ تو اس کے خدا نے اس پر رحم کھا کر اپنا حکم منسوخ کر دیا تو یہ بالکل غلط۔ موت سے ڈرنے والے کو نہ دنیا نے بھی پسند کیا نہ خدا نے۔ نہ اس کے رسول نے تمام قرآن موت سے نہ ڈرنے والے بہادروں کی تعریفوں سے نہ ہے اور موت سے ڈرنے والوں کو خدا مثلاً ۸۵ میں فرماتا ہے: ”کہ تم موت کے ڈرسے پکے پکے نبدوں میں جا چھوٹ بھی تمہیں موت پالے گی۔“

گویا موت سے ڈرنے کو خدا ایک فعل لغو قرار دیتا ہے۔ یہ عجیب تماشہ ہے کہ ایک شخص خدا کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کو خدا بنتا ہے۔ خدا کامنہ بولا بیٹا یہ شکایت لے کر اس کے پاس فریادی جاتا ہے۔ تو وہ فرماتا ہے کہ اچھا اگر اس نے اس بات سے توبہ نہ کی تو ہم اگرچہ وہ مباحثہ میں پارہ تیرہ روز یعنی حاضر رہا ہے۔ لیکن یہ پندرہ دن مباحثہ کے اسی کی گردان پر تھوپ کے پندرہ دن کے حساب سے پندرہ ماہ کے اندر اس کی روکو قبض کر لیں گے۔ لیکن جب وہ علاوہ مشرک ہونے کے بزدل اور موت بے ڈرنے والا بھی ثابت ہوتا ہے۔ تو خدا خفیہ طور پر اس کو معاف کر دیتا ہے اور بیٹھے سے ذکر نہیں کرتا کہ میں نے اس کو بزدلی دکھانے کی وجہ سے معاف

کر دیا ہے۔ اب تم اس کے خون کے پیاس سے نہ رہو۔
 اگر کوئی شخص موت کے خوف سے فریض رجح ادا نہ کرے۔ تو کیا خدا اس کے اس خوف
 کرنے سے اس کی عمر بڑھادے گا۔ یا اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔ خدا کے دامنے کوئی مرزاںی
 نہیں یہ تو بتا دے کہ پادری آنحضرت صاحب کس سے ذرگئے تھے؟
 قاضی صاحب ان لغوتاویلات کے قصہ کو چھوڑ کر میں آپ کو مرزاے کے (ضد ورثۃ الامام
 ص ۱۳، ہجری ۱۴۰۷ھ ۲۷۷) کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جہاں وہ امام الزمان کس کو کہتے ہیں کی مدین
 لکھتا ہے: ”جس شخص کی روحاںی تربیت کا خدا تعالیٰ متوسلی ہو کر اس کی غفرت میں انکی امامت کی
 روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کے مقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے
 ان کو مغلوب کر لیتا ہے۔ وہ ہر ایک قسم کے وقتن درستین اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر عمر مگی
 سے جواب دیتا ہے کہ آخراً ماننا پڑتا ہے کہ اس کی غفرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس
 سفارخانہ میں آئی ہے۔“

اب اس مباحثہ میں اس امام الزمان کے جوابات کا حال سنئے: ”قرآن شریف کے
 پ ۱۶۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ترجمہ: حضرت مریم بولیں۔ میرے ہاں کیسے لڑکا ہو سکتا
 ہے؟ حالانکہ نہ تو نکاح کے طور پر مجھ کو کسی مرد نے چھووا اور نہ کبھی میں بدکار رہی۔ جبراٹل نے
 کہا جیسا میں آہتا ہوں ایسا ہی ہو گا۔ تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ تمہارے ہاں بے باپ کے لڑکا بیدا
 کرنا ہم پر آسان اور اس کے پیدا کرنے کی غرض یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہم اپنی قدرت کی ایک
 نشانی قرار دیں۔“

اس مباحثہ میں پادری آنحضرت صاحب نے مرزاے سے پوچھا کہ سچ کی پیدائش مجرہ ہی
 تھی یا نہیں؟ تو متواتر کئی پرچوں میں مرزاے نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ لیکن جب پادری
 صاحب نے پوچھا نہ چھوڑا اور ہر پرچہ میں اس کی طرف توجہ دلائی اور جواب مانگا تو مرزا قادیانی
 لکھتا ہے: ”سچ کا بن بآپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ محبوب نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام میں اور
 باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آتی ہے۔ ضرور باہر جا کر دیکھیں کہ کتنے کیڑے
 مکوڑے بغیر مال بآپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔“ (بجک مقدس میں ۱۸۰، ہجری ۱۴۰۷ھ ص ۲۸۱، ۲۸۰)

قاضی صاحب یہ تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اس جواب میں مرزا قرآن اور اسلام
 سے باہر نکل گیا۔ اب میں اس کے تلفظ کا حال آپ پر مکشف کرتا ہوں۔ جس زمانہ میں حضرت
 آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس زمانہ میں کل حیوان مثلاً گائے بھیں، ہاتھی، گدھا، گھوڑا، اونٹ،

بھیز، بکری، شیر، چیت، گیدڑ، لومڑی غرضیکہ درند، چمند، پرند بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ لہذا حضرت آدم علیہ السلام کے بغیر ماں باپ کے پیدا ہونے کو ہم کچھ بھی خصوصیت نہیں دے سکتے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے ایسے زمانہ میں پیدا کیا جب سلسلہ ترقی جنس کا ماں اور باپ دونوں کے ذریعے جاری تھا۔ پس مرزا کا حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ عجیب کہتا بالکل لغو ہوا۔ مزید برآں برسات کے کیڑوں کی پیدائش بھی نظر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی۔

بابو صاحب جزاک اللہ تعالیٰ جنتے اب ہاتھ دھو لجھے۔

نووارو جتاب پہلے دھوئیں۔

بابو صاحب دھوئے دھوئے تلف نہ کجھے۔ نہیں تو ریل چلی جائے گی۔

نووارو قاضی صاحب آپ۔

قاضی صاحب نہ صاحب آپ دھوئیں۔

نووارو اچھا تو پھر الامر فوق الا دوکھانے پر بیٹھ کر قاضی صاحب مولوی صاحب ضرورۃ الامام میں تو مرزا نے بڑی ڈیگ ماری کہ امام الزمان ایسا ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے۔ فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مجاہد کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پادری آنکھ کے اس ایک سوال کے جواب میں اس نے اول کمزوری دکھائی کہ جواب نہ دیا۔ جواب دینے پر مجبور کیا گیا تو صاف قرآن اور اسلام سے باہر کلی گیا۔ یعنی خدا تو فرماتا ہے کہ اس کو اس نئے بغیر باپ کے پیدا کرتے ہیں کہ اس کو اپنی قدرت کی نشانی قرار دیں اور مرزا کہتا ہے کہ میری نگاہ میں یہ کچھ عجوبہ نہیں ہے۔

سوم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے اغرب قرار دینے میں اس نے قلفتہ کا خون کر دیا۔ مولوی صاحب جنگ مقدس کے اس سوال و جواب نے بڑا لطف دیا۔ کم از کم اسی حکم کا ایک سوال و جواب تو اور بیان کریں تاکہ مرزا کے امام الزمان ہونے کی تلخی کھل جائے۔

نووارو اچھا قاضی صاحب اگر آپ کی سبھی خواہیں ہے کہ اس جنگ مقدس یعنی مسح معمود اور اس کے پونے حصہ دجال کے درمیان جنگ کے ضربات اور جوابات کی کوئی اور مثال بھی نہیں تو سنئے! مگر مجرم ہے ہو کر ایسا نہ ہو کہ قلفتہ کے نشے سے آپ متوا لے ہو جائیں۔

سوال مخابن پادری صاحبان ”جہاں چھ ماہ تک سورج نہیں پڑھتا۔ روزہ کیوں کریں؟“

(بچ مقدس میں ۷۷، اہل قرآن ج ۶ ص ۷۷)

جواب مخابن سچ موجود (امام الزمان) ”اگر ہم نے لوگوں کی طاقتیں پرانی کی طاقتیں کو قیاس کرنا ہے۔ تو انسانی قوی کی جذبہ حمل کا زمانہ ہے۔ مطابق کر کے دکھانا چاہئے۔ پس ہمارے حساب کی اگر پابندی لازم ہے تو ان بلاوں میں صرف ڈیڑھ دن میں حمل ہونا چاہئے۔ اگر ان کے حساب کی تو دوسوچیاں برس تک پچھ پیٹ میں رہنا چاہئے اور یہ ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ حمل صرف ڈیڑھ دن تک رہتا ہے۔ لیکن دوسوچیاں برس تک پچھ پیٹ میں رہنا چاہئے اور یہ ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ حمل صرف ڈیڑھ دن تک رہتا ہے۔ لیکن دوسوچیاں برس کی حالت میں یہ تو ماننا پڑے یعنی از قیاس نہیں کہ وہ چھ ماہ تک روزہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دن کی بھی مقدار ہے اور اس کے مطابق ان کے قوی بھی ہیں۔“

قاضی صاحب لا حل ولا قوۃ۔ لا حل ولا قوۃ سوال یہ کہ قرآن سے ثابت ہے کہ روزہ طلوع آفتاب سے پہلے جو صحیح صادق ہوتی ہے۔ اس وقت سے رکھنا چاہئے اور اس کو رات پڑ جانے تک تمام کرنا چاہئے۔ پس جس ملک میں چھ ماہ تک سورج نظر نہ آؤ۔ یا چھ ماہ تک وہ غربہ نہ ہو۔ تو وہاں روزہ کس طرح رکھا جاوے اور جواب یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کے دن اور رات چھ ماہ کے ہیں۔ تو وہاں کے لوگ اپنی ماں کے پیٹ میں بجائے نومینے کے دوسوچیاں برس رہتے ہوں گے اور چونکہ پچھے جس قدر زیادہ مدت اپنی ماں کے پیٹ میں رہے گا۔ اسی قدر اس کے قوی مضبوط ہوں گے۔ اس لئے اس ملک کے لوگ چھ ماہ تک بھوک، پیاس بھی برداشت کر سکیں گے۔ اس جواب میں تو امام الزمان نے کمال کر دکھایا۔ مولوی صاحب مرزا کے امام الزمان اور سچ ہونے میں اب مجھے ایک رتی برابر بھی فکر نہ رہا۔ آپ کھانے کی طرف متوجہ ہوں۔

باب صاحب حق بات یہ ہے کہ مرزا سے اس سوال کا جواب بن نہیں پڑا۔ اس لئے اس نے ایسا لایکل جواب نہیں دیا کہ مرزا کے حواریوں کی طرح جن میں گریجویٹ بھی تھے۔ پادری صاحبان بھی حیران رہ جاویں نہ اس جواب کو سمجھیں نہ جواب الجواب اب دنے سکیں۔

۱۔ یہ بھی وہی ہوئی کہ پرکوئی بمحظہ کو تو سمجھاوے کے سمجھادیں گے کیا؟

۲۔ مرزا قادریانی کے خیال میں وہاں راون آہاد ہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔

نو دارو..... پايو صاحب مرز بے کے حواري خاص کر مولوي محمد علی صاحب تو سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ جواب صحیح و فتح الواقعی ہے۔ مگر انہوں نے اس بھروسہ پر اسے تحریر میں آنے دیا کہ پادری صاحبان کے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔

قاضی صاحب..... ابی کچھ بھی ہو۔ جواب نہایت نامعقول ہے۔ نامعقول ہے۔ نامعقول ہے۔

نو دارو..... قاضی صاحب نامعقولیت کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے۔ یہ جواب صاف کہہ رہا ہے کہ مرزا علم ہنگرایہ سے مس نہیں رکھتا تھا۔ اس نے چھ مہینے کے دن سے یہ سمجھا کہ ان کا سورج چھ مہینے تک ان کے سامنے کھڑا رہتا ہے یا ان کے مشرق و مغرب تک کافاصلہ چھ ماہ میں طے کرتا ہے۔ اگر اس غرب کو یہ خبر ہوتی کہ اس ملک میں بھی سورج مشرق سے مغرب تک اور پھر مغرب سے مشرق تک ۲۳ گھنٹوں میں ہی جاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہمارے ملک میں وہ مغرب سے مشرق کو جاتا ہوا ہماری نظر سے پہاں ہو کر گزرتا ہے اور اس ملک میں واپسی کی حالت میں بھی وہ ان کو نظر آتا رہتا ہے۔

یعنی ان کے سر پر وہ ایک گول چکر لگاتا ہے اور اس دائرہ کو وہ ۲۳ گھنٹوں میں تمام کرتا ہے۔ تو وہ ہر گز ہر گز ڈیڑھ دن یا ۲۶ برس کی ابھن میں نہ پختا۔ کیونکہ سورج کی چویں چویں گھنٹہ کی رفتار کے حساب سے جب ہمارے چھ مہینے گز ریں گے۔ تو اس کے بھی چھ مہینے ہی گز ریں گے۔ قاضی صاحب غصب خدا کا اس جنگ مقدس کے اخیر میں مرزا نیوں نے اس کی تعریف کرتے کرتے لکھا ہے کہ داعظین رونصاری کی لئے یہ کتاب بطور قطب نما ہے۔ اسلامی انجمنوں اور اسلامی مدرسوں میں اس کی اشاعت بطور درسی کتاب ہونی چاہئے۔ تھہ۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب قطب نما کی جگہ قطبین نما ہوتا تو اچھا تھا۔ کیونکہ اس کتاب نے قطبوں میں بچوں کے پیٹ میں رہنے کی مدت پر بڑی روشنی ڈالی ہے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد:

قاضی صاحب..... مولا نا اگر کوئی پادری صاحب آپ سے یہ سوال کرے تو آپ کیا جواب دیں گے؟

نو دارو..... بھائی میں تو یہ کہوں کہ ہمارے خدائے عز و جل نے جہاں مذہب اسلام کو عالمگیر بنایا۔ وہاں کمال دورانہ نہیں سے یہ بھی فرمایا کہ ”لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها“ جو بات ہم کمزور انسان نہیں کر سکتے۔ اس کی ہم سے باز پر بھی نہیں۔

روزہ رکھنے کے لئے شرط ہے کہ ماہ رمضان کا چاند دیکھنا۔ اگر کوئی عیسائی صاحب رمضان البارک کا چاند نہیں دہال دکھاویں گے۔ تو ہم گھڑی کے حساب سے دہال روزہ رکھ لیں گے۔ مونٹا حساب روزہ رکھنے کا نہ سکی۔ قاضی جی عیسائیوں کے قانون کے رو سے اقدام خود کشی کے لئے تو سزا ہے۔ مگر ارتکاب خود کشی کے لئے کوئی سزا نہیں۔ یہ کیوں؟ مجبوری۔ سزا میں نہیں لائی جاسکتی۔ عجب ہے کہ قطب میں آباد تو جا کر ہوں عیسائی آنھوں دن اتوار با تو اگر جا گمرا جانے والے اور یہ سوال ہو مسلمانوں سے۔ جو قیامت تک بھی ایسے ملک کی طرف رخ کرنے والے نہیں۔ جہاں وہ اپناماز روزہ نہ کر سکیں۔

حاضرین آفرین آفرین۔ نہایت معقول۔ ایسا ہی معقول جیسا امام الزمان کا
نامعقول۔

لووارد..... صاحبان بے ادبی معاف ہو میرا جواب ہرگز ہرگز ایسا ممعقول نہیں۔ جیسا امام الزمان کا
نامعقول تھا۔ قہچہ۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب میرے لئے تو اس بھرے ہوئے پیٹ کے ساتھ اب
مکان جانا مشکل ہے۔ بہتر ہے کہ دو پھر نہیں کاٹیں۔

بیوی..... اجی آپ جادیں بھی تو آپ کو جانے کون دے گا؟ گاموں یہ کھانا مہتر انی کو دے کہ
جھٹ پٹ کھا کے پکھا کھیچا شروع کرے۔ قاضی صاحب میرے آنے تک کوئی ضمون شروع نہ
ہو۔

لووارد..... نہیں جی ایسا نہیں ہو گا۔ بابو صاحب آپ کے مولوی صاحب اہن مریم مریم کی حق کی تم
تو اس وقت تک نہ آئے۔

بابو صاحب..... شاید شام کو لکھ لادیں۔ یا لکھ کر کسی کے ہاتھ پہنچ دیں۔

قاضی صاحب..... میں جیران ہوں کہ جواب دہ کیا دیں گے؟

لووارد..... اجی کچھ بھی دیں، دیں تو سہی اور جلدی دیں کہ اس کے ویکھنے کا شوق پورا ہو جائے۔

قاضی صاحب..... جواب آنے پر سوال و جواب دلوں اخباروں میں چھپوا دیئے جائیں تاکہ
پبلک کو معلوم ہو جائے کہ یہ کیا فہب ہے اور کیوں اور کس کے فائدہ کے لئے یہ بنایا گیا ہے۔ آیا
مریدوں کی بخشش اور نجات کے لئے یا تیک یا حم صاحب کے مالا مال ہو جانے کے لئے۔

قاضی صاحب میں درد بھرے دل سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی جہنم واقعی ہے تو وہ کیسا نہ

پھاڑ کر ان لوگوں کے نگل جانے کے لئے مستعد بیٹھا ہو گا۔ جو مسلمانوں کو اس مذہب کی طرف سمجھنے رہے ہیں۔

کرہ کے ایک دروازہ کا پروہ اٹھا اور یہوی جی نمودار ہو گئیں۔

یہوی کیوں مولوی صاحب قیلولہ فرمادیں گے؟ یا اپنے بالو صاحب کے کالوں میں بقول مرزا ایساں کوئی زہر طیا مادہ ڈالیں گے؟
نووارد یہوی جی ایک تو میں قیلولہ کا عادی نہیں۔ دوسرے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ سب جائیں ہوں اور میں خواب استراحت فرماؤں؟

قاضی صاحب مولوی صاحب اگرچہ مجھ پر کھانا زیادہ کھانے کی وجہ سے کچھ غنودگی سی طاری ہے۔ مگر میں اس غنودگی میں بھی آپ کے لئے ہم تین گوش ہوں گا۔ اگر آپ کوئی بھروسہ کتا ہوا مضمون شروع کریں۔

نووارد آپ یا یہوی صاحبہ جو نامضمون پسند کریں۔ قاضی صاحب و یہوی ہر بیک زبان، نہیں مولوی صاحب جو مضمون آپ پسند کریں۔

نووارد تھوڑی دیر گل کر کے مجھ پر چھوڑتے ہیں تو آپ مجھ جانیں کہ مجھے کوئی بات لطف نہیں دیتی۔ جس قدر اس چودھویں صدی کے سعیج کے الہام لطف دیتے ہیں۔ سب نے بیک زبان کہا۔
ہاں، ہاں! الہام، الہام الہام رہیں۔

نووارد بالو صاحب مرزا کے الہامات ایک تدوہ آیات قرآنی ہیں۔ جو آخرت ﷺ کی شان مبارک میں اتری ہیں اور وہ مرزا نے اپنے حق میں دوبارہ اتنا رلی ہیں۔ ایک وہ جو کسی خاص معاملہ مثلاً نکاح آسمانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر میں وہ الہام بیان کرتا ہوں کہ جوان ہر دو قسم سے تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن ذی فہم انسان کے حکم میں گدگدی پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً

..... ”فیک مادۃ فاروقیۃ“ (تذکرہ میں ۵۰۰، بیان سوم) تھیں حضرت عمر کا مادہ ہے۔ یعنی ثبوت کا۔ جو اندر وی کا۔ ملک گیری کا۔ ریاست (یعنی حکم) پروری کا۔

۲ ”انی مهین من ارادا هانتک“ یعنی جس نے تیری اہانت کا ارادہ کیا۔ میں اس کو ذلیل کروں گا۔ (حقیقت الواقع ص ۲۷، خزانہ حج ۷۱ ص ۳۵۸) پنجاب میں تو نہ ہوا۔ شاید حیدر آباد دکن میں ایسا ہو۔

۳ ”یا عبد القادر انی ملک“ یعنی اے قادر مطلق کے بندے میں تیرے ساتھ ہوں۔ (اویسین نمبر ۲۷، خزانہ حج ۷۱ ص ۳۵۸) سوائے سفرج کے کہ دہاں میں تیرے ساتھ نہیں جا

سکتا۔ کوئی نکمہ وہاں میرا اور تیر اور نوں کا گز نہیں۔

۳ ”یا الحمد فاضت الرحمت علی شفتیک“، یعنی اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی جائے گی۔ (حقیقت الوقی خاتمه ص ۸۷، خزانہ حج ۲۲۰۶) یعنی تو مجھ سے ہمیشہ عیسایوں، آریوں اور مسلمانوں کی ہوت کا خواستہ گار ہے گا اور طاعون اور زلزلے طلب کرے گا۔

۴ ”من در توبہ برکت دهم حتی بادشاہان از جامہایت پر برکت جویند“ یعنی تمھیں میں اسکی برکت رکھوں گا کہ بادشاہ آکر تیرے کپڑوں سے برکت مانگیں گے۔ (تذکرہ ص ۱۳۶، طبع سوم) یعنی کوئی بادشاہ جانے گا بھی نہیں کہ تو کون ہے اور کیا ہے؟

۵ ”یحمدک اللہ من عرشہ“، یعنی خدا عرش پر بیخاتیری تعریف کر رہا ہے۔ (الزہن نمبر ۲۳، خزانہ حج ۷، اص ۳۵۲) کہ مرزا قادیانی آفرین تمہارے حوصلے پر کہ جو لڑکی میں نے آسمان پر بذات خود تمہاری ملکوتو کرو دی۔ اس کو دوسرا شخص لے گیا اور آپ نے کوئی حرکت ایسکی نہ کی جس سے آپ کی ریاست کے امن میں خلل و اقدح ہونے کے خیال کا گمان ہو سکتا۔

۶ ”خدایتیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔“ (تذکرہ ص ۱۳۶، طبع سوم) یعنی تو مرزا احمد یک والد محمدی بیگم و غیرہ کی طرف خوشامد اور چالپوی کے خط مت لکھ۔

۷ ”تیری پاک زندگی کو ہم ۸۰ سال کریں گے۔ یا اس کے قریب یا چند سال زیادہ۔ یا چند سال کم۔“ (ضمیر تمہد گلزاری ص ۲۳، خزانہ حج ۷، اص ۶۹) یعنی صحیح عمر معلوم کرنے کے لئے جب ہم آسمان پر جاتے ہیں تو شہاب ثاقب ہمارے پیچھے پھیکے جاتے ہیں۔ جس دن ہمارا دلگ گیا تو ہم صحیح عمر بتا دیں گے۔ فی الحال ۸۵ یا ۵۷ بھتھ رہو۔

۸ ”لوگوں کے منشویوں کے برخلاف مجھے وعدہ دیا گیا کہ تیری عمر ۸۰ سال یا دو تین سال کم یا زیادہ ہو گی۔“ (ضمیر تمہد گلزاری ص ۲۳، خزانہ حج ۷، اص ۶۹) مرزا کی پیدائش ۱۸۳۹ء (البریہ ص ۱۳۶، خزانہ حج ۹۳۳ ص ۷، ۱۷) وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء عمر ۶۸ یا ۶۹ سال یعنی ۸۰ سال سے ۱۱، ۱۲، ۱۳ سے ۱۵ سال کم۔

۹ ”یانبی اللہ کنت لا اعرفك“ اے خدا کے نبی میں تجھے نہیں پہچانتا تھا۔ (حقیقت الوقی خاتمه ص ۸۵، خزانہ حج ۲۲ ص ۷، ۱۲) یہ عجیب بات ہے کہ ہاپ نے بیٹے کو نہیں پہچانا۔

۱۰ ”انی معک و مع اهلك ارید ماتریدون“ یعنی میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے گمراہوں کے ساتھ۔ میں وہی ارادہ کرتا ہوں جو تم ارادہ کرتے ہو۔ (حقیقت الوقی خاتمه ص ۸۷، خزانہ حج ۲۲ ص ۱۵، ۱۶) یعنی خدا نے اپنے ارادہ کو مرزا کے اور اس کی بیویوں کے ارادہ کے ماخت کر لیا۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب یوں ہی کیوں نہ کہتے کہ مرزا کے گھر والوں
نے خدا کی تاک میں نکلیل ڈال دی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ:

مِنْ أَنْجَى مِدَاشِمْ بَالْ وَرَبِّي
مِنْ أَنْجَى مِدَاشِمْ سَوَّيْ كُوَّيْ أَوْبَادِمْ

صَحْيَ تَوْيِي الْهَامْ جَهُوتَا اُور الْهَامْ سَجَا توْيِي شَعْرِ جَهُوتَ كَيْ غَلَاظَتْ سَے بَهْرَا ہوا۔

۱۲..... ”کل لک ولا مرک“ یعنی سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے۔ (تذکرہ ص ۴۰۶ طبع سوم،) قاضی صاحب یہ الہام پکار کر کہہ رہا ہے کہ اللہ میاں بوڑھے اور نتا کارہ ہو گئے۔ مگر اس قدر اللہ کا شکر ہے کہ عزرا نیل نے مرزا قادیانی کو جلد لے لیا۔ ۱۸۵۸ سال کا نہ ہونے دیا۔ درستہ مرزا سلطان احمد، ڈاکٹر عبدالحکیم خان، مولوی محمد حسین، مولوی شاء اللہ، مولوی ابراہیم صاحبان وغیرہم کی خیر نتھی۔

۱۳..... ”من ذالذی هوا سعد منك“ یعنی وہ کون ہے جو تھے سے زیادہ نیک بخت ہے۔ (ص ۶۹۵ تذکرہ طبع سوم) خدا کو کیا بخیر کہ بلا ضرورت اور خلاف حکم قرآن ایک نئی شادی میں رکاوٹ ڈالنے کی وجہ سے مرزا قادیانی نے یہوی کو مغلظ رکھا ہوا ہے اور بیٹے کو عاق کر دیا ہے اور لوگ برائیں کے چندہ کی واہی کے لئے مرزا کا دروازہ کوٹ رہے ہیں۔

۱۴..... ”سیہزم الجمع ویولون الدبر“ یعنی آریہ نہ ہب کا انعام یہ ہو گا کہ خدا ان کو لکھت دے گا۔ (حقیقت الوجی خاتمه ص ۸۱، خواص ح ۲۲ ص ۷۰) اور آخر وہ آریہ نہ ہب سے بھاگیں گے اور پیٹھے پھیر لیں گے اور آخر کا عدم ہو جائیں گے۔ حقیقت الوجی کی تحریر کے وقت یعنی ۱۹۰۷ء میں یہ الہام تسلی سال کا تھا۔ جس پر آج نصف صدی گزر گئی اور کہیں نہیں قادیانی کی آریہ سماج میں ہی جا کر دریافت کیا جائے کہ اس ۲۵ سال کے عرصہ میں کتنے آریہ صاحبان مرزا یوں سے لکھت کھا گئے اور کا عدم ہو گئے۔

میرے خیال میں تو مرزا اپنی آج تک ان کی تکوہی نہیں پہنچ کر دہ کس کس رنگ میں ترقی کر رہے ہیں۔

۱۵..... ”وَهُوَ وَقْتُ قَرِيبٍ“ ہے کہ میں ایسے مقام پر تھے کہڑا کروں گا کہ دنیا تیری جھوٹ شاہ کرے گی۔ مرزا اپنی تسلی میں کہ اس مقام پر مرزا اسکے دن کہڑا کیا گیا اور کس جگہ؟

۱۶..... زمین دا سماں تیرے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ میرے ساتھ ہیں۔ تو ہمارے پانی سے ہے۔ دوسرے لوگ خلکی سے۔ تو مجھ سے ایسا ہے۔ جیسا کہ میری توحید۔ تو مجھ سے اس مقام پر

اتحاویں ہے۔ جو کسی مخلوق کو معلوم نہیں۔ تو اس سے لکھا اور اس نے تمام سے بچئے چتا۔

(کتاب البریں ص ۵۷، خزانہ حج ۱۳۱ ص ۱۰۱)

بیوی جی تمام دنیا میں نہیں اسی ہندوستان میں اور میں مرزے کے زمانہ میں سرید مرحوم و مغفور وہ شخص گزر اکہ جس نے اسلام کی ڈوختی نا دیچالی۔ اس کے سیند میں اسلام اور اسلامیوں کا ایسا درحقا کہ جب ان پر زوال آتے دیکھا تو گمرا کا اسباب تک فروخت کر کے اور قرضہ روپیے لے کر ولایت پہنچا اور ایک مدت و راز دہاں رہ کر اسلام اور اسلامیوں کی دلالت میں خطبات احمدیہ لکھ کر اسلام کے دشمنوں کو ایسے معقول جواب دیئے کہ بڑے بڑے فاضلوں کو سر تسلیم ٹھم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اسلام کے چہرہ سے تمام داغ دور کر کے خلقت کو اس کا چاند سامنہ کھا دیا۔ مرزے کو چنتے کے وقت خدا کی آنکھوں پر شاید نزول الماء اتر آیا تھا کہ اس کو سرید جیسا اسلام کا درود مند اور دیانت دار اور قابلیت سے مخالفوں کو جواب دینے والا تو نظر نہ آیا تو کون؟ لوگوں کا روپیہ ہضم کر جانے والا۔ کتابیں اور تصویریں بیچنے والا۔ غیروں کے بزرگان دین کو گالیاں دے کر بانی اسلام اور آپ کی ازواج مطہرات کی نسبت ناپاک کلمات کھلوانے والا۔ مباحثات میں قرآن سے باہر نکل جانے والا اور جھوٹے الہام گھرنے والا۔ بیوی جی سرید مرحوم و مغفور کا تھوڑا اسم مقابله اس خدا کے پتنے کے ساتھ کر کے دکھاتا ہوں۔

..... سرید آنحضرت ﷺ کا نواسہ ایک بڑا آدمی تھا۔ لاکھوں روپیہ اس نے اپنے ذاتی رسوخ سے پیدا کر کے اسلام کی بہتری کے لئے خرچ کر دیا اور مراوتنا کی طرح گمرا کے کفن نہ لکلا۔ آنحضرت ﷺ کا بروز اور مظہرِ تمام غربت اور قدرداری کی حالت میں بڑا ہوا اور ۶۸ سال نبوت کر کے لاکھوں روپیہ نقد اور زیورات اور جائیداد کی صورت میں چھوڑ گیا اور اپنی عیش پر جو کچھ خرچ کر گیا وہ علاوہ۔

۲..... حکام وقت نے چاہا کہ آنحضرت ﷺ کے نواسہ کو ایک لاکھ روپیہ کی جا گیر جو ایک مسلمان رہیں کی ضبط کی ہوئی گئی، دلادیں۔ مگر اس مرد خدا کو گوارہ نہ ہوا کہ ایک مسلمان کی ضبط شدہ جا گیر حاصل کرے اور حکام سے عذر کر دیا کہ میر الارادہ ہندوستان میں رہنے کا نہیں۔ اس لئے میں یہ جا گیر لیتا نہیں چاہتا۔

۱۔ ”جب مجھے شادی کا الہام ہوا۔ تو اس سے مجھے فکر پیدا ہوا کہ شادی کے اخراجات کیوں کھر میں انجام دوں گا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں اور نیز کیوں کھر میں ہمیشہ کے لئے اس بوجھ کا متحمل ہو سکوں گا۔“ (تحریقت الوقی ص ۲۲۵، خزانہ حج ۱۳۱ ص ۲۲۷)

آنحضرت ﷺ کے مظہر تام اور عکس نے اپنے رشتہ داروں کا خون پینے کے لئے چیف کورٹ تک زور لگایا اور مقدمات ہارے۔ دیکھو (حیات انہیں ۷۵) چیف کورٹ میں مقدمات ہارنا کہہ رہا ہے کہ مرزا حق پر نہ تھا اور بیانہ مال غصب کرنا چاہتا تھا۔

۳..... آنحضرت ﷺ کے نواسے نے مسلمانوں سے غداری کا الزام رفع کرنے کے لئے تھا یورپ کا سفر کیا اور اے اماہ وہاں گزارے۔ آنحضرت ﷺ کے غل نے گورنمنٹ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ مسلمان باغی ہیں۔ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔ ”بعاوت کی کچھ بڑی پہکاتے رہنا خدا کی نعمتوں کو فراموش کرنا ہے۔ مسلمان لوگ گورنمنٹ کے ساتھ با غایبی خیال رکھتے ہیں۔ خونی مہدی کے انتشار نے تمام مسلمانوں کے دل سیاہ کر دیئے اور ان کے اندر بغاوت کا مادہ رکھ دیا ہے۔ جو کبھی بھڑک اٹھے گا۔ عبداللطیف کو ہجت اس بناء قتل کرایا کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کا وفا دار اور جہاد کا مخالف تھا۔ خدر میں مولویوں نے عام طور پر مہرس لگادی تھیں۔ جو انگریزوں کو قتل کر دیتا چاہئے۔“ (تفہیمیریں ۱۲، خزانہ ائمہ ۲۶۵ ص) پابھی خدار انصاف سے اس صدی کی مجددی کے لئے آنحضرت ﷺ کا یہ نواسہ رحمت ہوا اللہ کی اس پرلاق اور موزوں تھا یا یہ چغل خور؟ اور یہ سر سید کے مقابلہ میں کیا شے تھا۔ اسی لئے

۴..... سر سید گوبن مالکی تائیث کا خطاب ملا اور یہ ملکہ و کشور یہ قیصرہ ہند کی خدمت میں درخواستیں پیش کر اور خطاب ملنے کی امید میں لکھ خطاب الحضرت کے الہام اتارا تارکرا اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ ہاں ڈیکس صاحب ڈپلی کشر نے جس کی نسبت خود اپنے اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۶ء میں جو (کتاب البریں اخزانہ ائمہ ۱۲ ص) کے ابتداء میں ہے۔ مرزا نے لکھا ہے کہ ”بیدار مفسر محنت کش، منصف مراج، حق پسند، خدا ترس، روشن ضمیر۔“ مرزا کی نسبت اپنے فیصلہ میں لکھا کہ ”مرزا نے اشتعال اور ضھر دلانے والے رسائل شائع کئے ہیں۔ اس کو متذکر کیا جاتا ہے کہ جب تک وہ زیادہ تر میانہ روی کو اختیار نہ کرے گا۔ وہ قانون کی زد سے نہیں فتح سکتا۔“ یہ خطاب ہے کہ آخرا کار آپ کو سر کار انگریزی سے ملا۔

بیوی بھی مجددو والی حدیث میں کہیں اس بات کا ذکر نہیں کہ وہ مجدد مجدد ہونے کا دعویٰ بھی کیا کریں گے اور نہ گزشتہ ۱۳ صدیوں کے سینکڑوں مجددوں میں سے سوا ایک دو کسی نے دعوے نہیں کیا کہ میں مجدد ہوں۔ تو اب تم ہی بتاؤ کہ اسلام کا مجدد سر سید مر حوم و مغفور ہوایا یہ مسلمانوں کے خون کا پیاسا؟ ایک نے اسلام کی خاطر اپنا تن، سمن، صحن خرچ کرو یا۔ دوسرے نے تن کو آرام دیا۔ من عورتوں کو دیا اور وہن خرچ کر لیا۔ سر سید مر حوم و مغفور کی موجودگی میں ایسے بڑائی

کے الہام مرزے پر پنجاہر کرنے والے خدا کو ہم آنکھوں والا تصور کریں یا آنکھوں سے اندازہ اور چندوں میں مرزا کا شریک۔

۱۷..... تو میری درگاہ میں وحیہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھے پسند کیا۔ تو جہاں کا نور ہے۔ تیری شان عجیب ہے۔ (کتاب البریہ ص ۵، خواص ج ۱۰۳ ص ۱۰۱) ہماری عقل حیران ہے کہ مرزے نے رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے خدا کو زابھا ٹھہرا دیا۔ (معاذ اللہ)

۱۸..... ”میں تجھے اپنی طرف المهاوں گا۔“ (کتاب البریہ ص ۵، خواص ج ۱۰۳ ص ۱۰۱) اور تیرے گروہ کو قیامت تک غالب رکھوں گا۔ تو برکت دیا گیا ہے۔ خدا نے تیری مدد کو زیادہ کیا تو خدا کا وقار ہے۔ اس وہ تجھے ترک نہیں کرے گا تو کہتا الازل ہے۔ تو مٹایا نہیں جاوے گا۔ میں فوجوں کے سمیت تیرے پاس آؤں گا۔” ہابو صاحب مرزا تو گورنمنٹ کو کہتا ہے کہ یہ مسلمان با غی ہیں۔ بغاوت کی کچھڑی پکاتے رہتے ہیں اور میں سر کار کا پرانا خدمت گزار اور خیر خواہ ہوں۔ پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزے کا خدا فوجوں کا کیوں ذکر کرتا رہتا ہے۔

کیا مرزا سلطان احمد فوجوں کے زور پر مرزے کی آسانی مکوحہ محمدی یقین کو اڑا لے گیا؟ کیا ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرحوم نے کوئی فوج بھرتی کر سکی تھی؟ کیا مولوی محمد حسین صاحب مرحوم و مغفور نے کسی تہہ خانہ میں فوج چھپا رکھی تھی؟ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب نے کوئی رسالہ توپ خانہ امر تسریں چھپا رکھا تھا؟

کیا مولوی ابراہیم صاحب نے کوئی داعڑ بھرتی کر رکھے تھے۔ آخ مرزے کی جنگ کس پادشاہ کے ساتھ تھی؟ کہ خدا اس کی مدد کو تھا نہیں آتا۔ اپنی فوجیں لے کر اور یہ فوجیں معلوم ہوتا ہے کہ تیجوں کی تھیں کہ مرزے کو کسی قسم کی بھی مدد نہ دے سکتیں نہ مرزا کسی اپنے دشمن پر جن کے پاس ایک چڑھا اسی بھی نام لینے کو نہ تھا۔ غلبہ پاسکا۔ نہ فریضہ تھی ہی ادا کر سکا۔ شرم شرم ان جھوٹے بڑائی کے الہاموں سے شرم!

۱۹..... ”میر ابوٹا ہوا مال تجھے ملے گا۔ میں تجھے عزت دوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔“ تیرے پر میرے کامل انعام ہیں۔ تو میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں نے تیرا نام متوكل رکھا۔“ (کتاب البریہ ص ۶، خواص ج ۱۰۳ ص ۱۰۱)

بیوی جی مرزے کے توکل کا حال میں تمہیں اس رسالہ روئیدا مقدمات قادریانی کے (ص ۲۲، ۲۳) سے پڑھ کر سننا ہوں۔

(۲) مرا تقادیاں پاوجو دیکھ متکل علی اللہ ہونے کے مدی اور الہام "الیس اللہ بکاف عبدہ" (حقیقت الحق ص ۲۰، خزانہ ح ۲۲ ص ۲۱۹) کے تعلیمات ہیں۔ لیکن مقدمہ میں جو حوصلہ آپ نے دکھلایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے مجھے کہا کہ "لا الہ الا انما فاتح ذنب وکیلا" (تذکرہ ص ۲۸۲ طبع سوم) لیکن "جري الله في حل الانبياء" (حقیقت الحق خاتم ص ۸۱، خزانہ ح ۲۲ ص ۷۰) کو ایک دن بھی عدالت میں تھا پیش ہونے کا حوصلہ ہوا۔ جب تک کہ دا کیمیں ہائی آگے پیچھے وکلاء کی جماعت ہمراہ نہ ہوتی تھی۔ عدالت میں جانا محال تھا۔ اگر خدا کی طرف سے تعلیم ہجتی تھی کہ آپ فتح یاب ہوں گے اور یہ بھی خدا ہی تھماری امداد کو کافی ہے اور پھر صریح فرمان ہے کہ میں ہی خدا ہوں۔ مجھے وکیل بنایا۔ تو پھر مرا تقادیاں کو کیا ضرورت تھی کہ وکلاء کی امداد حاصل کرتے؟

یہ تو صریح خدا کی نافرمانی ٹھہری اور پھر یہ نہیں تھا کہ آپ کے مقابل فرقیں کے ساتھ کوئی جماعت وکلاء تھی۔ بلکہ حق پوچھو تو آیت مذکورہ پر مولوی صاحب مستفیث نے پورا عمل کیا کہ ہر ایک موقعہ پر اکیلے پیش ہوتے رہے۔ ادھر جماعت وکلاء کی ہوتی تھی اور ادھر وہ مرد خدا اکیلا سینہ پر ہو رکھ مقابله کرتا تھا۔ پھر ناظرین خود انصاف کر سکتے ہیں کہ فریقین میں سے متکل علی اللہ اور موبید من اللہ کون ٹھہری؟

اور نہیں اگر بجز وکلاء کے حوصلہ نہ مددتا تھا۔ تو پھر اپنے دونوں خواری خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ہی کافی تھے۔ ان پر بھروسہ نہ کیا۔ مسٹر او گارمن صاحب مسٹر اور ٹیل صاحب اور ہالا خرمستہ بیگی صاحب کو بھی اپنام درگار بناتا ہے۔ بھائیو یہ سوچنے کا مقام ہے۔ خوب غور کرو۔

مثنوی

ہر کہ رابا شد توکل براللہ غیر را ہرگز نیارہ ورنہ
میر زارا گفت رب جلیل من خدایم بس مرا میداں وکیل
 حاجت خواجه کمال الدین چہ بود راست گو مرا توکل اسخے بود
اے عجب مرشد گرفتار بلاست حامی و شافع مرید پامضافت
ویں عجب ترچون میجائے زمان از نصاری جوید امداد و امان
اور میثل۔ و گارمن کردن وکیل روئے تیجین زفرمان جلیل
حل ایں عقدہ نیا یہ درخیال ہست از مرا زیبا مارا سوال

ہست ایں مرے ٹھکفت اے دوستان
میشور صیلی گرفتار و ذیل
قاضی صاحب بہت عمدہ بہت خوب۔ مرے کے توکل کے الہام کی خوب قلمی کھولی گئی۔
گرمولوی صاحب دجال کا لفظ دیکھوں پر بھی عائد ہو سکتا ہے؟
نوارد کیوں نہیں؟ یہ دیکھئے (ص ۱۳۶) ابوال حصہ اول، خزانہ حج ۳۷ ص ۲۷) پر مرزا لکھتا ہے:
”ہمارے نزویک ممکن ہے کہ دجال سے مراد باقبال قومیں ہوں اور گدھاں کا بھی ریل ہو۔“
قاضی صاحب مرے اور مرزا یوں کے داسطے کیسی شرم کی جگہ ہے کہ سچ موعود پر
ایک آفت آتی ہے۔ تو وہ دجال کی پناہ لیتا ہے کہ مجھے بچا۔

قاضی صاحب مولوی صاحب اس قانون پیشہ فرقہ پر قوم کا لفظ حاوی ہو سکتا ہے؟
نوارد کیوں نہیں! مرے نے پادریوں کے داسطے قوم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ٹلیں ایجاد
کرنے والوں کے داسطے قوم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بلکہ یوسائیوں کے داسطے بھی دیکھئے (ص ۶)
انجام آئتم، خزانہ حج ۱۱ ص ۶) پر لکھتا ہے: ”یوسائی بھی ایک عجیب قوم ہے۔“
قاضی صاحب تب تو واقعی یوسائی وکیل اور یہ مرزا کی دجال کی تعریف میں آ
جائے ہیں اور ان سے بڑھ کر آج کل کوئی قوم باقبال نہیں۔

۲۰ ”خداعرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر دورو
بیجتے ہیں۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ جہاں تو ہے جس طرف تیر امنہ اس طرف خدا کا منہ۔ کوئی نہیں
جو خدا کی ہیثیں گوئیوں کو ظال سکے۔ اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی گئی اور تیرا ذکر بلند کیا
گیا۔ خدا تیری رحمت کو روشن کرے گا۔ تو بہادر ہے۔ خدا کی رحمت کے خزانے تجھے دیے گئے۔
میں نے ارادہ کیا کہ اپنا جائشین ٹھاؤں۔ تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔“

(کتاب البریص ۶، خزانہ حج ۱۳ ص ۱۰)

۲۱ ”آواہن (خدا تیرے اندر آیا) خدا تجھے ترک نہیں کرے گا اور نہ چھوڑے گا۔ جب
تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرے۔ میں ایک چھپا ہوا خراز تھا۔ میں نے چاہا کہ پچھانا
جاوں۔“ (کتاب البریص ۶، خزانہ حج ۱۳ ص ۱۰۲) حاضرین اس کا مطلب آپ نے کہا جیسا ہے؟
بابو صاحب جی بخوبی۔ اس لمبے ستر (پوشیدگی) سے تجھ آگیا ہو گا۔

۱۔ اسی وجہ سے مولوی شاہ اللہ صاحب کو لوگ فائی قادیاں کہتے ہیں۔

۲۔ ہم لوگ بھی خلیفہ سے کہتے ہیں جو لوگوں کے سر موڑتا ہے۔

بیوی..... مولوی صاحب مرزے یا مرزا یہوں نے ان دہریوں کی کوئی فہرست دی ہے جو مرزے کے اس الہام کے بعد خدا کی ہستی کے قائل ہو گئے؟
نوارو..... امی لاحول ولاقوة یہ کام تو آنحضرت ﷺ کے ہی کرنے کا تھا اور آپ نے ہی کر دکھایا۔ جیسے حالی صاحب مرحوم و مغفور فرماتے ہیں:

کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے
دیئے سر جھکا ان کے مالک کے آگے

مرزے کے زمانہ میں تو دہریوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ یورپ اور امریکہ کا تو ذکر ہی چھوڑ دو۔ ہندوستان میں جگہ جگہ ان کی سوسائیٹیاں قائم ہو کر ان کے اخبار اور رسائلے جاری ہوئے اور دہریے ایسے احمد تھے کہ مرزے کی بات پر اعتبار کرتے جو اپنے اشتہار تبرہ میں کہتا ہے کہ مجھے میرے خدا نے بتایا ہے کہ میں فلانے کو ماروں گا اور تیری عمر کو بڑھادوں گا۔ تاکہ معلوم ہو کر میں خدا ہوں اور پھر اسی خدا کو چھوٹا ثابت کرنے کے لئے ان تمام فلان اور فلان کو زندہ چھوڑ کر گھر سے باہر جا کر کہیں دم دے دتا ہے۔ خدا ایسا..... تھا کہ اس کی معرفت اپنی ہستی کا ثبوت دلتا۔ جس نے اپنے دشمنوں کی زندگی میں مرکر خدا کے فرمائے کا دینہ اللہ کرو یا۔ یہوی جی اگر آپ کوئی فہرست طلب کرتی ہیں۔ تو فہرست میں تو انہی لوگوں کے نام درج ہیں۔ جو خدا اور اس کے رسول مقبول کے قائل بلکہ عاشق تھے۔

مرزے اور اس کے الہاموں کو ماننے سے تو خدا قطبی جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ پھر دہریوں کو باوائے کتنے کا تھا کہ وہ مرزے کی زبانی خدا کے قائل ہوتے۔ ہاں چالشین اسلام کی گردن پر مرزے کا یہ احسان قیامت تک رہے گا کہ اس نے ان کے ہاتھ میں یہ ثبوت دے دیا کہ اسلام میں جو بعض خدا یا اس کے رسول سے ہم کلام ہونے کا دھوکہ کرتے ہیں۔ یہ جھوٹ اور بکواس ہے اور اس سے دہریت کو اور تقویت ہوئی اور ثابت ہوا کہ ایک دہری خواہ کتنا ہی پکا مسلمان اور زاہد اور عابد بن کر گھر سے باہر کیوں نہ آوے۔ نتیجہ سمجھی ہو گا کہ دہریت کو تقویت پہنچ گی۔

..... ۲۲ ”تو مجھ میں اور تمام تخلوقات میں واسطہ ہے۔ میں نے اپنی روح تھوڑی پھوکی۔ تو مدد دیا جائے گا اور کسی کو گریز کی جگہ نہیں رہے گی۔ تو حق کے ساتھ نازل ہوا ہے اور تیرے ساتھ نہیں کی چالشین گوئیاں پوری ہوئیں۔“ (کتاب البر یہ میں ۶، خزانہ چالشین ۱۰۲) تاضی صاحب یہ سن کر

ایک پر محافی کھانی کھانے۔ مگر نووار نے ان سے آنکھیں ملا کر اور مسکرا کر کہا قاضی صاحب آپ اس نبی کے الہاموں پر بھی نہ اڑائیں۔ میں ایک دو مکریں لگا لوں۔ نماز کے بعد جاء موجود تھی۔ چاہے پر بیٹھ کر۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب میں نے انگریزی میں بڑے بڑے مشہور مصنفوں کے بہنسے ہسانے والے ناول پڑھے۔ مگر میں بقول مرزا آپ سے حق حق کہتا ہوں کہ اس قدر گدگدی میرے پیٹ میں کسی ناول نے پیدا نہ کی۔ جس قدر مرزا کے ان الہاموں نے جو آپ بیان کر رہے ہیں۔

نووارو..... قاضی صاحب، مرزا قادری اپنے الہاموں میں حد سے بڑھ گیا۔ ورنہ جو چال وہ چلا تھا۔ اس میں اگر وہ حد کو نکار کھتا تو اسے بڑی کامیابی ہوتی۔ اس نے اپنے افعال و اقوال میں بڑا چھمچورا پین و کھلایا اور اس سے وہ لوگوں کی نظر سے گر گیا۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب وہ کس طرح؟
نووارو..... قاضی صاحب جن دنوں مرزا نے آریوں اور پادریوں سے مباحثات کرنے کا دم مارا اور برائیں احمدیہ لکھی۔ اس وقت مسلمان پادریوں اور آریوں سے بھڑکنے ہوئے تھے اور خود سے چاہتے تھے کہ ہم میں سے بھی کوئی ایسا ہو کہ ان کوخت الفاظ میں جواب دے۔ برائیں احمدیہ میں جب اس نے الہام درج کئے تو جہاں تو ان کو سمجھے نہیں۔ لیکن جو علماء بھی سمجھے انہوں نے بھی یہ کہا کہ ہماری بلا سے جھوٹی الہام اگر گھڑتا ہے۔ تو ان کا ذمہ دار وہ خود ہو گا۔ ہماری طرف سے آریوں اور عیسائیوں کو جواب دینے کے لئے تو گھڑا ہوا ہے۔ لیکن مرزا نے یہ دیکھ کر کہ بہت سے مسلمان میرے پیچھے لگ گئے ہیں۔ ان سے بیعت لئی شروع کی کہ جو میری بیعت نہ کرے وہ کافر ہے۔

اب علمائے دین کی آنکھیں کھلیں کہ ہیں یہ کیا ہو گیا اور ہم کس خیال میں رہے۔ مگر وقت گزر چکا تھا۔ علمائے دین نے دوڑ دھوپ کر کے اس کی نسبت خود ہی کفر کا فتویٰ نہ دیا۔ بلکہ عرب تک سے کفر کا فتویٰ اس کے حق میں لکھوا لائے۔ مگر یہ بعد ازاں وقت ثابت ہوا۔ جو لوگ بیعت کر چکے تھے۔ وہ ضد پر کھڑے ہو گئے کہ ہیں ہمارے ہمراز مرشد کو کوئی کافر کہے۔ اس پر مرزا نے اپنا پایہ ان کی نظر دیں میں اور بھی بڑھانا شروع کیا اور مرید ان کے کچھ اعقادات سے اور کچھ مرزا کے خالقین کی ضد سے امنا و صدقات کے کوئی دوسرا لفظ زبان پر نہ لائے۔ یہ جو مرزا کے

حد سے گزرنے اور ایسے الہام اٹانے کی۔ جو واقعی ایک صحیح دماغ والے انسان کے پیٹ میں گدگدی پیدا کرتے ہیں۔

نووارو (چاء سے فارغ ہو کر) بابو صاحب اگر نامناسب نہ ہو تو گاموں کو مولوی صاحب کی طرف بھیجن کر آپ کے جواب کے انتظار میں دن کے تین نجع گئے۔

بابو صاحب گاموں جا اور مولوی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے عرض کر کہ آپ کے جواب کے انتظار میں تین نجع چکے۔

قاضی صاحب بابو صاحب ایک رقص کیوں نہ لکھ دیں۔ گاموں قلم و دوات اور ایک پرچہ کا غذ لے آ۔ رقص لکھ کر قاضی صاحب نے گاموں کے حوالہ کیا اور وہ تیر کی طرح روشن ہو گیا۔

بابو صاحب قاضی صاحب آپ نے رقص میں کیا لکھ دیا؟

قاضی صاحب بابو صاحب بالکل منخر کر کہ ہم فلاں فلاں آپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی موت کی جوابات پانے کے میمع سے فلاں جگہ منخر بیٹھے ہیں۔ جلد تشریف لائیں۔

بابو صاحب اچھا مولوی صاحب۔

نووارو

۲۳ "خدا نے اپنے فرستادہ کو بھیجا تاکہ اپنے دین کو قوت دے اور سب دینوں پر اس کو غالب کرے۔"

(کتاب البریں ۷۷، خزانہ حج ۹۳ ص ۱۰۲)

۲۴ "اس کو خدا نے قادیاں کے قریب نازل کیا اور وہ حق کے ساتھ اتر اور حق کے ساتھ اتارا گیا اور ابتداء سے ایسا ہی مقرر تھا۔"

(کتاب البریں ۷۷، خزانہ حج ۹۳ ص ۱۰۲)

۲۵ "تم گڑھ کے کنارہ پر تھے۔ خدا نے تمہیں نجات دینے کے لئے اسے بھیجا۔"

(کتاب البریں ۷۷، خزانہ حج ۹۳ ص ۱۰۲)

۲۶ "اے میرے احمد! تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیری بزرگی کا درخت

اپنے ہاتھ سے لگایا۔ میں تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا اور تیری مدد کروں گا۔"

۲۸ ”خدا کا سایہ تیرے سر پر ہو گا اور وہ تیری پناہ رہے گا۔ آسمان بندھا ہوا تھا اور زمین بھی۔ ہم نے ونوں کو کھول دیا۔ تو وہ عیلیٰ ہے جس کا وقت صالح نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی صالح نہیں ہو سکتا۔ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشان بنا دیں گے اور یہ امر ابداء سے مقدر تھا۔“

(کتاب البریم ۷۷، خراں ج ۱۰۳ ص ۹۳)

۲۹ ”تو میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ تو دنیا اور آخرت میں ویہ ہے اور مقرب ہے۔“

(کتاب البریم ۷۷، خراں ج ۱۰۳ ص ۹۳)

۳۰ ”تیرے پر انعام خاص ہے اور تمام دنیا پر تجھے بزرگی ہے۔“

(کتاب البریم ۷۷، خراں ج ۱۰۳ ص ۹۳)

۳۱ ”میں اپنی چکاروں کا اپنی قدرت نہائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔“

(کتاب البریم ۷۷، خراں ج ۱۰۳ ص ۹۳)

۳۲ ”دنیا میں ایک نذر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حللوں سے اس کی چھائی خاہر کر دے گا۔“

(کتاب البریم ۷۷، خراں ج ۱۰۳ ص ۹۳)

..... ”قاضی صاحب یہ شرمدگی رفع کرنے کے لئے جو مرزا نے احتیاط آتا یا اتریا گھر رکھا

صرتھ خلاف ہے۔ الہامات:

الف ”میں تجھے زمین کے کناروں تک ہرگزت کے ساتھ شہرت دلوں گا اور تیرا ذکر بلند کروں گا اور تیری محبت دلوں میں ڈال دلوں گا۔“

(ازالہ حصہ دوم ص ۶۲۳، خراں ج ۳۳ ص ۳۳)

ب ”اے ابراہیم تجھ پر سلام۔ ہم نے تجھے غالص دوستی کے ساتھ جن لیا۔ خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔“

(ازالہ حصہ دوم ص ۶۲۳، خراں ج ۳۳ ص ۳۳)

ج ”میں وہی ارادہ کرتا ہوں۔ جو تم ارادہ کرتے ہو۔ سب کچھ تیرے والے ہے اور تیرے حکم کے والے۔“

د ”خدا تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔“

(ذکرہ م ۱۷۱ طبع سوم)

”تیرے لئے میں نے رات دن پیدا کیا۔“

(کتاب البریم ۷۷، خراں ج ۱۰۳ ص ۹۳)

یہ دنیا میں ایک نذر آیا دلالا الہام محض اس نے گھر رکھا گیا کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کمرزا قاویانی آپ نے دنیا میں آ کر بنا لیا کیا۔ کتنے پاروں لوگ کئے۔ کتنے یہاں کی مسلمان

کئے۔ کتنے ہندو مسلمان کئے۔ کتنے آریے مسلمان کئے۔ کتنے سکھ مسلمان کئے۔ کتنے یہودی مسلمان کئے۔ کتنے دہریے مسلمان کئے۔ یہ جو شخصی بھر مسلمان آپ کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ یہ تو پہلے ہی رسول اللہ کا علمہ پڑھتے تھے۔ خدا کی ہستی کے قائل تھے۔ مشرک نہ تھے۔ خدا کو وحدہ لا شریک مانتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں۔ ایک خیبر مانتے تھے۔ بت پرست نہ تھے۔ ملکر خدا نہ تھے۔ تو آپ نے دنیا میں آ کر سوا اسکے کہ اسلام کو کمزور کرنے اور اس کے دشمنوں کو خوش کرنے کے اسلام میں تفرقة ڈال دیا۔ آپ نے کون ساتیر مارا۔ جس کے لئے خدا نے آپ کو چنا اور سارے جہاں پر آپ کو فضیلت دی۔ تو اس کو جواب دیا جاوے کہ خدا نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ دنیا میں ایک نذریا یا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ یہ بھی جنگلی چوہ ہے کہ مل کی طرح کل بھائیوں کے سوراخوں میں سے ایک بڑا بھاری سوراخ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ مگر اس میں بھی ذلت کو اپنی طرف نہیں آئے دیا اور شاگرد اپنی بھی ہی رکھی گئی۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا کیوں؟ اس کی وجہ کیا؟ اس کے چھٹے اور اس پر اتنے اعزاز پھاڑو کرنے میں جو اس نے..... کی۔ اس شرمندگی کو رفع کرنے کے لئے۔

گاموں رقعہ کا جواب لے آیا اور قاضی صاحب نے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔

مکرم بندہ جناب بابو صاحب

السلام علی من اتعیج الہدی میں ہرگز ہرگز ایسی محفل میں نہیں آتا چاہتا جہاں ہمارے سچ موعود اور مہدی معہود صلی اللہ علیہ وسلم کی ہٹک اور بے عزتی ہوتی ہو۔ باقی رہا آپ کے اعتراضوں کا جواب وہ کل صحیح آپ کو کہنی جادے گا۔ الرائق: ازبس طول بندہ
نووارد بابو صاحب خیر ہے۔ کچھ حرج نہیں۔ رات خیر سے گزرے۔ تو کل صحیح بھی کچھ دور نہیں۔

بابو صاحب یہ ہٹک اور بے عزتی کا حال اس شیطان نے ان سے بیان کیا ہوگا۔ تب ہی اتنی دریگا کر آیا ہے۔

قاضی صاحب کیوں گاموں؟ گاموں

تھی یہ ادا آپ کے کھوتر کھوتر کے گلاں پحمدے رہے میں بھی صحیح آ کر دتا جے ساڑی مولوی ہو راں تے مر جے وانہاں کر دتا۔

نووارد بابو صاحب کی میز پر سے قلم دوات اور ایک ثابت چٹھی کا کاغذ لے آ۔ قاضی صاحب

آپ بالو صاحب کی طرف سے اس رقصہ کا جواب لکھیں۔ میں بولتا جاتا ہوں اور آپ لکھتے جاویں۔

قاضی صاحب بہت خوب فرمائیے۔
لووارو لکھئے:

کرم بندہ جناب مولوی صاحب

وعلیک۔ مولوی صاحب میں تو کہتا تھا کہ آپ اپنے سچ موعود کے لٹر پیپر اور الہامات سے واقف ہوں گے۔ مگر افسوس میرا خیال غلط لگا۔ میں آپ کی اس تحریر پر حیران ہوں کہ ہماری محفل میں آپ کے سچ دمہدی کی ہٹک اور بے عزتی کی جاتی ہے۔ مولوی صاحب نظر کمزور ہو۔ تو عینک لگا لجھتے اور روشنی کی طرف ہو کر (الوصیت م ۱۲، خزان ح ۲۰۲، ص ۱۰۰) پر مرزاقا ویانی کے عربی الہام (وہی مقدس و متواتر) پڑھتے۔ پھر اس کی تشریع جو مرزا نے (الوصیت م ۱۲، خزان ح ۲۰۲، ص ۱۰۱) پر کی ہے۔ پڑھتے جو اس طرح پڑھتے ہے:

”اس جگہ یاد رہے کہ خدا کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑیں گے جو تیری رسولی اور ہٹک عزت کا موجب ہوں۔ اس فقرہ کے دو سنتی ہیں:
اول یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسول کرنے کی نیت سے شائع کئے جاتے ہیں۔ ہم دور کردیں گے اور ان اعتراضات کا نام و نشان نہ رہے گا۔

..... دوسرے یہ کہ ایسی ہکایت کرنے والوں کو جو اپنی شرارتی کو نہیں چھوڑتے اور بدذکر سے باز نہیں آتے۔ دنیا سے اخالیں گے اور صفویتی سے معدوم کر دیں گے۔ تب ان کے نابود ہونے کی وجہ سے ان کے بیہودہ اعتراض بھی نابود ہو جاویں گے۔ بعد اس کے تھاراوا قصہ ہو گا۔“ مولوی صاحب خدا کو حاضر ناظر جان کر فرمائیے۔ کیا اس الہام (وہی و متواتر) کے بعد اور مرزا کے حادثہ کے بھی بعد مرزا کی ہٹک اور بے عزتی کرنا کسی کے اختیار میں رہا؟ اگر اس کی ہٹک اور بے عزتی ہو سکتی ہے تو وہ وہی مقدس و متواتر جھوٹی اور مرزا جھوٹے الہام خود گھر کر ان کو خدا کی طرف منسوب کرنے والا اور مفتری علی اللہ۔ لہذا اس کو جتنی بے عزتی اور رسولی بھی ہو کم کیونکہ ایسے شخص کو خدا سب سے بڑا خالم قرار دیتا ہے اور معمولی ظالم پر لخت بھیجا ہے اور اگر مرزا اسچا، اس کے الہام سچ اور خدا کی طرف سے، تو اس کے حادثہ یعنی اس کی موت کے بعد اس کی ہٹک اور رسولی کرنا ناممکن۔ کیونکہ ایسے اعتراضات کو خدا نے دور کر دیا اور اعتراض کرنے والوں کو خدا نے صفویتی سے معدوم کر دیا۔

مولوی صاحب سابقہ دو اعتراضوں کے جوابات کے ساتھ براہ مہر یا نی اس تیرے
سوال کا جواب بھی عنایت فرمائیں کہ آپ کے سچے مسعود اور نبی اور مجدد وغیرہ وغیرہ کی
فوجیدگی کے بعد اس کی ہٹک اور سوائی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

آخر میں عرض ہے کہ جس طرح آپ کے پیغمبر شد کو ایک ایسے ہی موقع پر جب وہ
دلی میں مولوی محمد بشیر صاحب سوائی سے مباحثہ کر رہے تھے۔ شرانکا مباحثہ میں ایک شرط یہ بھی
قرار پا چکی تھی کہ وہ فریق مباحثہ کے پانچ پانچ پرچے ہو جانے سے پہلے مباحثہ سے غیر حاضر ہو
جائے۔ اس کا فرار سمجھا جاوے۔ گھر سے تاریخی تھی۔ یا کم از کم بیان کیا گیا تھا کہ تاریخی ہے کہ
آپ کا خریبار ہے۔ اس کا خیال رہے کہ کوئی اس قسم کا تاریخ گور جانوالہ سے نہ ہنچی جائے۔

خاکسار پیغمداران۔ پابو

پابو صاحب..... گاموں یہ لے جاؤ مولوی صاحب کو دے کر چلا۔
نووارو..... پابو صاحب اب ہم آپ سے مرخص ہیں۔ اگر زندگی باقی ہے اور خدا کو مخمور ہے تو کل
پھر صحیح کی چائے یکٹیں آ کر بھیں گے اور کل کا دن ہمارا آخری دن ہو گا۔ سلام علیکم، و علیکم السلام۔
دوسرے دن اور دروازہ پر دستک۔ گاموں آئیے جتاب لگھا۔
تھی صاحب اور نوار داندرا خل ہو کر سلام علیکم، و علیکم السلام۔

لووارو..... تشریف فرمائیے پابو صاحب! رات کیسے گزری؟

پابو صاحب..... مولوی صاحب پوچھتے نہ کہ رات کس طرح گزری؟ ایک تو پھر بدن
بھونے ڈلتے تھے۔ دوسرے جانو کے بچوں کی جیسی ٹیکنے تمام رات آ کر ٹھیس لگتے دی۔
لووارو..... پابو صاحب قیمت سمجھتے کہ اس کے سارے بچے زندہ نہیں۔ ورنہ جس طرح اس نے دو
دو جنینے شروع کئے تھے۔ اگر سب کے سب زندہ رہے تو آپ کو گھر میں رہنا دشوار ہو جاتا۔

پابو صاحب..... مولوی صاحب بڑی بدجنت ہیں وہ ما نیں جو ایک وقت میں ایک سے
زیادہ بچے بختی ہیں اور بڑی منحوس ہے ایسی اولاد جو اپنی ماں کی زندگی تیخ کر دیتی ہے۔

لووارو..... ہاں صاحب گرامی اولاد بھی ہوتی ہی رہتی ہے۔ میرے خیال میں کوئی عملہ ایسا نہیں
جس میں ایسی اولاد نہ ہوتی ہو۔ اس گاموں کے سرال کے گاؤں میں میرے ایک مہربان ہیں۔
خوڑے دن ہوئے۔ ان کے ہاں تین لاکے پیدا ہوئے اور ابھی ابھی سول ایکٹھی گزٹ میں
کسی ڈاکٹر نے مشتہر کرایا ہے کہ رہٹک کے ہپتاں میں کسی سورت کے پانچ بچے پیدا ہوئے۔

بھوی مگر مرزا تو اسی پیدائش کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی طرح نادرات سے قرار دیتا ہے۔ قاضی جی پڑھنا۔
(تحفہ گلزار ۲۸ جنوری ۱۹۷۷ء ج ۲۸)

بابو صاحب گاموں چاؤ کا بھی کچھ غم ہے یا نہیں؟
گاموں مجی اہ۔

قاضی صاحب ”هم اپنی کتابوں میں بہت جگہ بیان کر رکھے ہیں کہ یہ عاجز حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے رنگ میں بھیجا گیا ہے۔ بہت سے امور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشاہدہ رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں ایک ندرت تھی۔ اس عاجز کی پیدائش میں بھی ایک ندرت ہے اور وہ یہ کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور یہ امر انسانی پیدائش میں نادرات سے ہے۔ حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بھی امور نادرات میں سے ہے۔ پس اس قسم کی پیدائش صرف اپنے اندر ایک ندرت رکھتی ہے۔ جیسے تو ام میں ایک ندرت ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔“ لا حول ولا قوّة!

مولوی صاحب، آپ اپنا مضمون شروع کیجئے۔ آج ہم نے روائی کی تیاری بھی کرنی ہے۔

بابو صاحب اے لوچاء آگئی۔ پہلے چاؤ سے فارغ ہو یجئے۔

نووارو بابو صاحب آپ کا رقمہ کل گاموں مولوی صاحب کو پہنچا آیا تھا۔ کیوں گاموں؟

بابو صاحب مجی ہاں! پہنچا تو آیا تھا۔ مگر کہتا ہے کہ اس کے سامنے انہوں نے رقمہ پڑھا نہیں۔ ایک دو آدمی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ اس نئے رقمہ لے کر جیب میں ڈال لیا اور یہ چلا آیا۔

نووارو آدمی کون تھے؟

بابو صاحب کہتا ہے کوئی مرزا تھے۔

نووارو بابو صاحب اگر مرزا ہمیں کے سامنے وہ آپ کے رقمہ کو پڑھتے؟ تو یقین جانیں آپ کے سوالوں کا جواب ان کے پاس نہیں ہے۔

قاضی صاحب (پیالی ختم کر کے) اگرچہ یہ ان تینوں سوالوں کا جواب ان کے پاس نہیں ہے۔

نووارو قاضی صاحب آپ حق فرماتے ہیں۔ زبانی مباحثات میں تو یہ ائمہ سیدھی کچھ نہ کچھ کہ جاتے ہیں۔ مگر تحریری جواب دینا کارے وار و اور دوسرا سے سوالات اور اعتراضات کی نوعیت سے

مولوی صاحب کو پڑنے لگا کہ معاملہ کس سے ہے اور یہ تیر کس مکان سے لٹکا ہوئے ہیں۔
پابو صاحب مولوی صاحب اگر ایسا لکھا پڑھا آدمی بھی صرف ضد اور ہدایت سے
اس فرقہ کو نہ چھوڑے تو جہلاء پر کیا گلہ ہو سکتا ہے؟

نووارو پابو صاحب اس فرقہ کے لوگوں کا معراج یہ ہے کہ جس فرقہ میں ہم داخل ہو گئے۔ سارا
جہاں اس میں داخل ہو جاوے تاکہ یہ ہر قوم کے حقوق حاصل کر کے کچھ بن جاویں۔ (تند گلزویہ
ص ۲۶، خزانہ حج ۱۹۸۷ء) پرمزے نے لکھ دیا کہ ”ہمیشہ کی حکومیت جیسی اور کوئی ذلت نہیں۔“
انہیں کوئی ان کے مذہب کے جھوٹے ہونے کی لکھتی ہی دلائل پیش کرے۔ آنکھیں بند لیتے ہیں
اور کانوں میں انھیاں نہ ہوس لیتے ہیں۔ گویا ہم جو کچھ انہیں کہتے ہیں۔ کسی اپنے فائدہ کے دائلے
کہتے ہیں۔

بیوی گاموں قاضی صاحب کے آگے کچھ بیکث اور رکھ۔

پابو صاحب مولوی صاحب بیکث نہیں کہ اس فرقہ میں پوچھیکل غصر بہت ہے۔ حکام
کی طرح طرح کی خوشامد کر کے ان سے رسونخ پیدا کرنا۔ اپنی ہر طرح کی طاقت بڑھانے کی
کوشش میں رات دن لگانا۔ یہ کسی دن کچھ بگل کھلا دے گا۔

پابو صاحب گاموں یہ سب کچھ ہٹالے۔

نووارو بیوی جی، گاموں کو کہہ دیجئے کہ بازار سے سودا وغیرہ لینے جاوے تو مولوی صاحب
سے پوچھتا آؤے کہ جواب تیار ہو گیا یا نہیں۔ کیونکہ آج جتنی جلدی بھی ہم فارغ ہو جاویں۔ اتنا
ہی اچھا ہے۔

بیوی وہ بالا خانہ قصاص کے رستے میں ہی ہے۔ وہاں بھی ہوتا آئے گا۔

قاضی صاحب ایک آرام چوکی پر دروازہ ہو کر۔ گاموں برتن سنہال کے ایک حصہ بھی بھر لے۔
بیوی جی گھر میں پان ہوں تو ایک کٹلوا پان کا بھی تمبا کو والا نگاہ دیں۔ مولوی صاحب مرزے کے
الہاموں کا اب لطف آئے گا۔

نووارو اچھا سنبھلے!

۳۳ ”تیرے لئے وہ مقام ہے۔ جہاں انسان اپنے اعمال کی وقت سے بھی نہیں سکتا۔“

مولوی محمد علی صاحب ہمیں جواب دیں کہ نبوت کے دوسرے کے سر کیا سینگ ہوا کرتے ہیں؟

۳۴ ”تو میرے ساتھ ہے۔ تیرے لئے رات اور وہ پیدا کیا گیا۔“ مولوی محمد علی صاحب

ہمیں جواب دیں کہ قرآن شریف میں جو اللہ تعالیٰ (پ ۱۹ ص ۳۴) میں فرماتا ہے: ”وَهُوَ الَّذِي جعل لَكُمُ اللَّيلَ لِبَاسًا“ اس میں اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا کہ ہم نے تم سب لوگوں کے واسطے رات کو پرداہ پوش اور نیند کو موجب راحت بنایا اور دن کو اس غرض سے بنایا کہ لوگ چلیں پھریں۔ کیا دنیا کی بیدائش سے لے کر مرزے کی بیدائش تک جتنے انسان اور رات کو سونے والے حیوان بیدا ہوئے مرزے کے طفیلے تھے کہ رات اور دن خدا نے بیدا تو کہ مرزے کے واسطے اور ایک لاکھ چوٹیں ہزار چیخبر وغیرہ وغیرہ مرزے کے طفیل سے ان سے فائدہ اٹھاتے رہے اور مولوی صاحب امیر لاہوری پارٹی یہ بھی فرمادیں کہ مرزے کے ہلاک ہو جانے کے بعداب خدا نے یہ دن رات کس لئے قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اس فحش کی ان ترانیوں کی کوئی حد بھی ہے؟

..... ۳۵ ”تیری میری طرف وہ نسبت ہے۔ جس کی مخلوق کو آگاہی نہیں۔“ ہابو صاحب غور فرمادیں:

الف لاہوری پارٹی کو آگاہی ہے کہ مرزا مجدد ہے۔ سچ موعود ہے اور مهدی موعود ہے۔

ب قادریانی پارٹی کو آگاہی ہے کہ مرزا ان کے علاوہ نبی بھی ہے۔

ج مولوی ظہیر الدین کی پارٹی کو آگاہی ہے کہ مرزا رسول یا صاحب شریعت بھی تھا۔

پھر وہ کون سا درجہ مرزے کا سواعدائی کے کوئی اور ہے جس کی مخلوق کو خبر نہیں۔ اللہ تیری شان! ہابو صاحب آپ کو یقین نہیں تو مرزے کا ایک کشف بھی سن لیں۔ جو (کتاب البریص ص ۷۸، خزانہ ح ۱۳ ص ۱۰۲) سے شروع ہوتا ہے۔ (ترجمہ) ”میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں (تو پر نعمۃ باللہ نووارو) اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا بھا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخم وار برتن کی طرح ہو گیا ہوں۔ یا اس شے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنی بغل میں دبایا ہوا اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اشامیں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پہنماں کر لیا۔ یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قوت و قدرت مجھ میں جوش مارتا اور اس کی الوہیت مجھ میں موجود ہے۔ اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم نیاظمام اور

نیا آسان اور غنی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسان وزمین کو اجھائی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے مٹاہے حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسان و نیا کو پیدا کیا۔“

قاضی صاحب اب تو آپ مرزا نے پریا اعتراض نہ کریں گے کہ مرزا نے اپنے کن
فیکون کے اختیارات کیوں کہیں استعمال کر کے نہ کھانے:

محل قد جاناں کے دو پستان نکل آئے

لو سرد کو تھہت نہ رہی بے شری کی

قاضی صاحب مولوی صاحب وہ مرزا نے کاز میں و آسان بنایا ہوا ہے کہاں؟

نووارو قاضی صاحب افسوس! آپ کو اتنی بھی خبر نہیں۔ مرزا قادیانی بعده اپنی آسمانی مکحوج
یعنی آنحضرت ﷺ کی پیشین گئی دالے بیوی بچوں اور فرزند و لبند بشیر عنوان اُتل کے اسی میں تو
رہتے ہیں اور کروڑ ہاڑ ہریے، ہندو، آریے، سکھ، یہودی اسلام لا کر اور تمام عیسائی جن کی صلیب
مرزا قادیانی نے توڑ دی۔ صلیب شکستہ حالت میں اسی میں مرزا نے قادیانی کے ساتھ آباد ہیں۔

قاضی صاحب وہاں ان کا مشغله کیا ہے؟
نووارو مشغله کیا ہوتا تھا۔ مرزا قادیانی نے اس آسان میں یہ اتنے لگادیے کہ انہی کی
مخالی سے انہیں فرمت نہیں ہوتی۔ ہاں غریب بشیر کو کبھی جلد بڑھنے سے فرمت تھی تو کبھی اس
نے کسی بیمار کا علاج کر دیا۔ یا کسی قیدی کو چھوڑ دیا۔

پابو صاحب (بڑے ذرے سے) کیا وہ شیطان گاموں اب تک نہیں آیا؟
بیوی (پادر بھی خانہ سے باہر نکل کر) ابی وہ سودا تو مدت ہوئی لاچکا۔ مولوی صاحب کی
ہابت کہتا تھا کہ ان کے بالا خانہ پر قفل لگا پڑا ہے۔ میں نے اسے پھر بھیجا ہے کہ پختہ طور پر دریافت
کر آؤے کہ مولوی صاحب کہاں ہیں؟ اور قفل لگنے کی وجہ کیا ہے؟

قاضی صاحب مرزا قادیانی کا یہ کشف سن کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کشف ہے کیا چیز؟ اگر
اس کے یہ معنے لیں کہ کسی ایسی چیز کو مخالف قلب سے دیکھ لینا جو داقعہ میں اپنا جو دل تو رکھتی ہے۔ لیکن
ان آنکھوں سے ہم اسے دیکھنے سکتے۔ تب بھی یہ کشف فلسط۔ کہتے ہیں کسی پہاڑی پلچر کے وزیر
نے راجہ صاحب کے ایک خیاطیوں کر کے کہا کہ مباراچ! یہ درزی و عویٰ کرتا ہے کہ میں ایسا لباس
بنائکا ہوں کہ پہننے والے کو نظر نہ آوے اور سب کو نظر آونے اور یہ لباس جیتی اور فاخرہ ہو گا کہ اور

کسی مہاراجہ کے پاس دیسانہ ہوگا۔ مگر اتنا رودپی اس کے اخراجات کے واسطے بھی ملتا چاہئے۔
 راجہ صاحب نے کہا منثور ہے۔ ہمارے واسطے بہت جلد پہنایا جائے۔ درزی بھی
 روپیے لے کر چلا گیا۔ ایک ماہ کے بعد دربار میں اس طرح حاضر ہوا کہ گویا اس نے کچھ کپڑے
 اٹھائے ہوئے ہیں۔ راجہ صاحب کو جھک کر سلام کیا اور کہا کہ اپنے کپڑے اتنا ریے اور یہ چکن
 لجھئے۔ چنانچہ وہ راجہ صاحب کے کپڑے اتنا تا گیا اور انہا پہننا تا گیا۔ بھی سر پر سے ہاتھ گزار کر
 گریبان ڈالا۔ بھی باہیں اونچی کر کے آشینیں پہنائیں۔ بنن لگائے۔ پاجامہ پہننا کراز اربند
 باندھا۔ جب لباس پہننا گیا تو راجہ صاحب نے دربار یوں کی طرف دیکھا۔ سب نے کہا واہ
 مہاراجہ واہ۔ کس کی مجال یہ کہہ کہ مہاراج آپ برہن ہیں؟ دون بھر تو راجہ صاحب نے اسی لباس
 میں دربار کیا۔ شام ہوئی تو قتل میں گئے۔ اسی خوشی میں کہ رانیاں یہ لباس فاخرہ دیکھ کر خوش ہوں
 گی۔ لیکن جب رانیاں آپ سے منہ چھپا کر بھاگیں تو آپ کو معلوم ہوا کہ درزی مجھے آؤ بنا گیا۔
 پس اس کشف کا زمین دآسان، راجہ صاحب کی پوشش سے زیادہ وقت نہیں رکھتا۔
 کیونکہ ایک نیا آسان نہیں۔ اگر ایک نیا ستارہ بھی آسان پر نمودار ہوتا ہے۔ تو بیست داں معلوم کر
 لیتے ہیں کہ ایک نیا ستارہ نمودار ہوا ہے اور اگر کشف کے معنے لیں کہ کسی شخص کے دماغ میں کسی
 خیال کا پیدا ہو جانا جو حقیقت حال سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ تو مرزا کی معمولی چالاکیوں میں سے
 ایک چالاکی اور یہ کوشش کہ کسی مجدوب اور دیوانہ مسلمان سے بھی میں ودم درجہ نہ رہ جاؤں۔
 یہوی..... اسی گاموں آگیا ہے۔ کہتا ہے کہ بالاخانے کے دائیں بائیں کے دکانداروں نے یہی
 بتایا ہے کہ ہم تو دس بجے دکان بند کر کے گئے۔ ہم اس بالاخانہ کو کھلا چھوڑ کر گئے۔ صبح دکان
 آکر کھوئی تو قفل لگا پایا۔ اس لئے میں نے اشینیں پر جا کر دریافت کیا تو بابو غلام رسول نے بتایا کہ
 مولوی صاحب تو ۱۲ بجے رات کی گاڑی میں سوار ہو گئے۔ لکھ انہوں نے گور انوالہ کا لیا تھا۔
 بابو صاحب..... مولوی صاحب آپ کی پیش بندی نے کچھ نہ کیا۔ مرزا کی طرح غالباً
 مولوی صاحب کا بھی خسرو بار ہو گیا۔
 نووارو..... بابو صاحب، مولوی صاحب تو مرزا کی سنت ادا کر کے داخل قواب ہو گئے۔ لیکن اگر
 آپ کے اعتراضات یا سوالات کے جوابات سے عاجز رہ کر پھر بھی اسی فرقہ میں رہے۔ تو پھر اس
 میں کچھ نہ ک باقی نہیں رہے گا کہ یہ ایک پلیٹکل فرقہ ہے۔ جس کو حق باطل سے کچھ سرد کار کر
 نہیں۔

بایو صاحب ہا واژ بلند کھانا تیار ہو گیا ہو تو لے آؤ۔
بھوی کھانا تیار ہے۔ ذرا چاول دم ہولیں۔ گاموں اتنے میں ہاتھ دھلا۔ ہاتھ دھوئے
کچھ۔

..... مولوی صاحب آپ کی اس کھف کی نسبت کیا رائے ہے؟
 نووارو..... میری اس کھف کی نسبت وہی رائے ہے جو مرزا قادیانی کی تصویر کی نسبت رائے
 ہے۔ جو (ٹیکرہ حقیقت الودی ص ۲۷، خداونج ۲۲ ص ۶۹۸) پر درج ہے۔ بڑے بڑے بزرگ گزر
 گئے۔ مگر کسی نے اپنی تصویر اس طرح آنکھیں شیم پاڑ کر کے اور گرذن کو خم دے کر نہیں اتر دی۔
 جو ثابت کرے کہ:

خدا سے بس اب لوٹا گئے ہوئے ہیں
اس تصویر کو تھی ڈیکھنی کے بعد میں بھیج کر دریافت کریں کہ یہ شخص کس چال چلن کا آدمی
ہے تو مجھے لیقین نہیں کہ وہ اس تصویر کو آپ کو داہم دیں۔ قاضی صاحب غضب خدا کا، خدا تو اپنے
قرآن مجید میں (پ ۲۲۶۷) فرمادے کہ خدا کے سوامی جنمیں پکارتے ہوڑ را مجھ کو بھی تو دکھاؤ۔
انہوں نے کوئی زمین یا ہائی ہے؟ یا آسمانوں کے یا نے میں ان کا کچھ سماجھا ہے؟ اور برخلاف اس
کے خود ہی مرزے میں گھس کے اس سے زمین و آسمان پیدا کرتا۔ اب اگر سوائے خدا کے اس کے
مند بولے جیئے کوپکارا جاوے تو خدا کے پاس کوئی محنت ہاتھی رہے گئی؟

..... بالوصاحب مگر اس کی مرزے نے کچھ تاویل بھی تو کی ہے۔
نودارو بالوصاحب افسوس آپ نے مرزے کو آج تکب نہ پہچانا۔ یہ تاویل تو صرف فہمیدہ
اشخاص (مُکْرِن) کے لئے ہے۔ نہ کہ مان لینے والوں کے واسطے۔

فاضی صاحب..... (درخواں اپنی طرف کچھتے ہوئے) مولوی صاحب میں جیران ہوں کہ
مرزے کو ایسی باتیں بنانے سے فائدہ کیا تھا؟

نودارو..... قاضی صاحب کھانا کھا لے چکے۔ مولوی صاحب تو مرزا قادریانی کی سنت موکدہ میں گور انوالہ جا پہنچے۔ چس ہمارا یہ آخری دن ہے اور میں انشاء اللہ آج اپنی تقاریر کو مرزا کی لئے تراجمیوں اور پھومن دیگرے نیست کے مضمون پختم کر دوں گا۔ آپ ذرا کھانا بھوک رکھ کر کھائیں۔ ایسا نہ ہو کہ میر اتو مغز خانی ہو جائے اور آپ خدائی بھرتے ہوں۔

بیوی مولوی صاحب آپ تو ہمارے قاضی صاحب کے کھانے کو ہی بھی شُوكتے رہتے ہیں۔ قاضی صاحب کھائیے اور خوب کھائیے۔ یہ چاول تو میں نے آپ ہی کی خاطر دم کئے ہیں۔ اگر آپ نے نہ کھائے تو ان کے دام دینے پڑیں گے۔

گاموں قاضی ہی خیر میں تھا نوں نپ کے تھاؤے پچھے بیٹھا رہا گا۔

نووارد اور گاموں مرزا قادریانی کا فتح و پیغام صرعہ بھی پڑھتا جائیجوا جو گا کو آریو، نیندہ کرو پیار۔

قاضی صاحب (منہ میں نوالہ ڈال کر) بابو صاحب میں آپ سے سچ کہتا ہوں (نوالہ گل) کراو گاموں کو پانی کا اشارہ کر کے) کہ نیندہ میرے اپنے اختیار میں ہے۔

نووارد اچھا آپ کھائیں جتنا چاہیں۔ لیکن میری تقریب میں اگر آپ نے ایک آنکھ بھی بند کی تو پھر آپ تماد پیکھیں کے۔

قاضی صاحب نہ مولوی صاحب آنکھیں کھلی رکھنا تو میرے اختیار میں نہیں۔ مگر حقیقت میں میں جا گتا ہوا کرتا ہوں۔

بیوی ہاں اس کا تو مقبول کی والدہ بھی مجھ سے ذکر کرتی تھیں۔ تقدیر۔ اور سب نے ہاتھ اٹھا کر: "الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين والحمد لله رب العلمين"

بیوی گاموں سب سے پہلے یہ ہڈیوں کا ڈھیر بابو صاحب کے سامنے سے اٹھا کر موتو کو ڈال دے کر اس کا وقت ضائع نہ ہوا ز مولوی صاحب میرے آنے تک تقریب شروع نہ کر جائے گا۔

نووارد نہیں بیوی تھی تم کھانا با فراغت کھا آؤ۔ ابھی تو ہم نے پان کھانا ہے۔ حقہ پینا ہے۔ ہاں آتے ہوئے احسن التفاسیر کی ساتوں منزل لیتے آتا۔

نووارد اچھا بابو صاحب آج تو ہمارا کوچ ہے۔ کوہاٹ کی کوئی خدمت میرے لائق ہوا کرے تو بلا کلف اطلاع دیا کریں۔

قاضی صاحب اور میری طرف سے بھی بھی معروف تجویزیں۔

۱۔ یعنی قاضی تھی آپ خوب کھانا کھائیں۔ نیند سے نہ ڈریں۔ آپ کو کچڑے آپ کے پیچھے بیٹھا رہوں گا۔ گرنے شودوں گا۔

بایو صاحب..... اجی یہ تو آپ صاحبان کی نوازشات ہیں۔ مجھ پر بڑی مہربانی ہوگی کہ اس تاپری کو آپ یاد رکھیں گے اور کبھی کبھی اپنی خبریت کا کارڈ ڈال دیا کریں گے۔

نووارو..... بایو صاحب آپ کا سلوک ہمارے ساتھ ایسا نہیں رہا کہ ہم آپ کو کبھی بھول سکیں۔ ہاں میرے ہاتھ میں چونکہ رعشہ ہے۔ خط لکھنا مجھے بڑا دو بھر معلوم ہوتا ہے۔ ہاں جب کبھی آپ اشیش چھوڑا کریں تو مجھے بذریعہ کا رڈ اطلاع دے دیا کریں کہ آئندہ میرا پتہ یہ ہو گا۔

بیوی..... لبجھے مولوی صاحب یا احسن التفاسیر لبجھے۔

نووارو..... لبجھے قاضی صاحب اب میری طرف متوجہ ہو جائیے۔ آپ کا ایمان ہو شہ ہو۔ میرا اس بات پر ایمان ہے کہ:

آل را کہ خبر شد خبرش ہاز نیام

لینی خدا کی عبادت کرنے والوں کو جب کچھ مل جاتا ہے۔ تو پھر وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔ بلکہ میرے خیال میں سچے جھوٹے بزرگ میں تمیز میں ہے کہ پہلا خاموش ہے اور وہ سراہر روز ایک نیاقصہ لوگوں کو سناتا ہے۔ مرزا نے اپنی تمام کتابیں اسی بات سے پر کر دیں۔ مجھے خدا نے فرمایا ہے تو ایسا ہے تو وہ ہے۔ تیرا میرے ساتھ قلاتا تعلق ہے۔ یہ ہے اور وہ ہے۔ کسی نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ ”اما بِنَعْمَةِ رَبِّكَ فَهَدَثُ“ (حقیقت الوعی ص ۶۷، خزانہ حج ۲۲ ص ۷) لینی خدا کی نعمتوں کا لوگوں سے ذکر کر۔

اس الہام کی تعلیل کرتا ہوں۔ کسی نے تو قرآن کمول کرنے دیکھا کہ کیا اس آیت کے مکنی متنی ہیں؟ جو یہ ہمیں بتا رہا ہے۔ یا کچھ اور۔ چس میں آج اس سورۃ الحجی کی تفسیر آپ کو پڑھ کر سنا تا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو جاوے کہ مرزا نے لن تر ایسا ہاٹک کر اپنا پایہ سب سے بلند کرنے کے لئے کیسی لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالی اور آیت سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ اس سورۃ کی تفسیر احسن التفاسیر میں یوں لکھتا ہے:

”اگرچہ مفسروں نے اس سورۃ کے شان نزول میں طرح طرح کی باتیں لکھی ہیں۔

سب سے زیادہ صحیح شان نزول وہی ہے۔ جس کا ذکر صحیفین کی جذب کی روایت میں ہے کہ حضرت ﷺ بہرہزت سے پہلے مکہ میں کچھ پیار ہو گئے تھے۔ اس پیاری کے سب سے دو تین راتوں تک آپ تہجی کی نماز کو نہیں اٹھئے۔ یہ دیکھ کر امام جیل البریب کی بی بی نے کہا کہ محمد ﷺ کے رب نے

محمد ﷺ کو چھوڑ دیا۔ اس لئے انہوں نے رات کو ملٹنا بند کر دیا۔ ام جمل کی اس بات سے آنحضرت ﷺ کو رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے رنج رفع ہو جانے کی غرض سے یہ سورۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے نبی اللہ کے نبی اللہ نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔ نہ وہ تم سے کچھ خفا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کا رنج رفع کرنے کے لئے یہ بھی فرمایا کہ وہیا تو اسی طرح کے رنج والم پیش آنے کی وجہ ہے۔ مگر چند روزہ دنیا گزر جانے کے بعد اے نبی اللہ کے تمہارے لئے عقبی میں بڑے بڑے درجے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اسی طرح کی نصیحتوں کے اثر سے آنحضرت ﷺ دنیا کی کسی راحت کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمد رضی وغیرہ میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دن بوریا پر سونے سے آنحضرت ﷺ کے پہلو پر نشان پڑ گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو معلوم ہوتا تو میں بوریا پر کوئی چیز پہنچونے کے طور پر بچا دیتا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دنیا چند روزہ ہے۔ اس لئے مجھ کو دنیا کی راحت درکار نہیں۔ میری اور دنیا کی مثال تو اسی ہے جیسے کوئی مسافر تموزی دیر کی سایہ دار رخت میں ٹھہر جاتا ہے۔“

حاضرین بیک زبان ہو کر سجان اللہ، سجان اللہ اسی نبی کیسے دنیاوی راحتوں سے الگ رہتے تھے۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ آہت: ”ولسوف يعطيك ربك فترضني“ کی شان نزول کی بابت صحیح سند سے تفسیر ابن الی حاتم متدرک حاکم تہلیق طبرانی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے عہد میں پیش آیا کہ دور دور کے تمام شہر قیامت ہو گئے اور اسلام کو نہایت ترقی ہوئی اور امت محمدیہ کو ہر طرح کی راحت نظر آئی۔ اس حال کے معلوم ہونے سے آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو زیادہ خوش کرنے کے لئے یہ آہت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آہت کے یہ ہیں کہ دنیا کی راحت کے علاوہ اے نبی اللہ کے تمہارے امت کو اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی وہ راحت دینے والا ہے۔ جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ اس معنی کی پوری تائید صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمرؓی حدیث سے ہوتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک روز قیامت کے دن کا امت محمدیہ کا انجام یاد کر کے رونے لگے۔

اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
اے نبی اللہ تعالیٰ مامت کے دن میں تمہاری امت کے ساتھ وہ برناویرتوں کا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان احسانات کا ذکر فرمایا ہے۔ جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر کئے تھے۔
تاکہ معلوم ہو جائے کہ دنیا جیسی امتحان کی جگہ جب اللہ تعالیٰ کے احسانات کا یہ حال ہے۔ تو عقینی
جیسی جگہ میں جو یعنی احسان کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا کیا حال ہو گا؟

پایا تجوہ کو بحکمت کا مطلب ہے کہ منصب نبوت قرآن کی صحیح ان میں سے کوئی چیز بھی
تم کو معلوم نہ تھی۔ حضرت کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور آپؐ کی عمر چھ برس
کی تھی۔ جب والدہ کا انتقال ہو گیا اور والدہ کے انتقال کے انتقال کے بعد آپؐ کے والد عبدالمطلب نے
آپؐ کی پرورش اپنے ذمہ لی۔ جب آپؐ کی عمر ۸ سال ہوئی تو عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔ پھر
آپؐ کے پیچا ابوطالب نے آپؐ کو پالا اور آپؐ بڑے ہوئے اور حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہو جانے
کے بعد آپؐ کی محدثی رفع ہو گئی۔

ان عی پا توں کا ذکر ان آجیوں میں ہے اور اس ذکر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول گوان
کی تینی اور تیکھی یاددا کرتی ہیں اور تیکھیوں اور تیکھیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی صحیح
فرمائی ہے اور اللہ کے احسان کا بیان کرنے کا یہ مطلب ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس کا شکر یہ ادا کیا
جائے۔ قاضی صاحب سن لیا آپؐ نے ”اما بنعمة ربك فحدث“ کے کیا معنے ہیں؟

قاضی صاحب..... بالکل ٹھیک، بالکل ٹھیک، بالکل ٹھیک۔ عقل انسانی بھی بھی مانتی ہے۔ اس
کے معنے یہ ہیں کہ وف لے کر ڈھنڈو رہ پیٹا جاوے کہ مجھ سے خدا قریباً ہر روز ہاتھیں کرتا ہے۔ مجھ پر
الہام ہارش کی طرح ہرستے ہیں۔ مجھ سے خدا اپنے چہرہ سے کسی قدر پر وہ اٹھا کر باتیں کرتا ہے۔
مجھے کہتا ہے لوگوں کو ہم نے خلکی سے پیدا کیا۔ تجھے اپنے پانی سے۔ مجھے اس نے کن فیکون کے
اختیارات دے دیے۔ مجھے کہتا ہے کہ میں عرش پر بیٹھا تیری ہمدرد کرتا ہوں۔ میں نے زمین دا آسان
تیرے لئے پیدا کئے۔ میں نے رات دن تیرے لئے پیدا کئے۔ زمین دا آسان تیرے ساتھ ہیں۔
چیزے نہیں ساتھ ہیں۔ میں تیرے ساتھ ہوں۔ میں اپنی فوجوں سمیت تیرے ساتھ ہوں۔ یہ ہے
اور وہ ہے۔

نووارو..... قاضی صاحب اس کے علاوہ ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ مرزا نے جوان لئن ترانیوں

کے الہاموں سے اپنی کتابیں بھر دیں۔ ان الہاموں کو اس نے کس لمحہ میں بیان کیا ہے؟ آیا اپنی بڑائی اور مسیحیت اور اپنے خالقوں کی ذلت میں یا کبھی اس نے کسی الہام کے بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کا شکر ہے۔ یا خدا کا احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ الہام کیا ہے؟ جہاں تک میری یاد و اشت کام کرتی ہے۔ مرزا نے اپنے الہاموں کا ذکر شکریہ کے لمحہ میں نہیں کیا۔ پس مرزا کا اس آیت کی آڑ لیتا ثابت کرتا ہے کہ اول تو مرزا نے اس آیت کے معنے ہی غلط کئے۔ دوم ان متوں پر بھی کار بند نہ ہوا۔ لو یہی جی بندہ اپنا فرض ادا کر چکا۔ اب آپ کے باپ صاحب جانیں اور مرزا کی جانیں۔

مولوی صاحب آپ نے مجھے ایسا گدھا سمجھا کہ مرزا کے اس قدر حالات معلوم ہو جانے کے بعد بھی میں کبھی مرزا کو چاہاں لوں گا۔ استغفار اللہ، توبہ، نعوذ باللہ۔
بیوی مولوی صاحب اس جلتی و حکوم اور گرفت میں آپ کہاں جائیں گے؟ ریل تو آپ کی رات ۱۲ بجے جائے گی۔ پھر تینیں کیوں آرام نہیں کرتے؟

نووارو بیوی جی نہ مجھے دن کو عادت سونے کی نہ آپ کی چھت کے نیچے مجھے آرام کی توقع۔
اگر میں دوپہر تینیں گزاروں تو کیا تم مجھے چین لینے دوگی؟

بیوی کلکھلا کے ہٹنے کے بعد؟ مولوی صاحب میں آپ سے ایک سوال سے زیادہ نہیں کروں گی۔

نووارو قاضی جی، قاضی جی۔

بیوی اجی چھوڑیے۔ انہیں آنکھ لگا لینے ویجھے۔

نووارو اچھا بیوی جی فرمائیے۔ آپ کا سوال کیا ہے؟

بیوی میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ مرزا کو مرے ہوئے ابھی جمعہ جمعہ آٹھوں نہیں گزرے۔ ان کے قبیلین کی کتنی پارٹیاں بن گئیں اور کیوں اور ان کے اعتقادات میں کیا اختلاف ہے اور کیوں؟

نووارو بیوی جی تم نے سنا ہو گا کہ شیر جنگل میں کسی جانور کا فکار کر کے اس کا خون پی کر چل دیتا ہے۔ اس کے بعد بھیڑیے، چیتے، گیدڑ وغیرہ اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ مرزا قادری اپنے قلم کے زور سے مسلمانوں کا فکار کر کے ان کا خون پی کر چل دیے۔ اب باقی مسلمانوں کا گوشت کھا

رہے ہیں۔ اگر سب یک رائے ہو جائیں۔ تو لیڈر صرف ایک ہی ہو۔ اس لئے جس کسی کو لیڈر بننے کا شوق ہوا۔ اس نے دوسرے سے تھوڑی سے ناقلوں سے تھاٹی کی اور اپنی پارٹی علیحدہ بنالی۔ لیکن گوشت اسی جانور کا کھاتے ہیں۔ جس کا مرزا قادیانی نے فکار کیا۔

یعنی مرزا کو سب سچا مانتے ہیں۔ ان لیڈری کے شوق میں بعض مثلاً کمبل پور کے عرضی نویں جیسوں کو تو ناکامیابی ہوئی۔ مگر تین لیڈر بخ رہے ہیں۔ اول مرزا قادیانی کا بیٹا جو اس بات پر اڑا ہوا ہے کہ میرا باپ ضرور ضرور حقیقت میں محمد و مسیح و مهدی و معہود اور نبی تھا۔ کیونکہ خدا نے اس کے الہاموں میں اس کو ایسا کہا ہے۔ دوم مولوی محمد علی صاحب تعلیم یافت پارٹی کے لیڈر دہ کہتے ہیں کہ نہیں کہ سب کچھ جھوٹ ہے ڈگر مرزا تھا تو محمد داس کا مانا ضروری ہے۔ سوم ظہیر الدین وہ کہتا ہے کہ تم دونوں غلطی پر ہو۔ مرزا سچا بھی تھا اور رسول باشریعت۔ اس کو رسول باشریعت مانو۔

اب عقل سے خالی اور جیب کے پر لوگ کچھ ایک کے پیچے لگ گئے ہیں۔ کچھ دوسرے کے کچھ تیرے کے۔ باقی رہایہ وال کن و جو بات پر اختلاف ہے۔ سوتیں مرزا کا لاثر پنچ پڑھ کر ایک مجدد سے لے کر خدا تک اسے مان سکتی ہو۔ ابھی ان پارٹیوں کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ وہ مرزا کو خدا نہیں مانتیں۔ مگر وہ وقت (خدان کرے) اب قریب ہے کہ ایک پارٹی اسی کے اقوال سے اٹھ کر اسے خدا کہے گی۔ فی الحال تو ظہیر الدین کی پارٹی نے صرف کلم میں سے آنحضرت ﷺ کا نکال کر مرزا کا نام داخل کر دیا ہے۔ ویکھے اس نے اپنے ٹریکٹ ”انا انزلناه قربا من القادیان“ کے آخر میں لکھا ہے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَجْدَدْ جَرِي اللَّه“

یوہی جی ان لیڈروں میں اتنی تو طاقت نہیں کہ اپنا کوئی نیا مہب ابجاد کریں۔ لا حالہ مرزا کو سچا مان کر اوس کے مذہب کی شاخیں بنا کر لیڈر بن رہے ہیں۔ میں مرزا قادیانی کی اس بات کا قائل ہوں کہ گواں کی برادری کا ایک شخص آریہ ہو گیا۔ ایک عصائی ہو گیا۔ ایک چوروں کا خیبر بن گیا۔ ایک دہریہ بن گیا۔ مگر مرزا نے اسلام کو نہ چھوڑا اور خدا سے قرآن کا علم پا کر ”الرَّحْمَنْ عَلِمَهُ الْقُرْآنَ“ میں قرآن سکھا گیا۔ کرہ کا لٹکا شن شن۔ لو یوہی جی میں دو جمدوںے لوں۔

یوہی گاموں مولوی صاحب نماز پڑھیں تو چاء لے آ۔

بابو صاحب کاموں پانی کے دلوٹے بھرا۔ نماز کے بعد قاضی صاحب جائے گئے اور گاموں چاہ لے آیا۔ چاہ پر بیٹھ کے۔

قاضی صاحب آپ لوگوں نے بڑا ظلم کیا کہ مجھے بیدار کر دیا اور فکار میرے ہاتھ سے چھوڑا دیا۔

بابو صاحب وہ کس طرح؟
قاضی صاحب اجی میں نیند میں گورا نوال پہنچا ہوا تھا اور مولوی صاحب کو پکڑ کر انہیں سمجھنے رہا تھا کہ آپ کہا رے سوالات کا جواب دیں۔ قہہ۔

نووارد بابو صاحب اب ہم تو یقول شنیکے کہ

مراد ما صیحت بود کلم

حوالت باخدا کردیم ورنیم

آپ کو حوالت باخدا کرنے والے ہیں۔ لیکن اگر آپ کے مولوی صاحب پھر آپ کو
ملیں۔ تو ان سے یہ سوال بھی ضرور کیجیے گا کہ:

بابو صاحب مولوی صاحب تھہریے کہ میں اسے لکھ لوں۔
نووارد اچھا لکھتے۔

بابو صاحب قلم روشنائی میں ڈبو کر، می۔
نووارد لکھتے!

۱ آپ کے نبی صاحب کو سال ۱۹۰۵ء میں الہام ہوا کہ تیری موت بہت قریب ہے۔
(تذکرہ طبع سوم ص ۲۷۷ء) اور یہ وحی مقدس اس قواتر سے ہوئی کہ اس نے نبی کی ہستی کی بیانادہ ملادی۔

(رسالہ الوصیت ۱۱، اجزہ اُنچ ۲۰ ص ۲۰۱)

۲ سال ۱۹۰۶ء میں جب ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے نبی صاحب کو اطلاع دی کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ آپ ۲۳ مارچ ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جائیں گے اور کاذب صادق کی زندگی میں قفاہو گا تو نبی صاحب نے اشتہار "خدائی کا حایہ ہو" جاری کر کے اس میں تحریر کیا کہ مجھے میرے خدا نے اطلاع دی ہے کہ عبدالحکیم خان صادق نہیں ہے۔ میں صادق اور کاذب میں فرق کر کے دھکلاؤں گا اور یہ بھی لکھا کہ اگر میں ڈاکٹر صاحب کی الہامی تھیں گوئی کی میعاد مقررہ میں مر۔

تو پیاسی ذلت کی موت ہو گی۔ گویا میرے آگے بھی لخت اور پچھے بھی لخت ہو گی۔

سال ۱۹۰۷ء میں جب اخباروں میں چھپا کہ نبی صاحب نے جو مولوی عبدالحق صاحب غزنوی سے مبلغہ کیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی صاحب کا تو خدا نے بال بیکانہ کیا اور نبی صاحب کا فرزندِ فوت ہو گیا۔ تو نبی صاحب نے اشتہارِ تبرہ جاری کیا اور اس میں بے شمار الہامات آیاتِ قرآنی میں اتار کے لکھا کہ میرے خدا نے مجھے یہ الہام کئے ہیں کہ میں تیرے بد خواہوں کو تیری زندگی میں فنا کر دوں گا اور تیری عمر بڑھا دوں گا۔ تاکہ معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔ مگر نبی صاحب ۲۶ مریضی ۱۹۰۸ء کو یعنی موتِ قریب ہونے کی وحی اور متواتر سے دو سال چھ ماہ بعد اور موتِ بعدید ہونے (عمر بڑھائے جانے کے) الہامات سے سات ماہ کے اندر ان تمام و شتموں اور مکنڈیوں کو جن کی طرف ان اشتہارات میں اشارہ تھا۔ بغیر و خوبی زندہ اور سلامت چھوڑ کر مرنے سے ثابت کر دیا کہ یہ اشتہارات کے الہامات مقدسہ و مطہرہ محض جھوٹے اور خدا پر افتراء تھے۔

پس امن مریم مرگیا تھی کہ تم صاحب سے ہماری بڑی عاجزی سے درخواست ہے کہ کیا وہ اجازت دیتے ہیں کہ تم الوصیت کے کل الہامات مدرس کو بھی اس طرح جھوٹے اور افتراء علی اللہ سبحانہ اور اس کی وجوہات ہیں:

۱..... یہ کہ الوصیت کی مقدس وحی میں بھی یہ تھا کہ ”ایسی وکایت کرنے والوں کو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بدذکر سے باز نہیں آتے۔ دنیا سے اخالیں گے اور صفوٰتی سے محدود کر دیں گے اور تب تیرا حادثہ ہو گا۔“ یہ الہام صاف غلط ثابت ہوا۔

۲..... یہ کہ موتِ قریب ہونے کے الہامات اگر حقیقت میں ہوئے ہوئے تو ضرور تھا کہ ان کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ ان اشتہارات کے الہامات میں ہوتا۔ بالخصوص مولوی شاء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ میں جو کسی الہام و وحی پر تی نہ تھا اور فیصلہ فریقین کی موت و حیات سے ہونا تھا۔

۳..... سوا ہبھی مقبرہ کے بدعت قائم کرنے اور نبی صاحب کے مقبرہ کو آنحضرت ﷺ کے مقبرہ پر فضیلت دینے کے کوئی اور وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صاحب اور اپنے منہ بولے یہی کو موت سے اڑھائی سال پہلے اس کی موت کے قریب ہونے کی خبر دے کر اس کی ہستی کی نیپا کو کیوں بلا دیا اور تمیں کوچار کرنے والے کا کیوں سدرہ اہنا۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب میں اس آخری فقرہ سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس کی منطق غلط ہے۔

نووارو..... (آنکھوں ہی آنکھوں میں قاضی صاحب کے قول کی دادوے کر اور مسکرا کر) ہاں بابو صاحب یہ سوال تو ختم ہو گیا۔ اب عرض یہ ہے کہ اس کو اپنے مریم مریمیات کی ختم صاحب کے تہائی میں پیش نہ کیجئے گا۔ بلکہ اس وقت جب وہ چار سمجھدار آدمیوں میں بیٹھے ہوں تاکہ ناک مثال نہ کر سکیں۔

بابو صاحب..... (ماستے پر ہاتھ مار کر) افسوس صد افسوس، ہائے افسوس! ہم اس شخص کے الہاموں کے بھروسہ پر حضرت علیہ السلام کو مردہ اور بہتی مقبرہ کو ہر قسم کی رحمتوں کا جائے نزول مانتے ہیں۔ مولوی صاحب تمام عمر کی حرام حلال کی کمائی ہم نے ان کی نذر کر دی اور آج اگر کوئی ہم سے پوچھتے کرم نے وہاں وہ کون ہی چیز پائی جو پہلے تمہیں حاصل نہ تھی۔ تو ہمارے پاس اس کا جواب نہیں۔

نووارو..... بابو صاحب آپ بھی غصب کرتے ہیں۔ مرزا قادریانی نے اتنی دماغ سوزی کر کے یہ مذہب آپ کے کسی فائدہ کے لئے ایجاد کیا تھا۔ یا اپنے۔

قاضی صاحب..... مولوی صاحب آپ کے اس لفظ "دماغ سوزی" سے ایک مسئلہ حل ہو گیا۔ آپ نے کہیں کہا ہے کہ مرزا قادریانی نے دجال تین ختم کے اشخاص کا نام رکھا ہے۔ اول پادری، دوم لکھنی ایجاد کرنے والے اور سوم متول لوگ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مرزا قادریانی نے پادریوں کو تلقی کر دیا یعنی ولائیں سے ان پر غلبہ پالیا۔ تب بھی یہ ثابت ہو گا کہ مرزا قادریانی نے پونے حصہ دجال کا قتل کیا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا مرزا قادریانی الہام ایجاد کر کے اور دولت سے مالا مال ہو کر دجال کے ہاتھی دھومن پر فروقیت نہیں پا گئے۔ تھہہ۔

اس پر ہر دو نے اٹھ کر اجازت طلب کی۔ بابو صاحب اور یوہی نشانک آنکھوں کے ساتھ ڈیوڑھی تک انہیں رخصت کرنے آئے اور پھر وہاں سے علیکم السلام اور حوالت بخدا کی بوچاڑوں میں مرحص ہوئے۔ ہاں بابو صاحب نے ایک فرماںش کی کہ صدر الدین صاحب اور محمد حسین کو میر اسلام علیک کہنا اور گاموں مکان تک ساتھ چلنے پر اصرار لکھتا ہوا کوچ کے اخیر سے واپس ہوا۔

ضرورت رسالت
(حصہ اول)



حضرت مولانا سلطان محمود دہلوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

”الحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون والصلوة والسلام على رسول النبي الامى خاتم الانبياء رحمة للعلمين وعلى الله واصحابه اجمعين“

اما بعد! بردا واران اسلام! خداوند تعالیٰ نے جس دن سے نوع انسان کو دنیا میں آباد کیا ہے۔ اسی دن سے سلسلہ انبیاء علیہم السلام جابری فرمایا کہ نوع انسان کی اصلاح کا انعام بھی فرمایا۔ حتیٰ کہ پہلا انسان نبی ہی تھا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام!

انسان کی اصلاح کے وحے ہیں۔ (۱) اصلاح عمل۔ (۲) اصلاح اعتقاد اور ونوں حصول میں سے اصلاح اعتقاد مقدم واہم ہے۔ اس لئے کہ عمل کی صحت درستی اعتقاد کی صحت و درستی پر موقوف ہے۔ اگر اعتقاد خراب ہو تو عمل صحیح ہوئی نہیں سکتا۔ کیونکہ اعتقاد بعولہ اصل کے ہے اور عمل بعولہ فرع ہے اور جب تک اصل درست نہ ہو۔ فرع کی درستی ممکن ہی نہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کا اعتقاد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا اور چیزیں بھی قابل پرستش ہیں مثلاً سورج وغیرہ! تو وہ کبھی ایک خداوند تعالیٰ کی پرستش و عبادت مختصانہ کرنی نہیں سکتا۔ اس بناء پر اعتقاد کی اصلاح مقدم اور اہم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اول اصلاح اعتقاد کی طرف متوجہ ہوتے رہے ہیں اور اس کے بعد اصلاح اعمال کی طرف، اور تمام مسائل اعتقاد یہ میں سب سے زیادہ محتم باثان تین مسئلے ہیں۔

۱..... توحید یعنی خداوند تعالیٰ کو وحدہ لا شریک بسمنا۔

۲..... رسالت میں تمام رسولوں کو چاہلیم کرنا۔

۳..... مجازات یعنی اعمال کی جزا اور قیامت کے دن کو رحم مانتا۔

قرآن شریف نصف سے زیادہ فقط انہی تین مسئلوں کے بیان میں ہے۔ بار بار مختلف عنوانوں میں ان تین مسئلتوں کو بیان کیا گیا اور طرح طرح کے دلائل سے واضح کیا گیا۔

زمانہ حال میں اکثر لوگ مسائل کی حقیقت سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے طرح طرح کی خرابیوں میں جلاء ہیں۔ حالت زمانہ کو دیکھتے ہوئے ضروری معلوم ہوا کہ ان تین مسئلتوں کے متعلق غصہ طور پر تین رسائلے تالیف کروں۔ گوئی قابلیت تو اس لائق نہیں تھی کہ ایسے اہم مسائل

میں قلم اٹھاتا۔ مگر خیر خواہی نئے نوئے نے مجبور کیا کہ جس قدر ہو سکے۔ اسی قدر تحریر میں لایا جائے الہذا خداوند تعالیٰ پر پھر وہ سہ کرتے ہوئے اول مسئلہ رسالت شروع کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ توفی عطا فرمائے کہ اس مسئلہ سے فارغ ہو کر وہ مسئللوں کو بھی تحریر میں لا دؤں۔ آمین!

پیغمبروں کے بھیجنے کی ضرورت

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے اس امر کو واضح کروں کہ انہیاء علیہم السلام کے بھیجنے کی ضرورت کیوں پڑتی ہے۔ لیکن اس امر کی وضاحت کے لئے اول چند مقدمات کو بطور تمہید ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مقصد کے ذہن لشیں ہونے میں آسانی ہو۔

پہلا مقدمہ

کسی ذی عقل پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان پر خداوند تعالیٰ کی اطاعت و رضا جوئی فرض و لازم ہے۔ ولیل اس مقدمہ کی یہ ہے کہ خداوند خالق اور انسان حقوق، خداوند مالک انسان مملوک، خداوند حاکم، انسان حکوم، خداوند رازق، انسان مرزوق، خداوند محبوب انسان محبت۔ ظاہر ہے کہ حقوق پر خالق کی رضا جوئی فرض ہے اور مملوک پر مالک کی رضا جوئی لازم ہے اور حکوم پر حاکم کی رضا جوئی واجب ہے اور مرزوق پر رازق کی رضا جوئی ضروری ہے اور محبت کا محبوب کی رضا جوئی میں مرثنا عاشقوں کا شیوه ہے۔ خصوصاً محبوب بھی ایسا کہ تمام دنیا کے محبوب بھی اس کے دست گھر ہوں۔ ان باتوں میں سے ایک بات کا ہونا بھی رضا جوئی کے فرض ہونے کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ میں تو یہ تمام باتیں موجود ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت سی باتیں خدا تعالیٰ میں موجود ہیں۔ جو انسان کو اس کی اطاعت و رضا جوئی پر مجبور کرتی ہیں۔ مثلاً یہاری و دیگر مصائب سے نجات دینا وغیرہ وغیرہ۔ تواب ان باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے کون ساذی عقل ہے جو اس بات کا انکار کرے کہ خداوند تعالیٰ کی رضا جوئی انسان پر فرض نہیں ہے۔ وجہہ ذکرہ بالا کی طرف قرآن شریف میں متعدد جگہ توجہ و لائی گئی ہے۔

دوسرامقدمہ

انسان اپنی سمجھ و عقل سے خداوند تعالیٰ کی رضا وغیر رضا ہرگز معلوم نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ وہ خود نہ بتائے۔ ولیل اس مقدمہ کی یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کی رضا وغیر رضا کو بھی بغیر بتائے ہوئے ہرگز معلوم نہیں کر سکتا۔ حالانکہ دونوں ایک دوسرے کو نظر آتے ہیں۔ کیونکہ دونوں جسم ہیں اور جسم تمام چیزوں سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ ایک دوسرے کو ہاتھ سے

بھی پکڑ کر شوں سکتے ہیں۔ مگر باوجود اس کے بھی ایک دوسرے کی رضا و غیر رضا کو معلوم نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ دوسرا خود نہ بتلانے۔ خواہ سینہ سے سینہ بھی ملا لے۔ بلکہ دل کو چیر کر دیکھ لے حتیٰ کہ دل کے گلوے گلوے کر کے دانتوں سے چالا جائے تو پھر بھی دوسرے کے دل کی بات ہرگز معلوم نہیں ہو سکتی۔ تا وقٹیکہ وہ خود نہ بتلانے۔

تو بھلا پھر خداوند تعالیٰ کے دل کی بات بغیر اس کے بتلانے ہوئے کیونکہ معلوم ہو سکتی ہے؟ حالانکہ وہ ایسا طیف ہے کہ آج تک کسی کو دل کا نہیں دیا اور نہ وہ ہاتھ میں آنے والی چیز ہے اور نہ انسان کو اس کے ساتھ کسی قسم کا اتحاد ہے۔ تو پھر اس کے دل کی بات بغیر اس کے بتلانے ہوئے انسان کیوں کر معلوم کر سکتا ہے۔ چنانچہ اسی کے متعلق ارشاد ہے۔ سورہ بقرہ کی اس آیت میں : ”لَا يَحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ الْأَيْمَاشَاء“ اور موجودات اس کے معلومات میں سے کسی چیز کو اپنے اختاطہ علمی میں نہیں لاسکتے، مگر جس قدر وہ چاہے ہے الہذا اس کی رضا و غیر رضا معلوم کرنے کے لئے اس کے ارشاد کا انتظار ضروری ہوگا۔

تیسرا مقدمہ

خداوند تعالیٰ کی شان عالیٰ کو نظر رکھتے ہوئے یہ نہیں ہو گا کہ وہ اپنی رضا و غیر رضا بر شخص کو خود بتلانے اور ہر کس و ناکس سے منڈ لگائے۔

دلیل اس مقدمہ کی یہ ہے کہ شاہان دنیا کو بھی خود کر وہ ایک معنوی سی عظمت کی وجہ سے اپنی مرضی وغیر مرضی کی بات اپنے نی نوع سے بھی براہ راست نہیں کہتے۔ حالانکہ ہر طرح سے اتحاد ہے۔ صرف معنوی سی عظمت حاصل ہے۔ وہ بھی چند روزہ مستعار اس خدا کی دی ہوئی مگر اتنی بات پر بھی وہ اپنی رضا و غیر رضا ہر ایک کو ہرگز نہیں بتاتے پھر تے۔ بلکہ مقربان بارگاہ سے فرمادیتے ہیں۔ وہ لوگوں کو سنا دیتے ہیں یا بذریعہ اشتہار و منادی اعلان کر دیتے ہیں۔ تو بھلا خداوند جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ اور بادشاہی بھی ایسی کہ جواہی ابدی ہے۔ وہ کیا دنیا کے بادشاہوں سے بھی کم ہے کہ ہر کسی کو خود کہتا پھرے گا اور ہر کس و ناکس کو منڈ لگائے گا۔ وہ بھی ایسا ہی کرے گا کہ اپنے مقربین درگاہ کے ذریعہ سے اپنی رضا و غیر رضا کی اطلاع دے گا۔ اس کے متعلق ارشاد ہے۔ سورہ نحل کی اس آیت میں : ”يَنْزَلُ الْمُلْكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ“ وہ اللہ فرشتوں کو وحی میں اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں نازل فرماتے ہیں۔

یعنی انہیا علیہم السلام پر اور سورہ حم کی آیت میں : ”يَلْقَى الرُّوحُ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى

من یشاء من عباده۔“ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وہی یعنی انہا حکم پہنچاتا ہے۔ ہے۔ یعنی ہر کس دنا کس کو منہ نہیں لگاتا۔ بلکہ انہا حکم نازل فرمانے کے لئے خاص مقررین کو منتخب فرماتا ہے۔

ان تینوں مقدموں کو سمجھ لینے کے بعد ہر ذی عقل اس نتیجہ پر بخوبی سکتا ہے کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ خداوند تعالیٰ بعض ہستیوں کو منصب قرب عطا فرما کر ان کے ذریعہ سے اپنی رضاو غیر رضا کا اعلان فرمائے اور جو مقررین اس منصب کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔ اہل اسلام کی اصطلاح میں ان کو نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی انسان پر فرض ہے اور انسان بغیر تلاٹے خداوند تعالیٰ کی رضاو غیر رضا معلوم نہیں کر سکتا لہذا خدا تعالیٰ کا تلاٹا ضروری ہوا۔ لیکن وہ ہر کس دنا کس کو رہا راست نہیں بتاتے گا۔ اس لئے یہ اس کی شان کے خلاف ہے۔ لہذا کام کے لئے بعض مقررین و خواص کو منتخب کرنا ضروری ہوا تاکہ ان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ اپنی رضاو غیر رضا کی پوری تفصیل بندوں تک پہنچاوے اور انہیں مقررین کو نبی اور رسول کہا جاتا ہے۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ انہیاء علیہم السلام کے یعنی یہی کی ضرورت ہے۔

بغیروں کا مخصوص یعنی گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے

منصب نبوت کے لئے جو حضرات منتخب ہوں گے۔ ان کا ظاہر و باطن میں مطیع و فرمان بردار ہونا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ ان سے ارادہ معصیت بھی ممکن نہ ہو۔ ارتکاب معصیت تو در کنار رہا کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا کے پادشاہوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنے مخالفین کو اپنے دربار میں منصب قرب عطا کرے۔ بلکہ منصب قرب ایسے شخص کو دیا جاتا ہے کہ جس کے متعلق یقین ہو کہ یہ ظاہر و باطن میں مطیع و فرمانبردار ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ جس شخص کو منصب قرب دربار رب المحتزت کے لئے منتخب کیا جائے وہ خداوند تعالیٰ کا ظاہر و باطن میں ایسا مطیع و فرمانبردار ہو کہ اس سے ارادہ مخالفت بھی ممکن نہ ہو۔ مخالفت کرنا تو در کنار رہا، یہ بات ہرگز قرین قیاس نہیں ہے کہ خداوند کسی مخالف کو اپنے دربار میں منصب قرب عطا فرمادے۔ لہذا ایسی کا مخصوص ہونا یعنی گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہے۔ سورہ انعام کی اس آیت میں:

”الله اعلم حيث يجعل رسالته“ یعنی ہر کس دنا کس اس شرف کے قابل نہیں ہے اور جو مخصوص ہستیاں اس منصب کے اہل ہیں۔ ان کو خداوند تعالیٰ یعنی جانتا ہے۔ کسی دوسرے کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔

چیغمبروں کا منصب نبوت سے معزول ہونا ممکن نہیں ہے

بادشاہان دنیا اور خداوند تعالیٰ کے انتخاب میں اتنا فرق ہے کہ بادشاہان دنیا جس کو ظاہر دہاٹن میں مطیع فرمانبردار سمجھ کر قرب عطا فرمادیں۔ اس میں وو طرح سے غلطی کا اندر یہ ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ممکن ہے کہ وہ کسی شخص کو مطیع فرمانبردار سمجھ کر منصب عطا کر دے۔ لیکن واقع میں وہ مطیع نہ ہو۔ بلکہ مکار ہوا اور دہاٹن میں بادشاہ کا اخت دشمن ہو۔ تو اس غلطی کی وجہ سے وہ اپنے مخالف دشمن کو منصب قرب عطا کر دے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ ایک شخص واقع میں بادشاہ کا ظاہر دہاٹن میں مطیع فرمانبردار ہے اور بادشاہ کا مقرب ہے۔ لیکن بادشاہ کو اس کے متعلق بدگمانی پیدا ہو جائے تو اس غلطی کی وجہ سے وہ ایک پچھے مطیع فرمانبردار کو منصب قرب سے معزول کر دے۔

مگر چونکہ خداوند تعالیٰ عالم الغیب ہے اور دلوں کے راز کو بھی جانتا ہے۔ لہذا نہ تو وہ مخالف و مکار کو مطیع سمجھ کر منصب نبوت عطا کرتا ہے اور وہ کسی نبی کو بجھے بدگمانی کے منصب نبوت سے معزول فرماتا ہے۔ اس لئے کہ خداوند کا انتخاب ایسا صحیح ہوتا ہے کہ ممکن نہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ظاہر دہاٹن میں مطیع فرمانبردار سمجھے اور منصب نبوت پر مقرر فرمادے۔ اس سے کبھی بھی محصیت کا صدور ہو بلکہ اس سے تو ارادہ محصیت بھی ممکن نہیں۔ ورنہ خداوند تعالیٰ کے علم کے خلاف لازم آئے گا اور یہ ممکن نہیں ہے لہذا جس شخص کو اللہ تعالیٰ منصب نبوت عطا فرمادے۔ اس سے محصیت کا ہوتا غیر ممکن۔

پس اس کا منصب نبوت سے معزول ہونا بھی غیر ممکن۔ اس لئے کہ بغیر قصور کے تو دنیا کے بادشاہ بھی معزول نہیں کرتے تو احکام الہامیں کے متعلق یہ خیال کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ کسی مقرب کو بغیر کسی قصور کے منصب نبوت سے معزول کر دے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے۔ سورہ الحجہ کی اس آیت میں: ”وَالضَّحْيَ وَاللِّيلَ إِذَا سَجَى مَا وُدِعَكَ رَبُّكَ وَمَا لَقَلَّ“ ۝ تھم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جگہ وہ قرار پکڑے کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ (آپ سے) دشمن کی۔ ۴۷

چند دن وحی نہ آنے کی وجہ سے کفار نے یہ کہنا شروع کیا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ آپ کو نبی بنانے کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ یعنی منصب نبوت سے معزول کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نہ آپ ﷺ میں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ کسی نبی کو معزول نہیں فرمایا جاتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ

خدمتِ بیوت میں تخفیف کر دی جائے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب بالائے آسمان بحالت تخفیف ہیں۔

پیغمبر خود مقاٹیں ہوتے

جیسا کہ پادشاہوں کے خواص اور مقرب بارگاہ مطیع و فرمانبردار تو ہوتے ہیں۔ لیکن شریک سلطنت نہیں ہوتے تاکہ خود مقاٹ رہوں اور جس کو چاہیں دے دیں یا جس کو چاہیں مردا ڈالیں۔ بلکہ بوجہ قرب صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ دوست کی سفارش کروں اور دشمن کی هکایت کر دیں۔ ایسا ہی انیماء علیہم السلام بھی شریک خدائی نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کو یہ اختیار نہیں کہ جس کو چاہیں جنت دیں اور جس کو چاہیں دوزخ میں بیٹھ دیں۔ البتہ ان کو بوجہ قرب کے یہ حق ہوتا ہے کہ کمال ادب سے کسی کی سفارش کر دیں یا کسی کی هکایت اور دستوں کی سفارش جو انیماء علیہم السلام دربارہ ترقی درجات یا مفترضت معاصری خدائند تعالیٰ کے دربار میں قیامت کے روڑ کریں گے۔ الہ اسلام کی اصطلاح میں اس کو وفات کہا جاتا ہے۔

الحاصل! انیماء علیہم السلام کا مخصوص ہونا وفات کرنا تو عتلہ بھی بمحج اور قلہ بھی ثابت لیکن ان کا گناہ گارہونا اور خود مقاٹ رہونا ہرگز قرین قیاس نہیں ہے۔ اسی کے متعلق سورہ ابریہم کی اس آہت میں ارشاد ہے: ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِّبَلَّاسَانَ قَوْمَهُ لِيَبْيَنَ لَهُمْ فَيَضْلُلُ اللَّهُ مِنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مِنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ (هم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) ان عی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ (ان کی زبان میں) ان سے (احکام الہی کو) بیان کریں۔ پھر (بیان کرنے کے بعد) جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں گراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں اور وہی سب (امور پر) غالب ہے اور حکمت والا ہے۔)

مطلوب یہ ہے کہ نبی کا کام فقط احکام کا بیان کرنا ہے۔ اس کے بعد ہدایت و گمراہی نبی کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اسی قسم کی آئین قرآن تحریف میں اور بھی بہت ہیں اور اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”إِنَّمَا إِنْاقَاسُ اللَّهُ بِعَطْلِي“ (میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور وہ بتا خدا ہے۔)

پیغمبروں کا انسان ہونا ضروری ہے

یہ امر تو واضح ہو چکا ہے کہ جس بستی کو منصب بیوت کے لئے منتخب کیا جائے گا اس کا مخصوص ہونا یعنی گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ لیکن اس امر کی تعریف باقی ہے کہ وہ مخصوص کس جس کا ہونا چاہیے۔ اس لئے مخصوص و جنسوں کے موجود ہے۔ ملائکہ اور انسان۔ ملائکہ تو سب

کے سب مخصوص ہیں۔ قرآن شریف میں ان کے مخصوص ہونے کی تصریح ہے کہ: ”لَا يَعْصُنَ اللَّهَ مَا أَمْرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُمْرِنُونَ“ ۹۰ وہ خداوند تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو ان کو حکم ہوتا ہے۔ وہی کرتے ہیں۔ یہ اور انسان سب کے سب مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض افراد مخصوص ہوتے ہیں اور اکثر مخصوص نہیں ہوتے۔ اگر سارے مخصوص ہوتے تو سلسلہ نبوت کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور اکثر انسانوں کا مخصوص نہ ہوتا ظہر من افسوس ہے۔

صرف مخصوصیت کے لحاظ سے تو ملائکہ اور انسان دلوں میں صلاحیت نبوت مساوی ہے۔ لیکن چونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ اگر کسی مقصود کے حصول کے لئے متعدد راستے ہوں۔ تو ان میں سے وہ راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ جو سب سے آسان اور فطرت کے موافق ہو۔ اس لحاظ سے نبی کا انسان ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ جن کی اصلاح کے لئے نبی کو بھیجا ہے وہ انسان ہی ہیں۔ اس لئے ان کے افادہ واستفادہ کی مصلحت کا تقاضا تکمیل ہے کہ نبی انسان ہو۔ کیونکہ فطرت خاص پر ہم جس سے بوجہ اتحاد کے اُس زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے افادہ واستفادہ میں سکولت ہوتی ہے اور خلاف جس سے فطرة وحشت ہوتی ہے۔ اس لئے افادہ واستفادہ میں دشواری ہوتی ہے۔ اس مصلحت کی وجہ سے خداوند تعالیٰ نے منصب نبوت ہمیشہ انسان ہی کو عطا فرمایا ہے۔

کبھی کسی فرشتہ کو اس منصب پر مقرر نہیں فرمایا اور یہ خدا تعالیٰ کا بندوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ ان کی اصلاح کے لئے وہ راستہ اختیار فرمایا کر کہ جس میں ان کو آسانی ہو اور ان کی فطرت کے موافق ہو۔ اس احسان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ظاہر فرمایا ہے: ”لَقَدْ منَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أذْبَعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (آل عمران)“ ۹۱ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر (بہت بڑا) احسان کیا جبکہ ان میں انہی کی جس سے ایک پیغمبر کو بھیجا۔ الحاصل انہیاء علیہم السلام کے سمجھنے سے جو مقصد ہے۔ یعنی اصلاح انسان۔ اس کے اعتبار سے نبی کا انسان ہونا ضروری ہے۔

پیغمبروں کے انتخاب کے بارہ میں کافروں کی رائے کا رد

کفار گواصوں تو مسئلہ رسالت کے مکر نہیں تھے۔ لیکن طریقہ انتخاب میں ان کو کلام تھا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ منصب نبوت ملائکہ کو عطا کر کیا جاتا۔ نبوت اور بشریت میں ان کے نزدیک مناقات تھی۔ وہ کہتے تھے: ”وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَكًا“ ۹۲ اگر اللہ تعالیٰ کو (رسول بھیجا) منظور ہوتا تو (اس کام کے لئے) فرشتوں کو بھیجا گا یہ نوح علیہ السلام کی قوم کا قول نوح علیہ السلام کے مقابلہ میں اور سبھی خیال کفار عرب کا تھا اور کفار عرب ہی کے بارہ میں ہے: ”وَمَا مَنَعَ

الناس ان يَؤْمِنُوا زَاجَاهُمُ الْهُدَى إِلَّا ان قَالُوا بَعْثُ اللَّهِ بَشَرٌ رَسُولٌ (سورة بنی اسرائیل) ” اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت ہوئی تھی۔ اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی بات مانع نہیں ہوتی کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنایا کریم ہے۔ ”

یعنی ایسا نہیں ہو سکتا اگر رسول آتا تو فرشتہ آتا۔ یہ قول شرکین عرب کا تھا حضور ﷺ کے مقابلہ میں۔ غرض کفار کا عموماً بھی خیال تھا کہ انسان نبی نہیں ہو سکتا۔ اس منصب کے لئے انتخاب ملائکہ ضروری ہے۔

کافروں کی رائے کا مشاء

کفار کے اس خیال کی وجہ یہ تھی کہ نبوت ایک بڑا عظیم الشان مرتبہ ہے۔ لہذا اس منصب کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہئے کہ جس کو اور لوگوں سے خاص طور پر امتیاز حاصل ہو تاکہ اس کو اور دوں پر فوپیت ہو۔ اس لئے جب تک کسی شخص میں ایسا امتیاز نہ ہو کہ جس کی وجہ سے اور دوں پر فوپیت رکھتا ہو تو اس کو کسی منصب کے لئے منتخب کرنا عقل کے خلاف ہے۔ چہ جائیکہ اس کو منصب نبوت پر مقرر کیا جائے کہ جس سے بڑھ کر کوئی منصب نبی نہیں۔

اس خیال کو دل میں جگہ دینے کے بعد جب کفار انہیاء علیہم السلام کی طرف نکلاہ اخفاک دیکھتے تھے۔ تو ان کو ان میں کوئی امتیاز نظر نہیں آتا تھا۔ کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ وہ انہیں کی طرح کھاتے پیتے ہیں اور انہی کی طرح روزی کی طلب میں بازاروں میں پھرتے ہیں۔ انہی کی طرح پال بچے دار ہیں۔ غرض تمام لوازم بشریت میں مساوی ہیں۔ کوئی خاص امتیاز نہیں رکھتے۔ اس بناہ پر وہ ان کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن شریف میں اس کی تصریح متعدد آیات میں ہے۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو: ” مَا هَذَا الْأَبْشِرُ مِثْلُكُمْ (سورة مومونون) ” (روح علیہ السلام کی قوم کے رئیسوں نے عام لوگوں سے کہا کہ یہ شخص (یعنی روح علیہ السلام) بجز اس کے کہ تھا ری طرح کا ایک (معمولی) آدمی ہے اور کچھ (رسول وغیرہ) نہیں ہے۔ ”

” مَا هَذَا الْأَبْشِرُ مِثْلُكُمْ يَا كُلُّ مَا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرُبُ مِنْ أَقْشَرِ بُوْنَ (سورة مومونون) ” (حضرت ہو و علیہ السلام یا صاحب علیہ السلام کی قوم کے رئیسوں نے عام لوگوں سے کہا کہ بس یہ تو تھا ری طرح ایک (معمولی) آدمی ہیں۔ (چنانچہ) یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو۔ ”

یعنی ان کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے ان کو منصب نبوت عطا کیا گیا ہو۔ ”وقالو امال هذا الرسول يأكل الطعام ويمشي في الأسواق“ (سورہ فرقان) ”فسردار ان قریش نے رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں کہا کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور (انتظام معاش کے واسطے ہماری طرح) بازاروں میں (بھی) چلا پھرتا ہے۔ یعنی بالکل ہماری طرح بشر ہے۔ کوئی امتیاز اس کو حاصل نہیں ہے۔ لہذا یہ نبی نہیں ہے۔ نبی تو ایسا ہونا چاہئے جو ان امور کا تھانج نہ ہوتا کہ اس کو امتیاز فوپیت حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ فرشتہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ انسان تو ان امور سے خالی ہو نہیں سکتا۔

اس مضمون کی آیتیں تو بہت ہیں۔ لیکن مقصود کیوضاحت کے لئے چونکہ مذکورہ بالا آیات بھی کافی ہیں۔ لہذا انہی پر اکتفا کرنا ہوں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی کے لئے خاص امتیاز ضروری ہے اور انسان ہونے کی صورت میں کوئی امتیاز نہیں پایا جاتا لہذا انسان کا نبی ہونا جائز نہیں۔ لیکن علاوہ انسان کے اور کسی ہستی میں بھی یہ امتیاز نہیں پایا جاتا سو افراد کے، لہذا نبی فرشتہ ہونا چاہئے۔

کافروں کی غلط فہمی کا ازالہ

کفار کا یہ خیال کہ نبی میں اور وہ کی نسبت امتیاز ہونا چاہئے تاکہ اس کو اور وہ فوپیت ہو۔ اصولاً صحیح ہے اور واقعی نبی اور غیر نبی میں امتیاز ضروری ہے۔ ورنہ ترجیح بلا مرنج لازم آئے گی اور وہ ناجائز ہے۔ لیکن اس کے بعد کفار کو وہ طرح سے لغوش ہوئی ہے۔

پہلی لغوش یہ ہوئی کہ کفار نے یہ سمجھا کہ وہ امتیاز جسمانی امور میں ہونا چاہئے۔ مثلاً کھانا پینا وغیرہ حالانکہ ان امور میں امتیاز کا ہونا غرض نبوت کے منافی ہے۔ جس کی تفصیل دوسری لغوش کے بیان میں آئے گی۔ بلکہ نبی کا امتیاز تو امور روحانیہ میں ہوتا ہے۔ یعنی جس قدر روحانی خرایمیاں ہیں۔ ان سب سے پاک ہونا اور جس قدر روحانی خوبیاں ہیں۔ ان سب کا اس میں پایا جاتا۔ یعنی تمام بد اخلاقیوں سے پاک ہونا اور تمام اخلاقی حمیدہ کے ساتھ متصف ہونا۔

مثلاً نبی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ زنا کاری نہیں کر سکتا۔ مکاروں غماہا باز نہیں ہوتا۔ غرض کسی قسم کی معصیت و گناہ نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ نبی کا مخصوص ہونا ضروری ہے۔ کیا یہ امتیاز کوئی معمولی امتیاز ہے کہ اس کے علاوہ امتیاز کی ضرورت باقی رہے۔ کیا مکاروں غیر مکار میں امتیاز نہیں ہے۔ کیا جھوٹا اور سچا برابر ہیں؟ کیا زانی وغیرہ زانی میں امتیاز نہیں ہے۔ کیا بد اخلاق و بآخلاق مساوی ہیں۔ کیا مخصوص کو گناہ کار پر امتیاز نہیں ہے۔ بلکہ یہ امتیاز تو جسمانی امور کے امتیاز

سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اس لئے کہ جسم سے روح افضل ہے۔ لہذا یہ روحانی امتیاز بھی جسمانی امتیاز سے افضل و اعلیٰ ہوگا۔

لیکن کفار نے امتیاز روحانی کو نظر انداز کر کے فقط امتیاز جسمانی کو دیکھا اور اس کے نظر نہ آنے سے نبوت کا انکار کر دیا۔

دوسری لغوش کفار سے یہ ہوئی کہ وہ امتیاز کے شوق میں فریفہت ہو کر غرض نبوت کو بالکل بھول گئے یعنی یہ نہیں سوچا کہ انہیاں علیہم السلام کس غرض کے لئے بیجے جاتے ہیں۔ آیادہ غرض انسان کے نبی ہنانے سے حاصل ہوتی ہے۔ یافرشنہ کے نبی ہنانے سے۔ اگر غرض صرف بھی ہوتی کہ انہیاں علیہم السلام کا امتیاز ظاہر کر دیا جائے تو شاید ملائکہ ہی کو منصب نبوت کے لئے منتخب کیا جاتا ہے لیکن غرض یہ نہیں ہے۔ بلکہ غرض می خوبی نوع انسان کی اصلاح ہے۔ جو افادہ واستفادہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لہذا انتخاب کے وقت اس بات کی رعایت ضروری ہو گی کہ افادہ واستفادہ میں سہولت کوں ہی صورت میں ہو سکتی ہے؟ یہ نہیں ہو گا کہ فقط امتیاز ہی کو گائے چلے جائیں۔ افادہ واستفادہ حاصل ہو یا نہ ہو۔

اس غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی ذی قchl یہ رائے نہیں دے سکتا کہ نبی فرشتہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ افادہ واستفادہ میں جو سہولت نبی کے ہم جنس ہونے کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ وہ غیر جنس کی صورت میں ہرگز نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً غیر جنس میں بھی فرشتہ۔

فرشنہ سے تفادہ واستفادہ قریب قریب ناممکن ہے۔ قرآن شریف میں اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ نبی کے فرشتہ ہونے کی صورت میں افادہ واستفادہ ممکن نہیں ہے: ”ولو جعلنہ ملکا جعلنہ رجلا وللبستنا علیہم مایلبسون (سورہ انعام)“ ہو اور اگر ہم رسول کوئی فرشتہ جو یہ کرتے تو البتہ ہم اس کو آدمی کی صورت میں ہناتے اور ہمارے اس قchl سے ان پر وہی اٹکاں ہوتا جواب اٹکاں کر ہے ہیں۔ لہذا آیت کا حاصل یہ ہے کہ اگر فرشتہ کو نبی ہنایا جاتا تو اس کی دو صورتیں تھیں۔ ایک یہ کہ اس کو اصلی قchl میں بھیجا جائے۔ دوسری یہ کہ اس کو انسان کی قchl میں بھیجا جائے۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضور ﷺ کے پاس حضرت دیجہ رضی اللہ عنہ کی قchl میں آیا کرتے تھے۔

اول صورت تو ممکن ہی نہیں۔ اس لئے کہ عام لوگ ان حواس متعارف کے ساتھ فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے پر قادر نہیں ہیں۔ ویکھتے ہی خوف کے مارے مر جائیں یا بے ہوش ہو کر گرجائیں۔ عام لوگ تو درکنار رسول ﷺ جیسے ذمی حوصلہ اور بہادر (جن سے بڑھ کر آج

تک کوئی بہادر دنیا میں پیدا نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا) بھی فرشتوں کو ان کی اصلی ٹھکل میں دیکھنے کو آسانی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اسی وجہ سے جبراٹل علیہ السلام آپ کے پاس عموماً انسانی ٹھکل میں آیا کرتے تھے۔ تمام عمر میں آپ ﷺ کو صرف دو مرتبہ جبراٹل علیہ السلام کی اصلی ٹھکل دکھائی گئی۔ وہ بھی مصلحت کی وجہ سے جس کا بیان آگئے گا۔

غرض جس نبی کو دیکھتے ہی جان چلی جائے یا حلے جانے کا گمان غالب ہو۔ اس نبی سے افادہ اور استفادہ (جو نبوت کی اصلی غرض ہے) کیونکہ ممکن ہو سکتا ہے؟ البتہ اگر نبی سیجھنے کی غرض یہ ہوتی کہ لوگوں کو یک دم ہلاک کر دیا جائے تو یہی فرشتہ کو اس کی اصلی ٹھکل میں سیجھنے سے محاصل ہو سکتی تھی۔ لیکن جب غرض ہلاک کرنا نہیں ہے۔ بلکہ غرض تو اصلاح نبی نوع انسان ہے۔ جو افادہ و استفادہ پر متوقف ہے۔ تو کوئی غافل کہہ سکتا ہے کہ غرض فرشتہ کو اس کی اصلی ٹھکل میں سیجھنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

الغرض یہ امر واضح ہو گیا کہ فرشتہ کو اس کی اصلی ٹھکل میں بنا کر سیجھانا غرض نبوت کے بالکل خلاف ہے اور یہی مطلب ہے: ”لو جعلنه ملکا جعلنه رجلا“ کا۔
دوسری صورت (یعنی فرشتہ کو انسان کی ٹھکل میں سیجھا جائے) یہی مشینہ نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں کفار و ہمی اعتراض کریں گے۔ جواب کر رہے ہیں۔ یعنی یہ کہیں گے کہ نبی انسان کیوں ہے۔ فرشتہ کیوں نہیں؟ کیونکہ اس کو انسانی ٹھکل میں دیکھنے کے بعد یقین نہیں کریں گے کہ یہ فرشتہ ہے۔ اگر وہ کہے گا بھی کہ میں فرشتہ ہوں تو ہرگز باور نہیں کریں گے بلکہ یہی سمجھیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ تو آدمی ہے اور آدمی نبی نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ نبی نہیں ہے اور یہی مطلب ہے: ”وللبستنا علیهم مایلبوسون“ کا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ فرشتہ کو نبی بنانے کی دونوں صورتوں میں نفع تو کچھ بھی نہیں ہے۔ بلکہ سجاۓ نفع کے الٹا ہلاک ہونے کا خدش ہے۔ لہذا یہ رائے حماقت پر ہے۔ حکیم علی الاطلاق کی شان سے بحید ہے کہ وہ ایسا کرے۔

اعتراض

اگر کہا جائے کہ فرشتہ کو بھکل آدمی سیجھنے کی دو صورتیں ہیں پا ایک یہ کہ ٹھکل انسانی کے ساتھ ساتھ خواص انسانی بھی اس میں رکھے جائیں۔ مثلاً کھانا کھانا وغیرہ۔ دوسری یہ کہ فقط ٹھکل انسانی دی جائے۔ خواص ملائکہ ہی کے باقی رہیں۔ جیسا کہ جبراٹل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آتے تھے بصورت حضرت دحیر رضی اللہ عنہ مگر خواص ملکیت باقی رہتے تھے۔ یا جیسا کہ حضرت

ابراہیم خلیل اللہ کے پاس چند ملائکہ بیٹے کی بشارت دو قوم لوٹ کی ہلاکت کی خبر سنانے کے لئے بھل انسان آئے تھے۔ مگر خواص ملائکہ ان میں موجود تھے۔ اسی وجہ سے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر تھے کا گوشت اسکے پاس لائے تو انہوں نے اس کی طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھائے، کھانا تو درکنار رہا۔

ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت میں تو واقعی اشتبہا ہو سکتا ہے کہ یہ انسان ہے فرشتہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں کوئی وجہ امتیاز باقی نہیں ہے جس کی وجہ سے معلوم ہو سکے کہ یہ فرشتہ ہے۔ لیکن دوسرا صورت میں چونکہ خواص ملکیت ہاتھی ہیں لہذا یہ اشتبہا نہیں ہو سکتا کہ یہ آدمی ہے۔ میں اگر یہ صورت اختیار کی جائے تو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ بلکہ غرض نبوت بھی اس صورت میں آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بوجہ صورت انسانی دشت و نفرت نہیں ہو گی تاکہ افادہ واستفادہ میں دشواری ہو اور یہ اشتبہا بھی نہیں ہو گا کہ یہ فرشتہ نہیں ہے۔ پھر اس صورت کو کیوں اختیار نہیں کیا گیا۔ اس اعتراض کے متعدد جواب ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ اشتبہا کی صورت تو یہی ہے کہ ٹھلل انسان کی ہو اور خواص ملائکہ ہوں اور یہی سراو ہے: ”وللبسنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلِبِسُونَ“ میں۔ کیونکہ جس صورت میں ٹھلل و خواص دونوں انسان کے ہوں اس صورت میں تو اشتبہا کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس صورت میں تو نبی یقیناً انسان ہے۔ فرشتہ نہیں ہے۔ خواہ ابتداء ہی سے انسان ہو یا خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت کامل سے فرشتہ کو انسان ہادیا ہو۔ ہر کیف اشتبہا کا اطلاق اس صورت پر سراسر ناواقی ہے۔ اشتبہا تو صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ٹھلل تو انسان کی ہو اور خواص ملائکہ ہوں۔ کیونکہ ٹھلل کو دیکھتے ہی یہ خیال آئے گا کہ یہ انسان ہے فرشتہ نہیں ہے اور خواص کی اول تو تحقیق ہی کیوں کرنے بیٹھے گا اور اگر بالفرض تحقیق کے بعد معلوم ہو گی جائے کہ اس نبی میں خواص ملائکہ نہیں تو پھر بھی یقین نہیں آئے گا کہ یہ فرشتہ ہے۔ کیونکہ جس خدا کو یہ قدرت ہے کہ فرشتہ کی ٹھلل کو انسانی ٹھلل میں بدلتے۔ اس کو یہ بھی قدرت ہے کہ انسانی خواص کو خواص ملائکہ میں بدلتے۔ تو ان دونوں احتمالوں کے ہوتے ہوئے کوئی گریب یقین آ سکتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے۔ بصورت انسان یا انسان ہے خواص فرشتہ۔ لہذا یہ کہنے کی گنجائش ہو گی کہ یہ فرشتہ نہیں ہے بلکہ یہ انسان ہے۔ خصوصاً وہ کفار جو اجتیاع کا ارادہ ہی نہیں رکھتے۔ خواہ خواص بہانے بنا کر ثالثانہ چاہتے ہیں۔ ان کے لئے یہ تو معمولی بہانہ بھی کافی ہو سکتا ہے اور یہاں تو معمولی بھی نہیں بلکہ صاف طور پر انسان کی ٹھلل موجود ہے۔ بہانہ ساز تو دیکھتے ہی کہہ دے گا کہ یہ انسان ہے۔ فرشتہ نہیں ہے۔ لہذا یہ نبی نہیں ہے۔

دوسرے جواب یہ ہے کہ اس صورت میں غرض نبوت بھی پوری نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے پورا ہونے میں دو طرح کے منافع پیش آتے ہیں۔

ایک منافع یہ کہ جب فرشتہ کی فقط مکمل ہی تبدیل ہو گی۔ خاصیت باقی رہے گی تو اس صورت میں گودہ خوف جو اس کی اصلی مکمل سے پیدا ہوتا تھا، جاتا رہے گا۔ لیکن وہ انس جو فطرت پر ہم جس سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ نہیں پیدا ہو گا۔ بلکہ وہ دوست و فرست جو فطرت پا خلاف جس سے ہوا کرتی ہے۔ بدستور باقی رہے گی۔ کیونکہ صرف مکمل کی تبدیلی سے اتحاد جس نہیں پیدا ہوتا۔ اس وجہ سے افادہ واستفادہ میں روک پیدا ہو گی۔

دوسرے منافع یہ ہے کہ جب نبی میں خاص انسانی نہیں ہوں گے تو وہ انسانوں کی اصلاح نہیں کر سکے گا۔ بخلاف جس نے خود کھانا نہ کھایا ہوا رہ نہ قیامت تک کھا سکتا ہو۔ وہ دوسروں کو کھانا کھانے کا طریقہ کیا تائے گا اور جس کو قیامت تک پیش اب دپاخانہ نہ آ سکتا ہو۔ وہ دوسروں کو پیش اب دپاخانہ کے متعلق کیا تعلیم دے سکتا ہے؟ جو تمام عمر شادی نہ کر سکتا ہو وہ اوروں کو خانہ داری کے معاملات کیا سکھائے گا اور جو پیار ہونے کے معنے ہی نہ جانتا ہو۔ وہ دوسروں کے مرض کا کیا علاج کر سکتا ہے اور جس نے تجارت کی صورت بھی نہ دیکھی ہو۔ وہ اوروں کو تجارت کیا سکھائے گا۔ علی ہذا القیاس باقی امور اور طالعکلکہ اس تمام باتوں سے منزہ ہونا تھا جن بیان نہیں ہے۔

پس اگر کسی فرشتہ کو نبی میانجا جائے تو وہ ان امور کی اصلاح نہیں کر سکے گا۔ البتہ جن امور کو وہ خود کر کے کھا سکتا ہے۔ ان کی اصلاح کر دے گا۔ مثلاً نمازوں غیرہ۔ مگر اس حرم کے امور کم ہیں اور جن کو وہ خوب نہیں کر سکتا وہ زیادہ ہیں۔ کیونکہ تمام خواہشات انسانی کی اصلاح کرنی ہے اور فرشتہ ان سے منزہ ہے۔ وہ تمام باتوں کو کر کے نہیں کھا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ کچھ نہ کچھ زبانی بتاوے گا۔ لیکن صرف زبانی تعلیم میں دو حرم کی کمزوری ہوتی ہے۔

پہلی کمزوری یہ کہ لوگوں پر اڑکم ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں تو کہے جا رہا ہے کہ کرو اور خود نہیں کرتا۔ ہم کوئی کریں اور جب زبانی تعلیم کے ساتھ عمل بھی مل جاتا ہے تو وہ زوردار ہو جاتی ہے۔ سمجھا جدہ ہے کہ انہیاء علیہم السلام کی تعلیم زیادہ مکثر ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ زبان مبارک سے جو فرماتے ہیں وہ سب سے پہلے خود کر کے دکھاتے ہیں اور ہم زبانی، بہت کچھ کہ دیتے ہیں۔ مگر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں لہذا ہماری تعلیم کا اڑ بھی بہت کم ہوتا ہے۔ مقام حدیبیہ میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام مدرسوان اللہ تعالیٰ تعلیم کوئی دفعہ بڑی کے جانوروں کو تحریر کرنے کا حکم دیا۔ مگر ڈیڑھ ہزار آدمیوں میں سے ایک بھی نہیں اٹھا اور جب آپ نے اپنی بڑی کو اپنے ہاتھ مبارک

سے خر کیا تو تمام محاکم پر کرام نے بڑی سرعت کے ساتھ اس حکم کی تفہیل کی۔
و دوسرا کمزوری یہ کہ جب صرف سنی سنائی بات کو عمل میں لا یا جاتا ہے۔ تو بہت غلطیاں
و اقح ہوتی ہیں۔ کیونکہ تاریخی مطہر زبانی ہوئی بات کو خود کر کے نہ دکھائے اس کو صحیح طور پر عمل
میں لانا ممکن نہیں ہوتا۔ مثلاً آگر کوئی شخص فن طب کی تمام کتابیں پڑھ لے مگر استاد کے سامنے مطب
نہ کرے تو وہ ہرگز کسی مرض کا صحیح طور پر علاج نہیں کر سکتا۔
میں اگر نبی فرشتہ ہوتا تو ان امور کی اصلاح بالکل ناقص رہتی جن کو وہ خون نہیں کر سکتا اور
زیادہ امور ایسے ہیں کہ جن کو وہ خون نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ اور گزر چکا ہے۔ الحال نبی کے فرشتہ
ہونے کی صورت میں غرض نبوت کی محیل نہیں ہو سکتی اور دین ناقص رہ جاتا ہے۔ مکمل اصلاح جب
عی ہو سکتی ہے کہ نبی میں بھی تمام خواص انسانی موجود ہوں تاکہ وہ علاوه زبانی تعلیم کے عملی ٹھوٹے بھی
کرو کھائے اور یہ بات فرشتہ میں ممکن نہیں ہے۔ لہذا اس کا نبی ہونا بھی خلاف مصلحت ہے۔

تمیر اجواب یہ ہے کہ اگر فرشتہ کو بصورت انسان نبی ہنا کر بھیجا جائے اور خواص ملکیت
اس میں باقی ہوں تو اس صورت میں یہ اندیشہ ہے کہ لوگ اس کو خدا ہنا کر پوچھنے لگیں گے۔ اس
لئے کہ جب اس میں صفات خداوندی (یعنی کمانے پینے وغیرہ سے پاک ہونا) ویکھیں گے تو اس
غلظتی میں ضرور جلا ہوں گے۔ جیسا کہ نصاریٰ نے جب عیسیٰ علیہ السلام میں بعض صفات خدا
وندی (یعنی مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ) کو دیکھا تو ان کو خدا ہنالیا۔ اسی واسطے حضور ﷺ نے
فرمایا: ”لاتطربونی کما اطرت النصاری عیسیٰ ابن مریم فانما انا عبده ولكن
قولوا اعبد الله ورسوله“ (بخاری باب قول الله عزوجل واذكرنى الكتب
مریم) ”میری تعریف میں ہے جا میا خدا کرنا جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
متعلق کیا کیونکہ میں تو فقط خدا کا بندہ ہوں، لیکن میرے ہارہ میں یہ کہنا کہ مجھ سے خدا کے بندے
اور اس کے رسول ہیں۔ یعنی نصاریٰ کی طرح مجھے معینو شہ نہا۔“

ان تمام ہاتوں پر غور کرنے کے بعد آناب کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ منصب نبوت
کے لئے انسان یعنی کو منتخب کرنا ضروری ولازم ہے۔ انتخاب ملائکہ بالکل مصلحت کے خلاف ہے اور
کفار کی رائے جو ملائکہ کے متعلق تھی۔ وہ شخص نادانی پر مبنی تھی۔

اس تقریر کے بعد یہ بھی واضح ہو گیا کہ جن ہاتوں کو کفار نبوت کے خلاف سمجھ کر بصورت
اعتراض پیش کرتے تھے۔ وہ سب کی سب نبوت کے موافق بلکہ غرض نبوت کی محیل کے لئے
ضروری ولازم ہو جائیں گی۔ مثلاً نبی کا کہا ہے یہاں طلب معاش کے لئے بازاروں میں چنانچہ رہنا،

نکاح کرنا وغیرہ۔ کفار ان تمام باتوں کو نبوت کے خلاف سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اور پر گز رچا ہے۔ مگر تقریباً سابق کے سمجھنے کے بعد واضح ہو گیا کہ نبی لوگوں کی اصلاح کرنی نہیں سکتا جب تک کہ کھانا یعنی دغیرہ تمام لوازم بشریت اس میں نہ ہوں۔ بلکہ اتنا اندیشہ ہے کہ لوگ اس کو ممکن خدا نہ ہیں۔ اس مصلحت کی طرف قرآن شریف میں متعدد جگہ توجہ دلائی گئی ہے اور کفار کی غلط فہمی کو روکیا گیا ہے۔ موسوہ کے طور پر چنان آئینی نقل کرتا ہوں: ”وَمَا جعلنَّهُمْ جَسْدَ الْأَيَّالِ كُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَلَدِينَ (انبیاء)“ ہم نے ان رسولوں کے (جو آپ سے پہلے تھے) ایسے جسم نہیں پہنائے تھے جو کھانا کھاتے ہوں اور وہ حضرات ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے۔ یہ مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے نہ تھے کہ نہ کھانا کھاتے اور نہ مرتے۔ بلکہ انسان تھے۔ تمام خواص انسانی ان میں موجود تھے۔

”وما ارسلنا بيك من المرسلين الا انهم ليأكلون الطعام ويمشون في الاسواق (فرقان)“ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پچھر بیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلنے پڑتے تھے۔ یعنی نبوت و کھانا کھانے وغیرہ میں مناقات نہیں ہے۔ جیسا کہ کفار کا خیال ہے۔ بلکہ ان امور کا ہوتا نبی کے لئے ضروری ہے: ”ولقد ارسلنا رسلا من قبلك وجعلنا لهم ازواجاً ذريبة (رعد)“ اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بیجے اور ہم نے ان کو بیباں اور بچے بھی دیئے۔ یعنی یہیوں اور بچوں کا ہوتا نبوت کے منافی نہیں۔ بلکہ رسولوں میں ان امور کا ہوتا ضروری ہے۔ بغیر اس کے اصلاح حمل نہیں ہو سکتی اور دین ناقص رہتا ہے۔

الحاصل سہولت افادہ اور استفادہ اور بھیکل اصلاح دونوں کا تقاضا ہے کہ نبی انسان ہوتا چاہئے۔ فرشتہ ہونے کی صورت میں افادہ اور استفادہ بھی آسانی سے نہیں ہو سکتا اور لوگوں کی اصلاح بھی کامل طور پر نہیں ہو سکتی۔

پیغمبروں کے لئے معجزات کی ضرورت

اگر فرشتہ نبی ہوتا تو شاید مہرات کی ضرورت نہ پڑتی۔ کیونکہ صداقت میں لوگوں کو شک نہ ہوتا تاکہ مہرات کی ضرورت ہوتی لیکن فرشتہ کا نبی ہوتا مصلحت کے خلاف ہے۔ بلکہ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ہنی بنا جائے۔ جس کی تشریع اور پر گز رجھی ہے اور اس صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی جھٹا آدمی دھوپی نبوت کر دے۔ لہذا ضروری ہے کہ کوئی ایسی بات ہوئی چاہئے کہ جس کی وجہ سے جموعے اور تبعیق میں ٹیز ہو سکے اور نبی صادق اپنی صداقت قوم کے سامنے ظاہر کر سکتا کہ قوم اس

کی طرف متوجہ ہوں ضرورت کے پورا کرنے کے لئے مجرمات تجویز کئے گئے ہیں۔
الحاصل مجرمات نبوت سے خارج ہیں۔ نبوت ان پر موقوف نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں
ہے کہ اول مجرمات میں امتحان ہو جو مجرمات دکھادے اس کو نبوت عطا کی جائے۔ جو مجرمات نہ
دکھائے اس کو نبوت نہ ملے۔ بلکہ نبوت پہلے دی جاتی ہے۔ اس کے بعد لوگوں کے سامنے اس
نبوت کا اظہار کرنے کے لئے مجرمے دیئے جاتے ہیں لہذا وہ حقیقت نبوت سے خارج ہوتے
ہیں۔ بلکہ عموماً لوازم ضرورت میں سے ہوتے ہیں۔ اگر قوم بغیر مجرمہ دکھائے ہوئے ایمان لے
آئے۔ تو مجرمہ دکھانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے۔ بلکہ مجرمہ
دکھانے کے بعد بھی قوم کا ایمان لانا غیریمت ہوتا ہے۔ لہذا مجرمات کا دینا عموماً نبوت کے ساتھ
لازم ہوتا ہے۔

مجزات کی حقیقت

مجزہ عربی لفظ ہے۔ جس کا مصدر اعجاز ہے۔ اعجاز کے معنے عاجز کروئے اور ہرا
دینے کے ہیں۔ یعنی نبی ایسا کام کر دکھاتا ہے کہ اور لوگ سب کے سب اس کام کے کرنے
سے عاجز آ جاتے ہیں اور اس کام میں نبی کا مقابلہ کرنے میں ہار جاتے ہیں اور مجزہ حقیقت میں
نبی کا فعل نہیں ہوتا۔ بلکہ فعل خدا ہوتا ہے۔ جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ لوگ اس کو
دوئی نبوت میں سچا سمجھ کر ایمان لے آئیں۔ کیونکہ جب لوگ ایک شخص کے ہاتھ سے ایسا کام
ہوتا ویکھ لیتے ہیں۔ جو ان سے نہیں ہو سکتا تو وہ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ کام انسانی طاقت سے نہیں ہوا
بلکہ خدائی طاقت سے ہوا ہے۔ ورنہ ہم بھی کر لیتے اور خدائی طاقت جھوٹ کا ساتھ نہیں دے سکتی
لہذا یہ سچا ہے۔

قرآن شریف میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مجرمہ حقیقت میں فعل خدا ہوتا
ہے۔ جو نبی کے ہاتھ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ”وَمَا رَمِيتَ اذْرَمِيتَ وَلَكُنَ اللَّهُ رَمِيٌ“ جنگ
پدر میں حضور ﷺ نے ایک مٹھی سنکریوں کی اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی۔ جس کے رینے سب
کی آنکھوں میں جا گرے اور ان کو نکست ہوتی۔ ایک مٹھی کا تمام سنکر کی آنکھوں میں پڑتا یہ ایک
مجزہ تھا جو حضور ﷺ کے ہاتھ سے رونما ہوا۔ اس کے متعلق باری تعالیٰ اس آہت میں فرماتے ہیں
کہ اے نبی وہ مٹھی خاک آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ پھینکی تھی۔

الحاصل مجرمہ حقیقت میں اللہ کا فعل ہوتا ہے۔ جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ مگر
جو لوگ اس حقیقت سے سچے طور پر واقف نہیں ہیں۔ وہ بہت بڑی گمراہی میں ہوتے ہیں۔ وہ اس

فضل کو نبی کا ذائقی فضل سمجھ کر اس کو خدا بنا لیتے ہیں۔ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت صیلی علیہ السلام کو مردے زندہ کرتے دیکھا تو ان کو خدا بنا لیا۔ اگر مجرہ کی صحیح حقیقت سے دافق ہوتے تو اس غلط فہمی میں نہ پڑتے۔ بلکہ حضرت صیلی علیہ السلام کو خدا کا سچانی سمجھتے۔

پسیغمبروں کا مججزات میں مختلف ہونے کا سبب

تمام انبیاء علیہم السلام کو مختلف مجزے دیئے گئے۔ ایسا نہیں کیا گیا کہ سب کو ایک سی طرح کے مجزے دے دیئے جاتے۔ مثلاً جو مجرہے صیلی علیہ السلام کو دیئے گئے یعنی مردے زندہ کرنا وغیرہ سب کو سیکھی دیئے جاتے۔ یا سب کو عصا اور یہ بیضاہی دیا جاتا جو موئی علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ علی ہذا القیاس باقی مججزات۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہر نبی کو الگ الگ مجزے دیئے گئے ہیں۔

جیسا کہ مجرہ کی حقیقت سے صحیح طور پر آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے نصاریٰ کو غلط فہمی ہوئی کہ صیلی علیہ السلام کو خدا بنا لیا۔ ایسا ہی اختلاف مججزات کی صحیح وجہ معلوم ہونے کے سبب اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے اور طرح طرح کے اعتراض چیز آئے ہیں۔ کسی نے تو یہ اعتراض کیا کہ: ”لو لا اوتی مثل ما اوتی موسیٰ“ کرسول ﷺ کو وہ مججزات کیوں نہیں دیئے گئے جو موئی علیہ السلام کو دیئے گئے تھے۔ یعنی عصا اور یہ بیضاہی اور کسی نے ایک نبی کے مججزات کا دوسرا نبی کے مججزات سے مقابلہ کرنا شروع کیا اور یہ نتیجہ تکالا کہ جس نبی کے مجزے ہوئے ہیں۔ وہ نبی بھی ہوا ہے۔ مثلاً نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کے مججزات تمہارے نبی (علیہ السلام) سے افضل ہیں۔

ان غلط فہمیوں کو دیکھتے ہوئے ضروری معلوم ہوا کہ اختلاف مججزہ کی صحیح وجہ بیان کر دی جائے تاکہ یہ غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔

انبیاء علیہم السلام کے مججزات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم وہ مججزات جو بغرض تحدی عطا کئے جاتے ہیں۔ یعنی اس غرض کے لئے کہ نبی جن لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ان مججزات کو ان کے مقابلہ میں چیز کر کے ان کو عاجز کر دے اور ہرادے تاکہ اس کی صداقت ان لوگوں پر واضح ہو جائے اور دوسری قسم وہ مججزات ہیں۔ جو بغرض تحدی نہیں دیئے جاتے۔ یعنی ان کا ظاہر کرنا بغرض مقابلہ و انہار صداقت نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہر کرنے کے بعد صداقت کی بھی تائید ہو جاتی ہے۔

تقریب مجزات قسم اول

مجزہ اگرچہ نبوت کی حقیقت سے خارج ہے۔ کیونکہ نبوت کا ملتا ائمہار مجزہ پر موقوف نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ لیکن ائمہار صداقت کے لئے چونکہ نبی کو مجزہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس بنا پر خدا تعالیٰ کی طرف سے انجیاء کرام کو اپنے اپنے زمانہ میں حسب ضرورت خاص خاص مجزے عطا ہوتے رہے تاکہ قوم کے سامنے صداقت کا ائمہار کر سکیں۔ خصوصاً وہ حضرات جو نبی شریعت لے کر دنیا میں آتے ہیں۔ ان کو مجزات کی ضرورت بہ نسبت دیگر حضرات کے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ایک بہت بڑا انقلاب کرنے کے لئے آتے ہیں۔ لوگ ان کی مخالفت زیادہ زور سے کرتے ہیں۔ اس لئے کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی شریعت کی وقت و محبت اس قدر ہوتی ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر دوسرا نبی شریعت کو قول کرنا ہرگز گوارہ نہیں کرتے۔ اس وجہ سے کہ انسان کو نہ ہب سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہوتی۔ خواہ اس کا نہ ہب لُس الامر میں باطل ہی کیوں نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ انسان نہ ہی امور میں کسی بڑے سے بڑے حاکم کے فیصلہ کو بھی حلیم نہیں کرتا۔ کروڑوپے کی ڈگری ایک معمولی حاکم سے اپنے برخلاف سن کر سر تسلیم ختم کر سکتا ہے۔ مگر نہ ہب کے متعلق کسی بڑے سے بڑے حاکم کے فیصلہ کو بھی قبول نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب سلطنت نہ ہی امور میں دل نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سلطنت میں فاد برپا ہو جائے گا۔ لوگ لڑنے مرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ مگر نہ ہب کے خلاف فیصلہ کو نہیں مانیں گے۔ لہذا جو انبیاء علیہم السلام نبی شریعت لے کر آتے ہیں اور لوگوں سے اپنی شریعت کے بجائے اپنی شریعت منوا ہنا چاہتے ہیں۔ تو لوگ ان کا مقابلہ زیادہ زور سے کرتے ہیں لہذا ان حضرات کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے کہ ان کو ایسے زبرست مجزہ دیئے جائیں کہ لوگ ان کے مقابلہ سے عاجز آ کر سر تسلیم ختم کر دیں۔ اگرچہ معاذین تو پھر بھی نہیں مانیں گے لیکن انصاف پرست تو ضرور عی مان جائیں گے۔

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے موئی علیہ السلام کو حصاوید بیناعطا کیا گیا اور میں علیہ السلام کو ”احیاء موتی“ و ابراہ اکھہ و ابرض و خلق طیر“ یعنی مردوں کو زندہ کرنا اور مادرزادوں کو اور بریض کے بیانوں کا چاہا کرنا اور گارے یعنی مشی کے جانور ہنا کراڑا ہا وغیرہ عطا کیا گیا اور رسول اکرم ﷺ کو اعجاز قرآن دیا گیا۔ یعنی اسکی کتاب عطا فرمائی گئی کہ جس میں وصف اعجاز رکھ دیا جس کی تقریب عنقریب آئے گی۔

باقی رعنی یہ بات کہ تمام حضرات کو ایک قسم کے محبوبات کیوں نہیں دیے گئے اور اگر مختلف محبوبات میں دیے منظور تھے۔ تو صورت موجودہ ہی کو کیوں اختیار کیا گیا۔ ایسا کیوں نہیں کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو احیاء موتی دغیرہ اور علیٰ علیہ السلام کو قرآن شریف دیا جاتا علی ہذا القیاس باقی احتمالات تو اس کے سمجھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ پہلے محبوبات تحدی کے دینے کا قاعدہ کلیہ بیان کر دیا جائے تاکہ اختلاف محبوبات کی وجہ آسانی سے سمجھ میں آجائے۔

تحدی کے محبوبات کا قاعدہ

جو محبوبات تحدی اور مقابلہ کی غرض سے دیے جاتے ہیں۔ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ اس فن میں دیے جاتے ہیں۔ جس فن میں اس قوم کو جس سے تحدی اور مقابلہ ہے۔ اعلیٰ درجہ کی مہارت ہو۔ بلکہ اس فن میں اس قوم کا دنیا میں ثانی نہ ہو۔ اس لئے کہ اس کے بغیر قوم کو محبوبہ کا محبوبہ ہونا سمجھ میں نہیں آ سکتا اور قوم ہی کو سمجھانا منظور ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص جوفن پہلوانی میں ماہر ہو ایک ایسی قوم کے پاس جا کر دعویٰ ثبوت کرے جوفن پہلوانی سے تو بالکل ناداواقف ہو مگر فن سُنگ تراشی میں بے مثل زمانہ ہوا وہ محبوبہ یہ پیش کرے کہ تم میرے ساتھ کشتی کر کے دیکھو اگر میں غالب آ جاؤں تو سمجھ لینا کہ میں سچا ہوں۔

تو کیا وہ قوم اس شخص کے کشتی میں غالب آنے کو مجبورہ تسلیم کر لے گی؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ ایک ماہر فن کافیں کے نہ جانے والے پر غالب آنا نہ تو کوئی کمال کی بات ہے اور نہ خلاف عادت۔ بلکہ متفضائے عادت سہی ہے کہ ماہر فن ناداواقف پر غالب آئے اور مجبورہ ہمیشہ خلاف عادت ہوتا ہے۔ یعنی کسی شخص کے ہاتھ سے ایسے فعل کا ظاہر ہونا جو عادۃ انسانی طاقت سے باہر ہو۔

البتہ اگر وہ پہلوان یہ کہے کہ میں توفن سُنگ تراشی میں ہر ادوں کا اور تم اس فن میں یہیکے زمانہ ہو مگر باوجود اس کے میں تم کو سُنگ تراشی میں ہر ادوں کا تو بے شک یہ مجبورہ ہو گا اور قوم بھی اس کو مجبورہ سمجھے گی۔ کیونکہ ناداواقف کا ماہر فن پر غالب آنا نقطہ عادت کے خلاف ہے تو اس صورت میں یقیناً یہ کہا جائے گا کہ یہ شخص انسانی طاقت سے غالب نہیں آیا بلکہ آسانی طاقت سے غالب آیا ہے۔ لہذا اپنے دعویٰ ثبوت میں سچا ہے یا مثلاً ایک شخص اعلیٰ درجہ کا طبیب ایک ایسی قوم کے پاس جا کر دعویٰ ثبوت کرے جوفن طب سے تو بالکل نا آٹھنا ہو۔ مگر بیان اگر بیزی میں ماہر بلکہ لاثانی ہوا وہ محبوبہ یہ پیش کرے کہ میں فن طب میں تم کو ہرا سکتا ہوں۔ تو کیا یہ قوم اس کے فن طب میں غالب آنے کو مجبورہ تسلیم کرے گی؟ ہرگز نہیں کیونکہ طب جانے والے کو نہ جانے والے پر

غالب آن کوئی کمال کی بات نہیں اور نہ خلاف عادت ہے۔

بلکہ متفقانے عادت کے موافق ہے۔ لیکن اگر یہ شخص یوں کہے کہ میں تو اگر بڑی سے ناواقف ہوں اور تم یکتا نے زمانہ و مکار باوجو دو اس کے میں تم پر اگر بڑی دافی میں غالب آ سکتا ہوں اور غالب آ کر دھما دے تو بے شک یہ قابل عادت کے خلاف ہے۔ وہ قوم اس کو مجرہ تسلیم کرے گی پس طبیعہ عنا دے کام نہ لے۔

الحاصل تحدی کے لئے مجرہ کا اسی فن میں ہونا ضروری ہے جس فن میں قوم کو کمال حاصل ہو۔ ورنہ مدد مجرہ قوم کے نزدیک مجرہ نہیں بن سکتا۔

اس قاعدہ کے سمجھ لینے کے بعد نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ انہیاء علیم
السلام کو مجموعات تحدی مختلف کیوں دیئے گئے اور اختلاف کی صورت موجودہ کیوں اختیار کی گئی۔
اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام جس قوم کی طرف بیجیے گئے تھے۔ یعنی قوم فرعون چونکہ اس قوم کو فن
جادوگری و شعبدہ بازی میں کمال تھا اور اس فن کے جانشی والے اس قدر کثرت سے تھے کہ بقول
بعض مفسرین فرعون نے ستر ہزار جادوگر موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے جمع کئے تھے۔ بلکہ
بعض نے اسی ہزار بھی لکھے ہیں اور ان کو اس فن میں اس قدر غرور تھا کہ نہایت ہی دلیری سے کہنے
گئے: ”وقالوا ابعة فرعون انا لنحن الغلبون“ یعنی فرعون کی عزت کی قسم بے شک ہم
ہی غالب آئیں گے۔ لہذا قاعدہ ذکورہ کے اعتبار سے بھی مناسب تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو مجزہ
بھی اسی رنگ میں دیا جانا تاکہ اگر وہ جادو کے ذریعہ سے سائب ہا کرو کھائیں تو یہ مجزہ کے ذریعہ
سے ایسا سائب ہا کر پیش کریں کہ تمام جادوگروں کو ہرادیں تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ یہ شخص باوجود فن
جادوگری سے نا آشنا ہونے کے ہم پر غالب آ گیا ہے۔

حالاً تکہ ہم اس فن میں یکتاں زمانہ تھے۔ یہ ضرور سچا نبی ہے۔ ورنہ اس فن میں ہم پر کبھی غالب نہ آ سکتے۔ تفسیر اہن کثیر میں ہے کہ مقابلہ سے پہلے ایک دن موئی علیہ السلام نے جادوگروں کے اسیر سے فرمایا کہ اگر میں غالب آ جاؤں تو تو مجھ پر ایمان لے آئے گا اور اس بات کی شہادت دے گا کہ جو کچھ میں لا یا ہوں وہ حق ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ کل میں ایسا جادو لاوں گا کہ کوئی جادو اس پر غالب نہیں آ سکے گا۔ اگر آپ ہم پر غالب آئیں گے تو میں ضرور ایمان لے آؤں گا اور اس بات کی شہادت دوں گا کہ جو کچھ آپ لائے ہیں۔ وہ حق ہے۔ جادو نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تمام جادوگروں نے میدان مقابلہ میں ہی سرناحودہ کر گھرے مجھ میں: ”امنا رب العلمین رب موسیٰ و هرون“ کا نفرہ بلند کیا اور ایمان سے مشرف ہوئے۔

اور حضرت صیلی علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں کو فن طب میں کمال حاصل تھا اور اس فن میں وہ لاثانی تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے ماہرین فن طب اسی زمانہ میں گزرے ہیں۔ چنانچہ قاعدہ مذکورہ کا متعارضی سمجھی تھا کہ ان کو مجھہ اسی رنگ میں دیا جاتا تھا اسی بنا پر ان کو مردوں کا زندہ کرتا۔ مادر زادوں کو اور بریس کی بیماری والے کو اچھا کرنا، گارے کے جانورہ بنا کر اڑانا دیا گیا۔

کوئی طبیب کتنا ہی اہ فرن ہو۔ مگر وہ اپنے علاج سے نتو مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور نہ ماورزادوں میں کو اچھا کر سکتا ہے اور نہ گارے کے جانوروں میں جان ڈال سکتا ہے۔ خواہ وہ جالیوں زمانہ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر صیلی علیہ السلام اپنے طب روحاں لیجنی مجھہ سے یہ تمام کام کرتے تھے اور تمام ماہرین فن طب کو عاجز کر دیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ جس قوم میں میتوں ہوئے نہ تو وہ فن طب سے واقف تھی۔ نہ فن جادوگری سے آشنا بلکہ اس قوم کا مابہ الافتار فصاحت و بлагعت تھی۔ میدان فصاحت و بлагعت میں ان سے کوئی سبقت لے ہی نہیں سکتا تھا۔

غرض اس فن میں وہ لوگ اپنا ٹائی نہیں رکھتے تھے۔ لہذا قاعدہ مذکورہ کے لحاظ سے مصلحت کا تقاضا سمجھی تھا کہ رسول ﷺ کو مجھہ اسی فن میں دیا جائے۔ اس بناء پر آپ ﷺ کو قرآن کا مجھہ دیا گیا۔ اس کی فصاحت و بлагعت کے آگے تمام فصحاء بلخاء عرب نے سر تلیم فرم کر دیا۔ کسی سے آج تک مقابلہ نہیں ہوا کہ اور نہ قیامت تک ہو سکے گا۔

مجھہ چونکہ نبی کا دعویٰ نبوت کے صداقت کی دلیل ہوتا ہے۔ لہذا قرآن شریف رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی کامل ولیل ہے۔ اس نے خداوند نے سورہ یسین کے ابتداء میں ہی آپ کی نبوت پر قرآن شریف ہی کو ولیل بنایا ہے: ”وَالْقَرْآنُ الْحَكِيمُ، أَنَّكَ لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ“ یعنی قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بے شک آپ مجملہ غیروں کے ہیں۔ یعنی آپ کے بغیر ہونے پر قرآن شریف ہی ولیل ہے۔

کفار کو قرآن شریف کے مجھہ ہونے میں یہ شبہ تھا کہ شاید اس کو رسول اللہ ﷺ خود تصنیف کرتے ہوں۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ: ”وَمَا لَكُنْتَ تَتَلَوَّا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُلْ بِيَمِينِكَ إِذَا لَرَأَيْتَ الْمُبْطَلُونَ“ آپ کے متعلق اس شبہ کی توبالکل گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس نے کہ آپ قرآن شریف سے پہلے دو کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں کفار کو شہر نہ لائے کہ یہ لکھے پڑھے آدمی ہیں۔ کتابیں دیکھ بھال کر کچھ مضمایں جمع کر کے سنادیتے ہیں۔ یعنی اگر آپ لکھے پڑھے ہوئے تو البتہ کسی قدر فشار ایشہا تو ہوتا گودہ بھی بعد ظاہر ہونے اعجاز قرآن کے زائل ہو جاتا۔ لیکن جب آپ لکھے

پڑھے ہی نہیں ہیں۔ بلکہ اسی پیش کی تو بالکل مجبانہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ بے لکھا پڑھا آدمی تو معنوی کتاب بھی تصنیف نہیں کر سکتا چنانچہ قرآن شریف جیسی کتاب بنائے اور آپ کا امی ہونا قریش کے نزدیک آنکتاب سے زیادہ روزگار تھا۔

اس لئے کہ آپ انہیں کے گھر میں پیدا ہوئے اور انہی کے ہاتھوں میں پرورش پائی۔ آپ کا ایک ایک منٹ قریش کی نظر وہ میں تھا۔ انصاف پرست آدمی کو اس کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ لیکن معاذین اپنے عناوے سے کب باز آ سکتے ہیں؟ لہذا معاذین کو خداوند تعالیٰ نے اس شہر کا ایسا دنیان ٹھکن جواب دیا کہ جس کے سخنے کے بعد سر زد اٹھا سکے۔ فرمایا کہ: ”وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رِبِّ مَا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَاقْتُلُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مُثْلِهِ وَادْعُوا شَهِدَاهُ كُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ“ ۝ ۱۸۱۔ معاذین اگر تم کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندہ خاص پر تو اچھا پھر تم بہالا ڈالیں ایک سورۃ یعنی ایک محمد و دکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو کیونکہ آخر تم لوگ بھی تو عربی زبان رکھتے ہو بلکہ تم عربی زبان میں بڑے مشاہ ہو حضور ﷺ کے تواتر میں مشاہ بھی نہیں ہیں اور اپنے حملہجوں کو بھی بلا ذ وجہ خداوند سے الگ تجویز کر سکتے ہیں اگر تم چھ جو ۱۸۱۔

اس پر زور مطالبہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ: ”وَلَنْ تَفْعَلُوا“ قیامت تک بھی نہ کر سکو گے۔ یعنی قیامت تک بھی تم سے ایک ایسکی سورۃ جو فصاحت و بیانگشت میں قرآن شریف کا ہم پلہ ہو، نہیں بن سکے گی۔ بھلا یہ سن کر چیخ و تاب نہیں آیا ہو گا اور کیا کوشش کرنے میں کوئی دیقتہ باقی چھوڑا ہو گا۔ مگر ہاد جو وہ اس کے ان کو عطا ہے تو کہا پہا سامنے لے کر بیٹھو ہتا کس قدر زبردست دلیل ہے قرآن شریف کے مجرہ ہونے کی۔

المحل اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ ان حضرات کو مختلف مجرے کیوں دیئے گئے اور اختلاف کی صورت موجودہ کیوں اختیار کی گئی۔ اس تقریر کو سخنے کے بعد بحمد اللہ آدمی کو کوئی شہر باقی نہیں رہتا بلکہ خداوند تعالیٰ کی پر حکمت کا رروائی کو دیکھ کر بیان اللہ کا فخر ہے ساختہ زبان پر لے آتا ہے اور اس تم کے اعتراضات کو کہ (رسول اللہ ﷺ کو وہ مجرے کیوں نہیں دیئے گئے جو موی اعلیٰ السلام کو دیئے گئے تھے) نہایت بری نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور نہ اس کو یہ فکر باقی رہتی ہے کہ مجرمات کا مقابلہ کرے کہ کس نبی کے مجرمات بڑے ہیں اور اس کے چھوٹے۔

البیت اگر رسول اللہ ﷺ موی اعلیٰ السلام کے زمانہ میں مبجوض ہوتے تو پہلک آپ ﷺ کو عصا دی بیٹھا ہی دیا جاتا۔ ایسا یعنی اگر موی اعلیٰ السلام حضور ﷺ کے زمانہ میں مبجوض

ہوتے تو ان کو قرآن شریف ہی مجرمہ دیا جاتا علی ہذا القیاس اگر حضور ﷺ میں علیہ السلام کے زمانہ میں ہوتے تو آپ گواحیاء موتی وغیرہ ہی دیا جاتا اور اگر میں علیہ السلام حضور ﷺ کے زمانہ میں ہوتے تو ان کو بھی قرآن شریف ہی مجرمہ دیا جاتا۔

غرض تقدیم کو رہ بالا سمجھ لینے کے بعد عاقل کو تو کوئی وقت پیش نہیں آتی اور سمجھانا بھی عاقل ہی کو منظر ہوتا ہے۔ بے عقل کو تو کوئی سمجھا ہی نہیں سکتا۔

دوسری قسم کے مجرمات کی تشریع

جو مجرمات انہیاء علیہم السلام کو بغرض تحدی دینے جاتے ہیں ان کی تشریع تو ہو جکی اور دوسرے قسم کے مجرمات کی تشریع باقی ہے۔ یعنی وہ مجرمات جو بغرض تحدی و مقابله نہیں دینے جاتے ان مجرمات کے ظہور کا سبب چونکہ ایک نہیں ہوتا جیسا کہ مجرمات تحدی کا تھا۔ بلکہ ان کے ظہور کے اسباب مختلف ہوتے ہیں لہذا ان کے لئے کوئی ایسا قاعدہ کلیہ نہیں بنایا جاسکتا جو سب کے لئے حادی ہو البتہ احوال آتنا کہا جاسکتا ہے کہ یہ مجرمات ان ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ جو علاوه تحدی کے انہیاء علیہم السلام کے متعلق پیش آتی ہیں۔ مثلاً اگر کسی موقع پر پانی کی ضرورت ہے۔ مگر ظاہری اسباب کے اعتبار سے یہ ضرورت پوری نہیں ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ اسی ضرورت کو باطنی اسباب سے بصورت مجرمہ پورا کر دیتے ہیں۔

گو منصود بالذات اس وقت انہیار مجرمہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ضرورت کو پورا کرنا ہوتا ہے۔

یہیں بوجہ ظاہری اسباب نہ ہونے کے صورت مجرمہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ موئی علیہ السلام نے غیر اسرائیل کے لئے پانی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: "اضرب بعضاک الحجر" ہے عصا کو پتھر پر مارو۔ انہوں نے مارا تو پارہ جسٹے پانی کے جاری ہو گئے اور صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ سے پانی کے شہونے کی فکایت کی تو آپ نے ایک پیالہ میں ذرا سا پانی لے کر اپنا ہاتھ مبارک اس میں ڈالا تو آپ گیالوں میں سے پانی جاری ہو گیا۔ اس قدر پانی لکھا کہ تمام لکھر سیراب ہو گیا اور جس قدر ضرورت تھی، پوری ہو گئی اور بغرض اگر کہیں کھانے کی ضرورت ہو اور ظاہری اسباب سے یہ ضرورت پوری نہ ہو سکے تو اس کو بصورت مجرمہ پورا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا واقعہ یام خدق میں کہ بہت تھوڑا سا کھانا اس قدر زیادہ ہوا کہ تمام آدمیوں کے کھانے کے بعد بھی کچھ کم نہیں ہوا اور بھی اس قسم کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں اور اگر کہیں دشمن سے چھانا منصود ہو مگر ظاہری اسباب وہاں موجود نہیں ہیں تو اس ضرورت کو بصورت مجرمہ پورا کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ موئی علیہ السلام کے لئے دریا کو پھاڑ دیا گیا اور میں

علیہ السلام کو جلد غصہ کے ساتھ آ سان پر اٹھا لیا گیا اور سراقد کی سواری کو خشک زمین میں دھندا دیا گیا جو حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مارنے کے ارادہ سے جاری تھا اور اگر کسی نبی کو خاص اعزاز دینا منظور ہو مگر ظاہری اسباب اس کو پورا نہیں کر سکتے تو اس ضرورت کو بصورت مجرہ پورا کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ واقعہ محراج اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنے جیبی پاک کو یہ اعزاز عطا فرمادے مگر ظاہری اسbab کی رو سے اس قدر مسافت ہزار بارس میں بھی طنہیں ہو سکتی تھی۔ تو اس کو بصورت مجرہ سرانجام دیا گیا اور اگر دشمن کو ہلاک کرنا منظور ہو مگر ظاہری اسbab وفا نہیں کرتے تو اس ضرورت کو بصورت مجرہ پورا کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ایک مشیٰ تکریبوں کا پھینکنا اور تمام لکر کفار کی آنکھوں میں پڑنا جنگ بد مریں ہوا تھا۔

الحاصل یہ کہ مجرمات علاوہ تحدی کے باقی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ جس قسم کی ضرورت ہو گئی اسی ریک کا مجرہ ہو گا۔ اس تقریر کے بعد ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے کہ انہیاء علیہم السلام کے یہ مجرمات مختلف کیوں تھے۔ سب کو ایک قسم کے مجرے کیوں نہیں دیے گئے؟ اس لئے کہ جب ضرورتی مختلف ہوں گی تو ان کے پورا کرنے کی صورتی بھی مختلف ہوں گی اور جو مجرمات بغرض تحدی دیئے جاتے ہیں۔ ان کے اختلاف کی وجہ پر گز رہ گئی ہے۔

چیغبروں کے پاس علم آنے کے ذرائع

جن حضرات کو خداوند تعالیٰ منصب نبوت کے لئے منتخب فرماتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے اپنی رضاوی غیر رضا کا قانون بنندوں کو پہنچاویں۔ ان حضرات کے پاس علم آنے کے تین طریقے ہیں۔ جو قرآن شریف میں اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں: ”وَمَا كَانَ لِبَشْرٍ إِنْ يَكُلِّمَ اللَّهَ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وِرَاهِ حِجَابٍ أَوْ يَرِسِّلُ رَسُولًا فِي بَوْحٍ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٌ (سورة شوری)“ اور کسی بشر کی یہاں نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے گریا تو الہام سے یا پروہ کے پیچے سے یا کسی فرشتہ کو پہنچ دے کہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہو پیغام دے وہ بڑا عالیٰ شان، بڑی حکمت والا ہے۔

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ تینیں کے پاس خداوند تعالیٰ کی طرف سے علم طنے کے تین طریقے ہیں۔ (۱) الہام یعنی دل میں کوئی اچھی بات ڈال دینا بیداری یا خواب میں۔ کیونکہ انہیاء علیہم السلام کا خواب بھی حکم وحی میں ہوتا ہے۔ (۲) پردے کے پیچے سے کلام سنا دینا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ساتھا۔ یعنی صرف کلام سنائی دے، نظر پہنچنہ آئے اور یہ حجاب کوئی جسم نہیں جو

خداوند کی ذات اقدس کو پوشیدہ کر دیتا ہے۔ بلکہ حقیقت اس حجاب کی انسان کا ضعف اور اک ہے جس کی وجہ سے باوجود کمال ظہور لور ذات کے انسان اور اک سے عاجز ہے اور یہی ضعف اور اک کا حجاب تھا جو مولیٰ علیہ السلام کو روزیت سے مانع ہوا تھا اور یہ مانع جنت میں دور کر دیا جائے گا اور اہل جنت کو خداوند تعالیٰ کی رویت کی قوت عطا کر دی جائے گی۔ (۳) فرشتہ کو بھج کر اس کے ذریعہ سے جو کچھ مخفور ہوئی کو پہنچا دیا جائے۔

غرض خدا تعالیٰ جب مقریین کو اپنی رضا و غیر رضا کی اطلاع دیتے ہیں تو ان تین طریقوں کے ساتھ دیتے ہیں۔ بالشافہ یا بالغاہیہ کسی سے بات نہیں کرتے اور ”انہ علیٰ حکیم“ میں دونوں امرروں (یعنی بالشافہ بات نہ کرنے اور تین طریقوں سے بات کرنے) کی علمت بیان فرمائی ہے۔ پہلے امر یعنی بالشافہ بات نہ کرنے کی علمت (علیٰ) ہے۔ یعنی وہ بڑا عالی شان ہے۔ انسان حالت موجودہ میں بچھہ ضعف اور اک اس سے بالشافہ بات کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور دوسرا امر یعنی تین طریقوں سے بات کرنے کی علمت (حکیم) ہے۔ یعنی وہ بڑی حکمت والا ہے۔ اس نے اپنے بندوں کی مصلحت کا خیال فرمایا کہ کام کے مقرر فرمایے ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی طریقہ بھی کلام کا نہ ہوتا اور یہ بندوں کی مصلحت کے خلاف ہے۔ لہذا اپنی حکمت سے بندوں کی مصلحت کو بھی فوت نہیں ہونے دیا۔ بلکہ رضا و غیر رضا کے معلوم کرنے کے تین طریقے مقرر فرمادیے اور طوشن اکو بھی محفوظ رکھا۔

نبوت کی تکمیل کے لئے ملائکہ کے انتخاب کی ضرورت

چونکہ نبی کے پاس علم آنے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی فرشتے کے ذریعہ سے نبی کو علم دیا جائے اور تمام طریقوں سے زیادہ واضح اور آسان طریقہ یہی ہے۔ خصوصاً آسمانی کتابیں یہیش اسی طریقے سے بھی گئی ہیں۔ اس نے اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ملائکہ میں سے بھی بعض حضرات کو اس منصب کے لئے منتخب کیا جائے تاکہ احکام خداوندی کو رسولوں تک پہنچا دیں۔ جیسا کہ رسولوں کو منتخب کیا گیا کہ احکام خداوندی کو عام لوگوں تک پہنچا دیں۔

غرض سلسہ نبوت و رسالت میں دو انتخابوں کی ضرورت ہے۔ ایک انتخاب ملائکہ جو احکام کو رسولوں تک پہنچائیں اور دوسرا انتخاب مخصوص انسانوں کا جو احکام عام لوگوں تک پہنچائیں۔ ان دونوں انتخابوں کے مجموعہ سے نبوت کی تکمیل ہوگی (انہی دو انتخابوں کے متعلق ارشاد ہے): ”الله يصطفى من الملائكة رحْمَةً وَ مِنَ النَّاسِ أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بِصَيْرَةٍ“

(سورہ حج) ”فَاللَّهُ تَعَالَیٰ مُخْتَبٌ كَرِيمٌ“ ہے فرشتوں میں سے احکام پہنچانے والے اور آدمیوں میں سے بیگنی ہاتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ ۶۷ یعنی اللہ تعالیٰ تمام احوال سے خوب واقف ہے۔ وہ اپنے علم میں ملائکہ اور انسانوں میں سے جس کو اس منصب کے لئے مناسب سمجھتا ہے، مختب فرماتا ہے اور عموماً ہر زمانہ میں ملائکہ میں سے اس منصب کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی کو مختب کیا گیا ہے۔ قرآن شریف سب کا سب یقیناً حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی لائے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اس کی تصریح ہے: ”نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ“ (سورہ شعراء) ”فَإِنَّ رَبَّكَ لِيُعْلَمَ قُرْآنٌ شَرِيفٌ كُو روح الامین لعنى جبرائیل علیہ السلام لائے ہیں۔ ۶۸

بلکہ دوسری کتب الہیہ بھی غالباً جرأتل علیہ السلام ہی لائے ہیں۔ لیکن آئت میں ”رسلا“ جمع اس وجہ سے ہے کہ بعض موقع پر بعض احکام دوسرے فرشتے بھی لائے ہیں۔ جیسا کہ ”ولقد جآمت رسلنا ابراہیم“ ”ولقد جآمت رسلنا لوطا“ میں تصریح ہے۔ گواں میں بھی رئیس جرأتل علیہ السلام ہی تھے۔ غرض بعض موقع پر اور ملائکہ کو بھی بھیجا گیا ہے۔ لیکن عام طور پر یہ ذیبوئی حضرت جرأتل علیہ السلام ہی کے پروپری ہے۔

ملا نگہ کے پردار ہونے کی وجہ
چوکہ سلسلہ نبوت کی بھیل کے لئے انتخاب ملا نگہ کی بھی ضرورت تھی۔ جیسا کہ اد پر گزر
چکا ہے۔ لیکن وہ رہتے آسمانوں میں اور آسمان زمین کے درمیان مسافت بہت بیسی ہے۔ بعض
روایات کے اعتبار سے زمین سے آسمان تک پانچ سو سال کا راستہ ہے اور ایسا ہی ہر آسمان سے
دوسرے آسمان کی چھٹت کی موٹائی بھی پانچ سو سال کا راستہ ہے۔ تو گویا ساتویں آسمان کی چھٹت
تک سات ہزار سال کا راستہ ہے تو اتنی دور سے احکام لانے کیلئے اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی
تیر رفتاری کا انعام کیا جائے ورنہ تھی کہ تمام عمر میں ایک دفعہ بھی احکام کا آنکھنہ نہیں تھا۔ کیونکہ
وہ حکم جب تک لڑاؤ کا خانہ کے قرار دی گئی ہے۔ وہ حکم ساتویں آسمان میں ہے۔

اس مقام کا نام سدرا انتشی ہے۔ جس قدر احکام عالم بالا سے نازل ہوتے ہیں۔ پہلے دہاں پر نازل ہوتے ہیں۔ پھر دہاں سے ملائکہ لے کر زمین پر لاٹتے ہیں۔ تو گویا سدرا انتشی ملائکہ کو احکام ملنے کا ڈاک خان ہے اور وہی مقام ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کا جموماً اس ڈاک کے پہنچانے کے لئے منصب کئے جاتے ہیں اور وہ ڈاک خان زمین سے تقریباً سات ہزار سال کے راستے کے فاصلہ پر ہے۔ (اتی دور سے ڈاک لانے کے لئے بڑی زبردست تیز رفتاری کی

ضرورت تھی اور اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی تھیں۔ مثلاً کوئی ہوائی جہاز ڈاک لانے والے فرشتہ کو دیا جاتا یا کوئی دوسرا سواری تیز رفتار میں برآق وغیرہ کے دی جاتی۔ غرض متعدد صورتیں تھیں۔ لیکن چونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ اگر ایک کام کے لئے متعدد راستے ہوں۔ تو ان میں سے وہ راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ جو سب سے زیادہ آسان و مختصر ہو۔ اس بناء پر خداوند تعالیٰ نے ملائکہ کو پردار بنا دیا تا کہ وہ خود اڑ کر چلے جائیں۔ کسی سواری کی ضرورت نہ ہو۔

کیونکہ یہ راستہ نہایت ہی مختصر اور آسان ہے۔ ڈاک لیتے ہی لے اڑے گا۔ جتنی دیر میں سواری کو کپڑا کر سوار ہوتا۔ اتنی دیر میں پہنچ بھی جائے گا اور اس بات کی فکر بھی نہیں ہو گئی کہ سواری کو کہاں باندھوں یا کہاں رکھوں۔ اس کے متعلق ارشاد ہے: "الحمد لله فاطر السموات والارض جاعل الملائكة رسلا اولی اجنحة مثنی وثلث وربع یزید فی الخلق ما یشاء ان الله علی کل شیئی قادر (سورة فاطر)" ۴۵ حمد اللہ عنی کو لا تَ ہے جو آسان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو فرشتوں کو پیغام رسان ہنانے والا ہے۔ جن کے دو دو یا تین تین یا چار چار پر ہیں۔ وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے میںکہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۴۶ اس آئیت میں پیغام ہے مراد وحی کا لانا ہے رسولوں کی طرف اور کچھ چار پر ٹھہر نہیں بلکہ حسب مصلحت ضرورت زیادہ بھی دیجے جاتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے: "یزید فی الخلق ما یشاء" ۴۷ میں کہ اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے پر زیادہ عطا فرمادیتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جبرا ائل طیب السلام کو جو عموماً اس ڈاک کے لئے فتح ہوتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے چھ سو پر عطا فرمائے ہیں اور وہ اس قدر تیز رفتار ہیں کہ جملی بھی کیا چیز ہو گی۔ آنکھ کی پلک مارنے سے بھی پہلے پہنچ جاتے ہیں۔

فرض ڈاک لانے کی جگہ چونکہ بہت دور تھی الہذا جلدی پہنچنے کے لئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ ملائکہ کو پر عطا کئے گئے اور سواری وغیرہ سے مستثنیٰ کر دیجے گئے اور سبی راستے اس کام کے لئے تمام راستوں سے مختصر دا آسان تھا۔

پیغمبروں کی شریعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ

گواصول میں تمام انبیاء علیہم السلام متفق تھے۔ مگر فروع کے اعتبار سے شریعتیں مختلف ہوتی رہیں۔ اسی اختلاف کا بسب صحیح طور پر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں کو طرح طرح کے خذشتات پیش آئے۔ کسی نے تو یہ کہا کہ اس سے خداوند تعالیٰ کا جہل لازم آتا ہے۔ الہذا یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایک شریعت مقرر کر کے پھر اس کو کچھ عرصہ کے بعد منسوخ کر دینے سے معلوم

ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم نہ تھا کہ آگے جل کر یہ شریعت خلاف مصلحت واقع ہو گی۔ خداوند تعالیٰ چونکہ عالم الغیب ہے۔ لہذا اس کی مقرر کروہ شریعت تو ایسی ہوئی چاہئے جو قیامت تک نہ بدلتے۔ اس نتھیٰ کی وجہ سے اکثر لوگ حضور ﷺ پر ایمان نہیں لائے اور حضور اکرم ﷺ پر مفتری کا الزام لگایا۔ جس کی تصریح اس آہت میں ہے: ”وَإِذَا أَبْدَلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةً وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَنْزَلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرِّبٌ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (سورہ نحل)“ ۔ جب ہم کسی آہت کو بجائے دوسرا آہت کے بدلتے ہیں۔ یعنی ایک حکم کو منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم دیتے ہیں حالانکہ اس کی مصلحت کو خداوند تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے تو آپ کو یہ کہتے ہیں کہ آپ نعمۃ باللہ خدا پر افتراض کرنے والے ہیں۔ یعنی اپنے کلام کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ مگر یہ لوگ جاہل ہیں مصلحت نہ کوئی نہیں جانتے۔ غرض اختلاف شرائع کی وجہ نہ کہتے سے اس قسم کے خدشات لوگوں کو پیش آئے ہیں لہذا مناسب معلوم ہوا کہ اس کی اصلی وجہ بیان کر دی جائے تاکہ اس قسم کے خدشات رفع ہو جائیں۔

یہ سمجھنا چاہئے کہ انہیاء علیہم السلام مثل اہلہ کے ہیں۔ جیسا کہ اہلہ جسمانی پیاریوں کا علاج کرتے ہیں۔ ایسا ہی انہیਆ علیہم السلام روحانی پیاریوں کا علاج کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کو روحانی پیاریوں کا طبیب و داکٹر بنا کر بھیجتا ہے تو جس طرح کوئی طبیب ایسا نہیں کرتا کہ تمام پیاریوں کو ایک ہی نتھیٰ دے بلکہ اگر ایسا کرے تو اس کا یہ فعل نادانی پرمنی ہو گا۔ کیونکہ لوگوں کے مراجع مختلف ہیں۔ جوانوں کا مراجع بچوں اور بڑوں کے خلاف ہے اور ایک جوان کا مراجع دوسرے جوان کے خلاف ہے۔ ایک ملک کے رہنے والوں کا مراجع دوسرے ملک کے رہنے والوں سے نہیں ملتا۔

تو اس اختلاف مراجع کے ہوتے ہوئے ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک ہی نتھیٰ سب کے مراجع کے موافق ہو سکے۔ بلکہ ہر شخص کو اس کے مراجع کے موافق نہ دیا جاتا ہے اور یہی مصلحت کا تقاضا ہے۔ اسی طرح تمام لوگوں کے لئے ایک ہی شریعت مقرر نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ لوگ مختلف الفرة واقع ہوئے ہیں۔ ایک ہی شریعت سب کی فطرت کے موافق نہیں ہو سکتی اور خلاف فطرت پر مجرور کرنا تکلیف مالا یا بھاق ہے لہذا موافق فیصلہ: ”لَا يَكْلُفُ اللَّهُ نَفْسًا لَا وُصْعَدًا“، ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی فطرت کے موافق شریعت بیسیت رہے۔

یا یوں سمجھنا چاہئے کہ بچے کی پیدائش کے دن سے لے کر جب تک وہ زندہ رہے عدا کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ہر ذری عقل جانتا ہے کہ ہر زمانہ میں اس کو ایک ہی غذا نہیں دی جاتی۔

بلکہ ہر زمانہ میں اس کی فطرت کے موافق غذا دی جاتی ہے۔ جب فطرت میں یہ تبدیلی واقع ہوتی ہے تو غذائیں بھی لازمی تبدیلی ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پچڑ زندہ نہیں رہ سکتا۔

مثلاً پہلے روز ماں کے پیٹ سے لکنے کے بعد بچے کی فطرت کے لئے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی غذا نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کے پیٹ کے لکنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اس کی ماں کے پستانوں میں دودھ پیدا کر دیتا ہے اور اس کی رحمت کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ ایسا کرے۔

اگر کوئی شخص بچے کو پہلے ہی روز بجاۓ دودھ کے روٹی کھلانے لگے۔ یا زرده بربانی کھلانے لگے تو کوئی غذا بہت اچھی ہے۔ لیکن چونکہ بچے کی فطرت کے خلاف ہے الہذا وہ مر جائے گا۔ ہرگز زندہ نہیں رہ سکے گا۔ لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد بچے کی فطرت میں تبدیلی آتی ہے۔ تو غذا بھی بدلتی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ وہی دودھ ہے جس کے بغیر اس کو جیکن نہیں آتا تھا اور جس ایسا مصلح لوگوں کی فطرت چونکہ مختلف ہے۔ اس لئے ہر زمانہ کے لوگوں کی فطرت کے موافق شریعت آتی رہی ہے اور یہ مطلب ہے: ”لکل جعلنا منک شرعا ومنها جا“ کا یعنی ہم نے تم میں سے ہرامت کے لئے خاص شریعت و طریقت جو یہ کی تھی۔ اس آبادت میں یہود و نصاریٰ کو خطاب ہے۔ انہوں نے حضور ﷺ پر ایمان لانے سے اس وجہ سے الکار کیا کہ آپ ﷺ نے شریعت لائے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ شریعت کی تبدیلی کوئی قبل تجب نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے تم میں سے بھی ہر ایک کو خاص خاص شریعت مل جگی ہے۔ مثلاً یہود کے لئے تورۃ تھی اور نصاریٰ کے لئے انجیل۔ ایسا ہی اگر حسب مصلحت زمانہ حضور ﷺ کی امت کوئی شریعت یعنی قرآن شریف حطاء کیا گیا ہے تو اس میں الکار کی کیا ہے؟

غرض شریعت کی تبدیلی مصلحت کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ عنین مصلحت ہے۔ البتہ اگر لوگوں کی فطرت مختلف نہ ہوتی بلکہ ہر زمانہ میں لوگوں کی فطرت یہاں ہوتی تو یہیک ایک ہی شریعت سب کو دی جاتی اور ایک شریعت کا وہ ہای مصلحت ہوتا اور یہی مطلب ہے: ”ولو شاء اللہ لجعلکم امة واحدة“ کا یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو منکور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیجئے جس کی صورت یہ ہوتی کہ تمام لوگوں کو ایک ہی فطرت پر پیدا کرتے اور سب کو ایک ہی شریعت دیتے۔ پھر تو سب ایک ہی امت ہو جاتے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کو اس بات کی قدرت تھی کہ وہ ایسا کر دیتا۔ مگر ایسا کرنا چونکہ مصلحت کے خلاف تھا۔ جس کی تقریب عذر ہب آئے گی۔ الہذا ایسا نہیں کیا گیا۔ بلکہ مختلف فطرتیں دے کر مختلف شریعتیں حطاء کی گئیں۔

چیخروں کی تعلیم سے سب لوگ برابر مستفید نہیں ہوتے

انجیاء علیہم السلام کی تعلیم سے تمام لوگ یکساں فائدہ نہیں اٹھاتے۔ بلکہ کوئی زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے کوئی کم اور کوئی بالکل محروم رہتا ہے۔ ناقف آدمی کو اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید تعلیم میں کچھ نقصان ہے۔ جس کی وجہ سے سب کو فائدہ یکساں نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ انجیاء علیہم السلام کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی کامل ہوتی ہے۔ کوئی تعلیم ان کی تعلیم سے بہتر ہوئی نہیں سکتی اور نہ وہ خود چاہتے ہیں کہ ہماری تعلیم سے کوئی محروم رہے۔ بلکہ اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی زمین فطرت مختلف ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ کسی کی زمین فطرت اچھی ہے اور کسی کی خراب۔ اچھی فطرت والے فائدہ اٹھاتے ہیں اور بُری فطرت والے محروم رہتے ہیں۔

خداؤند تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس مسئلہ کو ہارش کی مثال دے کر سمجھایا ہے:

”والبلد الطیب یخرج نباته باذن ربہ والذی خبیث لا یخرج الانکدا (سورہ اعراف)“ اور جو زمین ستری ہوتی ہے اس کا پیداوار خدا کے حکم سے خوب لکھا ہے اور جو خراب ہے اس کا پیداوار اگر لکھی تو بہت کم لکھا ہے۔ یہ مطلب یہ ہے کہ ہارش تو سب جگہ برابر رہتی ہے اور اس میں فی نفس کوئی نقصان نہیں ہوتا مگر باوجود واس کے کہیں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے اور کہیں بہت کم اور کہیں پھول پیدا ہوتے ہیں اور کہیں کا نئے۔ جیسا کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے شعر:

ہاراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغِ لالہ دید و در شورہ یوم شر

ایسا ہی انجیاء علیہم السلام کی تعلیم ایک روحانی ہارش ہے۔ اس کی لطافت و کمال میں تو کوئی کلام نہیں ہے۔ لیکن جس کی زمین فطرت خراب ہے وہ مستفید نہیں ہو سکتا اور جس کی زمین فطرت اچھی ہے۔ وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس سے تعلیم پر کوئی دفعہ نہیں آتا اور حضور اکرم ﷺ نے بھی اس مسئلہ کو ہارش کی مثال سے واضح فرمایا ہے: ”مثُل مابعثنِ اللہ بِهِ مِنَ الْهُدَى
وَالْعِلْمِ كَعَثُلَ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ اصَابَ أرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقْيَةٌ قَبْلَتِ الْمَاءِ فَانْبَتَتِ
الْكَلَأُ وَالْعَشْبُ الْكَثِيرُ وَكَانَتْ مِنْهَا جَادِبٌ امْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسُ
فَشَرَبُوا أَوْ سَقَوْا زَرْعَهُ وَاصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قَبْعَانٌ لَا تَمْسِكُ مَاءَ
وَلَا تَنْبَتَ كَلَأٌ فَذَلِكَ مِثْلُ مَنْ فَقَهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعْثَنِ اللَّهُ بِهِ فَعَلَمَ
وَعَلِمَ وَمِثْلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا لَوْمَ يَقْبَلُ هَدِيَ اللَّهِ الَّذِي أَرْسَلَتْ بِهِ“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت علم مجھ کو دے کر بھیجا ہے۔ اس کی مثال اسکی ہے جیسے زور کا مینہ جو زمین پر بر سا۔ پس بعضی زمین عمدہ تھی اس نے پانی بی لیا اور سوکھی اور ہری گھاس اگائی اور بعضے قطعے اس زمین کے سخت تھے۔ انہوں نے پانی کروک رکھا (اور پیا نہیں) پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فائدہ دیا لوگوں نے اس سے پانی پیا اور پلایا (اپنے جانوروں کو) اور سمجھتی کی اور بعضے طغیوں پر اس زمین کے پانی پر اولاد صاف میدان تھے۔ نہ وہ پانی کرو دکتے تھے نہ گھاس اگاتے ہیں۔ پس یہ (تینوں تقسیمیں جو اور پر بیان ہوئیں) مثال ہیں اس شخص کی جس نے سمجھ حاصل کی اللہ کے دین میں اور فائدہ دیا اس کو اس چیز نے جس کو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا۔ اس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو تعلیم دی اور مثال اس شخص کی جس نے ادھر سرہ اٹھایا اور نہ قول کیا اللہ کی اس ہدایت کو جو میں دے کر بھیجا گیا۔

مثال کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔ دوسرے وہ لوگ جنہوں نے خود تو فائدہ نہیں اٹھایا یعنی خود شریعت پر عمل نہیں کیا لیکن دوسروں کو فائدہ پہنچایا یعنی تعلیم دی اور تیسرے وہ لوگ جو نہ خود فائدہ اٹھائے اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکے۔

مثلاً اگر گائے اور بھیس کوشت سے فائدہ نہ اٹھائے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ گوشت میں کوئی خرابی ہے۔ بلکہ اس کی فطرت ہی ایسی ہے کہ اس کو گوشت سے نفرت ہے۔ ایسا ہی شیر گھاس سے فائدہ نہیں اٹھاتا تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ گھاس کا قصور ہے۔ بلکہ شیر کی فطرت ایسی واقع ہوتی ہے کہ اس کو گھاس سے نفرت ہے۔ اگر بھوک سے مر بھی جائے تو گھاس نہیں کھائے گا۔ لہس اسی طرح جن لوگوں کو فطرہ شریعت سے نفرت ہے۔ جیسا کہ شیر کو گھاس سے اور گائے کو گوشت سے۔ وہ کبھی بھی شریعت سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ خواہ مر بھی جائیں۔ جیسا کہ الہامل وغیرہ اور جن لوگوں کی فطرت کو تعلیم انبیاء میں اللہام سے منسوب ہے جیسا کہ حضرت یحییٰ مکہٰ وغیرہ اور مر بھی چاہئیں تو شریعت کو نہیں چھوڑ سکے جیسا کہ شیر کو گوشت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ایسا ہی اگر آپ چاہیں کہ گائے بھیں اٹھ دے تو ہر گز نہیں دے سکے گی اور مرغی پیچے نہیں دے سکے گی۔ خواہ آپ کتنا ہی زور لگائیں۔ بلکہ گائے بھیں پیچے دے گی اور مرغی اٹھے۔ ایسا ہی ہر قوئ کے خواص جو اس کی فطرت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس کے خلاف اگر آپ چاہیں تو ہر گز ممکن نہیں ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہاد جو دیکھتا ہے تمام حیوانوں کو ایک پانی سے

بیدا کیا ہے۔ مگر ہر قسم کے جانداروں کو صورت نوعیہ جدا چدا عطا فرمائی ہیں اور ہر ایک کی صورت نوعیہ کے خواص بھی علیحدہ علیحدہ مقرر فرمائے ہیں۔ ایک نوع کے خواص کا صد و روسروں سے نوع سے ممکن نہیں ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے: ”وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَةٍ مِنْ مَاءٍ فَنَهَمْ مِنْ يَعْشَى عَلَى بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مِنْ يَعْشَى عَلَى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مِنْ يَعْشَى عَلَى أَرْبَعٍ
” (سورہ نور)

﴿ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جاندار کو پانی سے بیدا کیا ہے۔ گران میں بعض تو وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے مل پلتے ہیں اور بعض ان میں وہ ہیں جو دو ہردوں پر چلتے ہیں اور بعض ان میں وہ ہیں جو چار پر چلتے ہیں۔ ﴾

پانی سے مراد تنفس ہے اور یا حقیقی تعارف یعنی بارش پانی چوکتے جانداروں کا باقاعدہ پانی پر ہے اور ان کے ماڈہ کا جزو ہے۔ اس بنا پر ”خلق کل دابة من ماء“ فرمایا ہے اور جب پانی سے مراد تنفس لیا جائے تو اس صورت میں حقیقی ظاہر ہیں۔ مطلب یہ کہ باوجود یہ کہ بیدا کی سب کی پانی سے ہے۔ مگر پھر صورت نوعیہ جدا چدا ہے۔ کوئی پیٹ کے مل پلتا ہے جیسا کہ سانپ دغیرہ۔ کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ انسان وغیرہ۔ کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ چارپائے اور ہر ایک کی صورت نوعیہ اور خواص جدا ہیں۔ کوئی گوشت سے قائدہ اٹھاتا ہے۔ کوئی گھاس سے۔ کوئی بچے دھناتا ہے کوئی ااغڑے۔ تو اب جس جاندار کی فطرت گوشت خور واقع ہوئی ہے وہ گھاس سے قائدہ نہیں اٹھاسکتا اور جو گھاس سے قائدہ اٹھاتا ہے وہ گوشت سے قائدہ نہیں اٹھاسکتا۔ جو ااغڑے دھناتا ہے وہ بچے نہیں دے سکتا اور جو بچے دھناتا ہے وہ ااغڑے نہیں دے سکتا بلکہ ہذا القیاس باقی خواص۔ اسی طرح جن لوگوں کی فطرت شریعت کے خلاف واقع ہوئی ہے اور کفر و شرک کے موافق وہ شریعت سے ہرگز فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ گران کے قائدہ نہ اٹھانے سے شریعت پر کوئی دفعہ نہیں آسکتا اور نہ تعلیم انہیم علیہم السلام پر کوئی حرف آسکتا ہے۔

یا یہیں سمجھنا چاہئے کہ آنکہ جب بکھارتا ہے تو وہ اپنی روشنی کو ہر جگہ برآورڈا لتا ہے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ کسی جگہ روشنی پر سے اور کسی جگہ سپر سے۔ مگر جہاں زمین ہمارا ہوتی ہے وہاں روشنی پڑتی ہے لہار جہاں ہماری نہیں ہوتی بلکہ کوئی دیوار وغیرہ کی آڑ ہوتی ہے۔ وہاں روشنی نہیں پڑتی تو کیا یہ آنکہ کتاب کا صورت ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہی جب آنکہ بیوت طلوع کرتا ہے تو وہ یہ نہیں چاہتا کہ میر انور کسی جگہ پر پڑے اور کسی جگہ پر نہ پڑے بلکہ وہ سمجھنا چاہتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے نور سے منور کر دوں۔ مگر جن لوگوں کی زمین فطرت ناہمار ہوتی ہے۔ وہ نور نبوت سے محروم رہتے ہیں۔ مگر اس

محرومی سے آنات قبضت پر کوئی حرف نہیں آسکا۔ خداوند تعالیٰ نے حضور ﷺ کو قرآن شریف میں سراج منیر فرمایا ہے اور آنات قبضت کو بھی سراج سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس سے ظاہر ہوا حضور اکرم ﷺ کو بکھر لے آنات قبضت قرار دیا ہے یا پوں سمجھتا چاہئے کہ اگر چنانچہ آنات قبضت کو نہ دیکھے تو کیا یہ آنات قبضت کا قصور ہے؟ ہرگز نہیں۔ جیسا کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

گرنہ بیند بروز شپڑہ چشم
چشمہ آنات قبضت راجہ گناہ

اختلاف فطرت کے اختیار کرنے کی وجہ

جب تمام لوگ انہیاء طیبہم السلام کی تعلیم سے اس وجہ سے مستفید نہیں ہوتے کہ سب کی فطرت مساوی نہیں ہے تو خداوند تعالیٰ نے فطرتی مخالف کیوں ہاتھیں جس کی وجہ سے اکثر لوگ محروم رہے۔ ایسا کیوں نہیں کیا کہ سب کی فطرت یکساں ہاتھیں تاکہ سب کے سب تعلیم سے برابر فائدہ اٹھاتے؟

اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ صورتیں دو تھیں۔ ایک یہ کہ تمام چیزوں کو مختلف الفطرت ہاتا جائے اور دوسرا یہ کہ تمام چیزوں کو مساوی الفطرت ہاتا جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ حکیم ہے۔ لہذا اس نے دونوں صورتوں میں سے دو صورت اختیار کی جو بندوں کے لئے زیادہ مفید تھی۔ یعنی اختلاف فطرت والی صورت کو اختیار کیا اور تمام چیزوں کو مختلف الفطرة ہاتا دیا۔ جیسا کہ مشاہدہ سے واضح ہے کیونکہ سب چیزوں کی فطرت کو یکساں اور تحد ہاتھی کی صورت میں کئی خرابیاں پیدا ہوتی تھیں۔

لہذا اگر زمین کے قطعوں کو مختلف الفطرة نہ ہاتا جاتا بلکہ تمام قطعے تحد الفطرة ہوتے تو بھر زمین ایسی نہ ہوتی کہ کہیں اوپر کہیں نہیں۔ کہیں مختلف کہیں مکانات و درخت کہیں صاف میدان بلکہ یا تو سب پر پانی ہوتا تو اس صورت میں زمین پر پرہنائی ممکن نہ رہتا۔ یا ہر جگہ درخت ہوتے تو چلتا پھر رہا یا دشوار ہو جاتا۔ بلکہ رہنا بھی ممکن نہ ہوتا۔ یا کہیں بھی درخت نہ ہوتے تو سایہ کا انعام نہ ہوتا اور لکڑیاں جلانے و مکان ہاتھی کے لئے میسر نہ ہوتی۔ غرض تمام صورتوں میں وقتی تھیں۔ لہذا بھیا بہتر ہے کہ کہیں پانی ہے۔ کہیں مختلف ہے۔ کہیں درخت ہیں کہیں صاف میدان اور اگر ایسا ہی انسانوں دو میں اختلاف فطرت نہ ہوتا تو بھر تمام انسانوں میں کوئی امتیاز نہیں رہتی۔ کوئونکہ بھر تو سب کے قد بھی برابر ہوتے۔ رُنگ بھی ایک ہوتا غرض کوئی امتیاز نہ ہوتا۔ تو ایک دوسرے کی بھیان ہی ناممکن ہوتی اور بھر یہ بھی نہ ہوتا کہ ایک دوسرے کے تنفس سے پیدا

ہوتے ورنہ ترجیح بلا مرتع لازم آتی۔ کیونکہ جب سب کی فطرت برادر ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ زید عمر کے نظر سے پیدا ہوا اور عمر زیاد کے نظر سے پیدا نہ ہو۔

بلکہ پیدائش کی صورت یہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ یونہی اپنی قدرت سے سب کو پیدا کر دیتا جیسا کہ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تھا۔ اور پھر یہ بھی نہ ہوتا کہ ایک شخص آج پیدا ہوتا اور دوسرا کل بلکہ سب کو ایک دم پیدا کیا جاتا اور نہ ترجیح بلا مرتع لازم آتی تو قیامت تک کے آنے والے یک دم پیدا کر دیئے جاتے۔ تو اس صورت میں ایک خرابی یہ ہوتی کہ زمین بھگ ہو جاتی اور دوسری خرابی یہ ہوتی کہ جب ایک دوسرے کے نظر سے پیدا نہ ہوتے تو آپس میں ایک دوسرے سے اُس وحشت نہ ہوتی بچہ نہ ہونے تعلق رشتہ داری کے تو اس پر کوئی خرابیاں مرتب ہوتیں۔ قتل و قابل زیادہ ہوتا۔ کوئی مرجا تا تو مردہ سڑتا رہتا کوئی اٹھاتا نہیں۔

اب تو غریب سے غریب آدمی بھی مرجا تا ہے تو بتیرے آدمی بھاگے آتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میرا باپ تھا۔ کوئی کہتا ہے میرا بھائی تھا۔ میرا بچا تھا غرض سیکھڑوں تعلقات والے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر جب پیدائش کا یہ سلسلہ نہ ہوتا تو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ کوئی دوسرے کی معاونت کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ اس کے تعلق ارشاد باری ہے: ”وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسْبًا وَصَهْرًا“ (سودہ فرقان) ۷۶ اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے (یعنی نظر سے) آدمی کو پیدا کیا۔ پھر اس کو خاندان والا اور سرال والا بنایا۔ کہ انسان کے دو خاندان ہوتے ہیں۔ ایک باپ کی طرف سے دوسرے اس کی طرف سے۔

مطلوب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا ایسا طریقہ اختیار کیا ہے کہ پیدائش کے ساتھ دو خاندانوں کے ساتھ تعلقات بھی پیدا ہوتے ہیں اور یہ تعلقات فی مدار معاونت ہیں اور پھر جب شادی کر لیتا ہے تو ایک تیرا رشتہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو رشتہ سرال کہتے ہیں۔ غرض اس کی قدرت کامل نہ ایک تحریر نظر کو اس قدر پھیلایا کر سیکھڑوں علاقوں والا ہو گیا اور یوں ہی بغیر نظر کے پیدا کرنے میں یہ تعلقات نہ پیدا ہوتے۔

ایک وفع مویٰ علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کی جتاب میں عرض کی کہ ایک انسان کو دوسرے کے پیٹ میں زکر کر پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے۔ حالانکہ آپ کو قدرت ہے کہ آپ بغیر کسی کے پیٹ میں رکھ کے بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا ہم کسی وقت سمجھادیں گے۔ اس کے بعد مویٰ علیہ السلام کہیں جنگل میں چار ہے تھے تو حسن اتفاق سے دو تین مردوں نظر آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مویٰ! ان کا کوئی رشتہ دار یہاں نہیں ہے لہذا ان کا دفن

وغیرہ تمہارے ذمہ ہے۔ مولیٰ علیہ السلام نے بڑی مشکل سے ان کو فتن کیا اور آگے چلتے تو باری تعالیٰ نے فرمایا اے مولیٰ ادہ سوال جو تم نے کیا تھا۔ پھر اس کے متعلق کوئی بات چیت نہیں کی تو مولیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ مولیٰ میری سمجھ میں آ گیا ہے۔ مگر ہم یانی فرمایا کہ اور کوئی مردہ نہ میرے پر و کرنا۔ غرض مولیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ اگر موجودہ صورت تعلقات کی نہ ہوتی تو مردے یعنی کوئی ناٹھا تا۔

اور علاوہ اس کے خداوند تعالیٰ کی قدرت کے عجائب اخلاف فطرت کی صورت میں زیادہ ظاہر ہوتے۔ نسبت مساوات فطرت کے کیونکہ مساوات فطرت کی صورت میں یا تو سب خوبصورت ہوتے یا سب بدصورت یا سب اندھے ہوتے یا سب آنکھوں والے غرض سب ایک یعنی حالت پر ہوتے تو یہی سمجھتے کہ یوں یعنی ہوا کرتے ہیں۔ ہنانے والے کی طرف توجہ یعنی نہ ہوتی۔ لیکن جب کوئی خوبصورت ہے اور کوئی بدصورت تو ضرور خیال کیا آئے گا کہ ہنانے والا بزار بر دست ہے۔ جس طرح چاہتا ہے ہنا تا ہے۔ ملی ہذا القیاس ہاتھی حاتیں۔

ایسا ہی اگر تمام پھل ایک یعنی حالت پر ہوتے مثلاً خربوزے سارے مٹھے ہی ہوتے یا سارے پھیکے۔ اسی طرح دیگر پھل تو لوگ یہی سمجھتے کہ یوں یعنی ہوا کرتے ہیں۔ مگر جب باوجود یہ کمیت ایک ہے اور ایک یعنی پانی سے سیراب کیا گیا ہے۔ لیکن پھر پھلوں کا ذاتیتہ ایک نہیں ہے تو ضرور خیال آئے گا کہ کوئی بڑی زبردست طاقت ہے جو اپنے تصرف سے جسے چاہے مٹھا کر دے اور جسے چاہے پھیکا ہادے تو اس قدرت کے نثارہ کو دیکھ کر انسان خالق کی طرف متوجہ ہو گا۔ اسی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت میں: ”وفي الأرض قطع متجردات ونجنت من اعناب وزرع ونخيل صنوان وغير صنوان يسفى بماه واحد ونفضل بعضها على بعض في الأكل ان في ذلك لait لقوم يعقلون (سودہ ردہ)“

﴿وَفِي الْأَرْضِ قُطْعٌ مُّتَجَرِّدَاتٌ وَنَجَّنَتْ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٍ وَنَخِيلٍ صَنْوَانٌ وَغَيْرُ صَنْوَانٍ يَسْفَى بِمَاهٍ وَنَفَّذْ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِي لَيْلٍ لِقَوْمٍ يَعْقُلُونَ (سُودَةُ رَدَّهُ)﴾

اور زمین میں پاس پاس مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور رکھیتیاں ہیں اور کمبورس ہیں۔ جن میں بخشے تو ایسے ہیں کہ ایک حصہ سے اوپر جا کر ورنہ ہو جاتے ہیں اور بخشے دو حصے نہیں ہوتے۔ سب کو ایک یعنی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوکیت دیتے ہیں۔ ان امور میں بحمد اللہ کو اس طور پر لالاں ہیں۔ یعنی کبھی دار آدمی جب دیکھتا ہے کہ ایک کمیت کا پھل رنگ میں ذاتیت میں، بوسیں، بفلل میں غرض سب با توں میں مختلف ہے حالانکہ سب کو پانی ایک دیا گیا ہے تو اس نتیجہ پر بہتھا ہے کہ یہ اختلاف بغیر قادر عمار کے دوسرے سے ممکن نہیں ہے۔ مگر اس نتیجہ پر بحمد اللہ یعنی بھیت کہتے ہیں۔ اس

لیکن بحمد اللہ آدمی جب دیکھتا ہے کہ ایک کمیت کا پھل رنگ میں ذاتیت میں، بوسیں، بفلل میں غرض سب با توں میں مختلف ہے حالانکہ سب کو پانی ایک دیا گیا ہے تو اس نتیجہ پر بہتھا ہے کہ یہ اختلاف بغیر قادر عمار کے دوسرے سے ممکن نہیں ہے۔ مگر اس نتیجہ پر بحمد اللہ یعنی بھیت کہتے ہیں۔ اس

لئے فرمایا: "ان فی ذلك آیات لقوم يعقلون"

اور ایسا ہی انسان کو ماں کے پیٹ میں رکھ کر پیدا کرنے اور پھر آہستہ جوان بنا نے اور پھر بڑھا بھانے میں جو قدرت کے کر شے نظر آتے ہیں۔ وہ بیوں ہی یک وہ جوان پیدا کرنے میں نظر نہیں آتے۔ کیونکہ اول تو ماں کے پیٹ ہی میں بہت سے عجائب قدرت دکھاتے ہیں۔ جن کو دیکھتے ہی بے ساختہ: "فتبرک اللہ احسن الخالقین" کافرہ زبان پر آتا ہے۔ جس کے متعلق ارشاد ہے: "ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نَطْفَةً فِي قَرَارِ مَكَيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النَّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مَضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمَضْغَةَ عَظِيمًا فَكَسَوْنَا الْعَظِيمَ لِحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ

خَلْقاً أَخْرَى فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (سورہ مومنون)"

پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا تکڑا بنا دیا۔ پھر ہم نے اس خون کے تکڑے کو گوشت کی بوٹی بنادیا پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنادیا۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا (جس سے ہڈیاں ڈھک گئیں) پھر ہم نے اس کو ایک دوسری تخلوق بنادیا (یعنی اس میں روح ڈال دی) سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کوئی دوسرا صانع روح نہیں ڈال سکتا۔ غرض اس قدر انقلابات کے بعد انسان ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے اور پھر یہ بھی فرمادیا گیا کہ یہ تمام کاریگری تین اندر میروں میں ہوتی ہے: "يَخْلُقُكُمْ فِي بَطْوَنِ أَمْهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقِ فِي ظَلْمَتِ ثَلَاثَ (سورہ زمر)" وہ تم کو ماں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے۔

تمن تاریکیوں میں ایک تاریکی حکم کی، دوسری رحم کی، تیسرا اس جملی کی جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے اور پیدائش کے وقت اپنی قدرت کا نثارہ دکھاتے ہیں کہ کس خوبی سے بچہ کو کلا لتے ہیں کہ ہاوجو راستہ بچک ہونے کے بچہ کو کسی حسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی کی طرف اشارہ اس آہت میں ہے: "خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسِرَهُ (سورہ عبس)" یعنی اس کی صورت بنائی پھر اس (کے اعتماء) کو انداز سے بنایا پھر اس کو (لکھنے کا) راستہ آسان کر دیا (ورنہ بچے کی کیا حقیقت تھی کہ وہ ایسے بچک موقع سے بہ سلامت باہر آ سکتا۔

پھر دوسری قدرت یہ دکھاتے ہیں کہ بچے کے لئے ہی ماں کے پیٹ سے دودھ کی دو نہیں جاری کر دیتے ہیں اور پھر تیرا اکمال یہ دکھاتے ہیں کہ بچہ کو دودھ پینے کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں۔ لئے ہی بچہ اس خوبی سے دودھ پینا شروع کرتا ہے کہ انسان حیلابن رہ جاتا ہے۔ ہماری

طاقت سے باہر تھا کہ ہم کچھ کو دودھ پینا سکھا سکتے۔ پھر روزانہ بچے میں اپنی قدرت کا تاثر دکھاتے ہیں۔ ایسا ایسا گرتا ہے کہ اگر بڑا آدمی گرتا تو سلامت نہ رہتا۔ مگر اپنی قدرت سے ایسا محفوظ رکھتے ہیں کہ انسان دیکھتا رہ جاتا ہے۔ پھر اسکی ضعیفتی کو جان بنا دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ ضعیف کو قوی بناتے ہیں اور پھر جوان ہونے کے بعد بسا اوقات بڑھا بنا دیتے ہیں تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ جیسا اس کو ضعیف کو قوی بنانا آتا ہے۔ ایسا ہی قوی کو ضعیف بنانا بھی جانتے ہیں اور بڑھا بنا نے میں ایک اور ہم کا دور کرنا بھی منکور ہوتا ہے یہ کہ شاید کوئی یہ سمجھے کہ کچھ جو جوان و طاقتوں روایتی ہے۔ بخض فذ اکھلانے کی وجہ سے ہوا ہے۔

خداؤند تعالیٰ کی قدرت سے نہیں ہوا بلکہ بڑھا کر کے دکھاتے ہیں کہ اگر غذا نے اس کو طاقتوں بنا یا تھا تو اب بھی اس کو خوب غذا کھلا کر دیکھو کرو وہ غذا طاقتوں بنا تی ہے یا نہیں۔ لہج جب مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ باوجود فذ اکھلانے کے ضعیف دنماں ہوا چلا جاتا ہے اور عین غذا زیادہ کھاتا ہے۔ طاقت تو نہیں برصغیر بلکہ کم کے ذمہ رکھے جاتا ہے۔ تو یقین ہو جاتا ہے کہ طاقت کا دینا خدا ہی کے قبضہ میں تھا۔ اس کے متعلق ارشاد ہے: ”اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفاً وَشَيْبَةً، يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ (سودہ روم)“ ہو اللہ ایسا ہی ہے جس نے تم کو نماں اپنی کی حالت میں بنایا پھر نماں اپنی کے بعد نماں اپنے عطاہ کی۔ پھر نماں اپنی کے بعد ضعف اور بڑھا پا کیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ جانے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔ یہ اول ضعف سے مراد بھیں کی حالت ہے اور قوت سے مراد جوانی اور وہ سرے ضعف سے مراد بڑھا پا ہے۔ غرض اس قسم کی سینکڑوں باقی ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہوتی ہیں۔

المصال اخلاف فطرت کی صورت میں وہ خرایاں بھی لازم نہیں آتیں جو مساوات فطرت کی صورت میں لازم آتی تھیں اور خداوند تعالیٰ کی قدرت کے جگہ بیات بھی زیادہ نظر آتے ہیں۔ جو مساوات فطرت کی صورت میں نظر نہ آ سکتے۔ لہذا خدا تعالیٰ نے اخلاف فطرت کی صورت کو اختیار فرمایا۔

پیغمبر کی دو زخی کو جنتی نہیں بناتے

خداؤند تعالیٰ نے تمام حقوقات کے پیدا کرنے سے بھی پہلے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ فلاں بخض دوزخی ہے اور فلاں بخض بختی ہے۔ غرض تمام دوزخیوں اور جنتیوں کی تعداد مبینہ کر دی ہے۔ اس تعداد میں کمی بیشی ممکن نہیں ہے۔ انجیاء علیہم السلام کے تعریف لانے کے بعد اس

تعداد میں بالکل فرق نہیں آتا۔ جو دوزخی لکھے ہوئے تھے۔ وہ ان کے آنے پر بھی دوزخی ہی رہتے ہیں۔ ایک بھی ان میں سے جنتی نہیں ہو سکتا اور جو جنتی لکھے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے آنے پر بھی جنتی ہی رہتے ہیں۔ غرض انہیاء علیہم السلام کے آنے کے بعد جنتیوں اور دوزخیوں کی شمار میں ایک آدی کافر قبھی نہیں پڑتا۔

ترفی شریف میں حدیث ہے کہ ایک دن رسول ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس تشریف لائے اور آپؐ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں یعنی ہیں تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور ﷺ ہم کو معلوم نہیں ہے۔ آپؐ بتادیں تو البته معلوم ہو جائے گا۔ آپؐ ﷺ نے فرمایا جو کتاب میری رائی میں ہاتھ میں ہے۔ یہ رب الظالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام الہ جنت کے نام اور ان کے پاپوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام لکھ کر سب کو جوڑ لگادیا گیا ہے۔ ان میں کی بیشی ممکن نہیں ہے اور جو کتاب میرے باسیں ہاتھ میں ہے یہ رب الظالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام الہ نار کے نام اور ان کے پاپوں کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام لکھ کر سب کو جوڑ لگادیا گیا ہے۔ ان میں کی بیشی ممکن نہیں ہے اور قرآن شریف میں بھی اس قسم کی آیتیں بہت سی ہیں۔ جو اس بات پر دلالت کرتی چیز کہ جنتیوں اور دوزخیوں کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔ اس میں تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے۔

نبوونہ کے طور پر طاھر ہو: ”ان الذين كفروا سوا عليهم انذرتم ام لم تنذرهم لا يؤمنون (سورة بقرہ)“ (پیش جلوگ کافر ہو چکے ہیں برابر ہے ان کے حق میں خواہ آپ ان کو ذرا نہیں یا نہ ڈرا نہیں وہ ایمان نہ لائیں گے۔) یعنی کافروں کے متعلق ازی فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ ازی کافر ہی رہیں گے۔ آپ ان کو کتنا ڈر ڈرا نہیں مگر وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

”لقد حق القول على اکثرهم فهم لا يؤمنون (سورة یسین)“ (ان میں سے اکثر لوگوں پر (تقدری) بات ثابت ہو چکی ہے۔ سو یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لادیں گے۔) یعنی جن کے متعلق ازی میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ وہ ہرگز ایمان نہیں لائسکتے۔ ”افمن حق عليه كلمة العذاب افانت تنفذ من في النار (سورة زمر)“ (ہملا جس شخص پر عذاب کی (ازی تقدری) بات محقق ہو چکی تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ (علم الہی میں) دوزخ میں ہے (موجبات نار سے) چھڑا سکتے ہیں۔) یعنی جو دوزخ میں جانے والے ہیں۔ وہ کوشش سے بھی مظلالت سے نہ لٹکیں گے۔

غرض انبياء عليهم السلام کی دوزخی کو جنتی نہیں بنا سکتے۔ بلکہ جو لوگ از لی فیصلہ میں دوزخی کئے جا پچے ہیں۔ وہ انبياء عليهم السلام کے آنے پر بھی دوزخی ہی رہیں گے۔ مثلاً اگر فرعون کے پاس بجائے ایک مویٰ علیہ السلام کے ہزار نبی بھی بسیج دیا جاتا تو وہ کافر ہی رہتا اور ایسا ہی ابو جہل کے پاس اگر ہزار نبی بھی آتے تو وہ کافر ہتا۔

اعتراض

جب انبياء عليهم السلام کے آنے سے کوئی دوزخی بھی جنتی نہیں بن سکتا اور نہ کوئی جنتی دوزخی بن سکتا ہے بلکہ جو دوزخی تھے وہ ان کے آنے کے بعد بھی دوزخی ہی رہتے ہیں اور جنتی ہیں وہ جنتی ہی رہتے ہیں تو پھر ان کے آنے سے فائدہ ہی کیا ہوا۔ بلکہ ان کا آنا تو عبشت رہا تو پھر اس سلسلہ کو خداوند تعالیٰ نے جاری ہی کیا تھا؟ عبشت سلسلہ جاری کرنا ان کی شان کے خلاف ہے۔

الزامی جواب

ہر شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جس مریض کی قسمت میں شفا و لکھی ہوتی ہے۔ حکیم یا ذا اکثر کے علاج سے اس کو شفا ہو گی اور جس مریض کی قسمت میں شفا و نہیں لکھی ہوتی اس کو تمام دنیا کے حکیم ڈاکٹر بھی شفا و نہیں دے سکتے۔ غرض کوئی حکیم یا ذا اکثر کسی ایسے مریض کو جس کی قسمت میں شفا و نہیں ہو شفا و نہیں دے سکتا۔ تو پھر طبیبوں اور ڈاکٹروں کا سلسلہ بھی بے کار و عبشت رہا حالانکہ پھر بھی تمام دنیا کے عقلاں اس سے علاج کرتے ہیں۔ تو جو جواب اس کا ہے۔ وہی جواب سلسلہ انبياء عليهم السلام کا ہے۔ جو روحاںی ڈاکٹر و طبیب ہیں۔

تحقيقی جواب

عبشت وہ فعل ہوتا ہے۔ جس میں کوئی بھی فائدہ نہ ہو۔ انبياء عليهم السلام اگرچہ کسی دوزخی کو جنتی نہیں بنا سکتے لیکن ان کے آنے میں دو فائدے ہیں۔ جس فعل میں ایک فائدہ بھی ہو وہ عبشت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جس فعل میں دو بہتر بڑے فائدے ہوں اس کو عبشت کہا جائے۔

پہلا فائدہ یہ ہے کہ کافر دوزخ میں ڈالنے کے وقت خداوند تعالیٰ پر قلم کا دھمہ نہیں لگا سکیں گے اور اگر بغیر بسیجے انبياء عليهم السلام کے ان کو دوزخ میں ڈالا جاتا گولس الامر میں ظلم نہ ہوتا کوئکہ خداوند تعالیٰ کو بچہ عالم الخیب ہونے کے پہلے ہی سے معلوم ہے کہ فلاں فلاں آدمی کافر ہی رہیں گے۔ اگرچہ ان کے پاس ہزاروں نبی بھی بسیجے جائیں تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کو یہ موقع میں جائے گا کہ خدا تعالیٰ پر قلم کا دھمہ لگائیں اور یہ کہیں کہ ہم پر قلم کیا جا رہا ہے کہ

بغیر بھیجے کسی سمجھانے والے کے ہم کو دوزخ میں ڈالا جا رہا ہے۔ ہماری کیا خطاء ہے۔ اگر ہم کو کسی نبی کے ذریعہ سمجھاتے اور ہم نہ مانتے تو بے شک ہم کو دوزخ میں ڈال دیتے۔ اسی فائدہ کے متعلق اس آیت میں اشارہ ہے:

”رسلا مبشرین و منذرين لقلائیکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل و کان اللہ عزیز احکیما (سورہ نساء)“ ہاں سب کو خوشخبری دینے والے اور خوف سنانے والے تنبیہ برنا کر اس لئے بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ پورے زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے چنانیاہم علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے بعد آیت میں ان کے سینجے کا فائدہ و حکمت بتائی ہے کہ ان تمام حضرات کو اس لئے بھیجا ہے کہ ان کے آنے کے بعد لوگوں کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ پر ظاہر بھی ظلم کا وحہ لگانے کا موقع نہ ملے ورنہ قیامت کے روز یوں کہتے کہ ہماری کیا خطاء ہے جو ہم کو دوزخ میں ڈالا جا رہا ہے اور ”کان اللہ عزیزا حکیما“ میں یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ گوئی بغیر بھیجے رسولوں کے سزا دینا بھی حقیقت میں ظلم نہ تھا کیونکہ میں مالک حقیقی ہونے میں منفرد ہوں۔ مگر چونکہ میں حکیم بھی ہوں لہذا میری حکمت کا تقاضا بھی تھا کہ رسولوں کو بھیج کر ظاہری عذر کی جڑ کو بھی کاٹ دوں۔

غرض انیاء علیہم السلام کے سینجے سے مقصود دخیلوں کو جنتی ہانا نہیں ہے تاکہ اس مقصد کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے آنے کو عبیث قرار دیا جائے۔ بلکہ ان کے آنے کا مقصد لوگوں کے عذر کی جڑ کو کاٹنا ہے۔

اگر لوگوں کی طرف سے اس عذر کا احتیال نہ ہوتا تو شاید رسولوں کے سینجے کی ضرورت نہ ہوتی۔ جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے: ”ولولا ان تصبیهم مصیبة بما قد مت ایدیهم فیقولوا ربنا الوا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتك و نكون من المؤمنین (سورہ قصص)“ ہاں اور ہم رسول نہ بھی سینجے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے کرداروں کے سب کوئی مصیبت نازل ہوتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمارے پاس کوئی نبی کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم آپ کے احکام کا اجاع کرتے اور ایمان لانے والوں میں ہوتے۔ ہم غرض انیاء علیہم السلام کی بعثت سے ایک فائدہ یہ ہے کہ کفار کو قیامت کے روز خداوند تعالیٰ پر ظلم کا وحہ لگانے کا موقع نہیں ملے گا۔

وسر افادہ یہ ہے کہ انیاء علیہم السلام کے فیض محبت سے مراتب کمال جلدی اور آسانی

سے طے ہوتے ہیں۔ جو کمال پچاس برس میں حاصل ہوتا وہ ان کی محبت میں ایک برس بلکہ چند منٹوں میں حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس فن کے پورے ماہر ہوتے ہیں اور تمام نشیب و فراز سے واقف ہندا ہبہت جلد راستے کر دیتے ہیں۔

غرض اس کے ذریعہ سے ہدایت تو انہی لوگوں کو ہو گئی جن کی قسمت میں ہے۔ کسی بد بخت از لی کو راہ راست پہنچیں لا سکتے۔ لیکن جن لوگوں کی قسمت میں ہدایت ہے۔ ان کو بہت جلد کمال بلکہ پہنچادیتے ہیں۔ اگر دو لوگ ان کی محبت میں نہ آتے تو بہت دیر میں کمال کو پہنچتے۔ جیسا کہ ڈاکٹر و طبیب کے علاج سے اچھا وہی ہو گا جس کی قسمت میں خفاہ لکھی ہوئی ہے۔ لیکن ڈاکٹر و طبیب کا کمال صرف اتنا ہے کہ جو مرض ان کے علاج کے بغیر ایک مہینہ میں جاتا وہ ان کے علاج سے ایک ہفتہ میں جائے گا۔ کیا یہ کوئی معمولی فائدہ ہے۔

مثالاً ایک شخص مکان پر جانا چاہتا ہے اور اس کا مکان ایک ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ پیدل جائے جب بھی وہ دیس جائے گا اور ریل پر جائے جب بھی وہ دیس جائے گا۔ لیکن اگر پیدل جائے تو کم از کم دو میں میں پہنچ گا۔ وہ بھی بڑی تکلیف اٹھا کر اور اگر ریل پر جائے تو دو دن میں پہنچ گا نہایت آسانی سے تو کیا ریل کا یہ کوئی معمولی کمال ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بہت بڑا کمال ہے کہ دو میں کی مصیبت سے بچا کر نہایت آسانی کے ساتھ دو دن میں منزل مقصود تک پہنچادیا۔ کیا کوئی ریل کو عبیث کہہ سکتا ہے؟ ایسا ہی انہیاء علیہم السلام کا کمال یہی ہے کہ وہ بہت بڑے لمبے راستے کو جلد اور آسانی کے ساتھ طے کر اک منزل مقصود تک پہنچادیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے اسلام سے مشرف ہو کر صرف چند منٹ بھی محبت رسول اللہ ﷺ کے حاصل کی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فہرست میں داخل ہو گیا ہے۔ کوئی شخص بعد میں آنے والوں میں سے اس ادنیٰ درجہ کے صحابی کے مرتبہ کوئی پہنچ سکتا۔ خواہ وہ لکھنا ہی حبادت گزار کیوں نہ ہو۔ یہی مطلب ہے مولا ناروم صاحب کے اس شعر کا:

یک زمانہ محبت ہا اولیا و بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی جو کمال علیحدہ رہ کر رسول میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ ایک کامل مرشد کی محبت میں منٹوں میں حاصل ہو جاتا ہے اور انہیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی کامل دنیا میں نہیں آ سکتا۔ لہذا ان کی محبت و تعلیم سے سینکڑوں رسول کا راستہ منٹوں میں طے ہو جاتا ہے۔ الحاصل انہیਆ علیہم السلام کی بعثت سے دو قائدے ہوتے ہیں۔ ایک کفار کے عذر رفع کرنا تاک کہ خدادند تعالیٰ پر قلم کا وصہ نہ لگ سکیں۔ دوسرا طالبان ہدایت کو بہت جلد کمال بلکہ پہنچانا۔

تواب ان دو فائدوں کے ہوتے ہوئے سلسلہ انبیاء علیہم السلام پر عبث ہونے کا الزام
لگانا سارا سنا دانی ہوگی۔

چیزبروں کا جان سے زیادہ محبوب ہونا

انسان کے لئے خداوند کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عاشق کی نظر میں محبوب کی رضا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہوا کرتی۔ حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی محبوب کی رضا کو زیادہ محبوب سمجھتا ہے۔ اس لئے اس کی رضا میں اپنی جان کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ یہ بات تو مجازی محبوبوں کے عاشقوں میں بھی موجود ہے۔ تو بھلا عاشقان محبوب حقیقی کے نزدیک رضا نے محبوب سے بڑھ کر کیا چیز ہوگی۔ ایک جان نہیں بلکہ ہزار جالوں کو بھی اس کی رضا پر قربان کر دیں۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میر اجی چاہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قربان ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قربان ہو جاؤں۔

چونکہ اس رضا کے حصول کے ذریعہ فقط انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں لہذا وہ بھی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہونے چاہئیں۔ حتیٰ کہ جان سے بھی اس لئے کہ جو مقصد دیگر مقاصد سے زیادہ محبوب ہو اس کا ذریعہ بھی باقی مقاصد سے زیادہ محبوب ہے۔ تو اس کا ذریعہ بھی جان سے زیادہ محبوب ہونا چاہئے۔ مجنون سے پوچھئے کہ جو شخص لعلیٰ کے وصل کا ذریعہ ہو وہ اس کے نزدیک کس قدر محبوب ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ محبوب حقیقی کے وصل کا واحد ذریعہ ہوتے ہیں لہذا وہ جان سے بھی زیادہ محبوب ہونے چاہئیں۔

جس قدر مصائب انسان پر منے کے بعد آنے والے ہیں۔ وہ دنیاوی مصائب سے بدر چاہیا وہ اورخت ہیں۔ ان سے بچنے کے ذریعہ بھی انبیاء علیہم السلام کے سواد و سر انہیں ہے۔ کوئی حکیم یا ذا کنز نہیں تا سلکا کہ قبر کا اندر ہمرا در کرنے کا کیا علاج ہو گایا اس کی تکمیل کو کھرفی ہو گی یا وحشت سے بچنے کا کیا ذریعہ ہو گا۔ یا میدان حشر میں آتاب کی گئی کوکر جائے گی یا میں صراط سے گزرنے کے لئے سواری کیوں کھر میسر ہو گی۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں یہ کمال ہے کہ ہزارہا سال پہلے ان تمام مصائب سے بچنے کا علاج بتا دیتے ہیں اور پھر ان کے علاج میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ نہایت ہی آسان وستا ہوتا ہے تو اس اقتدار سے بھی انبیاء علیہم السلام تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہونے چاہئیں۔ الحاصل جلب منافع ودفع مضار دونوں کے اقتدار سے انبیاء علیہم السلام کا وجود اقدس تمام اشیاء سے زیادہ محبوب ہونا چاہئے۔

اس کے متعلق ارشاد ہے اس آیت میں ”النَّبِيُّ اولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ (سورة الحزاب)“ ہے تھی کہ یعنی ایمان والوں کے ساتھ خودا نے نفس (اور ذات) سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں یہ کیونکہ اگر نفس برا ہے تو خاہر ہے کہ وہ بدخواہ ہے اور حضور ﷺ نے خبر خواہ ہیں اور اگر نفس اچھا ہے۔ تب بھی بعض مصالح اور منافع اس سے تھی رہتے ہیں۔ ان مصالح کا مشورہ نفس نہیں دے سکتا۔ خصوصاً مصالح دینیہ و اخرویہ میں اور حضور ﷺ کو خداوند تعالیٰ نے جب جم مصالح ضروریہ کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ کا اپنی جان سے بھی زیادہ حق ہے اور آپ جان سے زیادہ محبوب ہونے چاہئیں۔ اسی لئے فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ کوئی تم میں سے مومن نہیں ہو گا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنے پاپ اور ماس اور اولاد اور اپنی جان اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

پیغمبروں کی تصدیق کا جزو ایمان ہونا

جب یہ بات واضح ہو چکی کہ خداوند تعالیٰ کی رضا جوئی انسان کا اہم ترین فریضہ ہے۔ تو حسب قاعدہ (مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے) جن چیزوں پر خداوند تعالیٰ کی رضا کا حصول موقوف ہو گا۔ ان سب کی تصدیق جزو ایمان ہو گا اور وہ تین چیزیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام، ملائکہ، آسمانی کتابیں۔ کیونکہ آسمانی کتابیں تو رضا جوئی کا مفصل قانون ہوتی ہیں۔ جو مقصود بالذات ہے لہذا ان پر ایمان لانا فرض ہو گا اور کتابیوں کا حصول موقوف ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام پر لہذا ان پر بھی ایمان لانا ضروری ہو گا اور انبیاء علیہم السلام کے پاس کتابیوں کا آنا موقوف ہے۔ سلسلہ ملائکہ پر لہذا ان پر بھی ایمان لانا لازمی ہو گا۔ الغرض ملائکہ، انبیاء علیہم السلام، آسمانی کتابیں یہ تینوں چیزیں موقوف علیہ ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی رضا جوئی کا لہذا ان تینوں کی تصدیق جزو ایمان ہو گا اور رضا حاصل کرنے مذکرنے کی جزا اور میہرا کے لئے چونکہ قیامت کا دن مقرر ہے۔ لہذا اس کی تصدیق بھی جزو ایمان ہو گا اور قیامت کے دن جزا اور میہرا کا دینا موقوف مرنے کے بعد دوبارہ جلانے پر لہذا مرنے کے بعد دوبارہ جلانے پر ایمان لانا بھی جزو ایمان ہو گا۔

المیصل ملائکہ، انبیاء علیہم السلام، آسمانی کتابیں مرنے کے بعد دوبارہ جلانا، قیامت کا دن ان سب پر ایمان لانا فرض ہو گا کوئی شخص یحییک ان سب پر ایمان نہ لائے ہرگز ہرگز موسیٰ نہیں ہو گا اور نہ رضاۓ مولیٰ حاصل کر سکے گا۔ جو اہم ترین فریضہ انسان ہے بلکہ ”خسر الدنیا والآخرة“ کا مصدقہ ہو گا۔

الكتاب المنشئ لكتاب العزائم

ضرورت رسالت

(حصہ دوم)



حضرت مولانا سلطان محمود دہلوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على افضل الرسل

والنبيين وعلى الله واصحابه اجمعين ، اما بعد !

ابداء سے لے کر اب تک توجیحی مطلق نبوت کے متعلق جو تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہے۔ لیکن اب خاص رسول ﷺ کی نبوت کے متعلق مُتکوِّر شدید ہوتی ہے۔ آپ کی نبوت کے متعلق چند بھی اسکی ہیں۔ جن کا ذکر کرنا اور ان کو دلائل سے واضح کرنا ضروری ہے۔ غالباً اسلام کو ان بخوبیوں کے متعلق طرح طرح کے فکر و شبہات پیش آتے ہیں الہذا ان بخوبیوں پر اس قدر روشنی و اتنی ضروری ہے کہ مُحمد اور انصاف پرست کا طفیلان ہو جائے۔

رسول ﷺ کا تمام پیغمبروں سے افضل ہوتا

اصل اسلام کے نزدیک تمام انبیاء علیہم السلام کی محبت اور ان کی نبوت کا اعتقاد جزو ایمان ہے۔ کسی ایک نبی کے مکمل کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔ لیکن خاص کر رسول ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ اور سب کا سردار سمجھتے ہیں اور یہ ان کا مُحروموئی ہی نہیں بلکہ ان کے پاس اس کے دلائل عقلیہ و تقلیہ دونوں طرح کے موجود ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ میں دلائل کا ذکر کروں، مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے یہ تادوں کی افضليت کے معنی کیا ہیں؟ کیونکہ بہت سے لوگوں کو اس میں بھی خلط و اتعیح ہوا ہے جس کی وجہ سے فلسفتائی پر پہنچے ہیں۔

افضليت کے معنی کی تشریع

اصل اسلام کے نزدیک جو معنی حضور ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کے ہیں۔ ان کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اکثر لوگوں نے آپ کی افضليت کا انکار کر دیا ہے اور اپنی طرف سے غلط معیار قائم کر کے دیگر انبیاء علیہم السلام کے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے کسی نے تو یہ سمجھا کہ جس نبی کے مجرمے بڑے ہیں۔ وہ نبی بھی بڑا ہے۔ اس بناء پر نصاریٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ عصیٰ طیہ اسلام حضور ﷺ سے افضل ہیں۔ کیونکہ ان کے مجرمے (یعنی مردوں کو زندہ کرنا اور مادرزاد اندھوں کو اچھا کرنا وغیرہ) حضور ﷺ کے مجرمے سے بڑے ہیں۔ یہود نے یہ کہا کہ موئی طیہ اسلام کے مجرمات بڑے ہیں۔ الہذا وہ افضل ہیں۔ کسی نے کہا کہ آدم طیہ اسلام کو ملا نکلے سے سجدہ کرایا گیا ہے۔ حضور ﷺ کو نہیں کرایا الہذا آدم طیہ اسلام حضور ﷺ سے افضل ہیں۔ غرض

اس طرح لوگوں نے مختلف معیار اپنی طرف سے قائم کئے۔ مگر یہ تمام باتیں افضلیت کا سچے معیار نہ سمجھنے کی وجہ سے تھیں۔

مجروات کی جو حقیقت اور پرگزرنگی ہے۔ اس کے بھجو لینے کے بعد ہر شخص نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ مجروات کو افضلیت کا معیار تھا بہر انہیں تھیں ہے۔ لیکن اگر کوئی معافانہ اپنے عناد سے باز نہ آئے اور مجروات ہی کو معیار افضلیت قرار دینے پر اصرار کرے تو عقربہ اللہ نے چاہا تو یہ مرحلہ بھی ملے کر دیا جائے گا کہ کسی نبی کے مجروات بڑے ہیں اور ان شاء اللہ آفتاب کی طرح روشن کر دیا جائے گا کہ کسی نبی کے مجروات حضور ﷺ کے مجروات سے بڑے نہیں تھے۔ لیکن پہلے میں اس بات کو صاف کرنا چاہتا ہوں کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ﷺ کی افضلیت کے معنی کیا ہیں اور ان کے پاس اس وعوی کے دلائل عقلیہ یا اقلیہ کیا ہیں۔

اہل اسلام کے نزدیک نہ تو افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ خوش خط زیادہ تھے اور نہ یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ نے ساری عمر میں شادی نہیں کی اور نہ یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کو ملائکہ سے بجدہ کرایا گیا اور نہ یہ معنی ہیں کہ آپ کو زندہ آسان پر اٹھایا گیا وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ منصب نبوت میں آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے اعلیٰ و افضل تھے اور خداوند تعالیٰ کے دربار میں تمام حضرات انبیاء علیہم السلام سے زیادہ مقرب تھے۔ یعنی آپ ﷺ کو نبوت کا اتنا بڑا منصب عطا کیا گیا کہ جس سے اوپر نبوت کا کوئی درجہ ہی باقی نہدا اور تمام انبیاء علیہم السلام منصب نبوت میں آپ ﷺ کے ماتحت اور آپ ﷺ سے کم درجہ کے تھے اور خداوند تعالیٰ کے دربار میں آپ ﷺ کو قرب کا وہ درجہ عطا کیا گیا کہ اس سے اوپر قرب کا کوئی درجہ باقی نہیں رہا اور تمام انبیاء علیہم السلام قرب خداوندی میں آپ ﷺ سے کم درجہ کے تھے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ جس طرح وزارت کے درجات میں وزیر اعظم کا درجہ سب سے بڑا ہوتا ہے۔ وزارت کا کوئی درجہ اس سے اوپر نہیں ہوتا۔ تمام وزراء منصب وزارت میں اس کے ماتحت اور اس سے کم درجہ کے ہوتے ہیں۔ یا جس طرح حکومت کے درجات بادشاہ پر شتم ہو جاتے ہیں۔ حکومت کا کوئی درجہ اس سے اوپر نہیں ہوتا۔ تمام حکام منصب حکومت میں اس کے ماتحت اور اس سے کم درجہ کے ہوتے ہیں۔ یا جس طرح درجات روشنی میں آفتاب سب سے بڑا ہے۔ روشنی کا کوئی درجہ اس سے اوپر نہیں ہے۔ تمام ستارے روشنی میں اس وجہ سے کم درجہ کے ہیں۔ اسی طرح رسول ﷺ کو منصب نبوت و قرب خداوندی میں وہ درجہ عطا ہوا ہے کہ اس سے اوپر کوئی درجہ نبوت و قرب کا باقی نہیں رہا اور تمام انبیاء علیہم السلام درجہ نبوت و قرب میں

آپ ﷺ کے کم وجہ کے تھے۔

یہ بیس معنی حضو ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کے اہل اسلام کے نزدیک۔ اس کے بعد چند باتیں قابل غور ہیں:

الف..... منصب نبوت کے طبقے کا دارودار چونکہ قرب خداوندی پر ہے۔ سوا مقررین کے یہ منصب دوسرے کوں ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ ابتداء ہی میں اس کی تشریح کردی گئی ہے تو جس درجہ کا قرب ہوگا۔ اسی درجہ کا منصب طے گا۔ قاب کسی نبی کو منصب نبوت سب سے بڑا ملتا اس بات کی صریح دلیل ہو گی کہ یہ نبی سب سے زیادہ مقرب تھا لہذا اگر ہم حضو ﷺ کا منصب نبوت میں سب سے بڑا ہونا ثابت کر دیں گے تو آپ ﷺ کا دارودار خداوندی میں سب سے مقرب ہونا ثابت ہو جائے گا۔ کسی دوسری دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

ب..... حضو ﷺ کا منصب نبوت میں اعلیٰ و افضل ہونا وجہ سے ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ آپ کی شریعت خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ قیامت تک بدستور باقی رہے گی اور باقی انگیاء علیہم السلام کی شریعتیں خاص خاص وقوں کے ساتھ مخصوص تھیں حتیٰ کہ حضو ﷺ کے آنے پر سب منسوخ کر دی گئیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کی شریعت و دعوت کی خاص قوم یا ملک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ تمام دنیا کے جن و انسان کے لئے ہے اور باقی حضرات کی دعوت و شریعت خاص خاص قوموں کے لئے تھی۔

ج..... مذکورہ بالا دونوں وجوہات کو دفصوں میں بیان کیا جائے گا۔ پہلے آپ کی دعوت و شریعت کا تمام دنیا کے لئے عام ہونا ثابت کیا جائے گا۔ بعد میں آپ کی شریعت کا قیامت تک باقی رہنا ثابت کیا جائے گا۔

حضرت رسول ﷺ کی دعوت کا عام ہونا

حضور ﷺ کی شریعت و دعوت عام ہونے کے دلائل و مطرح کے ہیں۔ عقلیہ و نقلیہ۔
پہلے دلائل نقلیہ کا ذکر کرتا ہوں۔ اس کے بعد دلائل عقلیہ پیش کروں گا۔

دلائل نقلیہ

ا..... ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ الْأَكْفَافَ لِلنَّاسِ بِشِيرًا وَنذِيرًا وَلَكُنَّ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سودہ سبا)“ ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے خبر بنا کر بیجا ہے خوشخبری سنانے والا اور ذرا نے والا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ یہ لفظ نا اس اطلاق عرفی میں ہے جن کو بھی شامل

-۴-

..... ”تبرک الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعلميين نذيرا (سورة فرقان)“ (بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فصلہ کی کتاب (یعنی قرآن شریف) اپنے بندہ خاص (محفوظہ) پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہاں والوں (یعنی انسان و جن سب) کے لئے ڈرانے والا ہو۔)

..... ”ان هو الاذکر للعلمین (سورة تکویر)“ ہے جس کا معنی ”قرآن شریف“ (دینا) ہے۔

..... ”قل يا ايها الناس اني رسول الله اليكم جميعا الذى له ملك السموات والارض (سورة اعراف)“ ہو آپ کہہ دیجئے کہاے (دنیا جہان کے) لوگوں میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا تغیرب ہوں جس کی پاٹشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔ کہ لفظ ناس اطلاق عرفی میں جن کو بھی شامل ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

..... ”هوالذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولوكره العشرون (سورى صف)“ (وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَنْهَا) کو ہدایت (یعنی قرآن شریف) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کر دے گوئی مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ ۴

ان غذکورہ بala آیات میں آپ ﷺ کی دعوت و شریعت عام ہونے کی تصریح ہے۔
آیات تو اور بھی ہیں۔ لیکن اختصاراً ان کو ذکر نہیں کیا گیا۔

..... قال النبي عليه السلام وكان النبي يبعث الى قومه خاصةً وبعثت الى الناس كافةً ”(بخارى باب قول النبي ﷺ معلقٍ على الأرض مسجد او طهوراً)“ حضرة عليه السلام نے فرمایا کہ (میرے سے پہلے) نبی کو خاص اسی کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں سب دنیا کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ۶۰ احادیث تو اس مضمون کی اور بھی بہت ہیں۔ لیکن مذکورہ بالآخر مصريح کے ہوتے ہوئے زیادہ احادیث کے ذکر کرنے کی چند اس ضرورت نہیں ہے۔

دلائل عقلیه

..... حضور ﷺ کا سچانی ہونا دلائل و مجزات سے ثابت ہے۔ خصوصاً "قرآن شریف" ایک ایسا مجبہ ہے آپؐ کی صداقت کا جس کا جواب نہ اب تک ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہوگا۔ جس کی تشریع کسی قدر مجزات کے بیان میں گز رجھی ہے اور عزیز تشریع آگے آئے گی اور حضرات اہل کتاب بھی آپؐ کو نبی تسلیم کر جائے ہیں۔ کیونکہ وہ فقط آپؐ کو عرب کے لئے

نہیں مانتے تھے۔ گوئوم دعوت کے مکر تھے اور یہ بات اظہر من الغتس ہے کہ نبی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ کیونکہ جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور انبياء عليهم السلام مخصوص گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ جس کی تشریع ابتداء میں گزر جگی ہے۔ پس جب آپ ﷺ کا نبی ہونا ثابت ہے تو جو کچھ آپ ﷺ زبان مبارک سے فرمائیں گے وہ سب حق ہو گا اور آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میری شریعت و دعوت عام ہے تمام دنیا جہاں والوں کے لئے، جس کی تشریع آیات و احادیث میں اور پر گزر جگی ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ تمام دنیا کے لئے نبی ہیں۔ دیگر انبياء عليهم السلام کی نبوت چونکہ عام نہیں تھی لہذا ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ یہ نہیں کیا کہ میں ساری دنیا کے لئے نبی ہوں۔

الحاصل اگر کسی کو حضور ﷺ کی نبوت میں بیک ہو تو ہم سے رفع کر لے مگر اس کے ثبوت کے بعد آپ ﷺ کی نبوت کے عام ہونے کی دلیل کی حاجت نہیں ہوگی۔ بلکہ آپ ﷺ کا فرمادیتاں کافی ہو گا۔

..... اثبات دعویٰ کے لئے جس قدر ولائل پیش کئے جاسکتے ہیں۔ ان سب سے زیادہ واضح مشاہدہ ہے۔ مشاہدہ سے بدھ کر کوئی دلیل واضح نہیں ہوتی اور نہ ہب اسلام کے عالمگیر ہونے کا ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے۔ کون سا ایسا ملک ہے جس میں اسلام کے شیدائی نہ ملتے ہوں؟ جو لوگ اپنے نہ ہب کو قدم ہم بتاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا نہ ہب اسلام سے لاکھوں برس پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ وہ نظر انصاف سے دیکھیں کہ ان کے نہ ہب نے ہاد جو قدم ہونے کے کس قدر وسعت حاصل کی ہے اور اسلام جس کو دنیا میں آئے ہوئے ابھی چودہ سو سال بھی پورے نہیں ہوئے۔ اس کی وسعت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اگر پہاڑوں کی عاروں میں جا کر دیکھیں تو وہاں بھی اسلام کی صد اکان میں آئے گی اور اگر جنگلوں کو جا کر مشتعلیں تو جماڑیاں، بوئیاں بھی اسلام کا پتہ دیں گی۔ غرض کوئی کوئی زمین کا ایسا نہیں ملے گا جس میں اسلام کی آواز نہ آئے۔

الحاصل حضور ﷺ کی شریعت کا عام ہونا اس وقت آنتاب کی طرح روشن ہے۔ ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے کہ کوئی نہ ہب دنیا بھر میں اس قدر وسعت نہیں حاصل کر سکا اور نہ کر سکے گا۔ اگر اسلام میں عام ہونے کی صلاحیت نہ ہوتی تو اس قدر جلدی وسعت ہرگز حاصل نہ کر سکتا۔ جیسا کہ دیگر نہ اہب نہیں کر سکے۔ کیونکہ ان میں عام ہونے کی صلاحیت نہیں ہے۔ جیسا کہ تیسری دلیل سے واضح ہو جائے گا۔

..... حضور ﷺ کی شریعت کے قوانین کی وضع میں غور کرنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ شریعت عالیٰ کی شریعت ہے۔ کیونکہ ہر ہر قانون میں تمام دنیا کی قوموں کی مصلحت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اگر کسی دوسرے مذہب والے یہ دعویٰ کریں کہ ہمارا مذہب تمام دنیا کے لئے ہے تو اولاً یہ دعویٰ مشاہدہ کے خلاف ہے اور ثانیاً جب اس مذہب کے قوانین پر نظر ڈالی جائے تو یہ دعویٰ غلط ثابت ہو گا۔ کیونکہ اس مذہب کے قوانین میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہو گی کہ تمام قوموں کی مصلحت کو پورا کر سکیں۔

قوانین میں غور کرنے کے بعد کوئی مذہب سوا اسلام کے ایسا نظر نہیں آئے گا کہ جس کے قوانین میں تمام دنیا کی قوموں کی مصلحت کا لحاظ رکھا گیا ہو لہذا تمام دنیا کو دعوت دینے کا حق مذہب اسلام ہی کو حاصل ہے۔

گواں رسالہ کا موضوع قوانین کی تفریق نہیں ہے۔ بلکہ صرف مسئلہ رسالت کو واضح کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ لیکن مونہ کے طور پر چند قوانین کو پیش کرتا ہوں۔

(۱) الرسالت اول (واہی مسئلہ) میں غور فرمائیے جو موضوع ہے اس رسالہ کا (یعنی مسئلہ رسالت) کہ اس میں کس خوبی کے ساتھ مصلحت عامہ کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ عاقل آدمی ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد جو مسئلہ رسالت کے متعلق اس رسالہ میں ذکر کی گئی ہیں۔ نہایت آسانی کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اصلاح عامہ کے لئے اس سے بہتر اور کوئی صورت رسالت کی نہیں ہو سکتی۔

چونکہ اس مسئلہ کے تمام پہلو اس رسالہ میں مفصل موجود ہیں لہذا اس کے متعلق زیادہ تفریق کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) انضباط اوقات ہر شخص جانتا ہے کہ لین دین و عبادت و احکام میں انضباط اوقات کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثل حج و ذکوٰۃ و روزہ رمضان و عیدین و عدالت و طلاق و غیرہ وغیرہ اور انضباط اوقات کی دو صورتیں ہیں۔ مشی حساب و قمری حساب۔ لیکن مشی حساب ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ بلکہ اس کے سمجھنے کے لئے ایک اچھے حساب دان کی ضرورت ہے اور انضباط اوقات کی ضرورت فقط حساب دانوں ہی کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ ہر کس دنا کس کو پیش آتی ہے اور قمری حساب بالکل آسان ہے۔ خواہ دن اخوندہ اس کو برایہ سمجھ سکتا ہے لہذا مذہب اسلام نے ہر قسم کے لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے قمری حساب کو اختیار کیا ہے اور احکام کا دار و مدار اسی پر رکھا ہے تاکہ کسی

فغض کو وقت نہ پیش آئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے قسم کھائی کہ ایک مہینہ تمام بیسوں سے طبیعہ رہیں گے۔ ایک بالاخانہ میں تشریف لے گئے۔ انتیس دن گزرنے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے تو مہینہ بھر کی قسم کھائی تھی (ابھی تو انیس دن ہوئے ہیں) تو حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ اے عائشہؓ! ہم تو ایک بے لکھی پڑھی جماعت ہیں۔ آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا کر تین دفعہ اشارہ کیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ مہینہ بھی تیس دن کا ہوتا ہے اور دوبارہ پھر دونوں ہاتھوں سے تین دفعہ اشارہ کیا۔ مگر تیری دفعہ ایک انگلی پیچے کر لی اور فرمایا کہ بھی انیس دن کا ہوتا ہے اور آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا حساب تو قری مہینوں سے ہوتا ہے اور قری مہینہ بھی تیس کا ہوتا ہے اور بھی انیس کا۔

المامل انصاف سے دیکھنے والا تو قطعاً سمجھ سکتا ہے کہ مصلحت عامہ کو مد نظر رکھتے ہوئے قری حساب سے بہتر دوسرا کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حساب کی ضرورت تو اس قدر عام ہے کہ موڑوں کو حدت گزارنے میں بھی ضرورت پڑتی ہے۔ تو اگر ان کو شخصی مہینوں کا حساب لگانا پڑے تو کس قدر وقت میں واقع ہوں گی۔ حساب دنوں کی ٹلاش میں ماری ماری پھریں گی۔ لیکن قری حساب سے گرفتاری نہیں: شما نے نہایت آسانی کے ساتھ حدت گزار لیں گی۔ اول تو خود ہی چاند دیکھ لیا کریں گی اور نہ پچھہ پچھتا دے گا کہ آج چاند ہو گیا۔

غرض جس مذہب نے قری حساب اختیار نہیں کیا۔ اس کو انصاف کی رو سے دعوت عامہ کا حق ہرگز نہیں ہو سکتا اور اس مصلحت عامہ کے خالق نے چاند میں گھستا اور بڑھنا ایسے واضح طریقہ پر کھا ہے کہ ہر شخص اس کو آسانی کے ساتھ معلوم کر سکے۔ اگر سورج کی طرح چاند بھی ہمیشہ یکساں رہتا تو پھر قری حساب میں بھی ششی کی طرح وقت ہوتی۔ اسی حکمت کے متعلق ارشاد ہے اس آیت میں: ”پَسْفُلُونَكُ عن الْأَهْلَةِ قَلِيلٌ هُنَّ مُوَاقِيتُ اللَّنَّاسُ وَالْحَجَّ (سورة بقر)“

آپ سے چاندوں کے (ہر مہینہ بڑھنے کی) حالات (اور اس میں جو فائدہ ہے اس فائدہ) کی کی تحقیقات کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجھے کہ (فائدہ اس کا یہ ہے کہ) وہ چاند (اپنے اس گھنٹے بڑھنے کے اعتبار سے) آلمہ شاخت اوقات ہیں لوگوں کے لئے (یعنی ان کے معاملات وغیرہ کے لئے)

اور ج کے لئے۔ جیسا ہی زکوٰۃ و روزہ وغیرہ کے لئے غرض اللہ تعالیٰ نے چاند میں یہ گھنٹا پر دعا اس حکمت کے لئے رکھا ہے کہ لوگوں کو اس کے ذریعہ سے حساب میں آیا جائی ہو۔

(۳) البوغ بعض لوگوں نے مردو گورت کے بالغ ہونے کا دارو ہدا ایک خاص عمر پر رکھا ہے۔ جیسا کہ گورنمنٹ کے قانون میں مردو گورت دونوں کے لئے دیوانی معاملات میں اخبارہ سال مقرر کئے ہیں۔ اخبارہ سال سے پہلے دونوں کو نابالغ قرار دیا جاتا ہے۔ خواہ ایک ہی دن کم ہو۔ لیکن شریعت اسلامیہ نے بلوغ کا دارو ہدا کسی خاص عمر پر نہیں رکھا۔ کیونکہ مذہب اسلام کسی خاص قوم کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ عالمگیر مذہب ہے۔ اس لئے تمام دنیا کی قوموں کو مذہب رکھ کر قانون بنایا ہے اور تمام قوموں کو مذہب رکھ رکھنے کے بعد بلوغ کا دارو ہدا کسی خاص عمر پر رکھنا غیر ممکن ہے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ تمام دنیا کے آدمی ایک عمر میں بالغ نہیں ہوتے۔ بلکہ بسبب اختلاف آب و ہوا بعض مکونوں میں جلدی بالغ ہوتے ہیں اور بعض میں دیر سے اور ایسا ہی ایک ملک کے رہنے والے بلکہ ایک شہر کے رہنے والے مدت بلوغ میں مختلف ہوتے ہیں۔

کوئی پہلے بالغ ہوتا ہے۔ کوئی پیچھے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے تمام آدمیوں کو مختلف مزاج پیدا کیا ہے۔ اسی وجہ سے ایک شخص کی اولاد بھی بالغ ہونے میں عمر کی رو سے متفق نہیں ہوتی اور علاوہ اختلاف مزاج و اختلاف آب و ہوا کے بعض ادوات اور جوہ سے بھی فرق پڑتا ہے۔ مثلاً امراء کی اولاد نسبتاً غرباً کی اولاد کے عموماً جلدی بالغ ہوتی ہے۔ کیونکہ بوجہ آسودہ حال ہونے کے کھانے پینے کے سامان ان کو حسب نشانہ مل سکتے ہیں اور غرباً کو نہیں ملے اور ایسا ہی بعض ادوات بوجہ عارض بیماری کے بھی بعض آدمی کمزور ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے دیر میں بالغ ہوتے ہیں۔

غرض مذکورہ بالا امور کو دیکھتے ہوئے غیر ممکن ہے کہ بلوغ کے لئے کوئی خاص عمر مقرر کی جائے اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے بلوغ کا دارو ہدا عمر پر نہیں رکھا۔ بلکہ علامات پر رکھا ہے اور حکم دیا ہے کہ ان علامات میں سے کوئی ایک علامت جس مرد یا گورت میں پائی جائے وہ بالغ ہے۔ خواہ کسی عمر میں پائی جائے البتہ اگر کسی مرد یا گورت میں علامات کا ظہور نہ ہو تو اس کے لئے پندرہ سال مقرر کر دیئے ہیں۔ پندرہ سال کے بعد دونوں کو بالغ قرار دیا ہے اور یہ طریقہ نہایت ہی فطرت کے مطابق ہے اور تمام دنیا کے باشندوں کو جامع۔ کیونکہ اس میں کسی کی فطرت کو دہایا نہیں گیا۔ ایسا نہیں کیا گیا کہ کسی کی فطرت تو حد بلوغ تک مخفی گئی ہو۔ لیکن قانون اس کو نابالغ قرار دیا جائے۔ بلکہ ہر شخص کی فطرت کے مطابق قانون بنایا گیا ہے۔ غرض انصاف پرست کے نزدیک

اس سے بہتر اور جامع کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی۔

(۲) الکاح چونکہ مرد و عورت میں فطرہ ایک دوسرے سے ملنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور دوسرے انسانی کی بہاد بھی ضروری ہے۔ جو مرد و عورت کے ملنے ہی پر موقوف ہے لہذا اس کے طالب سے تو چارہ نہیں ہے۔ لیکن مرد چونکہ فطرہ غیر واقع ہوا ہے۔ اس کی غیرت اس بات کی برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ کسی عورت میں اپنے ساتھ کسی دوسرے کو شریک دیکھ لے لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک عورت کو ایک ہی مرد کے ساتھ مخصوص کرو دیا جائے۔ کسی دوسرے مرد کی شرکت اس میں نہ ہونے پائے۔ درستہ نظام عالم میں فساد برپا ہو جائے گا اور قتل و قابل کا بازار بر وقت گرم رہے گا۔

مذکور بالا امور کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر ذہب و ملت میں مرد و عورت کے ملنے کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ جس میں اس بات کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ ایک عورت کو ایک ہی مرد کے ساتھ مخصوص کرو دیا جائے تاکہ فساد کا بھی اندر یہ شہنشہ نہ رہے اور دونوں کو فطرتی خواہش پورا کرنے کا موقع بھی جائے اور انسانی کی بقاء کا انتظام بھی ہو جائے اور ہر ذہب و ملت میں اسی طریقہ کا ایک نام مقرر کیا گیا ہے اور ذہب اسلام میں اس کا نام نکاح رکھا گیا ہے۔ اتنا قدر تو تمام مذاہب میں مشترک ہے لیکن اس کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ذہب اسلام نے قانون نکاح میں جس قدر تمام دنیا کی قوموں کی مصلحت کو مد نظر رکھ کر قانون بنایا ہے۔ کسی دوسرے ذہب میں اس کا عذر عذریہ بھی نہیں ہے۔

ذہب اسلام میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ قانون نہاتے وقت تمام پہلو سائنس رکھ کر قانون بنایا جاتا ہے۔ جہاں جہاں کسی خرابی کے پیدا ہونے کا اندر یہ شہنشہ ہوتا ہے۔ اس کی اصلاح بھی ساتھ ہی ساتھ کرو جاتی ہے اور ہر ملک کے باشندوں کی حالت کا صحیح اندازہ لگا کر قانون بنایا جاتا ہے تاکہ کسی قوم یا کسی ملک کے باشندوں کو وقت پیش نہ آئے۔

قانون نکاح کے تخلیق جس قدر بحث ذہب اسلام نے کی ہے۔ اس کے لئے تو ایک بہت بڑا فترت بھی ناکافی ہے۔ لیکن بطور مونہ چند پائیں ٹیکن کرتا ہوں تاکہ بحمدہ رآ دی اس نتیجہ پر بخیق سکے کہ تمام قوموں کو اپنی طرف دعوت دینا واقعی اسلام ہی کا خاصہ ہے۔ یہ بات کسی دوسرے ذہب کی شان کے شایان نہیں ہے۔

..... نسل انسانی کی بقاء چونکہ ضروری ہے۔ اس لئے اس کا ذریعہ نکاح قرار دیا گیا ہے۔ جو

نہایت عی فطرت انسانی کے موافق ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس بات کی بھی ضرورت تھی کہ جو چیزیں اس مقصد کی تجھیل میں مانع ہوتی ہیں۔ ان کی روک تھام بھی کروی جائے اور وہ دو چیزیں ہیں۔ ایک لواطت یعنی لڑکوں کے ساتھ بدھلی کرنا یا عورت سے بھی معاملہ کرنا۔ دوسرا زنا۔ لواطت میں تو نطفہ کا ضائع ہونا بالکل واضح ہے اور زنا میں گونظفہ جاتا تو اسی محل میں ہے جہاں پچ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن ہر شخص کو معلوم ہے کہ زانی و زانیہ دونوں ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ پچ پیدا ہونے پائے۔ اس قسم کی ادویہ استعمال کی جاتی ہیں کہ نطفہ غمہر نے ہی نہ پائے۔ یا غمہر جانے کے بعد گر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ راغبیوں کے ہاں اولاد بہت بیکم پیدا ہوتی ہے اور اگر بالفرض شاز و نادر ہو بھی جائے تو نہایت عی روی ہوتی ہے۔ بوجہ ولدار زنا ہونے کے لوگوں کی نظر وہ میں حقیر و ذلیل ہوتی ہے۔

اور علاوہ اس کے زنا کاری سے بے حیائی بھی پیدا ہوتی ہے۔ حیا جاتی رہتی ہے۔ جو ایمان کا ایک شعبہ ہے اور بے حیائی ایسا صاف ہے کہ جس کا برآ ہونا ہر نہ ہب و ملت میں مسلم ہے۔ الحاصل زنا دلواطت مقصود نکاح کی تجھیل میں نقصان دہ اور بے حیائی کی بنیاد ہے الہذا شریعت اسلامیہ نے ان دونوں کو قطعاً حرام قرار دیا ہے اور قرآن شریف میں ان دونوں کی مخالفت صاف طور پر موجود ہے۔ خصوصاً زنا کے متعلق تو ایک مفصل قانون ہے اور قرآن شریف میں دو جگہ اولاد کے قتل کرنے کی ممانعت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد پھر قتل نفس کی حرمت بیان کی گئی ہے۔

غرض قتل منوع کی دو صورتوں کے درمیان زنا کی ممانعت کو ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے اشارہ یہ ملتا ہے کہ زنا بھی قریب قرب قتل اولادی کے برابر ہے۔ کیونکہ قتل میں تو پیدا ہونے کے بعد اولاد کو ضائع کیا جاتا ہے اور زنا میں پیدا ہونے ہی نہیں پاتی۔ جس کی تشریع اوپر گزر چکی ہے۔ بہر صورت ضائع ہونا دونوں صورتوں میں مشترک ہے۔

الحاصل زنا دلواطت چونکہ مقصود نکاح کو نقصان دہ ہیں لہذا ان دونوں کو شرعاً حرام قرار دیا گیا ہے۔

..... ۲ وصف حیاء چونکہ ایک مرغوب خلق ہے۔ جس کا مرغوب ہونا ہر نہ ہب و ملت میں مسلم ہے۔ بے حیائی کوئی بھی اچھا نہیں کہتا۔ لیکن نکاح کی بعض صورتیں ایسی تھیں کہ ان میں حیا جاتی رہتی ہے۔ بے حیائی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ماں، بہن وغیرہ کے ساتھ نکاح کرنا الہذا شرعاً ان صورتوں

کو حرام قرار دیا گیا۔ جن کی حرمت کی تفصیل آئت: "حرمت علیکم الخ" میں کی گئی ہے۔
 ۳..... نکاح کی بعض صورتیں اسی بھی تفصیل کر جن سے صدر حجی کو نقصان پہنچتا تھا۔ جو نہایت ہی قابل خناقت چیز ہے۔ مثلاً دو بہنوں کا یا غالہ بھائی کا یا پھر بھی سبھی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا کیونکہ بوجہ سوکن ہونے کے صدر حجی قائم نہیں رہے گی لہذا شریعت میں یہ صورتیں بھی حرام قرار دے دی گئیں۔ جن کی حرمت کی تصریح آئت: "وَانْ تَجْمِعُوا بَيْنَ الْأَخْتَيْنِ" میں کر دی گئی ہے۔

..... ۴..... عورت و مرد کا معاملہ نکاح میں ہر اہزاد است گفتگو کرنا چونکہ عورت کے داروں کے لئے باعث عار تھا اور اس بات کا بھی اندر یہ تھا کہ عورت چونکہ فطرہ ناقص انعقل ہے۔ اس وجہ سے اپنی مصلحت کو بھی پورے طور پر نہ سمجھ سکے لہذا ان دونوں باتوں کے مدارک کے لئے شریعت نے دلایت کو تجویز کیا ہے تاکہ یہ معاملہ عورت کے اولیاء کے ساتھ طے کیا جائے۔

..... ۵..... خداوند تعالیٰ نے انسانوں کو چونکہ مختلف مزاج پیدا کیا ہے لہذا نکاح ہونے کے بعد بسا اوقات زوجین یعنی میاں بیوی کے درمیان موافقت نہیں پیدا ہوتی اور دونوں ایک دوسرے سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ مل کر زندگانی پر نہیں کر سکتے۔

اگر نکاح کے بعد اس قسم کی صورتوں میں تفریق کی کوئی صورت تجویز نہ کی جائے تو دونوں کی زندگی برہاد ہو جائے گی اور اس قسم کی صورتیں کثرت سے پیش آتی ہیں۔ اس قسم کی صورتوں کو منظر رکھ کر شریعت اسلامیہ میں طلاق تجویز کی گئی ہے۔ جس مذہب میں اس قسم کی صورتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے اور طلاق کو تجویز نہیں کیا گیا۔ وہ مذہب انسانی اصلاح کا کیا دعویٰ کر سکتا ہے؟ پر اسلام ہی کا کمال ہے کہ کوئی پہلو بھی اصلاح کا باتی نہیں چھوڑا۔

ماضیں اسلام مسلم طلاق پر مذاق اڑایا کرتے تھے۔ لیکن تجربہ کے بعد مجبوراً ان کو طلاق کے متعلق قانون بینا پڑا اور اپنے مذہب کو تھلیم کرنا پڑا۔ بیوہ کے نکاح کو جو لوگ ناجائز سمجھتے تھے۔ وہ آج اسلامی قانون کے آگے سر تھلیم ختم کر رہے ہیں۔ مگر قریان جائیے مذہب اسلام پر کاس نے کوئی پہلو اصلاح کا باتی ہی نہیں چھوڑا۔ طلاق کا دینا چونکہ مرد کے اختیار میں ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ وہ طلاق نہ ہے۔ مگر عورت اس کے ساتھ رہنا برداشت نہیں کر سکتی تو اس کے لئے شریعت میں خلخ تجویز کیا گیا ہے کہ عورت کو کمر دکو دے کر اپنی رہائی کی صورت کر لے اور اگر نکاح زمانہ نابالغی میں ہوا تھا۔ تو اس صورت میں عورت کے لئے خیار بلوغ بھی رکھا گیا ہے۔ بالغ

ہوتے ہی اگر چاہے تو نکاح فتح کرائے۔ البتہ باپ دادا کا کیا نکاح مذہب احتراف میں فتح نہیں کرا سکتی اور علاوہ احتراف کے بعض حضرات کے نزدیک باپ دادا کا کیا ہوا نکاح بھی فتح کرا سکتی ہے۔

غرض ہاتفاقی کی صورت میں مرد و عورت دونوں کے لئے موقعہ تجویز کیا گیا ہے۔
الحاصل قانون نکاح کے متعلق اور بھی بہت ہی باتیں ہیں۔ لیکن یہ مختصر رسالہ ان کے ذکر کی مختجاش نہیں رکھتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذہب اسلام کے قوانین کے وضع میں غور کرنے کے بعد آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ یہ مذہب واقعی عالمگیر مذہب ہے۔ مذہب اسلام کے سارے ہی قوانین ایسے ہیں کہ ان میں مصلحت عامہ کو لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن منونہ کے طور پر چند مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ اس سے زیادہ کی مختجاش نہیں ہے اور اسی طریقہ پر قوانین کی وضع قطعی دلیل ہے حضور ﷺ کی شریعت و دعوت عام ہونے کی۔

پس آپ ﷺ کی شریعت کا عام ہو ندادلآل عقلیہ اور تقلیہ دونوں سے ثابت ہوا۔ باقی رہا افضلیت کی دوسری وجہ کا ثبوت یعنی حضور ﷺ کی شریعت کا قیامت تک باقی رہنا تو یہ موقوف ہے ختم نبوت کے مسئلہ پر۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تو ثابت ہو جائے گا کہ آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔ کیونکہ کوئی شریعت منسوخ نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے بجائے دوسری شریعت نہ پہنچی جائے اور شریعت نبی ہی کے ذریعہ پہنچی جاتی ہے۔ تو جب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو کوئی شریعت بھی نہیں آ سکتی۔ پس آپ ﷺ کی شریعت باقی رہے گی۔ غرض چونکہ یہ وجہ افضلیت کی ختم نبوت کے مسئلہ پر موقوف ہے لہذا اپلے اس مسئلہ کو صاف کرنا ضروری ہے۔

رسول ﷺ کا خاتم الانبیاء ہوتا

اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا اور اس دعویٰ پر ان کے پاس دلآل عقلیہ اور تقلیہ دونوں طرح کے موجود ہیں۔ اول دلآل تقلیہ کو ذکر کرتا ہوں۔ اس کے بعد دلآل عقلیہ کو پیش کروں گا۔

دلآل تقلیہ

..... ”ماکان محمد ابا الحدم رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین“

وكان الله بكل شئٍ عليما (احزاب: ۴۰) ﴿ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ہر ختم کے لغوی معنے یہ ہیں کہ کسی چیز کو اس طرح بند کرنا کہ نہ اس کے اندر کی چیز بہر کل سکے اور نہ باہر کی چیز اس کے اندر جاسکے۔ اسی سے اس کے دوسرے معنے کسی شے کو بند کر کے اس پر مہر کرنے کے ہیں۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے اندر سے نہ کوئی چیز بہر کل ہے اور نہ کوئی باہر کی چیز اس کے اندر گئی ہے اور چونکہ یہ عمل مہربان سے آخر میں کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کے معنے انتہاء اور ختم کرنے کے بھی آتے ہیں۔

قرآن مجید میں یہ تمام معنی مستعمل ہوئے ہیں: ”الْيَوْمَ نَخْتَمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ“ (یسین) ”آج ہم (قیامت کے دن) ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے کہ بول نہ سکیں۔“ اس آیت میں بند کر دینے کے معنی بالکل ظاہر ہیں۔ ”ختم اللہ علیٰ قلوبِہم (بقر)“ ﴿ خداوند تعالیٰ نے ان (کافروں) کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔ ہم یعنی بصیرت وہدایت دلوں کے اندر نہیں جاتی اور کفر جو لوگوں کے اندر ہے وہ باہر نہیں آتا۔“ ”ختم علیٰ سمعہ و قلبہ (جادیہ)“ ﴿ خداوند تعالیٰ نے اس کے کان پر اور دل پر مہر لگادی ہے۔“ کان میں دعوت کی آذاء اور دل میں آواز کا اثر نہیں جاتے۔ ”یَسْقُونَ مِنْ رَحِيقٍ مُّخْتَومٍ خَتْمَهُ مَسْكٌ (تطفیل)“ ﴿ ان (الم جنت) کو پینے کے لئے وہ شراب خالص دی جائے گی جس پر مہر گئی ہوگی۔ اس کی مہر مقدک ہوگی۔ وہ سر بہر ہوگی۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ خالص شراب ہے۔ یہ کھلی نہیں ہے کہ اس کے اندر کی خوشبو باہر کل گئی ہو اور نہ کسی نے باہر سے کوئی چیز اس کے اندر ملا دی ہے۔ جس سے اس کی تیزی کم ہو گئی ہو اور اس شراب کی بوتل یا صراحی کا منہ غایت صفائی اور زراکت کی غرض سے دنیا کی طرح مٹی یا لاکھ یا موم کے بجائے مقدک خالص سے بند ہو گا۔

الحاصل ان تمام استعمالات سے صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ اس لفظ کے عمومی اور مشترک معنی کسی چیز کو بند کرنے کے ہیں۔

لفظ خاتم کی دو قسمیں ہیں۔ مشہور قرأت بالفتح کی ہے۔ جس کے معنے ختم کرنے والے اور بند کرنے والے کے ہوئے اور دوسری قرأت بالكسر کی ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ شے جس کے ذریعہ سے کوئی شے بند کی جائے اور اس پر مہر لگائی جائے تا کہ وہ کھولنے جاسکے اور نہ اس کے اندر کوئی چیز باہر سے جاسکے۔

الحاصل دونوں حالتوں میں آیت کا حاصل معنی ایک ہی ہو گا کہ رسول ﷺ کا وجود
اقدس پیغمبروں کے سلسلہ کو بند کرنے والا اور ان پر مہر لگانے والا ہے کہ پھر آئندہ کوئی نیا شخص
پیغمبروں کی جماعت میں داخل نہ ہو سکے۔ ہم اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ رسول ﷺ کے
بعد کوئی شخص مرزا قادیانی ہو یا کوئی دوسرا پیغمبروں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا۔

۲..... ”قال رسول الله ﷺ لو كان بعدى نبى لكان عمر بن الخطاب
(ترمذی باب مناقب عمر، ترمذی ج ۲ ص ۲۰۹)“ ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی
نی ہو سکتا تو البته وہ عمر ہو گا۔ ﷺ کا مقصداً فرمان سے یہ ہے کہ میرے بعد سلسلہ نبوت
کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اگر میرے بعد نبوت ختم نہ ہوتی تو عمر غیر ورنی ہوتا۔

۳..... ”قال رسول الله ﷺ وانه سيكون في امتى ثلاثون كذابون كلام
ي زعم انه نبى وانا خاتم النبىين لأنبى بعدى (ترمذی ج ۲ ص ۴۵، باب ماجلة لا
تقوم الساعة حتى يخرج كذابون، ابو داؤد ج ۲ ص ۱۲۷)“ ﷺ نے فرمایا قیامت
سے پہلے میری امت میں تیس کذاب ہوں گے ہر ایک دعویٰ نبوت کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین
ہوں میرے بعد کوئی نی ہیں ہو گا۔“

۴..... ”قال رسول الله ﷺ ان مثلى ومثل الانبياء من قبلى كمثل رجل
بني بيتا فاحسنوا جمله الاموضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به
ويتعجبون له ويقولون هلا وصنعت هذه اللبنة قال فانا اللبنة وانا خاتم
النبىين (بخارى باب خاتم النبىين ج ۱ ص ۵۰۱، مسلم ج ۲ ص ۲۴۸)“ ﷺ نے فرمایا کہ میرے
نے فرمایا کہ میری اور میرے سے پہلے نبیوں کی مثال اسی ہے جیسا ایک شخص نے گھر بنا یا اور اس کو
نهایت ہی اچھا اور خوبصورت بنا کر مکمل کر دیا۔ لیکن ایک کوئی میں ایک ایئٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔
پس لوگ اس مکان کو پھر پھر کرو سکتے ہیں اور تجرب کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک ایئٹ کیوں
نہیں لکائی گئی۔ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آخری ایئٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“

مطلوب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو مکان سے تفہیمہ دے کر فرمایا کہ قصر نبوت
میرے سے پہلے مکمل ہو چکا تھا صرف ایک ایئٹ کی جگہ خالی تھی۔ وہ میرے آنے سے پہ ہو گئی۔
پس اب قصر نبوت میں کوئی رخنہ باقی نہیں رہا جس کو کوئی دوسرا نبی آ کر پر کرے لہذا جو میرے بعد
دعویٰ نبوت کرے گا وہ جھوٹا کذاب ہو گا۔

..... ۵ ”قال رسول الله ﷺ كانت بنو اسرائيل تسوسمهم الانبياء كلما هلك نبى خلفه نبى وانه لانبى بعدي وسيكون خلفاء الحديث (بخارى باب ماذكر عن بنى اسرائيل ج ۱ ص ۴۹۱، مسلم ج ۲ ص ۱۶۲)“ حضرة ﷺ نے فرمایا کہنی اسرائیل کی سیاست و انتظام امور انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی کی رحلت فرما جاتا تھا تو دوسرا نبی اس کے قائم مقام ہو جاتا تھا اور تحقیق میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور البتہ خلفاء ہوں گے یعنی میرے بعد میری امت کے امور کا انتظام بذریعہ انبیاء علیہم السلام نہیں ہو گا مثل نبی اسرائیل کے بلکہ میری امت کا انتظام بذریعہ خلفاء ہوگا۔ کیونکہ میرے بعد سلسلہ نبوت ختم ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

..... ۶ ”قال رسول الله ﷺ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلارسول بعدى ولا نبى قال فشق ذلك على الناس فقال لكن المبشرات فقالوا يا رسول الله وما المبشرات قال روه يا المسلم وهى جزء من اجزاء النبوة (ترمذی باب ذہبت النبوة وبقیت المبشرات ج ۲ ص ۵۳)“ حضرة ﷺ نے فرمایا کہ رسالت و نبوت ختم ہو چکی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا اور نہ کوئی نبی۔

راوی کہتا ہے کہ آپ کا یہ فرمان سن کر لوگوں کو صدمہ ہوا۔ (کیونکہ نبوت جو رحمت خداوندی کا دروازہ تھا وہ بند ہو گیا) تو حضرة ﷺ نے لوگوں کو (تسکین دینے کی غرض سے) فرمایا کہ (گونبٹ ختم ہو گئی ہے) تیکن مبشرات باقی ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور مبشرات کیا چیز ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلم کے خواب اور وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہیں۔ غرض نبوت تو ختم ہو گئی ہے۔ اس کے اجزاء میں صرف ایک جز یعنی خواب رہ گئے ہیں۔

..... ۷ ”قال النبي ﷺ لم يبق من النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤيا الصالحة (بخارى باب مبشرات ج ۲ ص ۱۰۳۵)“ حضرة ﷺ نے فرمایا کہ نبوت سے کوئی چیز باقی نہیں رہی مگر خوشخبریاں لوگوں نے عرض کیا کہ خوشخبریاں کیا چیز ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پے خواب۔

..... ۸ ”ان”رسول الله ﷺ خرج الى تبوك فاستخلف علياً قال اتخلفني في الصبيان والنساء قال الاترضي ان تكون مني بمنزلة هارون من موسى الا انه ليسنبي بعدى (بخارى باب غزوہ تبوك ج ۲ ص ۶۲۳)“ حضرة ﷺ غزوہ

تبوک کی طرف تشریف لے جانے لگے تو حضرت علیؑ کو اہل بیت کی مگر انی کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑا تو (حضرت علیؑ نے آپؐ کے ہم رکاب نہ ہونے پر ملال ظاہر کیا تو) حضور ﷺ نے (ان کو تسلی دینے کی غرض سے) فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کرم میں اور مجھ میں وہ نسبت ہو جو ہاروں اور موئی علیہ السلام میں تھی لیکن یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔)

..... ”حدثنا ابن نمیر قال حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا اسماعيل قلت لابن ابى اوفى رأيت ابراهيم بن النبى ﷺ قال مات صغيرا ولو قضى ان يكُون بعد محمد ﷺ نبى عاش ابنه ولكن لا نبى بعده (بخارى باب من سمع باسماء الانبياء ج ۲ ص ۹۱۶)“ ﴿اَطْعِيلُ (جوسند میں مذکور ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے ابی اوفیؓ سے دریافت کیا کہ آپؐ نے حضور کے صاحزادے ابراہیم کو دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو چھوٹے ہی رحلت فرمائے تھے اور اگر یہ فیصلہ (ازل میں) ہو چکا ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے گا تو آپؐ کے صاحزادے زندہ رہتے لیکن آپؐ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ ﴿لہذا ان کو زندہ نہیں رکھا گیا ابین ابی اوفیؓ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے صاحزادے کو زندہ رکھ کر نبی نہ بنا حضور ﷺ کی شان کے خلاف ہے کہ اتنے بڑے نبی کی اولاد کو معمولی درجہ کی نبوت بھی نہ دی جائے۔

پس اگر نبوت کا سلسلہ باقی رہتا تو آپؐ ﷺ کے صاحزادے کو بھی زندہ رکھا جاتا اور نبی نہادیا جاتا۔ لیکن سلسلہ نبوت تو آپؐ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے لہذا آپؐ ﷺ کے صاحزادے کو زندہ نہیں رکھا گیا تاکہ آپؐ ﷺ کی شان کے خلاف لازم نہ آئے۔

خُکورہ بالا آہت و احادیث میں صاف طور پر تصریح ہے کہ حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپؐ ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔ کیونکہ کسی شریعت کا شیخ بغیر نبی کے نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ احادیث تو اور بھی ہیں مگر طوالت کے خوف سے ان کو ترک کر دیا ہے اور سمجھ دار کے لئے یہ بھی بہت ہیں۔ اس مقام پر چند باتیں قابل ذکر ہیں۔

..... ختم نبوت کے مسئلہ میں اہل اسلام کے مقابل دو گم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ لوگ جو مسلمان ہونے کا دعویٰ عی نہیں کرتے۔ بلکہ اسلام کو سچا نامہ ہب عی نہیں تسلیم کرتے۔ یہود و نصاریٰ ہوں یا کوئی دوسرا فرقہ اور دوسرے وہ لوگ جو زبان سے مدد اسلام ہیں۔ مگر ختم نبوت کے مکفر

ہیں۔ جیسا کہ قادریانی وغیرہ۔

۲..... اول قسم کے لوگوں کے مقابلہ میں تو عقلی دلائل ہی پیش کئے جاسکتے ہیں۔ نقلی دلائل پر تو ان کا ایمان نہیں ہے۔ البتہ ان کی کتابوں سے کوئی نقل اگر مفید مدعی ہو تو ان کے سامنے پیش کی جاسکتی ہے اور نقلی دلائل کا ذکر کرنا تو صرف دوسرا قسم کے لوگوں کے لئے ہے۔ کونکہ وہ اپنی زبان سے قرآن و حدیث پر ایمان ظاہر کرتے ہیں۔

۳..... دوسرا قسم کے لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ نبوت مستقلہ یعنی الکی نبوت کہ جس میں نبی شریعت ہو تو رسول اللہ ﷺ پر قسم ہو جکی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت جدیدہ نہیں آئے گا لیکن نبوت غیر مستقلہ یعنی جس میں شریعت جدیدہ نہ ہو۔ وہ ختم نہیں ہوئی الہذا حضور ﷺ کے بعد ایسے نبی آسکتے ہیں۔ جو صاحب شریعت جدیدہ نہ ہوں اور سرزا قادریانی بھی اپنے آپ کو ایسا ہی نبی بتاتے تھے۔

۴..... ان لوگوں کے سامنے جب آیت: ”ولکن رسول الله وخاتم النبیین“ یا حدیث: ”لانبی بعدی“ وغیرہ ذکر کی جاتی ہے تو فوراً یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہاں تو نبوت مستقلہ کی نعمتی ہے۔ مطلق نبوت کی نعمتی نہیں ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا مخفی عناد پر منی ہے۔ کونکہ آیت اور احادیث میں کوئی قید مستقلہ یا غیر مستقلہ کی نہیں ہے۔ اگرچہ میرا مقدمہ اس فریق کی تردید یہ موقوف نہیں ہے۔ کونکہ میرا مقدمہ اس مقام پر صرف رسول ﷺ کی شریعت کا قیامت تک باقی رہنا ثابت کرتا ہے اور اس کو یہ فریق بھی حلیم کرتا ہے۔ لیکن چونکہ ختم نبوت کا تذکرہ آگیا ہے اور اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی غیر مستقل بھی نہیں آئے گا الہذا اس عقیدہ کے خلافیں کی غلط فہمی دور کرنے کی غرض سے مزید تفریغ کرتا ہوں۔

نبوت و رسالت و نبی تینوں کلیں ہیں۔ خواہ از جنس متواطی ہوں یا مختلف اور ان تینوں پر لافی جنس واقع ہوا ہے جو مفید استفزاق ہوتا ہے عند الحجۃ۔ پس رسالت کی نعمتی سے تمام افراد رسالت کی نعمتی ہو گی اور نبوت کی نعمتی سے تمام افراد نبوت کی نعمتی ہو گی اور نبی کی نعمتی سے تمام افراد نبوت سے ہے اور ایسا ہی نبی غیر مستقل بھی افراد نبی سے ہے الہذا ان احادیث اور آیت سے نبوت غیر مستقلہ و نبی غیر مستقلہ کی بھی نعمتی ثابت ہو گئی۔

اب جو شخص ان تینوں کلیوں کو بعض افراد کے ساتھ خاص کرتا ہے بلا دلیل شرعی اس کا قول مخفی عناد پر منی ہے اور احادیث میں غور کرنے کے بعد صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان میں

نبوت غیر مستقلہ کی نبی کی تصریح ہے۔ ایک ایک کے متعلق الگ الگ عرض کرتا ہوں۔ غور فرمائیے۔ حدیث نمبر ۲ کے متعلق دو باتیں قابل غور ہیں۔

الف حضور ﷺ نے یہ قول حضرت عمرؓؑ مدح میں فرمایا ہے اور مقام مدح کا تقاضا یہ تھا کہ اگر آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی ہوتی تو آپ ﷺ حضرت عمرؓؑ کے لئے اس کا اثبات فرماتے نہ کرنی کرتے۔ میں آپ ﷺ کے مطلق نبی فرمانے سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

ب اگر حدیث میں مستقل کی قید لگائی جائے اور معنی یہ کئے جائیں کہ اگر میرے بعد کوئی مستقل نبی ہوتا تو عمرؓؑ تو اس صورت میں حضرت عمرؓؑ کی غیر مستقل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت عمرؓؑ کو منصب نبوت کے قابل و مُستحق بتایا ہے اور نبوت کے طبقے سے مانع صرف نبوت کا ختم ہونا فرمایا ہے۔ میں جب نبوت غیر مستقل ختم نہیں ہوئی ہے تو اس کے مطنه سے کوئی مانع نہیں ہے لہذا وہ ضرور نبی ہونے چاہیں۔ حالانکہ وہ نبی نہیں تھے۔ اگر ہوتے تو دعویٰ نبوت ضرور کرتے۔ کیونکہ نبی کے لئے اخفاہ دعویٰ نبوت جائز نہیں ہے۔ جب انہوں نے دعویٰ نہیں کیا اور نہ اہل اسلام میں سے کسی نے ان کو نبی کہا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ نبی نہیں تھے۔ تو اب آپ غور فرماسکتے ہیں کہ جو سب سے زیادہ مُستحق نبوت ہو جس کا مُستحق ہونا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ثابت ہواں کو تو نبوت نہ ملے اور مرزا قادریانی قادریان میں نبی بن جائیں۔ یہ فیصلہ عقل کے بالکل خلاف ہے۔ لیکن اگر کوئی متصب اب بھی نہ مانے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ غرض حدیث میں غور کرنے کے بعد صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مطلق نبوت کی نبی فرمائی ہے اور اس نبی کو کلمہ (لو) کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور کلمہ (لو) عربی میں اس امر کے لئے آتا ہے۔ جو محال ہوتا ہے۔ تو حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد نبی مستقل یا غیر مستقل کا آنا محال ہے لہذا آپ ﷺ کے بعد جو دعویٰ نبوت کرے وہ جھوٹا، کیونکہ وہ امر محال کا دعویٰ کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۳ میں چدر قرآن ایسے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نبوت غیر مستقلہ کی بھی نبی فرمائی ہے۔

ا حضور ﷺ کا قول: ”کلهم یزعم انه نبی“ (کذابون) کی دلیل ہے یعنی حضور ﷺ نے نبوت مزعومہ کے دعویٰ کو ان کذابوں کے جھوٹا ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ حالانکہ

جو کذاب آپ ﷺ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ ان سب نے بیوت مستقلہ کا دعویٰ نہیں کیا۔ تو اس سے واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے بعد بیوت غیر مستقلہ کا دعویٰ بھی کذاب ہوا۔

۲..... بیوت مزومہ عام ہے، شامل ہے بیوت مستقلہ و غیر مستقلہ کو جیسا کہ اور واضح ہو چکا ہے اور آپ کا قول: ”وانا خاتم النبیین“ بیوت مزومہ کے دعویٰ میں جوئے ہونے کی ولیل ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا خاتم ہونا بھی عام ہے۔ یعنی آپ ﷺ مستقل و غیر مستقل و دو قسموں کے نبیوں کے خاتم ہیں۔ کیونکہ اس کو خاص کرنے کی صورت میں بیوت مزومہ کی نفی کی ولیل نہیں بن سکے گا۔ اس لئے کہ بیوت مزومہ عام ہے اور خاص کی نفی عام کی نفی کو تسلیم نہیں ہوتی حالانکہ حضور ﷺ نے اسی قول کو بیوت مزومہ کی نفی کی ولیل فرمایا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ دونوں قسموں کے نبیوں کے خاتم ہیں۔

۳..... آپ ﷺ کا قول: ”لانبی بعدی“ تفسیر ہے: ”وانا خاتم النبیین“ کی۔ یا ولیل ہے اس کی تو اس سے معلوم ہوا کہ: ”لانبی بعدی“ میں بھی نیما عام ہے مستقل ہو یا غیر مستقل، دونوں کی نفی مراد ہے۔ درستہ عام کی تفسیر یا ولیل نہیں بن سکے گا۔

الحاصل قرآن کو دیکھنے کے بعد بیوت غیر مستقلہ کی نفی میں کسی تم کا تردود باقی نہیں رہتا۔ حدیث نمبر ۷ میں بیوت غیر مستقلہ کی اسکی تصریح ہے کہ مخالف کے لئے تاویل کی پاکل سمجھائش نہیں ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قصر بیوت میں صرف ایک ایئٹ کی جگہ خالی تھی۔ وہ میرے آنے سے پر ہو گئی۔ اب ذرا بھی رخنہ باقی نہیں ہے۔ جس کے پر کرنے کے لئے کوئی درستہ آئے۔ پس میں خاتم النبیین ہوں۔ یعنی سب سے پیچھے آنے والا ہوں۔

اب ذرا غور فرمائیے کہ جو شخص حضور ﷺ کے بعد دعویٰ بیوت کرے۔ مرتضیٰ قادری ہو یا کوئی دوسرا شخص وہ اپناروڑا کھاں لگائے گا؟ قصر بیوت میں تو کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ لاحوالہ وہ قصر بیوت کی بنیاد کھو کر اپنے روڑے کے لئے جگہ لگائے گا درستہ اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے مرتضیٰ قادری نے جب دیکھا کہ رسول ﷺ کے بعد میرے روڑے کی تو کوئی جگہ نہیں ہے۔ مجبور ہو کر قصر بیوت کی بنیاد پر کداں اٹھا کر کھو دنا شروع کیا تاکہ اپنے روڑے کے لئے کوئی جگہ نکالے۔ پس جب قصر بیوت کو حضور ﷺ اپنے وجود اقدس سے مکمل فرمائے تھے۔ اس کو غیر مکمل ثابت کرنا شروع کر دیا اور دعویٰ کر دیا کہ بیوت ختم نہیں ہوئی۔

غرض حدیث میں غور کرنے کے بعد کسی جتنی کے روڑے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہتی اور

آپ کا: "فانا اللبنة" کے بعد: "وانا خاتم النبیین" "فرما ناصاف دلیل ہے اس بات کی کہ آیت: "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" میں بھی تاویل کی گنجائش اصلاحی تھیں ہے اور لفظ خاتم کی تحقیق جو اور پر گز رہ چکی ہے۔ اس میں بھی کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ حدیث نمبر ۵ میں دو صریح قرینے ہیں نبوت غیر مستقلہ کی نفع پر۔

پہلا قرینہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بنی اسرائیل کے نبیوں کا ذکر فرمایا ہے جو صاحب شریعت مستقلہ نہیں تھے۔ کیونکہ موئی علیہ السلام کے بعد سینکڑوں نبی آئے ہیں۔ جو شریعت موسویہ کے تبع تھے اور ان نبیوں کے متعلق آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے امور کا انتظام یکے بعد دیگرے فرماتے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا "وانہ لا نبی بعدی" یعنی میرے بعد کوئی نبی میرے امت کے امور کا انتظام کرنے والا نہیں ہو گا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل میں یہے بعد دیگرے ہوتے ہوئے۔ الغرض حضور ﷺ نے اپنے بعد ایسے نبیوں کے ہونے کی نفع کی تصریح فرمائی چیز ہے نبی بنی اسرائیل میں ہوتے تھے اور وہ غیر مستقل ہوتے تھے لہذا نبی غیر مستقل کی نفع کی تصریح ہو گئی۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے بعد نبی کی مطلقاً نفع کرنے کے بعد صرف خلفاء کا اثبات فرمایا اگر آپ کے کلام: "وانہ لا نبی بعدی" میں مستقل نبی کی نفع مراد ہوتی تو اس کے بعد آپ ﷺ اثبات نبی غیر مستقل کا فرماتے نہ خلفاء کا۔ پس مطلقاً نبی کی نفع کرنے کے بعد صرف خلفاء کا اثبات فرماتا صریح قرینہ ہے نبی غیر مستقل کی نفع کا۔

حدیث نمبر ۶ میں بھی دو قرینے ہیں نبوت غیر مستقلہ کی نفع ہے۔

پہلا قرینہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضور ﷺ کے ارشاد: "ان الرسالۃ والنبوۃ" سے صدمہ کا ہوتا۔ اس لئے کہ نبوت مستقلہ کا انقطاع باعث صدمہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ باعث فرحت ہے۔ باعث صدمہ تو نبوت مستقلہ کا عدم انقطاع اور نبوت غیر مستقلہ کا انقطاع ہے۔ اس لئے کہ نبوت کی نفع واپسات کی کل چار صورتیں ہیں۔ دو صورتیں واپسات کی یعنی اثبات نبوت مستقلہ واپسات نبوت غیر مستقلہ اور دو صورتیں نبی کی یعنی نبی نبوت مستقلہ اور نبی نبوت غیر مستقلہ۔

اثبات کی دلوں صورتوں میں پہلی صورت (یعنی اثبات نبوت مستقلہ) باعث صدمہ ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی نہیں رہے گی بلکہ

آپ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی صاحب شریعت مستقل آپ ﷺ کی شریعت کو منسون کر دے گا اور ظاہر ہے کہ یہ خبر عاشقانِ محمدی کے لئے باعث فرحت نہیں ہو سکتی بلکہ باعث صدمة ہے۔ اور اثبات نبوت کی دوسری صورت (یعنی اثبات نبوت غیر مستقلہ) باعث فرحت ہے۔ کیونکہ اس صورت میں آپ ﷺ کی شریعت کا نفع بھی نہیں لازم آتا تاکہ باعث صدمة ہوا در اس میں آپ ﷺ کی شریعت کو قیامت تک تازہ کرنے والوں کے آنے کی خوشخبری بھی ہے الہذا باعث فرحت ہے۔

اور نبی کی دونوں صورتوں میں سے پہلے صورت (یعنی نبوت مستقلہ) باعث صدمة نہیں ہے۔ بلکہ باعث فرحت ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی صاحب شریعت مستقلہ نہیں آئے گا جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسون کر سکے اور اظہر منطقس ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت کے بقاء الی یوم القیمة کی خبر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے باعث صدمة نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی چیز باعث فرحت نہیں ہے۔

اور نبی کی دوسری صورت (یعنی نبوت مستقلہ کی نفع) باعث صدمة نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی شریعت کو تازہ کرنے والا کوئی نبی قیامت تک نہیں آئے گا اور اس خبر کا صدمة وہ ہوتا ظاہر ہے۔

ذکر وہ بالاقریر کا حاصل یہ ہوا کہ نبوت مستقلہ کا اثبات باعث صدمة ہے اور اس کی نفع باعث فرحت اور نبوت غیر مستقلہ کا معاملہ برکش ہے کہ اس کا اثبات فرحت رسان اور نبی صدمة وہ ہے۔ تو اب اس کے بعد ملاحظہ فرمائیے کہ حضور ﷺ نے جب نبوت کی نفع فرمائی تو صحابہ کرام گو صدمة ہوا اور صدمة نبوت غیر مستقلہ کی نفع سے ہو سکتا ہے۔ نبوت مستقلہ کی نفع سے نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ہے۔ پس صدمة کا ہونا صریح قرینہ ہے نبوت غیر مستقلہ کی نفع کا۔ اگر نبوت مستقلہ کی نفع مراود ہوتی تو فرحت ہونی چاہئے تھی نہ کہ صدمة۔

دوسری اقریر یہ ہے کہ جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرام کو میر ارشاد میں کر صدمة ہوا ہے تو ان کی تکیین کے خاطر فرمایا: "لکن المبشرات" کہ گہراً نہیں خوشخبریاں باقی ہیں۔ یعنی نبوت بعجی اجزاء منقطع نہیں ہوئی ہیں۔ بلکہ اس کا ایک بڑی خوشخبریاں (یعنی بچے خواب) قیامت تک باقی رہے گا۔ تو آپ ﷺ کا نفع نبوت کے بعد فقط مبشرات ہی کا مستثنی فرمانا صریح قرینہ

ہے۔ نبی نبوت غیر مستقلہ کا اگر علاوہ مبشرات کے کوئی اور چیز بھی نبوت سے باقی ہوتی تو آپ ﷺ اس کو ضرور مستقل فرماتے۔ خصوصاً صحابہ کرامؐ کے صد مدد کو دیکھنے کے بعد بھی اس کا ذکر نہ کرنا شان نبوی کے خلاف ہے۔ لیکن باوجود اس کے بھی آپ ﷺ کا سوا مبشرات کے اور کسی چیز کا مستقل نہ فرمانا بہرہ از بر دست قریب ہے۔ نبی نبوت غیر مستقلہ کا۔ مگر تصریح کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔

حدیث نمبرے میں تو آپ ﷺ نے بالکل ہی معاملہ صاف کر دیا ہے۔ کیونکہ صاف لفظوں میں فرمادیا کہ نبوت سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ مگر مبشرات اس سے زیادہ اور کیا تصریح ہو۔ حدیث نمبر ۸ کے سیاق میں نظر کرنے سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے قول: ”الآنہ لیس نبی بعدی“ میں نبوت غیر مستقلہ کی نئی کی ہے۔ اس لئے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت علیؓ تو فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تم میں اور مجھ میں وہی نسبت ہو جو مویٰ وہارون علیہ السلام میں تھی اور وہ نسبت مرکب تھی دو امردوں سے۔ (۱) قائم مقامی اور (۲) اشتراک فی المبہہ تو اس کے بعد حضور ﷺ کو یہ خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں علیؓ کو یہ غلط نہیں ہو کہ مجھ میں بھی وہ دونوں امریں جو حضرت ہارون علیہ السلام میں تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا مقصد صرف ایک امر (یعنی قائم مقامی) کا انکھارنا تھا۔ یعنی آپ ﷺ کو صرف یہ بتانا تھا کہ میرے اس غزوہ میں جانے کے بعد تو سیرا قائم مقام ہے۔ جیسا کہ حضرت ہارون دمویٰ علیہم السلام کے قائم مقام تھے کوہ طور پر جانے کے بعد۔

تو اس غلط نہیں کے ازالہ کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا: ”الآنہ لیس نبی بعدی“ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یعنی تو صرف میرا قائم مقام ہے، نبی نہیں ہے۔ تو اب آپ ﷺ کا اس غلط نہیں کو دور کرنے کے لئے نبوت کی نئی کرنا صاف دلیل ہے اس بات کی کہ آپ ﷺ نے اسکی نبوت کی نئی کی ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حاصل تھی اور وہ نبوت غیر مستقلہ تھی۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کوئی نئی شریعت نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ شریعت موسیٰ ہے کہ تالیح تھے اور مویٰ علیہ السلام ہی نے اپنے نبی ہونے کے بعد ان کی نبوت کی درخواست کی تھی اور درخواست میں اس بات کی تصریح بھی کرو دی تھی کہ ان کو میرے تالیح بنا یا جائے۔

جیسا کہ سورہ طہ کی آیت: ”وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أهْلِ هَارُونَ اخْرِي اشده بِهِ ارْزِي وَ اشْرِكْهُ فِي امْرِي“ سے صاف ظاہر ہے تو اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ آپ نے: ”لیس نبی بعدی“ میں نبوت غیر مستقلہ کی نئی فرمائی ہے۔

یا یوں کہا جائے کہ حضور ﷺ نے اس نبوت کی نئی فرمائی ہے جس کے متعلق آپ ﷺ کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں علیؑ اس کا شوت اپنے حق میں نہ بخجھ جائیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کو انہیں کی غلط نبھی دور کرنی منتظر تھی اور وہ بھی نبوت فیر مستقلہ تھی۔ کیونکہ نبوت مستقلہ کا وہم تو علیؑ کے متعلق غیر ممکن تھا۔ پسند ہوجوہ۔

۱..... نبی مستقل دوسرا نبی کی قائم مقامی نہیں کر سکتا اور حضور ﷺ علیؑ واپس قائم مقام ہنا کر غزوہ پر جا رہے ہیں۔ تو ان کو قائم مقامی کی حالت میں کیسے خیال آ سکتا ہے کہ میں مستقل نبی ہوں البتہ فیر مستقلہ کا وہم پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قائم مقامی اس کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی مؤید

۴۔

۲..... حضرت علیؑ کی غلط نبھی کا نشاء حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت تھی تو لامحالہ ان کو اسی عین نبوت کا خیال آ سکتا تھا۔ جو حضرت ہارون علیہ السلام میں تھی اور وہ نبوت فیر مستقلہ تھی۔ کیونکہ حضرت علیؑ کو معلوم تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام مستقل نبی نہیں تھے بلکہ موی علیہ السلام کے تابع تھے تو باوجود وہ اس کے وہ اپنے متعلق نبوت مستقلہ کا خیال کیسے کر سکتے تھے۔ البتہ فیر مستقلہ کا خیال آ سکتا تھا۔ کیونکہ نشاء میں نبوت فیر مستقلہ ہی تھی۔

۳..... نبی مستقل کے لئے نئی شریعت کا ملنا لازمی ہے اور وہ بغیر وہی آسمانی کے نہیں مل سکتی۔ میں جس شخص پر اصلادی نہ نازل ہوئی ہو اور نہ اس کو شریعت طی ہو۔ بلکہ ایک نبی کا زمانہ دراز سے امتی چلا آ رہا ہو۔ اس کو کیسے خیال آ سکتا ہے کہ میں نبی مستقل ہوں۔ کیا نبوت مستقل کوئی خیالی پڑا ہے۔

۴..... جب حضرت علیؑ قرآن شریف میں نص صریح پڑھ چکے ہیں کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ تو ان کو کیسے خیال آ سکتا ہے کہ میں مستقل نبی ہوں۔ الامال حضرت علیؑ کو اپنے متعلق نبوت مستقلہ کا خیال آتا غیر ممکن تھا۔ میں لامحالہ مانا پڑے گا کہ نبوت فیر مستقلہ کے وہم کا اندیشہ تھا۔ اس لئے جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ میں اور مجھ میں وہ نسبت ہے جو موی اور ہارون علیہما السلام میں تھی۔ تو ممکن ہے کہ علیؑ کو یہ خیال آئے کہ جس طرح حضرت موی علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہما السلام کی نبوت کی درخواست کی تھی اور خداوند تعالیٰ نے منتظر فرمائی تھی۔ شاید حضور ﷺ نے بھی میری نبوت کے متعلق درخواست کی ہوا اور منتظر ہو گئی ہو۔ تو اس وجہ سے ان کو اپنے متعلق فیر مستقلہ کا وہم پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ مگر

حضور ﷺ نے: "اًلَا انہ لیس نبی بعدهی" سے اس کو صاف کر دیا۔

حدیث نمبر ۶ مرفوع حدیث نہیں ہے۔ بلکہ موقف ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی غیر مستقل کی نظر ہے۔ کیونکہ ابن الی ادیٰ کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کے صاحبزادے کو اس لئے زندہ نہیں رکھا گیا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کے صاحبزادے کے صاحبزادے کو زندہ رکھ کر نبی نہ بنایا جائے تو یہ بات آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔ اس لئے ان کو زندہ ہی نہیں رکھا گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی شان کے خلاف نبی مستقل نہ بنانے میں لازم آتا ہے یا نبی غیر مستقل نہ بنانے میں۔ کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے کو نبی مستقل نہ بنانے کی صورت میں آپ ﷺ کی خلاف شان لازم آتا ہے۔ کیونکہ اگر آپ ﷺ کے صاحبزادے کو نبی بنایا جاتا اور شریعت نبی نہ دی جاتی بلکہ اپنے والد حضور ﷺ ہی کی شریعت کے پابند بنائے جاتے تو اس میں کوئی بات خلاف شان نبوی ﷺ نہیں تھی۔ بلکہ خلاف شان تو آپ ﷺ کے صاحبزادے کو مستقل نبی بنانے کی صورت میں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حضور ﷺ کی شریعت آپ ﷺ کے صاحبزادے کی شریعت سے منسوج ہو گی اور آپ ﷺ کی شریعت کا منسوج ہونا آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے صاحبزادے کو نبی غیر مستقل نہ بنانا آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہے۔ لیں اگر نبوت غیر مستقلہ باقی ہوتی تو آپ ﷺ کے صاحبزادے کو زندہ رکھا جاتا لیکن اب زندہ نہیں رکھا گیا اس لئے نبوت غیر مستقلہ بھی باقی نہیں ہے تاکہ ان کو زندہ رکھ کر نبی بنایا جائے اور زندہ رکھ کر نبی نہ بنانا آپ ﷺ کی شان کے خلاف ہے لہذا آپ ﷺ کے صاحبزادے کو زندہ ہی نہیں رکھا گیا۔ تو اب اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت غیر مستقلہ بھی باقی نہیں ہے۔

الحاصل ذکورہ بالا آیت و احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مستقل یا غیر مستقل قیامت نہیں آ سکتا۔ جو ہوئی نبوت کرے گا وہ جو ہوتا کذاب ہو گا۔ ممکن ہے کہ کسی شخص کو یہ خیال پیدا ہو کہ تمام احادیث میں جب نبوت غیر مستقلہ کی نظر ہے تو نبوت مستقلہ کی نظر کیا دلیل ہو گی۔ تو اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ نبوت مستقلہ کی نظر فریق خالف کے نزدیک مسلم ہے۔ اس کی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ مخالف فی صرف نبوت غیر مستقلہ ہے اور اس

کے علاوہ آیت و خاتم النبین مطلق نبوت کی نفی کرتی ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور احادیث کو نبوت غیر مستقلہ کی نفی پر حمل کرنے کے یہ معنی نہیں تھے کہ ان میں نبوت مستقلہ کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ تمام احادیث میں اس قسم کے قرآن موجود ہیں جو دلالت کرتے ہیں۔ اس بات پر کہ نبوت غیر مستقلہ نفی نبوت میں قطعاً داخل ہے نہ یہ معنی کہ نبوت مستقلہ نفی نبوت میں داخل ہی نہیں ہے۔

دلائل عقلیہ

..... جب آپ ﷺ کا نبی ہونا دلائل سے ثابت ہے اور اہل کتاب بھی آپ ﷺ کے نبی ہونے کو خاص عرب کے لئے تعلیم کر رکھے ہیں۔ تو آپ ﷺ کا ہر دعویٰ چاہو گا۔ کیونکہ نبی کا جھوٹ بولنا محال ہے۔ کیونکہ جھوٹ بولنا گناہ کبیر ہے اور نبی کا مخصوص یعنی گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ جس کی تشریع ابتداء میں گزر چکی ہے اور آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے دعویٰ خاتم الانبیاء ہونے کا کیا ہے۔ پس ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔

..... جس قدر انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ ان سب کی تعلیم سے حضور ﷺ کی تعلیم اعلیٰ و افضل ہے اور اظہر من القسم ہے کہ معلم اعلیٰ کی تعلیم سب سے آخر حاصل کی جاتی ہے۔ کیونکہ جب تک ابتدائی مراد تعلیم کے پہلے حاصل نہ کئے جائیں۔ ابتدائی تعلیم کا حاصل کرنا ادازہ امکان سے خارج ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے معلم اعلیٰ یعنی حضور ﷺ کو تمام پیغمبروں کے بعد سمجھا گیا۔

باقی رعنی یہ بات کہ حضور ﷺ کی تعلیم کا دیگر حضرات کی تعلیم سے اعلیٰ و افضل ہونا کیونکہ معلوم ہو تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ جس شخص کا اس امر میں ترقید و دودھوہ آپ ﷺ کی تعلیم اور باقی حضرات کی تعلیم میں نظر انصاف سے دیکھے تو انشاء اللہ یہ امرا آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا۔ غور کرنے والے کو آپ ﷺ کی تعلیم میں پہنچتے ہیں۔ ان سب کی تعلیم خصوص ہوتی ہی۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ سے پہلے جس قدر حضرات تشریف لائے ہیں۔ ان سب کی تعلیم خصوص کو جس کی خاص خاص میخواں کے ساتھ۔ مگر آپ ﷺ کی تعلیم جامع ہے۔ تمام میخواں کو جس کی قدر سے تشریع اور گزر چکی ہے اور دوسرا امتیاز یہ ہے کہ ہر صیغہ کے قواعد کی تشریع و تفصیل اور ان میں مصلحت عامہ کا لحاظ جس قدر حضور ﷺ کی تعلیم میں ہے۔ کسی دوسرے نبی کی تعلیم میں اس کا میر عшир بھی نہیں پایا جاتا۔

۳..... کسی نبی کے بعد دوسرے نبی کے آنے کی ضرورت ووجہ سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ کسی صیخ کی تعلیم غیر مکمل رہ گئی ہو تو اس کی محیل کے لئے کوئی دوسرا نبی صحیح دیا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلے نبی کی تعلیم میں تحریف ہو گئی ہو۔ دنیا میں صحیح تعلیم باقی نہ رہی ہو تو دوسرا نبی صحیح تعلیم دے کر صحیح دیا جاتا ہے تاکہ لوگ صحیح تعلیم سے محروم نہ رہیں۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے بعد نہ کوئی صیخ تعلیم غیر مکمل رہا ہے۔ جس کی محیل کی غرض سے کسی دوسرے نبی کو بھیجا جائے اور نہ آپ ﷺ کی تعلیم میں تحریف واقع ہوتی ہے اور نہ قیامت تک ہو گی تاکہ کسی دوسری نبی کو صحیح کر صحیح تعلیم سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کو تحریف سے قیامت تک محفوظ رکھنے کا اعلان فرمادیا ہے۔ جو سورہ مجرکی آیت: "اَنَا نَحْنُ نَزَّلْنَا الْذِكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" میں مذکور ہے۔ یعنی حقیقت ہم نے ہی اتنا رہے ذکر (یعنی قرآن شریف) اور ہم ہی ہیں البتہ اس کے تکمیل۔ تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال کا مشاہدہ اس بات کا گواہ ہے کہ قرآن شریف میں آج تک ایک حرکت کی تبدیلی بھی نہیں ہوئی۔ حروف و کلمات کی تبدیلی تو در کنارہ۔ تواب آپ غور فرمائیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے بھیجنے کی ضرورت ہے۔

۴..... آپ ﷺ کے بعد مستقل نبی کا نہ آتا تو فرقی خلاف کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ متنازع فی تو غیر مستقل نبی کا آنا لہذا اس کے متعلق فرقی خلاف سے چند امور دریافت طلب ہیں۔

الف..... یہ مسئلہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے اس قابل نہیں ہے کہ اس میں صرف رائے زنی سے کام لیا جائے۔ بلکہ اس کے اثاثات کے لئے فصوص قطعیہ کا ہونا ضروری ہے لہذا کوئی انکی نص شریعہ مرحت فرمائیے جو نبوت غیر مستقلہ کے عدم انتظام پر صراحتہ وال ہو اور خیر القرون میں اس کا اس دعوے کے لئے دلیل ہو ہاتھیم بھی کیا گیا ہو۔ اس کے دلیل ہونے کا دار و مدار صرف آپ کا اجتہاد نہ ہو۔

ب..... نبوت غیر مستقلہ کے طبقہ کا دار و مدار کیا چیز ہے۔ اس کی تعمیں و دلیل تعمیں دونوں کے بیان کرنے کے بعد بتائے کرو جیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بھی تھی یا نہیں۔ اگر تھی تو ان کو نبوت کیوں نہیں ملی اور اگر نہیں تھی تو یہ بات اجماع امت کے خلاف ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تمام امت میں افضل ہونا مجھ علیہ ہے اور صورت مفرضہ میں غیر صحابی کا صحابہ سے افضل ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ نبی، غیر نبی سے افضل ہوتا ہے لہذا اپنی

جو علمزم ہے خلاف اجماع کو، یہ مردود ہے قابل تسلیم نہیں ہے اور علاوہ اس کے یہ بات فیصلہ عقل کے بھی خلاف ہے۔ کون سا عاقل اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ مرزا قادریانی جیسوں میں اسکی خوبی پائی جائے۔ جس سے ابو بکر رضی اللہ عنہ چیزیے حضرات بھی محروم رہے ہوں۔

..... کیا حضویرت ﷺ کے بعد سازھے تیرہ سو سال میں مرزا قادریانی کے کوئی اور نبی بھی مجبوٹ ہوا ہے یا نہیں، اگر ہوا ہے۔ تو اس کا حوالہ عنایت ہوا اور اگر نہیں ہوا تو اس کی وجہ بیان فرمائیے کہ باوجود نبوت متفقین نہ ہونے کے اس قدر زمانہ دراز تک لوگوں کو اس بحث عظیمی سے کیوں محروم رکھا گیا؟ کیا وجہ ہے کہ اس قدر طویل مدت میں سو مرزا قادریانی کے امت میں سے کوئی دوسرا شخص اس منصب کا مستحق نہیں ہوا؟ اتنے عرصے کے بعد یا کیک مرزا قادریانی ہی کو وپڑے۔ یہ بات نصوص صریحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ دائرہ عقل سے بھی خارج ہے۔

..... کیا تارک فریضہ اسلام بھی نبی ہو سکتا ہے یا نہیں۔ شق اول تو اجماع امت کے خلاف ہے۔ کیونکہ انہیاء علیہم السلام کا مخصوص ہونا جمعی علیہ اور تارک فریضہ بجهہ مرتكب ہونے گناہ بکرہ کے مخصوص نہیں ہے اور بر تقدیر شق ثانی مرزا قادریانی باوجود تارک ہونے فریضہ حج کے کیوں بکری بن گئے۔ کیونکہ انہوں نے باوجود استطاعت کے تمام ہمراہ فریضہ حج کو ادا نہیں کیا۔ جس کے ترک کو قرآن شریف کی آیت: "وَمِنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الظَّلَمِينَ" میں کفر سے تحریر کیا گیا ہے۔ منصب نبوت کے مستحق ایسے ہی لوگ ہو اکرتے ہیں۔ جو تارک فرائض ہوں۔ محمد اور آدمی تو ایسے فحش کو مسلیکہ کذاب سے کم نہیں بمحض سکتا۔

الحاصل دلائل تقلید و مقلدیہ دوں سے ثابت ہوا کہ حضویرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مستقل یا غیر مستقل نہیں آئے گا لہذا آپ ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی اور آپ ﷺ کی دعوت کا تمام دنیا کے لئے عام ہونا پہلے ثابت ہو گا ہے۔ تو ان دونوں باتوں کے ثابت ہونے سے واضح ہو گیا کہ حضویرت ﷺ کا منصب نبوت میں سب سے اعلیٰ و افضل تھے۔

جب آپ ﷺ کا منصب نبوت میں سب سے افضل ہونا ثابت ہوا تو ما اندازے گا کہ سب سے اقرب الی اللہ کی آپ ﷺ ہی تھے۔ کیونکہ منصب نبوت کے ملنے کا درود مدار قرب پر ہے۔ جس قدر قرب زیادہ ہو گا۔ اسی قدر منصب نبوت بھی اعلیٰ طے گا۔ جس منصب نبوت سب سے اعلیٰ مانا و ملیں ہے۔ اقرب الی اللہ ہونے کی لہذا حضویرت ﷺ کا تمام انہیاء علیہم سے اقرب الی اللہ

ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اس کے اثبات کے لئے مستقل دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

الحاصل آپ ﷺ کا منصب نبوت میں سب سے اعلیٰ و افضل ہونا اور سب سے زیادہ اقرب الی اللہ ہونا دونوں امر دلائل سے ثابت ہو گئے اور یہی معنی تھے آپ ﷺ کے افضل الانبياء ہونے کے اہل اسلام کے نزدیک اور اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ افضلیت مخصوص ہے رسول ﷺ کے ساتھ۔ کسی دوسرے نبی میں نہیں پائی جاتی اور نہ کسی نے اس افضلیت کا سوا آپ ﷺ کے اپنی زبان مبارک سے دعویٰ کیا ہے۔

مذکورہ بالا بحث کے بعد گور رسول ﷺ کے اقرب الی اللہ ہونے کے متعلق کسی مزید تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن تمہارا کچھ عرض کرتا ہوں۔

رسول ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمام شفیوروں سے زیادہ قریب ہونا حضور ﷺ کے اقرب الی اللہ ہونے کے متعلق بہت سے نصوص ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند ذکر کرتا ہوں تاکہ رحمۃ للعلیین کی شان کا اندازہ ہر شخص کو آسانی سے معلوم ہو جائے۔

..... ”لاتجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم ببعضها (سورة نور)“ ہم مت مقرر کرو پکارنا پیغمبر کا درمیان اپنے مش پکارنے لیعنی تمہارے کے بعض کو ہے اس آیت کی مفسرین نے چند تفسیریں کی ہیں۔ مجملہ ان کے ایک تفسیر یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بندوں کو حضور ﷺ کے پکارنے کے متعلق ایک خاص طریقہ تعلیم فرمایا ہے تاکہ پکارنے میں بھی آپ ﷺ کی عظمت شان کو مظہر رکھیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ جب تم رسول ﷺ کو بلانا چاہو تو آپ ﷺ کا نام لے کر نہ بلایا کرو۔ جیسا کہ آپ میں ایک دوسرے کا نام لے کر بلاتے ہو۔ یعنی یا محب ﷺ کہہ کرنہ بلانا کیونکہ یہ طریقہ ادب کے خلاف ہے۔ پلکہ یا رسول الشیانی ﷺ کہہ کر بلاتا۔

اس کے لئے عام طور پر دستور ہے کہ نام لے کر اس شخص کو بلایا جاتا ہے۔ جس کو اپنے برا بریا اپنے سے کم درجہ کا سمجھا جاتا ہے۔ جس کو اپنے سے بڑا سمجھا جاتا ہے۔ اس کو نام لے کر بلانا خلاف ادب قرار دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کوئی شخص باپ کو نام لے کر نہیں بلاتا۔ تو اب اگر کوئی شخص رسول ﷺ کو نام لے کر بلائے تو بظاہر یہی سمجھا جائے گا کہ وہ آپ ﷺ کو بڑا نہیں سمجھتا۔ حالانکہ ایک مسلمان کے نزدیک خداوند تعالیٰ کے بعد آپ ﷺ سے بڑھ کر نہ باپ ہو سکتا ہے نہ کوئی دوسرا۔ اس واسطے خداوند تعالیٰ نے اہل ایمان کو خاص طور پر تعلیم دی کہ آپ ﷺ کو نام لے

کرنہ بلا یا کرو۔ کیونکہ یا آپ ﷺ کی عظمت و شان کے خلاف ہے۔

اب آپ حضور ﷺ کے قرب کا اندازہ فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ نے بھی تمام قرآن مجید میں اسی طریقہ مقرر کی پابندی اپنے ذمہ لازم فرمائی اور آپ ﷺ کو کہیں بھی نام لے کر نہیں پکارا۔ بلکہ جب پکارا تو: ”یا ایها النبی یا ایها الرسول“، وغیرہ کہہ کر پکارا اور باقی انبیاء علیہم السلام کو صاف طور پر نام لے کر پکارا۔ آدم علیہ السلام کو یا آدم کہہ کر پکارا اور ابراہیم علیہ السلام کو یا ابراہیم کہہ کر اور موئی علیہ السلام کو یا موئی کہہ کر پکارا اور صیلی علیہ السلام کو یا عصیٰ کہہ کر پکارا اور فوح علیہ السلام کو یا فوح کہہ کر پکارا۔ ان تمام حضرات کو نام لے کر پکارنے کی تصریح قرآن شریف میں موجود ہے۔

اب آپ خود فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ کے دربار میں حضور ﷺ کو کس درجہ کا قرب تھا کہ احکم المأمورین نے بھی آپ ﷺ کو نام لے کر نہ پکارنا اور الیمان کو بھی خاص طور پر تعلیم فرمائی کہ نام لے کر نہ پکارنا اور باقی نبیوں میں سے جو بڑے اولو الحزم تھے مثل ابراہیم و موئی و عصیٰ و فوح علیہم السلام کے ان کو بھی نام لے کر پکارا۔ اور وہ کاتو کیا کہنا کیا آپ ﷺ کے اقرب الی اللہ ہونے میں اب بھی کوئی سر باقی ہے؟

اعتراض

خداوند تعالیٰ کو نام لے کر پکارنا (یعنی یا اللہ کہنا) خلاف ادب قرار نہیں دیا گیا اور حضور ﷺ کو نام لے کر پکارنا خلاف ادب قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ کی شان حضور ﷺ کی شان سے بہت بلند ہے۔ پھر ان کو نام لے کر پکارنا خلاف ادب کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

جواب

اس کی وجہ یہ ہے کہ نام لے کر پکارنا خلاف ادب وہاں ہوتا ہے جہاں اس بات کا اندریشہ ہو کہ سننے والوں کو یہ وہم پیدا ہو کہ نام لے کر پکارنے والا اپنے سے بڑا نسبت کی وجہ سے نام لے کر پکار رہا ہے اور جہاں اس بات کا اندریشہ ہو وہاں خلاف ادب قرار نہیں دیا جاتا۔ اس وہم کا اندریشہ حضور ﷺ کے پکارنے میں تھا۔ کیونکہ پکارنے والا بھی بشر اور آپ ﷺ بھی کو محض رحمت خداوندی تھے۔ مگر اس بشرطے تو اس نسبت کی وجہ سے وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید پکارنے والا بوجہ ہم پس ہونے کے بڑا نسبت ہو۔ چنانچہ ملکرین اسی وجہ سے انہیم علیہم السلام کی عظمت کے تھاں نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ: ”ما هذَا الْبَشَرُ“ کہہ کر الگ ہو جاتے تھے۔ مگر خداوند تعالیٰ کو

پکارنے میں یہ وہم نہیں جاسکتا کہ پکارنے والا خداوند تعالیٰ کو اپنے سے بڑا نہ سمجھتا ہو۔ مشنوی روم میں اس کی نظری موجود ہے۔ مولا ناصاحب فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کے ممبر کے تین درجے تھے۔ حضور ﷺ سب سے اوپر والے درجہ پر بیٹھا کرتے تھے۔ جب حضرت ابو مکرم صدیقؑ خلیفہ ہوئے تو دوسرے درجے پر بیٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں سب سے نیچے والے درجہ پر بیٹھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو سب سے اوپر والے درجہ پر بیٹھے تو ایک شخص نے اعتراض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ دونوں خلیفہ تو حضور ﷺ کی جگہ پر نہیں بیٹھے۔ آپؑ کیوں بیٹھے گئے؟ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اگر ان دونوں میں سے کسی کی جگہ پر بیٹھتا تو شاید دیکھنے والوں کو یہ خیال پیدا ہوتا کہ میں اپنے آپ کو ان کے درجہ کا سمجھتا ہوں۔ حالانکہ میں ان کے درجہ کا نہیں ہوں۔ لیکن حضور ﷺ کے درجہ پر بیٹھنے میں میرے متعلق کسی مسلمان کو یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے آپ کو حضور ﷺ کے برادر سمجھتا ہوں۔

.....۲ ”قد نری تقلب وجهك في السماء فلنولینك قبلة ترضها(بقر)“،^۱ ہم آپؑ ﷺ کے منہ کا بارہا لھنا آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپؑ ﷺ کو اس قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپؑ ﷺ کی مرضی ہے۔ ۴) رسول ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو آپؑ ﷺ کا کعبہ کحمدت تک بیت المقدس رہا جو یہود کا کعبہ ہے۔ مگر آپؑ ﷺ کی ولی تنایتی کہ میرا کعبہ قبلہ ہو جو کہ معظمه میں ہے اور اسی امید میں کہ شاید اس کے متعلق وہی آئے۔ بارہا آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے کہ شاید فرشتہ حکم لارہا ہو۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم آپؑ ﷺ کے لئے وہی قبلہ مقرر کر دیں گے جس کے لئے آپؑ ﷺ کی مرضی ہے۔ یعنی ہم کو تو آپؑ ﷺ کی خوشی منکور ہے لہذا ہم آپؑ ﷺ کی مرضی کے موافق کر دیں گے۔ اسی واسطے فرمایا کہ جس قبلہ کے لئے آپؑ ﷺ کی مرضی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جس قبلہ کے لئے ہماری مرضی ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”والاشارة فيه كانه تعالى قال يا محمد كل احد يطلب رضاي وانا اطلب رضاك في الدارين امامي الدنيا فهذا الذي نذكرناه واما في الآخرة فقوله تعالى ولسوف يعطيك رب ففترضي“ اس میں اشارہ ہے اس بات کا کہ گویا خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے جیبیب، ہر شخص میری رضا طلب کرتا ہے اور میں دونوں جہانوں میں آپؑ ﷺ کی رضا طلب کرتا ہوں۔ دنیا

میں آپ ﷺ کی رضا طلب کرنے کا ظہور تو آپ ﷺ کی مرضی کے موافق قبلہ مقرر کرنے میں ہے اور آخرت میں آپ ﷺ کی مرضی کا ذکر سورہ حجیٰ کی آئت: ”وَلِسُوفٍ يَعْطِيكُ رَبُكَ فَتَرْضِي“ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کو آخرت میں اس قدر عطا کرو گا کہ آپ ﷺ خوش ہو جائیں گے۔

الحاصل خداوند تعالیٰ نے دنیا میں بھی آپ ﷺ کی مرضی کے مطابق قبلہ کو بدل کر آپ ﷺ کو خوش کیا اور آخرت میں آپ ﷺ کو خوش کرنے کا وعدہ فرمایا تو آپ اندازہ لگائے ہیں کہ حضور ﷺ کو دربار خداوندی میں کس قدر قرب حاصل تھا۔

۳ ”وَرَفِعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم. نشر)“ اور ہم نے آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کا آوازہ بلند کیا۔ یعنی اکثر جماعت شریعت میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام مبارک ملا کر ذکر کیا گیا ہے۔ مرفوع حدیث میں اس کی تفسیر ہے کہ: ”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِذَا ذُكِرْتَ ذُكْرَتْ مَعِي“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہے جیب جہاں میرا ذکر ہو گا میرے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کا ذکر بھی ہو گا۔ مثلاً خطبہ میں، تہشید میں، نماز میں، اذان میں، غرض اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کو اپنے جیب کے ذکر سے جدا کرنے کو پسند نہیں فرماتے۔ جس سے ہر ذی عقل اندازہ کر سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو کس قدر درجہ کا قرب حاصل ہے۔

۴ ترمذی شریف میں مذکور ہے کہ ایک روز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات پر تجب کا اظہار کر رہے تھے کہ خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور صیلی علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں اور آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے برگزیدہ بنایا۔ یہ تذکرہ ہو رہا تھا کہ حضور ﷺ کو تعریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تھہار اندکرہ سنایا۔ پیشک ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور صیلی علیہ السلام روح اللہ و کلمۃ اللہ ہیں اور آدم علیہ السلام صفوی اللہ ہیں اور سن لو میں جیب اللہ ہوں۔ یعنی میرے رب نے مجھے جیب اللہ کا لقب عطا فرمایا ہے۔ جو تمام القاب سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اگرچہ آیات و احادیث اس مضمون کی بہت ہیں۔ مگر اس رسالہ کی حیثیت اجازت نہیں دیتی کہ ان سب کا ذکر کروں۔ حضور ﷺ کے اقرب الی اللہ ہونے کا اظہار دنیا میں واقعہ معراج میں کیا گیا تھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں جمع ہو کر حضور ﷺ کو اپنا امام بنایا کہ آپ ﷺ کے پیچے نماز پڑھی اور اس کے بعد آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور تمام

آسمانوں میں آپ ﷺ کی شان و شوکت کو ظاہر کرتے ہوئے رب الحرمت نے اپنے خاص دربار میں بلا کر تھے عظام فرمائے اور قیامت کے روز آپ ﷺ کا اقرب خداوندی میں متاز ہونا شفاعت کبریٰ کی صورت میں تمام اہل محشر کے سامنے نمایاں کیا جائے گا۔

تمام اہل محشر بڑے بڑے الوالواعزم نبیوں کے پاس جا کر عرض کریں گے کہ آپ ﷺ خداوند تعالیٰ کی جانب میں صرف اتنی گزارش کریں کہ اہل محشر کا حساب شروع ہو جائے تو کوئی نبی اس روز اس کام کے لئے تیار نہیں ہو گا اور اہل محشر سے فرمائیں گے کہ یہ کام آج سوائے محمد ﷺ کے کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ پس تمام اہل محشر آپ ﷺ کے پاس آ کر عرض کریں گے۔ تو آپ ﷺ اس کو منظور فرمائے خداوند تعالیٰ کے دربار میں اہل محشر کی شفاعت کریں گے اور خداوند تعالیٰ منظور فرمائیں گے۔ جس سے تمام اہل محشر پر آپ ﷺ کا اقرب الٰی اللہ ہونا آقاب کی طرح رہن ہو گا۔

حضور ﷺ کی افضلیت پر حضرات نصاریٰ کی طرف سے چد اعراض کے گئے ہیں۔
میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کا جواب دے دوں تاکہ عوام الناس ان کی وجہ سے غلط فہمی کا ڈکارنا ہوں۔

اعتراض اول

حضور ﷺ کو جب اہل کہ نے بھک کیا۔ حتیٰ کہ شہید کرنے پر آپ ﷺ کو آمادہ ہو گئے۔ تو آپ ﷺ کو کہ مظہر سے بھرت فرمائے مونروہ میں تحریف لے جانے کا حکم ہوا۔ لگر آسمان پر نہیں اٹھایا گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہود قتل کرنے لگے تو ان کو باقرا اہل اسلام چوتھے آسمان پر اٹھایا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ سے افضل تھے۔

جواب (۱)

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جو افضلیت حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس سے مراد منصب نبوت میں سب سے بڑا ہوتا اور دربار خداوندی میں سب سے زیادہ اقرب ہوتا ہے اور آسمان پر اٹھایا جانا اس افضلیت کو تسلیم نہیں ہے۔ ورنہ حضرت اور لیں علیہ السلام بھی افضل الانبیاء ہونے چاہیئیں کیونکہ ان کے متعلق بھی قرآن شریف میں تصریح ہے کہ: ”ورفعناہ مکانا علیہ“، ہم نے ان کو بنند مکان پر اٹھایا۔ بلکہ حضرت اور لیں علیہ السلام حضور ﷺ سے زیادہ افضل ہونے چاہیئیں اس لئے کہ ان کے متعلق بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان کو ساتویں آسمان پر اٹھا

لیا گیا تو اب آپ بتلائیں کہ جس کو چھتے آ سان پر اٹھایا گیا ہے۔ وہ افضل ہو گایا جس کو ساتوں آ سان پر اٹھایا گیا ہے وہ افضل ہو گا۔

بلکہ آ سان پر اٹھایا جانا تو نفس نی ہونے کو بھی مستلزم نہیں ہے۔ چہ جائید اس کو افضل الانیاء ہونے کی دلیل تمہری بیانے۔ کیونکہ مشرین نے تصریح کی ہے کہ حضرت آسمہ بن مرام فرعون کی بیوی نے جب فرعون سے بھگ آ کر دعا کی تو خداوند تعالیٰ نے نے ان کو بع جد عضری زندہ اٹھا کر جنت میں داخل کر دیا۔ اب وہ جنت میں زندہ ہیں۔ کھاتی ہیں اور پیشی ہیں اور نہایت آرام کے ساتھ رہتی ہیں۔ حالانکہ وہ نبی بھی نہیں تھیں۔ الحال جب آ سان پر اٹھایا جانا تو نفس نی ہونے ہی کو مستلزم نہیں ہے۔ تو پھر اس کو افضلیت کی دلیل تمہری اتو سر اغلظی ہے۔

جواب (۲)

عینی علیہ السلام کا آ سان پر اٹھایا جانا انہمار قرب کی غرض سے نہ تھا تا کہ اس کو اقرب الی اللہ ہونے کی دلیل بنایا جاسکے۔ بلکہ دشمنوں سے بچانے کی غرض سے تھا۔ جیسا کہ ان کے واقعہ سے صاف ظاہر ہے۔ انہمار قرب کے لئے رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا تھا۔ جس کی تفصیل واقعہ مرارج میں ہے۔ جو شخصوں ہے حضور ﷺ کے ساتھ اگر حضرات نصاریٰ کے پاس اس کے مقابلہ میں کوئی چیز ہے تو پیش کریں۔

جواب (۳)

عینی علیہ السلام کا دشمنوں سے بچا کر زندہ آ سان پر اٹھایا جانا گواہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ مگر حضرات نصاریٰ تو اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ مصلوب ہوئے تو ان کے اعتقاد کے مطابق تو حضور ﷺ افضل ہوئے۔ کیونکہ گوان کو آ سان پر نہیں اٹھایا گیا بلکہ دشمنوں کے ہاتھ سے شہید تو نہیں کر لایا گیا، بلکہ بچا لایا گیا۔ لیکن عینی علیہ السلام کو تو بچایا ہی نہیں گیا۔ بلکہ دشمنوں کے ہاتھ سے مصلوب کر دیا۔ اب آپ انصاف سے بتائیں کہ افضل وہ ہے جس کو بچا لایا گیا یا وہ جس کو سولی دلوادیا گیا۔

اور علاوہ اس کے یہ گذارش ہے کہ افضلیت کا قصہ تو بعد کو طے کرنا اول تھیہ بات طے ہوئی چاہئے کہ عینی علیہ السلام جب خدا تھے یا خدا ان میں حلول کئے ہوئے تھا تو وہ مصلوب کیسے ہو سکے؟ کیا خدا ہونے کے باوجود ان میں اتنی بھی محنت نہیں تھی کہ اپنی جان کو سولی سے بچا سکتے؟ کیا خدار حلست بھی فرمایا کرتا ہے؟ خدا کے واسطے ذرا تو انصاف کرو۔

باقی رہی یہ بات کہ اہل اسلام کے عقیدہ کے موافق کیا وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھایا اور حضور ﷺ کو نہ اٹھایا گیا۔ بلکہ مجرت کا حکم دیا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقط نبی اسرائیل ہی کے لئے نبی تھے۔ کسی دوسری قوم کے لئے نبی نہیں تھے۔ تا کہ کسی دوسری جگہ جا کر نبوت کا کام کر سکتے اور جن کے لئے نبی تھے۔ انہوں نے جان سے مارنے کا ارادہ کر لیا۔ تو لاحالہ ان کو آسمان پر اٹھانا پڑا اور رسول اللہ ﷺ چونکہ تمام دنیا کے لئے نبی تھے لہذا اگر کہ مuttle میں رہ کر کام جیسیں کر سکتے تو مدینہ منورہ میں رہ کر کریں گے۔ آپ ﷺ کو اگر مدینہ میں بھی وقت پیش آتی تو پھر بھی آپ کو آسمان پر نہ اٹھایا جاتا۔ بلکہ کسی دوسری جگہ چلے جانے کا حکم ملتا۔ اس طرح تمام دنیا میں گھونٹتے رہتے۔ مگر آسمان پر نہ اٹھائے جاتے۔ کیونکہ آپ ﷺ تو جہاں بھی جاتے دیں نبوت کا کام کر سکتے تھے۔ پھر آپ ﷺ کو آسمان پر اٹھا کر بے کار کیوں رکھا جاتا؟

اعتراض دوم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس درجہ کے مقدس و پاک دامن تھے کہ تمام عمر شادی ہی نہیں کی اور رسول اللہ ﷺ نے کثرت سے شادیاں کیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ سے افضل تھے۔

جواب

شادی نہ کرنا اور عورتوں سے جدار ہنانی کے لئے باعث فضل و کمال نہیں ہے۔ بلکہ مقصد نبوت کی تھیں میں نقصان دہ ہے۔ کیونکہ نبی مکمل اصلاح کرنی نہیں سکتا جب تک کہ اس میں تمام لوازم بشریت پورے طور پر نہ پائے جائیں۔ اگر خواص بشریت کا نہ ہونا نبی کے لئے باعث کمال ہوتا تو ملائکہ ہی کوئی کیوں نہ ہتایا جاتا؟

غرض جس کو آپ باعث فضل و کمال سمجھ رہے ہیں۔ وہ حقیقت میں باعث نقصان ہے۔ جس قدر لوازم بشریت نبی میں کم ہوں گے۔ اسی قدر تھیں مقصود نبوت میں کمی آئے گی۔ اس کی پوری تشریع اور گزروچکی۔ ملاحظہ فرمائیجئے۔

.....۲..... عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بغیر ہاپ کے بیدا ہوئے تھے۔ اس وجہ سے ان میں قوتِ رجولیت بہت کم تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے تمام عمر کوئی شادی نہیں کی اور بیوی کمزوری کے شادی نہ کرنا کوئی کمال نہیں ہے۔ بلکہ جس قدر دنیا میں کمزور و نامرد ہیں۔ اکثر ان میں سے شادی نہیں

کرتے اور ناجائز طریقہ سے بدکاری کرتے ہیں۔ لیکن یہ ان کا کمال نہیں شمار کیا جاتا۔ ایسا ہی اگر عیسیٰ علیہ السلام نے بوجہ کمزوری قوت رجولیت کے شادی نہ کی ہو تو کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی طاقت کے ہوتے ہوئے صبر کر کے دکھائے جیسا کہ حضور ﷺ نے دکھایا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے پہچیں سال تک کوئی شادی نہیں کی۔ جو نہایت ہی جوش جوانی کا زمانہ ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ میں چالیس آدمیوں کی طاقت تھی اور اس پر طریقہ یہ ہے کہ کسی دشمن نے بھی آپ ﷺ پر کبھی بد نگاہی کا الزام بھی نہیں لگایا۔ بدکاری تو در کنارہ کمال اس کو کہتے ہیں اور پھر پہچیں سال کے بعد بھی شادی کی تو ایک یوہ گورت سے۔ جو علاوه دو دفعہ یوہ ہونے کے آپ ﷺ سے عمر میں بھی بڑی تھیں۔ یعنی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔ اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ ﷺ نے دوسرا نکاح نہیں کیا اور ان کی رحلت کے بعد بھی جس قدر نکاح کئے، یوہ عورتوں سے ہی کئے۔ سوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ حالانکہ آپ ﷺ کو اعلیٰ درجہ کی خوبصورت دو شیزہ عورتوں میں سکتی تھیں۔ مگر آپ ﷺ کا مقصد نکاح کرنے سے مقصد چونکہ شہوت رانی نہیں تھا۔ بلکہ مقصد یہ تھا کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعہ دین کا وہ حصہ مکمل ہو جائے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس مقصد کے لئے نوجوان لڑکیوں سے تجربہ کا ر عورتوں زیادہ مفید تھیں۔ الحال عیسیٰ علیہ السلام کا شادی نہ کرنا افضلیت کی دلیل نہیں ہے۔

اعتراف سوم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجرمات بڑے ہیں بہت مجرمات حضرت ﷺ کے لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام افضل ہیں رسول اللہ ﷺ سے۔

جواب

مجرمات کی تشریع جواہر پر گزر جکی ہے۔ اس کو دیکھنے کے بعد سجادہ آدمی تو اس گنتگو ہی کو فضول سمجھتا ہے کہ کس نبی کے مجرمات بڑے ہیں اور کس کے چھوٹے۔ لیکن معاذ دین چوکر انصاف کو بالائے طاق رکھ کر بات کرتے ہیں لہذا ممکن ہے کہ ان کو تکمیل نہ آئے لہذا قادرے اس بات کی تشریع کرتا ہوں کہ مجرمات رسول اللہ ﷺ بہ نسبت مجرمات باقی انبیاء علیہم السلام کے کیا شان امتیازی رکھتے تھے۔ مجرمات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مجرمات علی و دسرے مجرمات عملی لہذا ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہوں۔

مجزات علمیہ

مجزات علمیہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص دعویٰ نہت کر کے ایسے علوم ظاہر کرے کہ سب لوگ ان علوم کے مقابلے سے عاجز آ جائیں اور مجزات علمیہ افضل ہوتے ہیں مجزات علمیہ سے اس لئے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ علم اشرف ہے عمل سے۔ سبھی وجہ ہے کہ ہر فن کے استادوں کی تعلیم کی جاتی ہے اور ہر صیخ کے افسروں کو تجوہ زیادہ دی جاتی ہے۔ حالانکہ ان کے ماتحت والے خدمت زیادہ کرتے ہیں اور محنت زیادہ کرتے ہیں اور افسروں کو محنت بہت ہی کم کرنی پڑتی ہے۔ یہ شرف علم نہیں تو اور کیا ہے اور ایسا ہی بسا اوقات اتنی آدمی مجاہدہ و ریاضت میں انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ مگر مرتبہ میں پھر بھی کم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سبھی ہوتی ہے کہ شرف علم و تعلیم جو انبیاء علیہم السلام کے پاس ہے وہ امتی کے پاس نہیں ہوتا۔

غرض انبیاء علیہم السلام کو انتیوں سے امتیاز بوجہ علم و تعلیم ہی ہوتا ہے نہ بوجہ ریاضت و عبادت کے، تو ثابت ہوا کہ علم افضل ہے عمل سے لہذا مجزات علمیہ بھی افضل ہوں گے مجزات علمیہ سے۔ اب مقابلہ کر کے دیکھو کہ مجزات علمیہ میں کون افضل ہے جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کے مجزات علمیہ کے افضل ہونے میں تردد ہواں کو قرآن شریف میں غور کرنا چاہئے کہ تمام مجزات علمیہ سے افضل و تمام علوم کو جامع ہے۔ اس لئے کہ اس میں علم ذات و صفات بھی اس قدر ہے کہ کوئی دوسری کتاب روئے زمین پر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ علم برزخ و آخرت بھی اس قدر مفصل ہے کہ اور کہیں ملا ناممکن نہیں۔ علم اخلاق و احوال و اعمال میں وہ رنگ دکھایا ہے کہ دوسری جگہ اس کی نظر نہیں ملتی۔

علم تاریخ پر وہ روشنی ڈالی ہے جس کا جواب ناممکن ہے۔ علم ہی علم تدبیر منزل و سیاست مدن میں وہ خوبی دکھائی ہے کہ دوسری جگہ اس کا وجود محال ہے۔ اگر کسی کو یقین نہ ہو تو کوئی دوسری کتاب اس کے مقابلہ پر لائے اور پھر فصاحت دبلغت کا یہ حال ہو کہ کسی فضیح و بیش سے آج تک نہ مقابلہ ہو سکا اور نہ قیامت تک ہو سکے گا اس کی عبارت ہر کس و ناکس پر اس طرح متاز ہے جس طرح اعلیٰ درجہ کا خوبصورت بد صورتوں میں متاز ہوتا ہے یا اعلیٰ درجہ کے خوش نویں کا خط بدنویں کے خط سے متاز ہوتا ہے۔ الحاصل مجزات علمیہ میں تو رسول اللہ ﷺ کا تمام انبیاء علیہم السلام سے متاز ہونا اظہر من لفظ ہے محتاج دلیل نہیں ہے قرآن شریف موجود ہے جس کا جی چاہے مقابلہ کر کے دیکھے۔

مجازات عملیہ

مجازات عملیہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص دعویٰ نبوت کر کے ایسے کام کر کے دکھائے کر سب لوگ اس کے مقابلہ سے عاجز آ جائیں۔ کوئی دوسرا ایسے کام کر کے نہ دکھائے۔ باقی رعنی یہ بات کہ مجازات عملیہ کس نبی کے افضل و اعلیٰ ہیں۔ تو اس کے متعلق بعض انجیاء طیبہم السلام کے مجازات کا حصہ تکالیف کے مجازات سے مقابلہ کر کے دکھاتا ہوں۔ اس کے بعد اعلیٰ انصاف فیصلہ کریں کہ کس کے مجازات افضل و اعلیٰ ہیں۔

مجازات صیلی علیہ السلام سے مقابلہ

قبل اس کے کہ مجازات کا مقابلہ کر کے دکھاتاں۔ یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس امر کو واضح کروں کہ مجازات کے اعلیٰ و افضل ہونے کا معیار کیا ہے تاکہ مقابلہ کے بعد آسانی سے معلوم ہو سکے کہ کس کے مجازات اعلیٰ و افضل ہیں۔ مجذہ کے لغوی معنی اوپر گزر جکے ہیں اور اصطلاح میں مجذہ کہتے ہیں ایسے امر کو جو خلاف عادت نبی کے ہاتھ پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ پر کہ تمام مسکرین کو عاجز کر کے دکھادے۔ کوئی شخص اس امر میں اس کا مقابلہ نہ کر سکے تو جس قدر عادت کے زیادہ خلاف ہوگا۔ اس قدر وصف اعجاز میں اعلیٰ و افضل ہوگا اور جس قدر عادت کے قریب ہوگا اسی قدر صرف اعجاز میں کم درجہ کا ہوگا۔ اب اس معیار کے مطابق مجازات صیلی علیہ السلام و مجذوات رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کر کے دیکھو اور فیصلہ کرو کہ مجذوات کس کے اعلیٰ ہیں۔

حضرت صیلی علیہ السلام نے مردے زندہ کے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک سمجھور کے سو کھے ستون کو زندہ کیا۔ لیکن جو مردے صیلی علیہ السلام نے زندہ کے وہ پہلے بھی زندہ رہ پچے تھے اور زمانہ دراز تک محل حیات بن پچے تھے۔ مگر درخت کبھی محل حیات نہیں ہوا۔ لیکن ایک محل حیات میں اعادہ حیات کرنا اتنا مستجد نہیں ہے جتنا اسکی چیز میں حیات کو پیدا کرنا مستجد ہے جو کبھی محل حیات نبی نہ ہو اور لکڑی بھی اگر تر ہوتی تو گودہ بھی محل حیات نہیں لیکن تاہم اس کو کسی قدر حیات سے منابت ہوتی لیکن لکڑی اور پھر سوکھی اس کا زندہ کرنا ہو۔ بہت ہی متعجب ہے۔

الحاصل صیلی علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کرنے کے بعد کوئی اسکی بات نہیں دکھائی جو پہلے زمانہ حیات میں ان میں نہ پائی جاتی ہو۔ بلکہ نفس حیات سابقہ ہی کا اعادہ کیا۔ اس کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ اگر سوکھی لکڑی کو صرف ہر اور درخت ہاکا کر دکھادیتے تو جب بھی وصف اعجاز میں صیلی علیہ السلام سے کم نہ ہوتے۔ بلکہ مساوی ہوتے۔ کیونکہ دونوں جگہ اعادہ حالت سابقہ علی

السویہ پایا جاتا۔ لیکن آپ ﷺ نے تو سو کمی کٹھی میں وصف حیات پیدا کر دیا۔ جو کبھی اس سے پہلے اس میں پیدا ہی نہیں ہوتا اور پھر حیات بھی معمولی درجہ کے نہیں بلکہ وہ حیات جس میں کمال درجہ کا ادراک و شعور ہو۔ جو سو اشرف الخلوقات (یعنی انسان) کے کسی دوسرے جانور میں پایا ہی نہ جاتا ہو۔ کیونکہ وہ سو کھاستون درود فراق رحمۃ اللعلیین میں ایک بحمدہ را انسان کی طرح تجھیں مار مار کر رویا چھک کر آپ ﷺ نے ممبر سے اتر کر اس کو گلے سے نہیں لگایا اور پیار و محبت نہیں کیا وہ خاموش ہی نہیں ہوا اور اس قدر روتا تھا کہ خطبہ پڑھنا چک کر دیا بڑی مشکل سے خاموش ہوا۔

اس کے بعد باتیں قابل توجہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب تک مردے زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گر خاص طور پر تجوہ نہیں فرماتے تھے۔ کوئی مردہ زندہ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن رسول ﷺ نے تو اس ستوں کو زندہ کرنے کا ارادہ نہیں بھی نہیں فرمایا بلکہ اس سے علیحدگی اختیار فرمائی تو آپ ﷺ کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے وہ خود بخود زندہ ہو کر درود فراق محمدی ﷺ میں جمع اٹھا۔

دوسرा مجھہ عیسیٰ علیہ السلام کا گارے کے جانور ہا کراڑا تھا۔ گارے کو لے کر پہلے جانور کی مشکل بناتے تھے۔ اس کے بعد اس میں پھونک مارتے تھے۔ تو وہ خداوند کی قدرت سے زندہ ہو کر اڑ جاتا تھا۔ غرض اس کو کم از کم مشکل میں تو زندوں سے منابت حاصل ہو جاتی تھی۔ لیکن اس سوکھی لکڑی کو تو صورت مشکل میں بھی زندوں سے منابت نہیں حاصل ہوئی تھی۔ بلکہ اپنی اصلی مشکل میں رہ کر زندہ ہو گئی لہذا یہ زیادہ مستجد ہے اور بھر گارے کے جانوروں میں صرف معمولی درجہ کا حیات پیدا ہوتا تھا۔ مگر اس سو کھے ستوں میں علاوہ حیات کے اعلیٰ درجہ کا ادراک و شعور بھی پیدا ہو گیا تھا۔ جس کی تفہیق ابھی گزری ہے۔ تو صرف حیات کے پیدا ہونے سے یہ زیادہ مستجد ہے۔

تیسرا مجھہ عیسیٰ علیہ السلام کا تھایا ہاروں کا اچھا کرنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہتے ہی خداوند تعالیٰ ہیماروں کو اچھا کر دیتے تھے۔ اس کے مقابلے میں حضور ﷺ کے ہاتھ لگاتے ہی تو نبی ہوئی تاکہ فوراً سمجھ ہو جاتی ہے اور گزوری ہوئی آنکھ آپ ﷺ کے ہاتھ لگاتے ہی بالکل اچھی ہو جاتی ہے۔ یہ نقطیوں ہی ہیماروں کے اچھے ہو جانے سے کہیں زیادہ ہے۔ کیونکہ وہاں تو اس سے زیادہ نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے ہیماروں کو اچھا کر دیا تو اس میں صرف قدرت خداوندی کا انہما ہے۔ کچھ برکت جسمانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں نہیں پائی جاتی اور یہاں دونوں موجود ہیں۔ کیونکہ فاعل حقیق توبیہاں بھی خداوند تعالیٰ ہی ہے لہذا قدرت کا انہما یہاں بھی ہوا لیکن بواسطہ جسم محمدی (علیہ السلام) اس قدرت کا انہما کرنا اس بات کی دلالت کرتا

ہے کہ آپ ﷺ کا جسم مقدس نبیع البرکات ہے۔ اب ان تمام ہاتھوں کو دیکھ کر اہل الصاف فیصلہ کریں کہ حضور ﷺ کے مجرمات کے مقابلہ میں مجرمات میں علیہ السلام کو کیا نسبت تھی۔ مگر تعصباً کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔

مجرمات مسویٰ علیہ السلام سے مقابلہ

مسویٰ علیہ السلام کا حصاء زندہ ہو کر سانپ بن جاتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کے تقدق سوکھی کمبوڑی زندہ ہوتی ہے۔ سوکھی لکڑی میں جان آجائے میں تو دونوں برادریں اس کے بعد فرق یہ ہے کہ حصاء کی قتل سانپ کی ہو جانے کے بعد اس میں آثار حیات نمایاں ہوتے ہیں تو اس کو قتل میں زندوں کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن کمبوڑی سوکھی لکڑی کی قتل بھی نہیں بلکہ اپنی اصلی قتل میں رہ کر زندہ ہوتی ہے۔ دیزیادہ تعجب انگیزیات ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ حصاء میں صرف معمولی درجہ کا حیات آتا ہے۔ لیکن اس سوکھی لکڑی میں علاوہ حیات کے ادراک و شعور بھی اعلیٰ درجہ کا پیدا ہوتا ہے۔ جس کی تفتریخ اوپر گزر جکی ہے اور سانپ میں سو اخواص نوع سانپ کے اور کوئی بات پیدا نہیں ہوئی۔

الحاصل حصاء کا صرف سانپ بن جانا اس قدر مستعد نہیں ہے جس قدر ایک سوکھی لکڑی کا بغیر تبدیلی قتل کے انسان بن جانا اور کمال ادراک و شعور ظاہر کرنا اور اسی طرح پتوں کا انسان کی طرح آپ ﷺ کو سلام کرنا حصاء کے سانپ بننے سے بدرجہ زیادہ مستعد ہے اور ایسا یعنی درختوں کا اپنی قتل میں رہ کر حضور ﷺ کی اطاعت میں اپنی جگہ سے حرکت کرنا اور پرده کرنے کی خاطر مل جانا کمال ادراک پر دلالت کرتا ہے۔ جو بغیر انسان کے کسی دوسرے حیوان میں نہیں پایا جا سکتا۔ یہ تمام مجرمات حصاء کے سانپ بننے اور مردوں کے زندہ ہونے سے بدرجہ مستجد ہیں۔

حضرت مسویٰ علیہ السلام کا ایک مجرہ یہ بھی تھا کہ پتھر سے پانی لکھتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں حضور ﷺ کے دست مبارک سے پانی لکھا۔ پانی تو دونوں جگہ سے لکھا۔ مگر پتھر سے پانی کا لکھنا اتنا تعجب نہیں ہے جتنا گوشت دپوت سے لکھنا تعجب انگیز ہے اور علاوہ اس کے پتھر سے پانی لکھنے میں تو صرف قدرت خداوندی کا اظہار ہے۔ مگر دست مبارک سے پانی لکھنے میں علاوہ قدرت کے اظہار کے اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ آپ کا دست مبارک نبیع فوض تھا اور ایسا یعنی آپ ﷺ کے لحاب سے کوئی میں پانی کا زیادہ ہونا نہ تھا ہے کہ جسم مبارک حضور ﷺ کا محدث فوض تھا۔

حضرت مسویٰ علیہ السلام کا ایک مجرہ یہ بیٹھا بھی تھا اس کے مقابلہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجھین کی چڑی کے سر پر بطفیل جتاب رسول اللہ ﷺ اندھیری رات میں جب وہ آپ ﷺ کی خدمت القدس سے رخصت ہونے لگے، روشنی ہو گئی اور وہ جانے والے دو صحابی تھے۔ جہاں سے راستہ جدا ہوا وہاں روشنی بھی منقسم ہو کر دونوں کے ساتھ ہوئی۔ اب خیال فرمائیے کہ دست مبارک موسیٰ علیہ السلام اگر گریبان میں ڈالنے کے بعد یہ قرب قلب منور روشن ہو جاتا تھا تو اول تو وہ نبی و سرے نور قلب کا قرب تو اگر یہ قرب نور قلب دست موسیٰ میں نور آ جائے تو کیا تعجب ہے؟ دو صحابی تو دونوں نبی بھی نہ تھے اور نہ ان کی لڑکی کو قرب و جوار نور قلب تھا۔ بلکہ فقط برکت صحبت نبوی ﷺ تواب الال انصاف فیصلہ کریں کہ مجرمات کس کے اعلیٰ و افضل تھے۔

محجزہ خلیل اللہ سے مقابلہ

آتش نمرود میں خلیل اللہ کے جسم کا نہ جانا واقع میں ایک بہت بڑا مجھرہ تھا۔ لیکن وہ اتنا تعجب انگیز نہیں تھا۔ ہتنا اس دسترخوان کا آگ میں نہ جانا جو حضرت اُس کے پاس بطور تمثیل نبوی ﷺ تھا اور وہ بھی ایک بار بار اس قسم کا اتفاق ہوا کہ جب میں چکناہٹ زیادہ ہو تو نور آگ میں ڈال دیا جب میں چکناہٹ جل گیا انکا لیا اور قصہ مشنوی مولا ناروم میں مذکور ہے۔ اب خیال فرمائیے کہ ایک آدمی کا نہ جانا اتنا تعجب نہیں ہے ہتنا بھور کے پھوٹوں کے دسترخوان کا اور وہ بھی ایسا کہ جس پر چکناہٹ بھی ہوتی ہوا ر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دسترخوان میں زمین و آسان کا فرق تھا اور وہ خود نبی اور نبی بھی ایسے کہ خلیل اللہ اور دسترخوان میں فقط اتنی بھی بات کہ گا ہے گا ہے حضور ﷺ کے ساتھ رکھا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر کھانا کھایا۔

جب حضور ﷺ کے مجرمات کے مقابلہ میں ان حضرات کے مجرمات کی یہ کیفیت ہے۔ باوجوان کے اولو الحرم ہونے کے توباتی حضرات کے مجرمات کا تو آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی کیا کیفیت ہو گی۔

الحاصل حضور ﷺ کے مجرمات علیہ اور عملیہ تمام انبیاء علیہم السلام کے مجرمات سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ لہذا اگر افضلیت کا دار و مدار مجرمات علی پر رکھا جائے تو تب بھی حضور ﷺ ہی افضل الانبیاء ثابت ہوں گے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام جس قدر مجرمات لائے تھے۔ جب دنیا سے رحلت فرمائی تو ان کو بھی ساتھ ہی لے گئے۔ اس وقت اگر آپ چاہیں کہ کسی نبی کے مجرہ کا مشاہدہ کریں تو غیر ممکن ہے مگر رسول اللہ ﷺ رحلت کے بعد بھی قیامت تک اپنا مجرہ (یعنی قرآن شریف) باقی چھوڑ کرے۔ جو آپ ﷺ کا علمی مجرہ ہے اور تمام مجرمات سے

اعلیٰ و افضل ہے۔ کوئی خالف اس کے مقابلہ میں سرنہیں اٹھا سکتا۔ جس کی قدرتے تشریع اوپر گزر ممکن ہے اور مزید تفصیل عنقرہب آئے گی۔ غرض آپ ﷺ کی صداقت کی ولیل علی الفتن کے سامنے ہر وقت موجود ہے۔ اسی کے تعلق فرمایا ہے رسول ﷺ نے: "مَأْمُونُ الْأَنْبِيَاَ مِنْ نَبِيٍّ
الْأَقْدَمُ أَعْطَى مِنَ الْأَيَّاتِ مِثْمُولُهُ أَمْنٌ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَانْمَا كَانَ الَّذِي أَوْتَيْتُ وَحْيًا
أَوْحَى اللَّهُ إِلَى فَارِجَوْا أَنْ أَكْوَنَ أَكْثَرُهُمْ تَابِعِيَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَتَّفِقٌ عَلَيْهِ"

ھے کہ نہیں پیغمبروں میں سے کوئی پیغمبر مگر کہ حجتین دیا گیا مہرات میں سے اس قدر کہ شل اس قدر کے ایمان لاسکے اس پر بشر اور بیک جو چیز کہ مجھے عطاہ کی گئی ہے وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف پہنچی ہے۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ میں قیامت کے روز از روئے تابعداروں کے تمام پیغمبروں سے زیادہ ہوں گا۔ یہ مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کو اپنے اپنے زمانہ میں ایسے مہرات عطاہ کئے گئے کہ ان کو دیکھ کر لوگوں کو ان کی صداقت کا یقین ہو سکے۔ مگر ہر نبی کے مہرات اسی کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھے۔ اس کی رحلت کے بعد مہرات بھی منقطع ہو گئے۔ لیکن مجھے جو مہرہ دیا گیا ہے۔ وہ قیامت تک باقی رہے گا۔ ہر زمانہ میں اس کو دیکھ کر لوگ ایمان لا سکیں گے۔ اسی وجہ سے میرے تابعین قیامت کے روز زیادہ ہوں گے اور وہ مجزہ قرآن شریف ہے۔ جس کی تشریع اوپر گزر جکی ہے۔

حضرات فشاری کی طرف سے حضور ﷺ کی افضليت پر اعتراضات تو اور بھی کئے گئے ہیں۔ لیکن افضليت کی تشریع ذکورہ میں غور کرنے والا ان سب کا جواب نہایت آسانی کے ساتھ دے سکتا ہے لہذا ان سب کا ذکر کرتا ہے فائدہ ہے۔

جو حقیقی افضليت کے بیان کئے گئے ہیں۔ وہ کسی دوسرے نبی میں کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا اور نہ کسی نبی نے سوا حضور ﷺ کے اس افضليت کا دعویٰ کیا ہے۔ توب اگر کوئی شخص کسی دوسرے نبی میں وہ افضليت ثابت کرنا چاہے تو اول تو وہ (مدی ست گواہ چست) کا مصدق ہو گا اور دوسرے اس دعویٰ کو پایہ بخیل تک پہنچانا غیر ممکن ہو گا۔

حضرتو ﷺ کے قطعہ عرب میں معموث ہونے کی حکمت

حضرتو ﷺ کو تمام دنیا کا ہادی و مصلحت بنا کر بیجا گیا تھا۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ لیکن اظہر میں شخص ہے کہ تمام دنیا کی اصلاح بلا واسطہ ایک شخص سے ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ اس کو ہزار سال سے بھی زیادہ عمر دی جائے۔ خصوصاً ایسے شخص سے کہ اس کو فقط ۲۳ سال اس کام کے لئے دیئے جائیں اور رکلت سامان کی یہ حالت ہو کہ گزر را واقعات کی خاطر قوم کی بکریاں چڑا تا ہو۔ سلطنت

وکلر کا ہوتا تو درکنار اور بچپن میں شیم ہونے کا صدمہ بھی اخھاچا کا ہوا اور لکھنے پڑھنے کی یہ حالت ہو کہ کبھی قلم ہاتھ میں نہ پکڑا ہوا اور کسی استاد سے ایک حرف بھی نہ سمجھا ہو لہذا اصلاحت کا تفاہایہ ہوا کہ کسی ایک قوم کو منتخب کر کے پہلے اس کو اس قوم میں سمجھا جائے تاکہ اول اس قوم کی اصلاح کر کے اس کو اپنا دست بازو دینا کراس کے ذریعہ سے آپ ﷺ تمام دنیا کی اصلاح کریں۔

آپ ﷺ کی بعثت کے ودھے ہیں۔ اولاد بالذات اس قوم کی اصلاح اور ثانیاً و بالواسطہ باقی تمام لوگوں کی اصلاح۔ کیونکہ وہ قوم بخوبی آلہ کے ہو گی اور آلہ کا حصول مقدم ہوتا ہے۔ جب تک آلہ نہ ہو کام نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی جب تک اس قوم کی اصلاح پہلے نہیں ہو گی تو تمام دنیا کی اصلاح براہ راست ایک شخص سے ممکن نہیں ہے۔ اس انتخاب کا قرعد فیصلہ ازی میں قطعہ عرب پر واقع ہوا الہارحمۃ للعالمین کو مکہ مظہرہ میں قوم قریش میں مبوث کیا گیا۔

باقی رعنی یہ بات کہ قطعہ عرب کے انتخاب میں کیا حکمت تھی کہ تمام دنیا کو چھوڑ کر اسی قطعہ کو منتخب کیا گی۔ تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ اس میں تین حکمتیں تھیں۔

۱..... اول سنت خداوندی یہ ہے کہ اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے ہر کام میں وہ راستہ تجویز فرماتے ہیں جو تمام راستوں سے زیادہ آسان و مختصر ہو۔ اس سنت کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی بعثت کے لئے مکہ مظہرہ سے بہتر اور کوئی قطعہ زمین کا نہیں تھا۔ اس لئے کہ جس نبی کو تمام دنیا کی اصلاح کرنی ہو۔ اس کی بعثت کے لئے وہ جگہ منتخب ہوئی چاہئے جو تمام دنیا کے وسط میں بخوبی مرکز کے ہوتا کہ ہر طرف آسانی سے مکنخ سکے۔ اگر اس کو ایک کنارے پر کھڑا کیا جائے تو اس کو بہت بڑی وقت پیش آئے گی اور تمام زمین کا واسطہ اور مرکزیت اللہ ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے: ”قالوا الكعبۃ سُرَّة الارض و وسطها“ (خانہ کعبہ زمین کی ناف ہے۔)۔

الہذا حضور ﷺ کو مکہ مظہرہ میں مبوث کیا گیا۔

۲..... قطعہ عرب نعمت بنت سے زمانہ دراز سے محروم چلا آ رہا تھا اور یہود جو ملک شام میں آباد تھے، وہ آباد اجداد سے نعمت بنت سے بہریاب تھے۔ عرب کے لوگ جب ملک شام میں بزرض تجارت جاتے تھے۔ تو یہود کی طرف حضرت کی نگاہ سے اس طرح دیکھا کرتے تھے جس طرح ایک محتاج جو آباد اجداد سے محتاج چلا آ رہا ہو۔ ان لوگوں کی طرف حضرت سے دیکھتا ہے جو آباء و اجداد سے اغصاء چلے آ رہے ہوں اور عرب کو اسی وجہ سے اہمیت (یعنی ناخواندے) کہا جاتا تھا کہ وہ زمانہ دراز سے نعمت بنت سے محروم چلے آ رہے تھے۔

پس رحمت الہی کو جوش آیا کہ ان کی سیکلروں برسوں کی محرومی کو دور کر کے دولت نعمت

سے ان کو سرفراز فرمائے۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ کی بحث کے لئے قطعہ عرب کو منتخب کیا گیا۔ اس وجہ سے قرآن شریف میں متعدد جملے میان کیا گیا ہے۔ سورہ طیبین میں ہے: ”تَنْزِيلُ الرَّحِيمِ لِتَنْذِيرِ قوماً مَا نذَرَ آبَاهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ“ ۶۰ یہ قرآن شریف خدا نے زبردست و مہربان کی طرف سے تازل کیا گیا ہے تا کہ آپ ﷺ ایسے لوگوں کو ڈرا میں جن کے باپ دادے نہیں ڈرانے گئے تھے۔ سوا کی وجہ سے یہ بے خبر ہیں۔ ۶۰

اور سورہ قصص میں ہے: ”ولَكُنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتَنْذِيرِ قَوْمًا مَا تَهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعْلَمُ يَقْنُكُرُونَ“ ۶۱ لیکن آپ ﷺ اپنے رب کی رحمت سے نبی بنائے گئے تا کہ آپ ﷺ ایسے لوگوں کو ڈرا میں جن کے پاس آپ ﷺ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ کیا تجھب ہے کہ وہ فتحت قول کریں۔ ۶۲ وہ لوگ آیات میں قوم سے مراد عرب ہیں اور وہ لوگ آیات کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ زمانہ دراز سے نعمت نبوت سے محروم تھے لہذا رحمت الہی کو جوش آیا کہ ان کی محرومی کو دور کیا جائے۔

اور اس حکمت کا حاصل دوسری عبارت میں یہ ہے کہ وہ امراض روحانیہ جن کا علاج کرنے کے لئے انجیاء علیہم السلام بیسیے جاتے ہیں۔ وہ امراض قطعہ عرب میں انتہاء کو پہنچ گئے تھے۔ حتیٰ کہ بیت اللہ جسی پاک جگہ بیت الا صنام نبی ہوئی تھی۔ تن سو سالہ بنت بیت اللہ کے اردو گرد رکھے ہوئے تھے اور ایسا یہ باتی خایماں بھی حد سے گزر گئی تھیں اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ لوگ زمانہ دراز سے نعمت نبوت سے محروم تھے۔ کوئی مصلح ان کے پاس نہیں آیا تھا۔

حاصل یہ لوگ روحانی ڈاکٹر کے زیادہ محتاج تھے بسیساً اور وہیں کے لہذا ان کی روحانی پیاروں نے بزمیں حال دربار خداوندی میں دست دعا دراز کر کے روحانی ڈاکٹر کی درخواست کی۔ رحمت خداوندی نے فوری تھا ضایع: ”اجب دعوة الداع اذادعان“ منظوری فرمائی کرنی کریں ﷺ کو مجموعت فرمایا اور ان پیاروں کی اصلاح کے لئے ایک ایسا زبردست مصلح بھیجا جو تمام مصلحین کا سرستاخ تھا۔

..... حضور ﷺ کی بحث کے لئے اولاً ایک قوم کا منتخب کرتا تو ضروری تھا۔ جس کی تشریع اوپر گزر جکی ہے۔ لیکن مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ قوم منتخب کی جائے جو مقصد بحث کے پورا کرنے میں زیادہ لفڑ ہو اور وہ مقصد تمام دنیا کی قوموں کی اصلاح ہے لہذا پہلے اسکی قوم منتخب ہونی چاہئے جو دنیا بھر کی قوموں سے زیادہ بہادر دقوی ہو۔ اگرچہ اس کی اصلاح میں رسول ﷺ کو بہت زیادہ مشکلات میں آئیں۔ کیونکہ اسکی بہادر قوم کی اصلاح ہو جانے کے بعد وہ تمام دنیا کی قوموں

کو تھیک کر دے گی۔ بے شک ایسی قوم کا تھیک کرنا بہت ہی مشکل ہو گا۔ کیونکہ وہ یہ جو قوت و شجاعت کے آسانی سے اطاعت قول نہیں کرے گی۔ لیکن جب تھیک ہو جائے گی تو دنیا بھر کی قویں اس کے آگے سر تسلیم ختم کریں گی۔ یہ بات قطعہ عرب ہی میں پائی جاتی تھی۔ تمام قطعہ عرب دنیا بھر کی قوموں سے زیادہ بہادر تھا۔ خصوصاً قوم قریش بہادری میں تمام عرب میں متاز تھی لہذا مصلحت کا تقاضا ہی تھا کہ آپ ﷺ کو قریش میں مبouth کیا جائے۔

آپ ﷺ کو جوان لوگوں کی اصلاح میں وقتیں اٹھانی پڑیں۔ وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ مگر اس قوم نے اصلاح پذیر ہونے کے بعد دنیا کی اصلاح کا کام کیا ہے۔ وہ بھی اظہر من المحسن ہے۔ ان لوگوں نے قیصر و کسری کے تحت ہلا دیئے تمام دنیا کو تد و بالا کر دیا۔ روئے زمین میں کوئی قوم ایسی نہیں تھی جو ان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ سکے۔ بہت تھوڑے عرصہ میں تمام دنیا میں اسلام پھیل گیا۔ مثلاً اگر حضور ﷺ کو ہندوستان میں مبouth کیا جاتا تو ہندوستان کی اصلاح میں آپ ﷺ کو اتنی وقت پیش نہ آتی جتنی عرب میں پیش آئی۔ لیکن اسلام رہتا ہندوستان میں ہی۔ ہندوستان کے حدود سے آگے تجاوز نہ کرتا تو گو حضور ﷺ کو تو تکلیف کم ہوتی مگر آپ ﷺ کی بعثت کا جو مقصد تھا (یعنی تمام دنیا میں اسلام پھیلانا) وہ ہرگز حاصل نہ ہوتا۔ کیونکہ ہندوستان کے لوگ اس قابل نہیں تھے کہ بڑی بہادر قوموں کا مقابلہ کر سکتے۔ یہ عرب ہی کا کام تھا کہ فاقوں کے مارے پہیٹ پر پھر باندھے ہوئے ہیں۔ لیکن جب تکوار لے کر کھڑے ہوتے ہیں۔ تو پھر اڑا دیتے ہیں۔ غرض ان کے کارنا محتاج بیان نہیں ہیں۔

اسی حکمت کو مد نظر کر کے ہوئے حدا و ند تعالیٰ نے اپنے بیارے جسیب ﷺ کو قطعہ عرب میں مبouth فرمایا اور ان کے ذریعے اسلام دنیا میں پھیلایا۔

تقریباً تکوہہ بالا سے بعض علمائیں کا وہ شبہ بھی زائل ہو گیا جو آپ ﷺ کی بعثت کے عام ہونے پر کیا جاتا ہے۔ بچہ جان نصوص کے جن میں آپ ﷺ کا خاص عرب کے لئے مبouth ہوتا مذکور ہے۔ جیسا کہ ان دو آیات میں جو اور پر گزر جکی ہیں۔ کیونکہ ان نصوص میں تخصیص باضبار بعثت اولاد بالذات کے ہے۔ جیسا کہ اور پر منفصل گزر چکا ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ آپ ﷺ باقی لوگوں کے لئے نہیں تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کی بعثت کا عام ہونا دلائل سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اور پر گزر چکا ہے۔

حضور ﷺ کے امی ہونے کی حکمت

جب یہ فیصلہ ہو چکا کہ آپ ﷺ کی بعثت کے لئے قطعہ عرب ہی کا منتخب ہونا مصلحت

ہے۔ تو اس کے بعد مصلحت کا تقاضا بھی تھا کہ آپ ﷺ ای ہوں۔ پڑھے لکھنے ہوں پھر وجوہ: عرب چونکہ ای تھے اور امیوں کی طرف نبی بھی ای ہوتا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اس صورت میں افادة و استفادہ میں آسانی ہوگی۔ اس لئے کہ جس قدر مرسل و مرسل الہم میں اتحاد زیادہ ہوتا ہے۔ اسی قدر افادة و استفادہ میں زیادہ آسانی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں نبی کا طرز کلام ان کے محاورات و عادات کے بالکل موافق ہوتا ہے۔ ان کو سمجھنے میں وقت پیش نہیں آتی اور آپ میں اس بھی زیادہ ہوتا ہے اور اگر آپ ﷺ پڑھے لکھنے ہوتے تو ان لوگوں کو آپ ﷺ سے اس بھی کم ہوتا اور آپ ﷺ کا کلام بھی ان کے مطابق نہ ہوتا۔ اس وجہ سے ان کو افادة و استفادہ میں وقت پیش آتی۔ اس حکمت کی طرف اشارہ اس آیت میں: ”هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأَمَمِينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ (جَمِيعَهُ)“ ﴿اللَّهُوَ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک شفیر بھیجا۔﴾

..... مصلحت وقت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ﷺ کو جزء کتاب کی صورت میں دیا جائے۔ جس کی تشریح مجرمات کے بیان میں گزرنگی ہے۔ میں اگر آپ لکھنے پڑھے ہوتے تو بظاہر اس شبہ کی سمجھائش ہوتی کہ آپ ﷺ چونکہ لکھنے پڑھے ہیں لہذا کتابوں کو دیکھ بحال کر اپنی طرف سے جمع کر لیتے ہیں۔ گوئی کے بعد جب مقابلہ سے عاجز ہو جاتے تو یہ شبہ بھی زائل ہو جاتا لیکن قبل از تحدی اس کی سمجھائش ہوتی۔ لیکن آپ ﷺ کے ای ہونے کی صورت میں اس شبہ کی ابتداء میں ہی جزو کش جاتی ہے۔ جیسا کہ اس آیت: ”وَمَا كُنْتَ تَتْلُو أَمْنَ قَبْلَهُ“ میں اس کی تقریب گزرنگی ہے۔

..... اگر آپ ﷺ لکھنے پڑھے ہوتے تو آپ ﷺ کو کتاب بھی لکھی لکھائی یک دم دے دی جاتی۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو دی گئی تھیں۔ لیکن قوم قریش کی درمیشی و دخالت میانگی اس قدر حد سے بڑھی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ سے کتاب کو چھین کر پارہ پارہ کر دیتے۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک ورق بھی نہ رہنے دیتے۔ اسی مصلحت کی وجہ سے جب تک فرعون غرق نہیں ہوا، موسیٰ علیہ السلام کو کتاب نہیں دی گئی۔ غرض قوم قریش کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے مصلحت کا تقاضا یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو لکھا پڑھانہ بنایا جائے تاکہ لکھی ہوئی کتاب دینے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ ای رکھ کر تھوڑا تھوڑا کر کے کتاب یاد کروی جائے تاکہ آپ ﷺ کے قلب میں محفوظ رہے۔ کسی شخص کا اس پر قابو ہی نہ ہونے پائے۔ اسی کے متعلق ارشاد ہے سورہ شراء کی اس آیت

میں: ”نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ“ ۝ اس (قرآن مجید) کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ ﷺ کے قلب پر۔ ۝ اس کے علاوہ اور بھی کئی آیات میں اس کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ کو کتاب لکھائی نہیں دی گئی۔ بلکہ آپ ﷺ کے قلب پر اتنا روی گئی ہے اور اس کا محل نزول آپ ﷺ کے قلب مبارک کو فرار دیا گیا ہے۔

اس تقریر سے کفار کا ایک شبہ بھی راہل ہو گیا جو بوجہ نادانی کے آپ ﷺ پر کرتے تھے جو سورہ فرقان کی اس آیت میں مذکور ہے: ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نَزَّلْنَا عَلَيْهِ الْقُرْآنَ جَمْلَةً وَاحِدَةً“ ۝ آپ ﷺ پر قرآن شریف و فتحہ واحدہ کیوں نہیں اتنا را گیا مشل توراۃ وغیرہ کے۔ ۝

اس اعتراض سے کفار کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ کتاب خدا کی طرف سے ہوتی تو پھر اس کو تدریجیا نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ محبوب ﷺ خود سوچ سوچ تھوڑا تھوڑا بنا لیتے ہیں۔

اور تقریر یہ کوہہ بالا سے اس اعتراض کا ازالہ اس طرح پر ہوا کہ جب یہ بات طے ہو گئی کہ حضور ﷺ کا ای ہونا ہی مصلحت ہے۔ تو پھر ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کو کتاب یک دم لکھی لکھائی دینا خلاف مصلحت ہے۔ کیونکہ اس کو پڑھنیں سکتے۔ بلکہ تدریجیا آپ ﷺ کو یاد کر ادی جائے گی۔ جیسا کہ ای آدی کے پڑھانے کا طریقہ ہے کہ اس کو تھوڑا سا سبق دے دیا جاتا ہے۔ جب اس کو یاد کر لیتا ہے۔ تو پھر دوسرا سبق دے دیا جاتا ہے۔ نہ تو وہ یک دم ساری کتاب کو یاد کر سکتا ہے۔ اور وہ لکھی ہوئی پڑھ سکتا ہے اور آپ ﷺ سے پہلے جوانبیاء علیہم السلام تھے۔ وہ چونکہ لکھے پڑھے ہوئے تھے لہذا ان کو فتحہ واحدہ کتاب دے دی جاتی تھی۔

اس حکمت عملی کی وجہ سے اس کی ضرورت ہوئی کہ آپ ﷺ کو تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن شریف یاد کرایا جائے۔ ورنہ آپ ﷺ برداشت نہیں کر سکیں گے اور گھبرا جائیں گے۔ یہی حکمت عملی ارشاد فرمائی ہے باری تعالیٰ نے کفار کے اعتراض کے جواب میں: ”كَذَالِكَ لَنْ ثَبَتْ فَوَادِكَ وَرَتَلَنَاهُ تَرْتِيلًا“ ۝ کہ اس طرح (تدریجیا) اس لئے (ہم نے نازل فرمایا) ہے تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے آپ ﷺ کے دل کو قوی رکھیں اور (ای لئے) ہم نے اس کو بہت شہر نہ ٹھہر کر اتنا راہے۔ ۝ (حتیٰ کہ عیسیٰ سال میں پورا ہوا) اور تھوڑا تھوڑا کر کے اتنا نے میں کئی وجہ سے آپ ﷺ کے لئے تقویت قلب ہے۔

- ۱..... یاد کرنے میں آسانی درنہ کتاب حنفیم کا بے لکھے پڑھے آدمی کو دفعتہ یاد کرنا عادۃ دشوار ہے اور اس کو دیکھ کر طبعیت کا پریشان ہونا امر طبیعی ہے اور تدریج کی صورت میں دل قوی رہتا ہے۔
- ۲..... جب کفار کوئی اعتراض یا ان گوار محااملہ کرتے تب ہی آپ ﷺ کی تسلی نازل ہو جاتی اس میں زیادہ تقویت قلب ہوتی ہے پہ نسبت اس کے کہ ایک کتاب آدمی کے پاس ہوا اور وقت پر اس میں سے مضمون ٹلاش کر کے کام میں لائے۔
- ۳..... بار بار پیغام خداوندی کا آنا اور سلسلہ مراسلت کا جاری رہنا شہادت ہے معیت خداوندی کی جو ممار عظیم ہے تقویت قلب کا امثال ذالک۔

اعتراض

ممکن ہے کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ گوبے لکھے پڑھے آدمی کا یک دم کتاب حنفیم کو یاد کر لیا عادۃ دشوار ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ جب انبیاء علیہم السلام کو مجرمات عطا فرماتے ہیں۔ جو عادت کے خلاف ہوتے ہیں۔ تو ایک مجرمہ یہ بھی عطا فرمادیتے کہ حضور ﷺ کو کتاب یک دم یاد کر ادیتے اور اگر خواہ مخواہ مرحبا ہی نازل فرمائی تھی تو اتنی لمبی مدت کیوں لگائی۔ بلکہ روزانہ ایک ایک رکوع نازل کر کے ایک دو سال میں قصہ ثُمُم کرو یتے تو اس صورت میں بھی آسانی سے یاد ہو سکتا تھا۔

جواب

تقویت قلب کے وجود ہو ٹکھیاں ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہمیں وجہ تو پہنچ اعتراض کی دونوں صورتوں میں حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن دونسری اور تیسری وجہ تقویت کی دونوں صورتوں میں فوت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سلسلہ اعتراضات تو آپ ﷺ کی تمام عمر تک جاری رہے گا لہذا خداوند تعالیٰ کی طرف سے شہادت معیت کی بھی تمام عمر ضرورت رہے گی۔ اس لئے مصلحت کا تقاضا بھی تھا کہ سلسلہ مراسلت کا بھی تمام عمر جاری رہے۔ اس لئے تجسس بر سر میں قرآن شریف کی تجھیں ہوئی اور یہ معنی: ”ورتلناہ ترتیلا“ کے صاحب کشاف نے کہے چیز تو گویا: ”ورتلناہ ترتیلا“ کے اضافہ کرنے سے اعتراض کی دونوں صورتوں کے جواب کی طرف اشارہ ہو گیا۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ اعتراض کی دونوں صورتوں میں تقویت کے بعض وجوہ فوت ہو جاتے ہیں لہذا مصلحت کا تقاضا بھی تھا کہ تجسس سال کی مدت میں نزول قرآن شریف کو پورا کیا جائے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صدع النقاب عن جسasse الفنجاب



حضرت مولانا سید محمد اولیس سکر وڈھوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دیباچہ

حامد اوصیلیا مسلمان اباعد حضرت استاد جناب مولانا مولوی محمد انور شاہ صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے رسالہ اکفار الْمُحْدِّين فی شی من ضروریات الدین تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں سائل اجتماعیہ اور قطبیہ کے مکفر اور ضروریات دین یعنی متواترات شرعیہ میں تاویل کرنے والے کی تکفیر کا مسئلہ کافی اور واقعی دلائل کے ساتھ نہایت شرح و بسط کر کے لکھا جو عقرب پ شائع ہونے والا ہے۔ اس رسالہ میں حضرت مదوح نے ایک قطعہ انجاز یہ تم فرمایا تھا جو امت مرحومہ اور بالخصوص علماء کی خدمت میں بطور استدعا کے ہیں اور مرزا کے کفریات جن کی وجہ سے وہ کافر قطبی ہے اور ان کے دلائل اس قطعہ میں لکھے ہیں۔ اختر نے اس قطعہ کو باخلاقہ چند اشعار اور سعیل حوالجات جن میں مرزا قادریانی کی ان عبارتوں اور وعاوی کا نمونہ ہے کہ ایک ایمان دار مسلمان ان عبارتوں کوں کر مرزا قادریانی کے کفر والیاں میں تردیدیں کر سکتا۔ محدث جمہ اشعار کے علیحدہ کر کے چھپوایا تاکہ ہر شخص نفع اٹھائے اور اس فتنہ صماء اور عمیا کی اہمیت سمجھ کر اس کے استیصال و اعمال کی فکر کرے۔
والسلام!

سید محمد اور لیں عفالت الدّعّۃ مدرس دارالعلوم دیوبند

آلٰیٰ عِبَادَةِ اللّٰہِ قُوْمُوا وَ قَوْمُوا **خُطُوبَةِ الْأَئْمَّةِ مَا لَهُنَّ يَذَانٌ**
 ”خبردارے خدا کے بندو تیار ہو جاؤ اور جو ناقابل برداشت مصائب ثوٹ پڑے ہیں
 ان کو درست کرو۔“

اس شعر میں مؤلف دام ظلہ کی غرض امت مرحومہ اور بالخصوص جماعت علماء کو اس قادریانی فتنہ کی طرف توجہ دلانا ہے جس نے دنیاۓ اسلام میں زندقة اور الحاد اور ارتاد اکی بنیاد رکھی۔

وَقَدْ كَادَ يَنْقُضُ الْهُدَى وَ مَنَارَةٍ **وَذَخَرْيَّ خَيْرٍ مَالِذَاكَ تَذَانٍ**
 ”بہت قریب ہے کہ ہدایت اور نشان ہدایت گر جائیں اور خیر دور ہو گئی ہے جو پھر نزدیک ہونے کوئی نہیں ہے۔“

ہدایت اور نشان ہدایت گر جانے سے آیات قرآنی میں غل فسل اور انہیاء علیہم السلام کی توہین و تذلیل کئے جانے کی طرف اشارہ ہے۔

يُسَبِّبُ رَسُولُّ مَنْ أُولَى الْقُرْبَى فَيُنَكِّمُ . تَكَادُ السَّمَا وَالْأَرْضَ تَنْفَطِرَانِ
”ایک اولو الحرم رسول تمہارے سامنے ذمیل کیا جائز ہے قریب ہے کہ آسمان
اور زمین پھٹ پڑیں۔“

رسول اولو الحرم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کی توہین و تذمیل میں مرزا
غلام احمد قادریانی نے کوئی وقیفہ اٹھانہ رکھا اور اس کے مرید بھی آج تک اسی کی اشاعت میں سرگرم
ہیں اور یہیں اس فرقہ کا موضوع ہے۔ یہی ان کی غرض ہے۔ مرزا نے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام
ہی کی توہین پر بس نہیں کی بلکہ خاتم الانبیاء ﷺ اور دوسرے اولو الحرم رسولوں کے الہام اور روی
میں غلط فہمی کا الزام اور خاتم الانبیاء ﷺ کے مجددات کی زیادتی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی اصلوٰۃ
والسلام پر بھی اپنا تفویق ظاہر کیا ہے۔ جس کو ہم اسی کی عبارتوں سے مدد حوالہ کتاب اپنے اپنے
موقعہ پر لکھیں گے۔ جن کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس مفتری کذاب نے انبیاء اور مرسلین کی
نبوت اور رسالت میں اپنی نبوت کو لایا اور ملایا ہی نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ثابت کرنے کی کوشش
کی ہے۔ اب ہم مرزا کے وہ کلمات کفریہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اس نے اپنی
کتابوں میں لکھے ہیں، مدد حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

کفریات مرزا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں

..... ”آپ کا بخوبیوں سے میلان اور محبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت
درمیان ہے ورنہ کوئی پر ہیزگار انسان ایک جوان بخوبی (کبھی) کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس
کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگادے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں
کو اس کے ہیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔“

(ضیغمہ انجام آئتم مصے، روحانی خزانہ نج ۱۱۱ ص ۲۹۱)

۲..... ”آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ قین وادیاں اور ننیاں آپ کی
زنگار اور کبھی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔“

(حاشیہ ضیغمہ انجام آئتم مصے، خزانہ نج ۱۱۱ ص ۲۹۱)

۳..... ”یوسع مسح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یوسع کے حقیقی بھائی اور حقیقی
بہنیں تھیں۔ یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھی۔“ (حاشیہ کشی نوح ص ۱۸، خزانہ نج ۱۱۱ ص ۱۸)

۴..... ”آپ کو گالیاں دینے اور بذہبی کی اکثری عادت تھی۔ اوفی اوفی بات پر غصہ آ
جاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے

افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر کال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔“

(حاشیہ فیصلہ انعام، قسم ۵، بخارائی ج ۱۹ ص ۲۸۹)

مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام علی پر بس نہ کی۔ حضرت مریم علیہما السلام کی عصمت پر بھی داغ لگا چاہا۔ ”کبرت کلمة تخرج من افواهم ان يقولون الا كذبا“
..... ۵

”اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تین نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کی نہایت اصرار سے بیچھے حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت میں حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے بعد کوئی کوئی ناقص توڑا گیا اور تحدیداً زواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی ہے۔ یعنی باوجود یوسف نجار کے پہلے بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آؤے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبور یا انسٹی چھیں جو ہوں آگئیں۔

اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔“ (کشی لوح حس، بخارائی ج ۱۹ ص ۱۸)

..... ۶ ”بلکہ بھی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں ناگیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوڑا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں بھی کاتام حصور رکھا مگر صحیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے تھے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔“ (دافتہ البلاطم، بخارائی ج ۱۸ ص ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲)

..... ”ہائے کس کے سامنے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں صاف طور پر جھوٹی لکھیں اور آج کوں زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کرے۔“

(اعجاز احمدی ص ۱۲، بخارائی ج ۱۹ ص ۱۲۱)

اس عبارت کو پڑھ لینے کے بعد ہر موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کے دل پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کس درجہ تنظیم اور وقعت ہے اور ان واقعات کو جو اس کی پہلی عبارتوں میں نقل ہوئے ہیں، کس درجہ تک صحیح مانتا ہے۔

وَطَهَرَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكُفْرِ وَلِئِنْهُ
”جس رسول کو حق تعالیٰ نے کافروں کے ناپاک ہاتھوں سے پاک کیا اور محض وزوزخ
کے لئے بعض جھوٹی نبوت کی خیال بند یوں کا چھوڑ دیا۔“

اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں حق تعالیٰ نے اپنے اولو العزم پیغمبر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی نافرمان قوم کے ہاتھوں سے مامون و مصون رکھنے کا وعدہ فرمایا اور اپنی طرف بلا لینے کا قصد ظاہر فرمایا۔

”یعیسیٰ انسی متوفیک و رافعک اللہ و مطھرک من الذین کفروا“
ہے عیسیٰ (تم گھبراو نہیں) میں تم کو کامل طور پر لے لوں گا اور تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور کافروں کے ناپاک ہاتھوں سے پاک کروں گا۔

حق تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دے کر جو وعدہ کیا تھا۔ انجام کارس کو پورا فرمایا اور یہودیوں کے خیالات کی تخلیط کی اور جو مخصوصہ انہوں نے باندھا تھا وہ اس میں ناکام رہے جیسا کہ اس پر قرآن شاہد اور تاطق سے اور حق تعالیٰ کا یہ ارشاد: ”وَمَا قتلوه يَقِينًا بِأَنَّ رَفْعَةَ اللَّهِ أَلِيَّهُ“ ہے یہود نے ان کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھایا۔ یہ ایفاء وعدہ کا واضح بیان ہے۔

وَخَارَبَ قَوْمً رَبَّهُمْ وَنَبِيَّهُ فَقُوْمُوا النَّصِيرِ اللَّهُ إِذْهَوْدَان
”ایک قوم نے اپنے خدا اور نبی سے لڑائی باندھی۔ لیں تم اللہ کی مدد پر کھڑے ہو جاؤ جو تمہارے قریب ہے۔“

قوم سے مراد ملاحدہ اور شیاطین کی ایک مخصوص جماعت قاریانی گروہ ہے۔ جس نے قرآن و حدیث کی تعلیم کے خلاف کفر والحا کو پھیلا کر مخلوق خدا اور امت مرحومہ کو مرتد و مخدہ بنانے کا خیال جمار کھا ہے اور ”ان الذین يلحدون فی ایاتنا“ کے مصدق خود تو تھے مسلمانوں کو بھی بنا چاہتے ہیں۔

وَقَدْ عَيْلَ صَبَرِی فِی اِنْتِهَاكِ حُذُوْدَه فَهَلْ ثُمَّ دَاعَ اُمُجِیْبُ اَذَانِی
”خدا کی حدود توڑی جانے کی وجہ سے میرا سب مغلوب ہو گیا۔ پس ہے کوئی اس جگہ بلانے والا یا میری آواز کا جواب دینے والا۔“

وَإِذْ عَرَّ خَطْبَ جِئْتُ مُسْتَنْصِرِ اِبِکُمْ فَهَلْ ثُمَّ غَوْثٌ يَا الْقَوْمُ يُدَانِی
”اور جب مصیبت حد سے بڑھ گئی تو میں تم سے مدد چاہنے آیا میں اے قوم ہے کوئی فریاورس جو میرے نزدیک ہو۔“

لَقَمْرِی لَقَدْ نَبَهْتُ مَنْ كَانَ نَاقِمَا وَأَسْقَفْتُ مَنْ كَانَ أَذْنَانِ
”تم ہے مجھے کہ میں نے سوتے کو جگایا اور جس کے کان تھے اس کو سنایا۔“

وَنَادَيْتُ قَوْمًا فِی فَرِیْضَةِ رَبِّهِمْ فَهَلْ مِنْ نُحَسِّنِ لِمَنْ أَهْلِ زَمَانِ
”وَنَادَيْتُ قَوْمًا فِی فَرِیْضَةِ رَبِّهِمْ“

”اور قوم کو اس کے خدا کے فرض کی طرف بلا یا ہیں ہے کوئی زمانہ میں جو میرا مددگار ہو۔“

دَعْوَا كُلُّ أَمْرٍ وَاسْتَقِيمُوا لِمَا نَهَىٰ وَقَدْ عَادَ فَرْضُ الْغَيْنِ عِنْ دُعَائِيَانٍ
”سب کچھ چھوڑ دو اور جو قدر در پیش ہے اس کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اگر آنکھ کھول کر
دیکھے تو ہر شخص پر فرض عین ہو گیا ہے۔“

ان اشعار میں اس فتنہ کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ
تمام فتنوں سے بڑھ کر فتنہ ہے۔ اس کے انداوی کیلئے ہر مسلمان کا فریضہ ہے اور جس ممکن سے ممکن
صورت سے بھی ہو سکے اس کا انداوا لابدی ہے۔ قرآن نے ایسے فتنہ انگیز اور شریف گنوں کے قدر
اور شرکوں کو دبانے کے لئے متعدد جگہ مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے: ”يَا إِيَّاهَا النَّبِيُّ جَاهِدُهُ
الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَأَغْلَظُ عَلَيْهِمْ وَمَا وَهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسُ الْمَصِيرُ، يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ
مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةُ الْكُفَّارِ وَكُفَّارُو وَابْعَدُ اسْلَامَهُمْ وَهُمْ وَابْمَالِهِمْ يَنْذَلُوا“

اس آیت میں منافقین کا عنوان صرف شاخت اور پھچان کے لئے رکھا ہے۔ ورنہ یہ
سر اکلہ کفر کرنے کی ہے اور اس آیت میں کئی مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ کلہ کفر کہہ دینے سے
آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ کلہ کفر ہرzel کے طور پر کہنا بھی کفر ہے۔ تیسرا یہ کہ مرتد کی سزا قابل
ہے۔ ہمارے منافقین نے نعمت اللہ خان مرتد کے قتل پر (جس کو افغانستان نے اس کے اندادوی
وجہ سے یہ سزاوی) بہت شور چایا اور اس کے اس فعل کو خلاف تعلیم قرآن بتلایا۔ وہ سمجھ لیں کہ
افغانستان کا یہ فعل قانون اسلام اور قرآن کی تعلیم کے مطابق کس قدر صحیح اور درست ہے۔ ہم
اس کے متعلق ہر یہ دلائل میں انشاء اللہ بیان کریں گے۔

فَشَانِي شَانَ الْأَنْيَاءَ مُكَفَّرٌ وَمَنْ شَكَ قُلْ هَذَا إِلَّا وَلَثَانٌ
”انیاء گی تو ہین کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کفر میں ٹک کرے وہ پہلے کا
دوسرے ہے۔“

اس شعر میں مرزا کے کفر کی وجوہات میں سے ایک وجہ کفر کو سمجھایا گیا ہے۔ یعنی اس
نے انیاء علیہم السلام کی توہین و تذمیل کی ہے۔ جو اس کے کفر کی علت اور سبب ہے اور اس کے کفر
میں ٹک کرنے والی ایک دوسری جماعت (لاہوری) کے کفر کی بھی تصریح فرمائی ہے۔ ہم اس جگہ
فقہاء امت کے چند اقوال ہر ایسے شخص کی علیمیں جو انیاء علیہم السلام کی توہین کرے، لقل کر دیں
ضروری سمجھتے ہیں۔ امام ابو یوسف اپنی کتاب المراجع میں فرماتے ہیں: ”أَيْمَارِجُل مُسْلِمٌ سَبْ
رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ كَذَبَهُ وَعَابَهُ اوْ تَنَقَّصَهُ فَقَدْ كَفَرَ بِاللَّهِ تَعَالَى وَبَانَتْ مِنْهُ

زوجتے۔ ”جس مسلمان نے رسول اللہ ﷺ کی توجیں کی یا آپ ﷺ کو جھٹلایا یا عیب لگایا یا آپ ﷺ کی تتفیع کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور کافر ہوا اور اس سے اس کی عورت جدا ہوئی۔۔۔۔۔

ابن حزم کتاب الفصل میں فرماتے ہیں: ”وصح بالنص ان كل من استهزا بالله تعالى او بملك من الملائكة او ببني من الانبياء عليهم السلام او بهآية من القرآن او بغير يضة من فرائض الدين فهى كلها آيات الله تعالى بعد بلوغ الحجة اليه فهو كافر“ (الفصل ج ۲۵ ص ۲۲۵)

”نص قرآن سے ثابت ہے کہ جس شخص نے استہزا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا فرشتوں کے میں سے کسی فرشتہ کے ساتھ یا نبیوں میں سے کسی نبی کے ساتھ یا کسی آہت قرآنی یا کسی فرض کے ساتھ فرائض دین سے جو کل آیات اللہ ہیں، جو بتھی جانے کے بعد میں وہ کافر ہے۔“

انبیاء عليهم السلام کی توجیں کرنے والے کی بکفیر پر شفاعة میں اجماع مسلمین منقول ہے۔

”اجمع المسلمين ان شاتمه عليهما السلام كافرو من شك في عذابه وكفره كفر“ (فقاره قاضی حیاض ج ۲۲ ص ۱۹۰)

”مسلمانوں کا اجماع ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی توجیں کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے کافر ہے۔“

وَأَكْفَرُونَةِ مَنْ تَنْبَأَ أَكَلَوْتَهُ
وَكَانَ اِنْتَهَتْ مَا أَنْكَنَتْ بِمَكَانٍ
”اور اس سے بھی بڑھ کر وہ شخص کافر ہے جس نے جموداً دعویٰ نبوت کیا حالانکہ نبوت غثیم ہو چکی تھی جو کسی صورت ممکن نہیں تھی۔“

هم مرزا کی ان عبارتوں سے جن میں دعویٰ نبوت ہے، چند مختصر عبارتیں نقل کئے دیتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر ہر دفعہ شخص جو تھوڑی ای بھی اردو لکھ پڑھ لیتا ہے، سمجھ لے گا کہ دعوا یہ نبوت کس قدر صاف اور کھلے لفظوں میں ہے اور اپنی نبوت کے نہ مانے والے کو صریح الفاظ میں کافر اور جنہی قرار دیتے اور اس کے پیچے نمازنہ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں ہخوات مرزا:

..... ”الہمات میں میری نسبت بارہ ایمان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا اہم اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لا کو اور اس کا دشمن جسمی ہے۔“

(انجام آئندہ ص ۲۲، جزء اول ج ۱۱ ص ۲۲)

..... ”یہ کہتے یا درکھنے کے لائق ہے۔ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف

ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے مساواہ جس قدر ہم اور محدث ہیں تو وہ کیسے ہی جناب اللہ میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعہ مکالہ الہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافرنیس بن جاتا۔“

(ماشیہ تریاق القلوب م ۱۳، خراں ج ۱۵ ص ۳۲۲)

۳..... ”اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اسی کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھائے کہ وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی نبوت ثابت ہو جائے۔“ (چشمہ معرفت م ۷، خراں ج ۲۲ ص ۳۲۲)

۴..... ”پس یاد رکو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مذنب یا متزد کے پیچے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔“

(تخت گلودی م ۱۸، خراں ج ۷ ص ۶۲)

ان صاف اور صریح عبارتوں کے بعد جس کے دامغ میں ذرہ برابر بھی محتل ہے۔ جس کے دل میں کچھ بھی انصاف ہے، یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا وہ تو مجدد ہے یا محدث ہے۔ مگر ایسا شخص جس کے قلب پر حق تعالیٰ نے ضلالت اور گمراہی کی مہر لگادی ہو جس کی قوت باصرہ اور سامنہ کو سلب کرو یا ہوا رہے: ”ختم اللہ علی قلوبهم و علی سمعهم و علی ابصارہم غشاوہ“ کامداد آن بن گیا ہو۔ اب ہم لاہوری جماعت سے پوچھتے ہیں کہ جب مرزا نے صاف صاف پہاڑا بلند پہ کہہ دیا کہ اپنے دھوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا ان ہی نبیوں کی شان ہے جو خدا کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لے کر آئے ہوں اور پھر مرزا قادریانی بھی اپنے نہ مانتے والے کو کافر کہتے ہوں تو وہ بھی صاحب شریعت اور احکام جدیدہ لانے والے ہوئے اور ان کو بھی نبی نہ مانتے والا کافر اور جہنمی شہرا۔ لہذا لاہوری جماعت مرزا کے قول کے مطابق کافر اور جہنمی ہوئی کیونکہ وہ مرزا کو نبی نہیں مانتی اور جس مجدد یا محدث مانتے سے ان کو فر سے نجات نہیں۔ اب دوسرا جانب اہل اسلام سے بھی اپنے متعلق فتویٰ سن لیں۔

وَمَنْ ذَبَّ عَنْهُ أَوْ تَأْوَلَ قَوْلَةً يُكَفِّرُ قَطْعًا لَيْسَ فِيهِ تَوَانُ
”اور جس نے اس کے قول کی تاویل یا اس کی طرفداری کی۔ وہ بھی یقیناً بالا توقف کافر

کہا جائے گا۔“

کسی بدی نبوت اور لیکنی کافر بکنے والے کے قول میں تاویل کرنا یا اس کے قال کی خیسین کرنا بھی ویسا ہی کافر ہے جیسا کہ اس کلہ کافر کا کہنا کافر ہے۔ بحر الرائق میں ہے۔

”من حسن کلام اهل الاهواه وقال معنوی او کلام له معنی صحیح
ان کان ذلك کفرا من القائل کفر المحسن“ (بخاری تجہیز ۱۲۲)

”جس نے اہل بدعت کے کلام کی تحسین کی۔ یا کہا کہ کوئی معنوی امر ہے یا اس کے
کلام کے معنے صحیح ہیں مگر یہ امر کہنے والے کے لئے کفر ہے تو تحسین کرنے والا کافر ہے۔“

ابن حجر اپنی کتاب اعلام میں فرماتے ہیں: ”من تلفظ بلفظ الکفر یکفر فکل
من استحسنہ او رضی بہ یکفر، الاعلام لا بن حجر“ جس شخص نے کلمہ کفر کہا، کافر
ہوا۔ پس جو شخص اس کو اچھا سمجھے یا اس سے راضی ہو کافر بن جائے گا۔

کائیں بِکُمْ قَدْ قُلْتُمُوا لَمْ كُفْرُهُ فَهَلْكُمْ نُقُولًا جُلَيْثٌ لِّمُعَانٍ
”غایباً تم مجھ سے پوچھو گے وہ کیوں کافر ہے۔ تو تم لے تو تقلیں اس کے کفر کی جو
باتوفیت کے لئے ظاہر ہیں۔“

اس شعر میں مؤلف دام ظله کا مقصود اس امر کو سمجھانا ہے کہ آئندہ اشعار میں جھوٹے
بدعیان نبوت کے واقعات اور ان کے متعلق علماء امت کے فیصلہ جو تنقیم کئے گئے ہیں۔ وہ مرزا کے
نکار ہیں جن سے مرزا قادریانی کے لئے بھی کفر کا فتویٰ لیا جائے۔

فَمَا قَوْلُكُمْ فِي مَنْ حَبَّا وَثُلَّ ذَلِكُمْ مُسَيْلَمَةُ الْكَذَابُ أَهْلَ هَوَانَ
”تمہارا اس شخص کے حق میں کیا عقیدہ ہے جس نے۔ مسیلمہ کذاب (مدحی نبوت)
کے حق میں ایسی سمجھاتی کی جو مسیلمہ ذلیل اور رسول ہے۔“

فَقَالَ لَهُ التَّاوِيلُ أَوْ قَالَ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا هُوَ الْمَهْدُى لَيْسَ بِجَانِ
”پس وہ کہنے لگا کہ مسیلمہ کے لئے بھی تاویل ہے یا کہا کہ مسیلمہ نبی نہ تھا وہ تو مهدی تھا
 مجرم نہیں ہے۔“

وَهَلْ ثُمَّ فَرَقَ يَسْتَطِيعُ مَكَابِرُ وَحَيْثُ ادْعَى فَلَيَأْتِنَا بِبَيَانِ
”اور کیا کوئی مندرجہ اور اس جھوٹے نبی میں فرق کر سکتا ہے اور اگر کوئی مدحی فرق ہے تو یہاں
کرے۔“

وَكَانَ عَلَى أَخْذَادِهِ وَجْهٌ كُفْرٌ ئَنْبُوْءَةٌ مَشْهُوْرٌ وَرَكْلٌ أَوَانٌ
”مسیلمہ کے کفر کی وجہ سے باوجود اور بہت سے مخترات کے دعوائے نبوت ہی مشہور
وجہ ہر وقت ہوئی ہے۔“

كَذَافِي أَخْـاـوـيـثـ النـبـيـ وـبـعـدـهـ تـوـاـئـرـ فـيـمـاـ دـانـهـ الثـقـلـانـ

”احادیث نبی میں اور اس کے بعد تمام جن و اُس میں دعائے نبوت ہی اس کے کفر کی وجہ متواتر ہی۔“

فَلَمْ تَكُنْ أَوْقَدْ وُجُوهَ لِكُفَّارِهِ فَأَسْيَرُهَا دُغْوَاهُ تِلْكَ كَمَانِي
”میلہ کے کفر کی وجہ اور ہوں یا نہ ہوں مگر بڑی چلتی ہوئی مشہور وجہ دعائے نبوت ہے جیسے مانی (کذاب) کی کفر کی وجہ دعویٰ نبوت تھی۔“

مانی کذاب مدی نبوت کی طرح میلہ کذاب کی تکفیر کا سبب بھی ادعائے نبوت ہوا ہے اور دونوں باتفاق امت دعویٰ نبوت کی بناء پر کافر قرار دیئے گئے اور قتل کئے گئے۔

وَأَوْلُ اِجْمَاعٍ تَحَقَّقَ عِنْدَنَا لَفِيفٌ بِالْكُفَّارِ وَسَبْتٌ عَوَانِي
”اور سب سے پہلا اجماع جو ہمارے علم میں ثابت ہوا ہے وہ میلہ کی تکفیر اور ان کی عورتوں کو اسیر کرانے میں ہوا ہے۔“

میلہ، نبی کریم ﷺ کے آخری زمانہ میں مدی نبوت ہوا اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق نے میلہ پر چڑھائی کی اور صرف دکامیابی کے ساتھ قفال کیا اور ان کی عورتوں کو اسیر کر کے لائے۔

وَكَانَ مُؤْرًا بِالنَّبُوَّةِ مُغْلِنًا لِخَيْرِ الْوَزِيْرِ فِي قَوْلِهِ وَآذَانِ
”باد وجود کیکہ میلہ نبی خیر البشر کی نبوت کا اپنے قول اور آذان میں اعلان اور اقرار کرتا تھا۔“

میلہ بھی نبی کریم ﷺ کی نبوت کو مانتا تھا۔ گریہ کہتا تھا کہ مجھے بھی نبوت میں شریک کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے جو خط نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیجا تھا اس میں لکھا تھا (رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ ہے کہ میں اس امر میں شریک ہو گیا ہوں۔ یعنی مجھ کو نبوت میں خدا کی طرف سے شریک کیا گیا ہے) اور میلہ کے یہاں اذان میں بھی ”اشهد ان محمد رسول اللہ“ پڑھایا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ میلہ نے اپنے مؤذن نے کہا کہ اذان میں ”اشهد ان مسیلمہ رسول اللہ“ بھی ملا کرو۔ مؤذن نے بجائے اس کلمہ کے یہاں پڑھا۔ اشہد ان مسیلمہ یہ زعم انه رسول اللہ“ یعنی میلہ کا خیال ہے کہ میں بھی رسول اللہ ہوں اور واقع میں نہیں۔ جب میلہ جیسے شخص کی تکفیر باد جو اقرار نبوت خیر الانبیاء کی گئی تو مرزا کی تکفیر میں جبکہ وہ مدی نبوت اور صاحب شریعت ہونے کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت کا بھی دعوے دار بنتا ہے، کون امر مانع ہو سکتا ہے۔

خاتم الانبیاء ﷺ پر فضیلت کے دعے

۱.....

لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المشرقان اتنکر
 ”اس کے لئے (یعنی نبی کریم) کے لئے چاند کے خوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے
 لئے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکا رے کرے گا۔“ (امجاز احمدی ص ۱۸۲، ج ۱۹، ص ۱۸۳)

.....۲ ”اور ظاہر ہے کہ قبح نہیں کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسرا قبح
 ہاتھی رعنی کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت قبح موعود کا وقت
 ہوا اور اس کی طرف خداۓ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے: ”سبحان الذی اسری
 بعده“ (غبلہ الہامیہ ص ۱۹۳، ج ۱۶، ص ۲۸۸)

.....۳ ”لو لاك لما خلقت الا فلاك“ (ضیغم حقیقت الدّوّۃ ص ۸۵)

.....۴ ”ما ارسلناك الا رحمة للعالمين اعملوا على مکانتكم اني عامل
 فسوف تعلمون“ (حقیقت الوقی ص ۸۲، ج ۲۲، ص ۸۵)

.....۵ اور مجھے تلاویا گیا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو یعنی اس آیت کا
 مصدق ہے کہ: ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَهِّرَهُ عَلَى الدِّينِ
 كله“ (ذکرہ ص ۲۵ مطیع سوم)

حضرت آدم اور حضرت نوع علیہم السلام پر بھی فضیلت کا دعویٰ

.....۶ ”ان الله خلق ادم وجعله سیدا وحاکما وامیر اعلیٰ كل ذی روح من
 الانس والجان كما يفهم من آیة اسجد والاًدم ثم ازله الشیطان واخرجه من
 الجنان وردالحكومة الى هذاالشعبان ومس ادم نذلة وخزى في هذا الحرب
 العوان وان الحرب سجال وللاتقیاء مال عند الرحمن فخلق الله المسيح
 الموعود ليجعل الهزيمة على الشیطان في اخر الزمان وكان وعدا مكتوبافي
 القرآن“ (حاشیہ رحائیہ خطبہ الہامیہ ص ۲۱۲، ج ۲۱۲، ص ۲۱۲ حاشیہ)

جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور سردار اور حاکم اور امیر ہر ذی روح
 جن و انس پر بنایا۔ جیسا کہ آیت الحجۃ والاًدم سے سمجھا جاتا ہے۔ پھر حضرت آدم کو شیطان نے
 پھسلا دیا اور جنت سے نکلوادیا اور حکومت اس اور عالم یعنی شیطان کی طرف لوٹائی گئی اور اس سخت
 لوٹائی میں حضرت آدم کو ذلت اور رسولی نے چھووا اور لڑائی ڈول کیفیت ہے اور بزرگوں کے لئے

مال ہے جن کے نزدیک۔ جس اللہ نے پیدا کیا سچ موعود کوتا کہ شیطان کو لکست دے آخزمانہ میں اور یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا تھا۔

..... ”اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان و کھلارا ہا ہے کہ اگر روح کے زمانہ میں وہ نشان و کھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔“ (تمہری حقیقت الوجی ص ۱۷۲، غرائیں ج ۲۲۲ ص ۵۷۵)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افضل ہونے کا دعویٰ

۸ ”خدانے اس امت میں سے سچ موعود بیجا جو اس پہلے سچ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے تم ہے اس ذات کی جس کے باہم میں میری جان ہے کہ اگر سچ بن مریم بہتے زمانہ میں ہوتا تو جو کام میں کر سکتا ہوں، وہ ہر گز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہوا ہے وہ ہر گز نہ دکھلا سکتا۔“ (حقیقت الوجی ص ۱۷۸، غرائیں ج ۲۲۲ ص ۱۵۲)

مرزا نے اس سچ موعود کی تفسیر دافع البلاء میں ”غلام احمد قادریانی“ کی ہے۔

۹ ”اس سچ کے مقابل پر جس کا نام خدار کھایا گیا۔ خدا نے اس امت میں سے سچ موعود بیجا جو اس پہلے سچ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے دوسرے سچ کا نام غلام احمد رکھا۔“ (دافع البلاء ص ۱۲، غرائیں ج ۲۲۲ ص ۱۸۶)

۱۰.....

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے
(دافع البلاء ص ۲۰، غرائیں ج ۱۸۶ ص ۲۳۰)

تمام انبیاء علیہم السلام پر افضليت کا دعویٰ

۱۱ ”بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر مجرمات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باشناہ ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر موال ہے اور خدا نے اپنی جنت پوری کر دی۔ اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔“

(تمہری حقیقت الوجی ص ۱۳۶، غرائیں ج ۲۲۲ ص ۵۷۶)

مرزا کا اس عبارت میں باشناہ نبی کریم ﷺ کے تمام نبیوں سے مجرمات میں زیادتی کا دعویٰ ہے اور گوبلناہ اس عبارت میں نبی کریم ﷺ سے مجرمات کی زیادتی کا اওاعاً نہیں۔ لیکن دوسری عبارات دیکھنے سے ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ نبی کریم ﷺ کے علیحدہ کرنے میں بعض امت مرحومہ کے لمحانے کی غرض قائمی ہے۔ جو دوسری جگہ ظاہر ہو گئی۔ سچ ہے دروغ غورا حافظہ نہ باشد۔ دیکھو (اجاز احمدی ص ۱۷۶، غرائیں ج ۱۹ ص ۱۸۳) پر کیا لکھا اور تمہری حقیقت الوجی اور برائیں احمدیہ

میں کیا لکھتا ہے۔ دیکھو تجھے گولڑو یہ کے (ص ۲۰، خزان ح ۷ ص ۱۵۲) میں لکھتے ہیں کہ ”تمن ہزار مجزے ہمارے نبی کریم ﷺ سے ظہور میں آئے۔“ اور اپنے مجزرات و نشان کے متعلق اخبار البدر مطبوعہ جولائی ۱۹۰۶ء میں لکھتے ہیں کہ ”جو میرے لئے شان ظاہر ہوئے وہ تمن لاکھ سے زیادہ ہیں اور کوئی مہینہ نشانوں سے خالی جیسی گزرتا اور۔“ (بماہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶، خزان ح ۷ ص ۲۷) میں دس لاکھ سے زائد مجزرات کی تعداد بتلائی جاتی ہے۔

”ان چند سطور میں جو پیشین گوئیاں ہیں۔ وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زائد ہیں اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے جواہل درجہ خارق ہیں۔“ (بماہین احمدیہ ص ۵۶، خزان ح ۷ ص ۲۷) اور پھر اسی صفحہ پر لکھتے ہیں : ”مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ نشان جو میرے لئے ظاہر کئے گئے اور میری تائید میں ظہور میں آئے۔ اگر ان کے گواہ ایک جگہ کھڑے کئے جائیں تو دنیا میں کوئی باادشاہ ایسا نہ ہو گا جو اس کی فوج گواہوں سے زیادہ ہو۔“

(بماہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶، خزان ح ۷ ص ۲۲)

تمہرہ حقیقت الوجی میں خدا کی قسم کا کر لکھتے ہیں : ”اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تمن لاکھ تک پہنچتے ہیں۔“

(تمہرہ حقیقت الوجی ص ۶۸ خزان ح ۲۲ ص ۵۰۲)

ہر شخص ان تمام عبارتوں کے دیکھنے کے بعد یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی استثناء مرزا کے مافی الصیر کے خلاف ظاہر الوجوں کے سامنے اپنے بچاؤ کی غرض سے تھی۔ جس کا سربستہ راز آئندہ کھل گیا۔

وَمَا قُولُكُمْ فِي الْعِنْسُوَيَّةِ أَوْلُوا رَسُولًا لَا قَيْتَيْنَ خَيْرَ كَيْانِ
”تمہارا کیا فتویٰ ہے فرقہ عیسیویہ میں جویہ کہتا ہے کہ نبی خیر الکائنات کی رسالت صرف امیوں ہی کے لئے ہے۔“

عیسیٰ اصلہاں ایک شخص کا نام ہے۔ جس کی طرف نسبت کر کے یہودیوں کی ایک جماعت کو عیسیویہ کہا جاتا ہے۔ اس شخص کا خیال تھا کہ جتاب رسالت ماما ب ﷺ رسول برحق ہیں۔ مگر آپ ﷺ کی بعثت اور رسالت صرف امیوں ہی کی طرف ہوئی ہے۔ ہمارے لئے رسول ہا کر نہیں سمجھے گئے۔

اس شعر میں بھی مرزا کے تاویلات کفریہ کی نظر ہے۔

وَهُلْ ثُمَّ مَا لَا فِينَوْ تَاوِيلُ مُلْحِدٍ وَمَنْ حَجَرَ التَّاوِيلَ رَمَى لِسانَ

”اور کون سی بھگے ہے جہاں طہ خداویل نہ کر سکے اور کون ہے جو تاویل کرنے والے کی زبان ہائیکنی بند کروے۔“

اپنے کلام کی ادھیر بن کر کے ہر فحص کوتاویل کر لینے کی مجباش ہے لیکن کیا اسی لمحہ اور پوچھ تاویلوں سے رہائی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اب مرزاں جماعت کتنا ہی اپنے کلام کی توجیہات اور تاویلیں کریں ان کو قبہ اور رجوع الی الحق کے سوا چارہ نہیں اور نہ وہ بغیر اس کے کفر کی اعتن کے طوق سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مثل مرزا نے ضروریات اور متواترات فی الدین کا انکار کیا ہے۔ جن میں تاویل کی مجباش نہیں۔

وَقُلْ فِي ضَرُورِيَّاتِ دِيْنِ تَأْوِيلٍ بِتَخْرِيفِهَا إِلَّا كُفَرٌ عَلَانِ
”اور کیا ضروریات دین میں تحریف کر کے تاویل کرنا صریح کفر نہیں ہے؟“

وَمَنْ لَمْ يُكَفِرْ مُنْكِرِهَا فَإِنَّهُ يَجْرِيَ الْأَنْكَارَ يَسْتَوِيَانِ
”جو ضروریات دین کے مکر کی عکیف نہیں کرتا وہ انکار ضروریات کو اپنے سریتا ہے۔“

وَمَا الَّذِينَ إِلَّا يَنْعِيَّة مَغْنِيَّةٌ وَمَا هُوَ كَالْأَنْسَابِ فِي السَّرَّيَانِ
”دین تو صرف ایک بیعت معنویہ ہے وہ نبووں کی طرح چلے والائیں ہے۔“

ان دو اشعار میں مرزا اور اس کے ماننے والی جماعت کے کفر کی تیری وجہ بیان کی گئی ہے۔ ختم ثبوت اور ختم رسالت اور ختم شریعت کا مسئلہ ایک اجتماعی اور قطبی اور ضروریات و متواترات فی الدین سے ماتا گیا ہے۔ جس کا مکر ماول قطعاً کافر ہے۔ جس کے متعلق ہم علماء کی عبارتیں لفظی کرتے ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الاقتحامیں فرماتے ہیں: ”ان الامة فهمت من هذا اللطف انه افهم عدم نبی بعده ابدا و عدم رسول بعده ابدا و انه ليس فيه تاویل ولا تخصیص ومن اوله بتخصیص فكلامه من انواع المذهبان لا يمنع الحكم بتکفیره لانه مکذب لهذا النص الذي اجتمعوا على انه غير مأول ولا مخصوص“ (کتاب الاقتحامیں ۲۲۷ صفحہ)

”امت نے اس لفظ سے سمجھا یعنی آیت (ولکن رسول اللہ خاتم النبیین) اور اللہ نے سمجھا یا کہ کوئی نبی آپ کے بعد کسی وقت اور کوئی رسول آپ کے بعد کسی وقت اور یہ کہ اس میں تاویل ہے اور نہ تخصیص اور جو کوئی تاویل کر کے تخصیص کرے اس کا کلام جنون کی حم ہے جو اس کی عکیفہ کے حکم کو نہیں روکتا کیونکہ وہ ایسی آیت کا مکذب ہے جس پر بلا تاویل و تخصیص امت کا جماعت ہے۔“

”جاحِد المجمع عليه من الدين بالضرورة) وهو ما يعرفه،

الخواص والعام من غير قبول للتشكيك كوجوب الصلة والصوم وحرمة

الزنا والخمر (كافر قطعاً) لأن حجده يستلزم تكذيب النبي ﷺ“

(شرح حج الجامع ص ۲۱۳۰ ج ۲)

”دين کے مجموع علیہ ضروری مسئلہ کا انکار کرنے والا کافر قطعی ہے۔ ضروری وہ ہے کہ جس کو خواص اور عام نے بغیر تک کے قول کر لیا چیز و جوب صلوٰۃ اور صوم اور حرمة زنا و خمر کیونکہ اس کا انکار نبی کریم ﷺ کی تکذیب کو مستلزم ہے۔“

”والقول الموجب للكفر انكار مجمع عليه فيه نص ولا فرق بين ان يصدر عن اعتقاد وعناد“ کلیات ابی البقا ”لان الكفر هو حجدالضروريات من الدين او تاویلها“ (ایثار الحق علی الخلق حافظ محمد ابراهیم یعنی) ”مسئلہ مجموع علیہ کا انکار موجب کفر ہے جس میں نص ہو اور اعتقاد اور عناد کا کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ کفر ضروریات دین کا انکار یا اس میں تاویل کرتا ہے۔“

”وان كان مع اعترافه بنبوة النبي ﷺ وسلم يبطن عقائد هي كفر بالاتفاق فهو الذنديق“ (کلیات ابی البقاء)

”جُو شخص با وجود اقرار بیوت نبی ﷺ باطن میں ایسے عقائد رکھتا ہے جو بالاتفاق کفر ہیں وہ ذمہ دین ہے۔“

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ فَأَتَهُمْ **وَلَكِنْ بِإِيَّاهُنَّ مَالَ مَعَانِي**
”مشرکین بھی نبی کریم ﷺ کی تکذیب نہیں کرتے تھے پرہ لوگون افسوس انہیں
خدانے مآل اور انجام کے اعتبار سے ان کو مسکر قرار دیا۔“

اس شعر میں اس آیت کا اقتباس ہے: ”فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَ الظَّالِمِينَ
بِإِيَّاهُنَّ مَالَ مَعَانِي“ یعنی اے محو گفارتی کی تکذیب نہیں کرتے لیکن وہ خدا کی آیات کا انکار
کرتے ہیں۔

گوکفار نے نبی کریم ﷺ کو جھوٹا نہ کہا یا آپ ﷺ کے مقولوں کو نہ جھلا کیونکہ
آپ ﷺ کی راست بازی اور چائی کو ہر ایک جانتا تھا۔ لیکن انہوں نے خدا کی آتوں سے محو دیکا
اور خدا کی احکام کو ہلا آخر نہ مانا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان پر کفر کا الزام ہوا اور انجام کار
ان کو آتوں کا مسکر قرار دیا۔

مؤلف کی غرض اس میں مرزا کے کفر کی چوتھی وجہ بیان کرنی ہے۔ کیونکہ اس کی نبوت سے خدا کی آئتوں کا انکار لازم آتا ہے۔

تَنْبَأَ أَنَّ لَا يُمْتَرِزُ بِيَمْكُلَةٍ
كَحْجَامَ سَابَاطَ صَرِيعَ غَوَانَ
 ”ساباط کے رہنے والے جام کی طرف ایک ناز نیوں کے پچاڑے ہوئے نے تھت بے کاری سے پتھے کی وجہ سے دھوے نبوت کیا۔“

ساباط ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں ایک حجام رہتا تھا جس کی عادت تمی کہ اپنی ماں کو چورا ہے پر بخا کہ اس کی حمامت بنایا کرتا تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ یہ بے کار ہے اور اس کے پاس کوئی حمامت بنانے نہیں آتا۔ اسی طرح مرزا قادیانی کو بھی سوچی کہ مدینی نبوت عنی بن جاؤ۔ اسی وام میں آ کر مخلوق خدا کپش جائے گی۔ مرزا قادیانی نے صرف دھوئی نبوت عنی نہیں کیا بلکہ کرشن ہونے کا بھی دھوئی کیا تا کہ ہندو بھی عیحدہ نہ ہو سکیں۔ حق ہے بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا؟

وَمَغِرِّزَةٌ مَنْكُوْحَةٌ فَلَكِيَّةٌ
يُصَادِفُهَا فِي رُقْيَةِ الْكَرَوَانِ
 ”اور اس کا مجرہ ایک منکوحہ آسمانی ہے جس کو منزراً اطرق کری اطرق کری ان النعامة فی القری“ کہہ کر پرانے کی امید کرتا ہے۔

منکوحہ آسمانی سے محمدی بیگم کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس پہر زادیانی کی رال مپک گئی تھی اور بہت سی تدھیریں کیں کہ کسی طرح پر ٹکارا ہاتھ آئے۔ اذل اس کے والد سے بذریعہ خطوط گفت و شنید کی۔ اس کے بعد مجرہ کی دمکلی دی۔ متوں الہامات میں نکاح کے مدینی رہے۔ اس کے بعد عید کا بھی خوف دلا یا۔ نکاح ہونے کو قضاہ مبرک بھی تھہرایا۔ الغرض جو کوشش امکان میں تھی، کی گئی۔ مگر وہ نیک بی بی اور اس کے والد بزرگوار ان الہامات اور مجرمات کی حقیقت خوب جانتے اور بحثتے تھے کہ یہ سب نفس کی خواہشات پورا کرنے کے ذرائع ہیں۔ کسی طرح بھی اس کے وام میں نہ آئے اور مرزا اس حضرت و آرزو کو اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ اب ہم منکوحہ آسمانی کے متعلق مرزا کے وساوس کو اس کی کتابوں سے ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مرزا کے وساوس معاوہ کتب

..... ”اول خدا تعالیٰ نے پیش کوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد گما بیگ کی دختر کلاں انجام کا تمہارے نکاح میں آئے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور مانع ہوں گے اور کوشش کریں گے ایسا نہ ہو۔ لیکن آخر کار ایسا یہ ہو گا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہر طرح سے

اس کو تہاری طرف لائے گا بآکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ ہو کر اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھادے گا اور اس کام کو پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔“

(از الادهام ص ۳۹۶، خزانہ انج ۳۰۵)

اور جب محمدی تہکیم کا فناح دوسرا بیک ہو گیا تو دوسرا انتیار شدہ الہام سننے:

۲..... ”میں بار بار کہتا ہوں کہ لُس پیش کوئی واما دا حمد بیک کی تقدیر برم ہے۔ اس کی انتظار کرو اور اگر میں جو بنا ہوں تو یہ پیش کوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کرے گا جیسا کہ احمد بیک اور آنحضرت کی پیش کوئی پوری ہو گئی۔“ (انجام آنحضرت ص ۳۷، خزانہ انج ۱۱، اس ۳۱)

۳..... ”یاد رکھو کہ اس پیش کوئی کی دوسرا بیک جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد بے بدتر نہ ہوں گا۔ اے احتقوا! یہ انسان کا افتراق نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقین سمجھو کر یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہ ہی خدا جس کی باقی نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس کی ستون اور طریقوں کا تم میں علم نہیں رہا۔ اس لئے تمہیں یہ اقتلاع پیش آتا ہے۔ برائیں احمد یہ میں اس وقت سے متزہ برس پہلے اس پیش کوئی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جو میرے پر کھولا گیا اور وہ الہام ہے جو برائیں احمد یہ کے میں مذکور ہے: ”یا اladم اسکن انت وزوجك الجنة الخ“ (ضییر انعام آنحضرت ص ۵۲، خزانہ انج ۱۱، اس ۳۲۸)

۴..... ”سوچا ہئے تھا کہ ہمارے نادان خلاف انجام کے متحرر ہے اور پہلے ہی سے اپنی بد گوہری ظاہرنہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باقی پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احقیق خلاف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تکوار سے کھوئے کھوئے نہیں ہو جائیں گے۔ ان یہ قوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔“ (ضییر انعام آنحضرت ص ۵۲، خزانہ انج ۱۱، اس ۳۲۸)

۵..... ”۱۸۹۱ء میں اس عاجز کوخت بیاری آئی۔ یہاں تک کہ موت تک نوبت پہنچ گئی۔ بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی اور یہ معلوم ہوا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جتازہ لٹکنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیش کوئی کی نسبت خیال کیا۔ تب اسی حالت میں مجھے الہام ہوا: ”الحق من ربک فلاتكونن من المفترين“ یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے کج ہے تو کیوں نہک کرتا ہے۔“ (از الادهام ص ۳۹۸، خزانہ انج ۳۲۳)

وَمَنْنِي لَهُ الشَّيْطَانُ فِيهَا بِوْخِيہِ رِفَاهَةَ وَضْلًا خَطْبَةَ وَتَهَايَہِ

”اور اس مکوحہ کے قصہ میں شیطان نے مرزا کو اپنی وجی سے آسائش اور مکنی اور وصل کی آرزو دلائی۔“

فَخَضْحَةٌ رَبُّ السَّمَاوَاتِ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ وَاللَّهُ فِي وَكَافَانِي
”ربِ السَّمَاوَاتِ نے اپنی طاقت اور قوت سے اس کو خوب ہی رسوا کیا اور اس میں ہم کو اللہ کافی ہوا۔“

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے اپنی قوت سے ایک خدا پر افتراء کرنے والے کذاب اور مفتری کو اسی کے قول کے موافق بد سے بدتر، غبیث، مفتری تھہرایا اور خوب رسوا کر کے منہ کالا کیا اور دنیا میں ہی اس کی ناک کٹ گئی اور سچائی کی تکوار سے لکڑے لکڑے کر دیا گیا اور مسلمانوں پر اس بے نیاز خدا نے فضل فرمایا کہ مرزا کو داما و احمد بیگ کے سامنے موت دے دی۔
وَكَانَ الْدُّغْيُ وَحْيَا سَنِينَ عَدِيدَةً فَجَآءَهُ يَحَّاكِي فَعَلَةُ الظُّرِبَانِ
”مرزاں معاملہ میں مدتوں وچی کا دعویٰ کرتا رہا اور بالآخر وہی مثل حرکت غریبان کے تکلی۔“

۱۔ جانور بد یو وار مشابہ تی۔

وَذَلَّةٌ شَيْطَانَاهُ فِي ذَاكَ بُرْهَةٍ وَلَمْ يَذْرِ شَيْطَانَانِ لَا يَفِيَانِ
”مرزا کو دو شیطانوں نے ایک زمانہ تک پھسالایا اور اس نے یہ نہ جانتا کہ اس میں وہ شیطان و فانیں کریں گے۔“

دو شیطانوں سے مرزاں کے دو مرید ہیں جن کو دفر شستے کہتا تھا۔
وَمَا ذَابَ فِي الْفَغْرِ الطَّوِيلِ لَهُ فَذَا هَجَآءَ خِيَارُ الْخَلْقِ غَبْ لِقَانِ
”اوراں کو تو اپنی طویل زندگی میں سوائے برگزیدہ لوگوں کی بھجو اور لخت کرنے کے پھر حاصل نہیں ہوا۔“

تَفْكِكَةٌ فِي عَرْضِ النَّبِيِّنَ كَافِرٌ مُتُلٌّ رَزِيْمَ كَانَ حَقْ مُهَانِ
”کافر جوش کو اصلی بنے ہوئے نے انہیاء کی آبروریزی میں خوب مزہ درست کیا جو خود ہی حقیقی معنی سے نفس الامر میں ذمیل تھا۔“

مرزا کی ساری زندگی برگزیدہ لوگوں کی بھجوی میں گزری اور ہمیشہ انہیاء علیہم السلام کی توہینیں ہی کر کے جڑہ اٹھایا۔ ہم اگر مرزا کی عبارتوں سے محض ان کلمات ہی کو جمع کرنا شروع کر دیں جو انہیاء علیہم السلام کی تتفییع اور تو ہیں میں ملتی ہیں تو غالب گمان یہ ہے کہ ایک بڑی مستقل

کتاب بن جائے۔ اس لئے یہاں بھی ہمارا خیال تھا کہ مرزا کی مزید کنفیوں کو حقوق کے سامنے پیش کر دیں لیکن تھویریں کا خوف مانع ہے۔

يَلْذَأَ بَسْطُ الْمَطَاعِنِ فِيهِمْ وَيَجْعَلُ نَقْلَاعَنْ إِسَانِ فُلَانْ
”ان کو انہیاء علیہم السلام پر طعن کرنے میں لذت آتی ہے اور طریقہ طعن دوسروں کی زبانی بنایا ہوا ہے۔“

يَصْنُعُ اصْطَلَاخًا أَنْ هَذَا مَسِيقُهُمْ كَمَا سَبَّ أَمَّا هَكَذَا أَخْوَانْ
”مرزا مج این مریم پر اصطلاحیں کمزکمز کر طعن کرتا ہے کہ اے نصاری یہ جو تمہارا اخراج ہے۔ جیسے دھیقی بھائی ایک دوسرے کو گالی دیں دوسری کی ماں کہہ کر۔“

وَهَذَا كَمَنْ وَافِي عَدْوَيْ إِسْبَهْ بِجَمِيعِ أَشَدِ السُّبْتِ مِنْ شَنَانْ
”اور یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے دشمن کے سامنے آیا ایسے حال میں کہہ ایک جماعت کے روپ و اس کوخت کا میں عداوت سے دے رہا تھا۔“

فَضَيْرَةً رُؤْيَا وَقَالَ يَا خَيْرَ إِذَا انْفَتَحَتْ عَيْنِي مِنَ الْخَفَقَانْ
”پس اس دشمن گالیاں دینے والے نے اس کو خواب کی صورت میں ڈھال دیا اور کہا پھر اخیر میں میری نیند سے آنکھ مکمل گئی۔“

مرزا نے بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو بہت ہی ہاتھ صاف کیا اور مطاعن بیان کر کے ول کا غبار نکالا ہے اور کتب محرفہ میں جو چیزیں بھی انہیاء علیہم السلام کی عصمت کے خلاف ملتی رہیں ان کو نقل کر کے خواشی چڑھائے اور رائی کے وانہ کا پھر اڑانا کر لکھا اور اپنے مقابلہ میں ہا کام و نا کامیاب ثابت کرنے کی عی کوشش کی اور خدا نے یہ بھنٹے کی توفیق نہ دی کہ اس قسم کے واقعات جو عصمت انہیاء علیہم السلام پر وحہ لگانے والے ہیں۔ لیکن ان کتابوں کی تحریف کا میں ثبوت تھے۔ کیونکہ عصمت انہیਆ علیہم السلام کا مسئلہ قطبی اور مسلمات سے ہے اور علماء نے ہمیشہ اسی قسم کے واقعات کو یقینیں کی تھیں کہ محرف ہو جانے کی ولیل بنایا ہے۔

لیکن یہ شعور کیوں ہوتا خدا نے اس کی عقل پر تو پہلے ہی سے پرده ڈال دیا تھا اس کو تو اس نبوت کی ہوں پڑی ہوئی تھی۔ اسی کو کامیاب بنانے کے درپے تھا۔ چاہے ایمان رہے نہ رہے اور جس طرح بھی ہو سکے انہیاء علیہم السلام کی ناکامیابی اور ناقابلیت ظاہر کر کے اپنی نبوت اور اپنے نشانات کو فوپیت وی جائے اور مرزا کی عادت ہے کہ جب کتب محرفہ سے عصمت انہیਆ علیہم السلام کے خلاف اشیاء لے لیتا ہے تو قطرہ کو دریا اور ذرہ کو صحرائنا کر خوب ہی مبالغہ کے ساتھ حقوق کے

سامنے پیش کر دیتا ہے۔ جس سے ان کی ناکامی کا ثبوت اچھی طرح ہو جائے۔ والعیاذ بالله! اور پھر بھی ایک قانون داں بعثوت پھیلانے والے کی طرف قانونی بجاوں بھی کرجاتا ہے اور سب کچھ کہہ بھی جاتا ہے۔ مگر بھی زور میں آ کر اپنے دل کی بات بھی کہہ دیتا ہے اور زہر اگل دیتا ہے۔ اب ہم دونوں اشعار کے تحت میں جو بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہیں، مرزا کی وہ عبارتیں لکھتے ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام علی کی خصوصیت سے ناکامی و ناقابلیت بیان کی گئی ہے۔

عبارات مرزا

..... ”اور حضرت سعیؒ کی پیش گوئیوں کا سب سے بدتر حال ہے بارہا انہوں نے کسی پیش گوئی کے معنے کچھ سمجھے اور آخر کچھ اور یہ ظہور میں آیا۔“ (ازالہ ص ۲۹۰، غرائز انج ۲۲۲ ص ۲۲۲)

اس عبارت میں لفظ ”سب سے بدتر حال ہے“ قابل غور ہے۔

..... (اعجاز الحمدی ص ۱۳، غرائز انج ۱۹ ص ۱۲۰) ”اور یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں اور ان کی پیش گوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کو جواب دینے میں تیران ہیں۔ لیکن اس کے یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے۔ کونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی ویل اس کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ابطال نبوت پر کئی ویل قائم ہیں۔“ اور نیز اسی صفحہ پر لکھتے ہیں۔

..... ”لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی (عیسیٰ علیہ السلام کی) پیش گوئیوں پر یہود کے تحت اعتراض ہیں جو ہم کسی طرح ان کو دفع نہیں کر سکتے۔ صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور سچے دل سے قول کیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی بھی ویل نہیں۔ عیسائی تو ان کی خدائی کو رو تے ہیں۔ مگر یہاں ان کی نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹ لٹکیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔“

(اعجاز الحمدی ص ۱۳، غرائز انج ۱۹ ص ۱۲۱)

ان عبارتوں میں تو مرزا نے پیش گوئیوں علی کی تکذیب کی ہے۔ آنکھہ مجرمات کا بھی

انکار ہے۔

..... ”کونکہ حضرت سعیؒ اہن مریم اپنے ہاپ یوسف نجgar کے ساتھ باخیس برس کی مد تک نجgar کا کام ہیگی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ ہی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس

میں کلوں کی ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔“

(ازالہ اہام ص ۳۰۳، خداونج ص ۲۵۵)

۵ ”اور مساواس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریقِ عملِ الترب یعنی سریزی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آتکیں۔“

(ازالہ اہام ص ۳۰۴، خداونج ص ۲۵۵)

۶ ”اگر یہ عجز اس عمل کو کروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید و قوی رکھتا تھا کہ ان ابجوبہ نما نبیوں میں حضرت سعیؑ ابن مریم سے کم نہ رہتا۔“

(ازالہ اہام ص ۳۰۵، خداونج ص ۲۵۸)

۷ ”معج کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق اور بے قدر تھے۔ جو معج کی ولادت سے بھی پہلے مظہر عجایبات تھا۔ جس میں ہر قسم کے پیار مچہ دوم و مبروس و مظلوم وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے۔ لیکن بعد کے زمانہ میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے۔ اس وقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہ تھا۔“ (ازالہ ص ۳۲۱، خداونج ص ۲۶۲)

۸ ”پھر جب خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے سعیؑ کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ شیطانی دسویہ ہے کہ کہا جائے کہ کیوں تم معج ابن مریم سے اپنے قسم افضل قرار دیتے ہو۔“ (حقیقت الوعی ص ۱۵۵، خداونج ص ۲۲۲)

وَقَدْ يَجْعَلُ التَّحْقِيقَ ذَلِكَ عِنْدَهُ إِذَا مَا أَخَلَّ جَوْكَوْثِيلَ جَبَانَ
”اور کبھی نامر دکی طرح میدان خالی دیکھ کر ان ہی امور کو (جود و سروں کے حالات سے نقل کرتا تھا) واقعی اور حقیقی بنا لیتا ہے۔“

وَيَنْفَثُ فِي أَشْنَاءِ ذَلِكَ كُفَرَةٍ وَيُغَرِّبُ فِي عِيْسَى بِمَا هُوَ شَافِعٌ
”اور اسی اشلاء میں مرزا کفر اگلتا ہے اور حضرت میسیٰ علیہ السلام کی شان میں بعض دلی کو ظاہر کرتا ہے۔“

وَكَانَ هُنَّا شَيْءٌ لِتَخْرِيفِ عَهْدِهِمْ فَضَّلَّرَةً خَفَالْخُبُثِ جَنَانَ
”حال یہ ہے کہ نصاریٰ کے عهد قدیم و جدید کے محرف ہونے کی وجہ سے ایک شےٰ تھی جس کو مرزا نے اپنے جست بالطفی سے حق بنا لیا۔“

اس شعر میں مؤلف کا مقصود اس امر کو سمجھانا ہے کہ جو توہین انہیاء علیہم السلام کی اور بالخصوص حضرت میسیٰ علیہ السلام کے متعلق کفری کلمات مرزا کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ وہ بطور اڑام

نہیں کئے گئے۔ بلکہ اس کے نزدیک واقعی اور صحیح حال اسی طرح ہے۔ اس کے ثبوت میں بھی ہم اسی کی عبارات ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

..... ”عیسائیوں نے بہت بے آپ کے مہرجات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی مجرہ نہیں ہوا۔“ (ضیغم انعام آنحضرت ص ۶، خزانہ ان ح ۱۹۰۹ء میں ۲۹ جولائی)

اس عبارت میں فقرہ ”حق بات یہ ہے“ کو خیال کیا جاوے۔

..... ”ہم سچ این مریم کو پہلی ایک راست باز آؤ دی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ والله اعلم!“

(دلف البلاء ٹائل پارص ۳، مطبوعہ ضایاء الاسلام ۱۹۰۲ء، خزانہ ان ح ۱۸۹۸ء میں ۲۹ جولائی)

اس عبارت پر مرزا ہی کا نوٹ ملاحظہ ہو:

☆ ”یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت میں علیہ السلام اپنے زمانہ کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے۔ یہ ہمارا یہاں محسن نیک فتنی کے طور پر ہے۔“

..... ”اسی طرح اول میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو سچ سے کیا بست ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کی بزرگ مقررین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں خدا کی وی بارش کی طرح میرے پنازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم رہنے شدیا۔“ (حقیقت الوقی ص ۱۳۹، خزانہ ان ح ۱۵۲ میں ۲۲ جولائی ۱۹۰۹ء)

..... ”جن لوگوں نے ان کو خدا بنا�ا ہے جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ مخواہ خدائی صفات انہیں دی ہیں۔ جیسا کہ ہمارے مقابل اور خدا کے مقابل نام کے مسلمان وہ اگر ان کو اوپر اٹھاتے اٹھاتے آسمان پر چڑھادیں یا عرش پر ٹھادیں یا خدا کی طرح پرندوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں تو ان کو اغتیاب ہے۔ انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے لیں سچ کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرا راست بازوں سے بڑھ کر بناتے نہیں ہوتی۔“

(دلف البلاء ٹائل پارص مطبوعہ ضایاء الاسلام ۱۹۰۲ء، خزانہ ان ح ۱۸۹۸ء میں ۲۲ جولائی)

ان عبارتوں کو پڑھنے کے بعد کون ہے جو یہ تروکر کے کہ مرزا نے جو کچھ لکھا دے بطور اثرام لکھا اور کس کی عجال ہے جو یہ کہے کہ عیسائیوں کو اخراج کو دیا ہے جب کہ وہ اپنے نزدیک اپنے خیال اور عقیدہ کے موافق حضرت میں علیہ السلام کو ایسا ہی سمجھتا ہے جیسا کہ اس نے لکھا اور اس اخیر عبارت میں صاف تلاویا کہ مسلمان حضرت میں علیہ السلام کو قرآن کے موافق اگرچہ آسمان پر چڑھادیں یا قرآن کے موافق پرندوں میں خدا کے حکم سے جان ڈالنے والا قرار

کریں۔ ”لیکن سچ کی راست ہازی اپنے زمانہ کے راست ہازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں۔“ اب دیکھنا یہ ہے کہ کس سچ اور کس عینی کو قرآن نے آسان پر چڑھایا ہے اور کس کو پرندوں میں خدا کے حکم سے جان ڈالنے والا ہتلایا عینی بن مریم کو یا کسی اور کو؟

وَقَدْ أَخْذُوا فِي مَا لَكُمْ بِنِ نُوَيْرَةٍ **بِصَاحِبِكُمْ لِلْمُضْطَفِي كَادَانِي**
”صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مالک بن نویرہ کو فی کرم کی شان میں لفظ صاحبکم اونی درجہ کا لفظ کہنے پر گرفت کر کے قتل کیا۔“

مالک بن نویرہ ایک شخص تھا۔ جس نے جتاب آنحضرت ﷺ کی شان میں لفظ ”صاحبکم“ جو اونی اور گھٹیا درجہ کے لوگوں کے حق میں استعمال کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کے حق میں استعمال کیا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کے اس لفظ پر گرفت کی اور قتل کرویا۔ یہ واقعہ بھی بطور نظری کے ہے۔

وَقَصْهَ دُبَيْرٌ رَأَى الْقَتْلَ عِنْهَا **أَبْوَيْنُوسْفُ الْقَاهِصِيٌّ وَلَاتُأَوَانِ**
”امام ابو یوسفؓ نے ایک شخص کو اس کہنے پر قتل کر دیئے جانے کا حکم دیا کہ مجھے کو پسند نہیں اور وہ وقت محافی کا نہ تھا۔“

اس شعر میں بھی بطور نظری امام ابو یوسفؓ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسفؓ ایک مرتبہ حدیث بیان فرمائے تھے کہ نبی کریم ﷺ کو کو پسند فرماتے تھے اور غبٹ سے کھایا کرتے تھے۔ اس پر ایک شخص جماعت میں سے اٹھا اور بہت اوپنجی آواز اور سخت لہجے سے کہنے لگا کہ مجھے تو پسند نہیں جس پر امام موصوف نے اس کے قتل کر حکم دیا اور بالآخر اس نے توبہ کی جس سے اس کی معافی ہوئی۔

وَقَدْ أَغْمَلَتْ حُكْمَ الشَّرِيفَةِ فِيهِمْ **حَكْمُوَةُ عَذْلٍ لِلْأَوْيَنِ أَمَانٌ**
”امیر امان اللہ خان جلالت مآب کی عادل حکومت نے اس مسئلہ میں حکم شریعت پر عمل کر کے فیصلہ کیا۔“

اس شعر میں نعمت اللہ خان مرتد کے قتل کی طرف اشارہ ہے۔ جس کے متعلق حکومت افغانستان کی جانب سے قتل کا فیصلہ دیا گیا تھا اور قرآن اور حدیث کے مطابق اسلام کی رو سے اس فیصلہ کا نفاذ ہوا ہے۔ مرزاںی جماعت نے بہت شور چاکر اس فیصلہ کو خلاف تعلیم قرآن ہنانے کی کوشش کی۔ جس کے جواب میں حضرت مولانا شیخ احمد صاحب ٹھٹھی مدنوی، مدرس دارالعلوم دیوبند نے رسالہ الفہاب شائع کیا۔ جس میں اس حکم کو قرآن کی آیات اور احادیث سے پوری

تفصیل کے ساتھ مشرح فرمایا۔ جس کے دیکھنے کے بعد ہر منصف الہ دماغ سمجھ سکتا ہے کہ حکومت افغانستان کا یہ فیصلہ قرآن اور قانون اسلام کے بالکل مطابق ہے اور جس کے نتائج گزشتہ سلطنت اسلام کے بیہان بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔

عبدالملک بن مروان نے حارث چنی (جو ٹوادی نبوت) کو قتل کرایا۔ اس کے ماسوا بہت سے خلفاء نے ایسے مجرموں کو بھی سزا دی ہے اور علماء نے ان کے افعال کی تصویب کی اور خالف کی تکفیر۔ دیکھو میرزاں الکبری میں شعر ان قتل مرتد پراجع نقل کرے ہیں۔

”وَقَدْ أَتَفَقَ الْإِلَمَةُ عَلَىٰ أَنْ مَنْ ارْتَدَ عَنِ الْإِسْلَامِ وَجَبَ قَتْلُهُ وَعَلَىٰ
أَنْ قَتْلَ الزَّنْدِيقِ وَاجْبَ وَهُوَ الَّذِي يُسَرِّ الْكُفَّارُ“ (میزان للشعرانی)
”تَحْمَلَ آئُلُوُّا اس پر اتفاق ہو چکا کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے اس کا قتل ضروری
ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ زندیق کا قتل واجب ہے اور زندیق وہ ہے جو باطن میں کفر رکھتا ہو۔“
شرح شفاه میں بھی علماء کا اجماع منقول ہے۔

”اجْمَعُ عَوَامٍ أَهْلَ الْعِلْمِ عَلَىٰ أَنْ مَنْ سَبَ النَّبِيَّ ﷺ يُقْتَلُ“
(شرح فتاویٰ قاضی عیاض ج ۲ ص ۳۹۲)
”اجماع کیا عامد اہل علم نے اس پر کہ جس شخص نے توہین کی نبی کریم ﷺ کی قتل
کیا جائے۔“

اور دوسرا جگہ ہے: ”مَنْ سَبَ اللَّهَ تَعَالَىٰ أَوْ أَنْبِيَاءَ هُوَ قَاتِلٌ“
(شرح فتاویٰ ج ۲ ص ۳۸۹)
”جس نے اللہ کی اور اس کے لانگھی اور انبیاء کی توہین کی، قتل کیا جائے۔“
حضرت عمر قاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”مَنْ سَبَ اللَّهَ أَوْ سَبَ أَحَدًا مِّنَ
الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ“ جس نے اللہ کی یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی توہین کی اس کو قتل کرو۔
”تَحَمَّلَ فِي جَمِيعِ الْحُطَاطِمِ وَنَيْلِهَا وَبَشَطَ النُّنْشَى فِي حَاصِلَاتِ مَجَانِي
مَرْزَابِرُؤْحَاءِ حَاءِ وَيَاءِ دَيَّنَا كَخُوشِ وَخَاشِكِ جَمْعَ كَرْنَے میں اور تَرَنَّا کیں پوری کرنے میں
چندہ کی رُتیں جمع کر کے کے۔“

وَكُلُّ صَنْبَرٍ أَوْ دَهَآءَ وَفَوْنَدَةَ لَتَبَلِّيلُ الْمُثْنَى بِالظَّرْبِ وَالْتَّوْرَانِ
”اور جو تیر یا مکر ہے اس کے بیہان الاٹا کر کے اپنے مطالب ہی حاصل کرنے میں
ہے۔“

أَهْذَا مَسِيْحٌ أُوْمَلِيلُ مَسِيْحُونَا تَسْرِبَلَ سِرْبَالًا فَنَ الْقَوْتَرَانِ
”کیا کہا ہے مجھ یا مثلی سچ جس نے کرتہ ہون لیا گدھ کا۔“

وَكَانَ عَلَى مَاقَالَ مَاجُوحُ أَصْلَهُ فَصَارَ مَسِيْحًا فَاعْتَبِرْ بِقَرَانِ
”مرزا پی محقق کی بنا پر ماجوح کی نسل سے تا پہن بن بیٹھا سچ، پس عبرت لواس جوڑ
سے۔“

نَعَمْ جَاءَ فِي الدِّجَالِ إِطْلَاقُهُ كَذَا نَقْذَ آذِرَكَتْهُ خَفَّةُ السَّرْعَانِ
”ہاں دجال پر بھی سچ کا اطلاق آیا ہے پر مرزا کو غلطی گئی او جھے پن میں جلد
بازوں کی۔“

لَيْتَ احَادِيثَ مِنْ سَعَكَ كَالْفَظِ دِجَالِ وَرَسَحَ مِنْ شَرِكَ تَحْا جِسْ اشْتِراكِ سَرْزَعَانِ
غلطی گئی۔ لیتی تھا سچ دجال اور بن کیا سچ بن مریم۔

آلُمْ يَهُدُ لِلْقُرْآنِ يَخْفَطُهُ وَلَمْ يَحْجَجْ لِفَرْضِ صَدَّهُ الْحَرَمَانِ
”کیا مرزا کو قرآن حظکرنے کی ہدایت نہ ہوئی اور حج فرض ادا نہ کیا حرمنے اس کو
روک دیا۔“

فَيُسْرِقُ فِي الْفَاظِ بَاطِنِيَّةً وَقَرْمَطَةً وَخَيْرَ آتَاهُ كَذَانِيَّةً
”چوراتا ہے اپنے الفاظ میں فرقہ باطنیہ اور قرامطہ سے یہ وحی ہے اس کی دوغلی یا
کاویانی۔“

بَاطِنِيَّةً وَقَرْمَطَةً وَفَرْقَةً ہیں جن سے مرزا نے مضامین چوری کر کر کے اشاعت و تبلیغ
کی۔

وَتَابِقَةً مَنْ فِي وَنْصَفِ تَنْصُرٍ وَمَنْ فِي وَكْفَرٍ مُؤْدَعٍ يَمْبَانِيَ
”مرزا کی متابعت ایسے لوگوں نے کی جو پہلے نیم اصرافی تھے اور جن کی سرشت میں کفر و
دیعت رکھا تھا۔“

وَكَفَرَ مَنْ لَمْ يَعْتَرِفْ بِنَبْوَةِ لَهُ وَهُوَ فِي هَذَا الْأَوَّلُ جَانِ
”اور مرزا نے اس شخص کی بھیگری کی جس نے اس کی نبوت کونہ ماٹا اور حال یہ ہے کہ وہ خود
اس میں اقل محروم ہے یا اول پھل پانے والا ہے۔“

ہم اس سے قبل مرزا کی بعض عبارتیں نقل کر چکے ہیں۔ جس میں مرزا نے تمام عالم
اسلام کو جو اس کی نبوت کونہ مانے کافراو جھنمی کہا ہے۔ جس سے مرزا کے ان دعاوی کا سربستہ راز

کھل جاتا ہے۔ جن میں اس نے کہا تھا کہ راست بازی ترقی کرے گی۔ اسلام دنبا میں پھیل جائے گا۔ ادیان بالطلہ مثلاً دین یہود و نصاریٰ و ہندو نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا کی تھوڑی سی جماعت کے سوالیقہ مسلمان جو اس کو نہیں مانتے، اس کے نزدیک کافر ہی ٹھہرے تو مرزا نے کفر پھیلایا اسلام اور کوئی دین یہود اور نصاریٰ اور ہندو نیست و نابود ہوا۔

لعنة الله على الكاذبين!

الَا فَاسْتَقِيمُوا وَاسْتَهِمُوا الَّذِينَ كُمْ فَمَوْتٌ عَلَيْهِ وَأَكْبَرُ الْحَيَوَانُ
”خبردار و رست ہو جاؤ اور اپنے دین پر سرگشتم ہو جاؤ اور دین پر منما ہی بڑی زندگی ہے۔“

وَعَنَّدَ دُعَاءَ الرَّبِّ قُومُوا وَشُوْرُوا حَنَانًا عَلَيْكُمْ فِينَ وَأَثْرَخَنَانُ
”اور خدا کی آواز پر لیک کہہ کر تیار ہو جاؤ اس میں خدا کی تم پر مہر انہوں پر مہر ہائی ہے۔“

وَكُنْ رَاجِيَةً أَنْ يَظْهَرَ الْحَقُّ وَإِنْ تَقْبَلْ لَا وَلَادَ بَغْيٍ فِي السُّهْلِ يَمْسَانِي
”اور حق کے غالب ہونے کی خداسے امید رکھو اور بر سالی کیروں کے مٹ جانے کا بوقت طلوع (ستارہ) سہیل انتظار کرو۔“

وَلِلْحَقِّ صَدْعَ كَالصَّدْعِ وَضُولَةً وَكَفْنٌ وَضَرْبٌ فَوْقَ كُلِّ بَنَانٍ
”حق صحیح صادق کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور حق کے لئے صولات اور نیزہ اور مار ہے ہر سرگشت پر۔“

وَآخِرُ دَعْوَتَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّذِي لِنُصْرَةٍ دَيْنَ الْحَقِّ كَانَ هَدَانِي
”اور آخر دعا این الحمد للذی لنصرۃ دین الحق کا ان ہدایت ہے۔“

وَصَلَى عَلَى خَتْمِ النَّبِيِّنَ ذَاقَمَا وَسَلَّمَ مَادَامَ اغْتَلَى الْقُرْآنَ
”اور خدا کی رحمتی حضرت خاتم الانبیاء پر نازل ہوتی رہیں جب تک چاند اور سورج بلند ہوتے رہیں۔“

تمنہ

مرزا علیہ ماطیہ کے الہامات اور دساوں شیطانی کا فخر نمودہ جس کو ہم اشعار کے ذیل میں عجلت اور عجیب وقت کی وجہ سے درج نہ کر سکے۔ اس جگہ قفل کرو یا مناسب بھجتے ہیں۔

الہامات شیطانیہ

”یریدون ان یرو اطمئنک“ یعنی وہ تیر اجیض دیکھنے کا رادہ کرتے ہیں۔ اس الہام کی تشریع خود مرزا قادیانی کی زبانی اس طرح ہے۔ ”بابواللہ بخش چاہتا ہے کہ تیر اجیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دھلانے گا جو متواتر ہوں گے اور تمھری میں اجیض نہیں۔ بلکہ وہ پچھہ ہو گیا ہے۔ بخوبی اطفال اللہ کے ہے۔“

(ترجمت الحق ص ۱۳۳، ج ۲۲، خزانہ ح ۵۸۱)

اس الہام میں مرزا ہمورت بنے۔ اب نہود باللہ خدا تعالیٰ مرزا سے ہم بستری کرتے ہیں اور رجولیت کی طاقت ظاہر کی جاتی ہے۔ جس کو مرزا کے ایک مرید قاضی یا روحانی۔ او۔ ایل پلیدرا اپنے فریکٹ نمبر ۳۷ موسوم پر (اسلامی قرآنی ص ۱۲) مطبوعہ ریاض ہند پر لیں امرتر میں لکھتے ہیں کہ ”جبیسا کہ حضرت سُقیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ ہمورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا انہمار فرمایا۔ مجھے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔“ اس قسم کے وساوں یقیناً شیطانی ہیں۔ کوئی عاقل کبھی خدا کی طرف نہود باللہ اس قسم کے افعال کو تجویز نہیں کر سکتا۔

”مریم کی طرح صیلی کی روح مجھ میں لفظ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ مٹھہ را دیا گیا اور آخرنی مہینے کے بعد جو دس میہنے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر بر این احمد یہ کے حصہ چار میں ۵۵۶ درج ہے، مجھے مریم سے صیلی بنا یا گیا۔“

(کشی نوح ص ۲۷، ج ۱۹، خزانہ ح ۵۰)

”خدا تعالیٰ کو جو مراد اس عاجز سے ہے۔ در ذرہ جنہے بکھر کی طرف لے آئی۔“

(کشی نوح ص ۲۷، ج ۱۹، ح ۵۰)

”خدا تعالیٰ میرے وجوہ میں داخل ہو گیا اور میرا غصب، میرا حلم اور تختی و شیر نبی و حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا اور اسی حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسان اور زمین کو اجنبی صورت پر پیدا کیا۔ جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے مشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی اور میں دیکھا تھا کہ میں اس کی علّق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسان دنیا کو پیدا کیا اور کہا: ”انا زینا السماه الدنیا بمصابیع“ پھر میں نے کہا ہم انسان کو مٹی کے خلاصے پیدا کریں گے۔“

انگریزی الہامات

(بماں ان احمد میں ۲۸۷، خزانہ اسناد احمد حاشیہ) ایک دفعہ کی حالت یاد آگئی کہ انگریزی میں اول یہ الہام ہوا: ”آنی لویو“ یعنی میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر یہ الہام ہوا: ”آنی ایم ود یو“ یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر یہ الہام ہوا: ”آنی شیل هیلپ یو“ یعنی میں تمہاری مدد کروں گا۔ پھر الہام ہوا: ”آنی کین وہاث آتی ول ڈو“ یعنی میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ پھر بعد میں اس کے بہت ہی زور سے جس سے بدن کا نپ گیا، الہام ہوا: ”وی کین وہاث ول ڈو“ یعنی ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے اور اس وقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے۔ جو سر پر کھڑا بول رہا ہے۔ (یہ حقیقت میں شیطان ہے جو مرزا کو الہام کرتا ہے)

”اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالہ اور مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیریہ مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں۔ تیرہ سو رس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اور اگر کوئی ملکر ہو تو بار بیوت اس کی گردان پر ہے۔ غرض اس حصہ کیش روئی الہی اور امور غیریہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقبال اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کیش اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ میں اس وجہ سے نبی کاتام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیریہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔“ (حقیقت الوہی میں ۲۹۱، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، خزانہ اسناد ۲۲ ص ۳۰۶)

”ایسے ناپاک خیال، مکمل اور استعازوں کے دشمن کو ایک بھلامانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اسے نبی قرار دیں۔“ (حضرت انجام آخر میں ۹، خزانہ اسناد ۱۱ ص ۲۹۲) (یہ بکواس حضرت میسیلی علیہ السلام کے متعلق ہے)

(از الہام میں ۱۱۷۹، خزانہ اسناد ۳۳۹ (۲۲۹)) پر لکھتے ہیں کہ ”ایک مرتبہ چار سو نبی نے غلطی کی۔“ مرزا کا یہ جملہ اس کی کم حقیقی اور انہیاں علیہم السلام کی طرف غلطی کی نسبت کرنے میں کس قدر بے باکی کو ثابت کرتا ہے۔ یہ چار سو شخص درحقیقت نبی نہ تھے۔ بلکہ ایک ہاؤ شاہ کے مجاور اور پوچھاری تھے۔ جن کو مرزا قادیانی نے نبی سمجھا اور غلطی کو نبیوں کی طرف منسوب کر دیا۔ آپ کی جھوٹی نبوت چونکہ اسکی نبی ہے اس لئے اور انہیاں علیہم السلام کو بھی ایسا ہی تصور کرتا ہے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مکبر

اللهم إني أسألك لذاتك ملائكة و جنات
اسلام اور
مرزا سید



حضرت مولانا نقیق الرحمن آر ولی عزیز اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام و مرزايت

”الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد“
 ہندوستان میں مسلمانوں کی بہت سی مختلف الجماعتیں آباد ہیں۔ بعض میں فروعی جزوی اختلاف ہے اور بعض میں اصولی۔ پھر اصولی اختلاف رکھنے والے فرقوں میں باہمی فرق ہے۔ بعض فرقے بالکل ہی اسلام کے اصول قطعیہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور بعض اصل اصول کو مان کر ان کے ماتحت اصول میں مختلف ہیں۔ عموم اور جدید تعلیم یا فتنہ حضرات جو اسلام کے اصول و فروع سے پوری واقفیت نہیں رکھتے عموماً ان سب جماعتوں اور فرقوں کو ایک ہی درجہ میں سمجھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان عظیم ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح جزوی اور فروعی اختلاف کی بناء پر آپس میں لڑنا، جھگڑنا اور تشدد بر تنازع موم و ناجائز ہے اسی طرح اصولی اختلاف کو نظر انداز کر کے ایسی فرقوں کو جن کے عقائد، اسلامی عقائد اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کے قطعاً خلاف ہوں، مسلمان بھتنا اس سے زیادہ مضر اور نفع موم ہے۔

مرزا غلام احمد قادریانی مدئی نبوت نے جس فرقہ کی بنیاد پنجاب میں ڈالی ہے۔ وہ اسی قسم سے ہے کہ اس کے عقائد کسی طرح عقائد اسلامیہ پر منطبق نہیں ہو سکتے۔ لیکن چونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور ظاہر میں نماز، روزہ اور تلاوت قرآن میں عام مسلمانوں کے ساتھ شریک نظر آتے ہیں۔ اس لئے عام مسلمان اور بالخصوص جدید تعلیم یا فتنہ حضرات فریب میں آجاتے ہیں۔ علماء اگر ان کو متنبہ کرتے ہیں تو سمجھا جاتا ہے کہ علماء کا اختلاف تو ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور بعض تو خود ان حضرات علماء پر الراہم رکھتے ہیں کہ یہ ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں اور کفر کے فتویٰ دینے کی ان کو عادت ہو گئی ہے۔ اس لئے احتقر کے اساتذہ نے بالخصوص استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھاگل پوری سابق مدرس دارالعلوم دیوبند نے ایک ایسا رسالہ لکھنے کا حکم دیا جس میں ہم اپنی طرف سے کچھ نہ لکھیں بلکہ عقائد مرزا یہ کو عقائد اسلامیہ کے مقابلہ میں رکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کریں تاکہ ہر عقل اور انصاف والا خود بخود یہ فیصلہ کر سکے کہ اس فرقہ کے عقائد اسلامی عقائد سے کس قدر متفاہد واقع ہوئے ہیں اور حضرات علماء اور تمام اسلامی فرقے کسی مجبوری کی وجہ

سے مرزا یوں کے کفر و ارتداد پر تفقیح ہوئے ہیں۔ اس لئے احقر نے اس رسالہ میں عقائد اسلامیہ قرآنی آیات اور مستند حدیثی روایات کے حوالے جمع کئے ہیں اور اس کے بالمقابل دوسرے کالم میں اس کے متعلق مرزا قادیانی کے عقائد خود ان کی کتابوں سے اور ان کے خلیفہ جانشین مرزا محمود اور ان کے خاص مبلغین کی تصانیف سے منع ان کی اصل عبارت اور صفحہ کے نقل کردیئے ہیں۔ ان دونوں کالموں میں ہمارا کوئی مضمون نہیں ہے۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات سے میری درخواست ہے کہ براۓ کرم اپنے وقت کا تھوڑا سا حصہ اس میں صرف فرمادیں اور دونوں عقائد کا موازنه مقابلہ کر کے نتیجہ کالیں کفر قہ مرزا یہ کو مسلمان کہنا چاہئے یا خارج ازاں اسلام۔

۱..... ذات وصفات باری تعالیٰ اللقب ونبوت

اسلام

۱..... ”وقالوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنَ ولَدًا لَّقَدْ جَهَنَ شِبَّاً اَذَا تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرُنَّ مِنْهُ وَتَنْشَقُ الْأَرْضُ وَتَخْرُجُ الْجِبَالُ هَذَا اَنْ دُعَوْلَلِرَحْمَنَ ولَدًا وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنَ اَنْ يَتَخَذِّلَوْلَا (مریم: ۶)“ اور یہ کافر لوگ (عیسائی یا مرزا یہ) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد (بھی) اختیار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (کہ) تم نے (جو) یہ (ہات کی تو) الکی سخت حرکت کی ہے کہ اس کے سبب کچھ بیعد نہیں کہ آسمان ٹوٹ پڑیں اور زمین کے کھوئے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس ہات سے کہ یہ لوگ خدا کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ خدا کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے۔“

۲..... ”وقالوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ (یونس: ۷)“ اور (کافروں نے) کہا اللہ تعالیٰ نے بیٹا بھایا ہے۔ وہ اللہ پاک ہے اس سے (کہ کسی کو اپنا بیٹا بناوے)“

۳..... ”سُبْحَانَهُ اَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ“ (پاک ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کہ اس کو بیٹا اولاد ہو۔)

۴..... ”لَمْ يَلِدْ (اخلاص)“ (نہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے کسی کو۔)

۵..... ”لَمْ يُوَلِّدْ (اخلاص)“ (اور نہ جتنا گیا وہ یعنی اللہ تعالیٰ نہ کسی کا باپ ہے اور کسی کا بیٹا ہے۔)

۶..... ”مَنْ اعْتَرَفَ بِالْهِيَةِ اللَّهِ تَعَالَى وَوَحْدَانِيَتِهِ وَلَكِنْهُ ادْعَى لِلَّهِ وَلَدًا وَ

صاحبہ اور الدافذلک کله کفر با جماعت المسلمين (شرح شفا ص ۱۲ ج ۵۰)“
و جو شخص اقرار کرے اللہ تعالیٰ کی الہیت اور خدائی کا اور اس کے ایک ہونے کا لیکن خدا کے لئے
بیٹا یا باپ یا بی بی ہونے کا مدعی ہوتا یہ کفر ہے۔ بالاتفاق یعنی ایسے شخص کے کافر ہونے پر تمام
مسلمانوں کااتفاق ہے۔”

مرزا سیت

..... ”انت منی بمنزلة ولدی (اے مرزا) تو بخوبی میرے بیٹے کے ہے۔“
(حقیقت الوجی ص ۸۶، ج ۲۲، نزدیک ۴۹)

..... ۲ ”انت منی بمنزلة اولادی (اے مرزا) تو بخوبی میری اولاد کے ہے۔“
(البشری ص ۲۵، ج ۲، تحریر حقیقت الوجی ص ۳۳، ج ۲۲، نزدیک ۵۸)

..... ۳ ”اسمع ولدی“ یعنی سن اے میرے بیٹے (مرزا) ” (البشری ص ۳۹، ج ۱)
ای کی طرح (اربیشن نمبر ۱۹ ص ۱۹، ج ۲۲، نزدیک ۳۵۲) میں با ابواللہی بخش کی نسبت یہ
الہام ہے ”با ابواللہی بخش چاہتا ہے کہ تیر حیض ویکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا
تعالیٰ تجھے اپنے انعامات و کھلانے کا جو متواتر ہوں گے۔ تجھے میں حیض نہیں بلکہ وہ (حیض) پچھے
ہو گیا ہے جو بخوبی اطفال اللہ (اللہ کے بیٹے) کے ہے۔“
(تحریر حقیقت الوجی ص ۳۳، ج ۲۲، نزدیک ۵۸)

..... ۴ ”انانبش رک بغلام مظہر الحق والعلی کان اللہ منزل من السماء“ یعنی
پہلک ہم تجھ کو (مرزا) خوش خبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی۔ (جو تجھ کو ہوگا) جو حق اور علامہ کا ظاہر
کرنے والا ہوگا۔ گویا اللہ تعالیٰ خود بخود آسان سے اڑ آئے گا۔ (مطلوب اس الہام کا یہ ہے کہ خود
خدا آسان سے اتر کر تیر اپیٹا بن جائے گا) (الاستخارہ ص ۸۵، ج ۲۲، نزدیک ۱۲)

..... ۵ ”انت منی و انا منک“ یعنی (اے مرزا) تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔
(ذکر ص ۳۲۲ طبع سوم)

زوجیت ۲

اسلام

..... ”أَنْتَ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ

شی علیم (انعام:ع ۱۲) ”اس کے کہاں سے بیٹا پیدا ہوا۔ اس کی تو کوئی بی بی نہیں۔ اس نے سب چیزوں کو پیدا کیا اور وہی ہر چیز کا جانے والا ہے۔“

مرزا سیف

..... ”حضرت سُجّ مودود (مرزا قادیانی) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہو گئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولت کی قوت کا اظہا رکھ رہا ہے۔“ (یعنی جو کام بوقت شہوت میاں اپنی بیوی سے کرتا ہے (العیاذ باللہ) خدا نے مرزا قادیانی کے ساتھ وہی کام کیا) (اسلامی قربانی ص ۲۶۴ مصنف یا محمد قادیانی)

۳..... ممائت

اسلام

..... ”لیس کمثہلہ شے وہو السمعیع البصیر (شوری:ع ۲)“ ”نہیں ہے مانند اس کے کوئی چیز وہی تمام چیزوں کا سنتے والا اور دیکھنے والا ہے۔“

۲..... ”لَمْ يَكُنْ لَهُ كَفُوا الْحَد (اخلاص)“ اور نہیں کوئی اس سے برابری کرنے والا۔“

۳..... ”ای لِمْ يَكَافِئَهُ اَحَدٌ وَلِمْ يَمَاثِلَهُ وَلِمْ يَشَكَّلَهُ (روح البیان ص ۷۱۹ ج ۴)“ ”یعنی نہ تو کوئی خدا کے برابر ہے اور نہ اس کے مانند ہے اور نہ اس کے ہم ٹکل ہے۔“

۴..... ”وَمَنْ اعْتَرَفَ بِالْهُدَى وَوَحْدَنِيَّتِهِ وَلَكِنَّهُ اعْتَقَدَنَّهُ مَصْوَرَ بَصُورَةِ فَذَلِكَ كَفَرٌ بِالْجَمَاعَ (شفاء ص ۲۱۴ ج ۲)“ ”اگر کوئی خدا کو ایک مانتے ہوئے یہ اعتقاد رکھے کہ وہ صورت اور ٹکل والا ہے تو وہ کافر ہے بالاتفاق۔“

مرزا سیف

..... ”دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔“ مطلب یہ کہ میں خدا کی مانند ہوں اور وہ سرے نبیوں نے بھی مجھ کو خدا کے مانند بتایا ہے۔ (ابنین نمبر ۲۳ ص ۲۵ حاشیہ، خراائن ج ۷ ج ۳۱۳)

۲..... ”اور تندوے کی طرح اس وجود عالم (الله تعالیٰ) کی تاریخ بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔“ (وضع مرامیں ۵۷، خراائن ج ۷ ج ۹۰ ص ۳۵)

۳..... الوہیت

اسلام

۱..... ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَأَلَّا إِلَّا
فَاعْبُدُونَ (انبیاء: ۲۰)“ اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے تھے سے پیغمبر مکرمی کرتے تھے ہم ان
لوگوں کی طرف یہ کہنیں ہے کوئی معبود نہیں۔ میں تیرتی ہی عبادت کرو۔۔۔۔۔

۲..... ”وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ أَنَّ اللَّهَ مِنْ دُونِهِ فَذَلِكَ نَجْزِيهُ جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نَجْرِي
الظَّلَمِينَ (انبیاء: ۲۹)“ اور جو کوئی کہے ان میں سے کہ بیکھ میں بھی الشہوں اللہ تعالیٰ کے
سو اپس ہم بدل دیں گے اس کو دوزخ۔ اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم ظالموں کو۔۔۔۔۔

۳..... ”وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَخَذُوا الْهَيْنَ اثْنَيْنَ انَّمَا هُوَ اللَّهُ وَاحْدَهُ فَإِيَّاهُ فَارْهُبُونَ
(نحل: ۱۰)“ اور کہا اللہ تعالیٰ نے نہ بتاؤ و خدا سوائے اس کے نہیں کہ وہ معبود (اللہ) اکیلا ہی
ہے۔۔۔۔۔ میں مجھ ہی سے ذرا کرو۔۔۔۔۔

۴..... ”الْهُكْمُ لِلَّهِ وَاحْدَهُ (نحل: ۲۲)“ تم لوگوں کا معبود ایک اللہ ہے۔۔۔۔۔

۵..... ”اذْقَالَ ابْرَاهِيمَ رَبِّى الذِّي يَحْيِى وَيَمْتَتِ (بَقْرَهُ)“ جبکہ کہا حضرت
ابراهیم علیہ السلام نے کہ میرا پورا روگاروہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔۔۔۔۔

۶..... ”أَنَّمَا أَمْرُهُ أَذْأَرَادَ شِيفَاتًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (يَسِين)“ جب وہ
(اللہ) کسی چیز (کے پیدا کرنے) کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ
دیتا ہے کہ ہو جائیں وہ ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔

مرزا سعید

۱..... ”رَأَيْتُنِي فِي الْمَنَامِ عِيْنَ اللَّهِ وَتَيقَنْتُ أَنِّي هُوَ“ یعنی میں نے خواب میں
ویکھا کہ میں بھیجہ اللہ تعالیٰ اور پھر میں نے یقین کر لیا کہ میں ہی خدا ہوں۔

(ایمیں کمالات اسلام ص ۵۶۳، جز ائمہ ۵ میں ایضاً)

۲..... ”فَخَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَوْلًا بِصُورَةِ اجْمَالِيَّةِ لَا تَفْرِيقَ فِيهَا وَلَا
تَرْتِيبَ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ الدُّنْيَا وَقَلَّتْ أَنَا زِينًا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحِ ثُمَّ قَلَّتْ
الآن نَخْلُقُ الْأَنْسَانَ مِنْ سَلَالَةِ مِنْ طِينٍ نَخْلُقُ أَدْمَمَ إِنَّا خَلَقْنَا الْأَنْسَانَ فِي

احسن تقویم و کناکذالک الخالقین ”پس میں نے پہلے آسمان و زمین اجھاں فکل میں بیٹھا۔ جن میں کوئی ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا کہ پیشک زندگت دیا ہم نے آسمان دنیا کوچھ اخنوں سے پھر میں نے کہا کہ انسان کوئی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پس میں نے آدم کو بنا�ا اور ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا اور اس طرح سے میں خالق ہو گیا۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۲۵، خزانہ حج ۵ ج ۱۵ ص ۵۵)

۳..... ”اعطیت صفة الافناه والا حیاء“ (خطبہ الہامیہ ص ۲۲۳، خزانہ حج ۹۶ ص ۵۵)

۴..... ”انما امرک اذا اردت شيئاً ان تقول له کن فیکون“
(تکرہ ص ۳۰۸ طبع ۲)

(پیشک تیرا (مرزا قادیانی) ہی حکم ہے جب تو کسی شے کا ارادہ کرے تو اسے کہہ دے کہ ہو جاؤں ہو جاتی ہے)

۵..... نوم و یقظہ۔ جھل و غلطی وغیرہ

اسلام

۱..... ”الله لا إله إلا هو الحق القيوم لاتأ خذه سنة ولا نوم (بقدره)“ ﴿الله تعالى (ایسا ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، زندہ ہے سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) نہ اس کو اونگھہ دبا سکتی ہے نہ نہیں۔﴾

۲..... ”قل أَغْيِرُ اللَّهَ اتَّخِذُولِيَا فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يَطْعَمُ وَلَا يُطْعَمُ (انعام)“ ﴿آپ کہنے کے کیا اللہ کے سوجو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کہ (سب کو) کمائے کو دیجے ہیں اور ان کو کوئی کھانے کو نہیں دیتا، اس کو انہا معمبوذ قرار دوں۔

۳..... ”وَلَا يَصْحُ عَلَيْهِ الْجَهْلُ وَلَا الْكَذْبُ لَا نَهْمَانَقْصُ وَالنَّقْصُ عَلَيْهِ مَحَالٌ (شرح عقائد جلالی)“ ﴿اور نہیں صحیح ہے اس پر جھل اور نہ صحیح اس لئے کہ دونوں نقص اور عیب ہیں اور نقص خدا کے لئے محال ہے۔﴾

۴..... ”وَيَكْفُرُ إِذَا وُصِّلَ اللَّهُ تَعَالَى مَعًا لَا يُلِيقُ بِهِ، أَوْ جَعَلَ اللَّهَ شَرِيكًا وَلَدًا وَزَوْجًا اُونَسِبَهُ إِلَى الْجَهْلِ أَوِ الْعَجَزِ أَوِ النَّقْصِ (فتاویٰ عالیٰ عَلَیْهِ الْمَغْبِرَیِّ ج ۲ ص ۲۳۶)“ ﴿جبکہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا وصف ثابت کرے جو اس کی شان کے

امتناب نہ ہواں کے لئے کسی کو شریک نہ بھائے یا اولاد یا بی بی ثابت کرے۔ یاددا کی طرف جمل
خطا مجذب یا شخص اور عجیب کو منسوب کرے تو ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ ۴)

مرزا یت

۱..... ”اصلی و اصول اسہرو انسام“ اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی کے الہام میں
کہتا ہے ”میں نماز پڑھتا ہوں اور روزہ رکھتا ہوں۔ میں جا گئی بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔“

(البشری ج ۲ ص ۷۹، تذکرہ م ۳۶، طبع سوم)

۲..... ”انی مع الرسول اقوم افطر و اصوم“ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوتا
ہوں اور میں افطار کرتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں۔

(حقیقت الوقی ص ۱۰۳، خزانہ ح ۲۲ ص ۷۷، تذکرہ م ۳۵۸، طبع سوم)

۳..... ”انی مع الاسباب اتیک بفتة انی مع الرسول اجیب اخطی
واصیب انی مع الرسول محیط“
(تذکرہ م ۳۶۲، طبع ۲)

”میں اسباب کے ساتھ اچاک تیرے پاس آؤں گا۔ میں اپنے رسول کے ساتھ
ہو کر جواب دوں گا خطا اور غلطی بھی کروں گا اور بھلانی کروں گا میں اپنے رسول کے ساتھ محیط
ہوں۔“

۴..... ”یا نبی اللہ کنت لا اعرفك“ (خدائی الہام) ہوتا ہے اے اللہ کے نبی! میں
بچے نہیں بچاتا۔
(مجموعہ الہامات تذکرہ م ۹۵، طبع ۲)

۶..... حدوث و قدم عالم

اسلام

۱..... ”اللہ خالق کل شئ (قرآن)“ ۵) اللہ تعالیٰ تمام جیزوں کا پیدا کرنے والا
ہے۔ ۶) ”فمن قال بقدم العالم فهو كافر (شرح فقه اکبر ص ۱۲)“ ۷) جو شخص قدم عالم کا
قابل ہو وہ کافر ہے۔

۲..... ”ذلکم الله ربکم لا الله الا هو خالق کل شئ (انعام:)“ اللہ پر درودگار
تمہارا ہے نہیں کوئی معبد و مکروہ پیدا کرنے والا ہر جیز کا۔ ۸) (اور ظاہر ہے کہ پیدا کرنے والا اور
ہنانے والا پہلے ہو گا اور جو جیز پیدا کی گئی ہے اور ہناکی گئی ہے وہ اس کے بعد ہو گی۔ اس سے معلوم

ہو گیا کہ خالق کے ساتھ تخلوق کو قدمیم ماننا بالکل غلط ہے اور قرآن کریم کی آتوں کا انکار کرتا ہے)
..... ۲ ”کان اللہ و لم یکن معه شئ (ترمذی، مسلم، بخاری)“ (اللہ تعالیٰ تھا اس کے
ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔) (نروج نہ مادہ اور نہ مسلمہ عالم اور نہ کوئی دوسرا تخلوق)

..... ۳ ”لَا نِزَاعٌ فِي كَفْرِ أَهْلِ الْقَبْلَةِ الْمُواظِبِ طَوْلَ الْعُمُرِ عَلَى الطَّاعَاتِ
بِاعْتِقَادِ قَدْمِ الْعَالَمِ وَنَفْيِ الْحَشْرِ وَالْعِلْمِ بِالْجَزِئِيَّاتِ اُونَحْوَذَكِ
وَكَذَابِ صُورَشِّعْ من موجباتِ الْكُفَّارِ (شرح مقاصد بحث سابع في حكم مخالف
الحق من أهل القبلة ص ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۱ ج ۲)“ (ایے شخص کے کافر ہونے میں کسی کا خلاف نہیں
جو اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم قدیم ہے یا قیامت نہ ہوگی۔ یا جزئیات کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں یا اس کے مثل
اور کفریہ عقائد اور اسی طرح موجبات کفر صادر ہونے سے بھی اگرچہ الہ قبلہ ہو اور اسلامی احکام
کی پابندی اور بجا آوری وائی طور پر کرتا ہو اور اپنی زندگی عبادت میں گزارتا ہو۔ کافر ہو
جاتا ہے۔)

..... ۴ ”فَمَنْ وَاظَبَ طَوْلَ عُمُرِهِ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ اعْتِقَادِ قَدْمِ
الْعَالَمِ وَنَفْيِ الْحَشْرِ وَنَفْيِ عِلْمِهِ تَعَالَى بِالْجَزِئِيَّاتِ وَالْكَلِيَّاتِ فَلَا يَكُونُ مِنْ أَهْلِ
الْقَبْلَةِ (شرح فقه اکبر ص ۱۸۰)“ (جو شخص ساری عمر طاعات و عبادات پر مداومت کرے۔
مگر قدم عالم یا نفی حشر کا قائل (قیامت کا مکر) ہو تو وہ الہ قبلہ یعنی مسلمان نہیں ہے بلکہ کافر ہے۔
مرزا سیت

..... ۵ ”ہم جانتے ہیں کہ خدا کی تمام صفات کبھی ہمیشہ کے لئے محظی نہیں ہوئی اور خدا تعالیٰ
کی قدمی صفات پر نظر کر کے تخلوق کے لئے قدمات نوئی ضرور ہے۔“

(پشمیر معرفت م ۱۶۰، خزانہ ح ۲۲۳ ص ۱۶۹)

..... ۶ ”ہمارا ایمان ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مالک ہے اسی طرح وہ ہمیشہ سے
خالق بھی ہے وہ ہمیشہ سے پیدا کرتا اور فتا کرتا چلا آیا ہے۔ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی تخلوق اس کے
ساتھ چلی آری ہے۔“ (حدوث روح و مادہ ص ۲۳ مصنفہ میر محمد اسحاق صاحب ماموں مرزا محمود احمد
قاوی اپنی خلیفہ قادریانی)

..... ۷ ”بھی مذہب صحیح ہے کہ قدمیم سے خدا تعالیٰ تخلوقات پیدا کرتا آیا ہے اور اب تک پیدا کرتا
رہے گا۔“ (حدوث روح و مادہ ص ۷)

..... ”جانا چاہے کہ چونکہ بعض ناواقف مناظر جو اسلام کی تعلیم سے کاہتہ واقفیت نہیں رکھتے۔ سلسلہ کائنات کی ابتداء ماننے میں اور خدا کی صفت خلق کا ایک خاص وقت سے کام شروع کرنا تسلیم کرتے ہیں۔ خدا کے خلق کرنے کی کوئی ابتداء نہیں۔ بلکہ جب سے خدا ہے (اور ہمیشہ سے ہے) تب ہی سے وہ خلوق پیدا کرتا چلا آیا ہے اور جب تک وہ رہے گا (اور ہمیشہ رہے گا) اس وقت تک وہ خلوق پیدا کرتا چلا جاوے گا۔ خدا کے خلق کرنے کی ابتداء ہے اور نہ انتہا۔ نہ کوئی ہمیں خلوق گزری نہ آخی خلوق پیدا ہو گی بلکہ ہر خلوق کے بعد خلوق ہو گی اور سلسلہ پروادہ سے انادی (حدوث روح و مادہ) ہے۔“ (قدیم)

۷..... نبوت و رسالت

(۱) نبوت کا وہی و کبی ہوتا

اسلام

..... ”الله يصطفى من الملائكة رسلا من الناس ان الله سميع بصير (سوده حج کا آخری رکوع)“ ﴿اللہ تعالیٰ﴾ (کو اختیار ہے رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے (جن فرشتوں کو چاہے) احکام پہنچانے والے (مقرر فرمادیتا ہے) اور (ای طرح) آدمیوں میں سے یعنی ہاتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

..... ”قالت رسولهم ان نحن الابشر مثلكم ولكن الله يمن على من يشاء من عباده (ابراهیم: ۱۱)“ ﴿او رکھا ان سے ان کے رسولوں نے کہ (واثقی) ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں لیکن (اللہ کو اختیار ہے کہ) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرمادے اور اس کو نبوت اور رسالت سے نوازے۔﴾

۱۔ مرزا یوں اور آریوں میں کوئی فرق نہ رہا کیونکہ وہ بھی عالم کے سلسلہ کو پروادہ سے قدیم مانتے ہیں دیکھو ستیار تھج پر کاش باب ۸ ص ۳۳۶ سوال ۲۲۔ اور مرزا یوں بھی سلسلہ دنیا کو قدیم اور عالم کو اذی مانتے ہیں۔ اس کے بعد قیامت اور حشر و نشر ایک خواب پر بیشان تھرے گا اور قیامت کا انکار کرنا ضروری ہو گا کما لا یخفی علی المتأمل اس عقیدہ کے بعد یہ شور چاہنا کہ ہم آریوں اور عیسائیوں میں تبلیغ کرتے ہیں۔ مناظرہ و مقابلہ کرتے ہیں۔ دروغ بے فرد غنیمیں تو اور کیا ہے؟ عقیق الرحمن آروی!

۳..... ”الله اعلم حيث يجعل رسالته (انعام)“ (اُس موقع کو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں انہا پیغام بھیجا ہے (یعنی کس کو نبوت دیتا ہے۔

لوٹ..... ان تینوں آیات میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے نبوت و رسالت سے سرفراز کرے وعی جس پر چاہے احسان فرمائے ہوادے اور لوگوں میں سے جس کو چاہے جن لے کسی دوسرے کے قبضہ میں نہیں ہے کہ وہ کوشش کر کے حاصل کرے۔ ان آیات سے یہی تمام امت نے سمجھا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ ثبوت حسب ذیل ہے۔

۴..... ”وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهَا (أَيُّ النَّبُوَةِ) مَكْتَسَبَةٌ فَهُوَ زَنْدِيقٌ يُجبَ قَتْلَهُ لَانَّهُ يَقْتَضِي كَلَامَهُ وَاعْتِقَادَهُ أَنَّ لَا تَنْقُطُعَ وَهُوَ مُخَالِفٌ لِلنَّصْرِ الْقُرْآنِ وَالْأَحَادِيثِ الْمُتَوَاتِرَةِ بَأْنَ نَبِيَّنَا شَلَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاتَمُ النَّبِيِّنِ (شَرْحُ عَقَادِ سَفَارِينِي ص ۲۵۷ ج ۲)“ (اور جو شخص یہ سمجھے کہ نبوت کوشش اور سعی سے حاصل ہو سکتی ہے وہ زندیق ہے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ اس کا یہ عقیدہ تو اس کو مقتضی ہے کہ سلسلہ نبوت کبھی ختم نہ ہوگا اور یہ نص قرآنی اور احادیث متواترہ کے خلاف ہے، جن میں ہمارے نبی ﷺ کا خاتم النبیین ہوتا بیان کیا گیا ہے۔)

۵..... ”قَالَ شِيخُ الْاسْلَامِ أَبْنُ تِيمِيَّهُ وَهُولَاءُ (أَيُّ الْفَلَاسِفَةِ) عِنْدَهُمُ النَّبُوَةُ مَكْتَسَبَةٌ وَكَانَ جَمَاعَةٌ مِنْ زَنَادِقَ الْاسْلَامِ يَطْلَبُونَ أَنْ يَصِيرُوا نَبِيًّا وَالْحَاصِلُ أَنَّ النَّبُوَةَ فَضْلٌ مِنَ اللَّهِ وَمَوْهَبَةٌ وَنِعْمَةٌ يَمْنَ بِهَا سَبْحَانَهُ وَيَعْطِيهَا لِمَنْ يَشَاءُ أَنْ يَكْرِمَهُ بِالنَّبُوَةِ فَلَا يَبْلُغُهَا بَعْلَمٌ وَلَا يَسْتَحْقُهَا بَكْسَبٍ وَلَا يَنْالُهَا عَنْ اسْتَعْدَادٍ وَلَا يَةٍ بَلْ يَخْصُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ (شَرْحُ عَقَادِ سَفَارِينِي ص ۲۵۷ ج ۲)“ (فرمایا شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے اور ان لوگوں یعنی فلسفیوں کے نزدیک نبوت کبی ہے اور مسلمانوں میں بعض گمراہ فرقے اور زبدیقی لوگوں کا بھی بھی خیال ہے اور مقصداں سے فقط یہ ہے کہ ہم لوگ بھی نبی بن جائیں اور دعا ہے نبوت کریں لیکن یہ بالکل فلسط اور باطل ہے۔ بلکہ نبوت فضل خداوندی اور انعام الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس نعمت سے نوازتا ہے۔ پس کوئی شخص نبوت کو اپنے کسب اور علم سے نہیں حاصل کر سکتا اور نہ ریاضت اور استعداد و لذات سے نبی بن سکتا ہے۔)

..... ”فَإِنْ قُلْتَ(فَهَلْ النَّبِيُّوْةُ مَكْتَسِبَةٌ أَوْ مَوْهِبَةٌ فَالْجَوابُ لِيْسُ النَّبِيُّوْةُ مَكْتَسِبَةٌ حَتَّىٰ يَتَوَسَّلَ إِلَيْهَا بِالنَّسْكِ وَالرِّيَاضَاتِ كَمَا ظَنَّهُ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْحَقِيقِ۔ وَقَدْ افْتَنَ الْمَالِكِيَّةُ وَغَيْرَهُمْ بِكُفْرِهِنَّ قَالَ أَنَّ النَّبِيُّوْةَ مَكْتَسِبَةٌ (الْيَوْاقِيتُ وَالْجَوَاهِرُ صَ ۱۴۷ ج ۱ مَصْنُفُ شِيْعَيْ عَبْدِ الْوَهَابِ شِعْرَانِي) ”ہُنَّ أَكْسَرُ سُؤَالٍ كَرَنَّ تَوْكِيدَ نِبَوَتِ كَبِيْرٍ یا وَهُنَّ تَوْجِيْبُ اسْ كَارِيْبٍ ہے کہ نِبَوَتُ اکْتَسَابٍ سَهِلٌ نَّبِيْسٌ ہُوْ سَكِينٌ تَّاکَرٌ کُوئیٗ فُخْصٌ عِبَادَتٌ اور رِيَاضَتٌ كَرَكَ نِبَوَتٌ حَاصِلٌ كَرَسَكَ۔ جِيَّساً كَمَا بَعْضُ اِحْقَوْنَ نَّخَيَالٌ كَيَا ہے بلَكَهُ عَلَامَيْ مَالِكِيَّةِ نِبَوَتٌ اَنَّ كَمَا عَلَادَهُ دِيْگَرُ عَلَامَهُنَّ نَّبِيْ بَعْضٌ کَوْسِيْ کَهْتَاهُو، کَافِرَ کَهْتَاهُ ہے اور کَفَرَ کَافِرَ کَفْتَوْیٍ دِيَاهُ ہے۔“

..... ”وَكَذَلِكَ مَنْ ادْعَى النَّبِيُّوْةَ لِنَفْسِهِ أَوْ جَوْزَ اِكتَسَابِهَا وَالْبُلوْغُ بِصَفَاهِ الْقَلْبِ إِلَى مَرْتَبَتِهَا كَالْفَلَاسِفَةِ وَغَلَّةِ الْمَتَصُوفَةِ وَكَذَلِكَ مَنْ ادْعَى مِنْهُمْ أَنَّهُ يُوحِيُ إِلَيْهِ وَأَنْ لَمْ يَدْعُ النَّبِيُّوْةَ فَهُوَ لَا كَلِمَهُ كَفَارُ مَكْذُوبُونَ لِلْبَنَىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَانَّهُ اخْبَرَ أَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيٌّ بَعْدَهُ وَأَخْبَرَ عَنِ اللَّهِ أَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ (شَرْحُ شَفَلَهِ ص ۲۰ ج ۲۰) ”اُور ایسے ہی کافِر کہتے ہیں ہم اس فُخْصٍ کو جواپِ لَئِے نِبَوَتٌ کَادُعَوِيٌّ کَرَے یا نِبَوَتٌ کَحاصلٌ کَرَنَا جَائزٌ سَبَجَهُ اور صَفَائِيَّ قَلْبٌ سَهِلٌ نِبَوَتٌ کَمَرْتَبَهُ بَعْدَ مَهْنَثَا مَكْنُونٌ سَبَجَهُ جِيَّساً كَمَا فَلَاسِفَهُ اور حِدَودُ شَرْعِيَّهُ سَهِلٌ ہوئے صَوْنِيَّ کَهْلَانَے والَّوْلُوں کَنَّخَيَالٌ ہے۔ اسی طرح جو فُخْصٌ دُعَوِيٌّ کَرَے کہ اس کو مَنْجَانِبُ الشَّدَوِيِّ ہوتی ہے گوہ نِبَوَتٌ کَادُعَوِيٌّ نَّدَرَ کَرَے ہُنَّ یَقَّاتَمَ کَتَامَ لَوْگُ کافِرٌ اور نَبِيٌّ کَلِمَتَهُ کو جَثَلَانَے والَّے ہیں۔ اس لَئِے کہ آپ نَّے خَبُودِیٌّ ہے کہ آپ خَاتَمُ الشَّيْئِيْنَ ہیں۔ آپ کے بعد کُوئی نَبِيٌّ نَّہِیں ہو گا۔“

مرزا سیت

..... ”مِنْ عَيْلِيٍّ سَعَ کُو ہَرْگَزْ انِ امورِ مِنْ اپِنے پُر کُوئی زِيَادَتٍ (فَضْلِيَّتٍ) نَہِیں دِیکھتا یعنی جیسے اس پُر خدا کا کلام نازل ہوا ایسا ہی مجھ پر ہوا اور جیسے اس کی نسبت مجرمات منسوب کئے جاتے ہیں۔ میں یقینی طور پر ان مجرمات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں بلکہ ان سے زِيادَه اور یہ تمام شرف (خداء سے ہم کلائی اور نِبَوَتٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ پَرْ فَضْلِيَّتٍ وَغَيْرَهُ) مجھے صرف ایک نَبِيٌّ کی یادِ وَدِیٌّ سے ملا ہے۔“

- ۲ ”مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مقاطبہ الہی ہے جو آنحضرت ﷺ کے ایجاد سے حاصل ہوتی ہے۔“ (تحریجت الحقیقی مس ۲۸، خزانہ حج ۲۲ مص ۵۰۲)
- ۳ ”آپ کا نام خاتم النبیین شہرالیٰ آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔“ (حقیقت الحقیقی مس ۲۹، خزانہ حج ۲۲ مص ۱۰۰ احادیث)
- ۴ ”اگر اتنی کوچھ بیرونی آنحضرت ﷺ سے درجہ وی اور الہام اور نبوت کا پاتا ہے اور نبی کا نام دیا جائے تو اس سے مہربنوت نہیں ٹوٹی۔“ (چشمہ سیعی مس ۲۹، خزانہ حج ۳۸۳ احادیث)
- ۵ ”اور میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام سے مکالمہ و مقاطبہ کیا اور پھر اسحاق علیہ السلام سے اور اسما علیل سے اور یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام سے اور موسیٰ علیہ السلام اور سعی ابن مریم علیہما السلام سے اور سب کے بعد ہمارے نبی ﷺ سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپ پرسب سے زیادہ روشن اور پاک وی نازل کی۔ ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ و مقاطبہ کا شرف بخشاگر یہ شرف مجھے بھی خص آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہوا۔“ (تجلیات الہی مس ۲۳، خزانہ حج ۲۰ مص ۳۱)
- ۶ ”انسانی ترقی کے آخری درجہ کا نام نبی ہے۔ جو انسان محبت الہی میں ترقی کرتا ہوا صالحین سے شہداء میں اور شہداء سے صدیقوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ وہ آخر جب اس درجہ سے بھی ترقی کرتا ہے تو صاحب سر الہی (نبی) بن جاتا ہے۔“ (تحقیقۃ المبہود مص ۱۵۳، ۱۵۴)
- ۷ ”یہ بالکل صحیح ہاتھ ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور پڑتے سے پڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی پڑھ سکتا ہے۔“ (ڈاکٹر میاں محمد احمد، ظیف الدین ہانی، قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیانی مورثہ کے ارجمند مص ۱۹۲۲)
- ۸ ”میرا یا را اور میرا وہ محبوب آقا سید الانبیاء اسکی عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی میں داخل ہو کر کامل ایجاد و مقاداری کے بعد بنیوں کا رتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ حق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان اور عزت ہے کہ آپ کی بھی غلامی میں نبی پیدا ہو سکتا ہے۔“ (تقریب میاں محمد احمد مندرجہ اخبار الفضل مارچ ۱۹۱۳ء محتول از قادیانی نہجہ مص ۹۱)
- ۹ ”برہ راست خدا تعالیٰ سے فیض وی (نبوت) پانا بند ہے اور یہ نعمت بغیر ایجاد

آنحضرت ﷺ کی کومنا محال و ممتنع ہے اور یہ خود آپ ﷺ کا فخر ہے کہ ان کے اجاع میں یہ برکت ہے کہ جب ایک شخص پورے طور پر آپ کی بیروی کرنے والا ہوتا وہ خدا تعالیٰ کے مکالمات اور فاظیات سے شرف ہو جائے۔” (فسیرہ ابن احمد ی حصہ فوجم ۱۸۳، نزاع ان ح ص ۳۵۲)

۱۰ ”اس امت میں آنحضرت ﷺ کی بیروی کی برکت سے ہزار ہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک دہ بھی ہوا جاتی بھی ہے اور نبی بھی۔ اس کثرت فیضان کی کسی نبی میں نظیر نہیں مل سکتی۔“

۱۱ (حقیقت الہی ص ۲۸ حاشیہ، نزاع ان ح ص ۲۲)

ختم نبوت ۸

اسلام

۱ ”ما كان محمدًا إلَّا أَحَدٌ مِّنْ رِجَالِكُمْ وَلَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَيْهِمَا (احزاب: ۴۰)“ ۱۲ نہیں ہیں ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ چیزوں کی مصلحت کو خوب جانتا ہے۔“

۲ ”ولَكُنْهُ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ الَّذِي خَتَمَ النَّبُوَةَ فَطَبَعَ عَلَيْهَا فَلَا تَفْتَحْ لَاهٍ بَعْدَهُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ وَبِنَحْوِ الذِّي قَلَنَاقَ الْأَهْلُ التَّاوِيلُ (ابن جریر ص ۱۱ ح ص ۲۲)، مصنف امام المفسرين ابو جعفر بن جریر طبری“ ۱۳ لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ یعنی وہ شخص جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر پھر لگادی۔ پس وہ (نبوت کا دروازہ) آپ کے بعد کسی کے لئے نہ کھولا جائے کا قیامت کے قائم ہونے تک اور ایسا ہی ائمۃ تفسیر صحابہ و تابعین نے فرمایا ہے۔“

۳ ”وَالْمَرَادُ بِكُونَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ خَاتَمُهُمْ انقطاعُ حدوث وصف النبوة فی احد من الثقلین بعد تحلیہ علیہ السلام بهافی هذه النشائة (روح المعانی ص ۶۰ ح ۷ سید محمود الوسی بغدادی)“ ۱۴ اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپ کے اس عالم میں وصف نبوت کے ساتھ متصف ہونے کے بعد وصف نبوت کا پیدا ہونا بالکل منقطع ہو گیا۔ جن والس میں سے کسی میں یہ وصف پیدا نہیں ہو سکتا۔“

۴ ”خاتم النبیین ختم اللہ بہ النبوة فلا نبوة بعدہ ولا معہ (تفسیر

خازن ص ۳۷۰) ” خاتم الشیعین یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت ختم کر دی۔ لہٰ نہ آپ کے بعد کوئی نبوت ہے اور نہ آپ کے ساتھ۔)

..... ”عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبی (رواہ الترمذی ص ۵۲ ج ۲، ابن کثیر ص ۹۰ ج ۸، احمد فی مسنده)“ (رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ رسالت و نبوت منقطع (ختم) ہو چکی ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا اور نہ نبی۔)“

..... ”عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال کانت بنو اسرائیل تسوسهم
الانبیاء کلمات ملک نبی خلفه نبی اخروا نه لانبی بعدی و سیکون الخلفاء
(رواہ البخاری فی کتاب احادیث الانبیاء ج ۱ ص ۹۱، مسلم فی کتاب الاملاۃ ج ۲
ص ۱۶۲، احمدانی مسنند ص ۲۹۷ ج ۲) ”حضرت ابو ہریرہ قرمتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے
فرمایا نبی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی دفاتر ہوتی تھی تو
اللہ کی دوسرے نبی کو ان کا غلیظہ بنا دیا تھا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے۔“
..... ”قال رسول اللہ ﷺ انه سیکون فی انتی کذابون ثلاثون کلهم
یزعم انه نبی وانا خاتم التبیین لانبی بعدی (رواہ ترمذی ج ۲ ص ۴۵، ابو داود
ج ۲ ص ۱۲۷ وغيرہم) ”میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہونے والے ہیں۔ ان میں ہر
ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں اور خدا کا رسول ہوں۔ حالانکہ میں خاتم التبیین یعنی آخری نبی
ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“

.....**”قال رسول الله ﷺ لوكان بعدي نبى لكان عمر بن الخطاب**
(رواية الترمذیج ۲ ص ۲۰۹)“ **﴿نَبِيٌّ كَرِيمٌ هُنَّا نَفْرِيَا كَدَأْكَرِيمٍ بَعْدَ كَوْنِيٍّ نَبِيٌّ هُونَتَأْوَمَرْ**
بن خطاب هوتے۔﴾

..... ۹ ”اذالم يعرف ان محمد ﷺ اخر الانبياء فليس بمسلم لانه من ضروريات الدين (الاشباء والنظائر ص ۲۹۶ كتاب السير والردة)“ جو غرض آنحضرت ﷺ کو آخر نبی نہ یقین کرے تو وہ مسلم نہیں ہے بلکہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا آخر نبی ہو نا ضروریات دین سے ہے۔

مرزا سیت

۱..... ”تعنی بخت النبوة ختم کمالاتہا علی نبینا اللذی هو افضل رسّل الله و انبیاء و نعتقد بانه لانبی بعده الا الذی هو من امته و من اکمل اتباعه“ (مواہب الرحمٰن مس ۲۷، جز ۱۹، ح ۱۹۵ ص ۲۸۵)

”یعنی فتح نبوت سے مراد آنحضرت ﷺ پر کمالات نبوت کا فتح ہوا اور وہ تمام شیبوروں سے افضل ہیں اور ہم اعتماد رکھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر جو آپ کی امت سے ہو اور کامل قبیعین سے ہو۔“ (ازہاق الباطل مس ۲۹، مسند ثقی قاسم طی قادریانی)

۲..... ”یہ شرف (نبوت) مجھے حکم خصوص ﷺ کی آیروی سے حاصل ہوا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نہیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔“ (تجلیات الہی مس ۲۲، جز ۱۹، ح ۲۰ ص ۳۱۱)

۳..... ”تھی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالہ و مخاطب الہی سے مشرف ہو۔ وہ دین و دین نہیں اور نہ وہ نبی نہیں ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر رزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمت الہی سے مشرف ہو سکے (یعنی نبی نہ ہو سکے) وہ دین لعنتی اور قبل نفرت ہے جو یہ سکھلاتا ہے کہ صرف چند منقولی باقتوں پر انسانی ترقیات کا انعام ہے اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔“ (ضییر راہن احمدی مس ۱۳۸، ح ۲۱ ص ۳۰۶)

نوٹ مطلب اس پوری جھارت کا یہ ہے کہ جو دین یہ عقیدہ سکھلانے کے اب اس میں وحی الہی کا دروازہ اور نبوت کا سلسلہ بند ہے پھرے اسلام تو وہ دین لعنتی ہے اور جس نبی نے اس دین کی تبلیغ کی ہے وہ نبی نہیں۔ حقیقت الرحمن آ روی!

۴..... ”ہمارا ذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے..... ہم پر کئی سوالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نشانی اس کے صدق کی گواہی دے بھلی ہے اسی لئے ہم نبی ہیں۔“

(امداد مرزا افلام احمد قادریانی محتول از حقیقت الدین مس ۲۷، مسند مرزا محمود خلیفہ علی قادریانی)

۵..... آنحضرت ﷺ کے بعد بخش انبیاء کو بالکل مسدود قرار دینے کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وہنا کوئی نبوت سے روک دیا اور آپ کی بخش کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس انعام (نبوت) کو بند کر دیا اب تاکہ اس عقیدہ سے آنحضرت ﷺ رحمۃ اللعالمین ثابت ہوتے

ہیں یا اس کے خلاف (نحوذ باللہ) اگر اس عقیدہ (ختم نبوت) کو تسلیم کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ ﷺ نحوذ باللہ دنیا کے لئے ایک عذاب کے طور پر آئے تھے اور جو شخص ایسا خیال کرتا ہے وہ لختی اور مردود ہے۔” (حقیقت النبوة ص ۱۸۶ مصنفہ مرحوم احمد خلیفہ رحمانی قادریان) ۶..... ”یہ بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔“ (حقیقت النبوة ص ۲۲۸)

۷..... ”اگر میری گردن کے دونوں طرف تکوار رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا کہ تو جو ہوا کذاب ہے۔ آپ ﷺ کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں۔“ (انوار خلافت ص ۶۵ مصنفہ مرحوم احمد خلیفہ رحمانی قادریان) ۸..... ”ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی اور ہوں گے۔“ (یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد) (انوار خلافت ص ۶۶)

۹ دعویٰ نبوت

اسلام

۱..... ”اذالم يعرف الرجل ان محمد ﷺ اخر الانبياء فليس بمسلم وكذلك لوقال انا رسول الله او قال بالفارسة من هيغبرم يريد به من هيغبرام می بریم یکفر (فتاوی عالمگیری ص ۲۶۲ ج ۲)“ (جب کوئی آدمی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور اگر کہے کہ میں رسول ہوں یا قاری میں کہے کہ میں چیغبرام (میں چیغبر ہوں) اور مراد یہ ہو کہ پیغام بھیجا ہوں تب بھی کافر ہو جاتا ہے۔)“ ۲..... ”ودعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع (شرح فقه اکبر ص ۲۰۲)“ (حنوۃ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے بالاتفاق کفر ہے۔)

۳..... ”وكذلك نكفر من ادعى النبوة أحد مع نبينا ﷺ اي في زمهن كمسيلمة الكذاب والاسود العنسي او تبنا احد بعده فإنه خاتم النبيين بنص القرآن والحديث فهذا تكذيب الله ورسول الله ﷺ (نسیم الرياض ص ۴۰۶ ج ۴)“ (ایسا ہی ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی شخص کی نبوت کا قائل ہو جیسے حنوۃ ﷺ کے زمانے میں مسیلہ اور اسود علیؒ نے کیا کسی نے آپ کے

بعد نبوت کا دعویٰ کیا کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ قرآن حکیم اور حدیث کی نص سے۔ پس یہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہے۔ ۴)

۵..... ”من اعتقاد وحیا بعد محمد ﷺ فقد كفر با جماع المسلمين (فتاویٰ علامہ ابن حجر مکی)“ ۶) جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد وہی کا اعتقاد رکھ کر وہ با جماع مسلمین کافر ہے۔

۶..... ”وكذلك قال ابن القاسم فيمن تنبأه وزعم انه يوحى اليه انه كالمرتد سواء كان دعا ذلك والي متابعة نبوته سراكان او جهرا كمسيلمة لعنة الله وقال اصبع بن الفرج هواي من زعم انه نبي يوحى اليه كالمرتد في احكامه لانه قد كفر بكتاب الله لانه كذبه ﷺ في قوله انه خاتم النببيين لا نبی بعده مع الفريدة على الله (خفاجي شرح شفا ۴۲۰ ج ۴)“ ۷) اور ایسے ہی ابن قاسم نے اس شخص کے متعلق کہا ہے جو دعویٰ نبوت کرے اور کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ وہ مثل مرتد کے برابر ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی نبوت کی ایجاد کی دعوت دے یا زد وے اور پھر یہ دعوت خفیہ ہو یا علائیہ چیزے مسیلہ کذاب اور اصحاب بن الفرج فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ وہ احکام میں مثل مرتد (جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے) کے ہے اس لئے کہ وہ قرآن کا مکمل ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کا اس قول میں جھٹلایا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر اقتداء بھی باندھا کر اس نے مجھے نبی بتایا ہے۔ ۸)

۷..... ”واما من قال ان بعد محمد ﷺ نبیا غير عیسیٰ بن مریم فانه لا يختلف اثنان في تکفیره لصحته قيام الحجة (كتاب الفصل لعلامة ابن حزم ص ۱۸ ج ۴، ص ۲۴۹ ج ۲)“ ۹) جو شخص کہے کہ حضور ﷺ کے بعد سوائے عیسیٰ بن مریم کے کوئی اور نبی ہے تو اس کے کافر کرنے میں و مسلمانوں کا بھی اختلاف نہیں۔ کیونکہ جماعت صحیح قائم ہے (یعنی تمام مسلمانوں نے ایسے شخص کو کافر کہا ہے) ۱۰)

۸..... ”ويكفر بقوله ان كان ما قال الانبياء حقاً أو صدقاؤه وبقوله انما رسول الله (بحر الرائق ص ۱۳۰ ج ۰)“ ۱۱) اگر کوئی کلمہ بھک کے ساتھ یہ کہے کہ اگر انہیا کا فرمان صحیح و حق ہو تو کافر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو بھی کافر ہو جاتا ہے۔ ۱۲)

مرزا سیت

- ۱..... ”سچا خداوند وہی ہے جسے قادیان میں اپنار رسول بھیجا۔“
 (دawn البلاء مس ۱۸، جز ائن ج ۳۲۱ ص ۳۳۱)
- ۲..... ”اور میں اسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے
 مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا اور اسی نے مجھے تج موعود کے نام سے پکارا ہے۔“
 (تقریقۃ اللہ علیہ مس ۲۸، جز ائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)
- ۳..... ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔“
 (اخبار بدرو ۵ مرچ ۱۹۰۸ء ملحوظات ج ۱۰ ص ۱۷۲)
- ۴..... ”الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ۔ خدا کا مامور۔
 خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ اس پر ایمان لا کر اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔“
 (انعام آ قسم ص ۶۲، جز ائن ج ۱۱ ص ۶۲)
- ۵..... ”خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول یعنی اس عازج کو ہدایت اور دین حق اور
 تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔“
 (ابین نمبر ۳ مس ۲۸، جز ائن ج ۷ ص ۳۲۶)
- ۶..... ”ماسوال اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند
 امر و نبی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گا۔ جس اس
 تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف طور ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نبی بھی
 ہیں..... اسی پر تمسی برس کی مدت گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں
 اور نبی بھی۔“
 (ابین نمبر ۲ مس ۶، جز ائن ج ۷ ص ۳۳۵)
- نوٹ..... ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نبی بھی ہیں اور رسول صاحب شریعت
 ہونے کے مدعا بھی ہیں۔
- ۷..... ”اور جس قدر مجھ سے (مرزا قادیانی) پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں
 گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کیہاں نہ کاٹنیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے
 میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ
 ان میں پائی نہیں جاتی۔“
 (تقریقۃ اللہ علیہ مس ۳۹، جز ائن ج ۲۲ ص ۳۰۶)
- ۸..... ”میں حضرت مرزا قادیانی کی نسبت کی نسبت لکھ آیا ہوں کہ نبوت کے حقوق کے لحاظ

سے وہ وسیعی نبوت ہے جیسے اور نبیوں کی صرف نبوت کے حاصل کرنے کے طریقوں میں فرق ہے، پہلے انبیاء نے بلا واسطہ نبوت پائی اور آپ (مرزا قادیانی) نے بالواسطہ۔

(القول انصل ص ۳۲۳، مصنف میاں محمود احمد)

۹..... ”تم شریعت اسلامیہ نبی کے جو معنی کرتی ہے۔ اس معنی سے حضرت مرزا غلام احمد ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“ (حقیقت المدحہ ص ۷۸)

۱۰..... ”هم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان یہ ہے کہ حضرت سعیج مسعود (مرزا قادیانی) اللہ کے پیچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے۔ آج آپ کی متابعت میں عی دنیا کی بحاجت ہے اس امر کا انہار ہر میدان میں کرتے ہیں اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہ تعالیٰ چھوڑنہیں سکتے۔“

(اخبار پیغام صلی جلد اول نمبر ۵۳ موری ۱۹۱۳ء مسلم علی لاہوری سرزائی پارٹی کا ترجمان)

۱۱..... ”هم تمام احمدی (مرزا جی) جن کا کسی نہ کسی صورت میں اخبار پیغام صلی سے تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہم حضرت سعیج مسعود (مرزا قادیانی) کو اس زمانہ کا نبی رسول اور بحاجت دہنده مانتے ہیں۔ جو درجہ حضرت سعیج (مرزا قادیانی) نے بیان فرمایا اس سے کم ویش کرنا سلب ایمان سمجھتے ہیں۔“ (اخبار پیغام صلی جلد اول نمبر ۵۳ موری ۱۹۱۳ء اکتوبر ۱۹۱۳ء)

۱۰..... تو ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

۱۱..... تو ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۱..... ”اذ قالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرِيمَ إِنَّ اللَّهَ يَبْشِّرُ بِكَلْمَةٍ مِّنْ أَسْمَهُ الْمَسِيحَ عِيسَىٰ بْنَ مَرِيمٍ وَجِيَهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمَقْرِبِينَ (آل عمران: ۴۰)“ (اس وقت کو یاد کرو) جب کہ فرشتوں نے (یہ بھی) کہا کہ اے مریم یا یہک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہو گا اس کا نام (ولقب) سعیج عیسیٰ بن مریم ہو گا (خدا کے خذیلک) ہا آبرو ہوں گے۔ دنیا میں (بھی) اور آخرت میں (بھی) اور مجملہ مقربین کے ہوں گے۔

۲..... ”أَنَّهُ وَجِيَهٌ فِي الدُّنْيَا بِسَبِّبِ أَنَّهُ كَانَ مِبْرَأً مِّنَ الْعَيُوبِ الَّتِي وَصَفَهُ لِلْيَهُودَ بِهَا وَوَجِيَهٌ فِي الْآخِرَةِ بِسَبِّبِ كُثْرَةِ ثَوَابِهِ وَعَلُوِّ دَرْجَتِهِ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى (تفسیر کبیرج، جزء ثامن ص ۵۳، ۵۴، ۵۵ از امام فخر الدین رازی)“

توث..... ان آیات میں پار بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کار رسول اور اس کا نبی اور روح اللہ اور کلمۃ اللہ اور وجہیہ فی الدنیا و الاخرة اور مقرب خدا وغیرہ بتایا گیا ہے اور حضرت سُعیٰ علیہ السلام کی عظمت کو ظاہر کیا گیا ہے اور دوسرا طرف مرزا قادیانی ان کو بد اخلاق، چور، جھوٹا، بدکار، فرمی کہہ رہے ہیں۔ بلکہ ان کی نبوت اور مہیزات کا انکار کر رہے ہیں۔ خدا ان کی ماں کو صدیقہ (ولیہ کامل) کا خطاب دے رہا ہے۔ فرشتے ان کے سامنے آ کر خدا کا پیغام پہنچا رہے ہیں اور حضرت محمد ﷺ ان کو خیر النساء (بہترین عورت) اور افضل النساء العالمین (دنیا کی عورتوں سے افضل سوائے حضرت خدیجہؓ و فاطمہؓ کے) بتا رہے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی ان کو زانی وغیرہ قرار دے رہے ہیں۔ (الحیاز بالله) کیا یہ صریح خدا اور رسول کا مقابلہ نہیں ہے۔ کیا یہ قرآن و حدیث کا اللہ کار نہیں ہے؟

فأعبروا يا أولي الباب

..... ”واتينا عيسىٰ ابن مريم البينت وأيدناه بروح القدس (بقرہ: ۸۷)“ اور دیا ہم نے عسکی ابن مریم کو تحریات اور تائید کی ہم نے ان کی روح القدس کے ذریعہ سے۔

..... ”هوالذى دباه فى جميع الاحوال وكان يسير معه حيث سار و كان
معه حيث صعد الى السماء (تفسير كبير)“ (جرائل طي السلام ان کی ہر وقت
گھبہ اشت کرتے اور کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو آسمان پر اٹھا کر
لے گئے۔)

..... ”والمعنى اعناء بجريل عليه السلام في اول امره في وسطه واخر امره (تفسير كبير ص ۲۰۴ ج ۲) ”(او معنى اس آيات كا یہے کہ تم نے اس کی امداد بذریعہ جریل علیہ السلام کرائی۔ اول عمر میں بھی اور سطع عمر میں بھی اور آخر عمر میں بھی۔)

..... ۸ ”انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لكم من الطین کھیۃ الطیر فانفع فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابری الاکمہ الابرص واحی الموتی باذن اللہ۔ ان فی ذلك لایة لكم ان کنتم مومنین (آل عمران: ۹) ”(تفصیل آیا ہوں میں تھمارے پاس ساتھ مجرہ اور نشانی کے تھارے پروردگار کی جانب سے (وہ یہ ک) میں ہنا تا ہوں میں تھمارے لئے مٹی سے مانند صورت چڑیا کے پس پھونکتا ہوں میں اس میں پس ہو جاتی ہے اڑنے والی چڑیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لور چنگا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور سفید داغ والے کو اور جلاتا ہوں مددوں کو اللہ کے حکم سے۔ البتہ اس کے اندر (یعنی ان مجرمات میں) نشانی ہے (اللہ کی طرف سے میری نبی ہونے کی) تھمارے لئے اگر ہوم ایمان والے۔)

..... ۹ ”ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال له کن فیکون (آل عمران: ۹۰) ”(پیش مثال میں علیہ السلام کی اللہ کے نزدیک مثل آدم کے ہے کہ پیدا کیا ان کو مٹی سے اور پھر کہا کہ ہو جائیں ہو گئے۔

..... ۱۰ ”اجمع المفسرون على ان هذا الاية نزلت عند حضور وفد نجران على الرسول ﷺ وكان من جملة شبهم ان قالوا يا محمد ﷺ لما سلمت انه لا ب له من البشر وجب ان يكون ابوه هو اللہ تعالى فقال الآدم ما كان له اب ولا م ول يلزم ان يكون ابن اللہ تعالى فكذا القول في عیسیٰ علیہ السلام الخ (تفسير کبیر ص ۲۴۱ ج ۲) ”(خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت اتری ہے جبکہ آنحضرت ﷺ کے پاس نجران کا وفد آیا ہوا تھا اور مختلف قسم کے اعتراضات و جوابات ہو رہے تھے۔ تجملہ اعتراضوں کے ایک یہ بھی تھا کہ آپ (حضرت محمد ﷺ) نے حضرت میسیح علیہ السلام کو بلا باب کے ہونا تسلیم کر لیا ہے اور جب کسی کا بابر (آدی) باب نہ ہو گا تو ضروری ہے اس کا باب خدا ہو تو اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کا نہ باب تھا نہ مام۔ تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ وہ بھی خدا کے بیٹے ہو جائیں۔ ہرگز نہیں چنانچہ قم (عیسائی) لوگوں کو بھی تسلیم نہیں ہے۔ تو ایسے ہی میسیح علیہ السلام کے متعلق بھی سمجھنا چاہئے کہ اگر آدی ان کا باب پ نہیں تو بھی وہ خدا

کے بیٹے نہیں (حضرت ﷺ) تو حضرت مسیح کو بلا باپ کے نامیں اور تمام امت کا اسی پر اجماع بھی ہو۔ مگر مرتضیٰ صاحب (ازالہ اوہام م ۲۰۲، خزانہ ح ۲۵۲ حاشیہ) میں مسیح کو بلا باپ نہیں مانتے بلکہ یوسف نجیار کو ان کا باپ بتاتے ہیں۔ کیا اب بھی وہ مسلمان باقی رہیں گے؟

..... ”ان اللہ اصطفی آدم و نوحًا وال ابراهیم وال عمران علی العالمین (آل عمران: ۳۲)“ ہبھک اللہ نے برگزیدہ کیا اور جن لیا آدم علیہ السلام کو اور نوح کو اور ابراہیم علیہ السلام کے کنبے کو اور عمران علیہ السلام کے خاندان کو تمام عالم پر۔ (مگر مرتضیٰ عمران علیہ السلام کی اہمیٰ کو العیاذ باللہ زانیہ بتاتے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے ناہ حضرت عمران علیہ السلام ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے مگر پھر بھی مرتضیٰ مسلمان ہی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے)

مرزا سنت

..... ”ہاں آپ کو (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) گالیاں دینے اور بدزبانی کی عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات پر اکھر غصہ آ جاتا تھا۔ اپنے لفڑی کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔“

(ضییر انجام آخر ح ۱۱ م ۵، خزانہ ح ۱۱ م ۸)

۲ ”یہ بھی یاد رہے کہ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔“

(ضییر انجام آخر ح ۱۱ م ۵ حاشیہ، خزانہ ح ۱۱ م ۸)

۳ ”اور نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے پہاڑی تعلیم جو انجیل کا مغز کھلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چاکر لکھا ہے اور پھر ایسا ہی ظاہر کیا ہے کویا میری تعلیم ہے۔ لیکن جب سے یہ چوری کیڈی گئی میساںی بہتر مندہ ہیں۔“

(ضییر انجام آخر ح ۱۱ م ۶، خزانہ ح ۱۱ م ۸)

۴ ”پس ہم ایسے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ناپاک خیال اور متکبر اور راستہ ازوں کے دشمن کو ایک بھلاماں س آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔“

(ضییر انجام آخر ح ۱۱ م ۹، خزانہ ح ۱۱ م ۹)

نوٹ..... مسلمان ان گالیوں کو دیکھیں اور سمجھیں کہ ایک الوالاعزم نبی صاحب کتاب و شریعت کو کن کن ناپاک الفاظ سے یاد کیا گیا ہے کیا جوہا مبتکر، ناپاک خیال چور، زانی نبی ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں ہو سکتا اور یقیناً نہیں ہو سکتا تو کیا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار نہیں؟ اور کیا ان گالیوں کا دینے والا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرنے والا بھی مسلمان ہو سکتا ہے؟ ہاں ممکن ہے کہ مرزا نبیوں کی طرف سے یہ کہا جائے کہ اس میں گالیاں حضرت یسوع کو دی گئی ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں تو یاد رکھنا چاہئے کہ مرزا غلام احمد قادریانی نے یوسع، عیسیٰ، سچ این مریم۔ ان چاروں اسموں کا مکی ایک نئی کوٹھرایا ہے اور وہ حضرت عیسیٰ بن مریم رسول اللہ صاحب کتاب انجیل ہیں۔ دیکھو (تفصیل مرام م ۲، خزانہ حج ۳۳ ص ۵۲، راز حقیقت م ۱۹، خزانہ حج ۱۲ ص ۱۷، سنت پنجم ۱۵۹، خزانہ حج ۱۰ ص ۲۸۳)

..... ۵ ”عیسائیوں نے بہت سے مجرمات آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے لئے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی مجرہ نہیں ہوا اور انہوں (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے اپنے مجرہ مانگنے والوں کو گالیاں دیں۔ حرام کار اور حرام کی اولاد تھرایا۔ اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ مجرہ ماگ کر حرام کار اور حرام کی اولاد نہیں۔“

(ضمیر انجام آنکھ م ۶، خزانہ حج ۱۱ ص ۲۹۰)

..... ۶ ”ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور اسکی بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدعتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب موجود تھا۔ جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے مجرمات کی پوری حقیقت ملتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی مجرہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ مجرہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا مجرہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروہ فریب کے کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نادان عیسائی ایسے غرض کو خدا ہمارے ہیں۔“ (ضمیر انجام آنکھ م ۷، خزانہ حج ۱۱ ص ۲۹۱)

..... ۷ ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔“

(کشیدہ حج ۲۵، خزانہ حج ۱۹ ص ۱۷)

نوٹ جاننا چاہئے کہ شراب گوزمانہ سابقہ میں حلال تھی لیکن کسی نبی کا شراب پینا ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ کیونکہ نبی کا ہر قول فعل امت کے لئے واجب اعلیٰ ہوا کرتا ہے اور شراب نہ کسی وجہ سے انسان کو اپنی عقل میں رہنے نہیں دیا کرتی حالانکہ یہ امر تبلیغ کے سر اسر منافی ہے ہلذا یہ مرزا قادریانی کا ذاتی افتراض ہے اور غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین مقصود ہے۔

..... ۸ ”پھر افسوس! نالائق عیسائی ایسے غرض کو خدا ہمارے ہیں۔ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے۔ تین وادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسی عورت میں تھیں۔ جن کے خون سے آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ

بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہو گی۔ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا تجربوں (کبھی) سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے ورنہ کوئی پرہیز گارا نسان ایک جوان تجربی کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطراں کے سر پر طے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر طے، سمجھنے والے انسان بھجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔” (ضمیر انعام آخر قسم ص ۷، خزانہ حج اصل ۲۹۱)

۹ ”حضرت سعیج ابن مریم اپنے باپ یوسف نجار کے ساتھ پائیں سال کی مدت تک مخارجی (بڑھی لوہار) کا کام کرتے رہے۔“ (از الادب اہام اصل ۲۰۲، خزانہ حج اصل ۲۵۳ حاشیہ) ۱۰ ”مفہد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ سعیج ابن مریم کی عزت نہیں کرتا بلکہ سعیج تو سعیج میں تو ان کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹیے ہیں نہ صرف اس پر بلکہ میں تو حضرت سعیج کی دونوں حقیقی بھیشروں کو بھی مقدس سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بقول کے پیٹ سے ہیں اور مریم کی وہ شان ہے کہ جس نے ایک مدت تک اپنی تین نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل نکاح کر لیا۔ گولوگ اعتراض کرتے تھے کہ برخلاف تعلیم توریت نکاح میں حمل میں کیونکر کیا گیا اور بقول ہونے کے عہد کو ناقص کیوں توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آؤے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبور یا ان حصیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض۔“

(کشی نوح اصل ۱۶، خزانہ حج اصل ۱۸، ۱۷)

نوٹ مرزا قادیانی اس عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار بھائی اور دو بہنیں بتاتے ہیں۔ یعنی یہ سب ساتوں کے ساتوں یوسف نجار اور مریم کی اولاد تھیں۔ لیکن یاد رہے کہ حقیقی بہن بھائی ان بچوں کو کہتے ہیں جن بچوں کے ماں اور باپ ایک ہی ہوں۔ مرزا قادیانی کے اقرار کی رو سے حضرت مریم کا حمل جو نکاح سے پہلے تھا۔ اگر اس کو قدرتی یا غیر کا حلیم کیا جائے تو دوسری باتی اولاد یوسف نجار اور مریم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے حقیقی بہنیں اور بھائی نہیں بن سکتے۔ البتہ اگر اس حمل کی نسبت یوسف کی طرف بقول مرزا قادیانی کی جاوے نگی تو مرزا قادیانی کا کلام صحیح ہو سکتا ہے۔ لیکن اس صورت میں حضرت سعیج علیہ السلام کی والدہ مریم صدیقۃ کا زانیہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ولد الحرام ہوتا انہیں من المحسن ہو گا۔ (معاذ اللہ عزیز معاذ اللہ)

۱۲..... توہین حضرت نبی کریم ﷺ

اسلام

۱..... ”یا يه الذین امنوا اتترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھرو الله بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرؤن (حجرات: ۲۰)“ ہے ایمان والا! تم اپنی آوازیں تیغیرت کی آواز سے بلند مت کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں بولا کرتے ہو۔ کبھی تمہارے اعمال برپا دھو جاویں۔ ۴) (جب نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنے سے انسان کافر و مرد ہو جاتا ہے اور اس کے سارے نیک اعمال جھٹ اور بیکار ہو جاتے ہیں تو شخص اپنے کونی ﷺ سے اکمل افضل اعظم اکبر سمجھتا ہو، وہ کیسے مسلمان ہاتھی رہ سکتا ہے؟)

۲..... ”تَلِكَ الرَّسُولُ فَضْلُنَا بعْضُهُمْ عَلَى بعْضٍ قَالَ أَهْلُ التَّفْسِيرِ الْمَرَادُ بِقُولِهِ وَرْفَعُ بعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ إِيَّ مُحَمَّدٌ ﷺ إِيَّ رَفْعَهُ عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ وِجْهٍ مُتَعَدِّدٍ وَمَرَاتِبٍ مُتَبَاعِدَةٍ وَظَهَرَتْ عَلَى يَرِيهِ الْمَعْجَزَاتُ الْكَثِيرَةُ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَعْطَى فَضْيَلَةً وَكَرَامَةً إِلَّا وَقَدْ أَعْطَى مُحَمَّدٌ ﷺ مِثْلَهَا إِيَّ مِثْلِ تَلِكَ الْفَضْيَلَةِ وَالْكَرَامَةِ مَعَ الْزِيَادَةِ مَعَالِيَّاً عِدْوَلَيَّاً حَصْبِيِّ (شرح شفا ص ۱۱۱ ج ۱)“ ۵) یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعض پر فضیلت و فویت بخشی ہے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ مراد اللہ تعالیٰ کے قول ”ورفع بعض بعضهم درجات“ (اور بعضوں کو ان میں بہت درجوں میں سرفراز کیا) سے حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے درجہ کو بلند و سرفراز فرمایا تمام نبیوں کے درجہ پر بہت سے درجہ سے (معنف اس پر ولائل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں) اور اس لئے بھی کہ آپ کے دست مبارک سے مجہرات کیشہ کا ظہور ہوا ہے کیونکہ جو فتنل ذ کمال انبیاء کرام علیہم السلام کو الگ الگ دیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو وہ تمام فضل و کمال مع زیادتی کے عطا فرمایا گیا اور آپ ﷺ کے مجہرات اس قدر زیادہ ہیں جو حد ثمار سے باہر ہیں۔ ۶)

۳..... ”عَنْ أَبِنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَنَّ اللَّهَ فَضَلَّ مُحَمَّدًا عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَأَهْلِ السَّمَاءِ (رواه الدارمي)“ ۷) حضرت ابن عباسؓ سے مردی ہے کہ یہ کیف فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تمام نبیوں اور رسولوں پر اور تمام آسمان والوں (فرشتوں) پر۔

۳ ”ظہر علی بن ابی طالب من بعد فقال علیہ السلام هذا سید العرب فقلت عائشة السنت انت سید العرب فقال انا سید العالمین وهو سید العرب (رواه البیقی فی فضائل الصحابة)“ ﴿حضرت علیؑ وورسے ظاہر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمام عرب کے سردار ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کیا آپ ﷺ سید العرب (تمام عرب کے سردار) نہیں ہیں؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سید العالمین (تمام جہانوں کا سردار) ہوں اور یہ (علیؑ) سید العرب ہیں۔﴾

۵ قال رسول اللہ ﷺ ”انا سید ولد آدم يوم القيمة ولا فخر و بیدی لواه الحمد ولا فخر وما من نبی یوم مذادم فمن سواه الاتحت لوانی (رواه الترمذی ص ۲۰۲ ج ۲ و فی روایۃ انا اکرم ولد آدم علی ربی ولا فخر ترمذی)“ ﴿فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں تمام نبی آدم کا سردار ہوں قیامت کے دن اور نبی کہتا ہوں میں از را فخر کے اور میرے ہی ہاتھ میں لو احمد (تریف کا جنڈا) ہو گا اور نبی کہتا ہوں میں از روئے فخر اور کوئی خبر قیامت کے دن خواہ آدم علیہ السلام ہوں خواہ ان کے سوا اور تمام خبر میرے جنڈے کے نیچے ہوں گے۔﴾

۶ ”اقتریبت الساعة وانشق القمر وان يرواية يعرضوا ويقولون سحر مستمر (قرم: ۱)“ ﴿قیامت نزویک آپنی اور چاند شہ ہو گیا اور یہ لوگ اگر کوئی مجھہ دیکھتے ہیں تو تال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ثُمّ ہوا جاتا ہے۔﴾

۷ ”عن ابن مسعود قال انشق القمر على عهد رسول الله ﷺ فرقتين فرقۃ فوق الجبل وفرقۃ دونه فقال رسول الله ﷺ اشهدوا (بخاری ج ۲ ص ۷۲۱)“ ﴿حضرت ابن مسعود سے مردی ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند دکلوئے ہو گیا۔ ایک گلا اپہاڑ پر نظر آتا تھا اور وہ سارا اپہاڑ کے وسری جانب آپ نے فرمایا کہ گواہ ہو۔﴾

۸ حضرت وہب بن مدہر گرامتے ہیں کہ میں نے اکھڑا آسمانی کتابوں کو پڑھا۔ ان میں یہ کھا ہوا تھا کہ تمام اولین و آخرین کی عقلیں حضرت محمد ﷺ کے مقابلہ میں ایک ذرہ رہت کے برادر ہیں۔

۹ ”واجتمعت الامة على ان بعض الانبياء افضل من بعض و على ان محمد ﷺ افضل من الكل (تفسیر کبیر ص ۳۰۰ ج ۲)“ ﴿تمام امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ بعض انبیاء بعض سے افضل ہیں اور اس پر بھی اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت محمد ﷺ تمام

نیوں سے افضل ہیں۔۔۔۔۔

..... اور جس مسلمان نے گالی دی رسول اللہ ﷺ کو یا عیب لگایا جھلایا تدقیق کی۔ پس تحقیق کافر ہو گیا وہ۔
(شرح فتحاء میں ۷، اہشامی الابراهی و الناظر)

مرزا سیف

..... ”اور ظاہر ہے کہ فتح نبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گز رکیا اور دوسرا فتح باقی ہے۔ جو پہلے غلبے سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور اعظم ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت فتح موجود (مرزا قادیانی) کا وقت ہو۔“ (خطبہ الہامیں ۱۹۲۳ء، خزانہ حج ۱۴۲۸ھ)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے کھلے لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ میری فتح اعظم اکبر اظہر ہے اور نبی کریم ﷺ کی فتح اعظم واکبر نہ تھی۔ جس کا صاف نتیجہ ظاہر ہے کہ کہ میں حضور ﷺ سے اعظم، اکبر وغیرہ ہوں۔

..... ۲ اپنے مجرمات کو (حقیقت الوقی میں ۷، خزانہ حج ۲۲ ص ۷) میں ”تم لاکھ سے زیادہ“ لکھتے ہیں اور (یہاں احمدی میں ۵۶ جلد و ختم، خزانہ حج ۲۲ ص ۷) میں اپنے مجرمات کی تعداد ۰ لاکھ تھاتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے تمام مجرمات کی تعداد (تندو گوارو میں ۹، خزانہ حج ۷ ص ۱۵۲) میں صرف تمن ہزار لکھتے ہیں (ناظرین خود حساب کر کے ویکھیں کہ اپنا مرتبہ حضور ﷺ سے کتنا زیادہ تباہا ہے)

..... ۳ ”واتانی مالم یؤت احد من العالمین“ (الاستمام ۷، ملحقة حقیقت الوقی، خزانہ حج ۲۲ ص ۱۵۷) ”اور مجھ کو وہ مرتبہ دیا کہ تمام جہان میں (کسی نبی اور ولی) کو نہیں دیا گیا۔

..... ۴ ”لَهُ خَسْفُ الْقَمَرِ الْمُنِيرِ وَانْلَى. غَسَّالَ الْقَمَرَ انَّ الْمُشْرِقَانِ اتَنَكَر“ (ترجمہ از مرزا قادیانی) اس کے لئے چاند کا خسوف ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔ (انجام احمدی میں ۱۷، خزانہ حج ۱۹ ص ۱۸۲)

..... ۵ ”ایک صاحب نے (مرزا قادیانی سے) پوچھا شتن القمر کی نسبت حضور کیا فرمائے ہیں۔ فرمایا ”ہماری رائے میں وہ ایک حشم کا خسوف تھا۔“ (اخبار بدرو قادیان موری ۲۲ ص ۱۹۰۸ء)

..... ۶ ”ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحاں نے پانچیں ہزار میں اجمالي صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روحاں نتی کی ترقی کا انتہاء تھا۔ بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس روحاں نے پانچیں ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت (میرے زمانہ) میں پوری طرح جگی فرمائی۔“ (خطبہ الہامیں ۷، اہشامی الابراهی و الناظر)

..... ”پس میرا ایمان ہے کہ حضرت سعیج موعود (مرزا قادیانی) اس قدر رسول اللہ ﷺ کے
لش قدم پر چلے کر وہی ہو گئے۔ لیکن کیا استاد و شاگرد کا ایک مرتبہ ہو سکتا ہے۔ گوشہ گر علم کے لحاظ
سے استاد کے برابر بھی ہو جائے۔ تاہم استاد کے سامنے زانوئے ادب خم کر کے بیٹھے گا۔ یہی نسبت
آپ ﷺ اور حضرت سعیج موعود (مرزا قادیانی) میں ہے۔“ (ذکر الحی س ۱۸ مصنف مرزا محمد احمد)
..... ۸ ”آنحضرت ﷺ معلم ہیں اور سعیج موعود (مرزا قادیانی) ایک شاگرد۔ شاگرد خواہ
استاد کے علوم کا وارث پورے طور پر بھی ہو جائے یا بعض صورتوں میں بڑھ بھی جائے۔ مگر استاد
استاد ہی رہتا ہے اور شاگرد شاگرد ہی۔“ (تقریب محمد احمد مندرجہ آخیار الحکم قادیان ۲۸ اپریل ۱۹۱۳ء)
(اس میں صاف اقرار موجود ہے کہ مرزا قادیانی نے آپ کے تمام علوم حاصل کرنے
یعنی مرزا قادیانی علم میں حضور کے برابر ہیں بلکہ بعض صورتوں میں حضور ﷺ سے بڑھ بھی گئے ہیں
یعنی مرزا قادیانی کا علم حضور ﷺ سے زائد ہے۔ نعوذ بالله!)

..... ۹ ”پس ظلیٰ ثبوت نے سعیج موعود کے قدم کو جیچپے نہیں ہٹایا۔ بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر
آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہلو لا کھڑا کیا۔“ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۲)

..... ۱۰ ”حضرت سعیج موعود (مرزا) کا ہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں
تمنی ترقی زیادہ ہوئی ہے اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت سعیج موعود (مرزا) کو آپ ﷺ پر
حاصل ہے۔“ (مضمون ڈاکٹر شاہد از خان قادیانی، مندرجہ روایوی آف ریلیجنز قادیان بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء)
..... ۱۱

محمد پھر اتر جائے ہیں ہم میں
اور آگے نہیں ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے دنوں جس نے اکل
غلام احمد کو دیکھیے قادیان میں
(قاضی ٹھہور الدین قادیانی مندرجہ آخبار پر ۲۲ جولائی ۱۹۰۶ء، صورت ۲۵ راکٹور ۱۹۰۶ء)

..... ۱۲

انیام گرچہ بودہ انہیے
من برقان شریک ترمذ رکے
آنچہ دادست ہر نما راجام
داد آں جام رامراہ تمام

ترجمہ..... اگرچہ دنیا میں بہت سے نبی ہوئے ہیں۔ میں عرفان میں ان نبیوں میں سے کسی سے کم نہیں ہوں۔ خدا نے جو پیارے ہر نبی کو دیئے ہیں ان تمام پیاروں کا مجموعہ مجھے دے دیا ہے۔
 (زندل الحج ص ۹۹، خزان الحج ۱۸ ص ۲۷۷)

.....۱۳

زندہ شدھر نبی ہامن

ہر رسلے نہاں بہ ہمدانم

ترجمہ..... میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہو گیا۔ ہر رسول میرے ہمراہ ان میں چھپا ہوا ہے۔

(زندل الحج ص ۱۰۰، خزان الحج ۱۸ ص ۲۷۸)

۱۳..... سرور عالم ﷺ کی خصوصیات اور مرزا کا دعویٰ ہمسری

قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر بعض آیات میں حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کی خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے۔ جن میں اولین و آخرین میں کوئی آپ کا سیکھ و شریک نہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج تک تمام مسلمانان عالم ان آیات کا مصدق حضور ﷺ کو مانتے ہیں۔ لیکن چودھویں صدی کے مدعی نبوت ”غلام احمد“ نے حضور ﷺ کی ان تمام خصوصیات کا انکار کر کے ان آیات قرآنی کا مصدق اپنے آپ کو قرار دے کر تمام مسلمانان عالم، رسول اللہ ﷺ، خدا اور خدا کے کلام کو جھٹلانے کی کوشش کی۔ جس کا ممونہ درج ذیل ہے۔

اسلام

۱..... ”وَإِذْ أَخْذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لِمَا أتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مَّصْدِقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتَؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتُنَصِّرُنَّهُ قَالَ أَفَرَرْتُمْ وَاحْذَّتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ أَصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَأَشَهِدُ وَأَوْنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ (آل عمران: ۸۱)“ اور جملہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ان بیان سے جو کچھ میں تم کو کتاب علم دوں پھر تمہارے پاس آوے رسول (محمد) کہ سچا ہنا دے تمہارے پاس والی کتاب کو تو تم ضرور اس رسول پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیاتم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قول کیا تو تمام رسول بولے ہم نے اقرار کیا پھر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہتا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ ۴)

۲..... ”قَالَ عَلَيٰ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ مَابَعَثْ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا

اخذ علیہ المیثاق لئن بعث اللہ محمداً وہو حبیٰ لیومنن بہ ولینصرنہ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۷۸ ج ۲، تفسیر کبیر ص ۴۸۳ ج ۲) ”حضرت علیٰ وابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ حتیٰ انہیاء و نیامی تشریف لائے ان تمام نبیوں سے اللہ تعالیٰ نے عہد و قرار لیا کہ اگر حضرت محمد ﷺ دنیا میں نبی یا کریم یعنی جائیں اور اس وقت تم لوگ زندہ موجودو ہو، تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور یہی عہد و قرار اتم اپنے اپنے تبعین سے بھی لیتا۔“

۳ ”ان المیثاق هذا مختص بمحمد ﷺ وهو مروی عن علیٰ و بن عباس و قتادة والسدی (تفسیر کبیر ص ۴۸۳ ج ۲) ”پیغمبر یہ میثاق (جو آیت بالا میں ہے) خاص ہے حضرت محمد ﷺ کے لئے اور یہی مردی ہے حضرت علیٰ وابن عباس و قتادة و سدیٰ وغیرہم سے۔“

۴ ”وانقال عیسیٰ ابن مریم یعنی اسرائیل انى رسول الله اليکم مصدقالما بین یہی من التوراة ومبشر برسول یاتی من بعدی اسمه احمد (الصف) ”اور جبکہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا کہ اے می اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جور درات ہے اس کی تقدیم کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں۔ جن کا نام احمد ہوگا۔ ان کی بشارت دینے والا ہوں۔“ اس آیت کی تفسیر حدیث میں اس طرح ہے۔

۵ ”عن ابی امامۃ عن رسول الله ﷺ انه قال ساخبرکم باول امری دعوة ابراہیم وبشارة عیسیٰ الحدیث، وفي بعض الروایات عن العرباض بن ساربة (مسند احمد من ۱۶۷ ج ۴، مشکوٰۃ المصلبیع ص ۱۳ ج ۲) ”فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں تم کو اپنی نبوت کی ابتداء کے متعلق ابھی سناتا ہوں۔ میں ابراہیم علیہ السلام کی وعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ (جو آیت بالا میں ہے)“

۶ ”عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبي ﷺ يقول ان لى اسماء انا محمد وانا احمد الحدیث (بخاری ص ۵۰۱ ج ۱، صحيح مسلم ص ۲۶۱ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۵۱۵ ج ۲) ”حضرت جبیر ابن مطعم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے لئے متعدد نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔“

۷ ”قل يا ياه الناس انى رسول الله اليکم جميعاً (اعراف) ”آپ فرمادیجھے (اے عبادتگاروں) کہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف۔“

.....۸ ”قالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلَقَ اللَّهُ كُلَّ شَيْءٍ فَخَلَقَ النَّاسَ عَامَةً (بخاری و مسلم من ۱۹۹ ج ۱)“ فرمایا نمی کریم ﷺ نے کہ مجھ کو فضیلت دی گئی ہے تمام نبیوں پر چھ چیزوں کی وجہ سے (اس حدیث میں ان چیزوں کا بیان ہے اور اسی میں ہے) اور میں رسول ہنا کرتا مخلوق کی طرف بسیجا گیا ہوں (اور بخاری کی روایت میں ہے اور تمام نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بسیجے جاتے تھے اور میں تمام قوموں کے تمام افراد کی طرف بسیجا کیا ہوں۔۔۔۔۔)

۹ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (انبیاء: ۱۰۷)“ اور ہم نے آپ (محمد ﷺ) کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بسیجا گر تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر۔۔۔۔۔

۱۰ ”أَنَا أَعْطِينَكَ الْكَوْثُرَ (کوثر: ۱)“ ہم نے آپ کو (اے محمد ﷺ) کو ز عطا فرمائی۔۔۔۔۔

مرزا سیت

..... ”وَإِذَا خَدَّ اللَّهُ مِيشَاقَ النَّبِيِّينَ الْآيَةُ“ جب اللہ نے سب نبیوں سے عہد لیا۔ التبیین میں سب انہیاء علیہم السلام شریک ہیں۔ کوئی بھی بھی مشتبہ نہیں۔ اسی التبیین کے لفظ میں داخل ہیں کہ جب ہم نے کتاب اور حکمت دونوں یعنی کتاب سے مراد قرآن کریم ہے اور حکمت سے مراد سنت اور حدیث شریف ہے۔ مگر تمہارے پاس ایک رسول آئے جو ان تمام چیزوں کا جو تمہارے پاس کتاب و حکمت سے ہیں۔ یعنی وہ رسول سعی موعود (مرزا قادیانی) ہے جو قرآن و حدیث کی تصدیق کرنے والا ہے۔۔۔۔۔ اے نبیو! تم سب ضرور اس پر ایمان لانا اور ہر طرح سے اس کی مدد فرض سمجھنا۔ جب تمام انہیاء کو مجلا حضرت سعی موعود پر ایمان لانا اور اس کی عزت کرنا فرض ہوا تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں۔“ (اخبار الفضل قادیانی موری ۲۱، ۱۹ جنوری ۱۹۱۵ء)

۲ ”وَمِبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي أَسْمَهُ أَحْمَدٌ“ قرآن کریم میں احمد کی بشارت ہے۔ وہ احمد میں ہوں۔“ (ازالہ ادہام ص ۶۷۲، جز اتنج ۳۲ ص ۳۲۳)

۳ ”هُمْ قَوْلُ طُورٍ پَرْ آپ (مرزا قادیانی) کو اس احمد والی پیش کوئی کام مصدق نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزویک آپ ہی (مرزا قادیانی) اس کے حقیقی مصدق ہیں۔“

(الفضل قادیانی ۵، اردی ۱۹۱۶ء)

- ۴..... ”اور ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت سچ موعود (مرزا قادیانی) ہی وہ رسول ہیں جن کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے۔“ (انوار خلافت ص ۲۱)
- ۵..... ”اس آیت کے اصل مصدق حضرت سچ موعود“ (مرزا قادیانی) ہیں۔ (ایضاً ص ۲۲)
- ۶..... ”اے حضرت ﷺ کا واقع میں احمد نام نہ تھا۔“ (القول الفصل ص ۲۹ رسالہ احمد ص ۲)
- ۷..... ”پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے، وہ آنحضرت ﷺ نہیں ہو سکتے۔“ (انوار خلافت ص ۲۲)
- ۸..... ”جب اس آیت میں ایک رسول کا اسم ذات احمد ہو، ذکر ہے تو انہیں اور اس شخص کی تعینیں ہم حضرت سچ موعود (مرزا صاحب) پر کرتے ہیں تو اس سے خود نتیجہ بدل کر دوسرا اس کا مصدق نہیں۔“ (الفضل مورثی ۲، ۵، ۵ رسالہ احمد ص ۱۹۱۶)
- ۹..... ”قل يَا إِيَّاهَا النَّاسُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا إِنَّ رَسُولَنِي مِنَ اللَّهِ“ (اے غلام احمد) اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔ (تذکرہ ص ۳۵۲ طبع سوم)
- ۱۰..... ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ اور نہیں بھیجا، ہم نے تم کو (اے مرزا) مگر تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر۔ (حقیقت الوعی ص ۸۲، خزانہ ح ۲۲ ص ۸۵)
- ۱۱..... ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهُوَءِ إِنْ هُوَ لَا وَحْيٌ يَوْحِي“ (اربعین نہر ص ۳۶۶ خزانہ ح ۷ ص ۳۲۶) مرزا اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا بلکہ خدا کی وحی سے فکر کرتا ہے۔
- ۱۲..... ”إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ“ (حقیقت الوعی ص ۱۰۲، خزانہ ح ۲۲ ص ۱۰۵) بیکہ ہم نے تھے کو (اے مرزا) کوڑ دیا۔
- ۱۳..... ”يَسْنُونَ وَالْقُرْآنُ الْحَكِيمُ، إِنَّكَ لِمَنِ الْمُرْسَلُونَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ“ (ایضاً ص ۱۰، خزانہ ح ۲۲ ص ۱۰)
- ۱۴..... ”مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشَدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَهُ بَيْنَهُمْ“ اس الہام میں محمد رسول اللہ سے مراد میں ہوں اور محمد رسول اللہ خدا نے مجھے کہا ہے۔
- (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۸، خزانہ ح ۱۸ ص ۲۷)

- ١٥ ”ان الذين يباعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم“
 (حقيقة الحق ص ٨٠، خزانة ح ٢٢ ص ٨٢)
- ١٦ ”انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر“
 (ایضاً ص ٢٧، خزانة ح ٢٢ ص ٧٧)
- ١٧ ”اراد الله ان يبعثك مقاماً مموداً“ (ذكره ص ٦٠٩، طبع ٣)
- ١٨ ”هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الذين
 كله“ (حقيقة الحق ص ١٤، خزانة ح ٢٢ ص ٧٨)
- ١٩ ”داعيا الى الله وسراجا منير“ (ایضاً ص ٥٧، خزانة ح ٢٢ ص ٧٨)
- ٢٠ ”قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحبكم الله“
 (ایضاً ص ٩٧، خزانة ح ٢٢ ص ٨٢)
- ٢١ ”انا ارسلنا اليكم رسولاً شاهداً عليكم كما ارسلنا الى فرعون
 رسولاً“ (ایضاً ص ١٥، خزانة ح ٢٢ ص ١٠٥)
- ٢٢ ”سبحان الذي اسرى بعده ليلًا“ (حقيقة الحق ص ٨٧، خزانة ح ٢٢ ص ٨١)
- ٢٣ ”دنی فتدلى فكان قاب قوسين او ادنی“
 (ایضاً ص ٦٧، خزانة ح ٢٢ ص ٧٩)
- ٢٣ ”مارمیت اذرمیت ولكن الله رمى“ (ایضاً ص ٧٧، خزانة ح ٢٢ ص ٧٣)

١٣..... ملائكة

اسلام

- ”اذ تقول للمؤمنين ان يكفيكم ان يمدكم ربكم بثلاثة الاف من
 الملائكة منزلين (آل عمران: ١٤٤)“ ۝ جبار آپ (محمد ﷺ) مسلمانوں سے (مقام
 بدھیں) یوں فرمائے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہو گا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے۔ تین ہزار
 فرشتوں کے ساتھ جو اترے جاویں گے۔ ۴
- ۲ ”اجمع اهل التفسیر والسيران ان الله تعالى انزل الملائكة يوم بدر

وأنهم قاتلو الكفار قال ابن عباس^{رض} لم تقاتل الملائكة سوی يوم بدر الخ (كبير من ۶۰ ج ۳۲) ” تمام مفسرین و مؤرخین کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے دن فرشتوں کو ہازل فرمایا اور انہوں نے کفار کے ساتھ جنگ کی حضرت ابن عباس^{رض} فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے بدر کے دن کے علاوہ کبھی قتال نہیں کیا۔)

۳..... ”واعلم ان هذه الشبهة انما تليق بمن ينكر القرآن والنبوة فاما من يقربهما فلا يليق به شيء من هذه الكلمات فما كان يليق..... انكار هذه الاشياء مع ان نص القرآن ناطق بها ورد لها في الاخبار قريب من التواتر (تفسير كبيرو ج ۶۶ ص ۶۶) ” (يوم بدر میں فرشتوں کے ہازل ہونے پر بعض لوگوں کے اعتراضات کے جواب کے سلسلہ میں امام رازی فرماتے ہیں ” جان لو کہ اس قسم کے ” فرشتوں کے نزول وغیرہ پر ” اعتراضات ان لوگوں کے لئے زیبا ہیں جو قرآن اور نبوت کا انکار کرتے ہوں۔ ان کے لئے مناسب نہیں جو قرآن و حدیث پر ایمان رکھتے ہوئے اس قسم کی چیزوں کا انکار کریں۔ کیونکہ قرآن اس پر باطح ہے اور یہ چیزیں احادیث متواترہ میں وارد ہیں۔)

۴..... ”تنزل الملائكة والروح فيها باذن ربهم من كل أمر (القدر) ” (اس رات میں (یعنی لیلة القدر میں) فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر ہازل ہوتے ہیں۔) امام رازی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ احادیث کثیرہ سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے کہ فرشتے زمین پر تمام ایام میں جہاں مجالس ذکر اور دین پاتے ہیں، ہازل ہوتے ہیں۔ لیلة القدر میں تو ان کا آسان سے زمین پر ہازل ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت (تفسیر کبیر ص ۳۳۶ ج ۸)

۵..... ”تعرج الملائكة والروح اليه الايه (معارج: ۴) ” (فرشتے اور روؤس میں اس کے پاس چڑھا کرتی ہیں۔)

۶..... ”عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ يتعاقبون فيكم ملائكة بالليل وملائكة بالنهر يجتمعون في صلوة الفجر وصلوة العصر ثم يعرج الذين يأتوا فيكم الحديث (بخاري شریف و مسلم شریف) ” (حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پے در پے رہتے ہیں تمہارے پاس کچھ فرشتے رات کو اور

کچھ فرشتے دن کو اور جمع ہوتے ہیں یہ سب نماز جمرا اور عصر میں پھر پڑھ جاتے ہیں (آسمان کی طرف) فرشتے جو پہلے تمہارے پاس تھے۔)

..... ”فَإِنْ قَالُوا نَحْنُ لَا نَقُولُ إِنْ جَبْرِيلَ جَسْمٌ يَنْتَقِلُ مِنْ مَكَانٍ إِلَى مَكَانٍ إِنَّمَا نَقُولُ إِنَّ رَبَّ الْمَرَادَ مِنْ نَزْوَلِ جَبْرِيلٍ هُوَ زَوْلُ الْحَجْبِ الْجَسْمَانِيَّةِ عَنْ رُوحِ مُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى يَظْهُرَ فِي رُوحِهِ مِنَ الْمَكَاشِفَاتِ وَالْمَشَاهِدَاتِ بَعْضِ مَكَابِنِ حَلْضَرَا مَتَجْلِيَا فِي ذَاتِ جَبْرِيلٍ قَلَنَّا تَفْسِيرَ الْوَحْيِ بِهَذَا الْوَجْهِ هُوَ قَوْلُ الْحَكَمَاءِ وَأَمَا جَهْوَرُ الْمُسْلِمِينَ فَهُمْ مَقْرُونُ بَانِ جَبْرِيلٍ جَسْمٌ وَانِ نَزْوَلُهُ عَبَارَةٌ عَنِ انتِقالِهِ مِنْ عَالَمِ الْأَفْلَاكِ إِلَى مَكَانٍ“ ۝ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جبریل علیہ السلام کے جسم نہیں ہے جو ایک جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ جائیں اور ان کے نازل ہونے کے یہ معنی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی روح سے جسمانی پروہ اٹھ جانے کی وجہ سے جبریل کی ذات میں جو تجلیات موجود ہیں وہ مکافعہ اور مشاہدہ کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی روح پر وارد ہونے لگیں تو اس کا جواب ہے کہ نزول اور وحی لانے کے یہ معنی یونانی فلسفیوں (جو بالکل مخدود ہر یہ تھے) کے نزدیک ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام مجسم ہو کر عالم افلاک سے مکمل اترتے تھے۔)

مرزا سیت

..... ”پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی اور روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اسی طرح روحانیات سادیہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نعمون فلکیہ کہیں یا داستیرا اور وید کی اصلاحات کے موافق ارواح کو اکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے طائیک اللہ کا ان کو لقب دیں۔“ (توضیح المرام ص ۳۲۸، ۳۲۹، غزانی ج ۳ ص ۲۷)

..... ۲ ”وَنُفُوسُ نُورَانِيَّةٍ (یعنی فرشتے) کو اکب دیوارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں اور ان کے جدا ہو جانے سے ان کی حالت وجود یہ میں بنکی فساد ماه پایا جانا لازمی اور ضروری امر ہے۔“ (توضیح المرام ص ۳۲۸، ۳۲۹، غزانی ج ۳ ص ۲۰)

..... ۳ ”فَرَشَتَهُ اپنے اصلی مقامات سے جوان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں۔ ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچے نہیں ہوتے۔“ (توضیح المرام ص ۳۲۸، ۳۲۹، غزانی ج ۳ ص ۲۷)

..... ۴ ”درحقیقت یہ عجیب مخلوقات (یعنی فرشتے) اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر ہیں۔“ (وضع الرام ص ۲۲، بخدا ان ج ۳ ص ۲۷)

..... ۵ ”دھمکتین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائکہ اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں اور یہ خیال بد اہتمام باطل ہی ہے۔“ (وضع الرام ص ۲۳، بخدا ان ج ۳ ص ۲۶)

..... ۶ ”جب تسلیم جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیز (آنتاب) سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ فرشتہ اگرچہ ہر شخص پر نازل ہوتا ہے جو دوستِ الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو۔ نذول کی اصل کیفیت جو صرف اڑاندازی کے طور پر ہے۔ واقعی طور پر۔“

(وضع الرام ص ۲۸، بخدا ان ج ۳ ص ۲۶)

..... ۷ ”اس وقت جب تسلیم اپنا نورانی سایہ اس مستحکم پر ڈال کر ایک عکسی تصویر اس کے اندر رکھ دیتا ہے۔ تب جیسے اس فرشتہ کا جاؤ اسماں پر مستقر ہے جب تسلیم نام ہے۔ اس عکسی تصویر کا نام بھی جب تسلیم ہی ہوتا ہے۔ یا مثلاً اس فرشتہ کا نام روح القدس ہے تو عکسی تصویر کا نام بھی روح القدس ہی رکھا جاتا ہے۔ سو نہیں کہ فرشتہ انساں کے اندر تکمیل آتا ہے۔ بلکہ اس کا عکس آئینہ قلب میں نسودار ہو جاتا ہے۔“ (وضع الرام ص ۲۹، بخدا ان ج ۳ ص ۲۷)

..... ۸ ”پس بھی مثال جب تسلیم کی تاثیرات کی ہے۔ اوفی سے اوفی مرتبہ کے ولی پر بھی جب تسلیم ہی تاثیر دی کی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے ولی پر بھی وہی جب تسلیم تاثیر دی کی ڈالتا رہا ہے۔“ (ایضاً ص ۱۷، بخدا ان ج ۳ ص ۲۸)

نوٹ ان تمام عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ مرزا قادریانی کے نزدیک ملائکہ (یعنی فرشتے) مستقل وجود نہیں رکھتے بلکہ نہوں فلکیہ اور ارواح کو اکب کا نام ہے۔ اسی لئے وہ اپنے اپنے مقامات سے ذرا بارہ اور حد اور نہیں جا سکتے۔ مرزا قادریانی کے عقیدہ کی تزوید چونکہ آیات قرآنی اور احادیث نبوی کھلے الفاظ میں کر رہی تھیں اور بار بار جب تسلیم کے لئے نذول وغیرہ ثابت کر رہی ہیں تو نذول کی تاویل کی کہ مراد نذول سے صرف اڑاندازی ہے۔ واقعی نہیں یعنی حضرت جب تسلیم حضور ﷺ کے پاس نہیں آتے تھے۔ بلکہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے حضور ﷺ پر اڑانداز تھے (جیسا کہ ملحدوں اور فلسفیوں نے لکھا ہے) مسلمان ان عبارتوں کو ذرا غور سے دیکھیں کہ مرزا قادریانی اور مرزا کی طلائکہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ پھر مسلمان کیسے کہا جا سکتا ہے۔ عقیق الرحمن آروی!

۱۵..... حیات عیسیٰ علیہ السلام

اسلام

۱..... ”وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَيْقُونْنَ بِهِ قَبْلِ مُوتِهِ وَيَوْمِ الْقِيَامَةِ (نساء: ۱۵۹)“ ترجح اشارة ولی اللہ محدث دہلوی جا شدیع کس ازالہ کتاب الا البتا ایمان آور دلیلی پیش از مردن عیسیٰ اور روز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برائیاں۔ ھے یعنی قیامت کے قریب ایک ایسا زمانہ یقیناً آئے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اسی وقت تمام الہ کتاب حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آؤں گے اور اس کے بعد حضرت عیسیٰ وفات پاویں گے اور قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ ۴)

۲..... ”وَقُولُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرِيمٍ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلْبُوهُ وَلَكُنْ شَبَهَ لَهُمْ وَانَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوْ فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ الْاَتِبَاعُ الظَّنُّ وَمَا قَاتَلُوهُ يَقِينًا بِالْرَفِعِهِ اللَّهِ اِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (نساء: ۱۵۷، ۱۵۸)“ ۵) اور یہوداں کہنے سے بھی سوراخنست ہوئے کہ یہاں ہم نے تجھے عیسیٰ بن مریم کو جو کہ رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کے قتل کر دیا۔ حالانکہ نہ انہوں نے ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سویل پڑھایا لیکن ان کو استہباہ ہو گیا اور جو لوگ ان کے ہارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ وہ غلط خیال میں ہیں۔ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں جو تمییز ہاتھ پر عمل کرنے کے اور انہوں نے ان (حضرت عیسیٰ) کو تینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا۔ بلکہ ان کو خدا نے اپنی طرف اٹھایا اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔ ۶)

۳..... ”وَانْهُ لَعْلَمَ لِلْسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرِنَ بِهَا (زخرف: ۶۱)“ ۷) یہاں وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بزول) قیامت کی علامت اور یقین کا ذریحہ ہیں تو تم لوگ اس میں بیکھ مت کرو۔ ۸)

۴..... ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ انتَمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرِيمٍ مِنَ السَّمَاءِ وَأَمَّا مُنْكِمْ (كتاب الأسماء والصفات للبيهقي ص ۳۰۱)“ ۹) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا حال ہو گا تھا راجبکہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے تم میں نازل ہوں گے اور حالانکہ امام تھا راتم میں سے ہو گا۔ ۱۰)

۵..... ”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْزَلُ عِيسَى بْنَ

مریم الی الارض فیتزووج ویولدله ویمکث خمسا واربعین سنه ثم یموت فید
فن معنی فی قبرے (مشکلة المصابیع ص ۴۸۰) ”**﴿نَبِيٌّ كَرِيمٌ أَنْذَلَهُ اللَّهُ نَبِيًّا لِّلَّهِ دِينَهُ فَنَزَّلَهُ اللَّهُ مِنْ سَمَاءٍ**“ نے فرمایا عیسیٰ زمین پر
اتریں گے اور ان کے اولاد ہوگی اور پھر وفات پا جائیں گے اور میرے مقبرہ میں مدفون ہوں
گے۔ ۴)

۶..... ”قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهودان عيسى لم يمت وانه
راجع اليكم قبل يوم القيمة (تفسير ابن كثير ج ۱ ص ۳۶۶) ”**﴿أَمَّا مَنْ حَسِنَ فَلَا**
مرسل روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہود ہوں کو کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے
ہیں۔ بلکہ زندہ ہیں اور قیامت کے قریب ضرور اوث آئیں گے۔ ۵)

۷..... ”عن ابن عباس قوله تعالى (انه لعلم لك عنه الخ!) خروج عيسى
قبل يوم القيمة“

(تفسیر منثور ج ۲ ص ۲۵، ابن جریر ح ۲۵ ص ۳۹، مسلم ح ۱۳۱، ابن کثیر ح ۹۹ ص ۱۳۲)

۸..... ”واجتمعت الامة على ماتعنته الحديث المتواتر من أن عيسى في
السماء حتى وانه ينزل في آخر الزمان الخ (تفسير النهر الماد ص ۴۷۳ ج ۲، فتح
البيان ص ۳۴۴ ج ۲، تلخيص العبير ص ۳۱۹، اليواقيت والجواهر ص ۱۳۰) ”**﴿تَمَام**
امت کا اس پر ارجاع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان میں زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب
نازل ہوں گے جیسا کہ حدیث متواتر سے ثابت ہے۔ ۶)

مرزا سیت

۱..... ”فمن سوء الادب ان يقال ان عيسى مامات ان هو الا شرك عظيم
ياكل الحسنات“ یہ بے ادبی ہے کہ کہا جائے کہ میکل عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے بلکہ زندہ
ہیں۔ یہ بہت بڑا شرک ہے جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔

(الاستثناء لمحقق حقیقت الوعی ص ۳۹، خزانہ ح ۲۲ ص ۶۰)

۲..... ”كلا بل هومیت ولا یعود الی الدنيا الی یوم یبعثون ومن قال
متعتمدا خلاف ذلك فهو من الذين هم بالقرآن یکفرون“ یاد رکھو بلکہ وہ (حضرت
عیسیٰ علیہ السلام) مر چکا ہے اور وہ قیامت تک واپس نہیں آئے گا اور جو شخص اس کے خلاف کہے
وہ ان لوگوں میں ہے جو قرآن کے ساتھ کفر کرتے ہیں (یعنی وہ کافر ہے)
(الاستثناء لمحقق حقیقت الوعی، خزانہ ح ۲۲ ص ۶۰)

۳ ”وَلَا شَكَّ أَنْ حَيَوَةً عِيسَىٰ وَعِقِيدَةً نَزُولِهِ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْأَضْلَالِ وَلَا يَتَوَقَّعُ مِنْهُ إِلَّا انْوَاعُ الْوَبَالِ“ اور اس میں کوئی تک نہیں کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے نزول کا عقیدہ گمراہی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس سے سوائے قسم قسم کی مصیبتوں کے اور کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔ (الاستثناء ص ۲۵، خزانہ انج ۲۲ ص ۶۰)

۴ ”فَخَلاصَةُ الْكَلَامِ إِنَّ قَوْلَكَ بِرْفَعِ عِيسَىٰ بَاطِلٌ وَمَضْرُرٌ لِلَّدِينِ كَانَهُ قَاتِلٌ“ چس خلاصہ کلام یہ ہے کہ پیش تہم لوگوں کا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی اور حیات کا قول باطل اور غلط ہے۔ گویا کہ دین کا قاتل ہے۔ (الاستثناء ص ۲۵، خزانہ انج ۲۲ ص ۶۷)

۵ ”وَدُرْحَقِيقَةُ صَاحِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ آخِرُهُنَّةَ كَعَادِقٍ تَحْتَهُ أَرْضَانَ كُوكِيٍّ طَرَاحٍ يَهُ بَاتٌ گوارَهَ نَهْجَيِّيٍّ كَهْبِيٍّ جَسٌ كَأَوْجُودِ شَرَكٍ عَظِيمٍ كَيْ جَرْقَارِدِيَّاً گَيْيَاً ہے، زَنْدَهُ ہو اور آپ فوت ہو جائیں۔“ (حقیقت الحق ص ۲۵، خزانہ انج ۲۲ ص ۳۷)

۶ ”اس جگہ مولوی احمد حسن امرودی کو ہمارے مقابلہ کے لئے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں کتنا کسی طرح سچ ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔ بڑی جان کا ہی سے کوشش کر رہے ہیں۔“ (واضح البلااء ص ۱۵، خزانہ انج ۲۲ ص ۲۵)

..... ۷

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
کیوں جھیپھیں انکار پر اصرار ہے
ہے یہ دیں یا سیرت کفار ہے
کیوں بنا�ا ابن مریم کو خدا
ست اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا
اب تک آئی نہیں اس پر فتا
مولوی صاحب بیکی توحید ہے
سچ کہو کس دیوکی تقلیل ہے

(ا) س اوپا ص ۲۵، خزانہ انج ۳ ص ۵۱۳)

اللهم إني لست بعزيزٍ
لأنك أنت عزيزٌ

فتنہ قادریانیت



جناب صفوۃ الرحمن عَزَّوَجَلَّ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فتنہ قادریا نیت

دین اسلام میں نئی نئی پا تسلیک کالانا اور نئے نئے عقائد تراشنا تجدید نہیں، بدعت و گمراہی ہے۔ مصلحانہ روش نہیں، مقدسانہ روش ہے۔ دین کا احیاء و تجدید یہ ہے کہ دینی احساسات میں جو مردگی پیدا ہوئی ہے۔ اس میں روح پھوکی جائے۔ دینی تعلیم میں باطل انکار و عمل کی جو آمیزش ہو گئی ہے۔ اس کو دور کیا جائے۔ مسلمانوں کے قلوب کو حب دنیا کے مہلک مرض سے پاک کر کے ان کو حرجیں آخرت ہنانے کی جدوجہد کی جائے تاکہ ان میں قرآنی کروار پیدا ہو اور باطل ٹکنی، زمانہ تنیزی کے، بخاہدان جذبات ان کے قلوب میں بیدار ہو جائیں اور ربیٰ ہدایتوں، اسوہ حنفہ پر عمل پیرا ہو کر دین کے تحفظ و بقاء و اشاعت کا والہانہ جذبہ ابھر آئے۔ بلا خلاط اس کے کہ دنیا کا لکتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصاویر و تعلیمات کو دیکھنے تو اس میں اصلاح و تجدید کے
بجائے فتنہ و فساد کا ایک طوفان نظر آتا ہے۔ مثلاً:

- ۱..... نظام باطل کی خبر خواہی ہے۔
- ۲..... اس کے بقاء، و قیام کی جدوجہد ہے۔
- ۳..... اور باطل پر سرا فگنندگی ہے۔
- ۴..... وحی و نبوت کا زخم ہے۔
- ۵..... مسیحیت کا اذ عاء ہے۔
- ۶..... خدا سے ہمکاری، جبریل کا آتا۔
- ۷..... حضرات انبیاء علیہم السلام، حضرت رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام اور حضرات حسینؑ کی
اہمات ہے۔

.....۸	خدا کے مشاغل تعلقات۔
.....۹	قادیان میں کم و مدد بینہ ہے۔
.....۱۰	مرزا قادیانی کو نہ مانا.....کفر ہے۔

یہ تمام مقدس ائمہ عناصر، جن کے کارنامہ تجدید میں بھرے ہوئے ہوں۔ ان کو امام محمدؑ کہتا اور ان کی جماعت کو اسلام کی تبلیغی جماعت کہنا دین اسلام کی توہین ہے اور دین اسلام کو صریحًا

بدنام کرنا ہے اور آخوند کی رسوائی کا سامان تیار کرتا ہے۔ نام نہاد تجدیدی کارناموں کی قسم سامانی مجدد قادریاں کی زبانی ملاحظہ ہو۔

- نظام باطل کی خیر خواہی۔ ۲..... اس کے بقاء و قیام کی جدوجہد۔
- در باطل پر سر اگنندگی۔

”سب سے پہلے میں یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ میں ایسے خاندان میں سے ہوں جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدت دراز سے قول کیا ہوا ہے کہ دہ خاندان اول درجہ پر سرکاری دولت مدار انگریزی کا خیر خواہ ہے۔..... میرے والد صاحب اور خاندان ابتداء سے سرکار انگریزی کے بدل دجان ہوا خواہ و فقار رہے اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے معزز افسروں نے مان لیا کہ یہ خاندان کمال درجہ پر خیر خواہ سرکار انگریزی ہے۔..... ممکن وجہ ہے کہ میرا باپ اور میرا بھائی اور خود میں بھی روح کے جوش سے اس بات میں مصروف رہے کہ اس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو عام لوگوں پر ظاہر کریں اور اس کی اطاعت کی فرضیت کو لوگوں کے دلوں پر جمادیں۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۹۲۷)

نوٹ: قرآن شریف میں منافقین کی ایک علامت یہ یہاں فرمائی گئی ہے کہ وہ اہل باطل کے پاس معزز بننا چاہتے ہیں: ”أَيْبَتْغُونَ عِنْهُمُ الْعَزَّةَ (النساء: ۱۳۹)“ کیا یہ ان (اہل باطل) کے پاس معزز بننا چاہتے ہیں؟ یہ منافقانہ روش اور مجدد کا خطاب۔

بر عکس نہند نام زنگی کافور (مدیر)

دیگر: ”اور میں نے اسی زمانہ میں خدا سے یہ عہد کیا کہ کوئی بسوٹ کتاب بغیر اس کے تالیف نہیں کروں گا۔ جو اس میں احسانات قیصر ہند کا ذکر نہ ہو۔ نیز اس کے تمام احسانوں کا ذکر ہو۔ جن کا شکر مسلمانوں پر واجب ہے۔“ (تو راجح حصہ اول ص ۲۹، جزء اول ج ۸ ص ۳۹)

دیگر: ”دوسرا امر قابل گزارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی پھی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے فلٹ خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں۔۔۔۔۔ اور میں نے صرف اسی قدر کام نہیں کیا کہ برش اغذیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی پھی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیوں کھر امن و امان اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایہ عاطفت میں زندگی بر کر رہے

ہیں اور اُسی کتاب میں چھا بیٹے اور شائع کرنے میں ہزار ہارو پر خرچ کیا گیا۔

(درخواست بخوبی تو اب لیفٹیننٹ گورنمنٹ گورنمنٹ مراز اکادمی، ہموری ۲۳ فروری ۱۹۱۸ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱) نوٹ مراز اغلام احمد صاحب قادریانی کو مجید و عظیم و امام الزمان سمجھنے والے حضرات غور کریں کہ ایک امام و مجدد جو مرد جاہد ہوتا ہے۔ اس کا اہم کام تو یہ ہے کہ وہ اپنی زبان و قلم اور جان و مال کی قوت توں کو اس کوشش میں صرف کرے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اللہ و رسول ﷺ کی بھی محبت اور اہل باطل کے خلاف مجاہد انہ جذب پیدا ہو جائے اور مسلمانوں کے دلوں کو اللہ و رسول ﷺ کی بھی اطاعت کی طرف جہکائے۔ عقل و فہم کی کوئی تحریک کا کتنا قائم کیا جائے کہ جو شخص مسلمانوں کے دلوں میں باطل نظام کی بھی محبت پیدا کرنے اور مسلمانوں کو اس نظام کا سچا مطیع بنانے میں اپنی قوت صرف کرتا ہے اور ہزار ہارو پیہ خرچ کرتا ہے۔ وہ مجید و اور امام سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ حسب ارشاد حضرت رسول کریم ﷺ ایسے لوگوں کو "اممۃ المعلّمین" سمجھنا اسلامی نظر ہے۔"

فقہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلطنت کا پرستار کرے

(١٦)

دیگر: ”والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد یہ عاجز (مرزا قاویانی) دنیا کے شغلوں سے بالکل عیلحدہ ہو کر خداۓ تعالیٰ کی طرف مشغول ہوا اور مجھ سے سر کار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی۔ وہ یہی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی حسن ہے لہذا ہر مسلمان کا یہ فرض ہوتا چاہئے کہ وہ گورنمنٹ کی کچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گور ہے.....“ (ستارہ قیصر یہمند ص ۲۳، فزانیں ج ۱۵ ص ۱۱۲)

نظام باطل کو سایہ رحمت سمجھنا، مسلمانوں کو یہ تعلیم دینا کہ وہ اس کے شکرگزار اور عادل گور ہیں اور ایک باطل نظام میں امن و امان و آرام اور آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہنا، نظام باطل سے سرکشی کرنے کو خدا اور رسول سے سرکشی سمجھنا اور اس باطل پرستی پر خدا کا شکر ادا کرنا، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک مسلم مردحق کے جذبات اور اعمال ہو سکتے ہیں۔ امام اور محمد دہونا تو بڑی دور کی بات ہے۔

کیا اچھے مصلح دمیرشہد ہیں کہ خدا اور رسولؐ کے خالقوں کی اعانت اور ان کی خیرخواہی کو شرائط بیعت میں داخل کرتے ہیں۔

”اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدامیر اصول ہے اور یہی وہ اصول ہے۔ جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچم شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کی دفعہ چارام میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔“

(کتاب البریہ ص ۹، جز ائم ۱۰۳ ص ۱۰)

اپنی جماعت کے متعلق فرماتے ہیں: ”حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھ کر کوئی گناہ کی بات اور بخت اور ظلم اور پلیدر اٹھیں کہ انسان جس سلطنت کے زیر سایہ میں وعافیت زندگی بسر کرے اور اس کی حمایت سے اپنی دینی و دینی مقاصد میں بار آ اور کوشش کر سکے۔ اس کا بدخواہ اور بدائدیں ہو۔ بلکہ جب تک ایسی گورنمنٹ کا شکرگزار نہ ہو۔ خدا نے تعالیٰ کا بھی شکرگزار نہیں۔“ (ازالہ ادہام ص ۸۳۹، جاہشہ، جز ائم ۳ ص ۵۶۱)

جس جماعت کی پاک بالفی یہ ہو کہ خدا کی پانچ حکومتوں کو اس سے انواع و اقسام کے فائدے پہنچتے ہیں اور باغیوں کے حق میں وہ وعائے خیر کرتی ہے۔ ایسی جماعت کو اسلام کی تبلیغی جماعت کہنا دین اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرتا ہے۔“

دیگر: ”ایسا ہی یا جو ج ما جو ج کا حال سمجھ لجھتے۔ یہ دونوں پرانی قومیں جو پہلے زمانوں میں درودوں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہو سکیں اور ان کی حالت میں ضعف رہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آ خر زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی۔ یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی..... یہ دونوں قومیں درودوں کو مغلوب کر کے پھرا کیں دوسرے پر حملہ کریں گی اور جس کو خدا تعالیٰ چاہے گا، فتح دے گا۔ چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد اگریز اور رویں ہیں۔ اس لئے ہر ایک سعادت مند مسلمان کو وعا کرنی چاہئے کہ اس وقت اگریزوں کو فتح ہو۔ کیونکہ یہ لوگ ہمارے گھن ہیں اور سلطنت بر طائیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں۔“ (ازالہ ادہام ص ۵۰۹، جز ائم ۳ ص ۳۲۳)

”فسدُون فِي الْأَرْضِ“ (زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔)

مجد و قادریان مرزا غلام احمد اگریزوں کو یا جو ج و ما جو ج کی قوم قرار دیتے ہیں۔ جن کا فسادی ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ مفسدوں کے حق میں وعائے خیر کرنا اور ان کو اپنا حصہ سمجھنا اور مفسدوں کو اپنے لئے سایہ رحمت، سایہ عافیت سمجھنا اور مفسدوں کے زیر سایہ آرام سے زندگی بس کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور مفسدوں کی حکومت تمام و باقی رہنے کے لئے ہستق مصروف رہنا اور اس کے لئے اللہ سے دعا کرنا، یہ تمام قتنہ و فساد کے مجد و کار نامہ ہو سکتا ہے۔ دین اسلام کے مجدد کو ان قتنہ سماں بیوی سے کیا نسبت۔“

مزید براں یہ کہ خدا کی ایک بانگی اور مفسد حکومت کی خیر خواہی و فواداری میں اتنا غلو فرمایا گیا کہ آیات قرآنی کی معنوی تحریف بھی کردی گئی اور خدا کا ذرا بھی خوف نہ ہوا۔ چنانچہ آیت کریمہ: ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَعْذِبَهُمْ وَإِنْتَ فِيهِمْ“ کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے: ”خدا ایسا نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکلیف پہنچائے حالاً لکھ تو (یعنی مرزا قادیانی) ان کی عملداری میں رہتا ہو۔“

اور اسی آیت کی شرح کی جاتی ہے: ”اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے (یعنی مرزا قادیانی) کے وجود و دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے (مرزا قادیانی) کے سبب سے ہیں۔“ اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ: ”جہر تیرا (مرزا قادیانی کا) منہ ہے، ادھر خدا کا منہ ہے۔“

استدلال میں یہ فرماتے ہیں: ”اینما تولوا فثم وجه اللہ“

(برائین احمد یہ میں ۲۷، خزانہ حج ۱۹۷۷ء حاشیہ، عریضہ بخشست گورنمنٹ عالیہ مجموعہ اشتہارات حج ۱۹۷۸ء) خدا پناہ میں رکھے اس جنون سے کہ خدا بھی اپنے بندہ کا گویا تابع ہے۔ جدھر بندہ کا منہ ادھر خدا کا منہ۔ اللہ جل شانہ اور قرآن کریم کی اس سے بڑھ کر اور کیا الہانت ہو گی۔

آثار سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یا جو ج ماجوج کی پوری قوم جاہ ہو جائے گی۔ ملاحتہ ہو مبلغہ کتاب المحتن باب العلامات، یہی یہی الساختہ برداشت مسلم۔ مگر یہ صحیح موعود ہیں کہ ان کے وجود سے یا جو ج ماجوج کی حکومت قائم ہے۔ بھی ایک نام نہاد مجدد و امام الزمان کا فخریہ کارنامہ ہے اور ان کے قبیین بھی اسی روشن پر قائم ہیں اور آئندہ قائم رہنے کا عزم رکھتے ہیں۔“

”جتاب عالی جیسا کہ ہم پہلے بتاچکے ہیں کہ ہمیں اپنے امام کی طرف سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ماتحت بھی ہم رہیں۔ اس کے پورے طور پر فرمائیں وار رہیں اور ہم نے ہر مشکل کے وقت اور بے امنی کے زمانہ میں گورنمنٹ برطانیہ کی وفا و اہمی کی ہے۔“

(ایڈرنس بخدمت و اسرائے ہند بمندرجہ افضل قادیانی مورخہ کم اپریل ۱۹۳۰ء جلدے نمبر ۲۷) وہی گورنمنٹ جس کی خدمت اس جماعت نے بندہ ہے وام کی طرح کی، جیسا کہ اعتراف ہے: ”ہم حکومت کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ اس کے پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پانے والے طالزم بھی نہ کیا کریں گے۔“

(ارشاد میاں مجموعہ احمد خلیفہ قادیانی، ممندرجہ اخبار افضل قادیانی مورخہ کم اپریل ۱۹۳۰ء جلدے نمبر ۲۷)

اس نام نہاد خدا پرست جماعت کی زمانہ پرستی کا یہ شرم ناک واقعہ بھی قابل ملاحظہ ہے کہ یا تو یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کی خیر خواہی کے جوش میں کاگر لیں سے جھوٹتے رہے یا پھر جب کاگر لیں کا زور ہوا اور برٹش گورنمنٹ کا آئنی نچپ کمزور ہوتا نظر آیا اور کاگر لیں کی کامیابی کے آثار پائے گئے۔ تو کاگر لیں کی خوشامد کرنے میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء میں مقام لا ہور صدر کاگر لیں کا جو استقبال کیا گیا ہے، اس کی روپورث ملاحظہ ہو:

”لا ہور ۲۹ مارپریل۔ آج حسب پروگرام پنڈت جواہر لال نہر ہوا ہور تشریف لائے۔ پنجاب پر انفل کا گر لیں کمیٹی کی خواہش پر (قادیانی جماعت کی) آل اٹھیا نیشنل کورز کی طرف سے آپ کے استقبال کا انتظام کیا گیا۔ چونکہ کاگر لیں نے صرف پانچ سو والیٹر کی خواہش کی تھی۔ اس لئے قادیان سے تین صد اور سیالکوٹ سے دو صد کے قریب والیٹر ۲۸ مئی کو لا ہور پہنچ گئے۔ قادیان سے کار خاص کے سپاہی ساتھ آئے اور صدر تک رہے..... علی اصح چھ بجے تمام پا درودی والیٹر ز باقاعدہ کوچ کرتے ہوئے اٹھیں پہنچ گئے۔ یہ نظارہ حد درجہ روح پرور اور جاذب توجہ تھا..... پنڈت جی کے اٹھیں سے باہر آنے پر جناب شیخ بشیر احمد قادیانی ایڈو ویٹ صدر آل اٹھیا نیشنل لیگ نے لیگ کی جانب سے آپ کے گلے میں ہارڈ ال۔ کورز کی طرف سے حسب ذیل ماٹر جمنڈیوں پر خوبصورتی سے آؤزیں اتتے۔ (ایک ماٹو ملاحظہ ہو۔ جواہر لال زندہ باد Long live Jawaharlal“ کوڑ کا مظاہرہ ایسا شامد ار تھا کہ ہر شخص اس کی تعریف میں رطب اللسان تھا اور لوگ کہدہ ہے تھے کہ ایسا شامد ار مظاہرہ لا ہور میں کم دیکھنے میں آیا۔“

(خبر انفل قادیان جلد ۲۳ نمبر ۲۷، ہور ۱۹۳۶ء)

یہ خوشامد چالپوی یقینہ میں حق کا شعار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ تو ان لوگوں کا کردار ہے۔ جن کے رُگ دریشہ میں دنیا پرستی بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ اہل باطل کے زیر سایہ چین و آرام سے زندگی بر کرنا چاہتے ہیں اور دین اسلام کا نام لے کر اپنی دنیا بانانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق حضرت پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

”بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدِ يَخْتَلُ الدِّينَيَا بِالدِّينِ (ترمذی کتاب القيامة ج ۲)“

﴿بَدْ تَرِينَ بَنَدَهُ هَوَهَ بَنَدَهُ جُودَينَ سَدَنَى مَكَانَاتَجاَهَاتَهُ -﴾

قرآن شریف میں حق سبحانہ تعالیٰ ائمہ ہدایت کا صرف بیان فرماتے ہیں: ”وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا (السجدة: ۲۴)“ اور ہم نے ان میں سے بہت امام ہادیے جو حمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اس وجہ سے کہ انہوں نے نہیں میں ہبہ کیا۔﴾

آئیہ کریمہ سے ظاہر ہے کہ آئمہ ہدایت گمراہ لوگوں کو راہ ہدایت تھاتے ہیں اور منصب امامت صبر و استقامت کے امتحان کے بعد عطا کیا جاتا ہے۔ سبی سنت الہی ہے۔ جیسا کہ بصراحت بیان فرمایا گیا ہے: ”لَتَبْلُوَنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْتَعْنُنَّ مِنَ الظِّنِّينَ اُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الظِّنِّينَ اشْرَكُوا إِلَهًا كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا وَتَنَقَّلُوا ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأَمْرِ“ (آل عمران: ۱۸۶) ۴۷ البتہ آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنی جانوں میں اور سنو گے والا زاری کی بہت سی ہاتھیں ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جو شرک ہیں اور صبر کرو گے اور پرہیز رکھو گے تو یہ بڑے ہمت کے کام ہیں۔ ۴۸ حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا مطالعہ کیجئے۔ جان و مال عزت و آبرو کا وہ کون سا نقصان تھا۔ جوان حضرات کو راہ حق میں پیش نہیں آیا۔ ان کی دل آزاری میں الہ باطل نے، الہ کتاب سے ہوں کہ مشرکین سے، کیا کمی کی اور جس کو ان عاشقان پاک طینت نے باطل اثرات سے اپنے کو محفوظ رکھتے ہوئے بطیب خاطر برداشت نہیں کیا؟ ان عزم الامر کی محکیل اور اس امتحان میں کامیابی کے بعد دنیا جانتی ہے کہ اقوام عالم کی امامت و پیشوائی کا منصب ان حضرات کو عطا کیا گیا۔

قرآنی تاریخ شاہد ہے کہ جب حق کی آواز اٹھائی جاتی ہے۔ تو الہ باطل اس کو اپنے لئے موت کا سامان سمجھ کر اس کی خالقت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور حق کی آواز دہادینے اور الہ حق کو مٹادینے کے لئے الہ حق کو جانی و مالی نقصان پہنچانے کی تدبیریں کرتے رہتے ہیں۔ الہ باطل کی یہ خالقانہ روشن دراصل خدا کی طرف سے الہ حق کا امتحان ہوتا ہے۔ ان موقع پر صبر و استقلال، جان و مال کی قربانیاں، سرفروشانہ، محابا نہ زندگی، سبی الہ حق کے باطل ملنکن ہتھیار ہوتے ہیں۔ ان ہی ہتھیاروں سے ابتداء میں صحابہ کرام الہ باطل کے مقابلہ میں ٹھیک رہے اور بلا خرق تعالیٰ کی رحمت خاصہ، فضل عظیم کے مستحق ہو کر ”خیر الامة“ کا الہی خطاب پایا اور دنیا سے برائیوں کو مٹانے اور دنیا میں بھلاکیوں کو جاری کرنے لئے دنیا میں ہدایت حق پھیلانے کے منصب پر فائز ہوئے۔

آئمہ ہدایت کے سبی فرائض ہوتے ہیں کہ علماء عملاً و نیا پرست انسانوں، دنیا ہی کو اصل زندگی سمجھ کر اور اسی کو متصود و مطلوب بنا کر اپنے خالق و رب کے احکام و ہدایت سے لا پرواہ، اخروی زندگی سے غافل انسانوں کے سامنے آخرت کی حقیقی ابدی زندگی کا فطری نظریہ حیات پیش کرتے ہیں اور اس لبdi زندگی کے ابدی مکالیف سے محفوظ رہ کر ایک خیر و اہمی زندگی حاصل کرنے کا واحد راستہ بندگی حق کی طرف ان کو بلاتے ہیں۔ حق کی سبی آواز بیک وقت الہ باطل

کے لئے دعوت خیر و صلاح بھی ہو جاتی ہے اور ان کے باطل نظام زندگی کے خلاف اعلان جنگ بھی ہوتی ہے۔ جس کے بعد ہی حق و باطل کی آدیش شروع ہو جاتی ہے۔

قادیانی جماعت کو غور کرنا چاہئے، انجام آخرت کو پیش نظر رکھ کر غور کرنا چاہئے کہ ان کے خود ساختہ ”امام الزمان“ کے فرائض امامت، ان کے تجدیدی کارناموں میں باطل پرسنیوں کے خلاف کوئی حرکت ہے یا سراسر اہل باطل کے ساتھ تعاون ہے؟ ان سے کبھی دوستی ہے ان کی کبھی خیر خواہی ہے اور ان کی بقاء کے لئے ان کی انسانیت سوز تہذیب کی اشاعت کے لئے پوری جدوجہد ہے۔ ان کی سلامتی کی دعائیں ہیں اور طرفہ تماسیہ کہ اس غلامانہ ذہنیت اور غلامانہ روشن کو نہ ہی فرض قرار دیا جاتا ہے۔ ان باطل افکار و کروار کی قرآنی نوعیت کیا ہے؟ ایک آئیت کریمہ بطور آئینہ پیش کی جاتی ہے کہ مومنانہ اور کافرانہ روشن واضح ہو جائے۔

”الذين امنوا يقاتلون في سبيل الله والذين كفروا يقاتلون في
سبيل الطاغوت (النساء: ۲۶)“ ۴ جو لوگ ایمان دار ہیں وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ۵

قال یا جہاد فی سبیل اللہ یہی ہے کہ طاغوتی نظام حکومت کو منانے اور الہی نظام زندگی، ہر شعبہ زندگی میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت و فرمابندرداری کا نظام جاری کرنے کی جدوجہد دے، سخن، قدسے کی جائے اور قال یا جہاد فی سبیل الطاغوت یہ ہے کہ طاغوتی نظام زندگی کی بقاء و اشاعت کے لئے جان و مال کی قوتوں کو صرف کیا جائے۔ اب طاغوتی حکومت کی بقاء اور سلامتی کی جدوجہد کو انہا ایک قابل فخر کارنامہ اور نہ ہی فرض کیجئے والی جماعت آنکھیں کھول کر دیکھے کہ اس کی پیشانی پر ”یقاتلون فی سبیل الطاغوت“ کتنے جل حروف میں لکھا ہوا ہے۔

کافرانہ ذہنیت و روشن پر فخر کرنے والوں اور اس کو دین ایمان کیجئے والوں کے متعلق سنت الہی یہ ہے کہ شیطان کی ولایت ان سے متعلق کروی جاتی ہے۔ جس کے بعد شیطان ان کو ظلمات کی واپیوں میں بھکتا ناہرتا ہے۔

”والذين كفروا أوليهم الطاغوت يخرجونهم من النور الى الظلمت
(بقرہ: ۲۵۷)“ ۶ جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں۔ جوان کونور سے نکال کر تارکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ ۷

پسنت الہی کس طرح اپنا کام کرتی رہی اور کر رہی ہے۔ اس کے دل ہلا دینے والے مناظر بھی باñی جماعت کے نامہ اعمال میں ملاحظہ فرمائیے۔

-۳ دھی و ثبوت۔
۵ مسیحیت کا اذ عا۔
۶ خدا سے مکالہ و زوال جریئل۔

آئندہ مفسدانہ منصوبوں کو روپہ عمل لانے کی تہبید ملاحظہ ہو: ”اور محدث بھی ایک مقنی سے نبی ہوتا ہے۔ کواس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تا ہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خداۓ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیاں پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی دھی کی طرح اس کی دھی کو بھی دھل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مفرث شریعت اس پر کھول دیا جاتا ہے اور یہ نبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے۔۔۔۔۔ اس سے الکار کرنے والا ایک حد تک موجب سزا ہمہ رہتا ہے۔“ (فتح المرام ص ۱۸، فزانی ح ۳۲)

گویا تیرہ سورس تک شریعت صرف پوست ہی پوست تھی۔ مفرث شریعت اب ظاہر ہوا ہے۔ پوست شریعت تو یہ تھا کہ طاغوتی حکومتوں سے مقابلہ و مقتله کرنے اور فتنہ و فساد کی اصلاح کرنے والے افراد پیدا ہوں اور مفرث شریعت یہ ہے کہ طاغوتی حکومت کی خیرخواہی اور اس سے کسی محبت اور اس کی کامل تابعداری کی جائے۔ ”نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِ الشَّيْطَانِ“ اب رفتار ترقی دیکھتے جائیے۔

”اور مصنف کواس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحاںی طور پر اس کے کمالات سُجَّاح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بھدت مناسبت و مشابہت رکھتے ہیں۔“ (مجموعہ اشتہارات ح ۲۲)

ارتقاء کا ایک اور قدم: ”یہ بات حق ہے کہ اللہ جل شانہ کی دھی والہام سے میں نے مثل سُجَّح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ح ۲۷)

شیطان کے بند فریب میں ایک اور بند کا اضافہ: ”مُكْرِجُ وَقْتٍ آگِیَا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دھوے سُجَّح موجود ہونے میں کوئی بُنی پات نہیں ہے۔ یہ دھی دعویٰ جو بر این احمدیہ میں پار بار بصریع لکھا گیا ہے۔“

(کشی ذوح ح ۲۷، فزانی ح ۱۹ ص ۵۵)

ویگر: ”اور بھی عیسیٰ ہے جس کا انتشار تھا اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا کہ اس کو نشانی بنا دیں گے اور کہا گیا کہ وہی عیسیٰ بن مریم ہے جو آنے والا تھا۔ جس میں لوگ ٹک کرتے ہیں۔ بھی حق ہے اور آنے والا بھی ہے تک محض نافہی

(کتبی فوج ص ۴۸، خزانہ ائمہ ج ۵۶ ص ۵۶)

۔۔۔۔۔

آنے سے لڑاہت ہے کہ حضرت مسیٰ طیہ السلام نادل ہو کر قوم کفار سے جہاد کریں
کے مگر یہ کیسے میلی ہیں جن کو اپنی قوم کی غلامی کا فخر حاصل ہے اور جن کے پاس وہی آئی ہے کہ
اگر یہوں سے جہاد دین اسلام کے ہالکل خلاف ہے۔ ہاتھی جماعت اور جماعت ہارہارائے اس
مقیدہ کا اعلان تو کرتی ہے کہ وہ حضرت ﷺ کو نامِ الاغیاء مانتی ہے۔ مگر خاتم الانبیاء ہونے کی
جو توضیح کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو وہ کس قدر گراہ کن ہے: ”جس کامل انسان پر قرآن شریف کا
نزاول ہوا..... اور وہ خاتم الانبیاء ہے۔ مگر وہ ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے روحانی فیض
نہیں ملتے گا۔ بلکہ ان معنوں سے ہے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں
ملنے سکتا..... اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مہر سے اسکا نبوت
مل سکتی ہے۔ جس کے لئے امتی ہوتا لازمی ہے اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو تاصل
(حقیقت الحق ص ۲۷، خزانہ ائمہ ج ۲۲ ص ۲۹)

حالت میں چھوڑنا نہیں چاہا۔“

بقول محترم مؤلف کتاب ”قادیانی فدہب۔“

”اگر مرزا قادیانی نبی نہ مانے جائیں تو امت محمدیہ ناقص قرار پاتی۔“

خاتم الشیعین کی مزید تشریح ملاحظہ ہو: ”خاتم الشیعین کے بارے میں حضرت مسیح موعود
نے فرمایا کہ خاتم الشیعین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں
ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ بند ہو جاتا ہے اور صدقہ سمجھا جاتا ہے۔“

(ملفوظات احمدیہ حصہ چشم ص ۲۹، مرتبہ منکور الہی قادیانی لاہوری)

خاتم الشیعین کی یہ توضیح قرآن میں تحریف معنوی اور تفسیر بالائے کی کتنی قابل افسوس
مثال ہے۔ تفسیر بالائے کرنے والے کے متعلق حدیث شریف میں دارد ہے کہ اس کا لمحکانا جہنم

۔۔۔۔۔

”من قال في القرآن برأي فليتبوا مقدده من النار (ترمذی ج ۲

ص ۱۲۲)“ (جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ ورزخ میں اپنا الحکاہ ذہب و مٹہ ہے۔) خاتم الشیعین کی تشریح حضرت خاتم الشیعین ﷺ نے فرمادی ہے۔ جس کا صاف اور

واضح مطلب یہ ہے کہ سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔

”وختم بی النبیوں (مسلم ج ۱ ص ۱۹۹)“ (اور ختم ہو گئے مجھ سے غیر۔)

نیز جوارشادگرائی ہے: ”سیکون من امتی کذابون“ (غقر بیب میری امت

میں جھوٹے پیدا ہوں گے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: ”یزعم انه نبی اللہ“ ۷ وہ نبی اللہ ہونے کا اذنا کرے گا۔ اس کے بعد خاتم النبیین کا مطلب کس طرح واضح ہے: ”وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷ ترمذی ج ۲ ص ۴۵)“ ۸ اور میں نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ۹

جس قرآنی لفظ کی تشریح و توضیح حضرت معلم حکمت ﷺ نے فرمادی ہو اور اس پر تمام امت کا اجماع ہو گیا۔ اس کے خلاف اپنی طرف سے نبی بات پیدا کرنا اور اپنے کو ”نبی اللہ“ ثابت کرنا، کیا ”کذابون“ کی صفت میں داخل ہونا نہیں ہے؟ مگر گمراہی کو ہدایت سمجھ کر گمراہی میں جلا ہونے والوں سے جب یہ سنت الہی متعلق ہو جاتی ہے: ”قُلْ مَنْ كَانَ فِي الْضَّلَالِ فَلِيَمْدَدْ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدَا (مریم: ۷۵)“ ۱۰ کہہ دیجئے جو گمراہی میں بتا ہیں رحمٰن ان کی گمراہی کو بڑھا دیتا ہے۔ ۱۱ تو مظلالت، گمراہی میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ:

”ہمارا نہ ہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو ہم مردہ کہتے ہیں تو اس لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی بھی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو نہ ہتے۔“

(ارشاد مرزا غلام احمد قادری مدرسہ اخبار بدر قادریان ۵ مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۷)

کتاب پرداز ہو کر دیا جا رہا ہے۔ حقیقت کو بالکل الٹ دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ تقریباً چودہ سو برس سے دنیا کے کسی حصے میں کوئی نبی، فرستادہ الہی کا ظہور نہیں ہوا۔ نیز دین اسلام کا اصلی سرچشمہ ”القرآن والسنۃ“ ۱۲ میں تحریف اور انسانی وست برداشت بالکل محفوظ ہے۔ جو نہ صرف دین اسلام کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ الہی انتظام خدا کی طرف سے اس حقیقت کا اعلان ہے کہ اب جتنے مدعیان دھی و نبوت پیدا ہوں گے۔ وہ سب کاذب سمجھے جائیں گے۔ مگر جل و افتاء کا یہ حال ہے کہ جس دین میں کامل درس انسانیت، کامل سبق بندگی ہے۔ اس میں دیگر افتراء کی ادیان کی طرح صرف قصہ کوئی ثابت کی جاتی ہے۔ کذب و افتراء کے مزید نمونے دیکھئے۔

”وَهُوَ دِينٌ وَّ دِينٌ نَّمِیٌّ، اور نہ وہ نبی، نبی ہے۔ جس کی متابعت سے انسان اللہ تعالیٰ سے اس قدر بزرگ نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الہی سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سمجھاتا ہے کہ صرف چند منقولی ہاتوں پر انسانی ترقیات کا انعام ہے اور روحی الہی آگے کوئی نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کراس کور رہانی کہیں، شیطانی کہلانے کا مستحق ہے۔“ ۱۳

(ضیغمہ راہین احمدیہ حصہ چھمٹ ص ۱۳۹، خزانہ ج ۲ ص ۲۰۶)

ویگر: ”یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے دھی الہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا..... اور صرف قصوں کی پوجا کرو، پس کیا ایسا نہ ہب کچھ نہ ہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا کا کچھ بھی پڑھنیں جو کچھ ہیں قصے ہیں..... میں ایسے نہ ہب کا نام شیطانی نہ ہب رکھتا ہوں نہ کرم جانی.....“

(ضیغمہ بر این احمد یہ حدیث جم' مص ۱۸۳، غزار الحج ۲۱ ص ۳۵۲)

قرآن کریم جو ”دھی الہی“ کا مجموعہ ہے۔ جس میں دین کی تکمیل ہے۔ نعمت الہی کا اتمام ہے اور ”آنالہ لحفظون“ ہم اس کے محافظ، نگہبان ہیں۔

جس کی شان ہے اور اسی شان سے آج وہ حرفاً حرفًا محفوظ ہے۔ وہ نبی قادیان اور ان کی جماعت کے نزدیک چند منقولی باتیں ہیں۔ چند قصے ہیں اور ان ہی قصوں کی پوجا ہے۔ خدا کو براہ راست پوچھاننے کے لئے قرآن کریم کافی نہیں۔ قرآن کریم کی اس سے زیادہ اور کیا اہانت ہو سکتی ہے؟ نیز حضرت رسول کریم ﷺ نے پرسسلہ نبوت ختم ہو جانے کو اپنے لئے وجہ فضیلت قرار دیتے ہیں۔ (مکملہ باب فضائل سید المرسلین) مگر ہر بات کو اٹی بخشنے والے ختم نبوت کو آنحضرت ﷺ کے لئے موجب ہٹک سمجھ رہے ہیں۔ تھنہ فہمی معلوم شد۔ نیز یہ کہتا کہ ”دھی نبوت“ کا سلسلہ جاری رہنا نبوت محمد یہ کا کمال ہے۔ ایک بڑا فریب ہے اور در پردہ حضرت رسول کریم ﷺ کی نبوت کو تقصی قرار دینا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی اپنے کو نبی اللہ قرار دے کر اس کو نبوت محمد یہ کا کمال ثابت کر رہتی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانی کی خانہ ساز نبوت نہ ہوتی تو نبوت محمد یہ تقصی۔ جس کے پاس یہ بیہودہ باتیں ہوں۔ اس کے متعلق مسلم ہونے کا تصور رکھنا بھی یقیناً دین اسلام کی حقیر ہے۔ غرض مذکولات کی تجاہ کاریاں دیکھتے جائے۔

”ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ اس امت کی اصلاح و درستی کے لئے ہر ضرورت کے موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و پیغمبر ہے گا۔“ (ارشاد مرزا محمد خلیفہ قادیانی مدد جا خاتما الفضل مورثہ ۱۹۲۵ء)

”پس ثابت ہوا کہ امت محمد یہ میں ایک سے زیادہ نبی کی صورت میں نہیں آ سکتا۔“

اس امت میں صرف ایک نبی آ سکتا ہے۔ جو شخص موعود (مرزا قادیانی) ہے۔“

(رسالہ تجدید الاذہان قادیانی جلد نمبر و نمبر ۳۲۶۳۰، ماہ مارچ ۱۹۱۳ء)

پایہ اتفاق ان کے ہر ضرورت پر اللہ تعالیٰ امت محمد یہ میں انبیاء و پیغمبر ہے گا یا پھر یہ اعلان کر مرزا قادیانی کے سوا کوئی نہیں آئے گا۔ گویا اس امت کے خاتم النبیین مرزا قادیانی نعمبرے۔ یعنی کہا کسی نے:

دروغ گورا حافظ نباشد

دیگر:

آنچہ من بشوم زوی خدا
 بخدا پاک دامش رخطا
 از خطابا ہمیں است ایمام
 بخدا ہست اس کلام مجید
 ازدہان خدائے پاک ووحید
 بر کلائے کہ شدید والقام
 وال یقین ہائے سید السادات
 کم نیم زال ہمہ بروئے یقین
 (نزوں احتجاج ص ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸)

”کم تھم“ نہیں بلکہ ان سے بڑھ جو کہ کر آگے کے ویکھنے ہوتا ہے کپا۔

دیگر: "آمدند من جبرئیل علیه السلام و مرای گزیده و گردش داد و گفت خود راه او اشاره کرد
خداتر از دشمنان نگه خواهد داشت" (مواہب الرحمن ص ۲۳، فخر آن، ج ۱۹، س ۲۸۲)

ایک طرف تو مرا قادیانی یہ کہتے ہیں: "اور بالکل غیر محتقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو۔ جس کو وہ سمجھ بھی سکیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف لا لیا طلاق ہے۔" (چشمہ صرفت مص ۲۹۰، بخراں حج ۲۳ مص ۲۱۸)

اب ذرا غور کیجئے کہ مرزا قادیانی کی اصل زبان تو پنجابی رعنی۔ مگر ان کو تویی والہام عربی و فارسی میں ہوتا رہا۔ اگرچہ فارسی و عربی انہوں نے سیکھ لی تھی۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ ان کی اصلی زبان تو نہیں تھی۔ اس کے باوجود زیادہ الہام ان کی بیشتر توجی عربی زبان میں نازل ہوتی ہے اور بتقول ان کے ”یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ“ امر ہے۔

اب تصفیہ طلب یہ ہے کہ یہ غیر محتوقیت اور بیہودگی کی نسبت کس کی طرف؟ وحی نازل کرنے والے کی طرف یا جو زوال وحی والہام کا اذعا کرتا ہے اس کی طرف؟ عرض خدمت ہے کہ دونوں طرف۔ اس لئے کہ جب سرپر شیطان مسلط ہوتا تو دونوں کی غیر محتوقیت و بیہودگی میں کیا ذکر و شہر۔ مزید برآں وحی کا ایک سلسلہ بن ہاں اگر یہ زی ہمی نازل ہوا اور ظاہر ہے کہ میرزا قادریانی اگر یہ زی سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ اس لئے وہ اپنے الہامی جملوں کا مطلب ایک ہندو سان بھا نا کر میں مدد افتد کرے تھا۔

”منہدوی و مکرمی اخواہم میر عباس علی شاہ صاحب سلسلہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ دری رکات، بعد پے الیک مرید سے دریافت رئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

ہذا چونکہ اس ہفتہ میں بعض کلمات انگریزی وغیرہ الہام ہوئے اور اگرچہ بعض ان میں سے ایک ہندو لڑکے سے دریافت کئے ہیں۔ مگر قابلِ اطمینان نہیں..... اور بعض کلمات شاید عربی ہیں..... آپ جہاں تک ممکن ہو جلد دریافت کر کے صاف خط میں جو پڑھا جائے، اطلاع بخشن۔“

(مکتوبات احمدیہ جلد اول جدید ۵۸۲ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادریانی)

لکھنی ملکہ خیر بات ہے کہ وہی: الہام تو نازل ہو مرزا قادریانی پر اور اس کا مطلب کوئی اور بیان کرے۔ تغیریہ کبھی کریں نہیں ہے یا ماں خواہی کا ایک مرض اور مرض بھی مہلک اور ترقی پذیر؟ ”پھر پیش گوئی ان الفاظ میں ہے: ”وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ أَسْمَهُ أَحْمَدٌ“ کہ اس موعود رسول کا نام احمد ہو گا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ نبی کریمؐ کی والدہ نے آپ کا کیا نام رکھا۔ سو ظاہر ہے کہ محمد رکھا۔..... ہیں یہ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ آپ کا نام احمد تھا۔ ہاں احمد کی صفت تو ضرور آپ میں پائی جاتی ہے۔۔۔ مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا تھا کہ آپ کا نام بھی احمد تھا۔۔۔ نام کے لحاظ سے پیشیں گوئی کے مصدق حضرت مرزا قادریانی ہیں۔“

(اخبار افضل قادریان جلد ۲ نمبر ۱۸ ابریل ۱۹۱۶ء)

اور جو آنحضرت ﷺ نے فرمادیا: ”انسالی اسماء انا محمد وانا احمد (بخاری ج ۱ ص ۵۰۱، مسلم ج ۲ ص ۲۶۱)“ ہمیرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔۔۔

اور امام مسلم کی روایت ہے: ”انا محمد واحمد“ ہمیں محمد ہوں اور احمد ہوں۔۔۔ ان احادیث کی موجودگی میں اس قسم کے لاف و گزارف دجالیت نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر محمد کا اسم جلالی اور احمد کا اسم جلالی ہونے کی توضیح بھی قابل ملاحظہ ہے۔

”خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی جگہ ظاہر کرنے۔۔۔ کا وقت نہیں ہے۔۔۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کروں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی شنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے۔۔۔ یعنی جمالی طور کی خدمت کے ایام ہیں اور اخلاقی کمالات کے ظاہر کرنے کا زمانہ ہے۔۔۔“ (اربیجن نمبر ۲۲۵، ۲۲، بزرگ آن ج ۷ ص ۲۲۵)

خدا کی پناہ! لکھی جرأت و بے باکی کے ساتھ حضرت رسول کریم ﷺ کی تحریر کی جاری ہے۔ جس کی شان میں ”رُوف و رحیم“ اور ”انک لعلیٰ خلق عظیم“ وارو ہے۔ وہاں صرف سورج کی کرنیں سمجھتا اور اپنے لئے اخلاقی کمالات ثابت کرنا ایسی بے ادبی ہے جو کذاب و

وجال ہی کر سکتا ہے۔ ایک امتی کے تو نہیں کر سکتا۔ پھر جماعتی طور کی خدمت اور اخلاقی کمالات کی عملی صورتیں بھی ظاہر ہو چکی ہیں۔ خدا کے باقی اور نافرمان طاغوتی حکومت کی غلامی، خیرخواہی، وفاداری اور اس کے قائم و باقی رہنے کے لئے ہر طرح کی جدوجہد، سراسر باطل پرستی، اہل باطل کی خوشامد و چالپڑی، زمانہ پرستی، دنیا طلبی، بھی وہ اخلاقی کمالات ہیں جو خانہ ساز نبوت کے انتیازی اوصاف ہیں۔ ان ہی اخلاقی کمالات میں یہ بھی داخل ہے کہ سرے سے اہل باطل سے جہادی موقوف کر دیا جائے۔

”آج سے انسانی جہاد جو توارے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم سے بن دیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر توار اٹھاتا ہے۔ اپنا نام غازی رکھتا ہے۔ وہ رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔ جس نے آج سے تیرہ سو سال پہلے فرمادیا تھا کہ سچ موعود نے آنے پر تمام توارے کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سواب میرے ظہور کے بعد توار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور سلح کاری کا جھنڈا بلند ہو گیا۔ بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۹۵)

جہاد کا حکم شریعت کا ایک اہم حصہ ہے۔ قرآن مجید جہاد کی ہدایات اور تنبیہات سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت رسول ﷺ پر یہ لکھا ہوا ابہتان ہے کہ آپ ﷺ نے جہاد سے منع فرمادیا تھا۔ حالانکہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لئے لڑتا رہے گا۔

”لَا تزال طائفةٌ مِّنْ أُمَّةٍ يَقْاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۷)“ ہمیری امت کا ایک طبق ہمیشہ حق کے لئے لڑتا رہے گا۔ ہمیشہ فرمائے گئے ہیں: ”جاهدوا المشرکین باموالكم وانفسكم والستكم (ابوداؤد، نسائی، ودادی)“ ہمشرکین سے جہاد کرو اپنے مالوں سے اور جانوں سے اور زبان سے۔

علاوه ازیں آپ ﷺ نے آخرین امت کا اجر، اولین امت کے برادر ہو جانے کی جو بشارت دی۔ اس کی وجہ بھی بتائی گئی ہے کہ اولین کی طرح امر بالمعروف و نهى عن المنکر کی اور اہل فتن سے قبال کریں گے۔ یاًمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَايُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَقْاتِلُونَ أَهْلَ الْفَقْنِ (البیہقی)“ ہم حقیقتاً جو مومن ہے وہ ایک مرد جماد ہوتا ہے جیسا کہ حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں ”ان مومن یجاهد بسیفہ ولسانہ (الاستیعاب ابن عبد البر)“ ہم دین کی وہ تعلیم قرآنی اور شریوی نہیں ہو سکتی جس سے مجاہد اپنے جنہیات پیدا نہ ہوں۔ آج دنیا تعلیم سے نہ باطل افکار کی تردید کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور نہ باطل کے

خلاف آواز اٹھانے کی بہت) غرض جہاد ایمان کا ایک ایسا تقاضا ہے جس کا نہ ہونا ایمان کے مردہ ہونے کی علامت ہے:

گر صاحب ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب
دین بندہ مومن کے لئے موت ہے یا خواب
مرزا قادیانی نے زمانہ سازی اور دنیا پرستی اور طاغوتی حکومت کی خوشاب میں شریعت کے ایک حکم کو موقوف تو کرو یا۔ مگر ان کو اپنے اس قول کا خیال نہیں رہا کہ ایسی بات کہنا جس کی اصل شرع میں نہ ہو، وہ شیطان کے ساتھ کھلینا ہے۔

”جو شخص ایسا لکھ رہا ہے سے نکالے جس کی اصل شرع میں نہ ہو خواہ وہ ملہم ہو یا مجہد تو اس کے ساتھ شیطان کھلیں رہا ہے۔“ (آنینہ کمالات اسلام م ۲۱، خزانہ حج ۵۴ ص ۲۱)

مرزا قادیانی کی پوری زندگی شیطانی کھلیں کے سوا اور کیا ہے؟ ان کی وحی والہام کا تمام دفتر شیطانی الہامات کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ یہ شیطانی ہتھکنڈے یہیں ختم نہیں ہو جاتے۔ وہ اپنے ساتھی کو کیسے کیسے اونچے مقامات پر پہنچاتا ہے۔ دیکھتے جائیے:

..... حضرات انبیاء علیہم السلام حضرت رسول کریم ﷺ و صحابة کرام کی اہانت، افضلیت کا جتوں اور ان کی وحشت انگیزیاں۔

حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت کا زعم

”آدم اس لئے آیا کہ نuos کو اس دنیا کی طرف بھیجے اور ان میں اختلاف و عداوت کی آگ بھڑکائے اور حرج امم اس لئے آیا کہ ان کو دارفا کی طرف لوٹائے اور ان میں سے اختلاف و تخاصمت نفرت اور پر اگندگی کو دور کرے۔“ ”ما الفرق فی ادم و المیسیح موعود“

(حضرت خطبہ الہامیں، خزانہ حج ۱۶ ص ۳۰۷)

حضرت نوح علیہ السلام

”اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان و کھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشان و کھلانے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہو جے۔“

(تقریبۃ التوحی م ۱۳، خزانہ حج ۲۲ ص ۵۷۵)

”پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھایا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔“

(برائین احمد یہ حصہ بہمیں ۶، خزانہ حج ۲۷ ص ۹۹)

حضرت علیہ السلام

”مجھے کہتے ہیں سچ مودود ہونے کا کیوں دعویٰ کیا۔ مگر میں حق حق کہتا ہوں اس نبی کی کامل یادوی سے ایک شخص صیلی سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے۔“ (پیشہ سیکی مص ۱۷۷، خزانہ حج ۲۰۰۳ء مص ۲۵۹)

”خدا نے اس امت میں سے سچ مودود بیجا جو اس سے پہلے سچ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے تم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر سچ ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو جو کام میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا۔“

(حقیقت الوعی مص ۱۷۸، خزانہ حج ۲۲۲ مص ۱۵۲)

ہرگز ہرگز نہ کرتے طاغوتی حکومت کی خیر خواہی، اس سے کچی محبت، اس کی غلامی و تابعداری، طاغوتی حکومت کی بقاء، وسلامتی کی رات ون کوش اور دعا میں اس کو سایہ رحمت سمجھنا اور اس کے سایہ عاطفت میں آرام و مہین کی زندگی بر کرنے پر شکر گزار ہونا۔ بھلا یہ تمام شیطانی کام حضرت علیہ السلام سے کیوں انعام پاتے؟

حضرت علیہ السلام کی اہانت

”سچ ابن مریم مجھ سے اور میں خدا سے ہوں۔“ (مکتوبات احمدیہ اول چدید مص ۲۶۵)

تمام انبیاء علیہم السلام

انجیاہ گرچہ یوہ انہ بے من برقان نہ کترم ز کے آنچہ داداست ہر نبی راجام واداں راجم را مراتام (زبول الحج مص ۹۹، خزانہ حج ۱۸۷ مص ۷۷)

اگرچہ بہت سے نبی گزرے ہیں، مگر میں برقان میں کسی سے کم خوبیں ہوں۔ ہر نبی کو جو جام دیا گیا تھا وہ تمام و کمال مجھ کو دیا گیا ہے۔

اب حضرت امام الرسلین ﷺ کی باری آتی ہے: ”اور اس کے (یعنی نبی کریم ﷺ کے) لئے چاند کے گہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔“ (اعجاز احمدی مص ۱۹، خزانہ حج ۱۹۳ مص ۱۸۳)

”تھارے نبی کریم ﷺ کی رو حانیت نے پانچ یہ زیارات جسمانی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس رو حانیت کی ترقی کا زمانہ تھا۔ بلکہ اس کے کمالات کے سڑاج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اس رو حانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں (یعنی اس وقت پوری طرح تجلی فرمائی۔“

(خطبہ الہامیہ مص ۱۲۷، خزانہ حج ۲۲۶)

دیگر: ”اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آخوند میں بدر ہو جائے۔ خداۓ تعالیٰ کے حکم سے بس خداۓ تعالیٰ کی حکمت نے چاپا کہ اس حدی میں بدر کی کھل انتیار کرے۔ جو شمار کی رو سے بذر کی طرح مشابہ ہو۔ بس ان ہی معنوں کی طرف اشارہ ہے خداۓ تعالیٰ کے اس قول میں کہ ”لقد نصر کم اللہ ببدر“

(خطبہ الہامیہ ص ۱۸۳، بخراں ج ۱۷ ص ۲۷۵)

یہ آہت کریمہ جنگ بدر سے متعلق ہے۔ اس میں بدر اس مقام کا نام ہے جہاں مشرکین، اہل کمر سے پہلے جنگ ہوئی تھی۔ یہاں بدر سے چاند مراد لیتا غلط ہے۔ کسی انسان کو ذرا بھی عقل ہوتودہ سمجھو سکتا ہے کہ اس آہت کریمہ کی ایسی توضیح کرنا جس میں حضرت رسول کریم ﷺ کی توہین کی جا رہی ہے۔ شیطانیت ہی شیطانیت ہے۔

حضرت امام حسینؑ

”اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تھا رانجی ہے کیونکہ میں حق حق کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (مرزا قادیانی) ہے کہ اس حسینؑ سے بڑھ کر ہے۔“

(واضح البلاام ص ۱۳، بخراں ج ۱۸ ص ۲۳۳)

کربلا نیست سیرہ رآنم صد حسین است در گریبان
(نزولِ محی ص ۹۹، بخراں ج ۱۸ ص ۲۷۷)

حضرت علیؑ

”پرانی خلافت کا جھکڑا چھوڑ دو۔ اب نئی خلافت لو ایک زندہ علیؑ تم میں موجود ہے۔ اس کو تم چھوڑتے ہو اور سرودہ علیؑ کی جلاش کرتے ہو۔“ (لغویات ح ص ۳۲)

حضرت ابو بکر صدیقؓ

”میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت اُن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابو بکر کے درجہ پر ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو بکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات ح ص ۳۳، ج ۲۸ ص ۲۸)

خدا کے مشاغل و خدائی تعلقات، ایک اور شیطانی فریب

الله تعالیٰ نے مرزا قادیانی کو کہا: ”میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا، جا گتا ہوں اور سوتا ہوں۔“ (البشری جلد دوم ص ۹۷، تذکرہ ص ۳۶۰، مطبع سوم مجموعہ الہامات مرزا قادیانی)

خدا نے فرمایا: "میں روزہ بھی رکھوں گا اور افطار بھی کروں گا۔"

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۲)

"انت منی بمنزلہ ولدی" تو مجھ سے بخوبی میرے فرزند کے ہے۔

(حقیقت الوجی ص ۸۶، خواص ج ۲۲ ص ۸۹)

"انت منی و انامنک" تو مجھ سے ہے اور میں تھہ سے ہوں۔ (تذکرہ ص ۳۲۲، طبع ۲)

"ظہور ک ظہوری" تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔ (تذکرہ ص ۳۰۲، طبع ۳)

قادیانی ارض حرم ہے، مکہ ہے

زمین قادیانی اب محترم ہے بجوم علقم سے ارض حرم ہے

(درشنا ص ۵۰)

دیگر: "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ جواہام کہ ہم کہہ میں مریں گے یاد ہی نہ میں۔

اس کے تعلق ہم تو یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں نام قادیانی کے ہیں۔"

(اخبار الفضل قادیانی جلد ۲۰، نمبر ۸۰، موری ۵، جنوری ۱۹۳۳ء)

دیگر: "لوگ معمولی اور نقلي طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں۔ مگر اس جگہ نقلي حج سے

ٹواب زیادہ ہے۔" (گویا اصلی حج کا ٹواب ہے) (آئینہ کالات اسلام ص ۲۵۲، خواص ج ۵ ص ۵۲)

مرزا قادیانی کو نہ مانا کفر ہے

"خدا تعالیٰ نے مجھ پر نظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس

نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں۔" (تذکرہ ص ۷۰۷، طبع ۳)

دیگر: "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہو گا اور تیرا مقابل

رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جنمی ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۵)

دیگر: "کل مسلمان جو حضرت مسیح کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے

حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سناؤہ کافرا اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت ص ۳۵)

ان خود ساختہ نبی کی بیعت میں داخل ہونے کی شرط وہی زمانہ سازی اور حکومت پرستی

ہے۔ ان نبی کی زبانی ایک دفعہ اور اس کوں لجھتے۔

"میں زور سے کہتا ہوں اور دعویٰ سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ

پا تبارم ہی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اقل درجہ کا وقاردار اور جاں

ثمار بھی نیا فرقہ ہے۔" (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۵)

اور جاں ثاری و فاداری داخل جماعت ہونے کے لئے لازی ہے۔

”خوب یاد رکو کر ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے مقابلہ میں کوئی پاغیانہ خیال دل میں رکھے..... یہ تو سچو کر اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا حکما کہاں ہے..... سنو اگر یہی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ پر ہے۔ مگر تم دل و جان سے اس پر کی قدر رکو۔“ (مجموعہ مشہرات ج ۳ ص ۵۸۲، ۵۸۳)

قادیانی جماعت کو چاہئے کہ اس مقالہ کو پڑھے اور غور سے پڑھے کہ سنت الٰہی کے مطابق جب شیطان کی کاوی ہو جاتا ہے تو اس کے دماغ میں نبی بلکہ افضل الانبیاء ہونے کا وہم جادہ ہاتھے۔ اس کے لئے طاغوتی حکومت کی وفاداری و جاں ثاری ضروری ہے۔ کیونکہ شیطانی کارندے شیطانی حکومتوں ہی کو اپنے لئے رحمت و برکت سمجھتے ہیں۔ اسکی صریح گرانی کو ہدایت سمجھنا اور اس کی بیروی کرنا خسراں خفرت کا موجب ہے۔ اب بھی در قبورہ باز ہے اور اعلان حق ہے۔ ”الاَذْلِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَاصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (آل عمران: ۸۹)“

اس موقع پر بعثت نبوت کے متعلق سنت الٰہی واضح کر دی جاتی ہے

بندوں کی اصلاح و ہدایت اور ان کی فلاج و ارین کے لئے اللہ جل شانہ ہر ملک و قوم میں وفا فو قائمی ہدایت و تعلیم کو نازل اور انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتے رہے۔ نیز انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کو یہ ہدایت بھی دیتے رہیں کہ تمہارے بعد نبی میouth ہوں گے تم ان کی تائید اور ان کی اجازع کرنا۔ ”وَإِذَا خَذَلَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لِمَا أتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحَكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ لِتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتُنَصِّرَنَّهُ (آل عمران: ۸۱)“ اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم حطاہ کروں پھر تمہارے پاس کوئی تغیری آئے جو مصدق ہو (اس کی کتاب و علم کا) جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔“

اس بنا پر انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو اپنے بعد آنے والے نبی کی اطلاع دے دیتے اور اس کی خاص خالص علامتیں بھی بیان کر دیتے تا کہ آنے والے رسول کی شاخت میں امت کو دشواری نہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی تعریف آوری کا ذکر تورات و انجیل میں بیان کر دیا گیا تھا۔

”الذين يتبعون الرسول النبي الامى الذى يجدونه مكتوبا عندهم فى التورتة وانجيل (اعراف: ۱۵۷)“ جلوگ ایے رسول نبی ای کی ابیاع کرتے ہیں جن کی بعثت کی خبر اور علامتیں وہ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں نے اپنی امتوں کو بعثت حضرت محمد ﷺ کی اطلاع دی تھی۔ نیز سورۃ القف میں یہ صراحت بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی بھی بتلا دیا تھا۔

”وَإِذْقَالُ عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ يَبْنَى إِسْرَائِيلَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مَصْدِقاً لِمَا بَيْنَ يَدِي مِنَ التُّورَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولِيٍّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي أَسْمَهُ أَحْمَدَ (الصف: ۶)“ اور جب کے عیسیٰ ابن مریم نے کہا تھا کہ اے میں اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بیجوہوا آیا ہوں۔ مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی تقدیم کرنے والا ہوں اور میرے بعد ایک رسول جس کا نام احمد ہے ان کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ چونکہ حضرت (احمر) علیہ السلام آخری نبی تھے اور سلسلہ نبوت آپ ﷺ پر فتح ہو رہا تھا۔ اس لئے قرآن مجید میں آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف اعلان یہ ہے کہ سلسلہ نبوت فتح پر ہو گیا۔

”مَلَاكَانَ مُحَمَّداً بِالْحَدِّ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ (الاحزاب: ۴۰)“ ہم تمہارے لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے فتح پر ہیں۔

اس آیت کریمہ کا مطلب سمجھنے کے لئے مجھیل دین کی آیت: ”الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ“ ہے آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا گیا ہے اور حفاظت قرآن کی آیت: ”إِنَّا لَهُ لَحْفَظُونَ“ ہے اور ہم اس کی یقیناً حفاظت کرنے والے ہیں۔ مجھ پر غور کیجئے تو یہی مطلب واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نبی آخر الزمان آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ کیونکہ مجھیل دین اور سرچشمہ دین، کتاب دست کی پوری پوری حفاظت کے بعد نزول وحی اور بعثت نبوت کی ضرورت عی باتی نہیں رہتی۔ نیز اللہ تعالیٰ کا نبی، جس پر کلام اللہ نازل ہوتا ہے۔ وہ کلام اللہ کی مراد کو بھی خوب جانتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے متعدد مواقع پر امت کو خبردار کیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ سلسلہ نبوت مجھ پر فتح کرو یا گیا۔ مثلاً

ایک مرتبہ امت کی جانی کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سیکون

فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی اللہ و انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی (ابوداؤدوج ۲ ص ۲۲، ترمذی ج ۲ ص ۴۵) ”فَقُرِبَ إِلَيْهِ كَمِيری امت میں تھیں جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا نبی ہوں (حقیقت یہ ہے کہ) میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ ”لا نبی بعدی“ خاتم النبیین کا جو مطلب ہے اس کی وضاحت کر رہے ہیں۔ یعنی یہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مبجوث نہیں ہو گا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنے پرحق تعالیٰ کی خصوصی نعمتوں کو بیان فرماتے ہوئے ایک مخصوص نعمت بھی بیان فرمائی کہ سلسلہ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا۔ ”اعطیت جو امام الكلم و نصرت بالرعب و احتلت لی الفنائم و جلعت لی الارض مسجداً و طهوراً و ارسلت الی الخلق كافة و ختم بی النبیون (مسلم ج ۱ ص ۱۹۹)“ ہے مجھ کو جو امام الكلم عطا ہوئی۔ رعب سے میری مدد کی گئی۔ میرے لئے مال قیمت حلال ہوا۔ میرے لئے ساری زمین پاک اور مسجد کر دی گئی اور میں تمام حقوق کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں اور سلسلہ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا۔“

اس ارشاد میں الفاظ: ”ارسلت الی الخلق كافة“ اور ”و ختم بی النبیون“ کا مفہوم یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی ہدایت کے لئے مبجوث ہوئے ہیں۔ آپ کی لاکی ہوئی الہی تعلیم تمام انسانوں کے لئے شیخ ہدایت، راه نجات ہے۔ اس لئے اب سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔

ای طرح ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنے اسائے گرائی گنوائے اور ان کی تشریع بیان فرمائی: ”ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الملھی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب و العاقب الذی الیس بعده نبی (مسلم ج ۲ ص ۲۶۱)“ ہے یہیک میرے متعدد نام ہیں۔ محمد ہوں، احمد ہوں، مای ہوں، یعنی میرے ذریعہ لفکر کی دنیا مٹا دی گئی میں حاشر ہوں۔ یعنی میرے بعد قیامت ہی آئے گی اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی مبجوث نہ ہو گا۔“

ان احادیث کے علاوہ کسی موقع پر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میری امت کا ایک طبقہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا: ”لاتزال طافحة من امتی على الحق ظاهرين لا يضرهم من خالفهم حتى يأتي أمر الله“ ہے میں آخری نبی ہوں میری امت آخری امت

ہے۔ قیامت تک اب نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی امت ہوگی۔ ۴۷

غرض ان تمام ارشادات سے یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد نبی پیدا نہیں ہوں گے اور بھی اہل حق کا مسلم عقیدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ ہی کے زمانہ میں ایک شخص میلہ کذاب پیدا ہوا تھا جو آپ ﷺ کے انتقال کے بعد نبی نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھ کر اہوا اور غلیقہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کیفر کردار تک پہنچا۔ اس کے بعد کئی ایک جھوٹے مدعاں نبوت پیدا ہوئے اور اہل حق کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔ عصر حاضر میں قادیانی کے ایک شخص نے ویسا ہی جھوٹا دعویٰ کیا اور اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے شیطان کے کارندے اس فتنہ کو خوب پھیلایا ہے ہیں اور نادانوں کو اپنے دامن میں سیٹ کر جہنم کی راہ پر لے جا رہے ہیں۔ اہل حق کا فرض ہے کہ اس فتنہ کو منانے کی کوشش کرتے رہیں۔ اتنی کوشش بھی کافی ہے کہ اہل علم اپنے اپنے حلقة میں دین سے ناداقف مسلمانوں کو کتاب و سنت کی اس تعلیم سے باخبر کروں کہ حضرت محمد ﷺ نے اپنے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کی اطلاع نہیں دی۔ نہ بطور ظلی و بروزی وغیرہ۔ بلکہ صاف صاف امت کو آگاہ کر دیا کہ میرے بعد جھوٹے دعوے دار پیدا ہوں گے لہذا اب جنوبت کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہے اور ایسے کذاب کو نبی مانتے والے اسلام سے خارج ہیں۔ جب تک وہ توبہ نہ کریں اور اس باطل عقیدے سے باز نہ آئیں۔ قابل گرد نہ رہیں گے۔

نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام..... قرآنی آیات اور پیغمبری تشریحات

قوم یہود کو یہ ادعاء ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ سولی پر چڑھا دیا۔ اس ادعائے باطل کی تردید کرتے ہوئے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

”وَمَا قاتلُوهُ يَقِينًا بِالرَّفِعِ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَيْؤْمَنْ بِهِ قَبْلَ مُوتِهِ (النساء: ۱۵۷-۱۵۹)“ ۴۸ اور یقیناً اس کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھایا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے اور اہل کتاب کے تمام فرستے پیشک (عیسیٰ) پر یقین لا سیں گے اس کی موت سے قتل۔ ۴۹

اس آیت کی تفسیر میں علامے ضریں فرماتے ہیں: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جب دجال پیدا ہو گا تب اس جہاں میں تشریف لا کر اسے قتل کریں گے اور یہود و نصاریٰ اس وقت ان پر ایمان لا سیں گے کہ پیشک عیسیٰ زندہ ہیں، ہرے نہ تھے۔“ (مولانا محمود حسن شیخ الہند مرجم)

اسی طرح شاہ عبدالقدار صاحب مرحوم فرزند شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اس آہت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا۔ تب اس جہاں میں آ کر اسے ماریں گے اور یہود و فصاری سب اس پر ایمان لائیں گے کہ یہ مرے نہ سکتے۔“ (موضع القرآن)

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اس آہت کی تشریع میں صحیح روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔“ (تغیرت روح العالی)

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ زدہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جب یہ حدیث: ”قال رسول اللہ ﷺ والذی نفیسی بیده لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰، مسلم ج ۱ ص ۸۷)“ (رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم ہے اس ذات کی جس کے قبیلے میں میری جان ہے۔ یہک قریب ہے کہ مریم کا بیٹا تم میں نازل ہوگا حاکم عادل ہو کر۔) یہاں فرماتے تو سورہ نامہ کی مذکورہ بالآیت: ”وَانْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْأَيُّؤْمَنْ بِهِ قَبْلِ مُوتِهِ“ حملات فرماتے۔ اس سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین مذکورہ بالآیت کا یہ مطلب سمجھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں اور قیامت کے قریب جب دجال پیدا ہوگا۔ آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایک اور ارشاد تو اپر یہاں ہو چکا ہے۔ مزید ارشادات ملاحظہ ہوں: ”عن ابی هریرة قال رسول اللہ ﷺ لینزلن ابن مریم حکما عدلا“ (رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہک نازل ہوگا مریم کا بیٹا حاکم عادل ہو کر۔)

”عن جابر. قال رسول اللہ ﷺ لَا تزال طائفۃ من امتی يقاتلون على الحق ظاهرين الى يوم القيمة (مسلم ج ۲ ص ۱۴۳)“ فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرہم تعالیٰ صلی لنا فیقول لان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله لهذه الامة (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۶۴)“ (رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ لستار ہے گا ایک طبقہ امن پر قائم رہ کر تا قیامت پھر نازل ہوگا عیسیٰ ابن مریم تو مسلمانوں کا سردار کہہ گا آئیے نماز پڑھائیے ہم کوتب عیسیٰ کہیں گے تم آہیں میں ایک دوسرے کے سروار ہو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بزرگی دی ہے۔)

امام ابن جوزی نے اپنی کتاب ”الوفاء“ میں حدیث ذیل بیان کی ہے: ”عن عبد الله ابن عمر قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى ابن مریم الى الارض فیتزوج ویولدله ویمکث خمسا واربعین سنة فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسی این مریم فی قبر واحد (مشکوٰة ص ۴۸۰)“ ہر رسول ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ این مریم زمین پر نازل ہوں گے۔ پھر شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔ چیناں سال رہیں گے۔ پھر دفات پائیں گے اور میری قبر میں دفن ہوں گے۔ پھر میں اور عیسیٰ این مریم (قیامت کے دن) ایک عی قبر سے اٹھیں گے۔ ہر قرب قیامت کی جو علامتیں احادیث صحیح میں بیان ہوئی ہیں۔ ان کے تجملہ ایک یہ بھی ہے: ”ونزول عیسیٰ ابن مریم (مسلم)“ اسی طرح مسلم اور ترمذی کی ایک طویل حدیث میں یہ تفصیل ہے کہ عیسیٰ این مریم دشمن کے سفید مینار پر نازل ہوں گے۔ پھر دجال کو تلاش کر کے اس کو قتل کر دیں گے اور یا جوں ماجوں حضرت کی دعاہی سے مریں گے دغیرہ۔

احادیث نمبر ۲، ۵ سورہ زخرف کی آبہت: ”انہ لعلم للساعۃ“ کے مطابق ہیں۔ علماء مفسرین نے جن کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا قیامت کی نشانوں میں سے ہے۔ اہن کثیر وغیرہ نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث کو متواتر کہا ہے اور حافظ ابن حجرؓ نے اس پر اجماع عقل کیا ہے۔

الحاصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے اور دوبارہ نازل ہونے کا امت محمدیہ کا متفقہ مسئلہ ہے اور سلف صالحین میں کسی سے انکار منقول نہیں ہے۔ قادیانی کے کاذب مدئی نبوت نے اس متفقہ مسئلہ کے خلاف جو آواز اٹھائی اور ان کے کارندے اس کا جو پرچار کر رہے ہیں۔ وہ حکم فریب ہی فریب ہے۔ دین سے ناواقف مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کی ایک شیطانی چال ہے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔

اس دجل و فریب کی اختفاء یہ ہے کہ جو احادیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے متعلق ہیں۔ ان کو قادیانی کے سچ کذاب سے متعلق کر کے اپنے کذب و افتراء پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ جمال تو خیر جمال ہیں۔ افسوس ہوتا ہے کہ پڑھے لکھے قانون و ان لوگ بھی قادیانیت کے دام فریب میں گرفتار ہیں۔ عقل کا اس طرح زائل ہو جانا اللہ تعالیٰ کی پناہ، خدائے تعالیٰ کی نارنجیں تو اور کیا ہے؟

اللهم لا تدعني أموت
بغير حجتك

قاديانی

مسلمان نہیں؟



جناب عبدالرحیم قریشی علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پکھو عرصہ سے قادیانیوں نے مسلمانوں کو ورثا کر قادیانی بنانے کی کوششیں تیز کر دی ہیں۔ یہ خود کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کے ساتھ میں جوں شروع کرتے ہیں۔ علاقہ کے ذی اثر مسلمانوں کی دعوتوں سے آؤ بھگت کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کو قادیان لے جاتے ہیں۔ جہاں آرام و آسائش کے ساتھ ان کی دلبوچی اور غصیافت کا خوب انتظام کیا جاتا ہے اور یوں ان کو مٹاڑ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بھولے بھالے مسلمانوں کو یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔ مسلمانوں جیسا نام رکھنے سے وہ دھوکہ میں آ جاتے ہیں۔ پھر جب یہ کلمہ بھی پڑھتے، قرآن بھی سناتے ہیں تو سیدھا سادا مسلمان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ تو بڑے علم والے مسلمان ہیں۔ بعض مقامات پر اسی طرح دھوکہ کھا کر قادیانیوں کو مسجد کا امام اور خطیب مقرر کر دیا گیا۔ کیونکہ چیزیں کی گئی کہ بحقی کے مسلمانوں سے امام صاحب اور خطیب صاحب کوئی معاوضہ نہیں لیں گے۔

قادیانیوں کی اس سازش سے خبردار کرنے اور گراہی سے بچانے کے لئے یہ کتابچہ جناب محمد عبد الرحیم قریشی (جزل یکڑی کل ہند محلہ تعمیر طت، یکڑی آں اٹھ یا مسلم پر شل لاء بورڈ) نے مرتب کیا ہے۔ اس کتابچہ کی ترتیب میں مرتب نے مولانا الیاس برٹی کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ مرزاغلام احمد قادیانی سے متعلق تقریباً تمام ہاتھیں ان ہی کتابوں سے لی گئی ہیں جہاں اس زمانے کا رسالہ یا اخبار نہ مل سکا۔ مولانا الیاس برٹی کی کتاب کے حوالے سے ذکر کیا گیا۔ جن کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ وہ تمام کتاب میں تبلیغ اسلام سوسائٹی کے پاس محفوظ ہیں۔

اس کتابچہ کے مضامین کے خلاصے پر مشتمل ایک پہنچت و سمع پیانے پر اشاعت کے لئے علیحدہ شائع کیا گیا ہے۔ اللہ دین کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اس کتابچہ کو ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین! (ریجسٹریشن نرالی ۱۷۱۴، اکتوبر ۱۹۹۰ء، سلیمان سکندر صدر تبلیغ اسلام سوسائٹی، جیدر آباد) نوٹ..... قادیانی خود کو احمدی کہتے ہیں۔ ان میں ایک لاہوری گروہ بھی ہے۔ ان سب کے لئے اس کتابچہ میں لفظ ”قادیانی“ استعمال کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”ما كان محمدًا إلا أحد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبئين. وكان الله بكل شيء عليماً (الاحزاب: ۴۰)“ ﴿عَلٰىٰٓكُلِّ شَيْءٍٰ تَعْلٰمُهُ﴾ تمہارے مردوں میں کسی کے والدین ہیں۔ بلکہ خدا کے قبیر اور نبیوں کی (نبوت کی) مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں اور خدا ہر چیز سے واقف ہے۔

ا..... قادریانیت۔ اسلام کے خلاف انگریزوں کی سازش قادریانی مذہب یا احمدیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قادریانی یا احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ یہ جھوٹا مذہب مرزا غلام احمد نامی شخص کا بنا یا ہوا ہے۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پنجاب کے ایک مقام قادریان میں پیدا ہوا تھا۔ مرزا غلام احمد قادریانی کے والد غلام مرتضی انگریز گورنر کے درباری تھے۔ ۱۸۵۷ء کی بغاۃ آزادی کو کچھنے میں پچاس گھوڑوں اور پچاس سپاہیوں سے غلام مرتضی قادریانی نے انگریزوں کی مدد کی تھی۔

۱۸۸۰ء میں مرزا غلام احمد کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس سال غلام احمد قادریانی نے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے خلاف ایک کتاب شائع کی۔ جس سے مرزا قادریانی کو بہت شہرت ملی۔ اس کتاب میں مرزا قادریانی نے اسلام پر عیسائی مشینریز اور آریہ سماجیوں کے اعتراضات کا جواب دیا تھا۔ اس کتاب کے اشتہارات مرزا قادریانی نے سارے ہندوستان میں تقسیم کر دیے۔ ملک کے کونے کونے سے مسلمان نوابوں، امیروں اور تاجروں نے رئیس بیحیج کر اس کام میں مدد کی۔ اس ناموری اور شہرت سے مرزا قادریانی کا داماغ خراب ہو گیا اور وہ خود کو بڑی غیر معمولی علمی اور روحانی صلاحیتوں کا مالک سمجھنے لگے اور اس زمین نے انہیں نبوت کے دوسرے کے راستے پر ڈال دیا۔

انگریز سامراج کی مدد

یہ زمانہ وہ تھا جب انگریز اس ملک پر اپنے قبضہ کو مقبوض کرنے کی کوشش میں گئے تھے۔ لیکن ہندوستان کے لوگ ان سے نفرت کرتے اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ انگریزوں کو نکال پاہر کریں۔ سلطنت مغلیہ کے ۱۸۵۷ء میں خاتمه سے مسلمانوں کے دل دکھے ہوئے تھے۔ انگریزوں کے خلاف ان کے دلوں میں آگ بیڑک رہی تھی اور جہاں موقع ملتا۔ انگریزوں کے

خلاف لڑائی پر آمادہ ہو جاتے اور اس لڑائی کو مقدس جان کر جہاد فی سبیل اللہ سمجھتے۔ جہاد کے جذبے نے ان کو اتنا جرمی بنا دیا تھا کہ ناکامی اور بکسلت کے یقین کے باوجود وہ انگریزوں کے خلاف تکوار اٹھانے سے نہیں چوتے تھے۔ مسلمانوں کا جذبہ جہاد انگریزوں کے ہندوستان پر قبضہ اور سلطنت کے لئے ایک بڑا خطرہ بن گیا تھا۔ انگریزوں نے اپنے قبضے کو مضبوط اور اپنے اقتدار کو پائیدار اور دیر پاٹانے کے لئے ایک طرف مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان عدالت پیدا کی اور دوسری طرف مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو توڑنے اور کمزور کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے اور جہاد کو ایک وحشیانہ عمل بنا کر پیش کیا۔ اس سلسلہ میں مرزا غلام احمد قادریانی نے انگریزوں کے ایجتہد کے طور پر کام کیا۔

مسلمانوں کے خلاف تحری

مرزا غلام احمد قادریانی نے انگریزوں کی جاسوسی شروع کر دی اور ایسے مسلمانوں کے نام وغیرہ انگریز حکام کو راز میں بتانے شروع کر دیے جو انگریزوں کی حکومت سے نفرت کرتے تھے اور ان کے خلاف اٹھ کر مکثے ہونے کے موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔

مرزا غلام احمد قادریانی نے انگریزوں کی حکومت مضبوط ہو جانے کے بعد جب کہ مسلمانوں کی طرف سے کسی مخالفانہ کارروائی کا خطرہ ٹھیک کیا تو خود اس جاسوسی کا اعتراض کیا اور انگریز سرکار کو لکھا ہوا خط شائع کر دیا۔ جس میں لکھا تھا:

”قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیز خواہی کے لئے ایسے ناہم مسلمانوں نے کے نام پر بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو دور پرده اپنے لوگوں میں برٹش اٹھیا کو وال المحب قرار دیتے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مراج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی..... ایسے لوگوں کے نام صحیح پتہ و نشان یہ ہیں۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۲۲ ص ۲۲۷)

مرزا غلام احمد قادریانی نے صحیح مفہوم اور نبی ہونے کے جو دعوے کئے۔ ان کا مقصد انگریزوں کی حکومت کے لئے زمین ہموار کرنا تھا۔ اس کام کے لئے اس شخص نے جہاد کو منسوب قرار دیا۔ انگریزوں کی تائید میں اشتہارات چھپوائے جن میں ان کی بڑی تائیدی کی۔ بلاد اسلامیہ، عرب، عراق، شام، مصر، ترکی وغیرہ میں بھی اپنے دعوؤں اور جہاد کی منسوخی کے اعلان کو چھیلایا تا کہ یہ مسلم ممالک اور وہاں کے مسلمان انگریزوں کے غلام بن جائیں اور وہاں انگریزوں کا اقتدار

قام ہو جائے۔ برطانیہ کی اس وقت کی ملکہ کوئین و کنوریہ کو انعام و اکرام کے لئے عرضیاں پیش کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادریانی نے اپنی ان خدمات کو گنوایا۔ اپنے ایک اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء میں لکھا: ”پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تا ہم کے برس سے سرکار انگریزی کی ادا و تائید میں اپنے قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں۔ ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لئے لوگوں کو ترجیب دی اور جہادی خلافت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریبیں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت بھج کر اس خلافت جہاد کو عام ممالک میں پھیلانے کے لئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں۔ جن کی پھیپھائی اور اشاعت پر ہزار ہاروپے خرق ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہیں نہ کسی وقت ان کا اثر ہو گا۔“

اس اشتہار میں آگے لکھا: ”پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی ادا و اور حفظ امن و جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برادرے اسال تک پورے جوش سے، پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے خلاف ہیں، کوئی نظریہ ہے؟ اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس سے انعام کی توقع تھی۔“ (کتاب البریہ ص ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۳، ۱۴)

انگریزوں کی خوشامد

مرزا قادریانی نے انگریزوں کی تعریف کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا اور تعریف میں عجیب باقیں لکھیں۔ مسلمان کے دماغ میں ایسی باتوں کا گزر تک نہیں ہو سکتا۔ مرزا قادریانی نے لکھا:

”میرا یہ دعویی ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر امن قائم کیا ہو۔ میں حق تھج کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں۔ یہ خدمت ہم کے مظہرے یاد ہینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لاسکتے۔ اگر یہ امن و آزادی اور بے تھبی آنحضرت ﷺ کے ظہور کے وقت عرب میں ہوتی تو وہ لوگ ہرگز تکوار سے ہلاک نہ کئے جاتے۔ اگر یہ امن، یہ آزادی اور بے تھبی

اس وقت کے قیصر و کسری کی گورنمنٹوں میں ہوتی تودہ با شاہیں اب تک قائم رہتیں۔“

(ازالہ ادہام ۵۲، بخراں ج ۳ ص ۱۳۰)

”اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں۔ سخت جالیں اور سخت نالائق وہ مسلمان ہے جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے۔ اگر ہم ان کا شکر نہ کریں تو پھر ہم خدا تعالیٰ کے بھی ناٹکرگزار ہیں۔ کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پار ہے ہیں، وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پاسکتے، ہرگز نہیں پاسکتے۔“ (ازالہ ۵۰۹، بخراں ج ۳ ص ۳۲۳)

غلام احمد قادریانی نے برطانوی حکومت کی تائید میں اشتہارات اور کتابچے لکھ کر تقیم کروائے۔ ایک اشتہار میں لکھا: ”ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے (یعنی مسلمانوں کی حکومت ختم ہونے اور ملک کے غلام بن جانے سے) وہ دنی فائدہ پہنچا کہ سلطان روم کے کارنا موں میں اس کی ٹلاش کرنا عبیث ہے۔“

غلام احمد قادریانی کو یہ آرزوی ہے کہ اگر یہ انہیں غلامانہ و فاداری کا زیادہ سے زیادہ صلدیں۔ ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء کو لکھتے ہوئے اپنی اس غلامانہ خدمت کی اہمیت جتنی یہاں یہ بات بتاتا مناسب ہو گا کہ جہاد کے اسلامی فلسفہ و تعلیم کی مخالفت میں انہا ایک رسالہ اگریزوں کی مدد سے مرزا قادریانی نے مصر میں چھپوایا اور تقسیم کروایا اور اگریزوں نے اپنے پھو اخبارات میں اس کو شہرت بھی دی۔ اس رسالہ پر مصر کے مشہور رہنماء اور اہل قلم علامہ رشید رضا کے اخبار ”المنار“ نے تقدیم چھانپی۔ اس تعلق سے مرزا قادریانی نے ایک اشتہار چھپوایا اور ذیل میں کی عبارت اس اشتہار سے لی گئی ہے۔

”میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے ص ۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا اور میں نے ۲۲ برس سے یہ فرض کر رکھا ہے کہ اسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو، اسلامی ہمالک ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔“

اور آگے لکھتے ہوئے حرف مدعا بھی قلم پر آ گیا: ”بارہابے اعتیار دل میں یہ بھی گز رتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر و غیرہ اپنے نام رکھوائے۔ اس گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم دن رات کیا خدمت کر رہے ہیں..... میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ میری خدمات کی قدر کرے گی۔“

(ایناص ۳۳۵)

انگریزوں سے مدد کی درخواست، صلیٰ کی تمنا

غلام احمد قادریانی، اپنی خدمات کا صلح حاصل کرنے کے لئے انگریز سرکار کو عرضیاں پیش کرنے کے علاوہ اپنی غلامانہ درخواستوں کے ذریعے مسلمانوں کے مقابلہ میں انگریزی سرکار کی سرپرستی حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اسکی عیٰ ایک درخواست میں اس شخص نے عاجزی کرتے ہوئے لکھا: ”اب میں اس گورنمنٹ محسن کے ذمہ سایہ ہر طرح سے خوش ہوں۔ صرف ایک رنچ اور در دم ہر وقت مجھے لائق ہے جس کا استغاثہ پیش کرنے کے لئے اپنی محض گورنمنٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس ملک کے مولوی، مسلمان اور ان کی جماعتوں کے لوگ حد سے زیادہ مجھے ستاتے اور دکھ دیتے ہیں۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۳۳)

اس شخص نے اپنے جھوٹے مذہب قادریانیت کو پھیلانے اور اپنی نبوت کو مشہور کرنے کے لئے سرکار بر طابنیہ کا سہارا لیا۔ انگریز عہدہ داروں کی مدد حاصل کی اور بر طابنی وسائل کے ذریعہ اپنے سازشانہ کام کو پھیلایا۔ ایک غلامانہ درخواست کوئین وکتوریہ کے نام لکھی کہ: ”تاج عزت عالی جناب حضرت کرمه ملکہ مظہمہ قیصر ہندو امام اقبالہ کے بآدب گزارش کرتا ہوں کہ برہ غرب پروری و کرم گسترشی اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے..... چونکہ میں جس کا نام غلام احمد اور ہاپ کا نام مرزا غلام مرتضی قادریان، ضلع گورا پسور، پنجاب کا رہنے والا ایک مشہور فرقہ کا چیشیوں ہوں۔ جو پنجاب کے اکثر مقامات میں پایا جاتا ہے اور نیز ہندوستان کے اکثر اضلاع اور حیدر آباد اور سیمینی اور مدراس اور ملک عرب اور شام اور بخارا میں میری جماعت کے لوگ موجود ہیں لہذا قرین مصلحت سمجھتا ہوں کہ یہ مختصر رسالہ اس غرض سے لکھوں کہ اس محض گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر میرے حالات اور میری جماعت کے خیالات سے واقفیت پیدا کر لیں۔“ (کشف الخطاءں، اخراج ایک ج ۱۷۹ ص ۱۷۹)

قادیانیت، انگریزوں کا لگایا ہوا پودا

پنجاب کے انگریز لٹیجیف گورنر کو ایک درخواست پیش کی۔ حکومت سے سرپرستی کی التجا کرتے ہوئے غلام احمد قادریانی نے خود لکھا کہ وہ اور ان کی جماعت سرکار بر طابنیہ کا ”خود کاشتہ پودا“ یعنی خود کا لگایا ہوا اور کھاد پانی و میں کے کرپوان چڑھایا ہوا پودا ہے۔ اس درخواست میں لکھا: ”صرف یہ المساس ہے کہ سرکار دولت مدارا یے خاندان کی نسبت جس کو ۵۰ برس کے

متوار تحریر نے سے ایک وفادار، جامائی خاندان تابت کرچکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حاکم نے بیشہ ملکیت رائے سے اپنی چھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے کپے خیرخواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم اور اختیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حاکم کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی تابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لاحاظہ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے پیکھیں۔ ہمارے خاندان نے انگریزی سرکار کی راہ میں اپنے خون بھائے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔” (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲)

جہاد کی مخالفت

اس درخواست میں غلام احمد قادریانی نے اس خدمت کو بیان کیا اور جتنا یا کہ مسلمانوں کے چذبے جہاد کو کند کر کے بر طالوی اقتدار کے لئے راستہ صاف کرنا ہی انکی زندگی کا مقصد رہا

ہے۔ مرزا نے لکھا: "اور مجھ سے سرکار اگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپو کر اس ملک اور نیز وسرے ممالک میں اس مضمون کے شائع کئے کہ گورنمنٹ اگریزی ہم مسلمانوں کی محنت ہے لہذا ہر ایک مسلمان کا فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی کچی اطاعت کرے اور وہ اس دلت کا شکر گز اور دعا گورہ ہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں لیتی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلایاں۔ یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں کے مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پا پر تخت قسطنطینیہ اور بادشاہی اور مصر اور کامل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا، اشاعت کر دی گئی۔ جس کا تجھ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے ذریعے خیالات چھوڑ دیے جو نافہم طاول کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔"

(ستارہ قیریہ م ۳، خزانہ ح ۱۵۵ ص ۱۱۳)

نبوت کے دعوے کا مقصد

مرزا غلام احمد قادریانی نے نبی ہونے، تکیہ موجود ہونے اور مہدی ہونے کا جو دعویٰ کیا وہ اگریزی سامراج کی تائید و حمایت میں تھا۔ اس کا مقصد جذبہ جہاد کو منظراً کر مسلمانوں کو اگریزوں کی غلائی پر تیار و آمادہ کرنا تھا۔ مرزا قادریانی نے خود لکھا: "میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت اگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور اگریزوں کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات طبع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں۔ میں نے انکی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام میں اور کامل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی کہ مسلمان اس سلطنت کے پیچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور ترقی خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احتقنوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے محدود ہو جائیں۔"

(تیاق القلوب م ۱۵، خزانہ ح ۱۵۵ ص ۱۵۵)

ہنگاب کے اگریز لیفٹیننٹ گورنر کو ایک درخواست پیش کی۔ اس میں مرزا قادریانی نے لکھا: "میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے چیزے میرے مرید یوں ہیں گے دیے دیے مسئلہ جہاد کے بعد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے سچ اور مہدی مان لیتا ہی مسئلہ جہاد کا اٹکا رہے۔"

(مجموعہ اشتہارات ح ۳ ص ۱۹)

غرض غلام احمد قادریانی کے تمام دعوؤں اور ان کے غصب قادریانیت کے بیچے ہی مقصد کا رفرما رہا کہ انگریزوں کی خدمت کر کے اس وقت کی دنیا کی سب سے طاقتور حکومت سے صلح حاصل کیا جائے۔ مرزا قادریانی نے خود کہا ہے کہ وہ اور ان کا غصب قادریانیت انگریزوں کا لگایا ہوا اور پروان چڑھایا ہوا پوادا ہے۔

غلام احمد قادریانی، جسمانی و ہنری صحت اور افیون و شراب کا عادی۔ مرزا غلام احمد قادریانی کو کم عمری ہی سے دو بیماریاں لگ گئی تھیں۔ ایک ذیا بیطس کی اور دوسری درد دو دران سر کی بیماری۔ دونوں بیماریاں عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ شدید ہوتی تھیں اور درد دو دران سر آخ میں مراق کے مرض (مرگی کی بیماری) میں بدل گیا۔ ان بیماریوں کا ذکر کہ مرزا قادریانی نے خود اپنے خطوط اور اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے:

”..... دوسری مرض ذیا بیطس تھینا میں برس سے ہے جو مجھے لاحق ہے ابھی تک میں وفحہ کے قریب ہر روز پیشab آتا ہے اور امتحان سے بول (پیشab) میں شکر پائی گئی۔“

(حقیقت الحق ص ۳۶۲، خزانہ حج ۲۷۲ ص ۲۷۷)

شکر کی بیماری بعد میں اور بھی شدید ہو گئی۔ خود مرزا قادریانی نے اعتراف کیا: ”میں ایک دائم المرض آدمی ہوں۔ جو میرے پیچے کے حصہ بدن میں ہے وہ بیماری ذیا بیطس ہے کہ ایک دست سے دائم گیر ہے اور بسا اوقات سوسو دفعہ رات کو یادوں کو پیشab آتا ہے اور اس قدر کثرت سے جس قدر عوارض ضعف و فیرہ ہوتے ہیں۔ وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔“

(اربعین نمبر ۴۲، خزانہ حج ۲۷۱ ص ۲۷۱)

ذیا بیطس کے علاوہ مرزا قادریانی دستوں کی یعنی اسہال کی بیماری کا وکھار تھے۔ ملفوظات میں اس کا ذکر ہے: ”باد جو دیکہ مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں۔ مگر جس وقت پاخانہ کی حاجت ہوتی ہے تو مجھے افسوس ہی ہوتا ہے کہ ابھی کیوں حاجت ہوئی۔“

(منکور الحق ص ۳۲۹، ۳۳۸)

سر میں شدید دردار چکر کی بیماری بھی بڑی شدید تھی۔ اس کا اٹھا رہا غلام احمد قادریانی نے اپنے ۵ فروری ۱۸۹۱ء کے ایک خط میں کیا ہے: ”حالت صحت اس عاجز کی بدستور ہے۔ کبھی غلبہ دران سراس قدر رہا جاتا ہے کہ مرض کی جنبش شدید کا اندر یہ شہر ہوتا ہے اور کبھی بیڈ دران کم ہوتا ہے۔

لیکن کوئی وقت دوران سر سے خالی نہیں گزرتا۔ مدت ہوئی نماز تکلیف سے بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔ بعض وقت درمیان میں تو ذہنی پڑلتی ہے۔ اکثر بیٹھے بیٹھے ریگن ہو جاتی ہے اور زمین پر قدم اچھی طرح نہیں جنتا۔ قریب چھ سات ماہ یا زیادہ عرصہ گزر گیا ہے کہ نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھی جاتی اور نہ بیٹھ کر اس وضع پر پڑھی جاتی ہے۔ جو مسنون ہے اور قرأت میں شاید قل ہو والدہ بکھل پڑھ سکوں کیونکہ ساتھ ہی توجہ کرنے سے تحریک بخارات کی ہوتی ہے۔“

(مکتوبات احمدج اقبال جلد یوس ۱۰۱)

مرگی کی بیماری

ورو و دو روان سر کا مرض اتنا شدید ہو گیا کہ خود مرزا قادریانی کو یاد رکھنے پیدا ہو گیا کہ کہنس مراقب (مرگی) کا مرض نہ ہو جائے۔ ایسے موقع پر بھی اس شخص نے ایک بیش گوئی داغ وی جو جھوٹ لکھی۔ پیش گوئی کرتے ہوئے لکھا：“مجھے دو بیماریاں مدت دراز سے تھیں۔ ایک شدید درد سر جس سے میں بے تاب ہو جایا کرتا تھا اور ہولناک عوارض پیدا ہو جاتے تھے اور یہ مرض قریباً تھیں جو سال تک واٹھکر رہی اور اس کے ساتھ دو روان سر بھی لاحق ہو گیا اور طبیبوں نے لکھا ہے کہ ان عوارض کا آخری نتیجہ مرگی ہوتی ہے۔ چنانچہ میرے بھائی مرزا غلام قادر قریباً دو ماہ تک اسی مرض میں جلا ہو کر آخ ر مرض صرع میں جلا ہو گئے اور اسی سے ان کا انتقال ہو گیا الہامی دعا کرتا رہا کہ خدا تعالیٰ ان امراض سے مجھے محفوظ رکھے۔ ایک دفعہ عالم کشف میں مجھے دکھائی دیا کہ ایک ملا سیاہ رنگ چار پا یہ کی ٹھل پر جو بھیڑ کے قد کے ماند اس کا قد تھا اور بڑے بڑے بال تھے اور بڑے بڑے پنجے تھے، میرے پر جملہ کرنے لگا اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہی صرع ہے۔ تو میں نے اپنا ہاتھ زور سے اس کے سینہ پر بارا اور کہا کہ دور ہو جاتا تیرا مجھ میں حصہ نہیں۔ جب خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ بعد اس کے وہ خطرناک عوارض جاتے رہے اور وہ درد شدید بالکل جاتی رہی، صرف دو روان سر بھی کبھی ہوتا ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادریانی کو مرگی (مرق) کا مرض ہو گیا تھا اور یہ دن بدن شدید ہوتا گیا۔ مرزا قادریانی کے ماننے والے اس مرض کا اعتراف کرتے ہیں۔ البتہ تو جیہہ یہ کرتے ہیں کہ یہ دماغی عنت کا نتیجہ تھا۔ قادریانیوں کے ۱۹۲۶ء کے ایک رسالہ میں تو جیہہ کی گئی کہ：“مراقب کا مرض حضرت مرزا قادریانی کو سوروفی نہ تھا۔ بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا تھا اور اس کا باعث خست دماغی عنت، ٹکررات، غم اور سو ہضم تھا۔ جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا اور جس کا اظہار مراقب اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دو روان سر سے ہوتا تھا۔“ (روی یو قادریان اگست ۱۹۲۶ء)

افیون کا استعمال

ذیابیطس کے علاج کے لئے افیون کا استعمال شروع کیا۔ مرزا قادیانی نے خود لکھا: ”مجھے اس وقت اپنا ایکسر گزشت واقعہ یاد آیا ہے اور وہ یہ کہ مجھے کمی برس سے ذیابیطس کی بیماری ہے..... ایک دفعہ ایک دوست نے مجھے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لئے افیون بہت مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کی غرض سے مضاف تقدیم کر افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی۔ لیکن اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا سچ تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔“ (تمہ دعوت میں ۷۷ء، خزانہ ج ۱۹، ص ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۶)

دوست کو تو یہ بھم جواب دیا۔ لیکن افیون کا نہ صرف استعمال شروع کیا بلکہ افیون کا ایک مرکب بنا یا اور مریدوں کو باور کرایا کہ افیون کے مرکب کی ترکیب اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے۔ قادیانیوں کے ایک اخبار نے اس دعویٰ کا تذکرہ کیا ہے کہ: ”حضرت سچ موعود فرمایا کرتے تھے کہ بعض اطباء کے نزدیک افیون نصف طب ہے۔ حضرت سچ موعود نے تریاق الہی دادا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جزو افیون تھا اور یہ دو اکسی قدر افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول (یعنی حکیم نور الدین) کو حضور چہ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی دنماں تو قاتاً مختلف امراض کے دوران میں استعمال کرتے رہے۔“ (فضل قادیانی ۱۹۲۹ء، ج ۱۹)

شراب کا شوق

افیون کے علاوہ شراب کی عادت بھی پڑ گئی تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت صیلی علیہ السلام پر شرابی ہونے کی تہمت لگائی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خود کو شراب کی لوت پڑ گئی۔ البتہ مرزا قادیانی نے اس حرام نشے کے استعمال کی عادت کو پوشیدہ رکھنے کے لئے دو احتیاطیں کیں۔ ایک تو یہ کہ ہر طرح کی شراب کی بجائے الگستان کی خاص شراب ٹاک دائیں کی عادت بنائی اور دوسرے یہ کہ اپنی کسی تحریر میں، رسالہ، اشتہار، کتاب میں اس بری عادت کا تذکرہ نہ کیا اور نہ کسی کشف و راقبہ کے ذریعہ اس کو جائز تنانے کی کوشش کی۔ اتنی احتیاط کے باوجود ان کے ایک مرید نے جس کے ذریعہ ٹاک دائیں کی تحریر میں عقیدت میں مرزا غلام احمد کے مخطوط کے مجموعے میں ٹاک دائیں کی فرماںش والا خط بھی شامند بھول کر شائع کر دیا۔ حکیم محمد حسین قریشی قادیانی کے نام منحصر ہیچ کر مرزا نے فرمائش کی: ”اس وقت میاں یا محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی

خریدیں اور ایک بوگٹاک دائیں، پلو مرکی دکان سے خریدیں مگر تاک دائیں چاہئے۔ اس کا لحاظ رہے۔ ہاتھی خبریت۔
(خطوط امام ہنام غلام خط ثبیرہ)

حکیم محمد علی صاحب، پرنسپل طبیبیہ کالج امرتسر کی تحقیق یہ ہے کہ ”تاک دائیں ایک قسم کی طاقتور اور نہ دینے والی شراب تھی۔ جو لاہور میں پلو مرکی دکان پر ملتی تھی اور ولایت (انگلستان) سے مہربند یوتکوں میں آتی تھی۔“
(سودائے مرزا جس ۲۹)

اگر بیزوں کی کٹ پتلی

مرگی کی بیماری، دوران سر اور دماغ کی کمزوری، الفون کی عادت اور شراب کے شوق کا اگر بیزوں نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ وہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خائف تھے۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ سارے بیلا د اسلامیہ پر بر طالوی استبداد اپنے پنج گاؤں ہر ہاتھا۔ اس کام میں مدد کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو مسلمانوں میں مشہور ہو اور مسلمانوں کے نہیں احساسات اور عقائد کا استھان کرتے ہوئے ان کے جذبہ جہاد کو کند کر دے اور اس طرح بر طالوی استبداد کے لئے راستہ ہموار کر دے۔ مرزا غلام احمد قادریانی کو راہیں احمدیہ کی پہلی جلد کی اشاعت سے شہرت مل چکی تھی اور شہرت یہ تھی کہ یہ شخص عیسائیت اور آریہ یا ماجیوں کے خلاف اسلام کی مدافعت کرنے کی خوب صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر بیزوں نے جال بچایا اور اس شخص کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کر لیا۔ اگر بیزوں کا جادو ایسا کام کر گیا کہ ”وی“ اگر بیزوں میں آنے لگی اور ”وی“ پہنچانے والا اگر بیزوں ہونے گا۔ اگر بیزوں کی نہ کخواری اور وقارداری میں جب فیض مردہ ہو جائے اور اول سے ایمان اس حد تک کل جائے کہ اللہ کی شان میں گستاخی سے زہان اور قلم نہ کے تو پھر ”وی“ اور ”فرشتہ“ کا کیا مقام ہے۔

مراہیں احمدیہ کی بعد کی جلدیوں میں جن میں تمام قادریانی خرافات ملتی ہیں، ایک جگہ لکھا:
”ایک دفعہ کی حالت یاد آئی کہ اگر بیزوں میں اول یہ الہام ہوا ”آئی لو یو“ یعنی میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر یہ الہام ”آئی ایم دو یو“ یعنی میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر یہ الہام ہوا ”آئی شیل ہیلپ یو“ یعنی میں تمہاری مدد کو آؤں گا۔ پھر یہ الہام ہوا ”آئی کین وہاٹ آئی ول ڈو“ یعنی میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ پھر اس کے بعد بہت ہی زور سے جس سے بدن کا نائب اٹھا الہام ہوا ”وی کین وہاٹ وی ول ڈو“ یعنی ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے اور اس وقت ایسا لہجہ اور تنفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک اگر بیزوں ہے جو سر پر کھڑا ہو رہا ہے اور ہاں جو د پروہشت ہونے کے پھر اس میں لذت تھی

جس سے روح کو معنے معلوم کرنے سے پہلے یہ ایک تسلی اور شفیعی طبقی اور یہ اگر بیزی زبان کا الہام اکٹھ ہوتا رہے۔“
(براہین الحدیث، ۳۸۱، ۳۸۰، خزانہ حج اص ۱۷۲، ۵۷۲)

مرزا قادیانی کے نت نئے دعوے اور فتنہ انگیزیاں

آریہ سماجیوں اور عیسائی مشتریز کے اسلام پر اعتراضات کے جواب لکھنے پر مرزا قادیانی کو شہرت طی۔ مرزا قادیانی نے آریہ سماجیوں اور عیسائی مشتریز سے مناظرے شروع کئے۔ ان مناظروں میں مرزا قادیانی کے لب ولہجہ اور روحانی کمالات کے دعویٰوں سے بعض بصیرت رکھنے والے اصحاب نے جان لیا کہ یہ شخص آگے جل کر بڑے بڑے دعوے بلکہ نبوت کا دعویٰ بھی کرے گا۔ لیکن مرزا قادیانی نے بڑے شدومہ کے ساتھ اعلان کیا کہ وہ صرف ایک عام مسلمان ہیں اور کسی خاص روحانی درجہ یا مقام کا کوئی دعویٰ نہیں ہے، کہا: ”کیا ایسا بدجنت مفتری جو خود رسالت نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آئیت و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد رسول نہیں ہوں۔“

(انجام آئتم م ۲۷، خزانہ حج اص ایضاً حاشیہ)

”آنحضرت ﷺ نے پارہ فرمادیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف میں جس کا لفظ لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت ”ولَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ فی الحقیقت ہمارے نبی پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔“ (کتاب البر م ۲۱، خزانہ حج اص ۱۳، ۲۷)

مرزا قادیانی نے اس بات کا اعتراف کیا کہ جو بدجنت نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ قرآن شریف کو جھلاتا ہے۔ رسول ﷺ کے آخری نبی اور رسول ہونے کو جھلاتا ہے۔ ایسا شخص مسلمان نہیں رہتا۔ کافر ہو جاتا ہے۔ مگر انہوں نے بالآخر بھی کیا۔ نبوت و رسالت کا دعویٰ کر کے کفر کا راستہ اختیار کیا۔ اس شخص کا اور اس کے ماتنے والوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سب کافر ہیں، مسلمان نہیں ہیں۔

غلام احمد قادیانی نے یہ دیکھا کہ مسلمانوں میں رسول ﷺ سے بڑی گھری عقیدت ہے اور آپؐ کے خاتم النبیین ہوتے پر بڑا مغربو ط ایمان ہے۔ اس لئے غلام احمد قادیانی نے آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ اپنے دعوے کے لئے راستہ بنانا شروع کیا۔ مسلمانوں میں اگر بیزوں کی تائید و

حایات کا جذبہ پیدا کرنا براکٹھن کام تھا۔ اس مقصد کی تجھیل کے لئے غلام احمد قادریانی نے ضروری سمجھا کہ ایک خاص فضیلت و مکال کا دعویٰ کیا جائے۔ پھر اس حشیت کو قول کرنے کے بعد مسلمان بلاپس و پیش باتوں کو مانیں گے اور بلا اعراض انگریزوں کی حمایت کرنے لگیں گے۔

(۱) ولایت اور مجددیت کا دعویٰ

چنانچہ اس شخص نے پہلے ولی، مجدد اور محدث ہونے کا دعویٰ کیا۔ ایک اشتہار میں جو اس شخص نے ۳ راکتوبر ۱۸۹۱ء کو چھاپ کر تقسیم کروایا تھا: ”میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن شریف اور حدیث کی رو سے مسلم الشہوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعا نبوت و رسالت کو کاذب و کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وہی، رسالت حضرت آدم صفحی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۱۶ ص ۲۲۱، ۲۲۲)

۲۳ راکتوبر ۱۸۹۱ء کو جامع مسجد دہلی میں تقریر کی اور مسلمانوں کے اعتراضات کو ظاہر کے لئے کہا: ”مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا مانکر ہو، اس کو بے دین اور دارہ اسلام سے خارج کر جتنا ہوں۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱۶ ص ۲۵۵)

غلام احمد قادریانی نے ایک اشتہار شعبان ۱۳۱۳ھ میں چھپوا کر تقسیم کروایا۔ جس میں یہ واضح تر ہوئے کہ وہ نبوت کے مدعا پر لعنت بھیجتے ہیں، اپنے ولی اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ لکھا: ”ہم بھی مدعا نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں..... نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱۶ ص ۲۹۷)

(۲) محمدیت کا دعویٰ

اس کے بعد مرزا قادریانی نے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ دعویٰ کیا کہ وہ حدیث ہیں اور یہ کریمۃ نبوت سے قریب ترین ہے۔ نبی کے بعد حدیث، یہ ایک عجیب و غریب دعویٰ تھا۔ اس کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ سند۔ اس نئے اور عجیب دعویٰ کی مرزا قادریانی نے یوں وضاحت کی: ”نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محمدیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور اس میں کیا

مک ہے کہ محمد شیع بھی ایک شبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔“

(ازالہ ادیام ص ۳۲۲، خزانہ حج ۳ ص ۳۲۰)

مسلمانوں کے مخالفانہ رو عمل کے خوف سے مرزا قادریانی نے یہ احتیاط برتنی کہ محمد شیع کو نبوت سے کم تر بتایا تا کہ نبوت کے دعویٰ کا الزام نہ لگ سکے۔ چنانچہ وضاحت کی: ”ہمارے سید رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آ سکا۔ اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔“ (شہادت القرآن ص ۲۸، خزانہ حج ۱ ص ۲۲۲، ۲۲۳)

مشیل مسح ہونے کا دعویٰ

محمد شیع کے بعد مشیل مسح ہونے کا دعویٰ سامنے آتا ہے۔ اس نے دعویٰ کو پیش کرنے میں اس شخص نے تین احتیاطیں کیں۔ ایک وضاحت بار بار کی کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ مسح کے زندگی کا عقیدہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ دوسرا احتیاط یہ برتنی کہ یہ اعلان کیا کہ دعویٰ حضرت عیسیٰ مسح کے مشابہ یعنی ان کی طرح کے ہونے کا ہے اور مسح موعود (قیامت کے قریب تشریف لانے والے عیسیٰ مسح) ہونے کا نہیں۔ تیسرا احتیاط یہ وضاحت کہ یہ دعویٰ نبوت کا دعویٰ نہیں ہے۔ بار بار نبوت کے دعویٰ سے انکار کیا۔

..... حضرت عیسیٰ مسح کے زندگی کا عقیدہ کو فیراہم قرار دیتے ہوئے لکھا:

”اول تو جاننا چاہئے کہ مسح موعود کے زندگی کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کا جزیا ہمارے دین کے رکنوں میں سے ہے۔ بلکہ صد ہائی گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے۔ جس کو حقیقت اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ جس زمانے تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی۔ اس زمانے تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے کچھ کامل نہیں ہو گیا۔“

(ازالہ ادیام ص ۱۳، خزانہ حج ۳ ص ۱۷۴)

..... سحرار کے ساتھ کہا کہ دعویٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشاہدت کا ہے۔ اس لئے مشیل مسح اور سحرار کے ساتھ اس سے انکار کیا کہ وہ خود کو مسح موعود (یعنی وہ حضرت عیسیٰ مسح جو دوبارہ تشریف لانے والے ہیں) قرار دیتے ہیں۔ ایک جگہ مرزا غلام احمد قادریانی نے لکھا: ”اور مصف کو (یعنی مرزا قادریانی) اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ محدود وقت ہے اور روحاںی طور پر اس کے کمالات مسح ابن مریم کے کمالات کے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بہدت مناسبت اور مشاہدت ہے۔“

دوسری جگہ وضاحت کے ساتھ لکھا: ”اس عاجز (یعنی مرزا غلام احمد) نے جو مسح ہونے

کا دعویٰ کیا جس کو کم فہم لوگ سچ مسح مسح خیال کر بیٹھے ہیں..... میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں سچ ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگائے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہوتا رہا ہے کہ مثل اس کے ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحاںی خواص طبع اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں۔” (ازالہ ۱۹، خزانہ حج ۳۲ ص ۱۹۲)

مرزا قادیانی نے ایک اشتہار افروری ۱۸۹۱ء کو شائع کروایا جس میں لکھا: ”یہ بات حق ہے کہ اللہ جل شانکی وحی اور الہام سے میں نے مثل سچ ہونے کا دعویٰ کیا..... میں اسی الہام کی بناء پر اپنے تینی وہ مسح مسح میں سمجھتا ہوں جس کو دوسرے لوگ غلط نہیں کی وجہ سے سچ مسح مسح کہتے ہیں۔ مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ میرے سو اکوئی اور مثل سچ آنے والا ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات حج ۱۸۷۲ء ص ۲۰)

اس اشتہار میں سچ مسح ہونے سے انکار تو کیا لیکن ساتھ ایک نیا فتنہ پیدا کر دیا کہ اور بھی مثل سچ ہو سکتے ہیں۔ اسلام میں مثل سچ کا کوئی عقیدہ سرے سے ہے ہی نہیں اور نہ کسی اور نمی یا رسول کے مثل کا عقیدہ۔ یہ باقی سب بے اصل ہیں۔ قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں۔ غلام احمد قادیانی کے اس نئے فتنے کا اثر یہ ہوا کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں شہ پا کر چدہ بے بصیرت لوگوں نے کسی نبی اور کسی رسول کے مشاہد اور ان کے مثل ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ جب کہ اسلام میں ایسے کسی دعویٰ کی مجنحائش نہیں ہے اور اسلام کے خلاف سازش ہے۔

مولوی عبد الجبار نایی ایک صاحب کے خط کے جواب میں مرزا قادیانی نے اس حدیث کی صداقت کا انکار نہیں کیا جس کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام دمشق میں نازل ہوں گے۔ البتہ چالاکی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرنے کی بجائے دہاں بھی مثل سچ کی اپنی گھڑی ہوئی اصطلاح استعمال کی۔

”میں اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا اور نہ کروں گا کہ شاید سچ مسح مسح کوئی اور بھی ہو اور شاید یہ بیش گوئیوں جو میرے حق میں روحاںی طور پر ظاہری طور پر اس پر جلتی ہیں اور شاید سچ سچ دمشق میں کوئی مثل سچ نازل ہو۔“ (مجموعہ اشتہارات حج ۱۸۷۲ ص ۲۰۸)

دوسرے مقام پر اور بھی مثل سچ اور دیگر انہیاء کے مثل ہونے کی بے اصل اور گھڑی ہوئی بات کے ساتھ یہ دعویٰ کر دیا کہ: ”آسمان سے اترنے والے اس کی نسل میں پیدا ہوں گے۔“ ”بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور

بھی سچ کا مثل بن کر آدے۔ کیونکہ نبیوں کے مثل دنیا میں ہوتے رہتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے ایک قطبی اور یقینی پیش کوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھی ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کوئی باقوں میں سچ سے مشاہدہ ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا۔ وہ امیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شہادت کی زنجیروں میں مقید ہیں، رہائی دے گا۔ فرزند ولپند گرامی ارجمند.....” (ازالہ ص ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۵۵، ۱۵۶، خزانہ حج ۳ ص ۱۷۹)

اسی کتاب میں آگے چل کر اس کا اعتراف کیا کہ سچ موعود کی حدیثیں خود کی ذات پر نہیں جتنیں، مرزا قادیانی نے لکھا: ”میں نے صرف مثل سچ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ دعویٰ نہیں کہ صرف مثل سچ ہونا میرے پر ختم ہو گیا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک آئندہ زمانے میں میرے چیزوں دس ہزار بھی مثل سچ آجائیں۔ ہاں اس زمانے کے لئے میں مثل سچ ہوں اور دوسرا ہے کہ اسیاتھا سچ بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور باادشاہت کے ساتھ نہیں آیا بلکہ وردیشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔“

(ازالہ ص ۱۹۸، ۱۹۹، خزانہ حج ۳ ص ۱۷۸)

..... مثل سچ ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود مرزا قادیانی نے نبوت کے دعویٰ سے انکار کیا۔ اس کے ساتھ ہی جزوی نبوت کا ایک تصور بھی پیش کیا: ”اگر یہ اعتراف پیش کیا جائے کہ سچ کا مثل بھی نبی ہونا چاہیے کیونکہ سچ نبی تھا تو اس کا اذل تو جواب بھی ہے کہ آنے والے سچ کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں تھیہ رہا۔ بلکہ صاف طور پر بھی لکھا کہ وہ ایک مسلمان ہو گا اور عام مسلمانوں کے موافق شریعت فرقانی کا پابند ہو گا اور اس سے زیادہ کچھ ظاہر نہیں کرے گا میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا امام۔ ناساوہ اس کے اس میں کوئی تک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی امت کے لئے محدث ہو کر آیا اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گواں کے لئے نبوت تامنیں گرتا ہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔“ (ذخیرہ مرام ص ۱۸، خزانہ حج ۳ ص ۲۰)

(۲) سچ موعود ہونے کا دعویٰ

اب تک تو مرزا قادیانی کو اس بات سے انکار تھا کہ انہوں نے سچ موعود یعنی آخری زمانے میں پھر آنے والے حضرت عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان کے ہی کہنے کے مطابق دعویٰ صرف یہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ سچ سے مشاہدہ رکھتے ہیں اور اسکی مشاہدہ رکھنے والے ہزاروں ہو سکتے ہیں اور یہ کہ وہ سچ موعود جن پر رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں پوری اترتی ہیں۔ وہ کوئی اور جیسی

جو مشق میں آسان سے اتریں گے۔ لیکن چند ہی سال بعد یہ دعویٰ کر دیا کہ وہ خود سچ موعود ہیں:
 ”میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ سچ موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام
 کتابوں میں پیش کوئی ان ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہو گا۔“

(تحفہ گلزار دویں ۱۱۸، خزانہ حج ۷۶ ص ۲۹۵)

”اور یہی عیسیٰ ہے جس کا انتظار تھا اور الہامی عبارتوں میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی
 مرا وہوں۔ میری یعنی نسبت کہا گیا ہے کہ ہم اس کو شان بنا دیں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسیٰ بن
 مریم ہیں جو آنے والا تھا۔“ (کشمی نوح ص ۲۸، خزانہ حج ۱۹ ص ۵۲)

(۵) نبوت کا دعویٰ

ایک وور میں خود غلام احمد قادریانی نے لکھا کہ آنے والا سچ نبی نہیں، عام مسلمانوں کی
 طرح مسلمان ہو گا۔ کیونکہ ”آنے والے سچ کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں
 تھہرائی“، لیکن اب سچ موعود ہونے کے ووے کے ساتھ مرتضیٰ احمد رضا قادریانی نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا
 اور اپنی یعنی بات کو انتہائی بھوثے انداز میں جھٹلایا اور کہا: ”جس آنے والے سچ موعود کا حدیثوں
 سے پتہ چلتا ہے اس کا لان ہی حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا ہے کہ وہ نبی ہو گا اور امتی بھی۔“

(حقیقت الوقت ص ۲۹، خزانہ حج ۲۲ ص ۳۱)

نبوت کے دوے کے ساتھ ایک اور شرائیگری یہ کہ ”خاتم النبیین“ پے اس مفہوم کو جو
 شروع سے چلا آ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اس مفہوم کو بدلت
 کر یہ معنی پہنانے کا آپ ﷺ کے بعد بھی (نعموز بالله من ذلك) نبی آ سکتے ہیں۔ اس شرائیگری
 تاویل سے نبوت کے دوے کے فتنہ کا دروازہ کھول دیا اور کہا: ”نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے
 نبی ﷺ کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ یوں ایسا نبی جو مخلوکہ نبوت مجیدیہ سے نور
 حاصل کرتا ہے اور نبوت تام نہیں رکھا، اس کو دوسرے لفظوں میں محمدؑ بھی کہتے ہیں، اس تحدید
 سے باہر ہے۔“ (ازالہ ص ۵۷، خزانہ حج ۲۳ ص ۳۱)

”اور بلا خریا اور ہے کہ اگر ایک امتی جو حاضر ہوئی آنحضرت ﷺ سے درجہ وی،
 الہام اور نبوت پاتا ہے۔ نبی کے نام کا اعزاز دیا جائے تو اس سے ہم نبوت نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ وہ امتی
 ہے اور اس کا اپنا وجود پکج نہیں اور اس کا اپنا کمال، نبی نواع کا کمال ہے اور وہ صرف نبی نہیں کہلاتا
 بلکہ نبی بھی اور امتی بھی۔ مگر ایسے نبی کا دوبارہ آتا جو اتی ہے، ثُمّ نبوت کے منافی ہے۔“

(پمشہد سمجھی ص ۱۹، خزانہ حج ۲۰ ص ۲۸۲)

نبوت کے دعوے کے قتنہ کا دروازہ کھونے کے بعد مرزا قادیانی نے اس اندر یہ کہ تھت کہ کوئی اور شخص نبوت کا دعویٰ کر کے چلتی نہ کر بیٹھے، دوسروں کے لئے یہ دروازہ بند کرو یا: ”تی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں..... اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا جیسا کہ احادیث صحیح میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہو گا۔ وہ (حقیقت الوقی ص ۲۹۱، جلد اول ص ۲۲۲) پیش کوئی پوری ہو جائے۔“

مرزا قادریانی نے یہ لکھ مارا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک نبی ہونے کا ذکر احادیث صحیح میں ہے۔ لیکن مرزا قادریانی نے زندگی بھر اور ان کے ماننے والوں نے آج تک ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کی اور یوں اس جھوٹ کا بھی پول کھل گیا۔

خاتم النبیین کی جھوٹی تاویل سے نبوت کے دعوے کے فتنے کا دروازہ تو کھول دیا اور اس جھوٹی تاویل کے بعد جب یہ سوال پیدا ہوا کہ غلام احمد قادریانی سے پہلے کون نبی گزرے اور بعد کون ہوں گے۔ اس سوال کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ایک ہی شخص کے نبی ہونے کی احادیث ہیں۔ لیکن یہ شخص ان احادیث کی زندگی بھرنا نہیں نہ کر سکا۔

مرزا قادیانی کے بیٹے اور جانشین دوم نے اپنی ایک کتاب میں لکھا: "یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔" اسی کتاب میں یہ بھی لکھا: "ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس وقت تک امت محمدیہ میں کوئی اور شخص (یعنی مرزا قادیانی کے سوا) نبی نہیں گز را کیونکہ اس وقت تک نبی کی تحریف کی اور پر صادق نہیں آئی۔"

(۶) ایک گستاخانہ فتنہ ساز دعویٰ

فتوں پر قند کھڑا کرنے اور نئی نئی شرائیں پیدا کرنے والے مرزا قادیانی نے آخوش ایسا دعویٰ کر دیا کہ جس کے تصور سے مجھ چیسا کچھ بھار مسلمان اور رسول اکرم ﷺ کا یہ

حقیر اتنی کاپ اختتا ہے۔ اس فتنہ پر داڑنے جو فتنہ پر دربات کمی کر رسول اللہ ﷺ ہزاروں بار دینا میں آسکتے ہیں اور پھر کذاب قادریانی نے اپنے لئے بھی دعویٰ کیا۔ مرزا قادریانی کی شرائیگزی و کیجئے کہ ایک اشتہار چھاپا جس کا عنوان ”ایک غلطی کا ازالہ“ رکھا۔ اس میں لکھا: ”غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک ایسی مہربانی ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہربانی پائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ و نیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۶، خزانہ حج ۱۸ ص ۳۱۵، ۳۱۳)

پھر انہوں نے اپنے لئے دعویٰ کیا: ”مجھے بروزی صورت میں نبی اور رسول بنایا ہے اور اس بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت میں میرا نفس در میان نہیں ہے۔ بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ یہ نبوت اور رسالت کی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس رہی۔ علی الصلوٰۃ والسلام۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۶، خزانہ حج ۱۸ ص ۳۱۶)

ایک اور جگہ لکھا: ”میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انکھاں ہے اور میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ علیہ السلام نہ رکھتا۔“

یہ بھی دعویٰ کیا: ”تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیٹ ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں الحق ہوں، میں اعلیٰ ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کا میں مظہر اتم ہوں یعنی عملی طور پر محمد اور احمد ہوں۔“ (حقیقت الدقیق ص ۲۷، خزانہ حج ۲۲ ص ۶)

اپنے اخبار الحکم میں مرزا قادریانی نے لکھا: ”اور ہمارے نزدیک تو کوئی دوسرا آیا یعنی نہیں۔ نہ نیا نبی نہ پرانا بلکہ خود محمد ﷺ ہی کی چادر اور دوسرے ہی کو پہنائی گئی ہے اور وہ خود ہی ملحوظات حج ص ۲۴)

مرزا قادریانی کا یہ گستاخانہ دعویٰ نمہب قادریانیت کا مرکزی عقیدہ ہے اور اس گندہ عقیدہ سے ہندوؤں کے عقیدہ تنازع کی یو آتی ہے۔ یہ تنازع کا نظریہ نہیں تو اور کیا ہے، جب یہ کہا جائے کہ: ”کیا اس بات میں کوئی ٹک رہ جاتا ہے کہ قادریان میں اللہ تعالیٰ نے پر محمد ﷺ کو اتنا راتا کر کاپنے وحدے کو پورا کرے۔“ (کتب المفصل ص ۱۰۵)

قادیانیوں کے نزدیک اس عقیدے سے انکار کفر ہے: ”اب معاملہ صاف ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ کا انکار کفر ہے تو سچ موعود کا انکار بھی کفر ہونا چاہئے۔ کیونکہ سچ موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں۔ بلکہ وہی ہیں۔ اگر سچ موعود کا مسئلہ کافرنہیں تو محاذ اللہ نبی کریم کا مسئلہ بھی کافرنہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں آپ کا انکار کفر ہوا اور دوسرا بعثت میں جس میں بقول حضرت سچ آپ کی روحانیت، اقوی اور اکمل اور ارشد ہے۔ آپ کا انکار کفر نہ ہو۔“

(کتاب الفصل ص ۱۳۷، ۱۳۶)

”نزدیق موعود کو احمد نبی اللہ تسلیم نہ کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی ہی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت ﷺ کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں، امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے۔“
(اخبار الفضل قادیانی ۲۹ جون ۱۹۱۵ء)

کئی اور مقتضاد دعوے

خاتم الاولیاء

”میں ولایت کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں۔ جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت ﷺ نبوت کے سلسلے کو ختم کرنے والے تھے اور وہ بھی خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی دلی نہیں۔ گروہ جو مجھ سے ہو گا اور میرے بعد پر ہو گا۔“

(خطبہ الہامیہ ص ۳۵، جز ائم ج ۱۶ ص ۲۹)

کتبہ پوری اور اپنے ہی گھر کو بھرنے کی حصہ دیکھتے کہ ولایت و رسولوں کے لئے ختم کر دی اور اپنی اولاد کے لئے جاری رکھی۔

خاتم الخلفاء

”خدانے مجھ کو آدم بنایا اور مجھ کو سب چیزیں بخشیں اور مجھ کو خاتم النبیین اور سید المرسلین کا برادر بنایا اور بھیڑ اس میں یہ ہے کہ خدا نے انتقام سے ارادہ فرمایا تھا کہ اس آدم کو پیدا کرے گا کہ آخوند زمانے میں خاتم الخلفاء ہو گا۔“ (خطبہ الہامیہ ص ۱۲۷، جز ائم ج ۱۶ ص ۲۹)

عجب نہیں کہ یہ شخص اور زندہ رہتا خدا کی کا دعوی کر رہا تھا۔ پہلے کسی بھی دعوے سے انکار، پھر ایک ہلاکس اس دعوی ساتھ ہی کسی بڑے دعوے سے انکار اور پہلی بات کو جھٹانا یا اس کی کوئی بھوٹڑی سی تاویل کرنا۔ یہ طریقہ کار مرزا قادیانی کا رہا۔

پہلے ہر دعوے سے انکار، صرف مسلمان ہونے کا اعلان، پھر ولایت اور مجددیت کا

دعویٰ، نبوت کے دعوے سے انکار، پھر مثلیں سچ ہونے کا دعویٰ، سچ مسحود ہونے سے انکار اور آخوند نبود باللہ من ذلک، حضور ختنی مرتبت، خاتم النبیین، رحمۃ للعلمین، محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے بروز (دبارے ظہور) کا دعویٰ۔

مجموع پر جھوٹ، دعوے پر دعوے، یہ کام دنیا کر سکتا ہے جو بظاہر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہوا ورق آن کریم کے کلام الہی ہونے اور محمد رسول اللہ علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان کرتا ہو لیکن جس کے دل میں خدا کا خوف اور رسول کی محبت نہ ہوا اور جس کا روز قیامت اور اللہ تعالیٰ کے آگے حساب کتاب پر یقین ثُمَّ ہو چکا ہو۔ یہ ساری باتیں مرزا غلام احمد قادریانی میں نظر آتی ہیں۔

”مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے۔ جو اس کی وحدت کے لئے خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی نہایتی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بناءتی نبوت پر رکھے اور بزم خود اپنے الہامات پر اعتماد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے۔ مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس کے لئے اسلامی وحدت ثُمَّ نبوت سے بھی استوار ہوتی ہے۔“ (رفاقت)

”قادیانی صاحبان تبلیغ اسلام کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کا مسلمانوں پر بڑا احسان دھرتے ہیں لیکن انصاف سے دیکھنے تو بے سرو پا عقائد مسلمانوں میں پھیلا رہے ہیں۔ اسلام سے ان کو ہٹا رہے ہیں۔ دین والیمان گنوار ہے ہیں۔ من مانے حاجتے چڑھا رہے ہیں۔ بچوں کا کھیل ہتا رہے ہیں۔ تخریب دین کو تبلیغ دین بتا رہے ہیں۔ امت محمدی میں فساد بڑھا رہے ہیں۔“ (بہد فیض محمد الیاس برلنی)

(۲) گستاخانہ زبان اور گندے خیالات

مرزا غلام احمد نے ہر نئے دعویٰ کے ساتھ، درود پر اپنی فضیلت جتنا کے لئے صحابہ کرام کے خلاف گستاخانہ لب و لہجہ اختیار کیا۔ سچ مسحود ہونے کا دعویٰ کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم المرتبت رسول کے خلاف دریدہ وہنی کی۔ حتیٰ کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے بارے میں بھی اسکی باتیں کہیں کہ ان کا تصور کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔

جب تک نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ صحابہ کی فضیلت سے انکار نہ تھا۔ بلکہ اس کا اعتراف تھا۔ چنانچہ اپنے اخبار میں اعلان چھپوا یا: ”میرے لئے یہ کافی فخر ہے کہ ان لوگوں (صحابہ) کا مراح اور خاک پا ہوں۔ جو جزوی فضیلت اللہ تعالیٰ نے انہیں بخشی ہے۔ وہ

قیامت تک کوئی اور شخص نہیں پاسکتا۔ کیا دوبارہ محمد ﷺ دنیا میں پیدا ہوں اور پھر کسی کو اُسکی خدمت کا موقع ملے جو جاتب شیخین علیہما السلام کو ملا۔“ (ملفوظات حج ۱۹ ص ۳۲۶)

نبوت کے دعویٰ کے بعد صحابہ کرام اور انبیاء علیہما السلام کی شان میں گستاخی عادت بن گئی۔ ایک اشتہار شائع کروایا جس میں لکھا: ”میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت اب میرین سے سوال کیا گیا۔ کیا وہ حضرت ابو بکرؓ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو بکرؓ تو کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔“ (مجموعہ اشہارات حج ۱۹ ص ۲۸۸)

حضرت علیؑ اور حضرات حسینؑ کی تحقیر

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ کے تعلق سے بڑی گستاخانہ بات کی گئی کہ: ”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔ اب تی خلافت لو۔ ایک زندہ علم قائم میں موجود ہے، اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علیؑ کی تلاش کرتے ہو۔“ (ملفوظات حج ۱۹ ص ۳۲۶)

حضرات حسینؑ رضی اللہ عنہما کے ہارے میں کیا کیا لکھا۔ ملاحظہ کریجئے۔ حضرت زید بن حارث کا تذکرہ کس طرح کیا ہے۔ یہ بھی دیکھئے:

۱..... ”افوس یا لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے قوام حسینؑ کو ربہ امیت کا بھی نہیں دیا بلکہ نام سکن نہ کوئی نہیں ان سے تزوید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ ان کو آخر حضرت ﷺ کا بیٹا کہنا قرآن شریف کی نص صریح کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آیت ”ماکان محمد بالاحد من رجل لكم“ سے سمجھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ امام حسینؑ کو اس رجال میں سے تھے۔ مورتوں میں سے تو نہیں تھے۔ حق تو یہ ہے کہ اس آیت سے اس تعلق کو جو امام حسینؑ کو آخر حضرت ﷺ سے بوجہ پر دفتر ہونے کا تھا، نہایت ہی تاچیز کر دیا ہے..... ہاں یہیق ہے کہ وہ بھی خدا کے راست باز بندوں میں سے تھے۔ لیکن ایسے بندے تو کروڑہادیں میں گزر جکے ہیں اور خدا جانے آگے کس قدر ہوں گے۔“ (نزول الحج ص ۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸)

۲..... ”اور انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اپنے تینیں افضل سمجھا۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں اور سیرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا۔“ (اعجاز احمدی ص ۵۲، خزانہ حج ۱۹ ص ۱۶۲)

۳..... ایک شعر میں کہا:

کربلائے است سیرا آنم
صلد حسین است در گریانم
(درشیں فارسی ص ۱۷۱)

صدقیق اکبر پر فضیلت کا دعویٰ

صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں قادریانی کی وضاحت ذیل کے اقتباس سے ہوتی ہے: ”حضرت صدقیق رضی اللہ عنہ، کی نسبت اہل سنت والجماعت کے خطبات جمعہ میں علائیہ اس عقیدہ کا اعلان کیا جاتا ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء بالحقیقت۔ توجہ صحیح مسح مسعود اور مسیح مسعود ایوبکر سے افضل ہوں گے تو ظاہر ہے کہ بقیۃ تمام امت سے بھی افضل ہوں گے۔ اکثر حضرت ایوبکر صدقیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت علی اور امام حسین رضی اللہ عنہما پر اہل سنت والجماعت میں تشقیق علیہ ہے اور اس کی وجہ سے کوئی چک ان حضرات اہل بیت کی نہیں ہوتی تو صحیح مسح مسعود (مرزا قادریانی) کی فضیلت بدرجہ اولیٰ قابل تسلیم ہے اور ناقابل اعتراض ہے اور جب ان تمام حضرات پر صحیح مسح مسعود (مرزا قادریانی) کی عقیدہ مسلم ہو گئی، دیگر اولیائے امت اور حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہم کے ذکر کی کیا ضرورت ہے۔“ (تمدین احمد بیت ۱۵۲)

حضرت عصیٰ پر بہتان

جتاب مرزا قادریانی نے صحیح مسح مسعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اس دعویٰ کے ساتھ حضرت عصیٰ علیہ السلام کے مجرمات کا انکار کر دیا تاکہ لوگ اس ”نی“ سے دیے ہی مجرمات کا مظالہ نہ کریں۔ حضرت عصیٰ علیہ السلام کے مجرمات اور اونچے درجات کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اور غلام احمد قادریانی نے ان کی یوں تحقیر کی ہے: ”عیسائیوں نے بہت سے آپ (عصیٰ) کے مجرمات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی مجرہ نہیں ہوا..... ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو روغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور بیماری کا علاج کیا ہو۔ بدستی سے اس زمان میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اس تالاب سے آپ کے مجرمات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا کہ اگر آپ سے کوئی مجرہ بھی ظاہر ہو تو وہ مجرہ آپ کا نہیں۔ بلکہ اس تالاب کا مجرہ تھا اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکروہ فریب کے اور کچھ نہ تھا۔ پھر افسوس کہ نہ لائق عیسائی ایسے شخص کو خدا ہمارے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ میں وادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں نہیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود تھوڑا پزیر ہو۔ مگر شاید یہ بھی خدا ایک کیلے ایک شرط ہو گئی۔ آپ کا تجھریوں سے میلان اور محبت شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت ور میان ہے۔ ورنہ کوئی پر ہیز گار انسان ایک جوان تجھری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کا پلید عطر اس کے سر پر

مطے اور اپنے پالوں کو اس کے جیروں پر مطے بھئے دالے بمحظیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔”
(اجماع قسم ۲، ۷، خزانہ حج ۱۹۱، ۲۹۰)

جنس زدگی

مرزا غلام احمد قادریانی نے حضرت صیلی علیہ السلام سے ممائٹ کے لئے خود کو مریم اور ساتھ ہی این مریم شہریا اور اس حقاً کا ایک کتاب میں لکھ بھی دیا کہ: ”مریم کی طرح صیلی کی روح مجھ میں تھی کی گئی اور استخارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ شہریا گیا اور آخر کمی میئے جو دس نہیں سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام کے جو..... مجھے مریم سے یقینی بنا یا گیا اور وہی اس طور سے میں این مریم شہریا۔“
(شیخ نوح حص ۲۷، خزانہ حج ۱۹۱ ص ۵۰)

مریم شہرائے جانے کی وضاحت میں جو کچھ اس شخص نے کہا اس سے اس کی جنس زدگی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا اللہ سبحانہ تعالیٰ پر یقین نہیں تھا جو اللہ کی سبحانیت اور اس کی ”لیس کمٹلہ شی“ پاک اور بے عیب حقیقت پر یقین رکھتا ہو۔ وہ اس گندے تصور کے قریب پہنچ نہیں سکتا جس کا اظہار مرزا قادریانی نے ایک مغل میں کیا اور جس کو ان کے معتقد نے یوں بیان کیا: ”حضرت سعیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یوں بتائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولت کی قوت کا اظہار فرمایا۔“
(اسلامی قرآنی ص ۱۲)

قرآن کے بارے میں جھوٹ

جوہت بولنے میں یہ شخص اتنا ذہین تھا کہ قرآن پر بھی جھوٹ باندھا۔ اس شخص نے لکھا: ”تم شہروں کا نام قرآن مجید میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مکہ، مدینہ اور قادریان۔ یہ کشف تھا کہ کسی سال ہونے میں دکھایا گیا۔“
(از الادب امام حسن ۲۷، خزانہ حج ۳ ص ۱۳۰)

یہ جھوٹ ہے کہ قرآن میں اس کے قبے قادریان کا نام آیا ہے۔

اگر اس کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن میں ” قادریان“ کا نام بھی لکھا ہوا تھا تو یہ شخص قرآن پر الزام لگا رہا ہے کہ یہ کمل نہیں ہے۔

قرآن کریم کے بارے میں دروغ بیانی، انہیاء علمی، السلام اور بالخصوص حضرت صیلی علیہ السلام پر تہمت اور الزامات صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے خلاف گستاخانہ کلمات۔ یہ حرکتیں وہی شخص کر سکتا ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو اپنے دین سے بدلنے کرنا اور اسلام و مسلمانوں کو کمزور کرنا ہو۔ یہی خدمت اگر زیاد قاؤں کے لئے غلام احمد قادریانی نے انجام دی۔

(۵) مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں کا حشر

مرزا قادیانی کو اپنی دعاک بخانے کے لئے پیش گوئی کرنے کا بڑا شوق تھا۔ خصوصاً مخالفین کے زمانہ قریب میں مرجانے کی پیش گوئی اس شخص نے بڑے زور و شور سے کی تاکہ مخالفت کرنے والے سہم جائیں اور ذرکر مخالفت سے باز آ جائیں۔ ان پیش گوئیوں کا چچا بھی خوب کیا۔ اشتہارات چھاپے۔ ہر پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی جس سے بھتھے والوں نے سبق لے کر علیحدگی اختیار کر لی۔ لیکن جو دلوں کے اندر ہے تھے، انہیوں نے بلاچوں و چھار مرزا قادیانی کی توجیہہ اور تاویل کو قول کر لیا۔ یہاں تین مخالفین کی موت کی بددعا اور پیش گوئی کا تذکرہ کیا جاتا

آئتم کے خلاف پیش گوئی کا انجام

..... جب مرزا غلام احمد قادیانی نے سچ مودود ہونے کا دعویٰ کیا تو عیسائیوں نے بھی برآمدنا اور چیختن کیا۔ مناظرے ہوئے جس میں مشہور مناظرہ عیسائی عبد اللہ آئتم سے ہوا۔ مناظرہ کے بعد مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی کہ آئتم ۱۵ اگست ۱۸۹۲ء تک فرجانے گا۔ عبد اللہ آئتم نہ صرف اس تاریخ تک بلکہ اس کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہا۔ یہ واقعہ ان لوگوں کی آنکھوں کو کھول دینے کیلئے کافی تھا جو اس وقت تک مرزا قادیانی پر یقین رکھتے تھے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ وہ گمراہی میں بھکتے رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک شخص ماشر قادر بخش قادیانی تھا۔ ان کا نام ذکر کرتے ہوئے ان کے بیٹے رحیم بخش قادیانی نے لکھا: ”۱۵ اگست ۱۸۹۲ء کو جس دن عبد اللہ آئتم والی پیش گوئی کے پورا ہونے کا انتظار تھا۔ آپ (ماشر قادر بخش) قادیان میں تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب (مرزا قادیانی) اس دن فرماتے تھے کہ آج سورج غروب نہیں ہو گا کہ آئتم مراجائے گا۔ مگر جب سورج غروب ہو گیا تو لوگوں کے دل ڈالنے لگے۔ آپ (ماشر قادر بخش) فرماتے تھے کہ اس وقت مجھے کوئی تھہراہت نہیں تھی۔ ہاں گلزار جراہی ضرور تھی۔ لیکن جس وقت حضور (مرزا قادیانی) نے تقریر فرمائی اور اتنا لکھ کی حقیقت بتلائی تو طبیعت بٹاش اور انشراح صدر پیدا ہو گیا اور ایمان تازہ ہو گیا۔ (ماشر قادر بخش) فرماتے تھے کہ میں نے امر ترجیحاً کر عبد اللہ آئتم کو خود دیکھا۔ عیسائی اسے گاڑی میں بخانے ہوئے بڑی دھوم دھام سے بازاروں میں لئے پھرتے تھے۔ لیکن اسے دیکھ کر یہ سمجھ گیا کہ واقعہ میں یہ مر گیا ہے اور یہ اس کا جائزہ ہے۔ جسے لوگ لئے پھرتے ہیں۔ آج نہیں تو کل مراجائے گا۔“ (خبراء ائتم قادیانی ۷ اگست ۱۹۳۳ء)

مولوی شاہ اللہ امرتسری کے سامنے مرزا قادیانی کی موت

مولوی شاہ اللہ صاحب نے مرزا قادیانی کے جھوٹ سے بخاں کے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے اور ہوشیار کرنے کے لئے بڑی کوششیں کیں اور مرزا قادیانی کے جھوٹ، فریب اور جلسازی کو بے نقاب کیا۔ مولوی شاہ اللہ کی ان عجایبدانہ کوششوں سے بوكھلا کر مرزا قادیانی نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۴ء کو ایک اشتہار چمپوا کرتقیم کروایا۔ جس میں دھمکی دی گئی کہ مرزا قادیانی کے جیتنے بھی مولوی شاہ اللہ صاحب پر طاغون، ہیض و غیرہ مہملک بیماریاں وارد ہوں گی اور اسی سے مرزا قادیانی کے سامنے ان کی موت واقع ہوگی۔” (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸)

اس اشتہار کی اشاعت کے بعد ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار ”بدر“ قادیان میں مرزا قادیانی کی روزانہ ڈائری شائع ہوئی جس میں لکھا: ”شاہ اللہ کے تعلق سے جو کچھ لکھا گیا یہ دراصل ہماری (یعنی مرزا قادیانی) طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔“

اللہ نے مرزا قادیانی کے جھوٹ کو واہگاہ کر دیا۔ دھمکی کے اشتہار کو چھپے ایک سال ہوا تھا کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ستون سے غلام احمد قادیانی کی موت واقع ہو گئی اور مولوی شاہ اللہ صاحب نے بڑی عمر پائی۔

ڈاکٹر عبدالحکیم کو بد دعا کا حشر

ڈاکٹر عبدالحکیم خان تقریباً میں برس تک مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید رہے اور ان کے ہر دعویٰ پر ایمان لائے۔ لیکن جب مرزا قادیانی کے دعوؤں کی حقیقت کھل گئی تو علیحدگی اختیار کر لی اور مرزا قادیانی کی تردید میں لگ گئے۔ ایک رسالہ ”اسح الدجال“ کے نام سے شائع کیا اور اس میں بتایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی صرف جھوٹے اور مکار ہی نہیں۔ بلکہ ٹکم پرست (پیٹ بھرنے کی لگن کرنے والا) اور نس پرست آدمی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی کے خلاف تقریروں اور یتکھروں کا سلسہ شروع کیا۔ ایک یتکھر میں ڈاکٹر صاحب نے اعلان کیا کہ ۱۲ ارجولائی ۱۹۰۶ء کو نہیں یا الہام ہوا کہ مرزا قادیانی کذاب اور جیار ہیں۔ تین سال کے اندر ان کے سامنے مرزا قادیانی کی موت واقع ہوگی۔ ۱۲ اگست ۱۹۰۶ء کو ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کے ایک معتقد کے نام خط لکھ کر بھی اس الہام کی اطلاع دی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۲ اگست ۱۹۰۶ء کو ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے خلاف اشتہار شائع کیا۔ جس میں دھمکی کے انداز میں دعویٰ کیا کہ: ”خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں پائی جاتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے

ہیں۔ ان پر کوئی غالب نہیں آ سکا۔ فرشتوں کی کمپنی ہوئی تکوارتیرے آئے ہے۔ پر تو نے وقت کو
شیکھانا، نندی کھانا، جانا۔”
(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۵۹)

غلام احمد قادریانی نے پھر جوابی پیش گوئی کی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب عذاب سے
ہلاک ہوں گے۔ پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں: ”آخر دشمن اب ایک اور بیدا ہو گیا ہے جس کا نام
عبدالحکیم خان ہے اور وہ ایک ڈاکٹر ہے اور ریاست پنجاب کا رہنے والا ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ میں
اس کی زندگی ہی میں ۲۳ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے اس کی
پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں جلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا
اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ
یہ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے، خدا اس کی مدد کرے گا۔“

(چشمہ سرفت ص ۳۲۱، ہزارانج ۲۲۳ ص ۳۳۲، ۳۳۶)

”خدا کی قدرت اور مقام عبرت ہے کہ مرزا قادریانی ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئی کے
مطابق میعاد مقررہ کے اندر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وہ ستوں میں جلا ہو کرفوت ہو گئے اور ماشاء اللہ ڈاکٹر
صاحب بعد کو پرسوں زندہ و خوش و خرم رہے۔

محمدی بیگم سے نکاح کی پیش گوئی

اوائل ۱۸۸۸ء میں جب مرزا غلام احمد قادریانی کی عمر بچا س برس کے لگ بھگ تھی۔
اپنے ماں موس زاد بھائی مرزا احمد بیگ سے خواہش کی کہ وہ اپنی نو عمر بیٹی کا نکاح ان سے کر دے۔
لوٹ کی کا نام محمدی بیگم تھا۔ اس کی ماں مرزا قادریانی کی بھیزاد بھین تھی۔ مرزا احمد بیگ اور ان کی بیوی
مرزا غلام احمد قادریانی کے تمام دھوکے کو جھوٹ سمجھتے تھے۔ ان دونوں نے مرزا قادریانی کی خواہش پر
کوئی توجہ نہ دی۔ عادت کے مطابق ارجو لاٹی ۱۸۸۸ء کو مرزا غلام احمد قادریانی نے ایک اشتہار
شائع کروایا جس میں لکھا: ”خدا نے قادر مطلق نے مجھے فرمایا ہے کہ اس شخص (مرزا احمد بیگ) کی
دخت کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کی سلسلہ ہنباڑی کر..... اگر نکاح سے اخراج کیا گیا تو اس بڑی
کا انعام نہایت براہو گا اور جس کسی دوسرے سے ہمایی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال
تک اور ایسا ہی والد اس دخت کا تین سال میں فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر میں تنفرہ اور بیکاری اور
صیبیت پڑے گی۔“
(مجموعہ اشتہارات ج ۹ ص ۱۵۸)

کئی جگہ اعلان کیا کہ وہی کے ذریعہ نکاح کا حکم ہوا: ”اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دھی نازل کی
کہ اس شخص (احمد بیگ) کی بیوی بڑی کے لئے نکاح کی درخواست کرو اور اس سے کہہ دے کہ پہلے

وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور پھر تھارے فور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہش مند ہو بلکہ اس کے ساتھ اور زمین بھی وہی جائے گی اور وہ مگر مرید احسانات تم پر کئے جائیں گے بشرطیکہ تم اپنی بڑی لڑکی کا بھجو سے نکاح کر دو۔ میرے اور تھارے دو میان بھی عہد ہے۔ تم مان لوگے میں بھی تسلیم کرلوں گا۔ اگر تم قبول نہ کرو گے تو خبردار ہو مجھے خدا نے بتالا یا ہے کہ اگر کسی شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہو گا تو نہ اس لڑکی کے لئے یہ نکاح مبارک ہو گا اور نہ تھارے لئے۔ اسکی صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے جس کا نتیجہ موت ہو گا۔ میں تم نکاح کے تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا۔ یہ حکم اللہ کا ہے۔ میں جو کرتا ہے کرلو۔ میں نے تم کو تصحیح کر دی ہے۔ میں وہ (مرزا احمد بیگ) تیوری چڑھا کر چلا گیا۔“

(آنینکالات اسلام ص ۲۷۵، ۲۸۵، ۲۹۵، ۳۰۵، ۳۱۵، ۳۲۵)

نکاح کے لئے ناجائز ہجھکنڈے

تین سال مرزا غلام احمد قادریانی نے محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ پر بڑا دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کر دے۔ ۱۸۹۱ء میں جب محمدی بیگم کے کسی نوجوان سے نکاح کی بات چیز چلی تو مرزا غلام احمد قادریانی سے رہا تھا۔ ۱۸۹۱ء کو مرزا احمد بیگ کے بہنوئی مرزا علی شیر بیگ کی لڑکی، غلام احمد کے لڑکے فضل احمد سے بیانی گئی تھی۔ اس خط میں مرزا قادریانی نے اپنے سرمی کو کہا کہ وہ اپنی بیوی کے ذریعہ احمد بیگ کو آمادہ کرے کہ ان سے محمدی بیگم کا نکاح کر دے۔ ورنہ وہ اپنے بیٹے فضل احمد سے اس کی بیٹی عزت بی بی کو طلاق دلوادے گا۔ یہ پورا خط بڑا لوچپ ہے۔ اس کا یہ حصہ پڑھئے: ”میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ ایک طرف محمدی بیگم کا کسی شخص سے نکاح ہو گا تو دوسرا طرف سے فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو اس کو عاقق اور لاوارث کر دوں گا.....“

(کلمہ فضل رحمانی ص ۲۶۳)

ایسا یعنی ممکن کا خط طلبی شیر بیگ کی بیوی کے نام لکھا۔

علی شیر راخ الحقیدہ مسلمان تھے۔ انہوں نے ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء کو جواب مرزا قادریانی کو دیا، بڑا لوچپ ہے۔ غلام احمد قادریانی پر بڑے چیخے انداز میں طرکرتے ہوئے اپنے اوز مرزا احمد بیگ کے صحیح الحقیدہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے لکھا: ”مگر آپ خیال فرمائیں کہ آپ کی بیوہ احمد بیگ ہوں اور احمد بیگ کی جگہ آپ ہوں تو خدا لکھی کہنا کرم کن کن باتوں کا خیال کر کے

رشتہ کر دے گے۔ اگر احمد بیگ سوال کرتا اور مجید المریض ہونے کے علاوہ پچاس سنال سے زیادہ عمر کا ہوتا اور اس پر وہ میلہ کذاب کے کان بھی کترچکا ہوتا تو آپ رشتہ کر دیتے؟..... اگر آپ طلاق دلوادیں گے تو یہ بھی ایک غیربری کی نئی سنت قائم کر کے بذریعاتی کا سیاہ داغ مول لیں گے۔ باقی روٹی تو خدا اس کو بھی کہنی سے دے ہی دے گا۔ ترنہ سبی خلک۔ مگر وہ خلک بہتر ہے جو پسند کی کمائی سے پیدا کی جاتی ہے۔..... اور میری بیوی کا حق ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے لئے بھائی کی لڑکی کو ایک دائم المریض آدمی کو جو مراثی سے خدائی سکھ لکھ کچا ہو، دینے کے لئے کس طرح لے.....”
(لوشی غیب از ایم۔ ایس خالدوزیر آبادی ص ۱۰۰)

پہلی بیوی کو طلاق اور بڑا بیٹا عاق

مرزا احمد بیگ کے نام پر ارجو لاکی ۱۸۹۰ء کے خط میں غلام احمد قادریانی نے لکھا: ”ہمیں خدا تعالیٰ قادر مطلق کی فرم ہے کہ الہام ہوا فنا کر آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہو گا۔ اگر دوسرا جگہ ہو گا تو خدا تعالیٰ کی تھیں داروں ہوں گی اور آخراجی جگہ ہو گا۔“
(کلر فضل رحمانی ص ۱۲۲)

مرزا قادریانی نے اشتہارات چھپوا کر ڈرایا کہ کوئی محمدی بیکم سے رشتہ نہ کرے۔ مرزا سلطان محمد جس سے محمدی بیگم کا نکاح ہو رہا تھا اس نے ان بھیکیوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ سلطان محمد نے محمدی بیگم کا پیام طے کرنے میں مرزا غلام احمد کے بڑے بیٹے سلطان احمد اور مرزا قادریانی کی بڑی بھادوں نے بھی حصہ لیا۔ ان کے خلاف مرزا قادریانی نے ۲۴ نومبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا: ”وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطے اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں۔ اس کو موقف نہ کر دیا اور جس فضل کو انہوں نے نکاح کے لئے تجویز کیا ہے۔ اس کو دوستہ کیا بلکہ اس فضل کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اس نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہو گا اور اس روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے اور اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھائی ہے، اپنی اس بیوی کو اس دن سے جو اس کو نکاح کی خبر ہو، طلاق نہ دیجے تو مکروہ بھی عاق اور محروم الارث ہو گا۔“
(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۲۱)

مرزا غلام احمد قادریانی اس غم میں محلتے رہے۔ محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے ہو گیا۔ ان کے بیٹے فضل احمد نے وراثت سے محروم الارث کے ذر سے اپنی بیوی حضرت بی بی کو طلاق دے دی۔ لیکن بڑے بیٹے سلطان احمد اور ان کی ماں اپنے موقف پر بچتے رہے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی بڑی بیوی کو طلاق دے دی اور سلطان احمد کو عاق کر دیا۔

ایک پیش گوئی کی ناکامی پر دوسرا پیش گوئی

مرزا احمد بیگ کے گھر پر کوئی عذاب آیا، تھکوئی بلا نازل ہوئی۔ سلطان محمد نکاح کے ڈھانی سال ہونے پر بھی نہ مرا۔ مرزا قادیانی کو بڑی محنت ہوئی کہ یہ پیش گوئی بھی جھوٹ ثابت ہوئی۔ اب اس شخص نے پیٹر ابدل کر پیش گوئی کروی کہ ڈھانی سال بعد نہ سی۔ آئندہ بھی نہ بھی محمد بیگ ان کے نکاح میں آئے گی۔ یہ اعلان مرزا قادیانی نے ۲۰ ستمبر ۱۸۹۶ء کو چھپوایا کہ: ”اب بھتیرے جامل اس میعادگزرنے کے بعد ہمی کریں گے اور اپنی بُصیٰ سے صادق کا نام کذا بھیں گے۔ لیکن وہ دن جلد آتے جاتے ہیں کہ جب یہ لوگ شرمند ہوں گے..... یا اور کوئی عورت نہ کوہہ کے نکاح کی پیش گوئی اس قادر مطلق کی طرف سے جس کی باتیں مل نہیں سکتیں.....“
 (مجموعہ اشہارات حج ۲۲)

قضاء الہی سے محمد بیگ کے والد مرزا احمد بیگ کا اس نکاح کے کچھ عرصہ بعد انتقال ہو گیا۔ اس پر غلام احمد قادیانی نے بظیل بجا تا شروع کیں اور کہا کہ جس عذاب سے ذرا یا تھا اس کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ جس کے آخر میں محمد بیگ یہو ہو کر نکاح میں آئے گی۔ شیخ محمد حسین شاہلوی کے ۲۳ رجب نوری ۱۸۹۳ء کے خط کا جواب دیتے ہوئے مرزا قادیانی نے لکھا: ”میری اس پیش گوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوے ہیں۔ اول! نکاح کے وقت میرا زندہ رہنا۔ دوم! نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔ سوم! پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا مرنا جو تم برس تک نہیں پہنچے گا۔ چہارم! اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مر جانا۔ پنجم! اس تک کر میں اس سے نکاح کروں، اس لڑکی کا زندہ رہنا۔ ششم! پھر آخر یہ کہ یہو ہونے کی تمام رسوم کو توڑ کر باؤ جو دخت حالافت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجائنا۔“

(خطبات احمدج اول ص ۲۵۷-۲۵۸)

محمد بیگ کے سلطان محمد سے نکاح کے کئی سال بعد ضلع گوردا سپر کی عدالت میں اپنے طفیلہ بیان میں مرزا قادیانی نے کہا: ”جو خط بنا م مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے، وہ میرا ہے اور مجھ ہے۔ وہ عورت مجھ سے بیاں نہیں گئی۔ مگر اس کے ساتھ میرا بیاہ ضرور ہو گا..... وہ عورت اب تک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔ امید کیسی کامل یقین ہے۔ یہ خدا کی ہاتھ ہیں، ٹھیک نہیں۔ ہو کر ہیں گی۔“
 (خبراء الحکم قادیانی ۱۹۰۱ء)

مرزا قادیانی نے یہ اعلان کیا: ”پار بار کہتا ہوں کہ لس پیش گوئی داما احمد بیگ (سلطان محمد) کی تقدیر بہرہ ہے۔ اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری

(انجام آنحضرت مص ۲۳۷، خداوند اصل ۳۱)

موت آجائے گی۔“

اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام احمد کی یہ خواہش پوری کر کے ان کے جھوٹ کو داھنگ ف کر دیا ۱۹۰۸ء میں محمدی بیکم کی حضرت میں مرزا قادیانی نے وفات پائی۔ جبکہ وہ سلطان محمد کے ساتھ خوش و فرم زندگی گزارتی رہی۔

دل کے اندر ہے

اللہ جھوٹوں اور سرکشی کرنے والوں کو بھی مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں۔ سچائی اور اللہ کی فرمایہ برداری اختیار کریں۔ لیکن جھوٹ اور سرکشی جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ کا وہ قانون حرکت میں آتا ہے جو کذاب اور سرکش کے جعل اور فریب، جھوٹ، دھوکے، سرکشی اور بغاوت کو دن کے اجائے کی طرح واضح کر دیتا ہے کہ ہر آنکھ کھڑکنے والا دیکھ لے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی اسلام سے سرکشی جب حد سے بڑھ گئی۔ وہ جھوٹے محنڈیں پیش کر دیں پر اتر آیا اور اپنی پیش کوئی کو دھوکی کی ولیل اور سچائی کی کسوٹی پیا۔ یا تو اللہ تعالیٰ نے ہر پیش کوئی کو جھٹلا کر دکھا دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دھوکی جھوٹ اور سر اس سر جھوٹ ہے۔

عیسائی عبداللہ آنحضرت ضعیف العری کے باوجود پیش کوئی کے دن زندہ رہا۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں مولا نا شناہ اللہ امر تسری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان زندہ رہے۔ ان کی موت مرزا قادیانی کے سامنے نہیں ہوئی۔ نہ مولا نا شناہ اللہ امر تسری کو طاعون و ہبہ کی پیاری لگی اور نہ عبدالحکیم خان کی عذاب میں گرفتار ہوئے۔ اس کے برعکس ان دونوں کے سامنے مرزا غلام احمد قادیانی کی موت ہبہ کی وجہ سے ہوئی۔

محمدی بیکم سے نکاح کونہ ملنے والی تقدیر قرار دیا۔ حکمیاں دیں، لائچ دیا۔ اپنی بیوی اور بڑے بیٹے پر جبر کیا۔ اس نکاح کو اپنے دعویٰ کی شناہی بتایا کہ محمدی بیکم ان پیاسی نہ کسی بیوہ ہو کر نکاح میں آئے گی۔ مرزا قادیانی اسی حضرت کو لئے مر گئے۔ محمدی بیکم ان کے نکاح میں آئی اور ندان کے جیتنے میں بیوہ ہوئی۔

اللہ نے روز روشن کی طرح کھلا فیصلہ دے دیا کہ یہ شخص اور اس کی نسبت جعل اور جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ وہ دل کے اندر ہے ہیں جو اس کھلے، صاف اور روشن فیصلہ کو دیکھ کر یا سن کر عبرت نہ لیں اور مرزا قادیانی کے جاں میں پہنچنے رہیں۔ ایسیوں کا انجماد دوزخ کی آگ ہے۔

(۲) غلام احمد قادیانی کی عبرت انکا موت

یاد رہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دو صحاب مولا نا شناہ اللہ امر تسری اور ڈاکٹر میلان

عبدالحکیم خان کے لئے بددعا کی تھی کہ وہ طاغون ہیفہ جیسی مہلک بیماریوں سے مرزا کی زندگی میں ان کے سامنے مرجا نہیں۔ پھر اس بددعا کو اللہ کی طرف سے الہام بتایا اور اس کو اپنے دعویوں کی سچائی کی نشانی قرار دیا کہ اگر یہ اصحاب ان کی زندگی میں نہ مرسیں تو ان کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے مرزا غلام احمد قادریانی کی موت کو ان کے جھوٹ اور فربت کی نشانی بتا دیا۔ ان کی موت نے ان کے تمام دعویوں کو جھلکا دیا۔ مولانا شاۓ اللہ امرتسری اور رضا کش عبدالحکیم خان کے جیتنے ہی ہی، مرزا غلام احمد کی موت ہوئی اور موت بھی مرگی کے دوروں میں اور ہیفہ کے مرض سے ہوئی۔

یہ مقام عبرت ہے تمام قادیانیوں کے لئے جن کو اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں اور دل دیا ہے۔ وہ نبوت کے دعوے دار کے برے انجام سے عبرت لیں۔
بیٹے کی گواہی

مرزا غلام احمد قادریانی کے بیٹے بشیر احمد نے جواب کے دعویوں کو مانے والا تھا لکھا ہے: ”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت سعیؓ موعود یعنی والد صاحب (مرزا قادیانی) کو پہلی وفات دو ران سر اور ہشریا کا دورہ بشیر اقبال کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ کو اتوآیا اور پھر طبیعت خراب ہو گئی۔ مگر یہ دورہ خفیف تھا۔ پھر اس کے پچھے عرصہ بعد آپ ایک دفعہ نماز کے لئے باہر گئے۔ جاتے ہوئے فرمائے گئے کہ آج پچھے طبیعت خراب ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں بھی گئی کہ حضرت صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی ہو گئی۔ چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت سے کہا کہ اس سے پوچھو۔ میاں کی طبیعت کا کیا حال ہے۔ شیخ حامد علی نے کہا کہ پچھے خراب ہو گئی ہے۔ میں پر دہ کرا کر مسجد میں چلی گئی تو آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں پاس گئی تو فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی۔ لیکن اب افاقت ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی اور آسان تک چلی گئی۔ پھر میں تیج مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت طاری ہو گئی۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ خاکسار نے پوچھا اور دوسرے میں کیا ہوتا تھا؟ والدہ صاحبہ نے کہا ہاتھ پاؤں شستہ ہے جو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے پٹھج جاتے تھے۔ خصوصاً گردن کے پٹھے درد، سر میں چکر ہوتا تھا اور اس وقت آپ اپنے بدن کو سہارنیں سکتے تھے۔ شروع شروع میں یہ دورے بڑے سخت ہوتے تھے۔ پھر اس کے بعد کچھ تو دوروں کی ایسی سختی نہ رہی اور طبیعت عادی ہو گئی۔“

(سیرت المهدی حصادول میں ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ نمبر ۱۹)

اسی کتاب میں موت کے دن کا راقعہ یوں بیان کیا گیا ہے:
 ”حضرت سُعیج موسوٰ دو کو پہلا دست کھانے کھانے کے وقت آیا۔.....لیکن کچھ دیر بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک دو دفعہ حاجت کے لئے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا گرماں قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانہ نہیں جا سکتے تھے۔ اس لئے چار پائی کے پاس ہی بیٹھ کر فارغ ہو گئے.....اس کے بعد ایک اور دست آیا اور آپ کو تے آئی۔.....اور حالت دگر گوں ہوئی۔“ (سریت المهدی ج ۱۹ ص ۱۱، روایت نمبر ۱۲)

قادیانی اخبار کی اطلاع

غلام احمد قادریانی کی موت کی اطلاع قادریانوں کے اخبار میں اس طرح شائع ہوئی: ”برادران جیسا کہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے۔ حضرت امامنا مولانا حضرت سعیج مسعود، مہدی معہود مرزا قادریانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسہال کی بیاری بہت دیرے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے تو بڑھ جاتی تھی۔ حضور کو یہ بیاری بہبسب کھانا نہ خضم ہونے کے تھے۔ اس وضھ لا ہور کے قیام میں بھی حضور کو دو تین وضھ پہلے یہ حالت ہوئی تھیں ۲۵ ماہ تاریخ مئی کی شام کو..... پھر اسی بیاری کا دورہ شروع ہو گیا..... اور قریباً اب بچے ایک دست آنے پر طبیعت از حد مکر در ہو گئی..... دو اور تین بچے کے درمیان ایک اور بڑا دست آگیا۔ جس سے بُغ بالکل بند ہو گئی..... ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی گھر سے طلب کیا۔ جب وہ تشریف لائے تو اپنے پاس بلا کر کہا ”مجھے سخت اسہال کا دورہ ہو گیا ہے آپ کوئی دوا جو یز کریں“ علاج شروع کیا گیا۔ چونکہ حالت نازک ہو گئی تھی۔ اس لئے ہم پاس ہی ظہرے رہے اور علاج با قاعدہ ہوتا رہا مگر پھر نہیں واپس نہیں آئی۔“ (اخبار رحمم ۱۸، نومبر ۱۹۰۸ء)

خمر کی شہادت

مرزا غلام احمد قادریانی نے اپنی تحریرات بدواعوں اور پیش گوئیوں میں ہیضہ اور طاعون کو اللہ کا عذاب اور قبر الہی بتایا۔ مرزا قادریانی کا انتقال ہیضہ کے مرض سے ہوا۔ مرزا غلام احمد کے مرید اور خرمیر ناصر نواب نے مرزا قادریانی کی موت کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے: ”حضرت مرزا قادریانی جس رات کو بیمار ہوئے۔ اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سوچا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا۔ جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے خطاب کر کے فرمایا: میر صاحب مجھے دہائی، ہیضہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے ختمیں نہیں فرمائی جس کو درمیان دن وسیعے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔“ (حیات ناصر ص ۱۲)

اے آنکھ والو! عبرت حاصل کرو۔ جس نے دوسروں کو ہیضہ کے مذاب سے ڈرایا اور ہیضہ سے موت کی بددعا کی اور دمکی دی۔ اس کا انعام بیکی ہوا کہ خود اس کا انتقال ہیضہ سے ہوا۔ یہ قدرت کا نیصلہ تھا کہ دنیا بھولے کے انعام کو دیکھ لے۔

(۷) کیا قادیانیوں کو مسلمانوں کا فرقہ سمجھا جا سکتا ہے؟

اکثر غیر مسلم اصحاب پوچھتے ہیں کہ کیوں قادیانیوں کو مسلمانوں ہی کا فرقہ نہیں سمجھا جاتا اور کیوں ان کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ وہ مسلمانوں کا کلمہ ہی پڑھتے ہیں۔ قرآن کو اللہ کی کتاب سانتے ہیں اور رسول ﷺ پر پایمان رکھتے ہیں۔

پہلا جواب تو یہ ہے کہ جب قادیانی، مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں تو انہیں کوئی حق باقی نہیں رہتا کہ خود کو مسلمانوں کے ایک فرقہ کی دعیت دینے کی کوشش کریں۔

پہلے غلام احمد قادیانی کا موقف یہ تھا کہ ان کا دعویٰ چونکہ نبی شریعت لانے اور جاری کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ شریعت محمدی کی اباجع کا ہے اس لئے مثلیں تھیں کیا سچ موعود ہونے کے ان کے دوے سے انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنے اس موقف کا اظہار ذیل کی تحریر میں کیا: ”ابتداء سے میرا بھائی نہ ہب ہے کہ میرے دوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدید لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے سوا اور جس قدر محدث ہیں گوہ کیسے ہی جتاب الہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلوت مکالمہ الہی سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔“

(تربیت القلوب ص ۱۳، جز ائم ج ۱۵ ص ۳۳۲)

اپنے ان دعوؤں اور پیش گوئیوں کی طرح اس موقف پر مرتضیٰ قادیانی قائم شرہ سکے اور کچھ ہی حصہ بعد موقوفہ بدلت کر کہایا کہ اس کے دعوؤں کا ماننا واجب ہے۔ انکار کرنے والا قیامت میں جواب دہ ہوگا۔ اس اتنا ہی موقف رکھا اور انکار کرنے والے کو کافر کہنے سے پس و پیش کیا۔

موقف یہ تھا: ”میں خدا کا ظلی اور برہوزی طور پر نہیں ہوں اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے اور سچ موعود ماننا واجب اور ہر ایک جس کو میری تلحیخ پہنچ گئی ہے۔ گوہ مسلمان ہے مگر مجھے اپنا حکم نہیں تھہراتا اور نہ مجھے سچ موعود مانتا ہے اور نہ میری وہی کو خدا کی طرف سے جاتا ہے وہ آسمان پر قابل مواخذہ ہے۔ کیونکہ جس امر کو اپنے اپنے وقت پر قول کرنا تھا، رہ کر دیا۔“

(تکفہ الندوہ، ص ۴، جز ائم ج ۱۹ ص ۹۵)

یہ موقف بھی زیادہ دن قائم نہیں رہا۔ کچھ تحریک عرصہ بعد یہ اعلان ہوا کہ جو غلام احمد قادریانی کی نبوت پر ایمان نہ لائے اور ان کو صحیح موعود نہ جانے والے کافر ہے۔ ظاہر ہے اگر یہ اس پر مطمئن نہیں ہو سکتے تھے کہ چہار کو منسوخ کرنے والا صرف نزول وی اور صحیح موعود ہونے کا دعویٰ کر کے اپنی بات کو مسلمانوں کی مرضی پر چھوڑ دے کر وہ مانیں یا نہ مانیں۔ اگر یہ تو چاہئے تھے کہ چہار کی منسوخی کو اتنے شدید کے ساتھ پیش کیا جائے کہ اس کو تلیم نہ کرنے والے کو فرمیں جتنا ہونے اور جھپٹی ہونے کا خوف پیدا ہو اور غلام احمد قادریانی کی طبیعت اسی "مانو یا نہ مانو" والی نبوت پر رکنے والی کہاں تھی۔ نفیت یہی کہ خدا کے دعوے تک نہیں پہنچی۔ چنانچہ پھر موقوفہ بدلا۔ اب اعلان ہوا: "جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا..... اور مجھ کو باوجود صد ہاشمیوں کے مفتری شہر اتا ہے تو وہ مومن کیوں نہ کر ہو سکتا ہے۔" (حقیقت الحق ص ۱۶۳، خزانہ حج ص ۲۲۸)

مرزا قادریانی نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ کسی مسلمان کے پیچے نماز نہ پڑھیں۔ لکھا: "پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پڑھام ہے اور قلعی حرام ہے کہ کسی مکفر یا مکذب یا مترد کے پیچے نماز پڑھو بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔"

(اربعین نمبر ۲۸، خزانہ حج ص ۲۹۷)

مرزا قادریانی نے ۱۶ اگر جون ۱۸۹۹ء کو اشتہار چھاپ کر تقسیم کروایا کہ یہ الہام ہوا کہ: "جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جھپٹی ہے۔" (مجموعہ اشتہارات حج ص ۲۵)

غلام احمد قادریانی نے اپنی نبوت کا انکار کرنے والوں کے لئے ایک گردی ہوئی زبان استعمال کی جس کی ایک سلیم الطبع شخص سے موقع نہیں رکھی جاسکتی۔ کہا: "مگر بدکار رہبوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگادی ہے، وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔"

(آنینہ کمالات اسلام ص ۵۲۸، خزانہ حج ص ۵۲۸)

ایک اور جگہ لکھا: "یہ جو ہم نے دوسرے مدعاوں اسلام سے قطع تعلق کیا ہے۔ اول تو یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریاضتی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ کے ہیں اور ان لوگوں کو ان کی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت میں ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ محمد اور تیازہ و دو وہ میں بگڑا ہوا دو دھڑاں دیں جو سڑ گیا اور جس میں کھڑے پر گئے ہیں۔"

قادیانی اصحاب کو بڑا خصہ اس پر ہے کہ رابطہ عالم اسلامی نے اور حکومت پاکستان نے انہیں غیر مسلم قرار دیا۔ بلکہ پاکستان میں یہ پابندی بھی لگادی گئی کہ وہ اپنی عبادت کا ہوں کاتا نام مسجد نہ رکھیں۔ قادیانی ان احکامات پر اور مسلمانوں کے فرقوں سے خارج قرار دیئے جانے پر بڑے بے میل و مضر بہبود میں بھرے ہوئے ہیں۔ جب وہ صحیح الحقیدہ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور ان کا ”تینی“ مسلمانوں کو، رہنگاروں کی اولاد، اور سزا ہوا کیڑے پر ادا دو دہ کہتا ہے تو پھر یہ قادیانی کیوں خود ان ہی شاخ یا ان ہی کافر قرقہ قرار دیئے جانے کا مطالبہ کرتے ہیں؟ جب کہ آج بھی تمام قادیانیوں کا عقیدہ یہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور صحیح موعود نہ مانئے والا کافر اور خارج از اسلام ہے۔

خلیفہ قادیان کا مشہور اعلان ہے: ”کل مسلمان جو حضرت صحیح موعود کی بیت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت صحیح موعود کا نام بھی نہیں سنایا، کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج۔“ (آئینہ صداقت ص ۲۵)

اس خلیفہ قادیان نے یہ بھی واضح تکہ کہ: ”آپ نے (یعنی مرزا قادیانی) اس غرض کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے، گرفتار ہٹلیں اسے لئے اس بیت میں توقف کرتا ہے، کافر نہ ہے۔ بلکہ اس کو بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا۔ لیکن ابھی بیت میں اسے کچھ توقف ہے، کافر نہ ہے۔“ (شمیز الاذہان ج ۲، ۱۹۱۱ء میں ۱۹۱۱ء)

جب مرزا قادیانی، تمام مسلمانوں سے قطع تعقیل کو اپنا الہام قرار دیتے ہیں اور ان کے خلیفہ سب مسلمانوں کو کافر کرنے پڑتے ہیں۔ تو اسی صورت میں غلام احمد قادیانی اور قادیانی فرقہ کو غیر مسلم اور خارج از اسلام قرار دینا ہی صحیح طریقہ کار ہے۔

قطعنی جواب

دوسرا، صحیح اور قطعنی جواب یہ ہے کہ چونکہ قادیانی رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے مذکور ہیں یعنی یہ کہ قادیانی اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ رسول ﷺ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس لئے وہ خارج از اسلام، غیر مسلم، کافر اور جہنمی ہیں۔

یاد رکھو انہوں کے دعویدار کی جھوٹ سے اس کی نبوت کا ثبوت ماننا بھی گناہ ہے۔ کیونکہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا کہ رسول اکرم محمد مصطفیٰ احمد مجتبی ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اللهم! صلی علی سیدنا مولانا مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمدوبارک وسلم!

آسمانی کرٹک



حضرت مولانا ابوالبیان محمد داؤد سپوری عَلَیْهِ السَّلَامُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

التوطئة

حشر تک شمع شریعت تو رہے گی روشن
جل کے ہو جائیں گے ہاں اخاک بھانے والے

آج دین و نہب مصائب کے زندھے میں ہے۔ لکھن اسلام پامال خداں ہونے کو ہے۔ دنیاوی انتلاکا سلسلہ منازل ترقی پر ہے۔ مسلمان صعوبتوں اور کلقوتوں کے آماجگاہ بننے ہوئے ہیں۔ اطمینان وطمأنیت قلبی سے محروم پڑے ہیں۔ حادث و سوانح، مصائب و آلام کے ہدف بننے ہوئے ہیں۔

دنیا ان کے تباہ و بر باد، غیست و نابود کرنے میں سایگی و کوشش ہے۔ ان کی خلافت، معاندت اور خاصت میں کوئی دیقانہ فروغ نہ کرتی۔ غرضیکہ ہر سوت، ہر رجہت، ہر طرف سے ان پر مصائب کے ابراثوت پڑے ہیں اور ان کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ زبان حال سے پکارتے پھرتے ہیں:

آنندیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار، میں چلاں ہائے دل

مگر پھر بھی یہ ان حادث و وقائع سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے نہب، اپنے دین اور اپنے آئین کے مقدس، بطریق اور مسلم اصولوں سے ہے۔ بہرہ اور غافل پڑے ہیں اور اپنے اہم نہایت فراغض کو فرا موش و نیا منہما کئے بیٹھے ہیں۔

مصائب و آلام نہب سن کر ان کے قلوب بے قرار اور ان کی جسم اکابر نہیں ہوتیں۔ کمال اسلام کا زوال اور نور اسلام کا انطافاء ہوتا ہے۔ مگر یہ آنکھ نہیں کھولتے۔ ان کی چتوں نہیں بگزتی اور ان کے تیور میلے نہیں ہوتے:

وائے برماء دائے برحال ۱
کفرداروں عار بہ اسلام ۱

نی الحیقت ایام موجودہ، اہل اسلام کی غفلت اور نادانی کی یوں قلوں کے لئے یادگار رہیں گے کہ جن میں بعض نام نہاد مقدس مسلمانوں نے بخشن اپنے حصول مفاد ذاتی کی خاطر اسلام اور قرآن کریم کی اشید شدید علائیہ بے حرمتی میں کوئی کسر ادا نہیں رکھی۔ غیروں کو کیا کہئے۔ ان سے

تو قعہ کیسی تھی۔ مگر اسے کیا سمجھنے کر حیات کی اس کلکش جدیدہ میں ہمارے اپنے ہاتھوں بخش کی
تپش آخربی کو معلوم کرنے کے لئے گلوگیر ہیں:

دل کے پھپھو لے جل اٹھے بینے کے داغ سے
اس گمراہ کو آگ لگ گئی، گمراہ کے چماغ سے

مرزا قادیانی اور ان کی دخراش و جگرسوز کتب کو ملاحظہ کیجئے جن میں سوائے تو ہیں انہیاں
کرام و تذلیل مشائخ عظام و علیمین علماء کے اور کچھ نہیں پایا جاتا۔ پہلی ایسا واقعہ ہے کہ جس سے ہر
مؤمن تنفس کے قلب کے اندر غم و ملاں اور حزن و اقامت کی بھیان سکلیں گی اور ان کا ہواں اس کے
لئے باعث افزونی عذاب جہنم ہوتا رہے گا:

آہ جو دل سے خالی جائے گی
کیا سمجھتے ہو، کہ خالی جائے گی

بڑے بڑے صاحبان سلطنتِ دینِ عالمِ عقل و اوراک، فہم و تدبیر نے اسلام کو تزلیل
پہنچانے میں آراء و خیالات ظاہر کئے اور اس کو نیست و نابود کرنے کے لئے غافلہ فلک پاش اور
ظفہ زرولہ آفرین کے ساتھ اس کی برہادی کی تجوادیز مخفیہ کی تائید کی اور سی میں کوئی دقتہ
فرمود کہ اشتہنیں کیا۔ مگر اس کا بال تک بیکار کر سکے۔ تو یہ بے چارے مرزا قادیانی ان کے مقابلہ
میں کیا، ہستی رکھتے ہیں؟

جب مسیلہ کذاب جیسے مدی نبوت جس نے آنحضرت ﷺ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا
اور عرصہ قلیل ہی میں ایک لاکھ سے زائد اس کے ہیرو ہو گئے۔ اس کی یہ حالت ہوئی کہ مسلمانوں
کے ہاتھ سے قتل ہوا اور آج دنیا میں اس کا کوئی نام لیوا باتی نہیں۔ تو یہ مرزا قادیانی اس کے آگے
ہیں کیا جیز؟

بہر حال اس پر سکوت و خاموشی سے کام لینا موزوں اور مناسب نہ سمجھا اور ضرورت
محسوس ہوئی کہ اس کی سرکوبی اور دفعیہ کیا جائے تاکہ عوام کے اعتقاد اس کی مواد فطرت کی ہوا کہ
اور جہالت کے بخارات سے متعفن اور گندے نہ ہونے پائیں:

نہ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم یوں فریاد کرتے
نہ کھلتے راز سربست نہ یہ رسوائیاں ہوں

چونکہ مرزا قادیانی صاحبان عوام کو دام تزویر میں لانے کے لئے مرزا قادیانی کی صداقت
میں قرآن شریف کی آیات یا احادیث سے معیار پیش کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی ابتداء انہی مخالفت کی تردید کی جائے۔ کو مخالفت ہمیشہ پچھے نہیں کے لئے ہو اکرتے ہیں اور جھوٹے اور کاذب ہم کے لئے نہیں ہوتے۔ تاہم جواب دہنی کی خاطر ان معیاروں کی تردید کر کے انہی پر کہ کرمزا قاویانی کی ثبوت، محدودیت، مہدویت اور سیاحت کا ناظرین کے روپ و روزگار از بام کیا جائے گا۔ جو منصف مراجع کے لئے کافی اور طالب حق کے لئے وافی ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

یاد رہے کہ اس کتاب میں چھ ابواب ہیں۔ جن کی تفصیل کے لئے فہرست مضمونیں
طاہر ہو۔

باب اول

مرزا ای صاحبان کی طرف سے مرزا قاویانی کے صدق میں پیش کردہ معیار اور ان کی تردید:
پہلا معیار اور اس کی تردید

سب سے بڑا معیار جو مرزا ای صاحبان مرزا قاویانی کی صداقت میں پیش کیا کرتے ہیں اور جس پر ان کو ناز ہے، وہ یہ ہے۔ ”فمن اظلم ممن افترى على الله كذبا او كذب بيأته انه لا يفلح الظالمون“ (اُس سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر جمیٹ
ہائے۔ یا اس کی آیات کو جھٹائے۔ اس میں شہنشہیں کہ ظالم فلاخ نہیں پائیں گے۔) آیت بالا سے یہ امر ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ اگر مرزا قاویانی فی
الحقیقت کاذب ہوتے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر افتراض ہائے، اگر وہ دعویٰ ثبوت میں بطلان پر
ہوتے۔ اگر ان کا یہ قول کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی مبعوث ہو کر آیا ہوں، جمیٹ ہوتا، تو ان
کو دنیا میں ہر گز فلاخ و کامیابی نصیب نہ ہوتی۔

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ (۱) کیا کامیابی سے مراد زیادہ دریکھ زندہ رہنا
ہے؟ (۲) یا کامیابی سے مراد جماعت تحریکیں کا زیادہ بڑھ جانا ہے؟ (۳) یا کامیابی سے مراد
اموال و اولاد کا زیادہ ہو جانا ہے؟

ہاں! اگر کامیابی سے مراد زیادہ دریکھ زندہ رہنا ہے، تو بتائیے کہ فرعون جس نے
۴۰۰ برس تک حکومت کی اور اس کے عروج و فرور کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ ”قال انسار بكم
الاعلى“، کہہ کر خدا ای تک کا دعویٰ کرو یا۔ قرآن اس پر شاہد ہے۔ لیکن اس سرکشی، اس افتراض
پر اجازی، اس بغاوت، اس مطلق العنایی اور اس ظلم کے باوجود وہ ایسا کامیاب رہا کہ اس کی نظر و نیا

میں نہیں ملتی۔ چار سو برس تک حکومت کی اور اس مدت و راز اور عرصہ طویل میں اس کو بخار تک نہ آیا۔ ہر طرح کی فضانی خواہشات اور ہر طرح کی دلی مرادیں پوری ہوئیں۔ ایسے مفتری، ایسے کاذب، ایسے گراہ اور ایسے نافرمان کو تو ایک منٹ، ایک ساعت، ایک لمحہ اور ایک آن واحد کی مهلت نہیں دینی چاہئے تھی۔ اس کو کیوں اتنی مهلت ملی اور کیوں اتنا موقع دیا؟

قرآن شریف بھی اس کو پکار پکار کر کہتا ہے: ”وَقَدْ خَابَ مِنْ افْتَرَى“ کہ وہ ٹوٹے، گھائے اور نقصان میں رہا۔ تو معلوم ہوا کہ کامیابی اور قلاج سے مراد زیادہ دریتک زندہ رہنا ہرگز ہرگز نہیں۔

فرعون نے مخلوق سے اپنی خدائی منوار کر غلق کو گراہ کیا۔ اس کی گرامی ایک کاذب اور جھوٹ ملہم کی گواہی سے لاکھ حصہ زیادہ ہے۔ کیونکہ اس نے تو منعم اصلی اور خالق حقیقی کے ساتھ زور و شور سے مقابلہ کیا۔ مگر اس تھار کی آتش غضب نے ایسے مفتری اور ایسے کاذب کو چار سو برس کی مهلت دی۔ پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ایسا سخت مجرم، گراہ کرنے والا تو جلد ہلاک نہ ہو اور جھوٹا مدعی الہام جلد ہلاک کیا جائے۔ اسے کوئی عقلی سلیم ہادر نہیں کر سکتی۔

اس کو چھوڑ دیئے، صالح بن طریف کی طرف دیکھئے۔ اس نے دعویٰ نبوت کے ساتھ مہدویت کا بھی دعویٰ کیا اور سنتا لیں برس حکومت اور نبوت کی اور پھر یہ کہہ مر نہیں گیا۔ بلکہ تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ اس عرصہ کے بعد مشرق کی جانب چلا گیا اور کہا کہ تھاری ساتوں پشت کا جو ہادشاہ ہو گا۔ اس وقت میں لوٹ کر آؤں گا۔ لاحظہ ہو: ”کان ظہور صالح هذا فی خلافت هشام ابن عبدالملک من سنة سبع وعشرين من المات الثانية من الهجرة ثم زعم انه المهدی الاکبر الذی یخرج فی اخر الزمان وان عیسیٰ یکون صاحبه ویصلی خلفه الخ (تاریخ ابن خلدون ج ۶ ص ۲۰۷)“ ھی لیکن اس نے ۱۷۴ھ میں دعویٰ نبوت کے بعد یہ کہا کہ میں مہدی اکبر ہوں جو آخر وقت میں ظہور کریں گے اور صلی علیہ السلام ان کے ہمراہ ہوں گے اور ان کے پیچے نماز پڑھیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ تمدنی نبوت تھا۔ اس کو کیوں اتنی مهلت ملی۔ تو معلوم ہوا کہ کامیابی سے مراد زیادہ دریتک زندہ رہنا ہرگز گرقطی طور پر نہیں۔

ہاں! اگر کامیابی اور قلاج سے مراد تجویں کا زیادہ ہوتا ہے۔ تو بتائیے کہ مسیلمہ کذاب جس نے آنحضرت ﷺ کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا اور قلیل عرصہ ہی میں ایک لاکھ سے زائد اس کے مقابلہ میں گئے اور مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کی جانب ایک بہت قلیل تعداد تھی۔ تو کیا وہ

نی تھا۔ کیا وہ رسول برحق تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ کاذب و مفتری تھا۔ تو معلوم ہوا کہ کامیابی سے مراوی تبعین کا بڑھ جانا ہرگز نہیں۔

دوسرے احادیث ہیں یہ تلاوتی ہیں کہ دنیا شاید ایسے نبی بھی مسجوت ہوئے جن پر ایک بھی ایمان نہ لایا اور کتنی ایسے بھی آئے کہ ان پر ایک یادو ایمان لائے۔ چنانچہ احادیث ذیل سے خوب و اشیع اور امیر من الفتن ہو جائے گا۔ غور سے ملاحظہ ہو۔

”لَمْ يَصُدِّقْ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا صَدَقَ وَانْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا يَصُدِّقُهُ
مِنْ أَمَةٍ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ (صحیح مسلم)“ (حضور فرماتے ہیں کہ جس قدر لوگوں نے مجھے مانا کسی نبی کو نہیں مانا، اور بعض انبیاء ایسے گزرے جنہیں ایک ہی شخص نے مانا۔)

دوسری حدیث میں ہے کہ: ”عرضت علی الام فرائیت النبی و معه الرجل والرجلان والنبوی ليس معه احد (مسلم ۲)“ آپ فرماتے ہیں کہ کشفی حالت میں میرے سامنے انبیاء علیہم السلام کی اشیں ہیں کی گئیں۔ میں نے ذیکھا کہ بعض انبیاء کے ہمراہ چڑا دی ہیں اور بعض کے ہمراہ دو ایک ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے ہمراہ ایک اتنی بھی نہیں۔

ایک اور حدیث میں وارو ہے کہ ”خرج رسول الله ﷺ يوم ف قال عرضت على الام فجعل يمر النبي و معه الرجل والنبوی ومعه الرهط والنبوی وليس معه احد (بخاری۔ مسلم)“ (ایک روز آنحضرت ﷺ تحریف لائے اور فرمایا کہ انبیاء کی اشیں مجھ پر پیش کی گئیں۔ میرے سامنے سے ایک نبی گزرے ان کے ہمراہ ایک نبی اتنی تھا دوسرے نبی گزرے ان کے ہمراہ دو اتنی تھے۔ ایک اور گزرے ان کے ہمراہ چند اتنی تھے اور بعض نبی ایسے گزرے کہ جن کے ہمراہ ایک اتنی بھی نہیں تھا۔)

علاوه ازیں قرآن شریف بھی کوئی دعا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پر باوجود قربیا ایک ہزار برس تکنیک کے بہت تھوڑے اور قلیل تعداد میں ایمان لائے۔ ”وما امن معه الاقلیل“ اب تو یہ بات کافی پایہ ثبوت کوئی کمی کہ کامیابی سے مراوی تبعین کا بڑھ جانا ہرگز نہیں اور اس سے یہ مراد یہا نہ نہ نہ بالله قرآن اور حدیث کے خلاف حقیدہ رکھنا اور ان انبیاء کی نبوت سے انکار کرنا ہے۔

سوم..... اگر کامیابی سے مرا داموال اور اولاد کا زیادہ ہونا ہے۔ تو یہ خیال قطعی غلط اور سراسر لغو اور بیرون ہے۔ کیونکہ یہ احادیث نبویہ اور تصویں قرآنیہ تو جس چیز پر لعنۃ و پھکڑا بیک رہی ہوں

اس کے حصول کو فلاح اور کامیابی سمجھا جائے۔ معلوم ہوا کہ کامیابی سے مراد دینوی فلاح اور دینوی کامیابی ہرگز نہیں بلکہ اس فلاح سے مراد فلاح اخروی ہے۔ قرآن شریف بھی متعدد جگہ اس امر کی خوبی زور سے توضیح و تصریح اور تائید کرتا ہے۔ جیسے ”العاقبة للمتقین“ لہذا اس کو مرزا قادریانی کی صداقت کا معیار تھا اور عوام انس کو دھوکہ اور فریب دینا اور صوص قرآنیہ کے معانی کو بگاؤٹا ہے:

دام تزویر ہمارکما ہے، قرآن کریم
کارافانہ حدیثوں سے لیا کرتے ہیں

دوسرے معیار اور اس کی تردید

دوسرے معیار جس کے تعلق مرزا کی حضرات دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ اس کا جواب غیر ممکن ہے، وہ یہ ہے: ”لَوْتَقُولُ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَا خَذَنَنَا“ بالیعنی ثم لقطعنا منه الوتين، فما منكم من أحد عنده حاجرين“ یعنی اگر یہ تغیر ہمارے ذمہ کجھ (جمولی) باقیں لگادیتے (یعنی جو کلام ہمارا نہ ہوتا، اس کو ہمارا کلام کہتے اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے) تو ہم ان کا داہنا تھہ پکڑتے تو پھر ہم ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے، تو پھر تم میں کوئی ان کا اس مزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا۔

آیت بالا سے یا مریابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ جھوٹا مدعی نبوت تھیں بر سیں تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ اس طرح کہ آخرت علیے اصلوۃ والسلام نے چالیس بر سی عمر میں دعویٰ نبوت کیا اور تریسہ بر سی کی عمر میں آپ نے وفات پائی لہذا یہ زمانہ نبوت جو تھیں بر سی بنتے ہیں۔ پچھے نبی کے لئے معیار صداقت ہوئے۔ یعنی اگر کوئی شخص دعوے نبوت کرے اور پھر تھیں بر سی تک اس کی نبوت کا زمانہ رہے، تو وہ صحیحی ہو گا۔

یہاں پر آیت کے معنی اللہ پلٹ کر کے ایسے من گھر مرضی موافق مفہوم کالا گیا ہے جس کو کوئی ذی عقل، سلیم الفلترت ماننے کے لئے تیار نہیں۔

سب سے قبل ہم یہ کہتے ہیں کہ ”تَقُولُ“ کی ضریب آخرت کی طرف رانی ہے۔ یقینیہ تھی ہے۔ بلکہ نہیں۔ مگر اس سے نبی بالعلوم کیوں مراد لیا جاتا ہے؟

ہاں اگر فرض ہا الحال نبی بالعلوم مراد لیا گئی جائے تو پھر ضروری ولابدی ہے کہ پہلے چاہی ہو تو پھر جمتوں بولے تو پھر خدا تعالیٰ اس کو جلد ہلاک کر دیتا ہے۔ مرزا قادریانی پچھے نبی نہیں تھے لہذا ہلاک نہیں ہوئے۔

و دسرے یہ کہ آیت مذکورہ بالا تو آنحضرت ﷺ کی صداقت کا بڑے زور سے انہمار کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ غیر ممکن ہے کہ نبی جھوٹ بولے۔ کیونکہ امر حال کے لئے آتا۔ یعنی یہ امر حال ہے کہ نبی جھوٹ بولے۔ جیسے ”لوكان فيهم الله الا الله لفسدتا“ یعنی یہ امر حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور خدا بھی ہو۔

نیز یہ معیار بوجوہ ذیل الخواض ادبوئی علی الکذب ثابت ہوتا ہے۔

اول جب آیت کا مطلب یہ ہے کہ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے۔ تو تجسس برس کی حدت معیار صداقت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ تجسس برس سے کچھ کم حدت مثلاً بائیس برس اور چند مینے کو کوئی ذی شعور جلدی نہیں کہہ سکتا۔

دوسرم جن سچے نبیوں کی صداقت کا زمانہ تجسس برس سے کم ہے۔ وہ حضرات بھی سچے ثابت نہیں ہو سکتے۔ (نحوہ بالشمنہ)

سوم جب آیت کے معنی کی صحت آنحضرت ﷺ کی وفات پر موقوف ہے تو قبل وفات آیت کے صحیح معنی معلوم نہیں ہو سکتے اور اس سے لازم آتا ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے آیت کے صحیح معنی نہیں سمجھے ہوں۔ (نحوہ بالشمنہ)

چہارم جب یہ آیت آنحضرت کی نبوت کی صداقت ثابت کرنے کے لئے استدلال آپشیں کی گئی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نبوت کی صداقت کا ثبوت نبی کی زندگی میں ہونا چاہئے اور جب اس کے معنی کی صحت آپ کی وفات پر موقوف ہے۔ تو پھر آپ کی زندگی میں صدق نبوت کی دلیل کو کوئی ہو سکتی ہے؟ اور آپ نے یہود و نصاریٰ وغیرہ مخالفین کے مقابلے میں اس کو کیوں کہر پیش کیا؟

اس کے علاوہ ان کے بطلان کا سب سے بڑا ثبوت ہمارے پاس یہ ہے کہ ہم کئی جھوٹے مدعی ثبوت دیکھتے ہیں کہ جنہوں نے تجسس برس سے کہیں زیادہ نبوت کی۔ صالح بن طریف کی طرف دیکھ لیجئے کہ سینا لیس برس نبوت اور حکومت کی۔ تاریخ ابن خلدون کے درج میں کہ ملاحظہ کر لیجئے کہ اس کو کتنی کامیابی فصیب ہوئی۔ تو کیا وہ مرسل من اللہ تھا؟ کیا وہ سچا رسول تھا؟ اس معیار کے مطابق تو اس کو چنانچہ پڑھے گا ورنہ آپ کا معیار فقط اور لغو ہو گا۔

ہاں! اگر یہ کہا جائے کہ تاریخ پر اعتبار نہیں، تو میں کہتا ہوں کہ مرزاق ادیانی ہمیشہ تاریخی ثبوت پیش کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ کسی کی قبر شمیر میں ثابت کرنے کے لئے اسی من گھرست اور غیر معتبر تواریخ کے حوالے دیتے رہے ہیں کہ الامان الامان!

میں دعوے سے ڈگن کی چوت پر کہتا ہوں کہ کوئی مرزاقی اس بات کو ہرگز ہرگز ثابت

نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ بات آقاب نہ روز کی طرح روشن ہو گئی کہ تجسس برس کی مدت کا معیار صداقت ہوتا پاکل غلط ہے اور آنحضرت ﷺ کا دعویٰ وحی کے بعد تجویزی مدت بھی سلامت با کرامت رہنا آپ کی صداقت کے اثبات کے لئے کافی دادوں ہے۔ تجسس برس کی مدت کی ہرگز ضرورت نہیں اور یہ آمت عام نہیں ہو سکتی بلکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے یا پچ رسولوں کے ساتھ۔

باقی روی یہ بات کہ جس دعا کے ثابت کرنے، جس مطلب کو برلانے اور جس مقصد کے پورا کرنے کے لئے تجسس برس کی شرط لگا کر اس معیار کو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بھی پورا نہیں ہوتا۔ مرزا قادیانی نے تو ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا۔ (دیکھئے کتاب حقیقت المودة مرزا محمود صاحب ص ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳) اور ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔

لیجئے! اب تو آپ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق ہی مرزا قادیانی کاذب ہو گئے اور آپ کی یہ کوشش، یہ سمجھی، یہ چالاکی، یہ فریب دہی ضائع اور رانیگاں ہو گئی۔ ”والحمد لله على ذالك“

بتائیے! اب بھی اس کے خلط مانے سے آپ کو انکار ہے؟ اب تو مجبوراً آپ کو ستریم ختم کرنا پڑے گا۔ مگر ہاں:

اس لئے وصل کا انکار ہے، ہم جان گئے
تنا نہ سمجھے کوئی، کیا جلد کہا مان گئے

تیرا معیار اور اس کی تردید

تیرا معیار جس کو مرزا قادیانی کی صداقت کی زبردست دلیل سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے: ”فَإِن لَمْ يَسْتَجِيبُوا لِكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَنْزَلْتُ بِعِلْمِ اللَّهِ“ (عن اگر مکرلوگ اس اعجازی کلام کا مقابلہ نہ کر سکیں تو اے طالبان حق جان لو کہ یہ علم الہ سے ظاہر ہوا ہے۔)

اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت ﷺ نے قرآن شریف کے مقابلہ اور معارضہ کے لئے دنیا کو جیتنے دیا اور دنیا اس کے مقابلہ سے عاجز آگئی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی مقابلہ اور معارضہ کے لئے اپنا قصیدہ اعجاز یہ پیش کیا اور لوگوں نے اس کا جواب نہ دیا لہذا یہ مرزا قادیانی کی صداقت کی دلیل ہے۔

اول تو ہم یہ کہتے ہیں کہ قصیدہ اعجاز یہ کو صداقت کی دلیل قصور کرنا ایک زبردست خلطی

ہے۔ کیونکہ یہ قرآن کریم کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن شریف توہاً واز بلند پکار کر کہتا ہے کہ: ”وَمَا عَلِمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ“ (فہرست) ان نے ان کو شعر سمجھایا اور ان کے مزماں ہے۔ ۴ دوسری جگہ: ”وَمَا هُوَ بِقُولِ شَاعِرٍ“ (یہ قرآن شریف کی شاعر کا قول نہیں ہے۔) ۵ قرآن شریف تو کئی جگہ اشعار کی ذمۃ کرتا ہے۔ مگر ادھر اعجازی کلام کو اشعار میں پیش کیا جاتا ہے۔ جو صریح قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف ہے الہام رزا قادری کے پیش کردہ اعجاز کا اشعار میں ہونا اس کے بطلان کی سب سے بہلی زبردست ولیم ہے۔

اچھا! اس سے بھی قطع نظر کجھے۔ اب ذرا غور سے دیکھئے کہ مرزا قادری نے اس قصیدہ کے جواب کے لئے کیسی کڑی اور اہم شرائط پیش کی ہیں۔ جو انسانی اور بشری طاقت سے ہالاتر ہیں۔ لکھتے ہیں:

۱..... ”اب ان کی اصلی میعاد ۲۰ روپبر سے شروع ہوگی۔ پس اس طرح پر دس دسمبر ۱۹۰۲ء کو اس میعاد کا خاتمه ہو جائے گا۔ پھر اگر میں دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کے دسویں کے دن کی شام تک ختم ہو جائے گی۔“ (ضیغمہ نزول الحج ص ۹۰، فراہن حج ص ۲۰۵)

۲..... ”یہ شرط ضروری ہے کہ جو شخص بالمقابل لکھے، وہ ساتھ ہنی اس کا اردو ترجمہ بھی لکھے۔ جو میری وجہات کو توزیع کے۔ جس کی عبارت ہماری عبارت سے کم نہ ہو۔“ (ضیغمہ نزول الحج ص ۸۹، فراہن حج ص ۲۰۲)

۳..... ”مگر چاہئے کہ میرے قصیدہ کی طرح ہر ایک بیت کے نیچے اردو و لکھنی اور مجملہ شرائط کے اس کو بھی ایک شرط سمجھ لیں۔“ (ضیغمہ نزول الحج ص ۹۰، فراہن حج ص ۲۰۲) پہلی شرط کی رو سے جواب کے لئے صرف میں دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ چونکہ مرزا قادری کو اپنی بھروسہ اور اعجاز کی پوری حقیقت معلوم تھی اور دل میں خائف تھے اور محارضہ کے خیال سے ترنتے تھے، ان کا دل وہر کتاب تھا اور ہمیشہ اس کے جواب کا خوف دا من گیر رہتا تھا الہام رزا کڑی شرط پیش کی کہ تھوڑے کئے کوئی لکھنے کی جرأت نہ کرے۔ اس پر ہی بس نہیں۔

دوسری شرط میں یہ کہہ دیا کہ عبارت بھی ان سے کم نہ ہو۔ اگر کوئی منفرد عبارت میں ان کے وجہات کو توزیع کے تو مرزا قادری کے فہم سیم کے موافق اس کا جواب نہ ہوگا۔

تیسرا شرط میں تو غصب ڈھایا، کہا کہ اردو ترجمہ بھی نیچے ہونا چاہئے۔ اگر کوئی شخص تین السطور نہیں، بلکہ حاشیہ پر ترجمہ لکھ دے تو مرزا قادری کے شرائط پورے نہ ہوئے۔

اب آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ بیت کے نیچے اردو ترجمہ کا لکھنا بھی کوئی اعجاز کی شان

ہے اس حواس پا خلیٰ کا کیا تمکھا نایہ ہے مرزا قادریانی کا فلسفہ۔

اب ذرا قرآن کریم کا اعجاز بھی ملاحظہ ہو کہ کس زور سے بلا شرط چلنے دیا جاتا ہے:

”وَانْ كُنْتُمْ فِي رِبِّ مَسَايِّرٍ لَنَا عَلَى عَبْدِنَا فَاتَوا بِسُورَةٍ مِنْ مُثْلِهِ
وَادْعُوا شَهِداً مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، فَإِنْ لَمْ تَفْعُلُوا وَلَنْ تَفْعُلُوا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحَجَرَةُ أَعْدَتْ لِلْكَافِرِينَ“

﴿یعنی جو ہم نے اپنے بندے مجھے ﷺ پر قرآن اتارا ہے۔ اگر تم کو اس میں تک ہو اور
یہ سمجھتے ہو کہ یہ کتاب خدائی نہیں بلکہ آدمی کی بنا تھی ہوئی ہے اور اپنے اس دعوے میں اگر پچے ہو تو
اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور اللہ کے نواجوں تھاری حمایت کو آموجہ ہوں ان کو بھی بلا
لو۔ پس اگر اتنی بات بھی نہ کر سکو اور یقیناً ہرگز نہ کر سکو گے۔ تو دوزخ کی آگ سے ڈر جس کا
ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور وہ مسکریں کے لئے دھکی دھکائی ہے۔﴾

ان آیات سے چد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱..... اس کے مخاطب تمام خلقِ انسان ایلی یوم القیام ہیں۔ اسی وجہ سے معارضہ کے لئے
آئندہ کا بھی اعلان ہے۔

۲..... جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا (ان) یعنی قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں۔ بندہ
پیغامبر ای محفل ہے۔ نہ کھا، نہ پڑھا اور نہ کسی کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب کو سبق کے لئے نہ
کیا۔ بخلاف اس کے تم سب پرانے مشاق، لکھنے، پڑھنے، میدان فصاحت و بلافافت کی اعلیٰ
شہسواری کے مدھی ہو اور سبکی تھہار سر ما یہ نہ ہے۔

۳..... قرآن کا مثل لانا تو ایک بڑی بات ہے۔ لو ایک سورت ہی بنا لاؤ؟

۴..... تم اسکے نہیں، بلکہ خدا کے سوا اپنے تمام مددگاروں سے اس میں مددلو۔ دوسرا آئت
میں ہے کہ جن و انس دنوں میں کراس کے معارضہ کے لئے اجتماعی قوت سے کام لیں۔

۵..... اگر پچھے ہو، تو معارضہ کرو، اور جھوٹے ہو تو گھر بیٹھو۔

۶..... اس کے بعد ان کو معارضہ اور مقابلہ پر ابھارنے اور جوش دلانے کے لئے کہا کہ اگر نہ
کر سکو اور ہرگز نہ یقیناً نہ کر سکو گے۔ یہاں زمانہ حال اور مستقبل دنوں میں معارضہ کی فنی بلکہ زمانہ
استقبال میں تاکید کے ساتھ قیامت تک کے لئے لفی ہے کہ آئندہ ایسا ہرگز نہ کر سکو گے۔

۷..... اب آخر میں ان کے عرق میت کو حرکت میں لانے کے لئے تاکہ وہ ناخنوں تک زور
لگا کر دیکھ لیں، کہ یہ قرآن انسانی طاقت سے بالاتر ہے یا نہیں۔ یوں ارشاد ہوا کہ اگر اس پر بھی تم

خدا کے کلام مجرپر ایمان نہ لائے تو اس آگ سے ڈر جو مکرین کے لئے قبل عی سے تیار ہے۔ سبحان اللہ! کیسے پر زور الفاظ اور بہترین پیاریہ میں بلکہ اپنے دشیں کے ایسا کھلا دعویٰ اعجاز کیا گیا ہے کہ انسان کے تصور میں بھی پہلے نہ تھا اور کیوں نہ ہو۔ یہ کوئی انسانی افتراہ اور بشری چالاکی تو نہیں ہے۔

اب ذرا مرزا قادریانی کے بھر اور قرآن پاک کے اعجاز کا مقابلہ سے وکھاتا ہوں۔
ناظرین خود ہی انصاف کریں۔

قرآن پاک کا اعجاز	مرزا قادریانی کا بھر
۱..... قیامت تک مہلت ہے کہ اس کے مش لاؤ۔	۱..... زیادہ سے زیادہ جواب کے لئے بیس دن کی اجازت ہے۔
۲..... ایک سو چودہ سورتوں میں سے کے برابر اشعار ہوں اور ارو و مضمون کی عبارت ایک عی سورت اس کے مش بیالا ہو۔ بھی مرزا قادریانی سے کم نہ ہو۔	۲..... جواب میں مرزا قادریانی کے قصیدہ کے مش بیالا ہو۔
۳..... قرآن پاک نثر ہے اور بظاہر نثر کا معارضہ نظم سے ہل ہوتا ہے۔	۳..... قصیدہ نظم ہے۔
۴..... مخاطب وہ ہیں جو ہندوستان کے فصاحت اور بлагحت بے مش اور دعویٰ اس سے بھی زیادہ اور سبھی ان کا مشغله اور سرمایہ غیر تھا اور اوری زبان تھی۔	۴..... مخاطب وہ ہیں جو ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ جن کو نہ عربی تو سی کا دعویٰ ہے، نہ مشغل اور نہ ان کی زبان۔
۵..... مدی ای می محض ہیں۔ (فداء ابی و اموی)	۵..... دعویٰ وہ کرتا ہے، جو لکھا پڑھا اور جس نے ایک زمانہ تک کتب بنی کی۔

مزید برا آں مرزا قادریانی کا یہ قصیدہ کلام اعجازی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ قوم کی زبان میں ہونا چاہئے تھا۔ ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسْانِ قَوْمٍ“ توی زبان تو اور ویا پنجابی تھی۔ اگر کلام مجرپا دعویٰ اردو یا پنجابی میں کیا جاتا تو خوب حقیقت مکشف ہو جاتی۔
دوسرے یہ کہ کلام مجرپا اس کو کہتے ہیں۔ جو بлагحت کے انتہائی رتبہ پر ہنچ کر انسانی طاقتوں سے لکل کر لوگوں کو اپنے مقابلہ سے عاجز کروے۔

”amarai al-balaqah fi al-kalam tarrifan ‘alayhi yintih al-balaqah“ وہو حد الا عجاز (وہو ان یہ ترقی الکلام فی بلاغتہ الی ان یخرج عن طوق البشر و یعجزہم عن معارضتہ) ”(دیکھنے مطلوب)

اب رہا یہ دعویٰ کہ اس کے مقابلہ میں کسی نہ بنتیں لکھا۔ میں کہتا ہوں کہ ایک چھوڑ کنی قصیدے کئے اور لطف یہ کہ شرائط بھی پوری کی گئی ہیں۔ ایک قصیدہ تو قاضی خفر الدین صاحب مرحوم پروفیسر اور بنیل کالج لاہور نے قصیدہ راسیہ بجواب مرزا سیفی کے نام سے لکھا جو ۱۹۰۷ء کے ابتداء میں الحدیث کے کالمون میں شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا قصیدہ مولانا شاہ غوثت حسین صاحب نے موکیر سے ابطال اعجاز مرزا کے نام سے لکھ کر دو حصوں میں طبع کرایا ہے۔ جو ہمارے ہاں بھی موجود ہے۔ اس میں قصیدہ اعجازیہ کی خوب قلمی کھوٹی گئی ہے اور مرزا قادریانی کی عربی و اپنی کو خوب انطبخ من القسم کر دیا گیا ہے۔ میں السطور ترجمہ بھی ہے۔ اعراب بھی ہیں اور ساتھ ہی اردو کا رد بھی ہے۔ پھر اس پر یہ کہتا کہ جواب نہیں لکھا، صریح کذب نہیں تو اور کیا ہے؟

مرزا قادریانی کی عربی لیاقت

بنایا آڑکیوں جو روکا چھوڑ

کل! دیکھیں تری ہم شعر خوانی

مرزا قادریانی نے جس قصیدہ کو معارضہ کے لئے پیش کیا۔ اس کی عربی فصاحت کا نمونہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ جس قصیدہ کی فصاحت و بلاغت کو مرزا قادریانی اعجاز کرتے ہیں۔ اس کی لوح کی دو سطحیں سمجھ نہ لکھ سکے اور جو مضمون لکھنا چاہئے تھے۔ وہ عربی عبارت میں ادا شہ ہو سکا۔ ایسا شخص مجرمنا عربی کیا کہے گا اعجاز سچ کے لوح پر مرزا قادریانی نے عربی عبارت لکھی ہے، ملاحظہ کریجئے: ”وانی سمیتہ اعجازالمیسیح وقد طبع فی مطبع ضیاء الاسلام فی سبعین یوما وکان من الهجرة ۱۳۱۸ھ و من شهر نصاری ۲۰، فروری ۱۹۰۱ء مقام الطبع قادریان (اعجاز المیسیح من ثالیل بار، خزانہ ج ۱۸، ص ۱)“ اس مجرمنا عبارت کے افلات ملاحظہ ہوں:

..... طبع کی ضمیر قصیدہ کی طرف راجح ہے۔ قصیدہ موٹ ہے لہذا ”طبعت“ چاہئے تھا۔

..... ”قد طبع فی سبعین یوما“ کے لہجے حقیقی ہو سکتے ہیں کہ یہ کتاب ستر دن میں چھالی گئی۔ نہیں سمجھا جا سکتا کہ تصنیف اور طبع دونوں ستر دن میں ہوئے حالانکہ مرزا قادریانی کا مطلب سمجھا گئی۔ اس لئے ضرور تھا کہ ”صنف“ کا لفظ زیادہ کیا جاتا۔

۳..... ”من شهر الصيام“ بیان تو سردن کا ہوا رذ کر صرف ماہ رمضان کا کر رہے ہیں۔ کیا رمضان سردن کا ہوتا ہے؟ اس سے تو یہی لازم آتا ہے۔

۴..... اگر ”من شهر الصيام“ کے من کو ابتدائیہ کہا جاوے، تو یہ مطلب ہوا کہ رسالہ کی تالیف کی ابتداء ماہ صیام سے ہوئی لہذا بعض کے لئے تین تاریخ ضروری تھا۔ کیونکہ اس بات کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ سردن میں ہم نے لکھا۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے کہ مہینے کے میان کے ساتھ تاریخ بھی لکھی جائے۔

۵..... ”وَكَانَ مِنَ الْهِجَرَةِ ۱۳۱۸ وَمِنْ شَهْرِ النَّصَارَىٰ ۲۰ رَفْرُورِيٍّ ۱۹۰۱ءٌ“ یہاں بھروسی کے من کے ساتھ تاریخ دو ماہ نہیں لکھے۔ برخلاف اس کے من یہیسوی کی تاریخ دو ماہ لکھے ہیں۔ یہ طرز تحریر بالکل خلاف ہے۔ یہی اعجاز کا اور غلطی ایسی؟

۶..... سب سے بڑی غلطی اور غلطیوں کا ڈھن پا دیا ہے کہ یہی فروری رسالہ کی ابتداء و انتہاء بن ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ خود فرماتے ہیں کہ ۱۳۱۸ء کے ماہ صیام سے رسالہ کی ابتداء ہوئی (جیسا کہ من کے ابتدائیہ ماننے سے صادر آتا ہے) اور یہ ماہ صیام ۲۲ دسمبر ۱۹۰۰ء روز و شنبہ سے شروع ہوا اور ۲۱ دجنوری ۱۹۰۱ء روز و شنبہ کو فتح ہو گیا۔ اب بتایے کہ آپ کی فروری کدھر گئی؟ معلوم ہوا کہ فروری کی کسی تاریخ سے ابتداء نہیں ہوئی۔ اگر فروری میں ابتداء مانیں تو ماہ صیام جاتا ہے لہذا یہ ایک ایسی سخت غلطی کا ارتکاب مرزا قادریانی نے کیا ہے کہ جس کی علاقی غیر ممکن ہے۔

ہاں! اگر تاریخ کا میان ہے۔ یعنی یہی فروری آخر ہے تو پھر اگر ابتداء رمضان کی پہلی فرض کریں تو اکھڑواں دن فروری کے بعد ۲۰ مارچ کو ہو گا۔ پھر اگر ابتداء ماہ صیام کی تینیں یا چھیں فرض کر لیں تو اکھڑواں دن ۲۵ مارچ کو ہو گا۔ ۲۰ فروری کو انتہاء کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک ایسی زبردست غلطی ہے۔ جس کا جواب کچھ نہیں ہو سکتا۔

ناظرین! یہ ہے مرزا قادریانی کے کلام مجرم جس کو محارضہ کے لئے پیش کرتے ہیں اور جس کو مرزا ایں صاحبان مرزا قادریانی کی صداقت کا معیار مقرر کرتے ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ کر لیں کہ ان کا یہ معیار مقرر کرنا کہاں تک بجا ہے:

میرے دل کو دیکھ کر، میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پور مخفی کرنا خدا کو دیکھ کر

چوتھا معيار اور اس کی تردید

چوتھا معيار جو مرزا قادیانی کی صداقت میں مرزا اُن صاحبان پیش کیا کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے: ”فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمْرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفْلَأَ تَعْقُلُونَ“ (ہاس سے قبل بھی تو عمر کے ایک بڑے حصہ تک میں تم میں رہ چکا ہوں۔ تو پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔)

آئیت بالا سے یہ امر ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کی پہلی زندگی آپ کی نبوت کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔ اسی طرح مرزا قادیانی کی نبوت کے قفل کی زندگی بھی ان کی نبوت کے صداقت کا معیار ہے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی تو اپنے قول کے مطابق پہلی زندگی میں شرک تھے۔ کوئی کوہ لکھتے ہیں کہ ”حیات سُجَّعَ کا عقیدہ مشرکانہ ہے۔“ (دیکھئے کشی نوح ص ۱۵، خزانہ نج ۱۹۱۶ء) (عس) اور پہلی زندگی میں آنحضرت خود حیات سُجَّعَ کے بڑے زور و شور سے قائل تھے۔ چنانچہ براہین احمد یہ میں تین جگہ بڑے زور سے حیات سُجَّعَ کے قائل ہونے کا اقرار کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

”جَبْ سُجَّعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَوَبَاهُ اسْ دُنْيَا مِنْ تَشْرِيفِ لَا يَمِنْ گے۔ تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔“ (حاشیہ براہین احمد یہ ص ۲۹۹، خزانہ نج ۱۹۱۶ء) (۵۹۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ”حضرت سُجَّعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نہایت جلایت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام را ہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے اور کج اور نہ راست کا نام د نشان نہ رہے گا۔“ (حاشیہ براہین احمد یہ ص ۵۰۵، خزانہ نج ۱۹۱۶ء) (۶۰۲، ۶۰۱)

تیسرا جگہ لکھتے ہیں، ”حضرت سُجَّعَ تو انہیں کو حق کی حقیقی ہی چھوڑ کر آسانوں پر جا بیٹھئے۔“ (براہین ص ۲۶۱، خزانہ نج ۱۹۱۶ء) (۳۳۱) (حاشیہ در حاشیہ)

لہذا مرزا قادیانی اپنے قول کے مطابق پہلی زندگی میں شرک تھہرے اور ان کی وہ زندگی مشرکانہ ہوئی اور جو ایک منٹ، ایک لمحہ اور ایک ساعت کے لئے بھی مشرک رہے، وہ ہرگز ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ: ”أَنَّ الشُّرُكَ لِظُلْمٍ عَظِيمٍ“ (شرک بِإِبْحَارِ ظُلْمٍ ہے۔) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ”لَا يَنْالَ عَهْدَ الظَّالِمِينَ“ (میرا عہد ظالموں کو نہیں ملے گا۔)

دوسرے ہم یہ کہتے ہیں کہ جب نبوت کے زمانہ میں مرزا قادیانی نے جھوٹ بولے۔ کذب اور روغ گوئی سے کام لیا۔ جیسا کہ اس کتاب کے آخری حصے میں ظاہر کیا گیا ہے، تو ان کی پہلی زندگی تو اس سے بھی زیادہ بدتر اور غریب ہو گی:

سرفروشی کی تمنا ہے، تو سر پیدا کر
تیر کھانے کی ہوں ہے، تو جگر پیدا کر
پانچواں معیار اور اس کی تردید

پانچواں معیار یہ ہے: ”وَمَا كنَا معذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا“ ﴿۶﴾، ہم دنیا میں
عذاب نہیں بھیجا کرتے، جب تک پہلے کوئی رسول میوٹ نہ کر لیں۔ ۷۸
مرزا اُنی صاحب! اس معیار کو پیش کر کے یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے زمانے
میں طاغون آیا۔ یہ ایک عذاب الٰہی تھا۔ جو مرزا قادیانی کو نہ مانے کی وجہ سے نازل ہوا تھا الہذا وہ
نہیں تھے۔

میں پوچھتا ہوں کہ یہ کہاں کا قاعدہ ہے کہ جہاں کہیں بیماری واقع ہو، وہاں نبی کا ہونا
ضروری اور لا بدی ہو۔ انکو نہ رکھا آیا، ہزاروں لاکھوں گمراہے جاؤ برباد ہو گئے اور طاغون سے بڑھ
کر نقصان دہ ثابت ہوا تھا۔ اس وقت کون نبی تھا؟

دوسرے یہ کہ عذاب تو مکرین کے لئے ہوتا ہے، نہ کہ قبیلین کے لئے۔

طاغون آیا، پیشکروں مرزا اُنی اس کا فکار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ بلکہ اس نے تو خاص مرزا
قادیانی کے گھر پر جا کر حملہ کیا اور ان کے ایک لڑکے کو ہلاک بنا لے گیا اور مکرین کے سرغندہ مولوی
ثنا اللہ صاحب، ڈاکٹر عبدالحکیم خان، احمد بیگ، سلطان احمد، محمدی بیگم وغیرہ کی پر بھی عذاب کا
چکھاڑنہ ہوا۔ یہ دھوکہ دھی نہیں تو اور کیا ہے؟

میں ساقیان سامری فن آب میں
کرتے ہیں، جادو سے اپنے آگ روشن آب میں

چھٹاں معیار اور اس کی تردید

”كَتَبَ اللَّهُ لِأَغْلَبِنَا وَرَسْلِي“ ﴿۷﴾ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے کہ میں اور
میرے رسول ہی غالب رہتے ہیں۔ ۷۹

اُول تو یہ معیار ہوئی نہیں سکا۔ کیونکہ اس میں غلبہ کے لئے رسالت شرط ہے۔ یعنی چاہے
رسول ہوتا لا بدی اور ضروری ہے۔ مرزا قادیانی تو پچھے رسول نہستے۔

دوسرے ہم یہ کہتے ہیں کہ غلبہ سے کیا مراد ہے۔ سیاسی ہے یا مالی۔ دنیوی ہے یا دینی؟
اگر سیاسی لیا جائے تو سیاست تو مرزا قادیانی کے پاس تک بھی نہیں پہنچی اور مال وغیرہ
کی زیادتی کو غلبہ نہیں کہہ سکتے اور دین میں تو مرزا قادیانی کو اسی ذلت اخلاقی پڑی کہ الامان!

الامان آج تک مسلمانوں کے ساتھ آپ کے جتنے مناظرے اور مبارٹے ہوئے۔ سب میں مرزا مخلوب رہے۔

تیرے یہ کہ جہاں غلبہ ہو وہاں رسالت کا موجود ہونا ضروری ہو۔ یہ سراسر لغوار بیہودہ خیال ہے۔ میلہ کذاب کو بہت غلبہ ہوا تھا۔ فرعون نے دنیا میں ہر طرح کا غلبہ حاصل کیا تھا۔ بدھ گوم کو بھی بہت بڑا غلبہ حاصل ہوا تھا۔ ہندو ہر ہمتوں کا اس نے تاک میں دم کر دیا تھا۔ اس وقت تک اس کی بہت سی مشتریں دنیا کے حصہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ کیا وہ نبی تھا؟ کیا وہ رسول تھا؟ سو ایسی دیانت کو بھی بہت بڑا غلبہ حاصل ہوا۔ ہزار ہا آریہ موجود ہیں۔ ہر شہر میں ایک نہ ایک آریہ سماج موجود ہے۔ سینکڑوں ساتھی آریہ ہو رہے ہیں۔ اب تو وہ مسلمانوں پر بھی ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ کیا وہ رسول من اللہ تھا؟ کیا وہ مخبر برحق تھا؟ خود ہی انصاف کرو:

آپ ہی اپنے ذرا طرز عمل کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو فکایت ہو گی

باب دوئم

مرزا قادیانی کے کذب میں مرزا قادیانی کے پیش کردہ معیار

پہلا معیار

ناظرین کرام! مرزا قادیانی کی صداقت میں مرزا ای صاحبان کے پیش کردہ معالیہ کی تردید یقین ہو چکی۔ اب ہم مرزا قادیانی کے صدق و کذب جانچنے کے لئے دو قسم کے معیار پیش کریں گے۔ ایک تو وہ جو مرزا قادیانی ہمیں بتا گئے ہیں اور درسرے قرآن و حدیث سے۔ مناسب بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء مرزا قادیانی کے پیش کردہ معیاروں سے کی جائے۔

سب سے پہلا اور بڑا قوی معیار جو مرزا قادیانی ہمیں بتا گئے ہیں۔ جس میں کسی مرزا ای کو چون وچا اکی سنجاقش نہیں اور ہمیشہ جب کبھی اس معیار کو پیش کیا جائے تو ان کے چہرے نق اور رنگ زرد ہو جایا کرتے ہیں اور جواب سے عاجز آ جاتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

خنز! مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”تھارے صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش کوئی سے پڑھ کر اور کوئی متحان نہیں ہو سکتا۔“ (عینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸، خواہیج ۵ ص ۲۸۸)

پہنچ امرزا قادیانی کے فیصلہ شدہ معیار کو ٹھوڑا خاطر رکھ کر ان کی ایک عظیم الشان پیش کوئی پر بحث کرتے ہوئے ان کے کذب کو ظہر منطق کس کرتے ہیں۔

چہلی اور دوسری پیش گوئی

پیش گوئی سے مراد وہ زبردست اور عظیم الشان پیش گوئی ہے، جس کے متعلق ”زوجناکہ افی السماء“ کا حکم لگایا گیا ہے اور جس کو ملکوہ آسمانی کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

اس پیش گوئی کی جس قدر عظمت انتہائی اور اس کا جس قدر تینک اکمل مرزا قادیانی کے قلب میں تھا، وہ ان کے ذیل کے دو شعروں سے جو کہ ایک اشتہار بعنوان ”ایک پیش گوئی پیش“ میں درج ہیں، ظاہر ہوتا ہے، لکھتے ہیں:

پیش گوئی کا جب انجام ہو یہا ہو گا	قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہو گا
جموٹ اور حق میں جو ہے فرق وہ یہا ہو گا	کوئی پا جائے گا عزت، کوئی رسو ہو گا
مرزا قادیانی نے پیش گوئی نمکوہ کو پورا کرنے کے لئے دو طریقے اختیار کئے۔ اولاً تو	
ان کی طبع اس بات کی متفہی ہوئی کہ اس کو چاپیہی کے الفاظ کے ساتھ پورا کریں۔ چنانچہ پہلے	
پہل تو اسی طریق کو اختیار کیا۔ مگر جب وہاں دال گلتی نہ دیکھی تو تہذید، ڈر اور خوف دلانا شروع کر دیا۔ لکھتے ہیں: ”لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا۔ تو اس لاکی کا انجام نہیاں ہی برآ ہو گا اور جس دوسرے شخص سے بیانی جائے گی، وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور دیساں والد اس دفتر کا	
تمین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر میں تفرقہ، بُلگی اور مصیبت پڑی گی۔“	

(مجموعہ اشتہارات ج ۱۵۸)

اجی خوب! ایسا دیوچا کہ کوئی پہلو باقی چھوڑا ہی نہیں۔ تندیدیا کار اس بُلکی کو اس کے والد اور اتر پا کو اور جو اس سے نکاح کرے، اس کو زور سے ڈرایا پھر ہر طرح کا جان، مال کا خوف پاہم تفرقہ اور بُلگی کی مصیبت:

وہیں کیا وہ کے احمد بیک کو اس کی دفتر ملتا ہے، رشت خو
مرزا قادیانی! اشایہ آپ نے یہ سوچا ہو گا کہ کوئی ضعیف القلب اور ضعیف الایمان ڈر کر آپ کی خواہش پورا کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ مگر وہ صادق مومن ہستی ڈکر ہمیشہ منہ پر تھوکتی رہی۔

مرزا قادیانی! اگر آپ کو اپنے الہام پر یقین ہوتا اور آپ مطمئن ہوتے تو اس خوف و تہذید دلانے کی کوئی ضرورت پیش نہ آتی:
مطمئن ہوتا، اگر الہام سے اس قدر تشویش کیوں ہوتی تھے

وہ مکیاں یہ چال بازی ہیں فقط بہر مطلب جیلہ سازی ہیں فقط جب اس پر بھی کوئی چال نہ چلی اور ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑا۔ تو تسلی قلب اور لڑکی والوں پر یہ جتنا نے کے لئے کہ مجھے اپنے الہام پر تین اکلی ہے، تحریر کرتے ہیں: ”خدا نے مقدر کر رکھا ہے کہ وہ مکتب الیہ (احمد بیگ) کی دختر کلاں کو جس کی درخواست کی گئی تھی۔ ہر ایک ماں دور کرنے کے بعد ان جام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔“

(دیکھئے مرزا قادریانی کا شہماں رقمہ ارجمند ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتمارات ج ۱۵۸ ص)

عبارت مذکورہ سے دو باتیں اظہر میں الفصل ہوتی ہیں۔

۱..... نکاح میں ہر قسم کے ماں جو موقع پذیر ہوں گے، ان کو دور کرے گا۔

۲..... انجام کار اس لڑکی کو مرزا قادریانی کے نکاح میں لائے گا۔

مگر باوجود اس کوشش، اس سعی اور اس قدر اطہار تین و استعمال الفاظ تہذیب کے جب لڑکی اور لڑکی والوں پر کچھ بھی اثر نہ پڑا اور لڑکی کے والدین دوسرا جگہ شادی کرنے پر آمادہ ہو گئے اور مرزا قادریانی تازگے کے مجھ بڑھے کے ساتھ ہرگز شادی نہیں کریں گے۔ بس اسی وقت پیش گوئی میں ایک اور جز بڑھا دیا کہ: ”خد تعالیٰ کی طرف سے بھی مقدر اور قرار پاچھا ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدا نے تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لائے۔“ (دیکھئے اشتمارات ارجمند ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتمارات ج ۲۱۹ ص)

اسی (از الادہام ص ۳۹۶، بخواہن ج ۳ ص ۳۰۵) میں بھی مذکورہ بالا چالاکی کا اطہار کیا۔ مگر اطہار الفاظ تین کی معیت میں کہ شاید وہ اپنی کنواری کم من لڑکی اسیوڑھے کو دے دیں۔ لکھتے ہیں کہ: ”احمد بیک کی دختر کلاں انجام کار تھارے نکاح میں آئے گی اور بہت لوگ عداوت کریں گے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن آخر کار ایسا ہی ہو گا ہر طرح سے اس کو تھاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھائے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔“

ناظرین! غور سے ملاحظہ کریں کہ کس شدود اور کس زور کے الفاظ ہیں۔ گویہ ہونے کی شرط اور لگادی ہے۔ لیکن الفاظ یہ تلاتے ہیں کہ لڑکی لا بدی مرزا قادریانی کے نکاح میں آئے گی۔ کسی نے خواب ادا کیا ہے:

اور ہی سے اگر وہ یا ہی گئی پھر بہانے اور ہیں ہاتھی کئی امر ربی سے نہیں کچھ جائے یا سب یہو ہو کر آئے گی اب میرے پاس

مگر افسوس! ایڑی چٹی کا زور لگایا، مگر بے سود، سی کی، مگر بے فائدہ، کوشش کی مگر

نکام۔

ہائے غصہ! اڑکی کائنات کا حوالہ دین نے عمدہ دوسری جگہ کر دیا اور یہ میاں بدھڑ منہ سختے رہ گئے۔ خوب منہ کالا ہوا۔ چاروں طرف سے پھٹکاروں اور لعنتوں کی بوچھاڑ بارش کی طرح برستی رہی۔ شرم کے مارے پانی پانی ہو گئے۔ مگر مکاری و معیاری کی دوسری راہ تو آپ کو پہلے ہی سوچ چکی تھی اور اس کا انتظام پہلے ہی سے کر چکے تھے۔ جبکی تو شرط یہ ہے لگادی تھی۔

خیراب قطبی نامید ہو گئے اور دیکھ لیا کہ سخت ذات و رسوائی ہوئی ہے اور لوگوں نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ اسی وقت پہلو بدلہ اور اس اڑکی کے خاوند کی طرف سے عنان توجہ منعطف کی اور اس موت کی بابت پیش گوئی کر دی۔ لکھتے ہیں "یاد رکھو، کہ اگر اس پیش گوئی کی دوسری جزا پوری نہ ہوئی (یعنی احمد بیگ کا داما اگر میرے سامنے نہ مرا) تو میں ہر ایک بد سے بدر تسلیم ہوں گا۔ اے احتمال! ای انسانی افراہ نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ خدا کا وعدہ تھا ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ملتیں۔"

یاد رہے! پہلے مرزا قادیانی کے صدق و کذب کا معیار نکاح و عدم نکاح محمدی بیکم تھا۔ اب اس کے ضمن میں ایک دوسرے معیار احمد بیگ کے داما کی موت کی پیش گوئی مقرر ہو گئی۔

مرزا قادیانی نے پیش گوئی نہ کروہ بالا میں اس زور کے ساتھ یقین دلایا کہ اس سے زیادہ اعتماد و وُوق خاہر کرنا اور دوسرے کو یقین دلانا ہونہیں سکتا۔ لکھتے ہیں: "نفس پیش گوئی داما احمد بیگ کی تقدیر برم ہے۔ اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔"

لیکنے چتاب اب تو معیار ہائی کی خوب زور سے تائید کر دی۔ تقدیر برم یعنی جس کا ہونا یقینی طور پر علم الہی میں قرار پا چکا ہو۔ اس کیخلاف ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی وجہ سے اس کے خلاف ظہور میں آئے تو خدا تعالیٰ کا علم ہقص قرار پائے۔ (نحوذ اللہ ۳۲، بخاری انج ۱۱، حاشیہ)

اب غور طلب بات یہ ہے کہ جس امر کو مرزا قادیانی نے تقدیر برم کہا تھا۔ اس کا ظہور ہوا یا نہیں؟ یعنی احمد بیگ کا داما مرزا قادیانی کی زندگی میں مرایا کہ مرزا قادیانی اس کی زندگی میں دائم مفارقت دے گئے؟ ہائے! کچھ نہ پوچھتے۔ اسی سوچ ہی میں تھے کہ ملک الموت نے گردن سے آن دبوچا۔ دل کی حرمتیں دل ہی میں رہ لیں اور آن بجانب راہیں ملک عدم ہوئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

لکھا تھا، کاذب مرے کا پیش
 کذب میں چاہ تھا، پہلے مر کیا
 اور یہ جتاب داما داحمد بیگ جو چھاتی پر موک دلنے کو پہنچے رہ گئے تھے۔ اس وقت
 زبان حال سے یہ شعر کہہ رہے تھے:
 خبر مرگ عدد لائے ہیں، آنے والے
 مر جا اے مجھے دلشاہ ہنانے والے
 مرزا قادیانی اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق کذاب، مفتری اور بیش گوئی کے مطابق
 ہر بدلے بدتر ظہرے۔ جس میں کسی حیلہ اور کسی تاویل کی گنجائش ہاتھ نہیں:
 مفتری صادق کے آگے ہو گیا، ہر کر جاہ
 مفتری ہوتا ہے، آخر اس جہاں میں رو سیاہ
 اب بتلائیے کہ تقدیر بمرم کہاں گئی؟ اب مرزا قادیانی کو مفتری کہا جائے یا یہ کہ اللہ
 تعالیٰ عالم الغیب نہیں؟ (نوعہ بالله)

ہاں! مرزا قادیانی کا معنوی خدا تو اس سے بھی بدتر ہے۔
 سنئے! اپنے اللہ کی تعریف کا اظہار (براہین احمدیہ ص ۵۵۲، فخر ان حج ۱۹۶۷ء حاشیہ
 در حاشیہ) پر ایک عربی الہام کی صورت میں یوں کرتے ہیں: "رب اغفر و ارحم من السعاء
 ربنا عاج، یعنی اے میرے رب میرے گناہ بخشن اور آسمان سے رحم کر، رب ہمارا عاج۔"
 ترجمہ میں مرزا قادیانی نے (عاج) کی جگہ (عامی) لکھا ہے۔
 عاج کے معنی لفظ میں گوہر یا یا ہمی دانت کی بڑی کے ہیں۔ یا یہ بتی لگانے سے اس
 کے یہ سنتی ہوئے کہ مرزا قادیانی کا خدا گور کایا یا ہمی کی بڑی کا ہے۔ جو امام محمد اور امام شافعی کے
 نزدیک سور کی بڑی کی طرح بخشن ہے۔
 لیکن اب تو قصہ صاف ہو گیا۔ مرزا قادیانی کا کوئی قصور نہیں تھا۔ بلکہ ان کے خدا عامی
 نے مرزا قادیانی کو دعا دیا۔
 اب رہا پہلا معیار یعنی محمدی بیگم والی پیش کوئی جس کے پارے میں لکھا تھا کہ "انجام
 کارنیرے نکاح میں آئے گی۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا یہودہ ہونے کی حالت میں۔"
 حالت باکرہ کا تو فیصلہ ہو چکا تھا۔ باقی رعنی یہودہ ہونے کی حالت، سواں پر اتنا ہی کہے
 دینا کافی خیال کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لئے راتیں بستر

پر ترپ ترپ کر گزاریں۔ فراق کے گیت گائے۔ دل کو سلی وی کہ:

بیوں ہی ٹھیں جائیں گے، سختے ماہ و سال آخراں دن ہو ہی جائے گا، وصال اور ہر طرح کی جائز ناجائز کوششیں کیں۔ نزی اور سختی سے کام لیا۔ چالپڑی بھی کی۔ مال کا لائق بھی دیا۔ مگر ہائے افسوس! محمدی ہمکہ نہ ملی، نہ ملی اور ہر گز نہ ملی اور مرزا قادریانی کا عالم رب انجام کاراس کو مرزا قادریانی کے پاس نہ لایا اور سخت دھوکہ دیا اور مرزا قادریانی کف افسوس ملے ہوئے اس دنیا سے سدھارے اور زبان حال سے پاک رہے تھے کہ:

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا

ہم الٹے، بات الٹی یار الٹا

باتی رہا مرزاں صاحبان کا یہ کہنا کہ نکاح فتح ہو گیا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اول جن کو سب حقیقت معلوم تھی، وہ لکھتے ہیں کہ: ”نکاح فتح نہیں ہوا۔ بلکہ اس لڑکی کی کوئی لڑکی در لڑکی اور مرزا قادریانی کا کوئی لڑکا در لڑکا آپس میں بیا ہے جائیں گے۔ پس نہیں کوئی نیک ہے۔“ (رسالہ ریبونج ۷۸ ص ۲۷۹)

تاویل بالا پر میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس کی لغویت ناظرین خود محسوس کرتے ہوں گے۔ خیر ہمارا مقصود پورا ہو گیا کہ مرزاں صاحبان کا یہ کہنا کہ نکاح فتح ہو گیا۔ یہ بالکل لغو اور غلط ثہرا۔

دوسرے ”ایتها المرأة توبى توبى فان البلاء على عقبك“ کو پیش کر کے یہ کہنا کہ اس لڑکی کی ماں نے تو پر کر لی تھی، اس لئے ان پر مذاب نہیں آیا۔ میں کہتا ہوں کہ توبہ کے معنی لغت میں نکال کر دیکھئے۔ رجوع کے آتے ہیں۔ لڑکی کی ماں نے لڑکی دینے سے اس کا کردیا تھا۔ اگر اس سے رجوع کر دی۔ یعنی لڑکی دے دیتی تو پھر تو پھر ہوتی۔ لڑکی دینا تو کیا وہ تو مرزا قادریانی کے خون کی بیاسی تھی اور تا عمر اسی حالت پر قائم رہی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تو پر کیسے ہو گئی؟ اس کی لڑکی آج تک زندہ ہے۔ اس نے تو بھی اپنی ماں کی توبہ یا اپنی توبہ کا انکھار تک بھی نہیں کیا۔ بلکہ جب مرزا قادریانی کا نام سنتی ہے تو اسی وقت ان کو کوئی شروع کر دیتی ہے۔ معلوم نہیں کہ توبہ کے معنی کیا لئے گئے ہیں۔

عزیزان من ایسے ہے مرزا قادریانی کی صداقت کا معیار کبیر۔ جس پر مرزا قادریانی میں سال تک زور لگاتے رہے اور جسے قطعی طور پر مرزا قادریانی کی نسبت، مہدویت، مسیحیت مجددیت کی حقیقت کو انہم من انتہم کر دیا۔

برادران من! اگر اس پر بھی مرزا قادیانی کو کاذب نہ مانیں تو خدا نے تعالیٰ و تقدیس پر نعوذ باللہ کیسے سخت کذب کا دھرم آتا ہے۔ اس قدر تاکید و اصرار کے بعد اس کے خلاف کرنا کس قدر اس کی شان کے نازپا اور خلاف ہے۔ افسوس ہے کہ مرزا قادیانی نے خدا تعالیٰ کی شان و عظمت کو انسان سے بھی کم سمجھ دیا اور قرآن کریم کی نصوص تطہیر پر ذرا بھی خیال نہ کیا۔ کیا اس پیش گوئی سے یہ امر پایہ شوت کو نہیں ہنچتا کہ:

..... خدا نے قدوس جھوٹ بولاتا ہے۔ (نعمود باللہ)

..... (نعمود باللہ) وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہایت پختہ وعدہ کر کے بھی پورا نہیں کرتا۔ چنانچہ محمدی بیگم کے نثار میں آنے کا مرزا قادیانی سے ”انا کنا فاعلین“ کہہ کر نہایت علی پختہ وعدہ کیا اور تجھیں میں برس تک امید دلائی۔ مگر پوری نہ کی۔

خلافی یہ کہ مرزا قادیانی کی ہر دو پیش گوئیاں غلط لفظیں اور مرزا قادیانی اپنے قول کے مطابق کاذب اور ہر بد سے بدتر نہ ہرے۔ اب ہم ایک اور پیش گوئی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تیسری پیش گوئی (زلزلہ)

دو پیش گوئیوں کے میں علی الکذب اور غلط ثابت ہو جانے کے بعد گھبڑوںت نہ تھی کہ کسی تیسری پیش گوئی پر بحث کی جاتی اور اس کو غلط ثابت کیا جاتا۔ تاہم ناظرین کی دلچسپی کے لئے اور نیز اس لئے اس کو پیش کیا جاتا ہے کہ مرزا ای صاحب ایں اس پیش گوئی کو عوام انس کے آگے اکٹھ طور پر پیش کیا کرتے ہیں اور دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئی بالکل صحیح لفظی الہادہ چے تھے۔

پیش گوئی سے میری مراد وہ زلزلہ والی پیش گوئی ہے جو کہ مرزا قادیانی نے ۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء والے زلزلہ کے بعد اپنی غفلت پر نادم ہو کر اور موقع چھوٹ جانے پر کاف افسوس مل کر آئا فاما میں اپریل کو ایک اشتہار میں جس کا عنوان ”زلزلہ کی خبر بار دعوم“ تھا، ایک خوفناک اور جاہ کن زلزلہ کی پیش گوئی کر دی اور اس کے شروع میں لکھ دیا کہ ”۲۴ مارچ ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے۔ جنمونہ قیامت اور رہش رہا ہو گا۔“ (مجموعہ اشتہارات حج ۲۳ ص ۵۲۶)

پھر ایک اشتہار دیا جس کا عنوان ”زلزلہ کی خبر بار دعوم“ تھا۔ اس کے شروع میں لکھا کہ ”آج ۲۹ مارچ ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے۔ درحقیقت یہ حق ہے اور بالکل حق ہے کہ وہ زلزلہ اسی ملک پر آنے والا ہے۔ جو پہلے کسی آگئے نہیں دیکھا۔ نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گزر۔“ (مجموعہ اشتہارات حج ۲۳ ص ۵۲۵)

مندرجہ بالا اقتباسات اس بات کو اظہر میں لفظ کر رہے ہیں کہ وہ زلزلہ عظیمہ سبی
ہے۔ جس کو اردو زبان والے بھوپالی کہتے ہیں اور سبکی مرزا قادریانی کی مراد تھی۔ ٹیش گوئی بالا کو
مرزا قادریانی نے اپنی کتاب (ہماں احمد یہ حصہ جم مص ۱۵۰، خزان ح ۲۱ ص ۱۵۲) میں بصورت لفظ
شارک کیا ہے۔ اس لفظ کے چدایات درج ذیل ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں:

اک نشان ہے آنے والا، آج سے کچھ دن کے بعد۔

جس سے گردش کھائیں گے دیہات شہروغزار

یک پیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے

کیا بشر اور کیا شجر اور کیا جھر اور کیا بحار

محصل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن والیں

زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی ہا حال زار

شعر اولیٰ کے لفظ آج کے پیچے لکھا ہے۔ تاریخ امروز ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء جس سے یہ

امرواض ہوتا ہے کہ یہ وہی ٹیش گوئی ہے جو ۱۹۰۵ء کے اردو گردانہوں نے کی تھی۔

مرزا قادریانی کی عادت تھی کہ اپنی الجای ٹیش گوئی کو ادھر ادھر چکر دیا کرتے تھے۔ اس

لئے عموم نے اعتراض کیا کہ یہ ٹیش گوئی کوں مول ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ:

”آپ خود سوچ لیں کہ یہ ٹیش گوئی کوں مول کیے ہوئی جبکہ اس میں صریح زلزلہ کا نام

بھی موجود ہے اور یہ بھی موجود ہے کہ وہ میری زندگی میں آئے گا اور اس کے ساتھ یہ بھی ٹیش گوئی

ہے کہ وہ ان کے لئے نمونہ قیامت ہو گا۔ جن پر یہ زلزلہ آئے گا۔ اگر یہ کوں مول ہے تو پھر کھلی کھلی

ٹیش گوئی کس کو کہتے ہیں؟“ (ضیسویں احمد یہ حصہ جم مص ۹۰، خزان ح ۲۱ ص ۲۵۰)

اقتباس بالا اپنا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ وہ زلزلہ موجود بھوپالی ہو گا۔ ہمارے ملک

جنگ میں ہو گا اور مرزا قادریانی کی زندگی میں ہو گا۔

مضمون بالا کی توضیح خود ہی کتاب مذکورہ کے (ص ۷۶، ۹۰، خزان ح ۲۱ ص ۲۵۸) پر

یوں کرتے ہیں: ”اور ہمارا روایتی الگی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ ٹیش گوئی میری زندگی میں

میرے ہی ملک میں اور میرے قائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی۔“

یہاں پر اقتباس اولیٰ کی پڑے ذور سے تائید کی گئی ہے۔

اور سنئے! مرزا قادریانی زلزلہ سے کیا مراد یتھے ہیں۔ لکھتے ہیں ”اس میں کچھ ملک نہیں

کہ اس آنکھ کی ٹیش گوئی میں چلی ٹیش گوئی کی طرح ہمارا زلزلہ کا ہی لفظ آیا ہے اور کوئی لفظ نہیں

آیا اور ظاہری معنوں کو پہ نسبت تاویلی معنوں کے زیادہ حق ہے۔“

(ضیغمہ برائیں احمد یہ حصہ بہم ص ۹۲، خدا آن ج ۲۱ ص ۲۵۳)

بیجھے! خود فیصلہ کر دیا کہ زلزلہ سے مراد بھونچال ہی ہے۔ باوجود اس بات کے کہ مرزا قادریانی زلزلہ سے مراد بھونچال لیتے ہیں۔ پھر اس پیش گوئی کو جنگ کی نسبت قرار دینا انصاف کا خون کرنا ہے۔

اب یہ دیکھتا ہے کہ ”زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھری باحال زار“ میں ”زار“ کا لفظ کیوں لکھا گیا؟ جن اصحاب کو شعر گوئی کا مذاق ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ شاعر کو قافیہ علاش کرنے میں بڑی وقت ہوتی ہے۔ بالخصوص مرزا قادریانی جیسے شاعر کے لئے جن کی طبع میں آمد ہی نہیں۔ بلکہ آوردی ہے۔ قافیہ پورا کرنے کے لئے غیر متعلق بھی گھسیر لیا کرتے ہیں۔ چونکہ حال زار کے قافیہ کے ساتھ زار کا لفظ ابتداء میں ایزا درکار تھا ایک تفنن ہے۔ اس نے استعمال کر لیا۔

لہذا قفرہ کے یہ متن ہوئے کہ اگر زار جیسا پادشاہ اس گھری یعنی زلزلہ کی حالت میں ہو گا تو اس کی حالت بھی زار ہوگی۔ کیونکہ زلزلہ اپنا اثر سب لوگوں پر یکساں ڈالتا ہے۔ کیا غریب اور کیا امیر، کیا فقیر اور کیا پادشاہ۔

غور تو کیجھے کر اگر زار روس اور ایک فقیر ایک جگہ اکٹھے کھڑے ہوئے ہوں اور زلزلہ دار دھو جائے تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ زلزلہ اس فقیر پر تو اپنا اثر ڈال دے اور زار روس پر اپنا اثر نہ ڈال سکے نہیں۔ دونوں پر یکساں اثر ہو گا اس لئے مرزا قادریانی نے کہا کہ ایسا سخت زلزلہ ہو گا کہ زار بھی ہو گا تو اس گھری باحال زار ہو گا۔

میرے دستو! اب بھی اس میں کوئی تاویل کی گنجائش ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ آیا بھونچال پنجاب کے ملک میں دیباہی مرزا قادریانی کی زندگی میں آیا؟

افسوں! صد افسوس! کوئی بھونچال نہیں آیا اور مرزا قادریانی اس جہاں سے خفا ہو کر اپنی پیش گوئی پوری کرنے کی تحریک کیلئے اصلًا آسمانی عدالت کی جانب کوچ کر گئے۔ مگر کچھ خبر نہیں کہ دہاں کیا کر رہے ہیں اور کیسی گز رہی ہے:

کیجھے یاران عدم کیا گزری
کچھ تو لب گور سے فرمائے گا

مرزا قادریانی کی چالاکی

اب رہا یہ سوال کہ مرزا قادریانی نے دھڑلے سے اسکی پیش گوئی کیوں کی؟ ہاں مجھے یہ

راز بھی طشت از بام کئے دیتا ہوں۔ بات دراصل یقینی کہ ۲۳ اپریل ۱۹۰۵ء والے زلزلہ سے مرزا صاحب کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے لہذا آئندہ کسی موقع کی تلاش میں تھے۔ ان دونوں ایک انگریز نے یہ پیش گوئی کر دی کہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ اگسٹ ۱۹۰۵ء کو پھر ایک غصبتاک زلزلہ آنے والا ہے۔ لیں پھر تو مرزا قادیانی کی طرف سے اشتہار جاری ہو گئے۔ مقلدین مرزا قادیانی نے اس کو اس قدر اہمیت دی کہ جنگلوں میں لکل بیٹھے۔ حتیٰ کہ خود آجنا ب مرزا قادیانی الی و عیال سمیت جنگل کو چلتے بنے۔ ایام مذکورہ گزر گئے۔ کوئی زلزلہ نہ آیا۔ اتنے میں ایک اور انگریز نے پیش گوئی کر دی کہ دوسو سال تک ایسا زلزلہ نہ آئے گا۔ لیں اس کا سنتا کہ گروہی اپنے پتھروں سمیت جو تیاں چلتے ہوئے اپنا سامنہ لے کر گمردوں کو داہم لوئے۔ کسی نے اشعار میں خوب ادا کیا ہے:

مرزا جی گھر کو چھوڑ کے جنگل کو جاتے ہیں
اور زلزلہ سے قوم کو اپنی ڈراتے ہیں
لئے گمردوں کو چھوڑ کے سب بھاگنے لگے
جنگل میں جا کے اپنے وہ ڈیرے جھاتے ہیں
داہم گمردوں میں آ گئے پچکے سے کوٹ کر
شرمندگی سے چھروں کو اپنے چھپاتے ہیں
اور راتوں رات آ گئے مرزا جی شہر میں
سارے حواری جو تیاں چلتے آتے ہیں

باتی رہا یہ امر کہ باوجود اس صراحة اس وضاحت اور اس تشریح کے اب اس سے موجودہ جنگ اور زارروں کی معزولی مراد یہ تائی انصاف کا خون کرنا اور عوام کو دھوکہ میں ڈالنا ہے۔ فرض بالحال اگر اس سے جنگ ہی مراد لے لیں تو وہ جنگ:

..... ۱..... مرزا قادیانی کی زندگی میں ہونی چاہئے تھی۔

..... ۲..... وہ جنگ مرزا قادیانی کے ملک میں ہونی چاہئے تھی۔

..... ۳..... اس سے مرزا قادیانی کے ملک کا ایک حصہ ان کی زندگی میں نایاب ہو جانا چاہئے تھا۔

..... ۴..... مرزا قادیانی کی ہماربار کی وی میں کبھی تو بینگ کا نام اور زارروں کی معزولی کا لفظ آتا۔

..... ۵..... مرزا قادیانی ہرگز یہ نہ کہتے، ظاہری معنوں کا تہمہتہ تاویلی معنوں کے زیادہ حق ہے۔

غرض مرزا قادیانی کی تحریروں سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ ہرگز سچے اور راست باز فرض

نہیں تھے اور وہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھے اور اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق صریح اور صاف کاذب ٹھہرے۔

دوسرا معیار

سب سے بڑا اور زبردست معیار جو مرزا قادیانی اپنے صدق و کذب پر سکتے کے لئے ہمیں بتلا گئے ہیں، وہ یہ ہے۔ لکھتے ہیں: ”ظاہر ہے کہ جب کوئی ایک بات میں جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسرا باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔“

(چشمہ معرفت ص ۲۲۲، جز: آن ج ۲۳۳ ص ۲۲۳)

اب میں اسی معیار پر مرزا قادیانی کو پرکھتا ہوں۔ گوپیش گوئیوں کے ہاصل اور جھوٹا ہونے کے بعد کسی مزید جھوٹ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ تاہم ہر پہلو، ہر سمت، ہر طرف اور ہر جہت سے جھوٹا ثابت کرنے کے لئے مرزا قادیانی کے چند ایسے جھوٹ درج کئے جائیں گے۔ جن کا صحیح جواب مرزا کی حضرات تا قیامت نہیں دے سکتے۔

جھوٹ نمبرا

(شهادت القرآن ص ۲۷۲، جز: آن ج ۲۳۷ ص ۲۳۷) میں لکھتے ہیں کہ: ”اگر حدیث کے بیان پر اعتقاد ہے۔ تو سلسلہ ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہئے جو صحت اور دوثق میں اس حدیث پر کی وجہ بوجھی ہوئی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ خاص کردہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسان سے اس کے لئے آواز آئے گی ”هذا خلیفۃ اللہ المهدی“ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے۔ جو اسی کتاب میں درج ہے۔ جو ”اصح الکتب“ بعد کتاب اللہ ہے۔“

امی مرزا قادیانی! سوچا اور خوب سوچا کہ یہ حدیث اس پایہ اور مرتبہ کی ہے۔ جس پایہ اور مرتبہ کے آپ مجہود، رسول اور محدث ہیں۔ اللہ رے ولیری کہ بخاری جیسی مشہور کتاب، پھر مرزا قادیانی کو اولیٰ اولیٰ بات پر وہی کی بارش اور پھر جتاب کی دھی دخل شیطانی سے حفظ، روح اللہ ہر وقت آپ کے ساتھ، الہام جتاب کا قطبی گر اس قدر جھوٹ سے نہ وہی نے روکا، نہ روح القدس نے۔

اس مضمون کو بخاری کی روایت بتانا اس امر کی کافی شہادت ہے کہ مرزا قادیانی کی طبع میں اختیاط اور استھازی کا نام سک نہ تھا۔ اگر میں غلط کہتا ہوں تو تمام دنیا کے مرزا کی مل کر جلاش کر

کے اس روایت کو لکھائیں۔ ورنہ مرزا قادیانی کے کاذب اور مفتری ماننے میں کوئی تامل نہ کریں۔
میں دعویٰ سے ڈکے کی چوت کہتا ہوں کہ تاقیامت کوئی نہیں دکھال سکتا:

نہ خیر اٹھے ہے نہ تکوار ان سے یہ بازد میرے آزمائے ہوئے ہیں
جھوٹ نمبر ۲

(اربعین نمبر ۳ ص ۹، خزانہ حج ۷۶ ص ۳۹۲) میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ ”مولوی غلام
دیگر قصوری اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی نے لکھا ہے کہ جھوٹ پچ کے سامنے مر جائے گا۔“
یہ مرزا قادیانی کا صریح کذب ہے۔ ان دونوں حضرات نے ایسا کہیں نہیں لکھا کہ اگر
کسی کو دعویٰ ہے تو بتاؤ کہ کہاں اور ان کی کس کتاب میں ہے؟ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی
مرزا کی اس جھوٹ کے داغ کو قیامت تک نہیں مٹا سکتا:

باندھی سب نے زیرِ فلک جھوٹ پر کمر
شاید بگڑ گیا ہے کہیں ماٹ نسل کا

جھوٹ نمبر ۳

(دورانیت نمبر ۲ ص ۱۹، خزانہ حج ۸۸ ص ۲۰۹) میں مرزا قادیانی نے ایک حدیث نقل کی
ہے: ”فَاخْبُرْ رَسُولَ اللَّهِ تَعَالَى خَيْرَ الْأَنَامِ أَنَ الشَّمْسَ تَنْكَسِفُ عِنْدَ ظَهُورِ
الْمَهْدِيِ فِي النَّصْفِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ يَعْنِي الثَّامِنِ وَالْعُشْرِينَ قَبْلَ نَصْفِ النَّهَارِ“
یعنی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ مهدی کے ظہور کے وقت ایام کسوف کے نصف میں ہو گا۔
یعنی اٹھائیں سویں تاریخ میں دوپہر سے پہلے۔

یہ مرزا قادیانی کا سفید جھوٹ ہے۔ یہ کوئی حدیث نہیں۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو کتب
احادیث سے عبارت بالا ایسے من دعویٰ کمال دیجئے۔ ورنہ سمجھئے کہ مرزا قادیانی نے سخت جھوٹ بولا
ہے:

مجبوروں کا مدی بنتا ہے تو
جھوٹ پر اس قدر کیوں ختا ہے تو
ناظرین! آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ مرزا قادیانی اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق کس
طرح کاذب، مفتری، جھوٹ اور دھوکہ باز ثابت ہو رہے ہیں۔ جس میں کسی حیلہ اور چون وچرا
کی مگنا کوش نہیں۔ اب ذرا مرزا قادیانی کے پانچ، چھ جھوٹ اور ملاحظہ ہوں۔ جن کا صحیح جواب غیر
ممکن اور محال ہے۔

جھوٹ نمبر ۲

مرزا قادیانی کی سب سے پہلی الہامی کتاب جس میں وہ ہزار روپیہ انعام کا الہامی اشتہار بھی درج ہے۔ اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ سب حق ہے۔ لیکن اس کے پہلے عی دیباچہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ ”اس کتاب میں ایک اشتہار ایک مقدمہ، چار فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔“ (مراذین احمدیہ میں ۱۶، خزانہ حج اس ۲۲) اب میں مرزا کی حضرات سے پوچھتا ہوں کہ مراذین احمدیہ سینکڑوں کی تعداد میں طبع شدہ موجود ہے۔ آئیے! اس کے ورق اللہ کر ایک اشتہار، ایک مقدمہ، چار فصلیں اور ایک خاتمہ نکال کر دکھائیے اور مرزا قادیانی کو سچا ثابت کریے۔

میں دونوں سے کہتا ہوں کہ کوئی مرزا کی تاقیامت ہرگز ہرگز نہیں وکھلا سکتا۔ اب بتلاؤ کہ مرزا قادیانی کے کاذب ماننے میں آپ کو کیا شہد باقی ہے؟

جھوٹ نمبر ۵

مرزا (حقیقت الحقیقی، ۳۹۰، خزانہ حج ۲۲ میں ۲۰۶) میں لکھتے ہیں کہ: ”مہدو صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و فناطیب الہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ اور فناطیب سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیریہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔“

یہ مرزا قادیانی نے عوام کو وہ تو نہیں اور اپنے دام تزویریں لانے کے لئے صرخ اور صاف جھوٹ لکھا ہے۔ مہدو صاحب نے ہرگز نہیں لکھا کہ وہ نبی کہلاتا ہے۔ بلکہ انہوں نے تو یہ لکھا ہے کہ ”وہ محدث کہلاتا ہے۔“ اگر ہمت ہے تو مکتوبات سے نکال کر دکھاؤ۔

جھوٹ نمبر ۶

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (مکالمہستان میں ۵۲، خزانہ حج ۱۵ میں ۵۵) میں لکھا ہے کہ ”اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی نے فرمایا ہے کہ نبی کی عمر ایک سو سو چھوپیں (۱۲۵) سال کی ہوئی ہے اور اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت نبی علیہ السلام میں وہ ایسا ہاتھی جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں وہ دونوں جمع نہیں ہو سیں۔

..... یہ کہ انہوں نے کامل عمر یا نبی۔ یعنی ایک سو سو چھوپیں برس زندہ رہے۔

..... یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی۔ اسی لئے نبی سیاح کہلاتے۔“

یہ مرزا قادیانی کا بالکل سفید جھوٹ ہے۔ اسلام کے تمام فرقے اس بات کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو ثابت کرے۔ مگر میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی مرزا قادیانی کا ثابت نہیں کر سکے گا۔

نہ مختر اٹھنے ہے، نہ تکوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

جھوٹ نمبرے

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (بماہین احمدیہ حصہ چوتھے ص ۹۱، خرداد ۱۴۲۱ھ/ ۱۸ مئی ۱۹۰۲ء) میں لکھا ہے کہ ”اور بعض احادیث میں بھی آچکا ہے کہ آنے والے عصر کی ایک یہ بھی علامت ہو گی کہ وہ ذوالقرنین ہو گا۔“

یہ مرزا قادیانی نے بالکل جھوٹ لکھا ہے۔ کتب احادیث دنیا میں موجود ہیں۔ انھوں نیں گئیں۔ اگر ہمت ہے تو آزاد مرزا قادیانی کو سچا ثابت کرو کھاؤ درشنائیے مذہب سے توبہ کرو۔

جھوٹ نمبر ۸

(تحفہ گلزار دیوبندیہ ص ۹۱، خرداد ۱۴۲۱ھ/ ۱۹۰۲ء) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ”اور ان کی (یعنی شمسیر) کی پورانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک نبی شہزادہ ہے۔ جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا۔ جس کو قرباً انہیں سورس آئے ہوئے گزر گئے اور ساتھ اس کے بعض شاگرد تھے اور وہ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا رہا اور اس کی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا۔ جس کے پہنچتے کہ یہ ایک شہزادہ نہیں ہے۔ جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا اور اس کا نام یونز ہے۔“

مرزا قادیانی نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ صریح جھوٹ لکھا ہے۔ شمسیر کی قدیم و جدید سب تواریخ موجود ہیں۔ کسی تاریخ سے ایسا نکال دو۔ ورنہ خدا سے ڈردا اور ایسے جھوٹے مذہب کو خیر باد کہہ دو۔

تیسرا معیار

اب میں مرزا قادیانی کا ایک قول پیش کرتا ہوں۔ جس سے مرزا قادیانی کی مسیحیت خاک میں مل جاتی ہے اور وہ اپنے پختہ اقرار سے جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو ہمت ہے تو مربد بنے اور میدان میں لٹکے اور سچا کر کے دکھائے۔

مرزا قادیانی اخبار الہبر مطبوعہ ۱۹۰۶ء (کھوپڑ ج ۱۵ ص ۳۹۵ جدید) میں لکھتے

ہیں: ”میرا کام جس کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں۔ سمجھی ہے کہ میں میں پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجاۓ شیعیت کے توحید پھیلا دوں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور شان دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ شان بھی ظاہر ہوں اور یہ علمت عالمی نظہر میں نہ آ دے تو میں جو ہٹا ہوں۔ پس اس کا مکار دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے اور وہ انجام کوئی دیکھتی۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں کام کر دکھایا جائے اور مددی کو کرنا چاہئے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہو اور مر گیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جو ہٹا ہوں۔“

مرزا قادیانی نے یہاں تین دعوے کئے ہیں۔

اول! میں پرستی کے ستون کو توڑنا۔

دوم! بجاۓ شیعیت کے توحید کو پھیلانا۔

سوم! آنحضرت ﷺ کی جلالت اور شان دنیا پر ظاہر کرنا۔

اس کے بعد بڑے دعویٰ سے یہ لکھتے ہیں کہ اگر مجھ سے کروڑ شان بھی ظاہر ہوں اور یہ باشمیں میں پوری نہ کر سکوں اور مر جاؤں تو سب گواہ رہیں کہ میں جو ہٹا ہوں۔

اب میں مرزا جی صاحبان سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کی گواہی کیوں نہیں دیتے۔ اب انہیں کیا اغدر ہے۔ مرزا جی حضرات ان زوردار دعویوں کو ملاحظہ کریں اور بتائیں کہ ان میں کوئی بات بھی ان کی زندگی میں پوری ہوئی یا ان کے خلیفہ اول یا دوم نے حق کر کے دکھائی؟

کیا یہ میسا بیت دنیا سے نیست دنابود ہو گئی؟ کیا شیعیت کی بجاۓ توحید دنیا میں بھیل گئی؟ ہرگز ہرگز کوئی نہیں۔ تمام دنیا نے دیکھ لیا اور دیکھ رہی ہے کہ مرزا قادیانی کے آنے کے بعد اسلام کی حالت پر تر ہو گئی اور بالخصوص اب جیسی حالت زار ہے۔ جو نام کے مسلمان ہیں۔ وہ بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں یہ میسا جی و آریہ، وہریا اور بے دین ہوتے جاتے ہیں۔

اگر انصاف اور حق طلبی سے دیکھا جائے تو مرزا قادیانی کے وجود سے شیعیت کے مانے والے فنا تو کیا ہوتے، بہت کچھ ان کی ترقی ہو گئی اور تو توحید کی جگہ ساری دنیا میں شیعیت بھیل گئی۔ حقیقت تھی ہے کہ مرزا قادیانی نے بعض مسلمانوں کو دھوکہ اور فریب دیتے اور اپنے دام میں لانے کے لئے زور دار دھوکے کر دیتے۔ ورنہ وہ اور ان کے تبعین تو یہ میسا بیوں کے پورے میں وہ دگار ہیں اور اسلام کے پکجھوٹن۔

مجھے اس کے مرزا قادیانی اپنی سماں سے لوگوں کو مسلمان بناتے۔ انہوں نے آتے

ہی چالیس کروڑ مسلمانوں کو مرتد اور کافر بنا دیا۔ ان کے چیچپے نماز پڑھنا جائز اور حرام قرار دیا۔ ان کے ساتھ رشتہ نات کرنا قطعی طور پر منوع تھا اور ان کے لئے دوزخ کا دروازہ کھول دیا۔ برخلاف اس کے اپنی قلیل جماعت کو فرقہ ناتی اور مستحق جنت تھا اور ایسا۔

آنحضرت ﷺ کی جلالت، افضلیت اور شان یہ ظاہر کی کرتے ہی زور سے دھوکی کر دیا کہ ”ان قدمنی ہذہ علی منارة ختم علیہ کل رفعۃ“ (خطبہ الہامیہ ص ۳۵، خزانہ ان ح ۱۶۲ ص ۷) یعنی میرا پاؤں اس بلندی پر ہے جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں۔ یعنی مجھے وہ رتبہ ملا ہے کہ کسی نبی کو آج تک نہیں ملا۔ یہاں پر صریح لفظوں میں آنحضرت ﷺ پر افضلیت کا دھوکی کیا گیا۔

ایک جگہ پر توصاف طور پر کھلے کھلے الفاظ میں لکھتے ہیں کہ: ”میرے بڑے بڑے نشان تین لاکھ تک کھلتے ہیں۔“ (تحریقۃ الوقی ص ۲۸، خزانہ ان ح ۲۲۲ ص ۵۰۳)

اور جناب رسول ﷺ کی نسبت (تحفہ گلودیہ ص ۴۰، خزانہ ان ح ۷۹ ص ۱۵۳) میں لکھتے ہیں کہ ”ہمارے نبی ﷺ سے تین ہزار مجرمے ظہور میں آئے۔“

ان دونوں قولوں کو ملانے سے ظاہر ہوا کہ مرزا قادری کا دھوکی ہے کہ میرے مجرمات رسول ﷺ کے مجرمات سے بھی زیادہ ہیں۔ یعنی مجھے آنحضرت ﷺ پر سو حصہ زیادہ افضلیت ہے۔ (فتوذ باللہ) اب ناظرین خود انصاف کر لیں کہ اس معیار کی رو سے صادق تھہرے یا کاذب؟

باب سوم

مرزا قادری کے کذب میں قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے معیار ناظرین! مرزا قادری اپنے پیش کردہ معالیجہ کی رو سے کاذب، مفتری، جھوٹے اور بے دین ثابت ہو گئے۔ ہم ان کے پیش کردہ اتنے ہی معیاروں پر اتفاق کرتے ہیں اور قرآن شریف اور حدیث نبی ﷺ سے معیار پیش کر کے ان کے کذب کی اور بھی تصدیق کر دیتے ہیں۔

پہلا معیار

حدیث شریف میں آیا ہے: ”ساتو فی اللہ نبی ساقط الادفن حیث قبض (کنز العمال ج ۲ ص ۱۱۹)“ اس کا ترجمہ میں اپنی طرف سے نہیں کرتا۔ بلکہ مرزا محمود قادری کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ وہ اس معیار کو مانتے ہیں، لکھتے ہیں۔ ”نبی فوت کیا، کسی نبی کو بھی اللہ نے ہرگز کو وہ دفن کیا گیا، جس جگہ فوت کیا گیا۔“ (دیکھئے توحید الادمان ح انہبر ۱۹۷۴ء اپریل ۱۹۷۶ء ص ۷)

چنانچہ ایک اور حدیث بڑے ذور سے اس کی تائید کرتی ہے: ”ما قبض اللہ نبیا
الافی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه“ (مشکوٰۃ چہارم باب وفاة
النبوی ﷺ) ”﴿آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی کی روح کو اسی جگہ قبض کرتا ہے
جہاں اسے دفن کرنا منظور ہو۔﴾

حدیث بالا کے راوی حضرت ابو یکم صدیقؑ ہیں، حضرت عائشہ صدیقہؓ قمری ہیں کہ
آنحضرت ﷺ کا جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ کی مدفن کے مقام میں لوگوں کا اختلاف ہو گیا۔ تو
اسی وقت حضرت ابو بکرؓ نے یہ حدیث پڑھنائی۔ صحابہؓ نے سن کر اس پر اتفاق کیا۔
چنانچہ صدر اول کا اس پر بالتمام و کمال اجماع ہو گیا اور اسی پر عملدرآمد کیا گیا۔ یعنی
حضور ﷺ کا جس مجرم شریف میں انتقال ہوا تھا، وہیں آپ ﷺ کو دفن کیا گیا۔

اب آپ خود انصاف کریں کہ کیا مرزا قادیانی اس معیار پر پورے اترے؟ کیا جہاں
مرزا قادیانی کا انتقال ہوا تھا۔ وہیں دفن کئے گئے؟ افسوس! انتقال ہوا لا ہور میں اور دجال کے
گدھے پر آپ کو لا درکر قادیان میں لا کر دفن کیا گیا۔

اجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دوسرے معیار

اب ایک اور معیار پیش کرتا ہوں۔ اگر مرزاؑ حضرات، مرزا قادیانی کی اس پر پکھ کر
کے چاکر دکھائیں تو فی الحقيقة مرزا قادیانی کی آواز پر ہم لبیک کہنے کو تیار ہیں۔ قادیان کے
اسلامی جلسہ میں کئی دفعہ میں نے یہ معیار پیش کیا۔ مگر آج تک مرزاؑ حضرات نے اس کا کوئی
جواب نہیں دیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے: ”ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد
الانبياء فنبی اللہ حی یرزق (مشکوٰۃ کتب الصلوٰۃ باب الجمعة) ”﴿لِئن اللہ تعالیٰ
نے انہیاء کے احشاء کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نبی زمده ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے﴾
یعنی زمین یا مٹی انہیاء علیہم السلام کے احشاء و ابدان کو ہرگز مرد نہیں کھاتی بلکہ ان کے
اجساد تو قور میں ویسے ہی سمجھ و سالم رہتے ہیں۔ جیسے آج دفن کئے گئے۔

چنانچہ اس کا ثبوت تاریخ مدینہ بنام ”جذب القلوب الی دیار الحب“ میں ملتا ہے۔
اس میں لکھا ہے: ”اور اخبار مسحیوں میں آیا ہے کہ جالیس برس کی مدت کے بعد شہداء کے قبور شریفہ کو

کھولا تو دیسے ہی تروتازہ پھولوں کی کلیاں سی لاشیں مع کفن لکھیں گویا کہ کل ہی دن ہوئی ہیں اور بعض کو ان میں سے دیکھا کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھ کر دیے ہو رہے گئے ہیں ہاتھ کو جدا کرتے ہیں تو زخم سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ ہاتھ کو اٹھا کر چھوڑ دیتے ہیں تو پھر وہیں تو زخم پر پہنچ جاتا ہے۔ ان قبور شریفہ کے کھلنے کے جو سبب ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بعضی بعضی لاشوں کے دن میں خلط ہو گیا تھا۔ قرائی ایک کا دسرے کے پاس دن ہوا تھا۔ تو لوگ آنحضرت ﷺ کی اجازت صرخ سے یادِ لالہ حال سے یا قیاسِ واجتہاد سے ان لاشوں کو نکال کر جدا کر دن کرتے تھے اور بعض قبروں کے کھلنے کی وجہ سل ہوئی تھی اور اکثر اس جہت سے قبریں کھلیں کر حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانِ امارت میں ایک نہر کھدا کر اسی مشہدِ مقدس کی طرف جاری کی تھی۔ تو لاشیں نکال کر الگ جا کر دن کرتے تھے۔

امام تاج الدین بن علیؑ "شفاء الاسقام" میں لکھتے ہیں: "جس وقت حضرت معاویہؓ نے نہر نکالی اور نہل شہداء کا اپنے مواضع قبور سے حکم دیا اس وقت ایک ک DAL حضرت سید الشهداء سیدنا حمزہ بن عبدالمطلبؑ کے پائے مبارک میں تھی۔ اس سے خون جاری ہوا اور نہل کرتے ہیں کہ نہر کھدنے کے وقت ان کے عامل نے منادی کی کہ امیر المؤمنین کی نہر آتی ہے۔ جس کی کامردہ یہاں دن ہو آئے اور مردہ کو یہاں سے اکھاڑ کر اور جگہ لے جاؤ۔"

(مرغوب القلوب ترجیح چذب القلوب ص ۱۹۵)

اب میں یہ کہتا ہوں کہ جب انیماء کے قبیلين صدیقین کی یہ حالت ہو، کہ ان کے اجسام زمین نے نہ کھائے ہوں تو کیا ان کے پیشواؤں یعنی انیماء کی یہ حالت نہ ہو گی؟

اب مرزا ای صاحبان کو چاہئے کہ مرزا قادریانی کو اس معیار پر پہنچیں۔ اگر ان کا جسد بالکل صحیح و سالم کل آئے اور ان کے چہرے پر انوارِ نبوت موجود ہوں تو تم ان کو نبی مانتے کو تیار ہیں۔ ورنہ ان کو مرزا نیت سے تائب ہونا پڑے گا۔ اگر مردمیدان ہو تو تکلو:

بس تھف نہ کر اے ناصح نادان مجھے اتنا

یا چل کے دکھاوے، وہن ایسا، کمر ایسی

تیزِ امعیار

قرآن شریف میں ہے: "وَسَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولِ الْأَبْلَسَانِ قَوْمًا" یعنی ہم نے قومِ قیثربوں کو انہی کی قوم کی زبان میں قیثربننا کر بیجا ہے۔

مرزا قادریانی وہیا میں آئے اور صیدۂ اعجاز پر لکھ کر انہوں نے بڑے زور سے اعجاز کا

دھوئی کیا اور لوگوں کو معارضہ اور مقابلہ کے لئے دعوت دی۔ مگر افسوس یہ کہ قصیدہ عربی کا لکھا۔ اگر پنیر ہوتے تو ضروری والا بدی اپنی توی زبان یعنی اردو یا انگلی میں لکھتے۔

نیز مرزا قادریانی نے فرمایا کہ مجھے مختلف زبانوں میں الہام ہوتے ہیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں جبراںی، انگریزی، عربی، فارسی وغیرہ میں الہام موجود ہیں۔ یہ تعلیم قرآنی کے صریح خلاف ہے۔ اس معیار کے مطابق ان کو اردو یا انگلی میں ہونا چاہئے تھا۔

جلوے میری نگاہ میں کون مکان کے ہیں
مجھ سے کہاں چھپیں گے ایسے وہ کہاں کے ہیں

چوتھا معیار

مرزا قادریانی کا دھوٹی ہے کہ میں سچ اہن مریم ہوں۔ چنانچہ مختلف جگہوں میں انہوں نے اس کا کئی جگہ اعلان بھی کیا ہے۔ (حقیقت الوقی ص ۱۷۶، خزانہ حج ۲۲ ص ۵۷) میں لکھتے ہیں کہ :”الحمد لله الذي جعلك المسبح ابن مریم ” یعنی اس خدا کی تحریف ہے جس نے قبیلے اہن مریم ہاتا یا۔

اسی طرح (از ال اوہام ص ۳۱۵، ۳۱۴، ۳۱۳، خزانہ حج ۳ ص ۳۱۵) میں لکھا ہے: ”میں واضح ہو کر دہ سچ مسعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیح کی رو سے ضروری قرار پا چکا ہے، وہ تو اپنے وقت پر اپنے نشانوں کے ساتھ آ گیا اور آج وہ دعوه پورا ہو گیا۔ جو خدا تعالیٰ کی مقدس پیش گوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔“

ان عبارتوں سے یہ بات خوب پایہ ثبوت کو بنا گئی کہ آنے والے سچ مرزا قادریانی ہی تھے۔ اب ہم حدیث شریف کی طرف رجوع کر کے دیکھتے ہیں۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ السلام کو پرکھے کیلئے ہمیں کون سا معیار تلاٹا گئی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: ”عَنْ حَنْظَلَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هَرِيْرَةَ يَحْدُثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيْهُنَّ أَبْنَى مَرِيمَ بْنَجَرَالَهُ حَاجَا أَوْ مَعْتَمِرَا وَلِيَثْنِيْنِهِمَا (صحیح مسلم جلد اول مطبوعہ مجتبائی پریس نہلی ۱۳۱۹، ص ۴۰۸ سطر ۱۴)“ ہختلہ اسلمنی سے مردی ہے کہاں نے الہ بھریہ سے سن۔ وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ہے اس کی جس کے بعد میں میری جان ہے کہ اہن مریم یقیناً اور ضرور مقام حج یا عمرہ یا قرآن (یعنی حج اور عمرہ دونوں) کا احرام باندھیں گے۔)

میرے مرزا اُبی دوستو! ہلاکیا مرزا قادریان نے حج کیا تھا۔ کیا انہوں نے حج یا عمرہ یا
قرآن کا احرام حج رو حاد سے باندھا تھا؟

حدیث تو بڑی تاکید سے کہتی ہے کہ حج این مریم جب آئے گا تو ضرور حج کرے گا۔
ہاں! اگر یہ حیلہ تراشا جائے اور اگر یہ بہانہ پیش کیا جائے کہ مرزا قادریانی میں
استطاعت نہیں تھی۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ ہٹالیے کہ حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ حج میں
استطاعت ہو گئی تو وہ حج کرے گا ورنہ نہیں؟

دوسرے میں یہ کہتا ہوں کہ مرزا قادریانی تو اپنے تین مختلف کتابوں پر بھیں اعظم
قادیانی لکھتے رہے ہیں۔ کیا ان میں استطاعت نہیں تھی۔ چلے کدم چلیں کے۔ میاں باطل اور
 مقابلہ حق کا؟

سامنا اور آہ آنکھیں کا
منہ تو دکھو آسمان ہم کا
پانچواں معیار

حدیث شریف میں ہے: ”قال رسول اللہ ﷺ لانورث ماترکناہ صدقۃ
(مشکوہ باب وفات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم))“ ہم یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم انبیاء کے مال کا
کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ چور ڈال جاتے ہیں، سب صدقہ ہوتا ہے۔
اسی واسطے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ نے مال ندک وغیرہ کو
تھیں نہیں کیا اور نہ بی بی قاطمہ کو کچھ دیا۔

اگر مرزا قادریانی نبی ہوتے تو لابدی اس معیار کے مطابق اپنی تمام جائیداد صدقہ کر
جائتے۔ جب مرزا قادریانی نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ان کی اولاد اور دیگر ورثاء ان کی جائیداد منقولہ
وغير مقولہ کے وارث ہوئے اور مرزا قادریانی نے خود اپنے بیٹے کو بھی اپنی جائیداد سے محروم کر کے
اس کو عاق کر دیا۔ تو وہ کاذب اور مفتری تھے۔

چون بشنوی خن الہ دل گوکہ خطا است
تو آسانئے نہ خطا انجا است

چھٹا معیار

قرآن شریف میں ہے: ”قل لَا إِسْلَامُ عَلَيْهِ أَجْرٌ“ ہم آپ ان سے کہہ دیجئے
کہ میں تم سے اس (تلخ) پر کوئی (دنیوی) ملٹیں مانگتا۔

بھی نہیں۔ بلکہ قرآن کریم میں متعدد جگہ مختلف انبیاء کے پارے میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ چنانچہ سورہ شعرا مکال کرو دیکھ لجھتے کرو حس علی السلام نے بھی اپنی قوم کو کہا تھا کہ: ”ومَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ“، یعنی میں تم سے کوئی دینیوی صد نہیں مانگتا۔ بلکہ میر اصل تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

یہاں سے پچھنیوں کا مابہ الامتیاز یہ بھی لکھا کہ وہ احکام کی تبلیغ میں اپنے لئے روپیہ اور چندہ نہیں مانگتے۔ جو کچھ کرتے ہیں۔ محض الشادور خاص خدا کے واسطے کرتے ہیں۔

اب ہم مرزا قادریانی کو اس معیار پر پرکھتے ہیں کہ آیا وہ اس پر صادق اترتے ہیں یا

کاذب؟

مرزا قادریانی نے اپنے لئے چندہ مانگا اور بہت سی رقم جمع کی۔ چنانچہ اپنے مکان کی دسعت کے لئے بڑے زور دشور سے اشتہار دل میں انہوں نے چندہ کی ورخواست کی اور لوگوں سے روپیہ وصول کیا۔

مرزا قادریانی کی اپنی جانبیدا اوقیانوس بہت کم تھی۔ اتنی بڑی جانبیدا جوانہوں نے مہیا کی۔ وہ سب چندہ کی بدولت تھی۔ لہذا مرزا قادریانی کو اس معیار کی رو سے کاذب مانتا پڑے گا۔

راہ پر ان کو تو لے آئے ہیں ہم ہاتوں میں
اور کھل جاویں گے دو چار ملاقوں میں

باب چہارم

مرزا قادریانی کے کذب میں چند عقلی معیار

اب ہم قرآن و حدیث کے بتائے ہوئے اتنے ہی معیاروں پر اکتفاء کرتے ہیں اور چند ایک عقلی معیار پیش کرتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ ہو۔

پہلا معیار

ہم دیکھتے ہیں کہ آج تک دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس کی وفات کے بعد اس کے صحابہ میں اس بات پر اختلاف ہو گیا ہو کہ یہ نبی تھا یا نہیں؟

کوئی ایسی نظریہ تھا یہ کہ کسی نبی کی جماعت اس کی وفات کے بعد اس طرح دو فریقوں میں مغلظہ ہو گئے۔ ایک جماعت تو ان کی نبوت کا سرے سے الکار کرتی ہے اور دوسری جماعت ان کو نبی اور مرسل من اللہ تھا۔

ابتدائے دنیا سے آج تک اس کی کوئی نظر نہیں ملتی۔ یہ بھی مرزا قادیانی کے کذب کی بڑی زبردست دلیل ہے۔

سمجا ہے اور فلک تو مجھے اپنے دل میں کیا
تیرے دھوئیں اڑاؤں گا میں ایک آہ میں

دوسرامعيار

دوسرے یہ کہ چنانچی جب خدا کی طرف سے رسول ہنا کر بیجا جاتا ہے۔ اسی وقت وہ رسالت کا دعویٰ کر دیتا ہے۔ آہتہ آہتہ تدریجیاً اپنے نبوت نہیں کرتا۔ یعنی نہیں کرتا کہ پہلے دعویٰ دلایت پھر مدد دیت اور پھر آخر میں کہیں جا کر جب دیکھا کہ لوگوں نے مان لیا ہے۔ دعویٰ نبوت کر دے۔

بغلاف مرزا قادیانی کے کہ انہوں نے دیگر انہیاء صادقین کی مثل فوراً دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو اول ولی، پھر مجدد، پھر سعید مسعود، پھر رام چند پھر کرشن وغیرہ وغیرہ بننے پھر کہیں جا کر نبوت کا دعویٰ کیا۔ آدم علیہ السلام سے اکرم محمد ﷺ کسی نبی، کسی رسول، کسی مرسل من اللہ کا یہ طریقہ نہیں دیکھا جو مرزا قادیانی نے کیا۔ تو معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی پچے نہیں تھے۔ بلکہ کاذب تھے۔

سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر
تیر کھانے کی ہوں ہے تو جگر پیدا کر

تیسرا معيار

تیسرا معيار پچھے نبیوں کا یہ ہے کہ ان کے نام ہمیشہ مفرد ہوتے ہیں۔ جیسے آدم علیہ السلام، فوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، محمد ﷺ۔

قرآن شریف و حدیث شریف میں انہیاء کا ذکر ہے۔ سب کے امامے گرامی مفرد ہیں مرکب نہیں۔

بغلاف غلام احمد کے یہ مضاف اور مضاف الیہ سے مرکب ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی اس معیار کے مطابق پچھے نبی نہیں ورنہ ان کا نام بھی مفرد ہونا چاہئے تھا۔

باب پنجم

عقائد مرزا قادیانی

ناظرین! معياروں کا سلسلہ فتح کیا جاتا ہے۔ اب ہم اس کے بعد مرزا قادیانی کے اس مذہب، ان عقائد اور اس تعلیم کا تھوڑا سا منہوذ پیش کرتے ہیں جو وہ ہمارے انس میں چھوڑ گئے ہیں۔ جس سے مرزا قادیانی کا اسلام سے خارج ہونا روز روشن کی طرح ظاہر جائے گا اور نیز اس امر کی بھی توجیح و تشریع ہو جائے گی کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ صرف نبوت کا ہی نہیں، بلکہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ میں تمام انجیاء سے افضل ہوں۔

مرزا قادیانی کا اپنی وحی پر قرآن شریف کی طرح ایمان لانا لکھتے ہیں: ”جبکہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے، جیسا کہ توریت اور انجلیل اور قرآن کریم پر تو کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کی طیات بلکہ موضوعات کے ذخیرے کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں، جس کی حق ایقین پر بناء ہے۔“

(اربیٹن نمبر ۲۴، خداوند ۷، اس ۲۵۲)

ذکورہ بالاقول سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں:

اول: یہ کہ مرزا قادیانی اپنی وحی کو ایسا ہی قطعی اور یقینی کلام خدا جانتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید ہے۔ اس سے دو امور ثابت ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ مرزا قادیانی کو ویسا ہی نبوت کا دعویٰ ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ﷺ کو تھا۔ درستہ مرزا قادیانی کی وحی کا قطعی اور یقینی طور پر خدا کا کلام ہونا اور اس پر ایمان لانا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی اپنی وحی کے مکمل کو ویسا ہی کافر بھیں گے جیسا کہ قرآن مجید کے مکمل کو۔

دوم: یہ کہ مرزا قادیانی اپنی وحی کے مقابلہ میں تمام احادیث نبویہ بیکار تاتے ہیں کیونکہ وہ اپنی وحی کو من جانب اللہ ہونا قطعی تاتے ہیں اور احادیث کا ثبوت ٹھنی کہتے ہیں۔ بلکہ بلا یقین انہیں موضوع یقین جھوٹی ہنکی ہوئی باتیں کہتے ہیں۔

مرزا قادیانی کا اپنے الہامات پر قرآن شریف کی طرح ایمان لانا لکھتے ہیں ”میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں، جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو

یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔“ (حقیقت الودی ص ۲۱۱، خراں ج ۲۲۲، ص ۲۲۰)

دیکھا جائے کہ کس صفائی سے اپنے الہامات پر ایمان لاوایا ہی فرض ہتاتے ہیں جیسا
قرآن مجید پر، ان کے کلام خدا ہونے پر انہیں ایسا ہی یقین ہے جیسے قرآن مجید کے کلام خدا ہونے
پر۔ اس قول کے بعد کسی ذی علم کو اس بات کے ماننے میں کوئی تال نہیں ہو سکتا کہ ان کے الہامات
کا مکر کافر ہے۔ جب ان کی وجہ کام مرتبہ کلام الٰہی ہونے میں ایسا ہی ہو جیسا قرآن مجید ہے، تو
کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ رضا قادری کے نزدیک ان کے الہامات کا مکر کافر نہ ہو بلکہ ضرور ہے کہ ان
کے الہامات کا مکر ویسا ہی کافر ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا مکر۔

دعویٰ نبوت کے ساتھ حضرت علیہ السلام پر فضیلت کا دعویٰ
لکھتے ہیں، ”خدانے اس امت میں سے کج معمود بیجا، جو اس پہلے کج سے اپنی تمام
شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس کا نام غلام احمد رکھا۔“ (دافتِ البلاء ص ۱۲، خزانہ حج ۱۸ ص ۲۲۲)
اس قول میں نہایت صاف طور سے نبی مستقل اور صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ
ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو ہر شان میں حضرت کج علیہ السلام سے بہت بڑھ کرتا تھا
ہیں اور جب مرزا قادیانی ہر شان میں ان سے بڑھ کر ہوئے تو بالضرور ان کا یہ دعویٰ ہوا کہ میں
مستقل نبی ہوں۔ بلکہ بعض مستقل انبیاء سے بہت بڑھ کر ہوں اور صاحب شریعت ہوں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں، ”خدانے اس امت میں سچ معمود بیججا جو اس پہلے سچ سے اپنی
نامام شان میں بڑھ کر ہے، مجھے تم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر سچ
بن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں، وہ ہر گز نہیں کر سکتا اور وہ شان جو مجھ
سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ کھلا سکتا۔“ (حقیقت الوعی ص ۱۳۸، خرائیح ۲۲۲ ج ۱۵۲)

ایک اور جگہ حضرت علی علیہ السلام پر اپنی فضیلت کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں: ”پھر
جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخر زمانے کے سچ کو اس کے کارنا مون کی
تجھ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ شیطانی دوسرا ہے کہ کیوں تم سچ ابن مریم سے اپنے تین افضل
نے ارادتے ہو؟“ (حقیقت الوعی ص ۱۵۵، خرائیح ۲۲۲ ج ۱۵۹)

اس قول میں مرزا گاویانی کے کئی جھوٹ ثابت ہوتے ہیں۔

..... ۱ خدا نے فرمایا ہے کہ آخوندگی کا منع پہلے وقت کے سچ سے افضل ہوگا۔
 ۲ جاتا رسول ﷺ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔

۳..... انہیاء کرام کا بھی بھی قول ہے۔
 ۲..... آخری زمانہ کے سعی کی فضیلت اس کے عمدہ اور مفید کاموں کی وجہ سے بیان کی ہے۔
 یہ چاروں ہاتھ مغض غلط اور جھوٹ ہیں۔ قرآن و حدیث اور کتب سابقہ موجود ہیں۔ کوئی قادریاتی دھکلائے کر آنے والے سعی کو پہلے سعی سے افضل کہاں تھہرا�ا ہے؟ اس سعی نے سوائے اپنی شہرت کے کیا کارناۓ دکھائے اور اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچایا۔ بھروس کے دنیا کے مسلمانوں کو کافر تھہرا دیا اور کیا کیا؟

واقف رہ جو نہیں قالہ سالار نہ بن
 سرفوشی کی نہیں تاب تو سردار نہ بن

کھلے کھلے الفاظوں میں دعویٰ بیوت

۱..... ”میں نبی ہوں اور اس امت میں نبی کا میرے لئے مخصوص ہے۔“

(حقیقت الوعی ص ۳۹۱، انداز ان ح ۲۲ ص ۳۰۶)

۲..... ”الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ ہے۔ خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ اس پر ایمان لا ڈا اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔“

(انعام آنحضرت ص ۶۲، انداز ان ح ۱۸ ص ۱۷۶)

۳..... ”سچا خداوندی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

(واضح البلاء م ۱۸، انداز ان ح ۱۸ ص ۲۳۶)

۴..... ”مجھا الہام ہوا ہے: ”یا لیہا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً“ یعنی اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول ہو کر آیا ہوں۔“

(معیار الاخراج ۱۱، مجموع اشتہارات ح ۲۷۰ ص ۲۷۰)

۵..... ”بہر حال جب تک طاغون و نیا میں رہے گوئے برس تک رہے۔ قادیان کو اس کی خوفناک جاہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔“

و دیگر انہیاء پر فضیلت کا دعویٰ

لکھتے ہیں: ” بلکہ خداۓ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ہابت کرنے کے لئے اس قدر مجرمات دکھائے ہیں کہ بہت بھی کم نبی ایسے آئے ہیں۔ جنہوں نے اس قدر مجرمات دکھائے ہوں۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر مجرمات کا دریا

روال کر دیا ہے کہ پاستناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر مخالف ہے۔ (تخریجت الوی میں ۱۳۶، خزانہ ج ۲۲ ص ۵۵)

قول بالا کی تائید میں مرزا قادری کا ایک اور قول پیش کرتا ہوں، وہ یہ ہے: ”اور میں اس خدا کی قسم کما کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اسی نے میری قدمیت کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تم لا کھٹک و پیچتے ہیں۔“

(تخریجت الوی میں ۱۸، خزانہ ج ۲۲ ص ۵۰۳)

ہر دو قول بالا میں بڑے ذور سے دیگر انبیاء پر اپنی فضیلت کو صریح اور صاف الفاظ میں ظاہر کر رہے ہیں۔ جس میں کسی کو چوپ دچا کی سمجھاؤں نہیں۔

حضور سرور کائنات پر فضیلت کا دعویٰ

اس سے قبل تخریجت الوی سے مرزا قادری کا دعویٰ نقل کیا گیا ہے کہ میرے بڑے بڑے نشان تین لا کھٹک و پیچتے ہیں۔ مگر اسی پر بس نہیں بلکہ اخبار بدر مورخ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء میں تین لا کھٹک سے زیادہ اپنے مجازات کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے:

”جو میرے لئے نشان ظاہر ہوئے وہ تین لا کھٹک سے زیادہ ہیں اور کوئی مہینہ نشانوں سے خالی نہیں گزرتا۔“

اور جاتب رسول ﷺ کی نسبت (تخریج کولاوی میں ۳، خزانہ ج ۷ ص ۱۵۲) میں لکھتے ہیں کہ: ”ہمارے نبی ﷺ کے تین ہزار مجزے ظہور میں آئے۔“

ان ہر دو قول کے ملانے سے ظاہر ہوا کہ مرزا قادری کا یہ دعویٰ ہے کہ میرے مجازات آنحضرت ﷺ کے مجازات سے سو حصہ زیادہ ہیں۔ یعنی سو حصہ مجھے حضور ﷺ پر زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ (نوذ باللہ)

۲..... اب ایک اور قول سنئے۔ لکھتے ہیں: ”لیکن پھر بھی دو نام دونیوں سے کچھ خصوصیت رکھتے ہیں۔ یعنی مہدی کا نام ہمارے نبی ﷺ سے خاص ہے اور سچ یعنی مؤید بر روح القدس کا نام حضرت میسیٰ علیہ السلام سے کچھ خصوصیت رکھتا ہے اور دونیوں کی پیش گوئیوں میں یہ بھی تھا کہ امام آخراً لامان میں یہ دونوں صفتیں اکٹھی ہو جائیں گی۔“ (ماشیہ اربعین نمبر ۴۸، خزانہ ج ۸ ص ۳۵۸)

اس قول سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ مرزا قادری کے نزدیک مؤید بر روح القدس

ہونے کی صفت رسول اللہ ﷺ میں نہ تھی۔ صرف مہدی ہونے کی صفت تھی۔ یعنی ایک عظیم الشان صفت سے جاتا رسول اللہ ﷺ مرمد تھے۔ (نحوہ باللہ)
مگر مرزا قادیانی دونوں صفت کے جامع ہیں اور جاتا رسول اللہ ﷺ سے فضیلت رکھتے ہیں۔

۳..... ایک اور قول ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں: ”تمام دنیا میں کئی تخت اترے، پر تیرا (یعنی مرزا قادیانی کا) تخت سب سے اوپر بچایا گیا۔“ (حقیقت الواقع ص ۸۹، خزانہ حج ۲۲ ص ۹۲)
اس قول میں مرزا قادیانی صاف طور پر اپنے آپ کو تمام انجیاء پر فویت دیتے ہیں کیونکہ تخت اتنے سے مقصود معمولی تخت نہیں۔ بلکہ مثالی طور پر عالی مرتبہ رسالت و نبوت کا تخت مراد ہو سکتا ہے۔ جب مرزا قادیانی کا تخت سب سے بلند بچایا گیا تو معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی تمام انجیاء سے افضل ہیں۔

اسی طرح (خطبہ الہامیں ص ۳۵، خزانہ حج ۱۶ ص ۷) پر لکھتے ہیں: ”ان قدموی هذه على منارة ختم عليه كل رفعة“ یعنی یہ میرا پاؤں اس بلندی پر ہے جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں۔
یہاں بھی یہی دعویٰ ہے کہ مجھے دہ بلندی نصیب ہوئی ہے جو کسی نبی کو نہیں ملی۔ (نحوہ باللہ)

۴..... چوتھا قول یہ ہے: ”اقانی مالم یوقت احد من العالمین (استفتاء ص ۸۷، خزانہ حج ۲۲ ص ۷۱۰)“ اس الہام کا بھی مطلب ہے کہ مرزا قادیانی کو جو مرتبہ دیا گیا ہے۔ وہ سارے جہاں میں کسی ولی اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔ اس میں جاتا رسول اللہ ﷺ بھی داخل ہیں۔ یعنی حضور کو بھی وہ مرتبہ نہیں دیا گیا۔ (استغفار اللہ)

۵..... اسی طرح (قصیدہ اعجازیہ ص ۱۷، خزانہ حج ۱۹ ص ۱۸۲) پر اپنی فضیلت یوں بیان کرتے ہیں: ”لَهُ خسْفُ الْقَمَرِ الْمُنِيرِ وَإِنْ لِي غَسَالُ الْقُرْآنِ الْمُشْرَقَانِ اتَّنَكِرُ“ یعنی رسول اللہ ﷺ کے لئے تو صرف چاند کا خسوف ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا؟ اس شعر میں پہلے رسول اللہ ﷺ کا نشان صرف چاند گھن باتاتے ہیں اور اپنائشان چاند اور سورج دونوں کا گھن کہتے ہیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے صفات کے اعماق کے لئے تو صرف چاند گھن ہوا اور میری صفات کے لئے چاند اور سورج دونوں کا گھن ہوا۔ یعنی آنحضرت ﷺ پر مجھے فضیلت دی۔ (نحوہ باللہ)

مرزا قادیانی کا خدا کا دعویٰ

لکھتے ہیں: ”رَأَيْتَنِي فِي الْمَنَامِ عَيْنَ اللَّهِ وَتَيقَنْتَ أَنِّي هُوَ فَخْلُقُ

السموات والارض،” یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہوال اللہ ہو گیا ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں اللہ ہی ہوں۔ پھر میں نے زمین و آسمان پیدا کیا۔“

(آنئنکمالات اسلام ص ۵۶۳، ۵۶۵، ۵۶۷، خزانہ حجہ ۵ ص ۱۰۴)

مرزا قادیانی کا گویا خدا کی بیوی ہوتا

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ ”بابوالہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا (یعنی مرزا قادیانی کا) حیض دیکھے تو یہ میں حیض نہیں بلکہ وہ پچھے ہو گیا ہے اور ایسا پچھے جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔“

(تحریکت الحق ص ۱۳۲، خزانہ حجہ ۲۲ ص ۵۸۱)

مرزا قادیانی کا خدا کا بیٹا ہوتا

ویکھو، الہام مرزا قادیانی ”انت منی بمنزلة ولدی“ یعنی اے مرزا تو ہمارے بیٹے کی جا بجا ہے۔ (حقیقت الحق ص ۸۶، خزانہ حجہ ۲۲ ص ۸۹) اور سنئے: ”انت من ماما نا وهم من مثل یعنی اے مرزا تو ہمارے نطفہ سے ہے اور وہ خُلُکی سے ہے۔“ (ذکر ص ۲۰۲، طبع ۳)

مرزا قادیانی کا خالق خدا ہوتا

ویکھو مرزا قادیانی کا الہام ”انت منی وانا منک“ (دفنه الblade ص ۶، خزانہ حجہ ۱۸ ص ۲۲۷) یعنی خدا مرزا قادیانی کو کہتا ہے کہ اے مرزا تو مجھ سے ہے اور میں تو مجھ سے ہوں۔ یعنی میں تیرا خالق ہوں اور تو میرا خالق ہے۔

مرزا قادیانی کا اہل بیت پر حملہ

..... لکھتے ہیں: ”پرانی خلافت کا جھنڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے، اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی ٹھلاش کرتے ہو۔“ (لحوظات حجہ ص ۱۳۲)

..... ۲

کربلا بیت سیرہر آنم
صد حسین است درگر بیانم

(زوال الحجہ ص ۹۹، خزانہ حجہ ۱۸ ص ۲۲۷)

۳..... ”وقالوا على الحسينين فضل نفسه، اقول نعم والله ربى سيظهر“
(اعجاز احمدی ص ۱۵، خزانہ حجہ ۱۶ ص ۱۲۲) یعنی انہوں نے کہا کہ اس شخص نے امام حسن اور امام حسین سے اپنے تسلیں اچھا کیجا۔ میں کہتا ہوں، ہاں میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا۔

”وانی قتیل تھب لکن حسینکم قتیل العدی فالفرق اجلی واظہر“ (اعجازِ احمدی ص ۸۱، ج ۲، انج ۱۸، م ۱۹۳) یعنی میں محبت کا کشته ہوں مگر تمہارا حسین و شمنوں کا کشته ہے۔ پس فرق کھلا اور ظاہر ہے۔

بھائیو! انصاف سے کہو، کیا کوئی مسلمان کے قلم و زبان سے یہ کلمات نکل سکتے ہیں؟ کیا کوئی انسان رسول اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اپنے مقابلہ میں ان کے قرۃ العین کی اس طرح فضیحت کر سکتا ہے۔ وہ امام حسین چنہوں نے اسلام کے پودے کی پروش اپنے خون سے کی۔ چنہوں نے اسلام کی خاطر اپنی جان کو قربان کر دیا۔ جو سید المرسلین کے فواز ہیں اور جنہیں سید المرسلین نے الٰہ جنت کا سردار فرمایا ہے اور جنگات کے لئے کشتی نوح کے مثل نہ برا یا ہے۔ ان کی نسبت مرزا قادریانی کہتے ہیں کہ (حکیم) تمہارا حسین، یعنی ہمارا نہیں؟

اور پھر لکھتے ہیں کہ میں محبت کا کشته ہوں اور امام حسین و شمنوں کے کشته تھے۔ یعنی انہیں محبت الٰہ سے واسطہ نہ تھا۔ ان کی شہادت محبت خدا کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ میں کشته محبت خدا ہوں۔ کیونکہ میری زندگی امن و آرام اور ہمین و راحت سے گزرتی ہے۔ قورا پالا ذکھانے کو اور مسک و زعفران استعمال کرنے کو ملتا ہے۔ افسوس ایسی عحل پر:

غُر کیا کرتا ہے ایسی عحل ہے
حُر میں روئے گا ایسے جہل ہے

تو ہیں انبیاء کرام

مرزا قادریانی نے انبیاء کرام کی توہین میں جس قدر گستاخی اور بے باکی سے کام لیا ہے۔ لکھتے وقت طبیعت میں ایسا ذرا، ایسا خوف اور ایسا دھشت پیدا ہوتی ہے کہ قلم لکھنے سے رک جاتا ہے۔ مگر بجور آپ حضرات تک ان کے عقائد کو پہنچانے کے لئے تحریر کیا جاتا ہے۔ دردہ طبیعت ہرگز ہرگز اس بات کی متفہی نہیں ہوتی کہ ان الفاظ کو لکھا جائے۔

..... مرزا قادریانی لکھتے ہیں: ”بلکہ اکثر چیزوں کو نہیں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خداونبیاء کرام کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو، سمجھ میں نہیں آ سکتے۔“

(از اللہ عالم م ۱۷۳، ج ۲، انج ۳۳، م ۱۷۱)

..... ۲ ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ ”ایک پادشاہ کے وقت میں چار نگرانے اس کی قیقت کے بارے میں ٹوٹیں گوئی کی اور وہ جھوٹے لکٹے اور پادشاہ کو لکھست ہوئی۔ بلکہ وہ اسی میدان میں ہرگیا۔“

(از اللہ عالم م ۱۷۴، ج ۲، انج ۳۴، م ۱۷۲)

- ۳..... ”جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط تھیں، اس قدر صحیح نہیں تھیں۔“
 (از الادہام ص ۷۶، خزانہ ح ۳۳ ص ۱۰۶)
- ۴..... ”حضرت موسیٰ کی پیش گوئیاں بھی اسی صورت پر ظہور پذیر تھیں ہوئیں جس صورت پر
 حضرت موسیٰ نے اپنے دل میں امید پائی تھی۔“ (از الادہام ص ۸، خزانہ ح ۳۳ ص ۱۰۶)
- ۵..... ”جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیش گوئیوں میں بھی غلطی ہوئی۔“
 (از الادہام ص ۲۸۸، خزانہ ح ۳۳ ص ۱۷۶)
- ۶..... ”جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سیر مسراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ
 نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہیے۔“
 (از الادہام ص ۷۷، خزانہ ح ۳۳ ص ۱۲۶)
- ۷..... ”مریم کا بینا کو شلیا کے بیٹے (راچھنہ رحمی) سے کچھ زیادتی نہیں رکھتا۔“
 (انجام آقہم ص ۲۳، خزانہ ح ۱۱ ص ۳)
- ۸..... ”یہ حضرت مسیح کا مجرہ (پردے ہا کر ان میں پھونک مار کر اڑانا) حضرت سليمان
 کے مجرہ کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دونوں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیال
 جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے دراصل بے سود اور عموم کو فریغتہ کرنے والے
 تھے۔“ (از الادہام ص ۳۰۲، خزانہ ح ۳۳ ص ۲۵۲)
- ۹..... ”اس سے کچھ تجہب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح نے اپنے داد سليمان کی طرح اس
 وقت خالقین کو یہ عقلی مجرہ دکھایا ہو، کیونکہ حال کے زمانے میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صنائع انسی
 ایسی چیزیاں بنانی لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور بلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں۔ بہتی اور کلکتہ میں
 ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔“ (از الادہام ص ۳۰۲، خزانہ ح ۳۳ ص ۲۵۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت توبین

لکھتے ہیں کہ: ”یہ مسائیوں نے بہت سے مجرمات آپ کے لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ
 ہے کہ آپ سے کوئی مجرہ نہیں ہوا اور اس دون سے کہ آپ نے مجرہ ما لگتے والوں کو گالیاں دیں اور
 ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد تھیں۔ اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ
 مجرہ ماگ کر حرام کار اور حرام کی اولاد تھیں۔ ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب
 کو وغیرہ کو اچھا کیا ہو۔ یا کسی اور ایسی بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بد قسمی سے اسی زمانہ میں

ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اس تالاب سے آپ کے مجروات کی پوری حقیقت کھلکھلی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا کہ آپ سے کوئی مجرزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ آپ کا نہیں بلکہ اسی تالاب کا مجرزہ ہے اور آپ کے سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا تاریخ ہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کبی عورتیں ہیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا تجھریوں (کبی عورتوں) سے میلان شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے۔ ورنہ کوئی پرہیز کار انسان ایک جوان تجھری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ ان کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ مجھے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس طبق کا آدمی ہو سکتا ہے۔” (عائیہ انعام ۳۰، ۲۷، ۲۶، ۲۹، ۳۰ ج ۱۱ ص ۲۹۱، ۲۸۹)

مرزا نبیوں کے آگے جب یہ عبارت پڑھی جائے تو کہا کرتے ہیں کہ مرزا قادریانی نے یہ سب کچھ یہوں کو کہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ گالیاں نہیں دیں۔ یہ ان کی بھی دھوکہ دہی ہے۔ مرزا قادریانی تو خود کو گئے ہیں کہ ”سچ این مریم جن کویسی اور یہوں بھی کہتے ہیں۔“

(تحقیق المرام ص ۲۳، ۲۴، ۲۵ ج ۲۳ ص ۵۲)
اب ہتلائیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں نہیں دی گئیں تو اور کس کو دی گئی ہیں۔ کیوں دوسروں کی آنکھوں میں خاک ڈال رہے ہو؟

تیر پر تیر چلاو تمہیں ذر کس کا ہے

سینہ کس کا ہے، بیمری جان جگر کس کا ہے

آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار

”نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرو زمہری تک بھی بچنے سکے۔ جس اس جسم کا کرہ ماہتاب و آنتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔“ (از الادم ص ۲۷، ۲۸، ۲۹ ج ۳ ص ۱۲۶)

قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں

لکھتے ہیں: ”قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ ایک غایت درجہ کا غافلی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال

کے مہذبیں کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجا ایک ختنگی ہے۔ لیکن قرآن مجید کفار کو سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔” (ازالہ ادہام ص ۲۵، ۲۶، خزانہ حج ص ۱۵۱ احادیث)

قرآن شریف قادیاں میں نازل ہوا ہے

”شفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کرہا اور بلند پڑھ رہے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا: ”انَا انزلناه قریبا من القادیان“ تو میں نے سن کر بہت تجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظرِ الال کردیکھا کہ فی الحقيقة قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید قریب لصف کے موقع پر بھی الہامی عبارت لکھی ہوئی ہے۔“

(حادیث از الادہام ص ۷۶، ۷۷، خزانہ حج ص ۳۰)

قرآن کریم کے مجذرات مسمریزم ہیں

لکھتے ہیں: ”قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہو گئے تھے۔ جیسے وہ مردہ جس کا خون نبی اسرائیل نے چھپا لیا تھا۔ جس کا ذکر ”واذا قتلتم“ کی آیت میں ہے کہ اس کائنے کے گوشت کی بوٹھوں سے جس کے ہاتھ سے مقتول کے جسم پر لگنے سے زندہ ہو گیا تھا۔ یا وہ جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قصہ سے ذاتی طور پر زندہ ہوتا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دلکشی تھا کہ چور بے دل ہو کر اپنے تینی ظاہر کر دے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عملِ اتر ب یعنی مسمریزم کا ایک شعبد تھا۔“

(از الادہام ص ۳۸، ۴۷، ۵۰، خزانہ حج ص ۳۳)

حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں آئیں گے

لکھتے ہیں کہ: ”محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں۔“

(از الادہام ص ۷۵، ۷۶، خزانہ حج ص ۳۳)

دجال پادری ہیں اور کوئی دجال نہیں آؤے گا

”یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ کسی دجال جس کے آنے کا انتظار تھی بھی پادریوں کا گردد ہے۔ جوٹھی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔“ (از الادہام ص ۳۹۵، ۳۹۶، خزانہ حج ص ۳۶۶)

لکھتے ہیں: ”وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنا یا ہوا ہو گا۔ پھر اگر وہ ریل نہیں تو اور کیا ہے۔“

(از الادہام ص ۲۸۵، ۲۸۶، خزانہ حج ص ۳۶۹)

یاجوج ماجوج کوئی نہیں

لکھتے ہیں: ”یاجوج ماجوج سے دو قومیں اگریز اور روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔“

(از الادب اہم میں ۳۶۹، ۵۰۸، ۵۰۲، خزانہ ائمہ ج ۳ ص ۳۷۳، ۳۷۴)

دلیلۃ الارض علماء ہوں گے اور کچھ نہیں

لکھتے ہیں: ”دلیلۃ الارض علماء اور واعظین ہیں جو آسمانی قوت اپنے میں نہیں رکھتے۔

آخر زمانہ میں ان کی کثرت ہو گی۔“ (از الادب اہم میں ۱۰۱، خزانہ ائمہ ج ۳ ص ۳۷۳)

آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا

لکھتے ہیں: ”مغرب کی طرف سے آفتاب کا پڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی

آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔“

(میں ۱۵ از الادب اہم، خزانہ ائمہ ج ۳ ص ۳۷۶، ۳۷۷)

مرزا قادیانی کا فتویٰ غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں

لکھتے ہیں: ”اس کلام الہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور مکذب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے۔ اس لئے وہ اس لائق نہیں کہ میری جماعت سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پس یاد رکھو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے اوپر حرام حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب اور مردہ کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ وہی تمہارا امام ہو جو تم میں سے ہو۔“

(ضییر تختہ گلزار دیوبی میں ۱۸، خزانہ ائمہ ج ۷ میں ۶۲ حاشیہ)

مرزا قادیانی کا فتویٰ

غیر احمدیوں سے مناکحت حرام ہے

”میرے مرید کی غیر مرید سے لڑکی نہ بیاہ کریں۔“ (دیکھو قادی احمدی میں ۷)

مرزا قادیانی کا مکفر کافر اور جہنمی ہے

لکھتے ہیں: ”میرا مکفر کافر ہے۔“ (حقیقت الوعی میں ۱۶۳، خزانہ ائمہ ج ۲۲ ص ۱۶۷)

میرے دوستو! مرزا قادیانی کا کذب ہر طریقہ سے اظہر من القس ہو گیا اور مرزا قادیانی خود اپنے الہاموں اور پختہ اقراروں سے کاذب، مفتری اور ہر بد سے پدر تباہت ہو گئے اور ان کا جھوٹ آفتاب نہیں درز کی طرح روشن ہو گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس تو ضع و تفرقی کے بعد

مرزا قادری کو کاذب مانتے میں کون سی شے مانع ہے؟

اے امت مرزا!! اگر تمہارے سینے میں دل اور اس دل میں صداقت ہے۔ اگر تمہارے سر میں دماغ اور اس دماغ میں مادہ فہم اور راک ہے تو خدا یا سوچو کہ کس قدر ضلالت میں پڑے ہوئے ہو۔ خدا اور رسول کے لئے اب تو اپنے حال پر حرم کرو اور فوراً ان حقائق سے تاب ہو کر پچھے مسلمان بن جاؤ۔ اگر تمہارے قلوب و صدور میں صداقت نہیں رہی۔ اگر تمہارے دماغوں میں مادہ فہم اور راک زائل ہو گیا ہے۔ اگر تمہاری آنکھوں میں مادہ بصیرت نہیں رہا۔ اگر تمہارے دل پر قرہ گئے ہیں۔ اگر تمہارے ہر امر میں وست کفر اور زبان ریا شامل ہے۔ اگر تم میں حقیقت شناسی کی اکٹھیں، بصیرت کی ایک ترپ، احساس صحیح و حق کا ایک اضطراب بھی نہیں اور اگر تمہارے گوش آواز حق اور صدائے اسلام کو نہیں سنتے تو اللہ میاں کا جہنم بہت دسیع ہے:

دریغیں محمودا ہے، آئے جس کا جی چاہے
نمائے آئش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

باب ششم

مسئلہ ختم نبوت

تمام علماء اسلام کا لٹھ سلفا و خلفا اس مسئلہ پر تتفق ہیں کہ آخرت ﷺ کی بعثت کے بعد کوئی نبی پیغمبر، کوئی جدید نبی اور کوئی رسول قیامت تک نہیں آئے گا۔ نبوت و رسالت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو گئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

”مَكَانٌ مُّهَمٌ لِّلْمُهْمَنِ لِمَنْ رَجَأَهُمْ وَلَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ (احزاب: ۴۰)“ (معنی محمد ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں۔ ۴۰

لفظ ”التبیین“، مطلق ہے۔ علاوہ بریں الفلام استفزاتی اس پر واصل ہے۔ اس آیت نے جمارت الحص فیصلہ کر دیا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی حرم کا کوئی نبی تعریجی ہو یا غیر تعریجی، مستقل ہو یا غیر مستقل، اصلی ہو یا ظالی، ہرگز نہیں آئے گا۔

چنانچہ قافیں مسلمہ، قفسیر کبیر، خازن، مدارک، بیضاوی وغیرہ تقاضیں میں خاتم النبیین کی

جو تفسیر کی گئی ہے۔ وہ بڑے زور سے تصریح بالا کی موئید ہے۔ ”خاتم النبیین“ میں دو لفظ ہیں۔ ”خاتم“ اور ”النبویین“ قرآن میں لفظ ”خاتم“ و طرح سے آیا ہے۔ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اکثر پڑھنے والوں نے خاتم کی تکویز سے پڑھتے تھے اور بعض نے زیر سے پڑھتے تھے۔ یعنی بعض نے بفتح پڑھا ہے اور اکثر نے بکسر پڑھا ہے۔

جیسا کہ تفسیر فتح البیان وغیرہ سے ظاہر ہے۔ کلام عرب میں خاتم، خاتم کے چند معنے آتے ہیں۔ مہر کو بھی خاتم کہتے ہیں اور انگوٹھی کو بھی اور آخوندی کو بھی۔ مگر عرب کے بول چال میں جب یہ لفظ کسی جماعت کی طرف سے مضاف ہو۔ تو اس حالت میں اس کے ایک ہی معنے ہوتے ہیں۔ مثلاً خاتم القوم جب کہیں گے تو اس کے یہی معنی ہوں گے کہ ساری قوم کے آخر میں آنے والا اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن پاک میں لفظ ”خاتم النبیین“ وارد ہے۔ یعنی لفظ خاتم النبیین کی طرف مضاف واقع ہوا ہے۔ تو اس کے معنی آخراً خاتم النبیین ہی ہوں گے۔ دوسری معنی نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ کتاب لسان العرب جو اہل عرب کے نزدیک نہایت محترم اور مستندافت ہے۔ اس میں بخارہ عرب سے اس کے معنی آخر کے بیان کر کے قرآن مجید کی یہی آہت تلقی کی ہے جو زیر بحث ہے۔ اس میں خاتم النبیین کے معنی اس طرح بیان کئے ہیں ”اے اخراهم“ یعنی تمام الائیاء کے آخر میں آنے والے اس کے سوا کوئی دوسرے معنی نہیں کئے۔ اس کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”خاتم القوم خاتمهم و خاتمهم اخراهم و محمد ﷺ خاتم الانبیاء عليه و عليهم الصلوة والسلام و الخاتم من اسماء النبي ﷺ و في التنزيل العزيز مكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبیین ای اخراهم (لسان العرب حصہ ۱۰ مطبوعہ مصر ص ۵۰)“ (خاتم القوم اور خاتم القوم (ت کی زیر) اور خاتم القوم (ت کی زبر) آخر قوم کو کہتے ہیں) (یعنی جب لفظ خاتم، خاتم اور خاتم کو ایک جماعت کی طرف مضاف کریں تو اس کے معنی آخراً اور انتہا کے ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور خاتم اور خاتم دونوں آپ کے نام ہیں اور قرآن شریف میں جو ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله و خاتم النبیین“ آیا ہے وہاں خاتم النبیین کے معنی آخراً خاتم النبیین کے ہیں۔)

اسی طرح قاموس، تاج العروس، مجمع الہجاء اور مشتملی الارب میں بھی خاتم النبیین کے

معنی آخر الشیئین کے لکھے ہیں اور جب یہ لفظ قرآن مجید کا ہے اور جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ ان کا قسطی فیصلہ ہے کہ اس کے معنی آخر الشیئین کے ہیں تو کلام الہی کے نص قسطی سے ثابت ہو گیا کہ آخر حضرت ﷺ آخري نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت کا مرتبہ نہیں ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر انسان ہر تنفس اور ہر بشر پر یہ روشن ہو جائے کہ حضور انو ﷺ کی نبوت و ہدایت کا ماہتاب قیامت تک روشن رہے گا۔ آپ کے خادم علمائے امت اسی روشنی سے مستفید ہو کر ساری امت کو فائدہ پہنچاتے رہیں گے اور یہ علماء و رشیث الانبیاء کے معزز خطاب سے مشرف رہیں گے۔

یہ وہ عزت اور مرتبہ ہے جو حضور انو ﷺ سے پیشتر کسی نبی کو نہیں ملا۔ اس آیت سے بالقین ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ پر نبوت ثبت ہے اور جو آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ کذاب اور مرتد ہے۔ اس کی تصدیق و تفصیل جناب رسول خدا ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمادی ہے اور ایسے جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق پیش کوئی کی ہے جو آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

”وَإِنْ سِيَكُونُ فِي أَمْتَى كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ كَلِمَةً يَزْعُمُ أَنَّ نَبِيَ اللَّهِ وَإِنَا

خاتم النبیین لاذبی بعدی (مسلم، ترمذی ج ۲ ص ۴۵، ابو داؤد ج ۲ ص ۱۲۷)“

﴿جَنَابُ رَسُولِ اللَّهِ فَرِمَّاَتِي ہیں کہ بلاشبہ میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے اور ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ میں خدا کا رسول ہوں، حالانکہ میں تمام انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔﴾

اس حدیث میں پہلے آخر حضرت ﷺ اپنی امت کے مدعیان نبوت کو جھوٹا فرمایا کر ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل میں ”وانا خاتم النبیین لاذبی بعدی“ فرمایا جس کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مجھے خاتم النبیین فرمایا ہے۔ جس کے معنی آخر الشیئین کے ہیں۔ مگر حضور ﷺ نے اس کی دوسری تفسیر بیان کرنے کی غرض سے الفاظ بدل دیئے ہیں اور ”لانبی بعدی“ فرمایا ہے۔ یعنی میرے بعد کسی ختم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔

لفظ نبی کفرہ ہے۔ جو، ختم کے نبی کو شامل ہے۔ یعنی جس پر نبی کا لفظ بولا جائے خواہ وہ تشریحی ہو یا غیر تشریحی، ظلی ہو یا بر وزی، طفیلی ہو یا غیر طفیلی، پھر اس پر لانبی کا لامکریہ فرمادیا کہ کسی ختم

کا کوئی نبی میرے بعد نہیں آئے گا۔ یعنی کسی انسان کو کسی قسم کا نبوت کا مرتبہ ہرگز نہیں ملے گا۔
یہ حدیث ترمذی، ابو داؤد وغیرہ صحاح ستر کی متعدد اور مستند کتب میں متعدد صحابہ
کرام سے منقول ہے۔ یہ حدیث کمی دجوہ سے قابل غور ہے۔
اول! یہ کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ دو باتوں کی پیش کوئی فرماتے ہیں۔ ایک
یہ کہ میرے بعد جوئے نبی مدحی نبوت آئیں گے۔
دوسرا! یہ کہ میرے بعد کوئی سچا مجموعت نبی ہونے والا نہیں۔ اس مدعا کو مختلف اوقات
میں متعدد طریقوں سے آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔

صحیح بخاری میں قرب تیامت کی علامت ہے: ”یبعث دجالون کذا بون قریب
من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله“ ۴ یعنی قیامت کے قریب تیس جوئے دجال
اٹھیں گے اور ہر ایک رسالت کا دعویٰ کرے گا۔ ۴

ترمذی میں ہے: ”لاتقوم الساعة حتى یبعث کذا بون دجالون قریب
من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله“ ۴ یعنی جب تک دنیا میں تیس کے قریب جوئے
دجال، جو دعویٰ نبوت کریں، پیدا نہ ہو لیں، قیامت قائم نہ ہوگی۔ ۴

صحیح مسلم میں جابر بن سرہ سے روایت ہے: ”سمعت النبي ﷺ ان بين يدي
الساعة کذا بین فاحذروهم“ ۴ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جتاب رسول
صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ نے اپنی تمام امت سے فرمایا کہ قیامت کے قریب جوئے مدحی نبوت
ہونے والے ہیں۔ ان سے پوچھا۔ ۴

و یکی نبی! جہوںوں کے آنے اور ان سے بچنے کی تاکید کس طرح ہو رہی ہے۔ مگر کسی
جدید نبی کے آنے اور اس پر ایمان لانے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں آیا۔ حالانکہ اس کا ذکر بھی
 ضروری تھا۔ بلکہ اس کے برخلاف ”لانبی بعدی“ اکثر جگہ آیا ہے۔

اب مرزائی صاحبان کا احادیث صحیح قطعیہ کے مقابلہ میں قول ”لافتني الا على“ لا
سیف الا ذو الفقار“ کو پیش کر کے یہ کہنا کہ لائفی جنس کے واسطے ہمیشہ نہیں ہوتا۔ جیسے اور پر کی
مثال میں لائفی جنس سیف پڑھیں۔ اسی طرح لائفی جنس نبوت پڑھیں۔ یہ سراسر غلط اور کم عقلی و کم فتنی
پڑھنی ہے۔

اول! تو اس موقع پر مثال پیش کرنا غیر محل ہے۔ کیونکہ حدیث ”لانبی بعدی“ میں
لا حرف استثناء نہیں۔

وسرے ایکہ: "لانبی بعدی" کو خاص کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی بت پرست "لا
اللہ الا اللہ" کو خاص کر کے یہ معنے کرے کہ جو معمود عالی مرتبہ ہے۔ وہ اللہ ہے۔ اس سے
چھوٹے معمودوں کی لئی نہیں ہوتی۔ جو کم مرتبہ کے ہیں۔

اب اگر مرزا کی صاحبان بت پرستوں کے شریک اور کلمہ طیبہ کے لائے تھی جنس میں خصوصیت کے قائل ہوں اور چھوٹے معبودوں کو مانیں تو ہم آپ سے خطاب چھوڑ دیں گے اور اگر وہ ان کے معبودوں کو تسلیم نہ کریں گے اور کلمہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" سے عام معبودوں کی تھی ٹابت کریں گے تو لانا بندی میں بھی آپ کو عام تھی مانی پڑے گی۔

اچھا! اس کو جھوڑیے اور سنئے آپ فرماتے ہیں: ”فانی اخرا نبیاء (صحیح مسلم)“ یعنی اس میں شہرتبیں کہ میں تمام انبیاء کے آخر میں ہوں۔ اس جگہ میں تو ”لانبی بعدی“ کی طرح لائے گئی جس نہیں۔ یہاں تو ”لافتی الاعلیٰ“ کافریب کچھ جمل نہیں سکتا۔ ایک اور جگہ وارو ہے: ”انا العاقب والعقاب لیس بعدہ نبی (بخاری و مسلم)“

﴿جِنَاب رَسُولِ اللّٰهِ فَرِمَاتے ہیں کہ میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔﴾

ایک اور جگہ ہے: ”لَمْ يَبْقِ مِنَ النَّبِيَّ إِلَّا مُبَشِّرَاتٍ قَالُوا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ
قالَ الرَّوْيَا الصَّالِحةُ (بخاری و مسلم) ﴿رَسُولُ اللَّهِ فَرَمَّاَتْ هِنَاءً كَوْئی
شائیہ باقی نہیں رہا۔ مگر مبشرات..... صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ مبشرات کیا ہیں۔ آپ نے
فرمایا پھر خواہیں۔﴾

یعنی نبوت کا کوئی حصہ، کوئی شعبہ اور کوئی جز باتی نہیں رہا۔ صرف عمدہ خواہیں باقی ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ نبوت کے اجزاء میں سے جن کا ہونا نبی کے لئے ضروری ہے، کوئی جز کسی کوئے طے گا۔ صرف ایک حصہ اس کا امت محمدیہ کے نیک لوگوں میں پایا جائے گا۔ یعنی صالحین امت محمدیہ خواب دیکھا کریں گے۔ اس صحیح ترین حدیث نے ظلی، یہ فہمی ہر طرح کی نبوت کی لفی کردی اور نہایت صاف طور پر ثابت کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو کسی طور کی نبوت کا مرتبہ نہیں طے گا۔

سچ اب اپنے میں دجال کے بہان میں ایک طویل حدیث مذکور ہے۔ اس میں آنحضرت ﷺ نے نہایت ہی صفائی سے ائمہ امت سے خاطب ہو کر فرمایا ہے: "انَا اخْرِيْرُ^۱

الأنبياء وانتقام آخر الالم (ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال) ”**﴿یعنی میں تمام انبیاء کے آخر میں ہوں اور تم تمام امتوں کے آخر میں ہو۔﴾**

یعنی آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ نبیرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ تھارے بعد کوئی امت۔

یعنی امت محمدیہ کے بعد کوئی مرزائی یا غلامی یا خلمدی یا احمدی امت نہ ہوگی۔

یاد رہے کہ آخر خضرت ﷺ نے یہاں اپنے آپ کو آخر الانبیاء فرمایا ہے۔ جس کے مقنی ہر خاص و عام بھی سمجھتا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ سب انبیاء کے آخر میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

اسی حدیث کا دوسرا جملہ ”**یعنی ”انتقام آخر الالم“ پہلے جملہ کی بڑے زور سے تاکید تو فتنۃ کر رہا ہے۔ کیونکہ جب کوئی نبی آتا ہے تو اس کی امت خاص ہوتی ہے اور جب امت محمدیہ کے بعد کوئی امت ہے ہی نہیں تو کوئی نبی بھی نہیں ہو سکتا۔**

چونکہ قدیمانی حضرات کو حقانیت، فہم، اور اک اور سمجھ سے کچھ واسطہ نہیں اور زبان و رازی میں بہت مشاق ہیں۔ اس لئے وہ اس حدیث کے جواب میں دوسری حدیث اپنی تا جبی سے پیش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بڑے زور سے ختم نبوت کو تابع کرتی ہے: ”قال رسول اللہ ﷺ فانی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۶)“ **﴿آخ خضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔﴾**

اس حدیث کو پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ جس طرح اس حدیث میں رسول ﷺ نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کہا ہے۔ حالانکہ آپ کی مسجد کے بعد ہزاروں مساجد بنیں اور غنی رہیں گی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے آپ کو آخر الانبیاء کہا ہے۔ جس طرح آپ ﷺ کی مساجد کے بعد اور مساجد بنیں اسی طرح آپ ﷺ کی امت کے بعد اور انبیاء بھی ہوں گے۔

میرے دوستو! یہاں بالکل غلط مطلب نکال کر اور عوام الناس کو دوہوکہ دیا گیا ہے۔ لو بھج سے صحیح مطلب سنو۔ حضور ﷺ نہایت تاکید نے فرماتے ہیں کہ میں آخر الانبیاء ہوں اور چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لہذا میری مسجد انبیاء کی مساجد کی آخری مسجد ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث اس کی مؤید ہے:

”**انما خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء (کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۷۰)**“ **﴿یعنی میں تمام انبیاء کے آخر ہوں اور میری مسجد تمام انبیاء کی مساجد کے آخر میں ہو۔﴾**

ہے (یعنی میرے بعد نہ کوئی نبی ہونے والا ہے اور نہ کوئی نبی کی سجدہ ہوگی) ۴۷
چونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کی مفسر ہوتی ہے: ”فَإِنَّ الْحَدِيثَ يَفْسُرُ بَعْضَهُ
بَعْضًا“ لہذا معلوم ہوا کہ آخر مساجد کے معنی آخر مساجد الانبیاء کے ہیں:

سنجیل کر پاؤں رکھنا میدے میں شیخ ہی صاحب
یہاں گزری اچھتی ہے، اسے میخانہ کہتے ہیں

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد کسی کو بیوت کا مرجب نہیں ملے
گا۔ البتہ خلفاء ہوں گے جو امت محمدیہ کی سیاسی خدمات انجام دیں گے۔ چنانچہ ارشاد
ہے: ”كَانَتْ بَنُو اسْرَائِيلَ تَسْوِيْهُمُ الْأَنْبِيَاَ، كَلَمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَانْهَى
لَانْبِيَّ بَعْدَهُ وَسِيقُونُ الْخَلْفَاءَ“ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۱) ۴۸ ۴۹ میں اسراeel پر انبیاء حکومت
کرتے تھے۔ جب کسی نبی کا انتقال ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد
کوئی نبی نہ ہوگا۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور وہ سیاست کریں گے۔ ۵۰

الفرض حضور ﷺ نے اس حدیث میں اپنے بعد مطلقاً ہر طرح کے نبی کے آنے کی نفی
اس طرح فرمادی کہ کوئی شبہ باقی نہیں رکھا اور صاف طور پر فرمادیا کہ نبی نہیں آئیں گے۔ بلکہ خلفاء
ہوں گے۔ اس سے زیادہ اور کیا التصریح و تصریح اور تو ضم ہو سکتی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ
مِثْلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمْثُلِ رَجُلٍ بَنِي بَيْتَهُ فَاحسِنْهُ وَاجْمِلْهُ إِلَّا مَوْضِعُ
لَبْنَةِ مِنْ زَاوِيَّةِ فَجَعَلَ النَّاسَ يَطْوِفُونَ بِهِ وَيَتَعَجَّبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلْ لَا وَضْعَتْ
هَذِهِ الْلَّبْنَةِ قَالَ فَإِنَّ الْلَّبْنَةَ وَإِنَّا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ“ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۱، مسلم
ج ۲ ص ۳۴۸) ۵۱

یعنی جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اور کل انبیاء سابقین کی مثال یہ
ہے کہ کسی شخص نے ایک نہایت عمدہ مکان بنا کر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ
دی۔ لوگ اس کے مکان کے چاروں طرف گھومتے اور اس کو تجھ کی نگاہ سے دیکھتے اور کہتے ہیں،
اس ایک اینٹ سے اس مکان کی محیل کیوں نہیں ہوئی۔ میں وہی ایک اینٹ تحریر بیوت کا تمم اور
تمکن ہوں اور آخر انبیاء کیوں ہوں۔ ۵۲

اس تحریر میں خاتم النبیین کے معنی اور مسئلہ تم بیوت کو اس درجہ صاف و مخفاف کروایا
ہے کہ کسی مومن حق پسند کو ہرگز ہرگز شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔

قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے مثل روز روشن کے ظاہر ہو گیا کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ کی نبوت، آپ کی رسالت اور آپ کی شریعت کا آفتاب قیامت تک چلتا رہے گا اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ آپ ﷺ کے بعد احتی وغیرہ احتی جو نبوت کامی ہو، وہ مفتری اور کذاب ہے۔

ایک اور حدیث میں صاف طور پر آیا ہے: ”ان الرسالۃ و النبوة قد انقطع فلَا رسول بعدی ولا نبی بعدی (صحیح مسلم)“ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا اور نہ نبی۔)

ایک اور جگہ فرمایا: ”لوکان بعده نبی لكان عمر ابن الخطاب (رواه الترمذی ج ۲ ص ۲۰۹)“ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔) اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی غیر تشریعی بھی نہیں ہو گا۔ اس واسطے کہ حضرت عمرؓ جتاب رسول اللہ ﷺ کی نیابت میں احکام خداوندی انجام کرنے والے تھے۔ باس اجگر نبی ہوتے تو نبی غیر تشریعی ہوتے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ میں نبوت کی پوری قابلیت تھی۔ ایسے لوگ امم سابقہ میں نبی غیر تشریعی ہوتے تھے۔ باوجود اس کے حضرت عمرؓ کی اللہ عنہ نبی غیر تشریعی کیوں نہیں ہوتے؟ اس لئے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی غیر تشریعی نہیں ہو گا۔

(بخاری ج ۲۳۳ و مسلم ج ۲۲۸ میں سعد بن ابی وقاصؓ سے مردی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: ”انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لانبی بعدی“ (تمہاری نسبت میرے ساتھ وہی ہے جیسی ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔)

اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام نبی غیر تشریعی اور ان کے تابع تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشویہ دی اور فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یعنی حضرت ہارون علیہ السلام تو نبی غیر تشریعی تھے اور میرے بعد چونکہ کوئی نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی ہونے والا نہیں ہے اور تم پاوجود مشابہت حضرت ہارون ولیاً تقویت نبی کے نبی غیر تشریعی نہیں ہو سکتے۔ مقام خوب ہے کہ جب حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ غیر تشریعی نبی نہ ہوئے تو وہ اُنھیں عربی ہو یا فارسی، افریقی ہو یا ہندی، بنگالی ہو یا دراسی، بنگالی ہو یا نیپالی، کس طرح نبی غیر تشریعی ہو سکتا ہے؟

باقی رہا یہ معاملہ کہ باوجود ان نصوص قطعیہ اور ان احادیث صحیحہ کے مرزاً حضرات کا قرآن شریف کی اس آیت کو امکان نبوت کی دلیل سمجھ کر اپنے موافق الامطلوب نکال کر پیش کرنا یہ صریح دھوکہ دہی ہے۔

آیت یہ ہے: ”یا بني ادم اما ياتينکم رسلا منکم يقصون عليکم آياتي فمن اتقى واصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون (اعراف: ۳۵)“ ﴿اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کی اولاد! اگر تمہارے پاس رسول آئیں، تمہاری جنس کے، اور میری نشانیاں تم سے بیان کریں، جو انہیں سن کر خدا سے ڈرا اور اپنی اصلاح کی انہیں کسی بات کا خطرہ نہیں۔﴾ اس آیت میں کئی لفظ قابل غور ہیں۔ اول ”یا بني ادم“ یہ خطاب عام بني آدم سے ہے۔ یا خاص امت محمدیہ سے۔ اس پر غور کرنے کے لئے دیکھا جائے کہ یہ آیت سورہ اعراف کے چوتھے رکوع میں ہے۔ اب اس کے اوپر دیکھا جائے کہ اس کے دوسرے رکوع سے حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر ہے اور سارے رکوع میں انہی کا قصہ ہے اور جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اللہ نے قول کی تو اس وقت فرمایا:

”قال اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولکم في الأرض مستقر ومتاع الى حين، قال فيها تحبون وفيها تموتون ومنها تخرجون (اعراف: ۲۵)“ ﴿تم میاں بی بی اور شیطان تینوں بہشت سے نیچے اتر جاؤ۔ تم میں ایک کا دشمن ایک ہے اور تمہیں زمین پر رہنا ہو گا اور تم کو وہیں زندگی برکتا ہو گی اسی میں مرد گے اور اسی میں سے دوبارہ نکال کر کھڑے کئے جاؤ گے۔﴾

آگے جمل کر اولاد آدم کو خاطب کر کے فرمایا: ”یا بني ادم قد انزلنا عليکم لبا سایواری سواتکم (اعراف: ۲۶)“ ﴿یعنی اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو تمہارے پر وہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے۔﴾

اب ہٹلائیے کہ کون عقل کا اندر کا کہہ سکتا ہے کہ یہ آیت آدم علیہ السلام کے قصہ سے متعلق نہیں۔ باقی رہا بی جیلہ تراشنا کہ ”یا“ حرف ندا ہے جس کا منادی حاضر الوقت ہوا کرتا ہے۔ اس واسطے قرآن کے نزول کے وقت کی ”نی اوم“ ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے نزد یہ کوئی شے غائب نہیں۔ اس کی تدبیم ذات کے آگے ہر ایک زمانہ حاضر

ہی ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں جب کوئی قصہ بیان کرتا ہے تو ایسے طریقے سے فرماتا ہے کہ
کویا مخاطب حاضر ہے۔

چنانچہ ذیل کی آیت شاہد ہے: ”یا بَنِی إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوهُ انْعَمْتِي الَّتِي انْعَمْتَ
عَلَيْكُمْ وَانِي فَضْلُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (بقرہ: ۴۷)“ (۱۸۶) اے بنی اسرائیل! ہمارے وہ
احسانات یاد کرو جو ہم تم پر کر چکے ہیں اور اس بات کو بھی کہ ہم نے تم کو جہان کے لوگوں پر ہر طرح
کی فویت دی۔ (۲)

اب ہلاکیے کہ ”کم“ سے جن لوگوں کو اس آیت میں خطاب ہے۔ کیا وہ موجودہ
خطاب کے وقت تھے اور ان کی فضیلت ساری دنیا پر اسکی ہی تھی، یا یہ خطاب امت محمدیہ کو ہے؟
ہمگز نہیں۔ تو پھر ”امایا تینکم“ کا خطاب کس دلیل سے ہو سکتا ہے۔ اب ذیل میں قرآن
شریف کی دوسری آیات جو اس پیش کردہ آیت کی تفسیر کرتی ہیں اور جو اس طرح قریب قریب انہی
الفاظ میں قصہ کے طور پر نازل ہوئی ہیں، درج کرتے ہیں۔

۱..... ”قُلْنَا أَهْبِطْنَا مِنْهَا جَمِيعًا فَامْلأَنَا يَا تَيْنِكُمْ مِنِي هَذِي فَمَنْ تَبَعَ هَذَا يَ
فَلَا خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (بقرہ: ۳۸)“ (۲۸۶) ہم نے حکم فرمایا کہ یقیں جاؤ اس
بہشت سے سب کے سب، پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس کسی قسم کی ہدایت آدمے سو جو
مغلظ اس ہدایت کی پروردی کرے گا سو ان پر کچھ اندر یہ شہنشہ ہو گا زندگی کے لوگ غمگین ہوں گے۔ (۳)

۲..... ”قَالَ أَهْبِطْنَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوًا فَامْلأَنَا يَا تَيْنِكُمْ مِنِي
هَذِي فَمَنْ تَبَعَ هَذَا يَفْلَى يَضْلُلُ وَلَا يَشْقَى (طہ: ۱۲۳)“ (۲۸۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
دونوں کے دونوں بنت سے اتر اور دنیا میں اسکی حالت میں جاؤ کہ ایک کا ایک دشمن ہو گا پھر اگر
میری طرف سے تمہارے پاس کسی قسم کی ہدایت آدمے سو جو غسل میری ہدایت کی اتباع کرے گا وہ
نہ گراہ ہو گا اور نہ شقی۔ (۴)

۳..... ”إِنَّمَا اعْهَدْنَا لِكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ (یس: ۶۰)“ (۱۸۷)
او لا ادم کیا میں نے تم کوتا کیجئیں کرو تھی کرم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ (۵)
یہ خطاب بنی آدم کو تھا اور عہد بھی انہیں بنی آدم سے لیا گیا تھا کہ شیطان کی تابعداری نہ
کرنا۔ جب قرآن شریف کی دوسری آیات اس پیش کردہ آیت سے مشابہت و موافقت رکھتی ہیں
 تو پھر اس آیت کو ہمیشہ رسولوں کے آنے کے نص سمجھو کر قرآن میں تعارض پیدا کرنا کسی مسلمان کلمہ

گوکا کام نہیں۔ کیا یہ کل مذاہب اسلام کا مسلمہ اصول نہیں کہ ایسے معنی کسی آیت کے نہ کئے جائیں جو قرآن شریف کی دوسری آیات کے بخلاف ہو کر تعارض پیدا کریں۔

دوسرا ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ آیت آئندہ آنے والے رسولوں کو آنے کے واسطے نص قطعی ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت خاتم النبیین اس آیت کے معنی نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضور ﷺ تو ”لا نبی بعدی“ ہی ساتھ رہے۔ نعمۃ باللہ کس قدر رہا طل عقیدہ ہے۔

تیسرا یہ کہ ہر مسلم فرقہ کا مسلمہ اصول ہے کہ وحی الہی کا مطلب جو صاحب وحی کجھتا ہے، وہی ورست ہے۔ رسول ﷺ تو بائگ دل پکار رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ جیسا مختلف احادیث سے جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ ظاہر ہو رہا ہے اب اس کے خلاف اس کی تفسیر کرنا جنم میں انہا گمراہ بناتا ہے۔

چوتھے اگر سلسلہ انبیاء و رسول جاری ہے۔ تو جس قدر کذاب مدعاں نبوت و رسالت آنحضرت ﷺ کے بعد گزرے ہیں۔ وہ سب کے سب اس آیت سے تمک کر کے چھوکتے ہیں۔ جس سے مرزا قادری اور ان کی اولاد سب کے سب کافر ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے ان مدعاں نبوت کو نہیں مانا اور نیز اب عبد اللطیف گناچوری نے جو رسالت کا دعویٰ کیا ہے۔ اسے بھی ضرور مانا چاہئے۔ قادری جماعت ان کو کیوں نہیں مانتی؟ اس کے الکار سے کیوں کافر ہو رہی ہے۔

پانچمیں اگر اس آیت سے آئندہ آنے والے رسول مراد ہیں۔ تو پھر ”یقحصون علیکم یاتی“ کے معنی کیا کرو گے؟ کیونکہ تم مرزا کی حضرات تو خود تعلیم کرتے ہو کہ مرزا قادری کوئی کتاب اور شریعت نہیں لائے تو ثابت ہوا کہ رسول جو آنے والے ہیں، وہ بقول آپ کے کتاب اور شریعت نہیں لائیں گے۔ اس آیت میں ”یقحصون علیکم یاتی“ ہے الہمایہ رسول وہی ہیں۔ جو ابتدائے آفرینش سے شروع ہوئے اور حضرت خاتم الرسل پر فتح ہوئے اور آپ کا استدلال اس آیت سے غلط ہے:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راجہ گناہ

”قدتم الكتاب المستطبات بعون الملك السموات والارضين الذى ارسل آخر النبیین لهتدى به من له قلب سليم اللهم اجعله نورا وهدایة لمن اتبع غير سبیل المسلمين سبیل الطاغین المفسدين الضالین المضلین“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کارزارقادیان



حضرت مولانا مفتی محبوب سجافی واعظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

گذارش

مرزا غلام احمد قادریانی کے تکمیر و فرور نے ان کو "مشی" سے "مہد" اور مجدد سے "نبی" اور نبی سے "خاتم النبیین" اور خاتم النبیین سے "سچ موعود" بنا دیا، اور اسی پر اتفاقاً نہ کی بلکہ فرمایا "ویکھا کر میں بعینہ اللہ ہوں اور میں نے یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔"

اس بے نظیر ترقی کا اثر یہ ہوا کہ چند اچھے بھائیم یا نت قانون پیشہ حضرات بھی ان کے مرید بن گئے، اور بھولیا کہ بس اس سے بزرگ تر ہستی نہ ہوئی، نہ ہوگی۔

لیکن خدا کی شان و یکجھے! اس بڑے بول کا جلد ہی پول کھل گیا اور مرزا جی کے مرید خاص اور شاگرد عزیز "مولوی محمد علی صاحب ائمہ" اے امیر طائفہ احمد یہ لا ہور" نبی اپنے آقا کے خلاف صاف آراء ہو گئے۔ شاگرد عزیز نے نہ صرف مرزا قادریانی کی نبوت ہی سے انکار کیا بلکہ اپنے مرشد کے عقائد کی ہر قدم پر کھلی تر دید کروی۔ نبی اور رحمتی کے اس باہمی مجاہد لہ کی کیفیت ہمیں دیر سے معلوم تھی۔ مگر مصروفیات نے فرصت ندوی کہ ہم ان اختلافات کو مرتب کریں۔ آخر اتفاق سے "ملتی محبوب بھائی صاحب" داعڑ سے ملاقات ہوئی جو احمدیت کی حقیقت و روشن خانہ سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے۔ ہم نے آپ سے اس دیرینہ ارادہ کا اظہار کیا اور آپ نے ہماری جو یہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔ جس میں انہیں کامیابی ہوئی، جو اس رسالہ کی کھل میں دنیا کے روپ روپیں کی جاتی ہے۔

یہ مضمون بالا قسط کمی ماه "المائدہ" میں شائع ہوتا رہا اور اس عرصہ میں ہم نے ہمارا "لا ہوری احمد یوں" سے مطالبه کیا۔ مگر ان کو اس کے جواب میں ایک لفظ کہنے کی بھی جرأت نہ ہوئی اور ہمیں یقین ہے کہ نہ کبھی ہو گئی اور جب یہ حال ہو کہ شجر مرزا نیت کو اس کی اپنی ہی جزیں خلک کر کے بے برگ و بار بnar ہوں تو ہم سیحیوں کو کیا پڑی ہے کہ اس کے استیصال کی جانب متوجہ ہوں۔ ہم امت مرزا نیت کے دونوں (یعنی لا ہوری اور قادریانی فرقوں) سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ! اس اختلاف نامہ کے آئینہ میں مرزا غلام احمد صحیح قادریان کی کھل و صورت کیا نظر آتی ہے؟

کمک اپریل ۱۹۳۶ء ائمہ کے خان (مدیر المائدہ)

نبی اور امتحانی

ناظرین کرام پر پوشیدہ نہ رہے کہ اس لفظ نبی سے مراد جو ہم نے اوپر لکھا ہے۔ حضرت مرتضیٰ قادیانی کا وجود باوجود ہے اور لفظ امتحانی سے مراد جناب مسٹر محمد علی صاحب امیر طائفہ مرزا یہ لاہور کا وجود مسحود ہے۔ چونکہ ہم نے اس مسطورہ بالا عنوان کے ماتحت جناب مختار میڈیا پر المائدہ کے حسب فرمائش مسٹر محمد علی اور مرتضیٰ قادیانی کی تحریرات میں باہمی اختلاف دکھانا اور اس امر کو بالکل وضاحت سے بتانا ہے کہ ”حضرت نبی“ یعنی مرتضیٰ قادیانی کچھ فرماتے ہیں اور ”حضرت امتحانی“ یعنی جناب مسٹر محمد علی صاحب کچھ اور کہتے ہیں۔ جو مرتضیٰ قادیانی کے قول وارشاد کے بالکل مخالف اور متناقض ہوتا ہے۔ اس لئے ہم نے سرفضون پر نبی اور امتحانی کا عنوان قائم کیا۔ تاکہ ہر دیکھنے والا کچھ ہی نظر میں یہ جان لے کہ اس عنوان کے ذیل میں یقیناً امتحانی صاحب کا نبی صاحب سے اختلافی کارنا مدد کھلایا جائے گا۔

اس میں شبہ نہیں کہ یہ ایک عجیب اور دلچسپ بات اور بالکل لا مثال، اور بنے نظر قصہ ہے۔ جو امتحانی صاحب کے ذات ستودہ صفات کی بدولت ہمارے سامنے آیا ہے۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اس سے پہلے جو اتنا بڑا طویل اور محمد زمانہ گزر رہے۔ اس میں کوئی ایک بھی اسی قوم یا جماعت پیدا نہیں ہوئی۔ جس نے ایک شخص کو نبی، رسول، پیشوادا، امام حق، حکم و عدل اور خدا کا مقدس پیغمبر و رسول مانا اور تسلیم کیا ہوا اور پھر اس کی ہر ایک تہائی ہوئی اور تعلیم و ادھ بات سے کھلے طور پر غدر اور بے دھڑک ہو کر انہا اختلاف ظاہر کیا ہو۔

یقین ہے کہ اسی کوئی جماعت آج سے پہلے پیدا نہیں ہوئی۔ ہاں اگر کسی جماعت کو خداوند کریم نے اس شان اور اس عقل کا پیدا کیا ہے تو وہ مسٹر محمد علی صاحب کی جماعت ہے۔ جو چوہویں صدی کے سر پر مجدد مفرضہ کے ظہور کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئی ہے تاکہ لوگ اور دنیا کے دنابندے اس کو دیکھ کر خدا کی قدرت تاماہ اور مشیت عاصہ پر یقین لائیں کہ وہ عز اسمہ جس کو جیسا چاہتا ہے، پیدا فرماتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

ممکن ہے کہ کسی دوست کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ مسٹر محمد علی صاحب تو مرتضیٰ قادیانی

کی بہوت کے قائل ہی نہیں ہیں۔ وہ تو بارہا اس سے انکار کر چکے اور صاف کہتے ہیں کہ میں مدیٰ بہوت کو کافر و دائرۃ الاسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ اس حال میں مسطورة بالاعنوان قائم کرنا کیوں کر درست اور جائز ہو سکتا ہے۔ ؟ نبی اور امیٰ کا عنوان تو سب صحیح ہو سکتا ہے جب مسٹر محمد علی صاحب جناب مرزا قادریانی کو نبی درسول تسلیم کرتے۔ سوبھاوب اس کے ایسے سائل کو واضح رہے کہ گوئزہ موصوف بظاہر اس سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مرزا قادریانی کو نبی نہیں مانتے۔ گران کے اندر ورنی حالات کا مطالعہ کیا جائے اور یہ بغور دیکھا جائے کہ ان کے زیر پردہ ان کے عقائد کی ہاطھی کائنات کیسی ہے۔ تو میری طرح بہ نظر عین دیکھنے والا ہر شخص اس امر کے یقین کرنے پر مجبور ہو گا کہ واقعی لاہوری جماعت کے حصہ اکابر اور ان کے امیر صاحب کے اصلی عقائد جن کو وہ جلب نہ اور عام مسلمانوں سے چندہ بُورنے کے لئے چھپائے ہوئے ہیں۔ یہی ہیں کہ وہ مرزا قادریانی کو خدا کا نبی اور رسول مانتے ہیں اور یہ جو شیعہ حضرات کی طرح تیقہ ہازی سے کام لے رہے ہیں۔ یہ صرف مسلمانوں سے پیسے بُورنے کی خاطر، کیونکہ کوئی مسلمان کسی نبی کی امت کے امیر کو چندہ دینے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ یہاں پہنچ کر اس امر کی بڑی اشد ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ مسٹر موصوف کی الگ تحریرات و کھائی جائیں جن سے ہر شخص کو صاف اور واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ واقعی یہ لوگ اور مسٹر موصوف جناب مرزا قادریانی کو ہندوستان کا مقدس نبی اور پنجاب کا مگر زیدہ رسول تسلیم اور یقین کرتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ جس طرح مرزا قادریانی نے اپنے دعویٰ کے پارہ میں فرمایا ہے کہ:

”میں خدا کی اصطلاح میں (چشمہ معرفت ص ۳۷۵، خزانہ حج ۲۳ ص ۳۷۷) تمام نبیوں کے اتفاق سے (الوہیت ص ۱۱، خزانہ حج ۲۰ ص ۳۱۰) اسلام کی اصطلاح میں (جنت اللہ ص ۶) نبی کے حقیقی معنوں (برائین احمدیہ حصہ چتم ص ۱۳۸، خزانہ حج ۲۱ ص ۳۰۱) نبی اور رسول ہوں۔ اس واسطے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔“

ٹھیک اسی طرح بغیر ایک بال کے برادر فرق کے مسٹر موصوف نے مانا اور لکھا کہ: ”حضرت مرزا قادریانی ہندوستان کے مقدس نبی ہیں۔“ (ربیوب حج ص ۹۶، الفضا حج ص ۱۱)

”نبی آخر الزمان ہیں۔“ (ربیوب حج ص ۹۹)
”مرزا صاحب موعود نبی ہیں۔“ (ربیوب حج ص ۸۳)

- (ربیع ج ۶ ص ۹۶) "آخری زمانہ کے نبی ہیں۔"
- (بیان ملک ۱۲ آگسٹ ۱۹۱۳ء) "اس زمانہ کے نبی اور نجات دہنده ہے۔"
- (ربیع ج ۶ ص ۱۳۹) "برگزیدہ رسول ہے۔"
- (بیان ملک ۱۷ ستمبر ۱۹۱۶ء) "اللہ کا پیارا رسول"
- (ربیع ج ۶ ص ۲۷۳، ایضاً ج ۳ ص ۲۶۹) "انبیاء کے معیار پر ہے۔"
- (ربیع ج ۳ ص ۲۶۳، ج ۵ ص ۳۳۱) "مرزا عدیٰ نبوۃ ہیں۔"
- فیصلہ..... "جب ہم کسی شخص کو مدعاً بہوت کہیں گے، تو اس سے مراد یہ ہو گی کہ وہ..... کامل نبوت کا مدعی ہے۔"

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ناظرین کو روز روشن کی طرح معلوم ہو گیا ہو گا کہ مسٹر موصوف کے اصل عقائد کیا ہیں۔ زیادہ تشریع کی ضرورت نہیں۔ اب ہم خدا سے توفیق مانگ کر ذیل میں نبی اور امیٰ کا اختلاف و کھاتے ہیں اور یہ بالکل حق ہے کہ اس سے ہماری مراد جو جب نہیں ہیں۔ بلکہ لا ہوری جماعت کی اصلاح کرتا ہے۔ "ان اریداً الا اصلاح و ما توفيقي

الابالله"

نبی کا ارشاد

..... "خدا قیامت کے دن حضرت عیسیٰ کو کہہ گا کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو مجبور ہانا اور خدا انہیں انا؟ تو وہ جواب دیں گے۔ (سوال و جواب قیامت کو ہو گا)"

(برائیں جلد ۴ جمادی ۲، خزانہ ائمہ ج ۲۱ ص ۵۱)

۲..... "مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تو اس آیت کا مصدقہ ہے: "هو الذی ارسل رسوله با لھدیٰ و دین الحق الخ" (اعجاز احمدی ص ۷، خزانہ ائمہ ج ۱۹ ص ۱۳)

"درحقیقت اس کا مصدقہ اسکے مفعّل موعود ہے، اور یہی حق ہے۔"

(اشتہار مغارہ امام دیگر کتب آئینہ و فیرہ)

۳..... "جبکہ وہ ابراہیم قلم سے آگ میں ڈالا گیا، تو خدا نے آگ کو سرد کر دیا۔" (حقیقت الہی ص ۵، خزانہ ائمہ ج ۲۲ ص ۵۲)

۴..... "خدا کی پاک ستائیں گواہی دیتی ہیں کہ یوں علیہ السلام خدا کے فضل سے محفل کے پیش میں زندہ رہے اور زندہ رکھ لیں۔"

(معجمہ ہندستان میں ص ۱۱۲، خزانہ ائمہ ج ۱۵ ص ۱۶، ایضاً ریو یونیورسٹی ۱۹۰۳ء)

- ۱ ”حضرت عائشہ قرأتی ہیں“ قول وانہ خاتم النبیین ولا تقولوا الا نبی بعدہ“ اگر اسلام میں نبوۃ نہیں تو پھر آپ لوگوں کے پاس مابراہیماز نہیں۔“ (بدر ۲۵ جون ۱۹۰۸ء)
- ۲ ”جو شخص مجھے دل سے قول کرتا ہے۔ وہ اطاعت بھی کرتا ہے۔ ہر حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ ہر ایک تازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ جو ایسا نہیں کرتا مجھ سے نہیں ہے۔“ (ارجمن نمبر ۳۲ جاہیز مص ۳۳۳)
- ۳ ”یہ بات ہمارے عقائد میں سے ہے اور اس کو ہم قرآن مجید اور انجیل کی شہادت کے مطابق لکھتے ہیں اور قرآن سے ایسا ہی ثابت ہے کہ کچن بن باپ پیدا ہوا ہے۔ پس تم صداقت کو مست چھوڑو۔“ (مواہ الرحم مص ۲۰۷)
- ۴ ”میرا ہر ایک الہام صحیح اور خالص ہے اور شریعت کے مطابق ہے۔ میرے کسی الہام میں نہ کوئی نیک ہے، نہ کوئی ملاوٹ، نہ کوئی شبہ ہے۔“ (آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی)
- ۵ ”ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔“ (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)
- ۶ ”قرآن شریف سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے کہ کچن بن باپ پیدا ہوا ہے۔“ (بدر ۱۹ امریکی ۱۹۰۳ء، ایضاً بدر ۱۱ جون ۱۹۰۳ء)
- ۷ ”بے باپ پیدا ہونے میں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت مسیح کی مشاہدت دی گئی ہے۔“ (تحفہ گلزار دیس ۱۱۳ جاہیز)
- ۸ ”یہ خیال کہ کچن یوسف سے پیدا ہوا، جاہلانہ خیال ہے اور قرآن کے خلاف ہے۔“ (ربیوب جلد اول مص ۲۸)
- ۹ ”حضرت مسیح کا یوسف کا پیٹا ہونا اس خیال کی انجیل تردید کرتی ہے اور یہ ایک جاہلانہ خیال ہے۔“ (ربیوب جلد اول مص ۲۸)
- ۱۰ ”رہبانیت کاروان قدیم سے ہے۔“ (ربیوب جلد اول مص ۱۲۸)
- ۱۱ ”یا امر“ ولادہ بن باپ“ خلاف قانون قدرت نہیں اور عادۃ اللہ سے باہر نہیں۔“ (تحفہ گلزار دیس ۱۱۳ جاہیز)
- ۱۲ ”یہ عیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تمہد (نگھوڑے) میں باتیں کی ہیں۔ مگر اس لڑکے نے پہیٹ میں دودھ باتیں کی ہیں۔“ (تریاق القلوب مص ۳۷، جزاں نج ۱۵ مص ۲۷)

- ۱..... ”وَهُنَّ عَنِ الْجَنَاحِ“ (خنزير عليه السلام) جس نے کشتنی کو لوڑا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے، وہ نبی نہیں تھا۔” (ازالہ حصادل مص ۱۵۳، خزانہ ائم ج ۳ ص ۱۷۸)
- ۲..... ”میں ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے نبی۔“ (حقیقت الوعی ص ۲۹، ۲۸، خزانہ ائم ج ۲۲ ص ۱۵۳)
- ۳..... ”آنحضرت کے بعد غیر تشریعی نبی آ سکتے ہیں۔“ (بدار ۲۰ فروردی ۱۹۰۳ء ص ۳۲)
- ۴..... ”جو احادیث میرے الہام کے خلاف ہیں۔ ہم انہیں روای کی طرح پھینک دیتے ہیں۔“ (اعجاز احمدی ص ۳۱، ۳۰، خزانہ ائم ج ۱۹ ص ۱۲)
- ۵..... ”میری روایتی قرآن مجید اور راجحہ کی طرح ہے اور میرا ایمان اپنی وحی کی بابت انجاماتے کم نہیں۔ جو اس کے خلاف کہتے ہیں، لفظی ہیں۔“ (زندگی ایجاد ترجمہ از اشعار)
- ۶..... ”مقبرہ بہشتی کے ذریعہ مومن و منافق کے درمیان انتیاز ہو گا۔ جو اس میں دفن ہو گا، بہشتی ہی ہو گا۔“ (رسالہ الوصیت ملخصاً)
- ۷..... ”آہت“ و اخرين منهم“ سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی نبی ہو گا۔“ (طہا ترجمہ حقیقت الوعی ص ۲۷، ۲۶، خزانہ ائم ج ۲۲ ص ۵۰۲)
- ۸..... ”خاتم النبیین کے معنی ہیں صاحب خاتم یعنی صاحب مہر۔“ (چشمہ سیکھی ص ۳۶، حقیقت الوعی ص ۲۷، ۲۸، ۲۷)
- ۹..... ”نبی اس کو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔“ (چشمہ معرفت ص ۱۸۰)
- ۱۰..... ”آپ کا نام خاتم النبیین اس وجہ سے ٹھہرا کہ آپ کی یہ روایتی کمالات نبوت بہشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش، (نبی ہنانے والی) ہے۔“ (حقیقت الوعی حاشیہ ص ۹۶، خزانہ ائم ج ۲۲ ص ۹۶)
- ۱۱..... ”آنحضرت کی مہر کے سوا اور آپ کی اجازت کے بغیر اب کوئی نبوت نہیں چل سکتی۔ نبوت کا سلسلہ اب جاری ہے۔ مگر آپ کی تابعداری اور آپ کی مہر سے۔“ (احکم ۷ اپریل ۱۹۰۳ء، ایضاً اب ایہ حصہ قائم، نیز ایک علمی کا ازالہ وغیرہ)
- ۱۲..... ”خاتم النبیین کے معنی ہیں صاحب خاتم یعنی نبیوں کی مہر۔ آنحضرت کے سوا کوئی نبی

صاحب خاتم نہیں ہے۔“

(حقیقت الواقع و برائین احمدیہ حصہ بیجم و ازالہ خود) ۲۹
”قادیانی کے مقام کو خدا نے برکت دی ہے۔“ (الوصیت ص ۳۳)

بیووم علّق سے ارض حرم ہے

..... ”ابجمن کا مرکزی مقام قادیانی ہو گا۔ یہ ضروری ہو گا کہ مقام اس ابجمن کا قادیانی رہے۔“ (الوصیت ص ۳۳)

..... ”نبی کے لئے صاحب شریعت ہونا شرط نہیں۔“ (ایک غلطی کا ازالہ) ”بغیر شریعت کے نبی آسکتا ہے۔“ (حقیقت الواقع)

..... ”خدا کی اصطلاح میں (چشمہ سرفت ص ۳۲۵، بخارائی ح ۲۲، مس ۳۳۱) تمام نبیوں کے اتفاق سے (الوصیت ص ۱۲) اسلام کی اصطلاح (شرعی اصطلاح) میں (جیج اللہ مص ۶، و اینا پکھر سیا لکوت ۱۹۰۳ء) حقیقی معنوں میں (برائین حصہ بیجم ص ۱۲۸) ہم نبی اور خدا کے حکم کے موافق (تجزی حقیقت الواقع) نبی ہیں۔“

..... ”نبی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کسی صاحب شریعت رسول کا تعلق نہ ہو۔ (خلاصہ یہ کہ نبی کا مطابع ہونا ضروری نہیں)“ (برائین حصہ بیجم ص ۱۲۸، بخارائی ح ۲۲، مس ۳۰۶)

..... ”اس سوال کا کہ (کیا مرا زا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟) مخفی انکار کے الفاظ سے جواب دینا صحیح نہیں ہے۔“ (مفہوم، ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۸، بخارائی ح ۱۸، مس ۲۰۶)

..... ”قرآن نے صاف فرمادیا کہ شیخ آیت کا آیت سے ہوتا ہے۔ شیخ کے بعد ضرور آیت منسوبہ کے بجائے آیت نازل ہوتی ہے۔“ (مجموعۃ التاوی احمدیہ ص ۶)

..... ”خدا نے حضرت آدم کوئی سے پیدا کیا ہے۔“ (آریہ حرم حاشیہ ص ۳۵)

..... ”قرآن میں جو ”لکل قوم هادا“ واقع ہے۔ اس کے مطابق ہم مانتے ہیں کہ ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی ہادی گزر رہے۔“ (ست پن)

..... ”حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا کٹی و فتحہ سانپ (اودھا) بنا۔“

(آنینہ کمالات اسلام ص ۶۸، بخارائی ح ۵ میں اینا)

..... ”حضرت مسیح طیہ السلام کی چیزوں کا مجذہ کے طور پر قرآن مجید سے پرواز ثابت (آنینہ کمالات اسلام ص ۶۸، بخارائی ح ۵ میں اینا)

-۴-

۳۰ ”میرا الکار میرا الکار نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول کا الکار ہے۔ یہ معنوی بات نہیں بلکہ دوزخ اور جنت کا سوال ہے۔“ (مجموعہ تاوی احمدیہ ج ۱۵ ص ۱۵)

۳۱ ”میرا نام نہیں ہوا۔ دوسرے اس کے الٹی نہیں تھے۔“

روضۃ آدم کر قادہ نا مکمل اب تک

میرے آنے سے ہوا کامل نجیلہ برگ و پار

”میں سچ سے افضل ہوں۔“ (کشی (وح بخ) ج ۱۹ ص ۷۶)

(صریحہ لحق ص ۷۶) ”یوسف سے بہتر ہوں۔“

(بدرس ۲۳، مورخہ ۱۱ ارجنون ۱۹۰۸ء) ”مجد دین سے مجھے امتیاز حاصل ہے۔“

۳۲ ”رسول کا لفظ جو ہے یہ عام ہے۔ مجد پر بھی بولا جاتا ہے۔“

(آنینہ کمالات اسلام ص)

۳۳ ”میں اسرا نسل میں کئی ایسے نہیں ہوئے ہیں۔ جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی ہے۔“ (بدھ ۵، مارچ ۱۹۰۸ء)

۳۴ ”میرے دعویٰ دغیرہ کی حدیث بنیاد نہیں، بلکہ قرآن اور وہ وحی جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ میرے دعویٰ کی بنیاد ہے۔“ (اعجاز احمدیہ ج ۲۰، ج ۱۹ ص ۱۳۰)

۳۵ ”حکم اسے کہتے ہیں کہ اس کا فیصلہ گودہ ہزار حدیث کو موضوع پھرائے ناطق سمجھا جائے۔ (ٹیکسہ نزول الحج ص ۲)“ وحی کے بعد احادیث کیا چیز ہیں۔“ (عقیدہ اعجاز) ”جو کچھ میں کہتا ہوں، سمجھی اسی ہے۔ جو خدا اور رسول کو مانتا ہے۔ اس کے لئے ہی جنت کافی ہے کہ میرے منہ سے سن کر خاموش ہو جاوے۔“ (تفاوی احمدیہ ج ۱۸ ص ۱۸)

۳۶ ”مکالمہ کے بعد اور کوئی اسی بات نہیں رہتی کہ وہ ہوتا سے نہی کہا جائے۔ نبوت کی علامت مکالہ الہیہ ہے۔“ (بدھ ۲، مرفروری ۱۹۰۳ء ص ۳۲)

۳۷ ”میں خدا کے حکم کے موافق نہیں ہوں۔ اس سے الکار کروں تو میرا گناہ ہو گا۔“ (بدھ ۱۱ ارجنون ۱۹۰۸ء) ”میں اس مکالمہ (خدا کے حکم میں) لٹک کروں تو کافر ہو جاؤں اور آخرت جاہ ہو جائے۔“ (جلیلۃ الہبیہ ص ۲۵) ”میرا درست وہ جو میری بات مانے۔“ (تفاوی احمدیہ ج ۲۵ ص ۲۵)

۳۸ ”پھر سچ موعود (مرزا قادیانی) یا آپ کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ ”مشق“ کی طرف

- سفر کرے گا۔” (ترجمہ از عربی جملہ البشری میں ص ۳۷، اینٹا احمد ۱۹۰۸ء)
- ۴۹..... ”خدا اس کی (مرزا قادیانی) کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا (مرزا قادیانی کا) جانشین ہو گا۔“ (حقیقت الواقع میں ص ۳۷۲، خزانہ حج ص ۲۲۵)
- ۵۰..... ”مرزا قادیانی سلطانِ ترکی کی بابت لکھتے ہیں کہ سلطان کا خلیف المولین ہونا صرف اپنے منہ کا دعویٰ ہے۔ دراصل حقیقی خلافت بھی ہے جو مجھے خدا نے دی ہے۔“ (خلاصہ از محمود اشہارات مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب ص ۳۰۲)
- ۵۱..... ”خنزیر کا بچے کو قتل کرنا یا امر دیل ہے کہ اس کا الہام قطعی تھا (یعنی اس نے اپنے الہام کو جنت قطعی شہریاً) مگر وہ نبی نہیں تھا۔ (یعنی اس سے اس کا نبی ہونا ثابت نہیں ہوتا)
- (نہود الحج ص ۸۹)
- ۵۲..... ”میرا پہلا لڑکا محمود بشارۃ کے ماتحت پیدا ہوا۔“ (تریاق القلوب) ”کان اللہ نزل من السماء“ گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔ (آنینہ کالاتِ اسلام ص ۷۷، ۵۶۸، ۵۷۸) بشارۃ کے ماتحت جو پیدا ہوں وہ نیک اور صالح ہوتے ہیں۔ (آنینہ ص ۵۷۸ حاشیہ) ”محمود اپنے کاموں میں الوعزم ہو گا، جس کی وجہ سے لوگ ہدایت پائیں گے۔“ (بزرگ شہار حاشیہ ص ۱۷۱، ۱۷۵)
- ۵۳..... ”مجھ سے پہلے خلفاء (وغیرہ) کو یہ مرتبہ (نبوت) کسی کو نہیں دیا گیا تاکہ قوم نبوت پر یہ نشان ہو۔“ (خلاصہ مذکورة الشہادتین ص ۳۳)
- ۵۴..... ”اس میں (مُحَمَّد) کی ولادت بن باب میں) ایک عجوبہ قدرت (اعجاز) ہے جس کے لئے آدم کی مثال کا ذکر کرنا پڑا۔“ (بدر الدین اسرائیل ۱۹۰۳ء ص ۳)
- ۵۵..... ”ہمارا عقیدہ ہے کہ سچ بن باب پیدا ہوا ہے اور یہی راہ صداقت ہے۔“ (مواہب الرحمن ص ۷۷) ”قرآن مجید سے ایسا ہی ثابت ہے اور ہم قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔“ (بدر ۱۹۰۴ء احمد ۱۹۰۱ء) خلاصہ کہ یہ اسلامی عقیدہ سے ثابت ہے۔ (واعظ)
- ۵۶..... ”اللہ تعالیٰ مجھے غلطی پر قائم نہیں رہنے دیتا۔“ (ایام الحج)
- (عقیدہ ولادت بن باب پر قائم رہے۔ واعظ!)
- ۵۷..... ”اس میں بھک نہیں (یعنی یقینی بات ہے کہ) سری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار (نظام ملک آخری پر چھرس)“ (تحفہ)

..... ”ہمارا نہب تو یہ ہے کہ جس امت میں نبوت کا سلسلہ نہیں وہ مردہ امت ہے (یعنی خیر امت کھلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی) دوسرے مذاہب کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں کوئی خوب نہیں ہوتا۔“ (پدر ہر مارچ ۱۹۰۸ء)

نوٹ تحریر بالا میں لفظ دین کی بجائے ہم نے امت کا لفظ لکھا ہے۔ ایک اس لئے کہ دونوں لفظوں کا مآل و معنیوم ایک ہے اور وسر اس لئے بھی کہ ناظرین اتنی صاحب کے اختلاف کو ہما سانی سمجھ سکتیں۔ (واعظ)

..... ”پہلے سچ کو جو خدا بنا لیا گیا تھا۔ یہ کوئی صحیح اور واقعی امر نہ تھا تاکہ دوسرا سچ (مرزا قادانی) میں اس کی مشاہدہ تلاش کی جائے۔“

(استیجار مطبوعه قاریان ۲۰ نومبر ۱۹۰۰ میلادی، مجموع استیجات ج ۳۰۶)

(مطلب رہے کہ ملے سچ کی طرح یہرے حق میں کسی جماعت کو خلوٰہ کر کر مانست

وکھا تا درست نہیں ہے)

۶۱ ”جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ میری حکایت خدا اور رسول کی حکایت ہے۔“ (مجموعہ فتاویٰ جلد اول ص ۱۵) ”مذکور کو (جو ہم پر ایمان نہیں لایا) ہم کافر ہی قرار دیں گے، ملخصاً ۹۔ تحقیقت الحقیقی ص ۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵ ص ۱۸۵

(غرضیکہ مرزا قادیانی نے مذکورہ ہالاکتیوں میں غیر احمدیوں کو کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج قرار دیا ہے اور اسے مذکور کو آنحضرت ﷺ کا مذکور شہر ہا یا ہے)

۲۲..... ”ان آیات میں خدا تعالیٰ نے حصر (بند) کر دیا ہے کہ خدا کے نزدیک موسمن وہی لوگ ہیں کہ جو صرف خدا پر ایمان نہیں لاتے بلکہ خدا اور رسول دونوں پر ایمان لاتے ہیں۔“ (حقیقت الحقیقت میں ۱۳۷، غرہن حج ۲۲ میں ۱۳۷) ”خدا پر ایمان لانا رسولوں کے ساتھ ایمان لانے سے وابستہ ہے۔“ (حقیقت الحقیقت میں ۱۳۷، غرہن حج ۲۲ میں ۱۳۷)

(خلصہ کہ رسولوں کے ساتھ ایمان لائے بغیر انسانِ موسیٰ مجسی ہو سکتا)

۶۳ ”اپنی جماعت کے غیر کے پیچے نماز ملت پڑھو، محدثین (ایمان لانے والے) لوگوں کے سو ایجنسی احمدیوں کے سوا کسی کے پیچے نمازنہ پڑھو۔“ (تادی احمدیہ جس میں ۱۸، ۱۹)

۶۴ ”متوفی اگر سلسلہ کا مخالف تھا تو اس کا جتنا زہ ملت پڑھو۔“ (تادی احمدیہ میں ۱۱۸)

”جو ہمارا مصحت قنیں اور کہتا ہے کہ میں ان کو اچھا جانتا ہوں۔ وہ بھی ہمارا مخالف ہے۔“ (البدر مورثی ۲۲۳، رب اپریل ۱۹۰۲ء)

۶۵ ”جنہاں پہلے روا رکھا گیا تھا۔ اب حرام ہے۔“ (مفہوم گورنمنٹ اگریزی اور جہاد میں ۷۷)

”ایک حکم لے کر آیا ہوں کہ اب سے جہاد کا خاتمہ ہے۔“ (ص ۱۲) ”میری بعثت سے مقصود منع جہاد ہے۔“ (ضیغم تحدہ گلزار دیہی میں ۲۳ ترجمہ از عربی) ”اور نہ آئندہ جہاد کا انتظار ہے۔“ (خلاصہ یہ کہ اب جہاد حرام ہے اور اگر پہلے روا رکھا گیا تھا۔ تو اب منسوخ ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ واعظ)

۶۶ ”کوئی مومن میرا ان کاربھیں کر سکتا۔“ (خطبہ الہامیہ ص ۲۷، خزانہ ائمہ ج ۱۶ ص ۷۷) ”میرے مکر کا فریض ہے۔“ (ص ۱۲) ”جو سچ موعود کوئیں مانتا وہ مسلمان نہیں، اور نہ ہی اس کا قرآن اور سورہ فاتحہ پر ایمان ہے۔ مخلصاً (ص ۱۳۲) (غرضیک جو کلہ گور رضا قادریانی کوئی مانتا وہ کافر ہے۔ واعظ)

۶۷ ”یہ فرقہ اصول کے اقتدار سے دوسرا سے (فرقوں) سے ایک از رکھتا ہے۔ اس میں تکوار کا جہاد نہیں نہ اس کا انتظار ہے۔“ (اشتہار مطبوعہ قادیانی ۱۹۰۰ء میر، ص ۱)

۶۸ ”اس کا نام فرقہ احمدیہ ہے۔ جو اصول کے لحاظ سے بالکل ممتاز ہے۔“ (ص ۱۲ اشتہار مطبوعہ کورہ)

۶۹ ”یاد ہے کہ اکثر ایسے اسرار و حقیقت جو بصورت اقوال انیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں۔ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیرونہ اور شرمناک تھے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرتا جو بھاہر دروغ کوئی میں داخل تھا۔ تو اس کی وجہ سے کوئی بدگمانی پیدا کرے تو وہ خبیث اور پلید ہے۔“ وغیرہ وغیرہ۔ ملخصاً (آئینہ کمالات اسلام ص ۱۷، ۵۹۸، ۵۹۷، خزانہ ائمہ ج ۵۹)

خلاصہ یہ کہ جناب مرزا قادریانی نے ”لِمْ يَكُذِّبَ ابْرَاهِيمَ“ والی حدیث کو درست اور صحیح سمجھا ہے اور اس پر یا اس کی وجہ سے اعتراض کرنے والے کو خبیث اور پلید ٹھہرایا ہے اور غالباً اسی حدیث کو اپنی کتاب ”فتح مسیح“ میں قبل تو یہ لکھا اور تو یہ کو از روئے حدیث جائز ٹھہرایا ہے۔ (لاحظہ ہوں ۱۹ جبر ۲۰ رابر الفرقان مطیع ۲) اور فرمایا کہ کوئی احمدیہ

اس کو حقیقی کذب سمجھے۔ (ص ۱۹) خلاصہ مطلب یہ کہ ”لم یکذب ابراہیم الا ثلث کذبات“ والی حدیث بالکل صحیح ہے اور جو اس کو حقیقی کذب سمجھ رہا ہے وہ احق ہے اور پھر اس بنا پر اس حدیث کو ظلط قرآنیا اور کبھی زیادہ حماقت ہے۔ (واعظ)

..... ”خدا تعالیٰ دنیا میں عذاب نازل نہیں کرتا جب تک کہ پہلا اس سے کوئی رسول یا نبی نہیں بچھ جو جتا۔ وہ خود کہتا ہے ”ماکنا معدذین حتیٰ نبعث رسولاً“ ظاہر ہے کہ یورپ اور امریکہ میں کوئی رسول پیدا نہیں ہوا۔ پس ان پر جو عذاب نازل ہوا۔ وہ نیبرے دوستی کے بعد ہوا۔“ (تقریب حیثیت الوقیع ۵۲، ۵۳، ۷۷ ص ۲۲۲)

اک..... ”اهدنا الصراط المستقیم“ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ الہذا خود رہوا کہ جھبیں یقین کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انجیاء و قابو دوست آتے رہیں۔

(لیکھریا لکوٹ ص ۳۲)

”ہامت ہر ایک وہ انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پاچکے۔“

(از الی خوردن ۳ حاشیه)

۴۲ ”ماکنا معدیین حتی نبعث رسولا“ سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم پر عذاب نہیں آتا۔ جب تک کہ پہلے رسول نہ بھج دیا جائے۔ ”ملخا

۳۷ ”هم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ہم نبی ہیں۔ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گما ہوں۔“ (حقیقت الوعی)

..... ”ام سخن حضرت مکمل اللہ پر نجراں کے تکی علامہ کی طرف سے سوال کیا گیا تو یہ آئیت نازل ہوئی کہ ”ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثیل ادم“ یعنی جس طرح آدم بلا ماس باب پیدا ہوا ہے اسی طرح سچ بھی بن باب پیدا ہوا ہے۔“ علیہما (برائین احمد یہ حصہ چشم ص ۳۹)

..... ”نبوت کا دروازہ بالکل بند نہیں۔ بلکہ آنحضرتؐ کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔“ (احضر ۱۴ اپریل ۱۹۰۳ء) ”آنحضرتؐ“ کے بعد غیر تشریعی نبی آئتے ہیں۔“ (بدارجہ ۲۷ فروری ۱۹۰۳ء) ”نبوت

کا دروازہ بند کرنا اس امت کو الہام الٰی سے خود رکھنا ہے۔ ” (الحمد و تھیقۃ الوقی وغیرہ ملحوظہ کورہ) ۶۷ ”جنتا کو سلیمان علیہ السلام کے مرنے کا پتہ نہ تایا مگر گھن کے کیڑے نے جو عصا کو کھا تا تھا۔“ (نہوں اصح ص ۲۹)

۷۷ ”لگوں نے خدا کے ننانوں کا جواں کے فرستادہ کے لئے اس زمانہ میں ظاہر ہوئے ہیں، قدر نہ کیا اور خدا کے نبی (مرزا قادیانی) کو جو اصلاح علقم کے لئے آیا، رد کر دیا۔“

(پچھرا ہو طبع اول ص ۲۸)

۷۸ ”کسی نبی کے صحیح کی انبیاء علیہم السلام کی آزمائش کی طرح آزمائش کرنا ایک حکم کی ناجی ہے۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۳۹)

۷۹ ”خدا کے حکم سے الجوب نے اپنی حکم کو اس طرح پورا کیا ہے کہ اپنی بیوی کو سوتن کے کا ایک جہاڑا ومارا ہے۔“ (رہنمائے خاتون حصہ اول مرتبہ فخر الدین ملتانی ماخوذ از الحکم)

۸۰ ”اسلام نے بیاہ شدہ محنت اگر زنا کرے تو اس کے لئے رجم (سکسار) کرنے کی سزا بتائی ہے۔“

۸۱ ”ایک زمانہ میں خدا نے شیطان کو الجوب پر مسلط کر دیا تھا۔“ (تفسیر گلوبودی ص ۱۰۳)

۸۲ ”وابتدہ الارض سے مراد طاغون ہے۔“ (نزول الحج ص ۲۸)

نوٹ یاد رہے کہ جو مرزا کہیں وہیں درست ہوتا ہے جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا ہے کہ میری ہرباتھی ہے۔“ واعظا!

۸۳ ”چل کر ناصحاء مسلمانوں کا طریق ہے۔“ (ست پنجم ص ۵۰)

۸۴ ”دوسرے عالم میں جزا اوزرا بھائیتے میں ارواح کے ساتھ یہ اجسام بھی شریک ہوں گے۔“

۸۵ ”اگر حضرت مسیح کچھ دن اور زندہ رہے تو شادی کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔“

امتی کا انکار

۱ ”یہ کلام جو (سچے خدا کے ور میان ہوا) عالم برزخ کا ہے۔ جو نزول سے پہلے ہو چکا ہے۔“ (یان القرآن ج ۱ ص ۴۵۹، ۴۶۱)

قیامت میں نہیں ہو گا۔

۲ ”یہ کہتا یا آت ”هو الذی ارسل رسوله“ مسیح موعود کے حق میں ہے۔ اس کے صاف حقیقی ہیں کہ جس رسول کا ہدی و دین الحق لے کر آنے کا ذکر ہے۔ وہ محمد رسول اللہ ہیں بلکہ مسیح موعود ہے۔ کسی معتبر کا قول نہ کعا سکو تو شرم کا مقام ہے۔“ (احمیجہنی ص ۳۳۲)

- ۳ ”کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالا گیا ہو۔“
 (بیان القرآن ص ۱۲۲۵)
- ۴ ”قرآن مجید میں کسی جگہ مذکور نہیں کہ یوسف علیہ السلام کو محفلی نے لگلی تھا۔“
 (بیان القرآن ص ۱۲۸۰)
- ۵ ”نبوت کے بندز ہونے میں) ایک ماٹھ مکا قول پیش کیا جاتا ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے۔ یہ غرض پرستی ہے۔ خدا پرستی نہیں۔“
 (بیان القرآن ص ۱۵۱۶)
- ۶ ”حکم و عدل کے معنی نہیں کہ ہر ایک مسئلہ میں آپ (مرزا قادیانی) حکم و عدل ہیں۔ آپ کی ہر ایک بات واجب انتظام نہیں ہے۔ ایسا مانا جائے تو پھر اُس نے اٹھ جاتا ہے۔“
 (بیان ص ۱۵، ۱۲ اگسٹ ۱۹۱۸)
- ۷ ”مرزا قادیانی کا یہ عقیدہ پیش کھا، لیکن قرآن مجید کی کسی آیت سے اس کو ثابت نہیں کیا اور نہ کوئی فیصلہ دیا جو حقیقت فیصلہ کہا جاسکے۔“
 (بیان ص ۱۵، ۱۲ اگسٹ ۱۹۱۸)
- ۸ ”خود حضرت نے لکھا ہے کہ میں کسی الہام کو قرآن و حدیث کے مقابل پاؤں تو اسے سکھار کی طرح پھینک دیتا ہوں۔“ (شاختہ مامورین ص ۲۰) مرزا قادیانی نے ایسا نہیں لکھا۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ میرا ہر الہام صحیح ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ پس پھینکنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ غلط بھی ہوتا ہے۔ لاحول
- ۹ ”حضرت مرزا قادیانی کا دعویٰ مجدد ہونے کا تھا جو آخر حضرت کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ کافر و دجال ہے۔“
 (بیان ص ۱۷ اگسٹ ۱۹۲۵ ص ۶ کالم)
- ۱۰ ”میرے نزدیک یہ نتیجہ (ولادت بن ہاپ کا) الفاظ قرآن سے نہیں لکھتا۔“
 (بیان القرآن ص ۳۲۲)
- ۱۱ ”مشابہت صورت خلق (پیدائش) میں نہیں بلکہ بشریت میں دی گئی ہے۔“
 (بیان القرآن ص ۳۳۹)
- ۱۲ ”حضرت مسیح علیہ السلام یوسف کے نظر سے پیدا ہوئے ہیں۔“
 (تفسیر مذکورہ ص ۳۲۸، ۳۲۹)

- ۱۳ ”انجیل سے یوسف کا بیٹا ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ خیال کہ بیٹا نہیں تھا۔ ایک وہم ہے۔“ (کتاب ولادت سعی صدۃ محفلی)
- ۱۴ ”رہبانتیت اور ترک و نیا کا طریق عیسائیوں کی انجاد ہے۔“ (تقریں ۲۹۵)
- ۱۵ ”یہ امر“ ولادہ بن باپ ”قانون قدرت اور عادۃ اللہ سے باہر ہے۔ بلکہ بالکل خلاف ہے۔“ (کتاب ولادت سعی)
- ۱۶ ”یہ سعی کے زمانہ نبوت کا کلام ہے، نہ اس کی پیدائش کے فوراً بعد کا، یعنی مهد (پیغمبر) میں یا گود میں پاتنی نہیں کیس۔“ (یہاں القرآن م ۱۲۲)
- ۱۷ ”حضرت خضر علیہ السلام کا اپنی وحی کو قطبی شہر انے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی نہیں۔“ (یہاں القرآن م ۱۸۵)
- ۱۸ ”امت میں ہو کر نبوت کا دعویٰ کرنا کذاب کا کام ہے۔“ (النبوت فی الاسلام م ۱۱۵)
- ۱۹ ”نبوت تشریحی اور غیر تشریحی ہر دو بند ہیں۔“ (النبوت فی الاسلام م ۱۱۵)
- ۲۰ ”کیا مرزا قادریانی کو لے کر ہم حدیث کو جواب دے دیں؟“ (پیغام ج ۳ ص ۵)
- ۲۱ ”مرزا قادریانی کے الہامات قرآن کے ہم پلے نہیں۔ ہم قرآن اور احادیث کو الہامات پر مقدم کرچتے ہیں۔“ (پیغام ج ۵ نمبر ۳۶ ص ۹۲، ۹۳) ”حدیث ضعیف ہم مقدم بر الہام است (القول الحجج)“
- ۲۲ ”ہم نے قادریانی کی خاطر حق کون چھوڑا اور نہ مقبرہ بہشتی میں جانے کے لئے دوزخ کو مول لیا۔“ (تجددی عقیدہ کا الزرام م ۱۸)
- ۲۳ ”یہاں“ واخرين منهم ”میں کسی دوسرے نبی کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہے، بلکہ یہ نص صریح ہے کہ نبی نہیں آ سکتا۔“ (ملکہ المحمدۃ فی الاسلام م ۱۲) (یہاں القرآن م ۱۸۳۸)
- ۲۴ ”نبیوں کے خاتم کے معنی مہر نہیں۔ بلکہ آخری نبی ہیں۔“ (یہاں القرآن م ۱۵۱۵)
- ۲۵ ”نبی وہ ہوتا ہے جو اپنی بات کو بلا دلیل منوائے۔“ (پیغام سلی ۱۲ رجوری ۱۹۱۵)
- ۲۶ ”ایک شکا کا سہارا لے کر جھٹ پٹ بول اٹھے کہ خاتم النبیین کا معنی ہے اپنی مہر (تجدد روحانی) سے نبیوں کا ہانتے والا (نبی تراش) نہ رسول نے ذکری مفرنے یہ معنے کئے۔“ (پیغام آخری نبی نمبر ۲۹، ۱۹۲۸ م ۲)

..... ”یہ کہہ دینا کہ نبوت تواب بھی (جاری) ہے۔ مگر آنحضرت کے اجماع (تابعداری) سے ملتی ہے۔ لفظی بھی ابھیجاں ہیں۔ جو ختم نبوت کے مکمل کو کرنی پڑتی ہیں۔“

(پیغام ۲۹ مرگست ۱۹۲۸ء ص ۱۱)

۲۸..... ”جو لوگ خاتم الشیعین کا معنی نہیوں کی مہر لیتے ہیں وہ صریحاً رسول کریم کی خلاف درزی کرتے ہیں۔“ (پیغام ۲۹ اگست ۱۹۲۸ء)

۲۹ ” قادران کا مقام بلاکت کا موجب ہوا۔“ (نوٹ بر الوصیت ص ۲۳۲ از عجمی علی)

۳۰..... ”احمدیہ انجمن جو مرزا قادیانی کی مقرر کردہ حقیقی جانشین ہے۔ اس کا ہیئت کوارٹر لاہور (مسٹر اسکے رہا۔) (حاشیہ الوصیت ص ۱۲۲ از محمد علی)

.....۳۱ ”ہر نی صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہوتا ہے۔“ (یاں القرآن م ۵۳۶، ۲۵۰ اینا م ۲۳۲، ۲۳۳)

۳۲ ”حضرت سعی موعود (مرزا قادیانی) شرعی اصطلاح میں نبی اور رسول نہ تھے۔ بلکہ آپ ان معنوں میں نبی تھے، جن معنوں میں اس امت کے دوسرے مجدد بھی نبی اور رسول ہو سکتے ہیں۔“ (ٹریکٹ میرے عقائد ص ۲)

۳۳ ”نی مطاع ہوتا ہے مطع (متع) نہیں ہوتا۔“ (یمان القرآن ج ۱ ص ۱۸۶، اینا ۵۲۶)

۳۲ ”بھجواب سوال در بارہ نبوت مرزا قادیانی گور دا سپور کے مقدمہ کے سلسلہ میں فرمایا کہ ”میرے عقیدہ کے مطابق مرزا غلام احمد نبی نہیں تھے۔“ (عیناً مصلح مورثہ) ۱۹۳۵ء

..... ۳۵ ”قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوب نہیں اور وہاں سمجھہ ہوگی۔“
 (پختام، اہموریج، ۲۰ فروری ۱۹۳۲ء)

..... ”یعنی لیما کہ حضرت آدم کوٹھی سے پیدا کیا گیا تھا، صحیح نہیں ہے۔“ (یہاں القرآن ج ۳ ص ۱۳۷۲)

۳۷ ”بعض نے ”لکل قوم هادا“ کے یہ بھی کئے ہیں کہ ہر قوم میں ایک ہادی ہو گز را
سے گکرے معنی موزوں نہیں ہیں۔“ (علان القرآن ج ۳ ص ۱۰۱۲)

۳۸ ”عصاء موسیٰ میں اڑ دھا (سانپ) بننے کی صفت نہ تھی۔ نہ اس کا قرآن میں کہیں ذکر ہے۔“ فلسطینی خالی سے۔“ (بيان القرآن ج ۲ ص ۴۹)

- ۳۹ "سچ کے پرندوں (چیزوں) کو کھو دیاڑنے والا قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ اس میں کوئی اعجاز کارگ نہیں۔" (بیان القرآن ج ۱۸ ص ۳۲۱، ۳۲۲)
- ۴۰ "سچ موجود (مرزا قادریانی) کا انکار معمولی محدودوں کے انکار سے ذرا زیادہ سخت ہے۔" (پیغام ملیح ج ۲۲ ص ۲۲)
- ۴۱ "محدودین میں سے ایک محدود سچ موجود (مرزا قادریانی) بھی ہیں۔" (اس سے زائد کچھ نہیں ہیں) چودھویری صدی کا ایک محدود ہیں اور اُس اخلاق صفت مطلب۔ (پیغام ملیح ج ۲۲ ص ۲۲)
- ۴۲ "رسول اور نبی ایک ہے۔" (مطلوب یہ کہ رسول کا لفظ عالم نہیں ہے۔) (بیان القرآن ج ۲۲ ص ۱۷۸)
- ۴۳ "ہر ایک نبی کے ساتھ کتاب اتاری، بغیر کتاب کے نبی نہیں ہو سکتا۔" (بیان القرآن ج ۱۸۶ ص ۱۸۶)
- ۴۴ "سلسلہ احمدیہ کا ثبوت حقیقت (مرزا قادریانی کا دعویٰ و تعلیم) کی دارودہار (بنیاد) احادیث ہیں۔"
- ۴۵ "اگر امام (مرزا قادریانی) بھی ہم سے وہ بات منوانی چاہیں جس کی..... احادیث میں سننہ ہوتہ ہم اس کو نہیں مانتیں گے..... احادیث کو کہاں جا رکھیں؟" (پیغام ج ۲۳ نمبر ۵) یہ لوگ غلطی کھا سکتے ہیں۔ جس ان کا قول سنت پر "حکم" نہیں ہو سکتا۔ ان کے تمام اقوال کتاب اور سنت پر ہی پر کھے جائیں گے۔ (پیغام ملیح ج ۱۰ انبر ۲۳ ص ۵)
- ۴۶ "اللہ تعالیٰ اس امت کے اولیاء سے کلام کرتا ہے۔ یعنی وہ مکالہ سے شرف ہوتے ہیں۔ مگر وہ نبی نہیں ہوتے۔" (مکالہ ثبوت نہیں) (ملیوم ٹریکٹ اسلام کا دور جدید، آخری صفحہ)
- ۴۷ "حضرت مرزا قادریانی کی چودھویری صدی کا محدود مانتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ میں ثبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت (محدثیت) کا ہے۔ جو خدا کے حکم سے ہے۔ ہم مرزا غلام احمد قادریانی کو نبی کر گرنہیں مانتے۔" (ٹریکٹ اسلام کا دور جدید، آخری صفحہ)
- ۴۸ "آپ کے (مرزا قادریانی) بعد خلافت کا سلسلہ نہیں۔ آپ خود خلیفہ ہیں تو خلافت راچھ متعنی؟" (از حاضرہ الوبیت ص ۱۶، ۱۵ مطبوعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)
- ۴۹ "مرزا قادریانی کے بعد کوئی ایک شخص جائشیں نہیں ہو گا۔ بلکہ حضرت صاحب نے

- ساری انجمن کو اپنا جائشیں قرار دیا نہ ایک غصہ۔”
 (حاشیہ الوصیت مذکور)
- ۵۰ ”سلطان ترکی خلیفہ ہے اور آیتِ استخلاف کے ماتحت ہے۔ وہی اس خلافتِ اسلامی کا
 سمجھ (حقیقی حق دار ہے)“
 (بیتام ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء)
- ۵۱ ”حضر کو اپنی ولی (الہام) کو قطبی جنت (یقینی) شہر انے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
 وہ رسول اور نبی تھے۔“ (قطعیت الہام کو مرزا قادری کے خلاف ہو کر حضر کی نبوت کا ثبوت
 شہر لایا گیا ہے۔“
 (بیان القرآن ص ۱۸۵)
- ۵۲ ”میاں (محبود) صاحب اور ان کے مریدین آشم، اظلم، شہادتِ حق کی ادائیگی کو
 موت سے بدتر سمجھنے والے“ (تہذیب عقیدہ کا الزام ص ۲) ”سیاہ باطن، ظالم، خدا انہیں لعنت کا مورد
 بنائے گا۔“ (الہدیۃ فی الاسلام ص ۳۲) ”میاں محبود کو گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ جماعت کو
 جاہ کرو یا، اور بدایت کو پس پشت ڈال دیا۔“ (مولوی صاحب کے نزدیک میاں صاحب صارع
 نہیں ہیں) (پوسٹرال پیغام)
- ۵۳ ”اس امت میں جس قسم کی نبوت ہو سکتی ہے۔ وہ حضرت علیؑ کو ضروری ہے۔“
 (الہدیۃ فی الاسلام ص ۱۱۵)
- ۵۴ ”اگر مجھوںہ پیدائش سے (محبوبہ قدرت کہنے سے) یہ راوی ہے کہ حضرت سعیج بن بابا
 پیدا ہوئے ہیں تو قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں لکھا۔“ (حقیقت اسح ص ۸)
- ۵۵ ”حضرت سعیج کی بن بابا پیدائش اسلامی عقائد میں داخل نہیں۔ بلکہ عیسائیت کا
 اصول ہے۔“
 (بیان القرآن ج ۱ ص ۳۳۶، ۳۳۷)
 گویا سعیج موعود کا سر اصلیب خود تا دم آخراں عیسائیت کے قلط اصول کے پابند
 رہے۔
- ۵۶ ”ولادت بن بابا کا عقیدہ ایک منزہ غلطی ہے اور وہم ہے۔“
 (ولادت سعیج)
- ۵۷ ”کرشن کے نبی ہونے کا خیال مخفی اجتہادی ہے۔“ (یعنی یقین سے نہیں کہا جا سکتا)
 بلکہ اجتہادی اجتہاد ہے)
 (بیان القرآن ج ۳ ص ۱۲۳)
- ۵۸ ”کسی دوسرے نبی کی آمد سے اس امت کے خیر امت ہونے کی فضیلت (یعنی زندہ
 امت کھلانے کی فضیلت) جو اس کو دوسری امام پر ہے، وہ نہیں رہتی ہے۔“
 (مفہوم بیان القرآن ج اول ص ۳۲۳)

نوٹ یاد رہے کہ زندہ امت اور خیر امت ہونے کا ایک ہی ملہوم ہے۔ کچھ ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ لہذا مسٹر صاحب بھئے پڑے کے جلے سڑے ہمکلہ کی طرح اپنے منہ مبارک کا ذائقہ بنائیں کیونکہ صد مرد ہو گا۔

۵۹ ”عذاب انذار کا نتیجہ ہے۔ عذاب جو ہو گا وہ آخر فرست ﷺ کے انکار کی وجہ سے ہو گا (یعنی مرزا قادیانی کی وجہ سے نہیں۔ م) یعنی ثبوت کی ایک دلیل ہے۔“

(بیان القرآن جلد دوم ص ۱۰۱۲)

۶۰ ”اس سے پہلے صحیح کے ساتھ ممائت (مشاہدت) پائی گئی کہ پہلے صحیح کو غلوکر کے خدا ہا لیا گیا اور دوسرے کو غلوکر کے مدد سے نبی ہنا لیا گیا۔ جیسے پہلے کوئی سے خدا ہنا لیا گیا ہے۔ پس اس سے تو مرزا قادیانی کا سچا ہونا اور مغلیل صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے۔“

(مفہوم تریکٹ مغرب میں تبلیغ اسلام ص ۲۰)

۶۱ ”صحیح موعود (مرزا قادیانی) کے نہ ماننے سے ایک شخص قابل موافذہ ہے۔ مگر وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔“ (تریکٹ کفر و اسلام ص ۲) ”کافر کا لفظ اس مقابل پر بولا جاسکتا ہے جس نے کفر کا فتویٰ دیا اور پھر اس پر اصرار کیا اور جو صرف انکار کرتا ہے اس پر مطلق کافر کا لفظ نہیں بولا جا سکتا ہے۔ احمدی اور غیر احمدی میں ناقص اور کامل فرق ہے۔“ (بیان رمانی ص ۱۹۱۳ء)

(آج تو خیر سے دوسرے لوگوں کو غیر احمدی کہنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ خدا جانے کہاں تک ترقی ہو گی۔

۶۲ ”جو شخص توحید الہی کا قائل ہوتا ہے (خدا کو ایک مان لیتا ہے) وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔“ (تریکٹ کفر و اسلام ص ۳) ”خدا نے آیت میں با و جو دشمن کے مومن کا لفظ ان پر بولا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جب ایک شخص توحید پر ایمان لاتا ہے تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔“ (ص ۲) (واہ مشرک اور پھر مومن یعنی توحید پر ایمان لانے والا؟ یہ فہم کی انتہاء ہے)

۶۳ ”ہم مکملین کے بیچے نماز نہیں پڑھتے۔ جو شخص عدم علیحدگی کا اعلان کرے (خواہ وہ مرزا قادیانی کو صحیح موعود نہ مانے) ہم اس کے بعد (بیچھے) نماز پڑھنا جائز بھیتے ہیں۔“

(مفہوم اعلان مندرجہ پیغام و اخبار انقلاب)

۶۳ ”ہمارے نزدیک غیر احمدی کا جائزہ بشرطیک وہ مکفر نہ ہو، پڑھنا جائز ہے اور ہم پڑھتے ہیں۔“ (کراچی کے حادثہ میں جو غیر احمدی شہید ہوئے ہیں۔ ان کا نام بناشہ جائزہ لاہور یونیورسٹی نے پڑھا ہے جس میں رقم المروف بھی شریک تھا۔)

۶۴ ”جو شخص قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ جہاد کو منسوخ نہیں کہہ سکتا سوائے اس کے کہ قرآن شریف کی ان آیات کو جن میں جہاد کا حکم ہے، منسوخ قرار دے۔“

(ریکٹ اسلام کا دو جدیدیں ۳۲۲)

۶۵ یاد رہے کہ منسوخ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ایک حکم کہ جو پہلے جائز تھا، اس کو حرام قرار دینا اور اس کے ارتکاب کو ناجائز تھہراانا جیسا کہ مرزا قادیانی نے جہاد کی بابت کیا ہے۔)

۶۶ ”کلمہ گو..... کو کافر کہنا کلمہ کو عملًا منسوخ قرار دینا ہے۔ قرآن شریف تو کہتا ہے کہ جو السلام علیکم کہے اس کو بھی کافرنہ کہو۔“ (ریکٹ نکورس ۱۵)

گویا مرزا قادیانی کا یہ فتویٰ قرآن مجید کے خلاف ہے۔

۶۷ ”اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔“ (یعنی اصول سب کے ایک ہیں)

(قول خوب پکمال الدین)

۶۸ ”احمیت کا دوسروں سے ایک جزوی اختلاف ہے۔ اصول ایک ہی ہیں۔“ (مشہور)

۶۹ ”حدیث ”لم یکذب ابراہیم الائلاشا“ فلطف ہے۔“ (یہاں القرآن حج ودم ص ۱۷۸) آہ میں کیا شقی اور خدا کے رسول حضرت مسیح موعود حکم و عدل کا جس کی ہر ایک بات صحیح اور بخوبی الہی ہے۔ مخالف اور اشد ترین اعدروں نی دشمن ہے کہ کوئی بات جتاب حکم نہیں فرماتے کہ جس کے خلاف یہ کہرستہ نہ کھڑا ہو گیا ہو۔ افسوس کہ مرزا قادیانی کی کھلی کھلی تحریرات کا رد اور انکار کیا جا رہا ہے اور پھر مج ہذا اپنے آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کے خاص غلاموں میں شمار کرنے کی خوشی کو بھی پورا کیا جاتا ہے:

خوبیشت ن رانیک اندیشید

لے هنداک اللہ چے بد فهمید

(مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی تو اس حدیث کی طرف داری کرتے ہوئے اس پر سے فلطفاعترافات

کا دفعیہ اور ازالہ کریں مگر میاں مرید سے اگر کچھ ہو سکا تو بھی کہ بے یک جب تک خدا کا خوف نہ کرتے ہوئے اس کو قفل قرار دے دینا اور مرزا قادریانی کے سب بیانات کو فضول کہہ دیا یہ سب کچھ شان غلامی میں ہو رہا ہے۔ اگر بظاہر بھی مخالف ہوتے تو خدا جانے کیا اندر گرفتی چاہتے۔ غالباً مرزا قادریانی یہ فرمائے ہوں گے:

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر

خدا ناخواستہ گر خشکیں ہوتے تو کیا ہوتا

۱۰ ”اثلیٰ اور یورپ میں مثلاً جنگ یا لڑکہ وغیرہ کا عذاب آیا۔ اس سے اگر ضرور ہے کہ اس وقت کوئی رسول یورپ یا اٹلیٰ میں آتا۔ ایسے رسول کا ہندوستان میں آنا خالی از حکمت ہے جو خدا کا فعل نہیں ہو سکتا۔ اسکی باتیں کرنا لوگوں کو بتاتا ہے کہ نہ ہب بھیل ہے۔“

(یعنی القرآن میں ۷۱، ۱۱۸)

۱۱ ”اگر“ اہدنا الصراط المستقیم ”کو حصول نبوت کی دعائماً جائے تو ماننا پڑے گا کہ ۱۳۰۰ سال میں کسی کی دعا قول نہ ہوئی۔ یہ مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے۔ جو ایسے فرض کے منہ سے کل سکتا ہے۔ جو اصول دین سے ناقص ہے۔“

(یعنی القرآن میں ۱۰)

۱۲ ”جو لوگ ان الفاظ“ ما کتنا معدبین حتیٰ نبعث رسولاً ”سے یہ مراد لیتے ہیں کہ دنیا میں کبھی کوئی عذاب نہیں آتا جب تک پہلے رسول نہ مبعوث کیا جائے وہ غلطی کرتے ہیں۔“

(یعنی القرآن میں ۷۱، ۱۱۸)

۱۳ ”آنحضرت“ کے بعد نبی کاتام لیما اس کو زیبای ہے جو کہ اسلام سے بڑھا ہوا کام کر کے دکھائے۔ ورنہ منہ کی پھونکیں ہیں۔ ناقص دھوکہ کھا سکتے ہیں۔“

(یقیناً آخری نبی نمبر ۱۹۷۸، ۲۹ اگسٹ ۱۹۷۸)

۱۴ ”عیسائیوں کے جواب میں فرمایا“ الستم تعلمون الخ ”اگر بلا بآپ ہوتا تو کہتے کہ وہ بغیر بآپ بیدا ہوا ہے اور یوں فرماتے کہ آدم کی طرح بن باپ ہے۔“ (تفیریں ۳۱۵) (فرمایا تو یہ نبی ہے جیسا کہ مرزا قادریانی نے سمجھا ہے۔ مگر مرید صاحب جو نہ سمجھیں تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟)

- ۷۵ ”ام حضرت کے بعد نبوت کو جاری رکھنا قرآن کی تذمیل ہے۔ یہ عقیدہ باعث نقصان اسلام ہے۔“ (بیان ۲۹ مرگست ۱۹۷۸ء) ”غير تشریحی نبی بھی نہیں آ سکتا۔“ (لہجہ علمیۃ فی الاسلام ص ۱۱۵)
- ۷۶ ”سیلمان علیہ السلام کے عصا کو دیک کے کھا جانے کا قصہ بے اصل ہے۔ بلکہ اس سے سیلمان علیہ السلام کی سلطنت کی برپادی مراد ہے، اور جتنا سے مراد غیر اقوام ہیں۔“ (ملحضاً) (بیان القرآن ج ۳ ص ۱۵۳۶)
- ۷۷ ”مرزا قادیانی کو نبی قرار دینا اسلام کی بخ کرنی ہے۔ بلکہ میرے نزدیک مرزا قادیانی پر بھی بہت بڑی زد پڑتی ہے۔“ (بیان ج ۲ ص ۱۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)
- ۷۸ ”مرزا قادیانی کو انہیاء کے معیار پر رکھنا اور آزمائنا چاہئے۔“ (ربیوبن ۷۲) (یاد رہے کہ لاہوری احمدی مرزا قادیانی کو غیر نبی اور نبی یعنی آنحضرت کا تابع دار یقین کرتے ہیں باوجود اس کے انہیاء کے معیار پر آزمائش کرنا امر زاد کے خلاف ہے)
- ۷۹ ”قسوں کو اس طرح پورا کرنا جیلوں کا دروازہ ہمولا ہے۔ جس سے قسم کی وقعت نہیں رہتی۔ یہ قصہ نہ باطل، نہ حدیث اور نہ قرآن میں ہے۔“ (بیان القرآن ص ۱۶۰)
- ۸۰ ”رم (سنگار) کرنا اسلام میں زنا کی کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ ایک خیال ہے۔“ (ملحضاً) (بیان القرآن ص ۱۳۲۵)
- ۸۱ ”شیطان الیوب پر سلطنتیں کیا گیا تھا۔ اس کا کام صرف دوسرا ؓ النا ہے اور الیوب کی تکلیف کسی سفر سے تھی۔“ (ملحضاً ص ۱۶۵، ۶)
- ۸۲ ”ذابت الارض سے مراد انسان لیٹا بھی ہے۔ کیونکہ وہ کلام کرے گا اور یہ انسان کا خاصہ ہے۔ قرآن سے اس کی تائید ہوتی ہے۔“ (ملحضاً بیان القرآن ص ۱۳۲۶)
- ۸۳ ”چل کرنا ایک بدعت ہے۔ قرآن حدیث میں اس کا نام و نشان نہیں۔“ (ملحضاً) (۱۸۲۱)
- ۸۴ ”بعث بعد الموت (یعنی دوسرے عالم میں۔ م) یہ جسم شہوں کے۔“ (بیان القرآن ج ۳ ص ۱۸۰۹)
- ۸۵ ”حضرت ﷺ نے ہمیا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے، ضرور شادی کی ہے اور اولاد بھی ضرور ہوئی ہوگی۔“ (غلامہ مطلب کتاب ولادت ﷺ)
- ۸۶ دیکھئے صاحبان! یہ اختلافات ہیں جو ناظرین کرام کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کئے

گئے ہیں۔ یوں تو اور بھی حلش کرنے سے حاصل کئے جاسکتے تھے۔ مگر ہمیں مولوی محمد علی کے حال
ناتا مل پر شپر رحم اور ترس آگیا۔ اگر ایسا غرض جو ہر بات میں اپنے منہ بولے تیر و مرشد سے
اختلاف رکھتا ہے، اس کا جائشین، خلیفہ اور نائب ہو سکتا ہے۔ تو پھر بخدا کل اگر دہر یہ خلیفہ اللہ
ہونے کا دھوکی کر دے تو ہم اس کے اس دھوکی کی تردید اس نام پر کہ ”وَ خَدَا كَهْ عَمَلٌ مِّنْ خَالِفَ
هُنَّ“ ہر گز نہ کر سکتیں گے۔ میں چاہئے کہ لاہوری احمدی فور کریں۔

(۲) مرزا قادیانی کا فیصلہ

مرزا قادیانی کا یہ صاف صاف فیصلہ ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھے ہیں کہ ”جو شخص ہماری
ہر بات کو نہیں مانتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے اور نہ وہ ہماری جماعت سے شمار ہو گا۔“

میں مرزا قادیانی کے اس صاف اور واضح ارشاد سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا
ہے کہ مولوی محمد علی صاحب جنوہوں نے مرزا قادیانی کے صد ہاتھوں کا اتوال کو انتہاء درجہ کی بے رحی اور ناخدا
ترسی سے نا مقبول اور روکر دیا ہے۔ وہ کسی طرح بھی جائشین ہونا تو قحط ایک معنوی احمدی بھی نہیں
کھلا سکتے۔

خلاصہ یہ کہ مولوی صاحب موصوف دائرہ احمدیت سے بعکم ہانی احمدیت خارج اور
بھی وجہہ باہر ہو گئے ہیں۔ اچھا یہ تو ہوا ہمی کہ احمدیت سے بٹکے۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان بھی
رہے ہیں یا کتنیں؟

اس کے متعلق مرزا قادیانی کا یہ ارشاد ہے کہ ”جو لوگ حضرت سعیؑ علیہ السلام کا باب
سے پیدا ہوتا نہیں، وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔“ (اطہم ۱۳ مرچون ۱۹۰۱ء)

میں مرزا قادیانی کے اس ارشاد کے مطابق مولوی محمد علی بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج
اور کافر قرار پائے۔ آہ!..... یہ کیا قلم ہوا کہ ایک طرف تراجمت سے لکھے اور دوسری طرف بہ
یک طفرہ اسلام کے احاطے سے بھی باہر جا پڑے۔ ظاہر ہے کہ یہ قلم کسی اور کے ہاتھ سے ان پر نہیں
ہوا۔ بلکہ جیسا کہ امر واقع ہے۔ ان صاحبان ذوالاہرام نے خود اپنے ہاتھوں سے لاعلی کے جوش
میں آ کر اپنی جان باشان پر کیا ہے۔ حق پوچھو تو یہ حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی کو ان کی ذفات سقوطہ
منات سے بڑی بڑی توقعات تھیں۔ مگر افسوس کی یہ کسی مرض کا بھی علاج ثابت نہ ہوئے۔

بعجائے اس کے حضرت مرزا قادیانی کی شان کو بیڑھاتے اور ان کی قدر و منزلت کو
دو بالا کرتے، انہوں نے الٹا ہر مسئلہ اور ہر بات میں ان سے اختلاف ظاہر کر کے ان کو گھٹانے اور
نیچے گرانے کی سی ناممکنور فرمائی ہے۔ خدا ان کو جزاۓ واجب دے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کوہ حنف



حضرت مولانا محمد حسین سرحدی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قال اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

”تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان“

﴿آپ میں مددگر، نیکی اور پریزگاری میں اور مددگر و گناہ اور ظلم میں۔﴾
پاکستان بن جانے کے بعد یہ خیال تھا کہ اور کچھ ہو یا نہ ہو۔ کم از کم اتنا ضرور ہو گا کہ یہ
فند مرزا یتث قائم ہو جائے گا۔ جس کا ناپاک پودا شوکت اسلامی کی تحریک کے لئے اگر بڑی کے
ناپاک ہاتھوں سے لگایا گیا تھا۔ لیکن دیکھنے میں آیا کہ پہلے کی نسبت اس وقت یہ فند زیادہ پھیلا
جارہا ہے اور کئی نہیں بلکہ زیادتی ہو رہی ہے۔ غصب یہ کہ مرزا ای اسلام سے لکل کر رسول کر یا
کی عزت و ناموس اور مسلمانوں کے ایمان کے ڈاکو ہوتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر
رہے ہیں اور یہ بھی اس لئے کہ مسلمانوں کے خلاف اپنی ناپاک کوششوں اور دجالی فرب کاریوں
میں پورے طور پر کامیاب ہو سکیں اور اسی واسطے ارتدا دے توے کی طرح سیاہ اور دجالیت سے
بھرتے چڑھ پر اسلامی نقاب ڈالنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

ہمارے اہل اسلام نے ضروری سمجھا کہ فی الحال موجودہ ماحول میں حضور ﷺ کی عزت
و ناموس اور اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر، نیز مسلمانان پاکستان کے دنیاوی اور ملکی حقوق کے
بچاؤ کے لئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا جائے کہ:

..... مرزا یہوں کو قانوناً مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دیا جائے۔

..... سرفراز اللہ خان مرزا ای کوفور اوزارت سے ہٹا دیا جائے اور یہ مقدس امانت کی مسلمان
کے سپرد کی جائے۔

..... مرزا یہوں کی اس کافرانہ تبلیغ کو فی الفور بند کر دیا جائے۔ جس سے کہ مسلمانوں کے
ایمان پر ڈاکڈا لاجا رہا ہے۔

مسلمانوں کا یہ مطالبہ ایسا صاف اور واضح ہے کہ کوئی بھی انصاف اور عدالت رکھنے والا
انسان اس کے جائز نہیں بلکہ واجب القبول ہونے میں نہیں کر سکتا۔ مگر ہا معلوم حکومت
پاکستان کے حکام کو کیا سمجھی اور کس غلطی میں جھلا ہوئے۔ بجاۓ اس کے کہ مسلمانوں کا یہ جائز
اور حکومت پاکستان کے لئے انسانی اور اسلامی قانون کے ماتحت واجب القبول مطالبہ فوراً مان کر
عمل میں لے آتے۔ لئے گزو بیٹھے اور ان کی اسلامی اور مذہبی تبلیغ پر ہی پابندی لگادی۔ جس سے

کہ اہل اسلام کے دلوں میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی اور مجبوراً قادر تی طور پر حکومت پاکستان کے موجودہ ارباب اختیار کے متعلق قسم قسم کے خیالات و شبہات پیدا ہونے لگے۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”الدین النصیحة لله ورسوله ولائمة المسلمين وعا متهم“ یعنی دین اس چیز کا نام ہے کسی خواہی کی جائے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور مسلم حاکموں کی اور عام مسلمانوں کی۔ (بخاری ج ۱۲، اعلیٰ)

اس ارشاد نبوی کی رو سے ضروری معلوم ہوا کہ حکومت پاکستان کے مسلم حاکم کی خدمت میں حقیقت حال کو واضح کر دیا جائے اور اگر وہ کسی وجہ سے کسی غلط ہنگی میں جلتا ہوں تو وہ دور ہو جائے۔ سو گزارش ہے کہ اہل اسلام کا تو یہ قطعی فیصلہ ہے کہ جو لوگ جتاب رسول ﷺ کے بعد کسی مدینی بیوت کو مان لیں۔ وہ مسلمانوں میں شامل نہیں رہ سکتے بلکہ فوراً اسلام اور اہل اسلام سے کٹ جاتے ہیں۔ لیکن مرزا غلام احمد قادری کا بھی اپنے ماننے والوں کے متعلق یہی فیصلہ ہے کہ اس کی جماعت مسلمانوں سے کلی طور پر طیحہ اور الگ ہے اور اس غرض کے لئے اس نے حکومت میں درخواست بھی دی تھی کہ اس کی جماعت کی خانہ پر سرکاری کافی نیازات میں الگ کی جائے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے: ”چونکہ اب مردم ٹھاری کی تقریب پر سرکاری طور پر اس بات کا التزام کیا گیا ہے کہ ہر ایک فرقہ جو دوسرے فرقوں سے اپنے اصولوں کے لحاظ سے اتنی از رکھتا ہے۔ علیحدہ خانہ میں اس کی خانہ پری کی جائے اور جس نام کو اس فرقہ نے اپنے لئے پسند اور تجویز کیا ہے۔ وہی نام سرکاری کافی نیازات میں اس کا لکھا جائے۔ اس لئے ایسے وقت میں قرین صلحت سمجھا گیا ہے کہ اپنے فرقہ کی نسبت ان دونوں باقوں کو گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں یاد دلایا جائے اور نیز اپنی جماعت کو ہدایت کی جائے کہ وہ مندرجہ ذیل تعلیم کے موافق استفسار کے وقت لکھوائیں۔“ (اشتہار و اجتب الاعمال الحقة، خزانہ ج ۱۵، ص ۵۱)

پھر نام کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ”متاسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا جائے۔“ (تریاق القلوب اشتہار و اجتب الاعمال الحقة، خزانہ ج ۱۵، ص ۵۲)

اور پھر اسی کے مطابق اپنے ماننے والوں کو تلقین بھی کی کہ تمام اہل اسلام سے الگ تھیں اور کلی طور پر مسلمانوں کو ترک کر دیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ: ”تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دوسرے اسلام کرتے ہیں۔ بلکہ ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام قم میں نے ہو گا۔ چون قم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل جھٹے ہو جائیں اور تمہیں کچھ خیر نہ ہو۔“ (اشتہار و اجتب الاعمال الحقة، خزانہ ج ۱۵، ص ۳۷)

ایک اور مقام پر اپنے آپ کو ذوالقرینین بتا کر مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اپنی جماعت کو علیحدہ قوم قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ: "فرض ذوالقرینین کے معنی ہیں وہ صدیاں پانے والا۔ اب خدا تعالیٰ نے اس کے لئے تین قوموں کا ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہی قوم جو مغرب میں ہے اور آفتاب وہاں غروب ہوتا ہے اور وہ تاریکی کا چشمہ ہے۔ یہ عیسائیوں کی قوم ہے۔ جس کا آفتاب صداقت غروب ہو گیا اور آسمانی حق اور نور ان کے پاس نہیں رہا۔ وسری قوم اس کے مقابلہ میں وہ ہے جو آفتاب کے پاس ہے۔ مگر آفتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ یہ مسلمانوں کی قوم ہے۔ جن کے پاس آفتاب صداقت قرآن شریف اس وقت موجود ہے مگر ولبة الارض (اسلامی علماء) نے ان کو بے خبر بنا دیا ہے اور وہ اس سے ان فوائد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ بھر جلنے اور دکھ اٹھانے کے اب ایک تیری قوم ہے جس نے ذوالقرینین سے انتہا س کی کہ یا جو جن ماجون کے درے بن دکھے ان کے حملوں سے محفوظ ہو جاویں۔ وہ ہماری قوم ہے۔ جس نے اخلاص اور صدق دل سے مجھے قول کیا۔ خدا تعالیٰ کی تائیدیات سے میں ان حملوں سے اپنی قوم کو محفوظ کر رہا ہوں جو یا جو جن ماجون کر رہے ہیں۔" (ملفوظات ج ۳ ص ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۱)

ای کے مطابق ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ: "جو پ میں جلنے والے د لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں سے، مجھے قول نہیں کیا اور کچھ کے جشمے اور تاریکی میں پیشئے والے عیسائی ہیں۔ جنہوں نے آفتاب کو نظر نہ کر بھی نہ دیکھا اور وہ قوم جن کے لئے دیوار بیانی گئی دہ میری جماعت ہے۔" (ضیسر اہین احمدی حصہ ۷ ج ۳۲ ص ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳)

اور کہہ اس بات کی تائید میں کہ وہ خود اور اس کے مانعے والے ہر لحاظ سے مسلمانوں سے الگ تھلک ہیں۔ لکھتا ہے: "اس فرقہ میں تم کو اکا چہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے۔ بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور تھا اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔"

(تریاق القلوب اشتہار و اجب الاعمار ج ۱۵ ص ۵۱۸)

"ہم با رہا کچھے ہیں کہ قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا۔"

(ضیسر رسالہ جہاد ج ۱، ج ۲ ص ۳۷)

نیز لکھتا ہے کہ: "یاد کو کہ موجودہ اسلام میں جو چہاد کا مسئلہ ہے۔ میری لگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بنانم کرنے والا کوئی ہو رہا نہیں۔" (تلخی رسانی ج ۴، ہم ص ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹)

پھر یہ بھی لکھا ہے کہ: "میرا نہ ہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں، بھی ہے کہ اسلام

کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسراے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سودہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔” (اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق میں صدر ج شہادۃ القرآن، جز ائم ج ۲۸ ص ۳۸۰)

بزریہ بھی لکھا ہے کہ: ”میرے نزدیک واجب احتیمیم اور واجب الاطاعت اور شکر گزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے۔ جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہو۔“ (تلخ رسالت ج ۱۷، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۱۵)

پھر یہ ارشاد بھی ملاحظہ ہو کہ: ”ہم لندن کے بازاروں میں دین اسلام کی تائید کے لئے وہ وعظ کر سکتے ہیں۔ جس کا خاص مکہ مظہر میں میر آذہا ہمارے لئے فیر ممکن ہے۔“

(ست پچھیں ص ۱۵۳، جز ائم ج ۱۰ ص ۲۷۷)

اور یہ بات اس نے درست کی ہے کیونکہ جس کا نہ ہب یہو کہ اسلام انگریز کی اطاعت کا نام ہے۔ اس کے اسلام کی تلخی کے مظہر میں کب ہو سکتی ہے؟ ایسے اسلام کی تلخی تو ملکہ و کشوریہ کی گلبیوں میں ہی ہو سکتی ہے۔ جس کی محبت نے انگریز کی اطاعت کو فرض اور اسلام کا حصہ قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ: ”چونکہ یہ مسئلہ حقیقت شدہ ہے کہ دل کو دل سے رہا ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے ضرورت نہیں کہ میں اپنی زبان کی لفاظی سے اس بات کو ظاہر کروں کہ میں آپ (ملکہ و کشوریہ) سے ولی محبت رکھتا ہوں اور میرے دل میں خاص طور پر آپ کی محبت اور عظمت ہے۔ ہماری دن رات کی دعا میں آپ کے لئے آب روائی طرح جاری ہیں۔“ (ستانہ قیصرہ میں، جز ائم ج ۱۵ ص ۱۱۹)

”یہ سچ موعود جو دنیا میں آیا تیرے ہی و جود کی برکت اور ولی نیک نیقی اور پچی ہمدردی کا ایک نتیجہ ہے۔“

اور پھر واجب الاطاعت اور واجب احتیمیم انگریزی گورنمنٹ کی توجہ عنایت اپنی طرف مبذول کرنے کی خاطر یہ بھی لکھتا ہے کہ: ”اس جگہ بارہا بجا تھیار بعل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کلی کتابیں قالافت چہا اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر و فیرہ اپنے نام رکھوائے۔ اسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم دن رات کیا خدمت کر رہے ہیں۔“ (تلخ رسالت ج ۱۷، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۳۵)

اپنی جماعت کے متعلق بھی لکھتا ہے کہ: ”یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سر کار انگریزی کی نمک پر وردہ اور نیک نایی حاصل کر دہ اور مورث امام گورنمنٹ ہیں۔“

(تلخ رسالت ج ۱۷، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۰)

اور صریحاً تعلیم قرآن کے خلاف اور اہل اسلام کے اعتقاد کے بالمقابل حضرت عیسیٰ علیہ میرنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں لکھتا ہے کہ: ”اس کو جھوٹ بولنے اور بدزبانی کرنے اور گالیاں نکالنے کی عادت تھی اور اس کے ساتھ میں سوائے مکروہ فریب کے اور کچھ نجھا اور تن پشوں تک اس کی وادیاں، نانیاں زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے اس کا وجود ظہور پذیر ہوا۔“ (ضمیر انجام آن قسم ص ۵، ۷، خزانہ حج ۱۱، ۲۸۹ ص ۲۹۱، ۲۸۹)

ان تمام دل خراش اور گستاخانہ خرافات و کفریات کے علاوہ جو سب سے بڑی چیز ہے اور ان تمام کفریات کے لئے بخیاں ہے جس کے ساتھ خدا اور اس کے رسول کی تکذیب لازم آتی ہے اور جس کے ساتھ انسان فوراً اسی اسلام اور اہل اسلام سے کٹ جاتا ہے وہ حضور ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت ہے اور یا آپؐ کے بعد کسی مدینی نبوت کو مان لیتا ہے۔

چنانچہ اس بارے میں مرزا غلام احمد قاویانی لکھتا ہے کہ: ”میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔“ (تلخ رسالت ح ۴، ہم ص ۱۳۳، مجموعہ اشتہارات ح ۳ ص ۷۶)

اور یہ بھی لکھتا ہے کہ: ”اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔“ (حقیقت الحق ص ۳۹۱، خزانہ حج ۲۲ ص ۲۶۷)

اور پھر لکھتا ہے کہ: ”جو مسلمان مجھے نہیں مانتے اور میرے دھوئی کی تقدیق نہیں کرتے۔ وہ تین ہوں، زنا کا اور توں کی اولاد ہیں۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۸، خزانہ حج ۵ ص ۱۰۱) اور اس کا لڑکا بیشیر الدین محمود جو اس وقت اس کا جا شین ہے، وہ کہتا ہے کہ: ”یہ بالکل صحیح ہاتھ ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ سے بھی بڑا سکتا ہے۔“ (اخبار الفضل قادیانی دارالامان موری ۱۹۲۲ء، ارجمند آنی ۱۹۲۲ء)

ان کلیے واقعات اور حقائق کو پیش کر کے حکومت پاکستان کے ارباب اختیار کی خدمت میں یہ التماس کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ شاپ ان حقائق کی روشنی میں حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کیجئے اور حاکم ہونے کے لحاظ سے جس طرح بے گناہ لوگوں کی مالی اور جانی خفاقت آپؐ کے ذمہ ہے۔ اس سے ہمیں بڑا کرمان کے ایمان کی خفاقت کرنا آپؐ کے لئے ضروری ہے۔ تو اس

نہایہ ”تعاونوا علی البر والتقوى ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“

ارشاد خداوندی کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ اس وقت ایماندارانہ طور پر آپؐ کا فرض کیا ہے اور کیا اسے انجام دیا جا رہا ہے اور اگر وہ فرض اونچیں ہوتا تو اس کا انجام کیا ہو گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم یہاں کسی وجہ سے خدا اور رسولؐ کے دشمنوں کا ناجائز طور پر ساتھ دویں اور قیامت کے دن ہمیں

نہامت اٹھانی پڑے اور ”وکذالک نولی بعض الظالمین بعضاً بما کانوا یکسبون“
کے زیر ہدایت جب کہ مختلف قسم کے مجرموں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا جائے گا۔ لیکن اس واقع
ایمان ہو کہ فرشتے ہمیں ساتی کوہ علیہ السلام کے کنارِ عاطفت سے سخنچ کر جائیں کی صرف میں کھڑا کر
دیں کہ تم نے دنیا میں ان کا ساتھ دیا۔ اب ان کے ساتھ ہی رہنا ہو گا۔ ”نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَالِكَ“
اللہ تعالیٰ میں اس ذلت و خواری سے محفوظ رکھے۔ آمين!

حکومت پاکستان کے مسلم حکام کو دینی بھائی سمجھ کر صحبت اور ہمدرودی کے طور پر میں
نے یہ ”کلر حق“ کہہ دیا ہے اور امید و اثن رکھتا ہوں کہ اس تاجیز کا یہ ملک حق بے اثر نہیں رہے گا۔

وماعلينا الا البلاغ

احقر العباد محمد حسین عفا اللہ عنہ و عن والدیہ (فاضل دیوبند)

تقریظ بسیط

حضرت مولا نامولوی خالد مجبد صاحب، فاضل دیوبند

اتحاو و مخالف کی خلط ہمیں میں حد غلوت کی پختہ والے حضرات کے لئے جو نصوص کتاب و
سنن سے بے اعتنائی برتبے ہوئے کفر و اسلام کے بنیادی اور حقیقی امتیازات کو فراموش کر کے دنیا
کو ایمان کی رو جانی شعاعوں سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ مقام عبرت و نصیحت ہے کہ قرآن پاک
جس نے وحدت و اتحاد کا ساری دنیا کو سبق دیا۔ ایمان و کفر جیسے نازک معاملہ میں خود ہی فارق د
فال ہو کر مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے علیحدہ قرار دیتا ہے۔

”هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنُ“ ”اگر ایک طرف“ لا
”تَفْرِقُوا“ ارشاد فرمایا اور اپنا نام قرآن رکھا۔ یعنی ملانے والا تو درستی طرف اپنا نام فرقان بھی
رکھا۔ یعنی تفریق کرنے والا، دعوت اتحاد کا مقصد یہ ہے کہ جملہ نسلی، علکی اور ذاتی امتیازات ختم
ہونے چاہیں تاکہ دین واحد ہو جائے۔ ”لَيَكُونُ الدِّينُ كَلَهُ لِلَّهِ“ اور دعوت فرقان کا مقصد یہ
ہے کہ ایک امتیاز ضرور باقی رہنا چاہئے اور وہ حق و باطل اور کفر و اسلام کا امتیاز ہے۔ ”اَنَّهُ لِقُولِ
فَحْصَلٍ وَمَا هُوَ بِالْهَذْلِ“

قرآن پاک اپنے فساد پر اتحاد کا شدید مقابلہ اور اپنی شان فرقانیت میں نہایت سخت
ہے۔ وہ اس پاکت کو برداشت نہیں کرتا کہ برائی اپنی صورت پر قائم رہجے ہوئے نسلی کے ساتھ
جائے اور تاریکی اپنی سیاہی کے باوجود نور میں مل جائے اور اس طرح نسلی نسلی رہے اور نہ بدی

بُدی، قلمتِ قلعت رہے اور نہ روشنی روشنی۔

یاد رکھئے! التباس تی وہ تاریخی ہے۔ جس میں ہر شے کا اصلی وجود پہلے مشتبہ اور آخراً خرکار معدوم و باطل ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کی بھی سات صد یوں کی تاریخ قومی تنزل کا سبب اول اسی حقیقت کو شمار کرتی ہے۔ امت مرزا یہ اور امت مسلمہ کی موجودہ کھلکش میں بھی عمل ہمارے ارباب حل و بسط کا ہے کہ مسلمان پاؤ جو دیکھ آنحضرت ﷺ کے بعد ہر مدی نبوت کو دجال و کذاب اور مرد کھجتے ہیں اور مرزا انی پاؤ جو دیکھ مرزا غلام احمد قادریانی کو خدا کا نبی مانتے ہیں۔

مسلمان پاؤ جو دیکھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک الو الحرم مقصوم تخبر اور ان کے خاندان کو از روئے قرآن پاک طاہر و مطہر مانتے ہیں اور مرزا انی پاؤ جو دیکھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی، زانیہ عورتوں سے اختلاط رکھنے والا اور ان کے خاندان کو از روئے کتب مرزا قادریانی زنا کار عورتیں اور سمجھریاں سمجھتے ہیں۔ ہمارے ارباب اقتدار بر طالوں کی تبلیغ کر کے ماتحت دونوں کو ایک قوم شمار کر رہے ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ استقلال ملت اول مشتبہ ہو جائے اور آخراً مرد کار معدوم ہو جائے۔

مرزا غلام احمد قادریانی کا کفر و ارتداد بیانات میں سے ہے اور اس کے ساتھ نسبت عقیدت رکھنے والے تمام لوگ باقاق جمیع اہل اسلام مرد اور خارج عن الاسلام ہیں اور یہ امر ان کے خارج عن الملحق اور خارج عن القوم ہونے کو تسلیم ہے۔ چنانچہ قرآن پاک نے مردین کو ایک طیبہ قوم شمار کیا ہے۔ ”کیف یہدی اللہ قوماً کفرواً بَعْدَ ايمانهِمْ وَشَهَدُواْنَ الرَّسُولَ حَقَّ وَجَاهَ هُمُ الْبَيِّنَاتُ، وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ“ ﴿۱۰﴾ کیونکہ بہایت کرے اللہ انس قوم کو جو اپنے ایمان لانے کے بعد اپنے اس اقرار کے بعد کہ رسول پچے ہیں، کافر ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو بہایت نہیں کرتے۔

تاجدارِ ختم نبوت بھی دین چھوڑنے والے کو جماعت یعنی قوم کا چھوڑنے والا قرار دیتے ہیں۔ فقیر الامت سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود نقیل کرتے ہیں: ”لَا يحل دم امرء مسلم يشهد ان لا إله الله وانی رسول الله الا باحدی النفس بالنفس والثیب الزانی المفارق لدینه التارک الجماعة (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶)“ ﴿۱۰﴾ جو مسلم شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا بیجا ہوا ہوں اس کا خون حلال نہیں سوائے ان تین ہاتھوں میں سے کسی ایک کے ساتھ، قاتل ہو۔ ”یا شادی شدہ ہو کر انی ہو“ اور یادیں چھوڑ کر جماعت (قوم) چھوڑنے والا ہو۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے ”الغارق لدینہ“ کا سب سے پہلا مصدق مرد

کو شمار کیا ہے۔ اس ارشاد نبوی نے آفتاب کی طرح واضح کر دیا کہ اگر کوئی دین سے علیحدہ ہو جائے تو اس کا جایت یا قوم سے علیحدہ ہو جانا لازمی ہے۔

یاد کئے! مسلمان ایک مستقل قوم ہے۔ جو کفر یا مرتد ہوں وہ اس قوم میں شناخت رکھ سکتے۔

”ابن عباس ان النبی ﷺ رکب بالروحاء فقال من القوم قالوا المسلمين (الحديث صحيح مسلم ج ۱ ص ۴۲۱)“ **﴿ حضرت ابن عباس سے متقول ہے کہ حضور ﷺ مقام ”روحاء“ پر کچھ سواروں سے ملے اور پوچھا تم کوئی قوم ہو، انہوں نے کہا ”مسلمان“ ۴۷﴾**
اسلامی تصریحات سے جو قطع و یقین کا درجہ رکھتی ہیں۔ متاثر ہو کر فناش پا کستان علامہ اقبال نے حکومت سے مطالبہ کیا تھا۔

”بیری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کاریہ ہو گا کہ وہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ جماعت تسلیم کر لے۔“ (حروف اقبال ص ۱۸۸)

پھر لفظ یہ ہے کہ امت مرتاضی کی بھی سماجی اور شفاقتی پا لیسی بھی رہی ہے کہ وہ غیروں سے الگ ہے۔ (خبرہ الحصل قادیان ج ۵ نمبر ۲۹ ص ۲۶۷ موری ۱۹۸۰ء، فروردی ۲۰ ابریل ۱۹۸۱ء) ملکھا: ”کیا سچ ناصری نے اپنے بیروتوں کو ہبہ بیہودے سے الگ نہیں کیا۔ کیا وہ انہیا جن کی سوائغ کا علم ہم بھک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی ان جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کیا۔ ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ پیٹک کیا ہے پس اگر مرتاضیانی نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں، اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے الگ کر دیا تو نبی اور ان لوگی بات کون ہی کی؟“

۲..... ”یہ جو ہم نے دوسرے مدعاں اسلام سے قطع تعلق کیا ہے۔ اول تو یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا، نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریاضتی اور طرح طرح کی خرابیوں میں بڑھ گئے ہیں اور ان لوگوں کو ان کی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملاانا، ان سے تعلق رکنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں جو سڑکیا ہو اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہماری جماعت کی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے۔“ (ارشاد مرتاضیان احمدہ دیانی رسالہ توجیہ الاذہان قادیان ج ۶ ص ۸۳، موری ۲۳ اگست ۱۹۸۱ء)

۳..... ”غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں۔ ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جائز بے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر رکھتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک وینی دوسرے دینا دی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دنوں ہمارے لئے

(کہتے افضل میں ۱۹۷۹ء مسٹر رضا بخش احمد)

پس جبکہ مرزا سید بھی اپنے آپ کو مسلمانوں سے کلی طور پر الگ بھیتی ہے۔ (دیکھو اربعین نمبر ۲۸ حاشیہ خداونج ص ۷۷) اور مسلمان بھی اسے مرتد اور خارج عن الملة قرار دیتے ہیں۔ تو مقام تعجب ہے کہ ہماری حکومت کو اسے مسلمانوں سے علیحدہ قرار دینے میں کون ہی چیز ماننے ہے؟ پھر جبکہ پاکستان کا سیگ بنیاد بھی اسلامی قومیت کی عیٰ امتیازی حدود تھیں تو مقام حیرت ہے کہ اسی تصور حیات کے وائی صرف اس لئے زیر عتاب سمجھے جا رہے ہیں کہ اب اس کی زدراہ راست فرنگی کے خود کا شتر پر دے پر پڑ رہی ہے۔

حکومت پاکستان کا اولین فرض ہے کہ نزاکت وقت کا صحیح جائزہ لیتے ہوئے تدبیر اور بصیرت سے کام لے اور تناخواز و ستور اسلامی امت مرزا سید کو مسلمانوں سے الگ مرتد اقلیت قرار دے۔ نیز مملکت پاکستان کی کلیدی آسامیوں سے ان تمام مرزا بیویوں کو بر طرف کروئے جن کے ناپاک ارادے یہ ہیں۔ ”حکومت ہمارے پاس نہیں کہ ہم جبر کے ساتھ ان لوگوں کی اصلاح کریں اور ہٹلر یا مسولیتی کی طرح جو فوضی ہمارے حکموں کی تعمیل نہ کرے۔ اسے ملک سے نکال دیں اور جو ہماری باتیں سنے اور ان پر عمل کرنے پر تیار نہ ہو، اسے عبرت ناک سزا بیسیں دیں۔ اگر حکومت ہمارے پاس ہوتی تو ہم ایک دن کے اندر اندر کام کر لیتے۔“

(تقریب مرزا محمد علی مور جی ۲ ارجون ۱۹۳۶ء، مندرجہ اخبار افضل قادریان ح ۲۳ نمبر ۲۹)

یہ چند ضروری باتیں تھیں جو جمالاً عرض کی گئیں۔ پوری افضل آپ کو کلمہ حق میں اپنے مالہ و ماطلبی کے ساتھ ملے گی۔ میں نے اس رسائل کو شروع سے لے کر آخوند و یکھا اور محقتقانہ اور مناظر ادا ہر اعشار سے درست اور جامِ پایا۔ استدلال میں ہر بار یک سے ہر یک مقام پر بھی حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جبی المکرم مولا نا ہم حسین صاحب کو ہر مستفید و مترشد کی طرف سے جائے خیر دے کہ اس دور پر فتن میں شبانہ روز محبت کے ساتھ تاج و تخت نبوت میں اپنی عقیدت کے پھول پیش کر رہے ہیں اور امر بالمعروف اور نهى عن المکر کے فریضہ کے ادائیگی میں سرگرم ہیں۔ حضرت امام الحصر احمد شاہ البیری شاہ صاحب کا ارشاد ہے:

دعواکل امر واستقیمهو المادھی

وقد صار فرض العین عند عیان

الله تعالیٰ امت مرحومہ پر فضل فرمائے اور اس دور احتلاء میں اسے قادری شقی از کے فتنہ سے نجات دلائے۔ آمين! العیاد المفتیر: خالد محمود امیر ترسی عفاف اللہ عنہ، حال مقیم سیا لکوٹ